

حدیثہ سے حدیثہ تک

مقتل الحسین

تألیف

آیت اللہ سید محمد حبادھی تهرانی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ ناصر مہدی جاڑا ناظم

احلاً منه حج الصالحين لاهو



مقتضی الحسین مَدِینَةٌ مَّدِینَةٌ

مؤلف

آیت اللہ سید محمد وادعی تهرانی

مترجم

جنت الاسلام علامہ ناصر مہدی جاڑا

نظر شکنی

جنت الاسلام علامہ یاض حسین حبیری فضلی

ناشر —

اداره منہج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔ فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

مَدِيْنَةُ سے مَدِيْنَةُ تَكَ	:	کتاب
آیت اللہ سید محمد جواد حسینی تہرانی	:	مؤلف
جنة الاسلام علامہ ناصر مہدی جاڑا	:	مترجم
جنة الاسلام علامہ یاض حسین حسینی فاضل	:	تصویح و نظر ثانی
غلام حسیب	:	پروف ریڈنگ
ادارہ منہاج الصالحین، لاہور	:	کپوزنگ
فروری 2009ء	:	اشاعت
385 روپے	:	ہبھی

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

حمد مارکیٹ، فرست فلور، دکان نمبر 20، اردو بازار - لاہور

فون 0301-4575120 • 042-7225252

دیکھ کر لاشہ شبیر کو بے گور و گن
یادِ زینبؓ کو خوشید کا مدینہ آیا

مَدِينَةٌ سَكَنَتْ مَدِينَةٌ تَكُونْ

آیت اللہ سید محمد جواد حنفی تہرانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترتیب

..... حاکم بنائے لا الہ سنت حسین

19

پہلی فصل

ولادت حسین کی تاریخ کا لقین

24

..... ولادت امام حسین کی کیفیت

25

..... نظرس فرشتے کی شفایاں

26

دوسری فصل

حضرت امام حسین کے احوال کی فہرست

28

..... حضرت کے اقباب

28

..... حضرت کی کنیت

28

..... حضرت کی عمر مبارک

28

..... حضرت کی بیویاں

28

..... حضرت کی اولاد

29

..... حضرت کی شہادت کا دن اور مدینہ

30

..... شہادت کا سال اور مقام

30

..... حضرت کا مقام شہادت

30

..... مددوامات

تیسرا فصل

حضرت امام حسین کے خصائص، فضائل اور مناقب

چوتھی فصل

معاویہ کا یزید کے لیے بیعت لینے کا طریقہ

35

..... معاویہ کا مدینہ میں امام حسین سے ملاقات کرنا

40

پانچویں فصل

معاویہ کی موت اور پنڈت کی حکومت

- | | |
|----|--|
| 46 | مسیتِ معادیہ برائے یزید |
| 49 | یزید کا خلیفہ بن کر پہلا خطاب کرنا |
| 51 | یزید کے ظلم کی ابتداء اور مدینہ کی طرف خط |
| 53 | یزید کے خط کا متن |
| 53 | ولید کا مروان سے مشورہ |
| 54 | عبد اللہ بن زیر کا فرار اور عبد اللہ بن مُطیح کا گرفتار ہونا |
| 58 | امام حسین کا روضہ رسول پر امت کے مظالم کی ہشکایت کرنا |
| 60 | آغاز قیام سید مظلومان از مدینہ |
| 61 | مسیت نامہ امام مظلوم برائے محمد بن حنفیہ |
| 62 | عبد اللہ بن عباس کی امام حسین سے گفتگو |
| 63 | عبد اللہ بن عمر کی امام حسین سے گفتگو |
| 63 | جناب ام سلہ کی امام حسین سے گفتگو |
| 64 | عمر بن علی کی امام حسین سے گفتگو |
| 65 | |

چھٹی فصل

مدینہ سے مکہ تک شاہِ مظلومان کا سفر

- | | |
|-------|---|
| | کلامِ مزار فیح در ذریعتِ الحجۃ |
| 67 | |
| | جابر بن عبد اللہ الفضاری کی امامت سے ملاقات |
| 69 | |
| | امام کا پسی الی بیت کے ساتھ مدینہ سے خروج اور آن کی تعداد |
| 70 | |
| | صاحب بیت الاحزان کا مقابلہ |
| 70 | |
| | مدینہ سے نکلنے والوں کی فہرست |
| 72 | |
| | ازواجِ امیر المؤمنین |
| 73 | |
| | امام حسن علیہ السلام کی کثیر |
| 74 | |

- 75 امام حسینؑ کے دس غلام
- 76 برادران امام حسینؑ
- 77 اولاً جعفر طیارگر بلاش
- 77 اولاً عقیل کربلاش
- 78 امام حسنؑ کے خانوادے سے افراد
- 80 مدینہ سے مکہ کی طرف سفر
- 81 کوفیوں کے خطوط برائے امام
- 83 کوفیوں کو امامؑ کا جواب اور مسلمؓ کی کوفہ رواجی

ساتویں فصل

- 84 احوال حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام
- 86 امام حسینؑ کا اہل بصرہ کو خط برائے نصرت
- 86 یزید بن مسعود بھلی کا امامؑ کے خط و پیغام کے بعد اشراف سے خطاب
- 87 حاضری کے جواب
- 88 یزید بن مسعود کا امامؑ کو جواب

آٹھویں فصل

- 90 حضرت مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ رواجی
- 90 امام حسینؑ اور مسلم بن عقیل کی ملاقات
- 91 مدینہ کے راستے کوفہ رواجی
- 92 کوفہ میں مسلم بن عقیل کا اور وہ
- 93 مسلم بن عقیل کے حصہ اشراف کی کوفہ کا کلام
- 93 مسلم بن عقیل کی تعریف میں مرحوم صدر الدین کا کلام (در کتاب ریاض القدس)
- 94 حاکم کوفہ (نعمان) کی مسجد میں تقریر
- 95 یزید کا قرآن کو پارہ پارہ کرنا
- 96 ابن زیاد کا بصرہ سے کوفہ کی طرف سفر
- 97 ابن زیاد کا کوفہ میں ورود

..... 98	عبداللہ کا کوفہ کے اجتماع سے خطاب
..... 99	مسلم بن عقیلؑ کی احمد بخاری کے گھر سے ہانیؑ کے گھر منتقل
..... 100	عبداللہ بن مظہرؑ کی گرفتاری اور شہادت
..... 102	ہانیؑ بن عروہؑ کی گرفتاری
..... 105	ملا حسین کاشتیؑ - روضۃ الشہداء
..... 105	ہانیؑ کی شہادت پر ردِ مغل
..... 106	حضرت مسلم بن عقیلؑ نے دارالامارہ کا حامی صدرہ کیا
..... 108	مسلم بن عقیلؑ کی نماز کے بعد غنائمی
..... 113	مسلم بن عقیلؑ کی گرفتاری
..... 121	حضرت مسلم بن عقیلؑ اور ابن زیادؑ کی تلقیٰ کلامی
..... 123	جناب مسلمؑ کی وصیت
..... 125	حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت
..... 126	ہانیؑ بن عروہؑ کی شہادت
..... 128	مسلم اور ہانیؑ کے سر زینید کو بیچنا
..... 129	فرزندان مسلمؑ کا حال
..... 129	نظریہ صاحب ریاض القدس
..... 130	طفلان مسلمؑ کے بارے میں شیخ صدوقؑ کا نظریہ
..... 135	فرزندان مسلمؑ کے بارے میں ملا حسین کاشتیؑ کی روایت

نوین فصل

..... 146	حضرت امام حسینؑ کی کہ معظمه سے عراق روانگی
..... 146	جن اشخاص نے حضرت امام حسینؑ کو مکہ سے لٹکنے اور کوفہ جانے سے روکا
..... 153	طریح بن حکیم
..... 154	صاحب فتوح کا مقالہ (اعشم کوئی کا ترجمہ)
..... 155	سفر عراق کی طرف آغاز
..... 156	ب: اپنے خاندان کی طرف خط لکھوادا

- امام حسینؑ کا کاروان مقام عجمیم پر 157
- وادی صفاح میں فرزدق سے ملاقات 158
- امام حسینؑ کا وادیٰ ذات عرق میں قیام 160
- حضرت امام حسینؑ کا وادیٰ شعلیہ میں خواب دیکھنا 160
- کوفہ کے راستوں پر ابن زیاد کے گماشتوں کا پھرہ 161
- حضرت امام حسینؑ کا وادیٰ حاجر میں پہنچ کر اہل کوفہ کو خط بھیجنा اور خط لے جانے والے شخص کی گرفتاری 162
- خط لکھنے کی وجہ اور مضمون خط 162
- حضرت امام حسینؑ کی اگلی منزل پر عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات 164
- حضرت امام حسینؑ کی آسمدہ منزل پر زیبر بن قیمن سے ملاقات 165
- منزل شعلیہ: جناب پیر مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع 167
- جناب پیر مسلم کی شہادت کی اطلاع کہاں تھی؟ 169
- منزل شعلیہ کے واقعات 170
- منزل زبالہ کے واقعات 172
- حضرت امام حسینؑ کا کاروان قصر بن مقائل پر اور عبید اللہ بن حزمؑ کی امامؐ سے ملاقات 173
- کامل الزیارات میں ابن قولویہؑ کی روایت 175
- امام حسینؑ کی خربن زیرید ریاحی سے ملاقات 179
- خوار امام حسینؑ کی ملاقات کے بارے میں مختلف نظریات 176
- منزل قطع طائیہ پر پہنچ کر امامؐ کا صحابہ سے بیعت اٹھالیا 179
- خر کی سختی اور کاروان حسینؑ کا تعاقب 182
- کیا عمر بن سعد امام حسینؑ کا قاتل ہے؟ 192
- آخرت میں عمر بن سعد پر عذاب 194
- قتل حسینؑ کے لیے ابن زیاد کی محفل 197
- عمر بن سعد کا قتل امامؐ کے بارے میں مشہور نظریہ 199
- ابن زیاد کے لفکر کا امام حسینؑ کے کاروان کو مدینہ جانے سے روکنا 202
- جن اشخاص پر جنت تمام کی اور ان کو دعویٰ حق دی 204
- وارود کر بلہ اور شبِ عاشورتک کے واقعات 206

- 207 ابتوخت کے نزدیک اپنے مقفل میں ورود کر بلکا منظر
- 208 روز و روز کربلا، ۲۰ محرم کے واقعات
- 212 وقایع روز سوم محرم
- 213 لشکروں کے کوفہ سے نکلنے کی ترتیب صاحب معالیٰ اسٹبلین کے نزدیک
- 213 لشکر کی تعداد
- 214 ورود عمر بن سعد روز سوم محرم
- 218 عمر بن سعد کا کربلا سے این زیاد کو خط لکھنا
- 219 عمر بن سعد کی امام حسینؑ سے ملاقات
- 220 چار محرم کے واقعات
- 220 عمر سعد کی نام سے ملاقات
- 222 پانچویں محرم کے واقعات
- 223 پانچھی محرم کے واقعات
- 224 ساتویں محرم کے واقعات
- 224 پانچ کا بند ہونا
- 226 آٹھ محرم کے واقعات
- 226 حضرت عباسؑ کا پانی لینے جانا
- 227 سقای کی وجہ
- 228 جناب نبیر بن خثیر ہمدانی کی اہن سعد کو فتحت
- 229 حبیب اہن مظاہر گانجی اسد سے مرد طلب کرنا
- 231 عمر بن سعد کی امام حسینؑ سے ملاقات
- 231 دونوں لشکروں کے درمیان امام حسینؑ کا فتحت کرنا
- 232 اہن جزوی کاظمیہ
- 233 نویں محرم کے واقعات
- 237 امان نامہ برائے حضرت ابو الفضل العباسؑ و برادران
- 238 لشکر کا حملہ کرنا اور امامؑ کا مہلت مانگنا
- 240 عصر تاسوعاً امام حسینؑ کا خواب دیکھنا

242	شب عاشور کے واقعات
242	بیعت کا اصحاب سے انعام لینا اور اصحاب کا اظہار و قادری
243	حضرت عباسؑ علمدار کا اظہار و قادری
244	عبداللہ بن مسلم کا اظہار و قادری
244	جناب مسلم بن عوجہؓ کا اظہار و قادری
245	جناب ذہیر بن قیمن کا اظہار و قادری
245	جناب سعید بن عبد اللہ الحنفیؓ کی اظہار و قادری
245	جناب شیر بن عمر و حضرت کا اظہار و قادری
246	لبے و فا صحابوں کا چھوڑ جانا
249	پادقا صحابوں کو جنت کا نشانہ کرنا
249	مکم امام حسینؑ خیام کی نئی ترتیب
250	خیام کے اروگر و خدقن کھو دنا
250	چند شنوں کا امام سے ملت ہو جانا
251	مریکا پانی طلب کرنا اور جنگ ہو جانا
254	نجات کی کشتنی کے ۳۲ سوار
254	ہلال کی خیام امام کی پیروہ واری
258	شیع عاشور اور امام کی نماز باجماعت
259	روز عاشور لکھر جن و لکھر باطل کی صفات آرائی
260	امام کے لکھر کی تعداد
261	امام کے ساقیوں کے اسمائے گرائی
261	اسمائے نئی ہاشم
264	عرب بن سعد کے لکھر کی صفات آرائی
265	لکھر اہن سعد کو مریکی فصیحت
266	لکھر حسینؑ کا حاصرہ
266	حضرت امام حسینؑ کا وعظ و فصیحت کرنا
268	مناجات امام

- 269 امام کا دوسرا مرتبہ وعظ وصیحت اور اتمام جلت
- 272 نصرت امام کے لیے فرشتوں کا آنا اور امام کا مدد لینے سے انکار
- 273 امام کے استغاش نے خود کی تقدیر بدل دی
- 275 کفر اور ایمان کی جگ کا آغاز
- 277 پہلے حملہ کے شہداء کے اسمائے گرامی
- 280 لٹکر اسلام پر لٹکر کفر کا دوسرا حملہ
- 283 جنابِ خُر کا مکار قوم کو وعظ وصیحت کرنا اور بھائی پر اثر
- 285 جنابِ خُر کا اپنے بیٹے کو میدان میں بھیجا اور بیٹے کی شہادت
- 287 جنابِ خُر کی شہادت
- 290 شہادت مصعب بن زیب پیر ریاحی
- 290 جنابِ خُر کے غلام عروہ کی شہادت
- 290 امام کا تیسرا مرتبہ اتمام جلت اور تین امور سے ایک کا اختیار دینا
- 291 سامر ازدی کا زہیر بن حسان اسدی سے قتل ہونا اور جنابِ زہیر بن حسان کی شہادت
- 294 جنابِ عبداللہ بن عسیر کی شہادت
- 295 جنابِ زیر بن نظیر ہمدانی کی شہادت
- 297 وہب بن عبد اللہ بن حباب کلبی کی شہادت
- 301 جنابِ ہلال بن نافع کی شہادت
- 302 شہادت جناب نافع بن ہلال بکلی
- 303 جنابِ مسلم بن عوجہ کی شہادت
- 306 جنابِ مسلم بن عوجہ کے فرزند کی شہادت
- 307 ظہیر عاشورہ سے پہلے لٹکر ابن سحد کے حملے
- 311 ظہیر عاشورہ کے واقعات
- 312 شہادت جناب جبیب بن مظاہر اسدی
- 313 جنابِ زہیر بن قشیں بخاری کی شہادت
- 315 نمازِ ظہر کی ادائیگی اور جناب سعید بن عبد اللہ کی شہادت
- 316 دو بھائیوں جناب عبد اللہ غفاری اور عبد الرحمن غفاری کی شہادت

356 شہادت اولاً علی
356 شہادت جناب ابو مکبر بن علی
357 شہادت مسون بن علی
358 جناب محمد بن عباس علمدار بن علی بن ابی طالبؑ کی شہادت
360 سردار کر بلاء، علمدار کر بلاء قرینی ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ کی شہادت
369 امام حسینؑ کی تھائی اور جہاد کے لیے تیاری
371 امام حسینؑ کا اہل حرم سے پہلا وداع کرنا
371 امام علیہ السلام کی عمر بن سعد سے لفظ
372 امام زین العابدینؑ سے امام حسینؑ کا وداع بروایت صدر قزوینی
373 شہادت جناب علی اصغرؑ
374 شہادت علی اصغرؑ کی دوسری روایت
375 شہادت علی اصغرؑ کی تیسرا روایت
377 شہادت علی اصغرؑ کے بارے میں فاضل در بندی کی چوتھی روایت
378 حضرت امامؑ کے لیے جنوں کی آمد
379 لغکر کفر پر امام حسینؑ کا انعام جت
381 خاصی آل علیؑ کا مبارزہ اور اظہار شجاعت
385 عمر سعدی کی عہد ٹکنی
387 لفظ کی وجہ سے ضعف اور کمزوری
388 اہل حرم سے امام حسینؑ کا دوسرا وداع
391 امام حسینؑ کا امام زین العابدینؑ سے وداع
393 حضرت امام حسینؑ کی شجاعت کا ظہور
395 حضرت عبداللہ بن الحسنؑ الحسینی کی شہادت
396 شہادت جناب عبداللہ اصغرؑ
398 امام حسینؑ کا زین چھوڑنا
398 امامؑ کے زین سے زین پر آنے کا انداز
399 جناب نسبؑ کا اضطراب اور استغاثہ

400 دوالجناح کی وقارداری
400 دوالجناح کی خیام میں آمد
401 امام حسینؑ کو شہید کرنے کے لیے کئی لوگوں کو بھیجا گیا
404 مصاحت مقدس امام حسینؑ کی شکر کی طرف سے توہین
405 قاتل امامؑ کون؟
406 شمر کے قتل کرنے کی کیفیت
407 شمر ملعون کا امام حسینؑ کو شہید کرنا
409 شمر ملعون کا امام حسینؑ کے سر کو نیزے پر بلند کرنا
410 حضرت امام حسینؑ کا لباس لوٹنا
412 شہادت امامؑ کے بعد دوالجناح کی خیام میں آمد
413 پامالی لاش سید الشہداءؑ
415 شام غربیاں اور غارت خیام
420 خیام حسینؑ کو آگ لگانا

گیارہویں فصل

421 و پ شام غربیاں کے ہولناک واقعات
421 ووفچوں کی شہادت
422 امام حسینؑ کی الگیاں کاٹنا
426 سر مطہر کا کوفہ پہنچنا
430 شہداء کے سر کاٹنے کا حکم

بارہویں فصل

432 کاروانی الہلی بیتؑ کی کربلا سے کوفہ کی طرف روانگی
433 قیدیوں کا عبور مقلل ہے

تیرہویں فصل

439 وفن شہدائے کربلا
439 حضرت امام سجادؑ کا تدفین شہداء میں آتا اور بنی اسد کی رہنمائی کرنا

چودھوین فصل

- 443 کوفہ میں اہل بیتؑ کا ورود
- 444 اہل بیتؑ کے ورود کوفہ کے حالات
- 446 ایک کوئی عورت کا اہل بیتؑ کی حالت دیکھ کر متاثر ہونا
- 448 بازار کوفہ میں اہل بیتؑ کے خطاب
- 448 جناب نسبؑ کا خطبہ
- 449 خطبہ امام حجاؤؑ
- 451 خطبہ جناب فاطمۃ الصغریؑ
- 452 خطبہ جناب ام کلشمؑ
- 453 سلم معمار کا آٹھوں دیکھا واقعہ
- 455 زندان کوفہ میں آمد
- 457 عمر بن سعد سے ابن زیاد کی بے اعتنائی
- 458 اہل بیتؑ کی ابن زیاد کے دربار میں پیشی
- 465 ابن زیاد کا سر مطہر کو بازاروں میں پھرانا اور امامؑ کے سر کا کلام کرنا
- 466 ابن زیاد کی تقریر پر عبد اللہ بن عقیف کی تقدیم اور ان کی مظلومانہ شہادت
- 469 شہادت امام حسینؑ کی بیرونی کو اطلاع اور اس کا خوش مناننا
- 471 زمان میں اہل بیتؑ کو خوف زدہ کرنا
- 471 ابن زیاد نے شہادت امامؑ کی اطلاع مدینہ بھیجی
- 473 مدینہ میں عزاداری کی ابتدا

پندرہوین فصل

- 475 سرہائے شہداء اور اہل بیتؑ کی شام روائی
- 476 کوفہ سے شام تک کاروانی اہل بیتؑ کے منازل
- 478 واقعہ منزل کحیله
- 478 واقعہ منزل جعیہ
- 479 واقعہ منزل موصل

479 واقعہ منزل نصیلن
480 نصیلن کے بعد کا واقعہ
480 شہر حلب کا واقعہ
481 غیر معلوم مقام کا ایک واقعہ
483 واقعہ دیر راہب
488 کوفہ و شام کے درمیان غیر معلوم مقام کا واقعہ
491 واقعہ منزل حران
493 واقعہ سپور
494 واقعہ منزل حماۃ
495 واقعہ شہر حمص
495 واقعہ بعلبک
496 صومعہ راہب کا واقعہ
497 واقعہ عسقلان
501 یزید کو رزو اہل بیت کی اطلاع
504 سہل بن سعید کی اہل بیت سے ملاقات
507 وزو و شام کے وقت اسراء کی ترتیب
509 بوڑھے شامی کی توبہ
510 خلیہ زمان میں وزو اہل بیت
511 اہل بیت کی یزید کے دربار میں پیشی
514 یزید کی سید الشہداء کے سر مظہر سے جارت
517 دربار یزید میں امام حسین سے متأثر لوگوں کی سزا
522 دربار میں یزید سے امام جمازو کی گفتگو
525 خدراءتی حسمت کی یزید کے دربار میں گفتگو
527 اہل بیت کی یزید کے دربار میں پیشی (بروایت انوار نعمانیہ و منتخب التواریخ)
529 تہییر عراقی کا واقعہ
530 یزید کی بے حیائی اور باطن کی عکاسی

- دربار یزید میں جناب نسب کا خطبہ
- یزید ملعون سے امام سجاد کی گفتگو
- اہل بیت کا دربار خرابہ زندان میں قید ہونا
- خلیلہ شام کے زندان میں پریشانی
- خلیلہ شام میں دختر امام حسینؑ کی شہادت
- روز عاشورہ اس پنجی کی حالت
- غسلہ عورت سے جناب نسب کا زبانی حال میں خطاب
- یزید مریضہ بہ زبانی حال
- شامی خطیب کے خطبے کے جواب میں امام سجاد کا انقلابی خطبہ
- یزید خطبہ امام سجاد برداشت ابو حفص
- واقعہ ہندہ زوجہ یزید
- مقام مخصوص برائے عزاداری سید الشہداءؑ
- یزید کا اہل بیت سے مخدرات کرنا اور رہائی دینا

سوئہوں فصل

اہل بیتؑ کی شام سے رہائی

- امام سجاد علیہ السلام کی اہل بیت کے ساتھ میں کی طرف روانگی
- امام سجاد کی کربلا میں جابر بن عبد اللہ انصاریؑ سے ملاقات
- اہل بیت کا مدینہ میں واپس آنا
- جناب محمد حنفیؓ سے ملاقات
- نعمان بن بشیر قافلہ سالار سے مغارت
- امام کے سرکی تدفین کے بارے میں تحقیق

حَقَّا كَه بَنَى لَا إِلَهَ هُوَ حَسِينٌ

(عرض ناشر)

ساخت کر بلاتاریخ اسلامی کا ایک اہم ترین موزہ ہے، جب نواسہ رسول، بُجُرگو شریعی و متوالی سیدنا و مولانا امام حسین علیہ السلام اپنے جان شاروں کی ایک محضی جماعت کے ساتھ حق کی بقا، دین کی سر بلندی اور انسانیت کے تحفظ کے لیے اپنی اعمال جانوں کا نذر انہ پیش کر کے جرأۃ و شہامت، صبر و استقلال، حق کوئی و بے با کی کی وہ بے مثال اور عدیم العظیر تاریخ رقم کی جس پر بنی نوع انسانیت نہیں فخر کرتی رہے گی۔ شاعر حسینیت نے کیا خوب کہا ہے:

دُنْيَا میں مودت سی جو اکیر نہ ہوتی حُرْمَتی کبھی معاف ہی تغیر نہ ہوتی
 عباں کے بازو جو قلم ہوتے نہ بن میں آئیں وفا کی کوئی تحریر نہ ہوتی
 برجھی جو نہ لگتی علی اکبر کے جگر میں پھر فدیہِ اعظم کی بھی تغیر نہ ہوتی
 ہاتھوں پہ جو قربانی بے شیر نہ ہوتی کعبے کی مکمل کبھی تغیر نہ ہوتی
 ہوتی نہ شہادت جو نواسہ نبی کی پائندگی اسلام کی تقدیر نہ ہوتی
 حجاؤ کے پاؤں میں جو زنجیر نہ ہوتی کربل کی کہانی یوں ہم کیر نہ ہوتی
 نیف سی جو شبیر کی ہمشیر نہ ہوتی
 سب ہوتا مگر شام کی تغیر نہ ہوتی

دنیا جانتی ہے کہ ۶۱ مجری قری میں یزید پلید نے جب ظلم و تم، جبراً استبداد اور غصب و استیصال کے ذریعے بدترین ملوکیت کی اور امام برحق، وہی مخصوص من اللہ، خلیفۃ اللہ، وسی رسول اللہ حسین ابن علیؑ سے بیعت طلب کی تو اس نماہنگہ الی فرمایا:

”لَوْ كَوَّا رَسُولُ خَدَاءْ فَرَمَيَا كَه جَسْ نَے خَالِمْ، مَحْرَمَاتُ الْهَنِيْ كَوْ جَلَالْ قَرَادِيْنَے وَالِيْ، هَمْبَدْ خَداوندِيْ كَوْ“

توڑنے والے، اللہ کے بندوں پر معصیت اور جرزو زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولہ فعلاً اس (نظام) کو بد لئے کی کوشش نہ کی تو اللہ کو حق ہے کہ اس شخص کو اس ظالم و جابر کے ساتھ دوزخ میں ڈال دئے۔

میری فرمایا:

”آگہ ہو جاؤ انہوں نے شیطان کی حکومت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے، حدود اللہ کو معطل کر دیا ہے..... خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لیے مجھے اس کو بد لئے کا حق ہے۔“

ان مختصر خطبات میں وہ پورا بیغام و فلسفہ بند ہے جس کی خاطر فوائدہ رسولؐ نے اپنی، اپنے بچوں، بھائیوں، بھائیوں اور یاروں انصار کی جانب کا نذر آنہ پیش کیا اور صرف یہی نہیں الہی نظام کے تحفظ اور فروغ کے لیے مندرجات عصمت کے پردے تک قربان کر دیے۔

امام عالی مقام کا یہ مشن اور نظریہ حیات آج بھی جاری و ساری ہے اور جہاں بھی علم کی فصل بوئی جاتی ہے الہی حق پر جم حسینؑ لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اسوہ حسینؑ پر چلنے والے اکثر ”بے یزاد اہم عدۃ“ (مختصر) ہوتے ہیں۔

کتب مقاتل اور روضہ خوانی بھی اسی مشن کے فروغ کا ایک زبردست ذریعہ ہیں جو آج تک واقعہ کر بلہ اور کوفہ و شام کی آسارت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ آج حسینیت اور کربلا ہر زندہ ادب کا استقارہ بن چکے ہیں تو اس کا سبب بھی یہی کتب ہیں۔ عربی، فارسی زبانوں میں پہلی صدی ہجری ہی سے مقاتل نے منصہ شہود پر آنا شروع کر دیا تھا۔ اور وزبان چونکہ چند صدیاں پہلے جنم لینے والی زبان ہے، اس لیے کتب مقاتل عربی اور فارسی سے اردو میں منتقل کرنے کی بہت ضرورت تھی، تاکہ اس خلاف کو پورا کیا جاسکے۔ لیکن یہ امر حیران کن ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اردو کا دامن، بہترین کتب مقاتل سے بھر چکا ہے۔ ادارہ منہاج الصالحین کا بھی ایک خصوصی مقصد کتب مقاتل کی اشاعت ہے۔ اس سلسلے میں ہم سو گناہہ آل محمد، بردار کرپلہ، غم نامہ کرپلہ، عزاءِ آل احمد، توضیح عروجی و سیوں کتب مظراع امام پر لاچکے ہیں، جنہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

از مدینہ تا مدینہ فارسی کی بہترین کتاب پر مقابل ہے جس کے مصنف و مؤلف علامہ بے عدیل حضرت سید محمد جواد ذہنی تھرانی مرحوم ہیں۔ موصوف اس کے علاوہ تفسیر القرآن القائم کی شرح فارسی جوامع الجامع، کامل الزیارات کے بھی مترجم ہیں۔ ترجمہ فتح البالاغہ ملا ملاجع اللہ کاشانی کی صحیح و پیرائش بھی آپ ہی نے کی۔ حقوق، حدود، قصاص و دیات پر علامہ مجلہ علیہ

الرحمہ کی تصحیح و تحقیق بھی فرمائی۔ موصوف نے ”از مدینہ تا مدینہ“ میں روایات مقتل کا ضخیم ذخیرہ جمع فرمادیا ہے، جنہیں سامنے رکھ کر مقتل پر تحقیق کے کام کو بہت آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ نے ایسا پر سوز اسلوب اور انداز تحریر اپنایا ہے کہ یہ مقتل احسین کا بہترین منظر نامہ اور غم نامہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ہم نے کتاب ہذا کا ترجمہ کروانا ضروری جانا کیونکہ ایسی کتب کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں۔

مترجم کی خدمات علامہ ناصر مهدی جاڑا صاحب نے انجام دی ہیں اور اس کی تصحیح و نظر ثانی میں تاریخ و مقتل پر دسترسی خاص رکھنے والے ہمارے برادر پروفیسر مظہر عباس چودھری نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔ عربی عبارات پر بھی ہم نے خصوصی توجہ دی ہے، البتہ فارسی اشعار کو کم لایا گیا اور ان کی جگہ اردو اشعار کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہِ کریم میں انتظام ہے کہ بصدقی شہدائے کربلا اور آل عیناً ہماری یہ کاوش قبول فرمائے اور اسے
یادِ حسین کا پرستہ سمجھا جائے۔ وہ مظلوم بی بی جو اپنی انجڑی قبر میں مظلوم حسین کا گرتہ لیے روزِ جزا کے انتظار میں ہے، تاکہ
بارگاہِ ایزدی میں اپنے بچوں کی مظلومیت کا استغاثہ پیش کر سکے۔ کاش اس استغاثہ کے وقت میدانِ محشر میں ہم بھی سیدہ زہراء
کے سامنے عاطفت و مظلومیت میں ایک فرشاں اور ماتم کنائی موجود ہوں۔ بھی خواہش ہمارا سرمایہ حیات اور تقاضائے عاقبت
ہے۔ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ!

طالع دعا

ریاض حسین جعفری فاضل قم
سربراہ ادارہ منہاج الاصالحیں، لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وہ جو نورِ چشم بقولِ تھا، جو گلیِ ریاضِ رسول تھا
 اسی ایک شخص کے قتل میں میری کتنی صدیاں ادا ہیں
 بے قیاسِ حمد اور بے حد تعریف اُس خالق کی جس نے ہمیں عدم سے وجودِ بخشنما اور شکر ہے اس ذات کا کہ جس نے
 ہمیں قوتِ عقل و ادراک عطا کی نیز سوچنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

ہمارا غیرِ محبد و درود و سلام ہو موجودات کے سرو، انبیاء کے تاج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کے
 بلا فصل و مصی، اولیا کے سردار حضرت علی سلام اللہ علیہ اور ان کی طیب و طاہر اولاد پر خصوصاً سید الشہداء حضرت امام حسینؑ پر
 زیرِ نظر کتاب امام حسین علیہ السلام کے احوالی ممال پر ولادت سے شہادت تک مشتمل کتاب ہے۔ کافی عرصہ سے
 سوچ رہا تھا کہ اس موضوع پر کتاب لکھی جائے اور خامس آل عبا کے عقیدت مندوں کی خدمت میں پیش کی جائے لیکن
 مصروفیات کی کثرت اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مانع رہی۔ دن گزرتے رہے، سفر جاری رہا۔ ان اوقات میں عده
 کتب اور مختلف علوم کی درس و تدریس کے علاوہ مختلف اسفار کی تالیف کی۔ ان میں سے اکثر تالیفات گذشتہ تالیفات کی شرح
 اور ترجمہ میں، جو حوزہ ہائے علمیہ میں درسی کتب کے طور پر رائج ہیں۔

اپاں کے خیال آیا کہ زندگی کا سورجِ زوال کے قریب ہے لیکن ابھی تک اپنے مصمم ارادے کی طرف پیش قدمی نہیں کی،
 ابھی میں اپنے آپ سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ میں نے تمام علوم و فنون میں اپنے اثرات چھوڑے ہیں اور ہر باغ سے پھول
 جن چن کر گلدستے بنا دیے ہیں لیکن اگر خامس آل عبا حضرت سید الشہداء کے مصائب، آزمائشوں اور پریشانیوں، نیز الہی
 بیٹ کے دکھلوں کی یادداشت نہ چھوڑی تو کیا کام کیا؟ اور صاحب شریعت کا دین کیا ادا کیا؟

پس یہی فکر ہر وقت لاحق رہی۔ بالآخر فضل و فیضِ الہی ہمیشہ کی طرح مجھے علم کے شامل حال ہوئے، کہ ایک رات
 جانب آقائے سید فخر الدین جباریان مدیرِ محترم انتشارات پیام حق، جو نہایت محترم، معزز اور موفق سادات میں سے ہیں اور
 حقیر سے مانوس ہیں، نے دورانی گفتگو تجویز دی کہ اگر مقلیٰ حسینؑ حضرت سید الشہداء سلام اللہ علیہ پر آپ ایک کتاب تالیف
 کریں تو میں اپنے فاضل ہمکار جانب محمد جاسبی کے تعاون سے چھاپ دوں گا اور اس پر بہت اصرار کیا۔ جب میرے داعی کو

تقویت ملی تو پھر میں نے دیر کرنا جائز نہ سمجھا اور تمام موافع و شواغل کے باوجود خود کو پابند کیا کہ مفضل پر جامع کتاب تالیف کرو۔ پس فضل خدا اور احسان الہی سے خامس آل عبا کے الطافی کریمانہ بندہ کے شامل حامل ہوئے اور بہت تھوڑے عرصے میں توفیق ملی کہ حضرتؐ کے دکھ بھرنے حالاتِ جو مذین سے مکہ، مکہ سے کربلا اور سر زمین کربلا پر ہوئے، جن سے عاشقان حسینؑ کے دل داغدار ہوئے اور جو واقعات سرور شہیدان کی شہادت کے بعد اہل بیت حرمؑ کو اسی ری کے دوران میں کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام اور پھر شام سے مدینہ پاک کی واپسی تک پیش آئے، ان کو جمع کرنے کی کوشش کی، جنہیں برداشت کرنے کی طاقت کسی میں نہیں اور اس کتاب کا نام از مدینہ تا مدینہ رکھا گیا ہے۔

اس قسم کی تالیف میں علماء کی تالیفات اور مکتوبات سے بہت زیادہ استفادہ کیا جاتا ہے، لہذا اس فیضِ الہی اور اہل جلیل میں وہ بزرگ حصہ دار بلکہ مقدم ہیں۔

امید ہے کہ خداوند متعال تائیز کی یہ خدمت اور تمام حضرات جن سے استفادہ کیا گیا ہٹلا گذشتہ صماء (کے کتبات)، ناشرین اور معاونین سب کی زحمات کو قبول فرمائے اور روزِ قیامت ہمارے لیے ذخیرہ فرمائے۔ آمین ثم آمین رب العالمین!

سید محمد جواد ذہنی تہرانی

پھلہ فصل

ولادت حسینؑ کی تاریخ کا تعین

وہ بیٹے پائے ذہراً و علیٰ نے
جنسین اپنا پر سمجھا نہیں نے
جو بیٹھا پشتِ القدس پر نواسہ
الٹھالیا سر نہ بجھے سے نہیں نے
جسے روح الامین کہتی ہے دنیا
تران جھولوا جھلایا ہے اسی نے

امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی تاریخ میں سال، مہینے اور دن کا اختلاف ہے۔ سالِ ولادت میں

اختلاف کے بارے میں وقوف پائے جاتے ہیں:

اول: بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ آپؐ کی ولادت تین چھوٹی کو ہوئی۔

دوم: بعض نے ولادت کا سال چار چھوٹی قرار دیا ہے۔

ماں ولادت میں اختلاف کے حامل تین قول ہیں:

اول: ایک جماعت نے ولادت کا مہینہ ماو شعبان لکھا ہے اور سبھی مشہور ہے۔

دوم: ایک جماعت نے ولادت کا مہینہ جمادی الاول ذکر کیا ہے۔

سوم: کچھ لوگوں نے ولادت امام ماوریق الاول کے آخر میں لکھی ہے۔

ربنا ولادت کے دن میں اختلاف، تو اس میں بھی تین قول ہیں:

اول: بعض علمائے تاریخ نے جمعرات کے دن ۳ شعبان کو ولادت ذکر کی ہے۔

دوم: کچھ علمائے لکھا ہے: تاریخ ولادت ۳ شعبان بروز منگل یا جمعرات ہے۔

سوم: کچھ علمائے تاریخ ولادت ۵ ماو شعبان لکھی ہے۔

البنت مشهور علاماً كاظميَّه بـ متعلق ولادت بروز جمعرات ۲۳ شعبان چار بھری ہے۔

ولادت امام حسینؑ کی کیفیت

ہاں اے فلکِ پیر نئے سر سے جواں ہو اے ماہِ شبِ چاروں ہم، نورِ فشاں ہو
 اے ظلمتِ غم دیدہ تو عالم سے نہاں ہو اے روشنیِ صحیحِ شبِ عیدِ عیاں ہو
 شادی ولادت کی یادِ اللہ کے گھر میں۔
 خوشید آرتا ہے شہنشاہ کے گھر میں

اساء رضا علیہ السلام سے منقول معتبر روایت میں آیا ہے: جب امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے تو رسول خدا نے اسماء رضا علیہ السلام سے فرمایا: اے مجھے دو۔ اسماء حضرت حسینؑ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر رسول پاک کے حضور لا میں۔ حضرت نے انھیں اپنی گود میں لیا، واٹیں کان میں اذان اور باٹیں کان میں اقامۃ کی، اسی وقت جب رمل نازل ہوئے اور عرض کیا: حق تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرماتا ہے: علیؑ سے تمہاری نسبت ایسے ہے جیسے ہارونؑ کی نسبت موسیؑ سے ہے پس اس بیٹے کا نام ہارونؑ کے چھوٹے بیٹے کے نام پر ”شیبر“ رکھو جس کا عربی میں معنی ”حسین“ ہے۔

رسول خدا نے حسینؑ کا بوسہ لیا اور روکر فرمایا: اے میرے بیٹے! ایک بڑی مصیبت تیرے انتظار میں ہے۔ پھر فرمایا: خدا! اس کو قتل کرنے والے پر اعانت کر، پھر اسماء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ بات فاطمہؓ کو نہ بتانا۔ جب ساتواں دن ہوا تو حضرتؐ نے اسماء سے فرمایا: میرے بیٹے کو لاو۔

اسماء حسینؑ کو حضرتؐ کے پاس لائیں تو رسول اکرمؐ نے سیاہ اور سفید گومندوں سے ان کا غفیقہ کیا اور گومند کی ایک ران دایہ کو دی۔ پھر حضرت امام حسینؑ کے سر کے بال تراشے گئے اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندنی صدقہ کی گئی تیز خلوق پوڈے جو ایک خوبصوردار پودا ہوتا ہے کے پتے امام کے سر پر ملے۔ پھر حضرتؐ روانہ گئے۔ حسین علیہ السلام کو گود میں لیا اور فرمایا: اے ابا عبد اللہ! آپ کا قتل ہونا مجھ پر بہت بخت اور گرانا ہے۔
 اسماء نے عرض کیا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں یہ کیسی بات ہے کہ پہلے دن بھی کہی اور آج آپ پھر اس کی حکمران فرمائے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: اے اسماء! می امیر کے ستم کاروں اور کافروں کا ایک گروہ میرے اس بیٹے کو قتل کرے گا اور خدا ان لوگوں کو میری شفاعت سے محروم کرے گا۔ اس کو وہ شخص قتل کرے گا جو میرے دین میں رخنہ ڈالے گا اور خدا کا مکر

ہو جائے گا۔ پھر فرمایا: خدا یا! میں تجھ سے سوال ہوں کہ میرے ان دو بیٹوں کے لیے وہی کچھ عطا کرنا جواہر ایم اپنی ذریت کے حق میں چاہتے تھے۔ خداوند! ان کو دوست رکھ اور ہر اس شخص کو دوست رکھ جو ان کو دوست رکھتا ہے اور لعنت کر اس شخص پر جوان کو دشمن سمجھے۔

ان شہر آشوب نے روایت کی ہے: حضرت کی ولادت کے وقت جناب قاطمہ زہراء بیمار ہو گئیں اور دودھ کی کمی لاحق ہوئی تو رسول خدا نے اپنی اگشت آپ کے منہ میں دی اور اس سے دودھ جاری ہوا جو حضرت حسین نے پیا۔

بعض مؤرخین نے کہا: حضرت نے اپنی زبان حسین علیہ السلام کے منہ میں دی اور زبان کو چونسے سے غذا حاصل ہوئی اور پیغمبر کی زبان سے چالیس دن تک حسین علیہ السلام کو رزق اور غذا ملتی رہی اور آپ کا گوشت رسول کے گوشت سے بنایا۔ کافی میں کلینی کی روایت کے مطابق حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت حسین نے نہ تو قاطمہ زہراء کا دودھ پیا اور کام کا بلکہ حضرت کو رسول اکرم کی خدمت میں لایا جاتا اور حضور اپنی اگشت مبارک آپ کے منہ میں رکھتے اور آپ چوتے تھے۔ اور یہ چونا دویا تین بار کافی تھا۔ اس طریقے سے حضرت حسین کا غون اور گوشت بنتا رہا۔ اور کوئی پچھے حضرت عسیٰ اور حضرت حسین کے علاوہ ایسا نہیں جو مجھے ماہ کا پیدا ہوا اور زندہ رہا ہو۔

فُطُرس فرشتے کی شفایاں

تشیع کی معترضین کتاب ”کامل الزیارات“ میں ابن قولیہ نے ایک حدیث امام صادق علیہ السلام سے یوں نقل فرمائی ہے: جب امام حسین پیدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ہزار فرشتے لے کر زمین پر جاؤ اور میری اور اپنی طرف سے رسول خدا کو مبارک دو۔

حضرت نے فرمایا: جبریل کے اتر نے کام مقام ایک جزیرہ تھا جو دریا کے اندر تھا۔ اس جزیرہ میں فُطُرس نامی ایک فرشتہ تھا کہ جو عرش کے اٹھانے والوں میں سے تھا، خدا نے اس کو ایک کام کے لیے بھیجا اور اس نے سُستی کی تو اس کے پر ٹوٹ گئے اور اس جزیرہ میں گر گیا۔ اس نے چھ سو سال خدا کی عبادت کی حتیٰ کہ امام حسین کی ولادت ہو گئی۔

فُطُرس نے جبریلؑ سے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ جبریلؑ نے کہا: خداۓ مغالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک لعنت عطا فرمائی اور مجھے مبارک دینے کے لیے ان کے پاس بھیجا ہے الہذا میں حضرت کے پاس جا رہا ہوں۔

فُطُرس نے عرض کیا: اے جبریلؑ! مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ شاید رسول خدا میرے لیے دعا کر دیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب تک فطرس کو اپنے ساتھ لایا۔ جب رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا تو فطرس کو باہر نہ بھرایا اور خود بھر رہا تھا میں پہنچ گیا اور خدا اور اپنی طرف سے مبارک پیش کی۔ پھر فطرس کا حال بتایا تو رسول خدا نے اجازت عطا فرمائی کہ فطرس کو لے آؤ۔ جب تک اُسے لائے تو اُس نے اپنی داستان سنائی۔ پیغمبر اکرم نے اس کے لیے دعا کی اور فرمایا: اپنے قوئے ہوئے پروں کو اس مولود کے ساتھ مس کرو اور اپنے مقام پر چلے جاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: فطرس نے اپنے شکستہ بال امام حسین سے مس کیے اور وہ صحیح و مسلم ہو گیا۔ وہ ہوا میں آسمان کی طرف پرواز کرنے لگا تو اُس نے یہ جملے کہے: یا رسول اللہ یہ حقیقی ہے کہ آپ کی امت اس مولود کو قتل کرے گی۔ میں اس مولود کے اپنے اور احсан کی وجہ سے خود پر لازم کرتا ہوں کہ ہر زائر کی زیارت کو ان تک پہنچاؤں گا اور ہر سلام کرنے والے کا سلام ان تک پہنچاؤں گا۔ اور جو شخص ان کو مبارک دے گا وہ ان تک پہنچاؤں گا۔

فطرس سے پوچھئے کہ مقامِ حسین کیا ہے
مس کر کے جو حسین کو پہنچائے کے اڑ گیا ہے



سو سو لائل

حضرت امام حسینؑ کے احوال کی فہرست

حضرت امام حسین علیہ السلام کا مبارک نام حسینؑ ہے جو حسن کی تغیر ہے۔ بعض نے کہا ہے: پہلے امام حسنؑ کا نام حزہ اور امام حسینؑ کا نام حضر کہا گیا۔ پھر رسولؐ خدا نے ان دونوں ناموں کو حسن و حسینؑ سے بدل دیا۔ حضرت حسینؑ کا دوسرا نام حضرت ہارونؑ کے چھوٹے بیٹے کے نام پر ”شہید“ ہے۔

حضرتؐ کے القاب

کتاب جنت الکلود میں حضرتؐ کے سولہ القاب گنوائے گئے ہیں جو یہ ہیں: ① سید ② قمی ③ شید ④ رشید ⑤ طیب ⑥ وفی (وفا کرنے والا) ⑦ ذکی ⑧ مبارک (خیر و برکت) ⑨ نالج (اپنے جذے کے دین کے بیرو) ⑩ ولیل (راہنماء) ⑪ سبط (پیغمبر کی دختر کا بیٹا) ⑫ شہید ⑬ طور سینین ⑭ نور الائمه (دنیا کی دونوں طرفوں کو روشنی دینے والا) ⑮ ہانی سلطین ⑯ ہانی آلی عبایا خامس آلی عبا۔

حضرتؐ کی کنیت

حضرتؐ کی تین کنیتیں نقل ہوئی ہیں البتہ ایک پر تو اجماع واتفاق ہے اور باقی دو میں اختلاف ہے۔

پہلی کنیت ابو عبد اللہ، دوسری اور تیسرا ابوالاسما کین کیونکہ حضرتؐ کے زمانہ میں کوئی ایسا مکین نہ تھا مگر حضرتؐ کے لطف اور عنایت اُس کے شاملی حال تھی۔

حضرتؐ کی عمر مبارک

مشہور ہے کہ حضرت ستادن سال دنیا میں رہے اور بعض نے اخداون برس بھی لکھا ہے۔

حضرتؐ کی بیویاں

آپؐ نے کنیزوں کے علاوہ پانچ عورتوں سے عقد کیا جن کی ترتیب یہ ہے:

- ◇ شہر بانو بنت یزدگرد کے تذکرہ میں بقول سبط بن جوزی کے ان کا نام غزالہ تھا، بعض نے سلاف اور بعض نے اُم سلہ لکھا ہے۔ کامل برد نے کہا ہے: یہ بی بی بہترین عورتوں میں سے تھیں۔ کشف الغمہ میں ہے کہ ان کا نام خولہ تھا جبکہ امیر المؤمنین نے ان کا نام شہر بانو رکھا تھا۔
- ◇ رباب بنت ابو مرہ بن عروۃ بن مسعود
- ◇ رباب بنت امراء القیس بن عذری
- ◇ اُم اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ تیمیہ
- ◇ قضا عیہ جن کے باپ کا نام معلوم نہیں۔

حضرتؐ کی اولاد

حضرتؐ کی اولاد کے بارے میورجین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: حضرتؐ کے چھے بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بعض نے کہا: حضرتؐ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بعض نے کہا: حضرتؐ کے چھے بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ان اقوال سے صحیح بھی آخری قول ہے۔ حضرتؐ کے فرزندان یہ ہیں:

- ① علی اکبر جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی ماں جتاب لیلی بنت عروۃ تھیں۔
- ② علی اوسط: جن کا لقب زین العابدین ہے اور ان کی ماں شہر بانو تھیں۔
- ③ علی اصغر جو طفل شیر خوار تھے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔
- ④ محمد، جو کربلا میں امامؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔
- ⑤ عبد اللہ کہ ایک لخت (گھنٹہ) کے تھے اور شہید ہو گئے۔ (ظہر عاشور کو تو لد ہوئے تھے)
- ⑥ جعفرؑ میں کی ماں قضا عیہ تھیں یہ اپنے بابا کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔
- ⑦ فاطمہ صغری، جو عبد اللہ کی بہن تھیں جو ظہر عاشور کو پیدا ہوئے تھے۔ اور بابا کے دامن میں شہید کیے گئے۔ یہ بی بی مدینہ میں تھیں، کربلا میں موجود نہ تھیں۔

- ⑧ سکینہ، جن کی ماں رباب بنت امراء القیس تھیں اور یہ بی بی بہشام بن عبد الملک کے وور میں فوت ہوئیں۔
- ⑨ فاطمہ کبری، یہ حسنؑ بن علیؑ کی زوجہ تھیں، ان کی ماں اُم اسٹن تھیں۔

- ⑩ رقیہ، جن کی ماں شہر بانو تھیں۔ اپنے باپ کے ساتھ مدینہ سے کربلا آئیں اور شام میں پانچ سال کی عمر یا سات

سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرتؐ کی شہادت کا وطن اور مہینہ

روز شہادت میں اختلاف ہے۔ بعض نے روز جمعہ، اور بعض نے سوموار لکھا ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے لیکن شہادت کا مہینہ محرم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

شہادت کا سال اور مقام

حضرتؐ ۶۱ ہجری میں شہید ہوئے اور اسی سال کی گروہ خون حسینؑ کا انتقام لینے کی خاطر اٹھے اور تمام قاتلوں، ان کے معاونوں اور ان تمام ظالموں کو جو سانحہ کربلا میں موجود تھے، قتل کر دیا اور ان سے ایک شخص بھی باقی نہ رکا۔ البتہ جناتِ اخلوٰد کے مطابق انتقام لینے والے گروہوں کے ہاتھ سے ایک شخص بھاگ گیا جس کی دارثی میں اسی سال کے آخر میں آگ لگی اور وہ جل گیا۔ وہ آگ سے نجات کی خاطرفراز میں غوطہ زن ہوا لیکن موت سے نجات نہ پاس کا اور پانی ہی میں جہنم رسید ہوا۔

حضرتؐ کا مقام شہادت

یہ مقام امام حسینؑ کی قبر مطہر کے نزدیک ہے۔ حضرتؐ نے جگ کے دوران میں بہت بیک و دوکی گزر زخموں کی کثرت کی بنا پر قدرت وقت کے ختم ہونے کے بعد بے تاب ہو گئے تو اپنی سواری سے اُترے اور خاک پر بیٹھ گئے اور گروہ دشمنان جو ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافروں اور مشرکوں سے بدر تھا حضرتؐ کے اگر گرد جمع ہو گیا اور تیریوں، نیزوں اور دیگر اسلحہ سے وجود پاک پرظلم کیا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مدتِ امامت

حضرتؐ کی امامت کی مدت گیارہ یا بارہ سال ہے۔



حضرت امام حسینؑ کے خصائص، فضائل اور مناقب

خدا کے عجب مرعیہ سط نبما ہے کیا خالق اکبر نے شرافت اُسے دی ہے
 ہے فاطمہ مال، ناناؤ نبی، باب علی ہے مجھپن سے وہ مقبول جناب احمدی ہے
 جریئل سوا کیا کوئی اس راز کو جانے
 جس چیز پر ہٹ کی ہے، وہ بھیجی ہے خدا نے
 درگاہ الہی میں یہ تھی عزت و توقیر اٹھی تھی جو اطاعت کے لیے مادر دل گیر
 جریئل سے فرماتا تھا یہ مالک تقدیر جھولے کو جھلا تو کہ نہ بے چین ہو شیر
 زہراء کے پسر سے کوئی پیارا نہیں ہم کو
 ایذا اُسے ہوئے یہ گوارا نہیں ہم کو

روایات و اخبار سے استفادہ ہوتا ہے: حضرت تمام اچھی صفات کے حامل اور فضائل اخلاقی کے مالک تھے، ان میں سے توضیح اور عاجزی کے بارے علماء مجلسی بخار الانوار میں مسجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ ایسے مساکین سے گزرے جنہوں نے چادر بچھائی ہوئی تھی اور اس پر ہڈیاں رکھی تھیں جن کو چونے اور کھانے میں معروف تھے۔ ان مساکین نے حضرتؑ کو دعوت دی کہ بسم اللہ آئیں۔ حضرت فوراً دوز انو ہو کر ان مساکین میں بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ کھانے میں معروف ہو گئے اور بعد میں اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ "خدا متنکرین کو پسند نہیں کرتا"۔

پھر فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو گے؟
 انہوں نے عرض کیا: ہاں فرزید رسول! پس وہ اٹھے اور حضرتؑ کے ہمراہ آپؐ کے گھر آگئے۔ امامؑ نے اپنی کنیترے فرمایا: جو کچھ گھر میں موجود ہے وہ لا او۔ آپؐ کے جود و شکاوتوں کے بارے مرحوم مجلسی نے کئی احادیث ذکر کی ہیں جن سے صرف تین حدیثیں بطور نمونہ پیش ہیں۔

① امام نے فرمایا: پیغمبر کی یہ کلام بالکل صحیح ہے کہ انہوں نے فرمایا: نماز کے بعد سب سے بہتر اور برتر عمل مومن کو خوش کرنا جس میں گناہ نہ ہو کیونکہ میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ کتنے کو غذا دے رہا تھا تو اس کی وجہ پوچھی؟ غلام نے کہا: اے فرزند رسول! چونکہ میں غم و اندوہ میں ہوں میرا خیال ہے کہ شاید ان کے دل کو خوش کرنے سے میرا غم ڈور ہو جائے، کیونکہ میرا مالک یہودی ہے اس لیے زیادہ غم زدہ ہوں، میری خواہش ہے کہ اس سے میری جان چھوٹ جائے۔

حضرت یہ بات سن کر واپس گھر آئے اور اس یہودی کی طرف دوسو دینار غلام کی قیمت بھیجی تاکہ غلام کو خرید کر آزاد کیا جائے۔

یہودی نے عرض کیا: غلام آپ کے قدموں پر قربان کر دوں، آپ کے حوالے کرتا ہوں اور غلام کو ایک باغ بھی دینا ہوں البتہ اپنی رقم اپنے پاس رکھیں۔

حضرت نے فرمایا: یہ مال میں نے تجھے بخش دیا ہے۔

اس نے عرض کیا: میں نے آپ کے مال کو قول کیا لیکن غلام کو ہدیہ دے دیا ہے۔

حضرت نے فرمایا: میں نے غلام کو آزاد کر دیا اور یہ مال بھی اُسے بخش دیا۔

یہودی کی یہوی نے کہا: پس میں اسلام قبول کرتی ہوں اور اپنا حق میراپنے شوہر کو معاف کرتی ہوں۔
یہودی نے عرض کیا کہ میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں اور اپنا گھر اپنی یہوی کو بخشتا ہوں۔

② مرعم مجلسی نے بخارا اللوار میں اخطب خوارزمی کی "مقتل آل رسول" سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے: ایک عربی دیہاتی امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! میں نے ایک کامل دیت کی مفہومت دی ہے۔ اب اس دیت کی قیمت ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ اپنے دل میں سوچا کہ لوگوں سے کریم ترین شخص سے سوال کروں اور اہل بیت رسول کے علاوہ میں کسی کو کریم نہیں سمجھتا۔

حضرت نے فرمایا: اے بھائی! میں تین مسئلے آپ سے پوچھتا ہوں، اگر ایک کا جواب دیا تو ایک حصہ سوال کا عطا کروں گا۔ اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو حصے اور اگر تین مسئلوں کا جواب دیا تو مکمل دیت دوں گا۔

اس دیہاتی نے عرض کیا: یا فرزند رسول! اے آپ! جسی عنیم ہستی مجھے جانلی سے سوال کرے؟ آپ علم الہی کے خزانے ہیں، میں کیا بتا سکتا ہوں؟

حضرت نے فرمایا: میں نے اپنے ننانے سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہر شخص کی معرفت کے مطابق اس سے نیکی کی

جائے۔

دیہاتی نے عرض کی: میں آپ سوال کریں اگر جواب آیا تو تمکی ورنہ سوال کا جواب تو سیکھ لوں گا۔
حضرت نے فرمایا: سب سے افضل و برتر عمل کون سا ہے؟
دیہاتی نے جواب دیا: خدا پر ایمان۔

حضرت نے پوچھا: کون سی چیز ہلاکت سے نجات کا باعث ہے؟
دیہاتی نے جواب دیا: خدا پر بھروسہ، اطمینان اور توکل۔

حضرت نے پوچھا کہ مرد کی زینت کیا ہے؟
دیہاتی نے عرض کیا: ایسا علم زینت ہے جس کے ساتھ حلم اور تردید باری ہو۔
حضرت نے پوچھا: اگر کسی مرد کے پاس علم نہ ہو تو پھر زینت کیا ہوگی؟
دیہاتی نے عرض کیا: ایسا مال جس کے ساتھ مروت، جوانہر دی اور سخاوت ہو۔

حضرت نے پوچھا: اگر یہ مال بھی نہ ہو تو پھر زینت کیا ہوگی؟
دیہاتی نے عرض کیا: پھر ایسا فقر زینت ہوتی ہے جس کے ساتھ صبر و تحمل ہو۔
حضرت نے پوچھا: اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر کیا زینت ہوگی؟

دیہاتی نے عرض کیا: اگر نہ علم، نہ مال، اور نہ فقر و میر ہو تو پھر آسمان سے بکلی گرے اور وہ شخص جل جائے کیونکہ ایسا شخص چلنے کے قابل ہی ہے۔

حضرت مسکرانے اور ایک تھیلی جس میں ہزار دینار سونے کا تھا اور اس کے ساتھ ایک انگشتی جس کی قیمت دو صد درهم تھی اسے دی اور فرمایا: یہ دینار اپنے قرض خواہ کو دینا اور انگوٹھی کو اپنے مخارج کے لیے استعمال کرنا۔
دیہاتی نے حضرت سے یہ عناصر و صول کی اور عرض کیا کہ واقعاً خدا ہی جانتا ہے کہ رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔

(بخار الانوار، ج ۲۲، ص ۱۹۶)

۲) عمرو بن دینار کہتا ہے کہ ایک مرتبہ اسامہ بن زید جب بیمار تھا، حضرت امام حسین اُس کی عیادت کے لیے گئے تو وہ غم، اندوہ اور حضرت سے رورا تھا۔ حضرت نے فرمایا: بھائی روتنے کیوں ہو؟
وہ عرض کرنے لگا: ساتھ ہزار درهم کا مقرض ہوں۔

حضرت نے فرمایا: تمہارا قرضہ میرے ذمہ ہے، تم پریشان نہ ہو، میں ادا کروں گا۔

اس نے عرض کیا: مجھے خوف ہے کہ قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی میں دنیا سے چلا جاؤں۔
حضرت نے فرمایا: تم نہیں مر جو گرے مگر اس وقت کہ جب میں تمہارا قرضہ اتنا رچا ہوں گا۔

راوی کہتا ہے: اسامہ کے مرنے سے پہلے حضرت نے قرض ادا کر دیا۔ (بخار الانوار، ج ۲۲، ص ۱۸۹)

آپ کی شجاعت اور دلیری کے بارے میں اخبار اور احادیث بہت ہیں، صرف وہ کربلا کا واقعہ ہی کافی ہے کیونکہ لشکر یزید کی کم تعداد ۳۰۰ ہزار تھی اور حضرت کے لشکر کا زیادہ سے زیادہ تعداد دو صد نفر سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے باوجود معنوی سا خوف بھی ان کے دل پر لاحق نہ ہوا بلکہ پوری قدرت و طاقت سے ان رو بہا صفت ملعونوں کے سامنے کھڑے رہے۔ اگرچہ تمام عزیز حضرت کی آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے تھے، پیاس اور بھوک اپنے نقطہ عروج پر تھی نیز دکھوں اور پیاس نے حضرت کو تھکا دیا تھا لیکن پھر بھی اس لشکر سے گلرائے اور ان کو قتل کیا، اور کشتیوں کے پیشے لگا دیئے اور برداشت معتبر تقریباً ۱۹۰۰ انفری النار کیے جب کہ رُثی ان کے علاوہ ہیں۔ اس قدر تعداد کو چند گھنٹوں میں قتل کر دینا زمانے کے عابد میں سے ہے۔ اور حقیقتاً اس کی پہلے کوئی نظری تھی اور شہ بعد میں ایسا ہوا ہے اور نہ ہو گا؟

مؤلف کہتا ہے: ہماری اصلی غرض ان حوادث و وقایع کو بیان کرتا ہے جو امام کے ابتدائی مدینہ سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک کے سفر میں پیش آئے۔ لہذا بات مختصر کرتے ہیں تاکہ مقصود کو زیادہ سے زیادہ بیان کر سکیں۔ البتہ قیام امام کے شروع ہونے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے مسلط ہو جانے کے علی و اسباب اور اس کے امر خلافت کو اپنے ہاتھ میں پیش کی وجہات بیان کریں اور پھر اپنے مطلوب کا ذکر کریں۔



پوتفہد فصل

معاویہ کا یزید کے لیے بیعت لینے کا طریقہ

۵۶ ہجری میں معاویہ نے پختہ ارادہ کیا کہ یزید کے لیے عوام سے بیعت لیں، چونکہ عوام کی اکثریت اس سے تنفر تھی اور وہ تخت سے یزید کی ولی عہدی کا انکار کرتے تھے، لہذا معاویہ نے کچھ لوگوں کو زرود دولت سے خریدا اور کچھ کو دھمکیوں اور تحدیدوں سے نرم کیا۔ یوں یزید کی ولی عہدی عوام پر حملہ کی، البتہ اس قسم کو مغیرہ بن شعبہ نے پیدا کیا اور اس کی تفصیل یہ ہے: مغیرہ کوفہ کا ولی تھا۔ وہاں سے شام آیا اور معاویہ سے گفتگو کے درمیان کمزوری، سُستی اور بڑھاپے کی بات آئی تو اسی موقع کو غیبت سمجھتے ہوئے کوفہ کی امارت سے استعفی دیا تھا اور معاویہ نے بھی اس کا استعفی قبل کر لیا اور اس کی جگہ سعد بن العاص کو کوفہ کا امیر بنانا چاہا۔ مغیرہ نے خیریہ طور پر یزید سے ملاقات کی اور اسے کہا کہ آج صلحہ رسول اور فرشش کے بزرگان موجود نہیں ہیں، ان کی اولاد میں حسن و حفل اور عقل و فهم میں تم سے افضل اور برتر نہیں جس معاویہ لوگوں سے تمہاری بیعت کیوں نہیں لیتا؟

یزید جو اپنے آپ کو حکومت کے لائق نہ سمجھتا تھا، کہا: کیا یہ کام میرے لیے درست ہے؟

مغیرہ نے جواب میں کہا: ہاں یہ کام تو برا آسان ہے۔

یزید فوراً معاویہ کے پاس گیا اور مغیرہ کی تجویز پیش کی۔ معاویہ نے مغیرہ کو بلا یا اور اس بیعت کے متعلق گفتگو کی۔ مغیرہ نے کہا: معاویہ اتم خود عثمان کے قتل کے بعد خوزہ یزیوں کو جانتے ہو اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کھل کر سامنے آچکے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ موت سے کوئی گریز نہیں۔ یزید تمہارا نیک اور اچھا خلیفہ ہے۔ چونکہ تم بوڑھے ہو گئے ہو، لہذا یزید کے وجود سے خوزہ یزیوں اور قبائل کا کوئی خوف نہ ہوگا۔

معاویہ نے کہا: اس امر خلافت کے لیے مدیر و عاقل شخص ہونا لازمی ہے۔

مغیرہ نے کہا: کوفہ سے بیعت کرنے کی ذمہ داری میری ہے اور بصرہ کے لیے زیادا من ابیہ ہے۔ جب عراق مطیع ہو گیا تو کسی اور مقام سے مخالفت نہ ہوگی۔ معاویہ گرفتار گیا اور اپنی بیوی فاختہ سے بات کی تو اس نے کہا: مغیرہ خانگی دشمنی تم پر نکالنا چاہتا ہے۔ بہر حال معاویہ نے مصمم ارادہ کیا کہ اس کام کو عملی طور پر انجام دے، لہذا مغیرہ کو حکم دیا کہ واپس کوفہ جائے اور اپنے

ہم رازوں سے یہ بات کرے تاکہ جب وقت آئے تو عملی کوشش کی جائے۔

میرہ اپنے دوستوں کے پاس آیا، انھوں نے حالات پوچھے، تو کہا: میں نے معاویہ کو سرکش سواری پر سوار کر دیا ہے اور اسے امت محمد پر عملہ کرنے کے لیے آمادہ کر لیا ہے اور دوبار فتنہ کا دروازہ اس کی طرف کھول دیا ہے، جو کبھی بند نہ ہوگا۔ یہ کہا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ کوفہ پہنچا تو بیعت تو زید کا مسئلہ تین امیہ کے دوستوں اور محبوں میں پیش کیا۔ اشراف سے دل آدمی پنچے اور ان کو ۳۰۰ ہزار درہم دیے اور اپنے بیٹے موسیٰ یا عروہ کے ساتھ چالیس آدمیوں کو شام بھیجا۔ وہ شام میں دربار معاویہ میں پہنچے۔ ہر ایک نے تقریری کی اور کہا:

ہمارے یہاں آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو خیار کریں کہ آپ کی زندگی کا جانش بھجتے والا ہے، لہذا امانت کے لیے مستقبل کا کوئی فصلہ کریں تاکہ آپ کے بعد اختلاف اور فساد برپا نہ ہو، لہذا ہماری درخواست ہے کہ اپنی زندگی میں کسی شخصیت کو اپنا ولی عہد بنائیں۔

معاویہ نے کہا: تم خود میں سے کسی ایک کو چن لو۔

انھوں نے کہا: ہم تو زید کے علاوہ امرخلافت کا کسی کو لا اُق منہیں بھجتے۔

معاویہ نے کہا: تو پھر اسی کو چن لو۔

انھوں نے کہا: ہاں ہم اس امر پر راضی ہیں اور اہل کوفہ بھی خوش ہوں گے۔

معاویہ نے کہا: مجھے یہ قبول ہے، ابھی واپس جاؤ تاکہ بیعت لینے کا وقت آجائے۔ اس کے بعد خیر طور پر مغفرہ کے بیٹھے کو اپنے پاس بلایا اور اسے کہا: تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا: ۳۰۰ ہزار درہم نظرے یا بقول چار صد دینار طلاقی میں۔

معاویہ نے کہا: تجب ہے کہ ان لوگوں نے کتنا ستادیں بیچ دیا۔ اس کے بعد معاویہ نے بیعت زید کے متعلق زیاد این ابیہ کو خطوط لکھے اور اس سے اس مسئلہ میں اس کا نظریہ پوچھا۔ زیاد بن ابیہ نے اس کام کو بہت عمدہ سمجھا اور اپنے مشیر عبید بن کعب کو بلایا اور کہا کہ معاویہ نے زید کی ولی عہدی کے لیے خط لکھا ہے اس میں اظہار کیا ہے کہ مجھے انکار کا خوف بھی ہے اور لوگوں کے اطاعت کرنے کی امید بھی ہے اور اس پارے مجھ سے میری رائے پوچھی ہے اور تو جانتا ہے کہ زید دین کے امور سے بہت دور، سست، شکاری اور عیاش ہے۔ لہذا میرا خیال ہے کہ تم شام جاؤ اور میری رائے معاویہ تک پہنچاؤ اور زید کے کچھ افعال کا تذکرہ کرو نیز اسے کہو کہ تھوڑا حوصلہ رکھو اور ابھی اس مسئلہ کو ذہن سے نکال دو حتیٰ کہ مناسب موقع آجائے۔

عبد بن عباس نے کہا: بہتر یہ ہے کہ معاویہ کی رائے کی خلافت نہ کی جائے اور زید کو اس کے سامنے مہفوض شخص قرار نہ دیا

جائے۔ میں شام جاتا ہوں۔ یزید سے بات کروں گا کہ معاویہ تمہاری ولی عہدی پر اصرار کر رہا ہے اور ہم سے مشورہ مانگ رہا ہے اور جس دن سے تم نے بد اور زشت اعمال کو اپنا وظیرہ بنایا ہے زیاد کوڑ رہے کہ لوگ تمہاری بیعت سے انکار نہ کر دیں، لہذا مصلحت یہ ہے کہ اپنے اعمال میں تجدید نظر کرو، اپنی اصلاح کرو اور نہے اعمال چھوڑ دو تاکہ اس مقصد کے لیے حالات مناسب ہو جائیں اور زیاد تم اپنی طرف سے معاویہ کو ایک خط لکھو کے اس کام میں جلدی نہ کرو اور حوصلہ و احتیاط سے آگے بڑھو اور اگر ایسا کرو گے تو خطرات سے نجات جاؤ گے۔ اس تدبیر سے معاویہ بھی یزید کو تنبیہ کرے گا اور خطرات سے بھی محفوظ رہیں گے۔

زیاد نے کہا: یہ تدبیر بہتر ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا اور تم بھی بصیرت کرنے سے در لغت نہ کرنا۔

عبد شام گیا اور زیاد کا خط معاویہ کو پہنچایا اور یزید کو بھی وعظ و بصیرت کی۔ معاویہ نے زیاد کی بصیرت کا انکار کر دیا البتہ اس کا انٹہار نہ کیا، جب زیاد عمر گیا تو معاویہ نے پھر حکم ارادہ کیا کہ اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے۔ لہذا سب سے پہلے ایک لاکھ درہم کا ہدیہ عبد اللہ بن عمر کی طرف بھیجا۔ اس نے ہدیہ قبول کر لیا تینکن جب یزید کی ولی عہدی کا وقت آیا تو عبد اللہ بن عمر نے کہا: معاویہ نے اس ہدیہ سے ارادہ کیا کہ میرا دین خرید لے، اگر میں اس ہدیہ کو قبول کروں تو میں نے دین کو بہت ستائیج دیا۔

پھر معاویہ نے اسی مضمون پر مشتمل ایک خط مردان حاکم مدینہ کو لکھا جس میں تحریر کیا کہ موت حق ہے۔ مجھے ذر ہے کہ میرے بعد امت میں تفرقہ ہو، اس لیے ارادہ ہے کہ اپنی زندگی میں کسی ایک کو اپنا ولی عہد بنادوں، اب تم سے اس بارے میں مشورہ کرتا ہوں لہذا تم اہل مدینہ کو میرے اس ارادے سے آگاہ اور مطمئن کرو اور مجھے ان کے جواب سے مطلع کرو۔ مردان نے اہل مدینہ کے سامنے معاویہ کا خط پڑھا تو سب نے خوش کا انٹہار کیا اور معاویہ کی رائے کی تقدیق کی اور کہا: جس قدر جلدی ہو سکے معاویہ کسی کو اپنا جانشیں بنائے۔

مردان نے حالات معاویہ کو لکھے اور اسے مطلع کیا تو معاویہ نے پھر یزید کے انتخاب کا لکھا اور اس کی توجہ دلائی۔

مردان نے اہل مدینہ سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ ہر خلافت کے لیے یزید کی ولی عہدی کا ارادہ کیا ہوا ہے۔

سب سے پہلے عبد الرحمن بن ابی بکر اجتہاد سے اٹھے اور کہا: اے مردان! جسیں اس امت کی بھلانی کی کوئی سوچ نہیں

بلکہ تو چاہتا ہے کہ قیصر و کسری کا قانون جاری ہو کہ ایک باڈشاہ مرے تو دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھ جائے۔

مردان نے کہا: اے لوگو! یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے:

وَالَّذِي قَالَ إِلَوَالَّدَيْنِ أُفِّيَ لَكُمَا أَتَعْلَمُنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي (سورة

(ا) ۱۷)

عبد الرحمن نے کہا: اے زرقا کے بیٹے! آیات قرآنی کو جمارے بارے تاویل کرتا ہے؟ حضرت عائشہ نے میں پرده یہ سنات تو کہا: مروان! آیت کا مصدق عبد الرحمن نہیں، تو نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ آیت تو فلاں بن فلاں کے متعلق نازل ہوئی۔

حضرت امام حسینؑ، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زیر نے شدت کے ساتھ خلافت کی۔ مروان نے یہ سب حالات معاویہ کو لکھے۔ بعض تاریخوں میں آیا ہے کہ معاویہ نے اس مضمون کے خطوط ۵۵ ہجری میں اپنے بھتال کو لکھ کے یزید کی مدد و توصیف کریں اور ہر شہر اور علاقے کے رو سما کو شام بھیجن، لہذا محمد بن عمر بن حزم کو مدینہ سے، اخفف بن قیس کو بصرہ سے اور ہانی بن عروہ کو کوفہ سے شام بھیجا گیا۔

محمد بن عمر نے ایک مجلس میں معاویہ سے کہا: ان کل رایع مسئول عن رحیمیتہ فانظر عن تولی مرامة انت محمدؑ اے معاویہ! یعنی ہر مردا اور حاکم سے اس کی رحیمیت کے بارے پوچھا جائے گا۔ لہذا توجہ رکھو کہ کس شخص کو امت محمدیہ کا ولی قرار دے رہے ہو۔

معاویہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور بہت پریشان ہوا اور کہا: اے محمد بن عمر! تو نے بے جا صحیحت کی ہے، جو تم پر لازم تھا اُس کا اظہار کر دیا لیکن تجھے جانتا چاہیے کہ مہاجرین اور اصحاب رسول تمام اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اب ان کی اولادیں ہیں، اگر میں اپنے بیٹے یزید کو دلی عہد متوال تو دوسرے لڑکوں سے بہتر ہے۔ پھر اس کو ہدیہ اور انعام دیا اور کہا: تم والپیں مدینے چلے جاؤ۔

جب اخف بن قیس معاویہ کے پاس آیا تو اس نے اسے یزید کے پاس بھیجا کہ یزید سے قریب تر ہو کر ملاقات کرو اور اسے وقت سے آزاد۔

احف یزید سے ملاقات کرنے اور اسے آزمانے کے بعد معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے کہا: یزید کو کیا پایا ہے؟ اس نے کہا: رَأَيْتُهُ شَبَابًا وَنَشَاطًا وَجَلَدًا وَمَزْجَاهُ، میں نے اسے خوش طبع جوان، چست و چالاک اور مزانج پسند پایا ہے۔

ہانی بن عروہ کے بارے ابن ابی الحدید کی شرح میں ہے کہ ایک دن دمشق کی مسجد میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا تو اپنے دوستوں سے یوں کہہ رہا تھا: معاویہ میں اپنے بیٹے یزید کی بیعت پر مجبور کر رہا ہے، لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور ہم کبھی اس کی بیعت نہیں کریں گے۔ ایک شامی جوان ان کے درمیان بیٹھا تھا، ان کی باتوں کو سن کر معاویہ کے پاس گیا اور تمام باشیں

تادیں۔ معاویہ نے اس سے کہا: تم پھر ان کے پاس جاؤ اور وہاں اس قدر بیٹھے رہو کہ اس کے تمام دوست چلے جائیں۔ جب وہ تھا ہو تو اُسے کہنا کہ معاویہ نے تمہاری باتیں سن لی ہیں اور تم جانتے ہو کہ آج ابو بکر اور عمر کا زمانہ نہیں بلکہ بنی امیہ کی حکومت ہے اور تم ان کی جرأت اور خون بہانے کی طاقت کو جانتے ہو، میں تمہیں شیخت کرتا ہوں کہ اپنی جان پر رحم کرو۔ وہ شخص صحیح سویرے مسجد میں آیا اور ہانی کو شیخت کی۔

ہانی نے کہا: یہ بات تمہاری اپنی نہیں تھی معاویہ نے یہ تلقین کی ہے۔

شامی جوان نے کہا: میرا معاویہ سے کیا واسطہ؟

ہانی نے کہا: اب میرا پیغام بھی اس کو پہنچا دو کہ اس مسئلہ میں کوئی حل نہیں ہو سکتا۔

جوان نے معاویہ کو ہانی کا پیغام پہنچایا تو معاویہ بڑا منتظر ہوا اور کہا: ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان رومنی سے باقی کرنے کے بعد ایک دن، ضحاک بن قیس الفہری کو بلالیا اور کہا: میں ایک اجتماع منعقد کروں گا۔ اس میں رومنی قبائل کو حاضر ہونا ضروری ہے۔ میں اس اجتماع میں تقریر کروں گا۔ جب میں خاموش ہو جاؤں تو تم بولنا اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی طرف بلانا اور مجھے بھی اس کام کے لیے تشویق و تحریک کرنا اور اس طریقے سے یزید کی ولی عہدی کو حاضرین کی رضامندی اور تصدیق فراہدینا۔

پھر یہ اجتماع تکمیل دیا گیا اور ہر ایک کو شرکت کی دعوت تھی۔ پہلے معاویہ نے تقریر کی اور اس میں عظمتِ اسلام اور خلافت کے فرائیں کی پاسداری اور ولی امر کی اطاعت پر تفصیلی گفتگو کی۔ پھر یزید کے فضائل یعنی عاقل، مدیر، حسن، سیاست سے آرستہ و پیراستہ ہونے وغیرہ کو پیش کیا اور لوگوں سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔

اسی اثناء میں (حسب سازش) ضحاک بولا اور معاویہ سے خطاب کیا: عوام کے لیے ایسے ولی بانفسیت، عادل، حنفی معاشرت والے کو معین کرنا ہوتا ہے جو مسلمانوں کے خون کا محافظ ہو اور فتنے روک سکے (جس کی محافظت میں) راستے پر اس ہوں اور امت کے امور احسن طریقہ سے حل ہوں۔

چونکہ یزید ان تمام خصوصیات اور فضائل کا حامل ہے لہذا میں ولی عہدی کے لیے یزید کے علاوہ کسی کو مناسب نہیں سمجھتا۔

اسی دوران میں عمرو بن سعید الاستراق اٹھا اور ضحاک کی تائید میں بات کی۔ اس کے بعد حسین بن نمير اٹھا اور کہا: خدا کی قسم! اگر قو دنیا سے جائے اور یزید کو ولی عہد بنا کرنہ جائے تو امت کو ضائع کرنے کے متراوٹ ہو گا۔

اس کے بعد یزید بن مقفع نے کہا: اے معاویہ امیر المؤمنین! اجب تم مر جاؤ (پھر اشارہ یزید کی طرف کیا اور کہا) تو

تمہارے بعد ہمارا ولی بھی ہے اور جو شخص اس کی حکومت کو تسلیم نہ کرے گا اُسے ہم اس (نکوار) سے سزا دیں گے۔

معاویہ نے کہا: میں جاؤ تم تو تمام خطباء کے سردار ہو۔ پھر تمام قبائل کے سرداروں نے تقدیر کیں۔

معاویہ نے اخف بن قیس کی طرف توجہ کر کے کہا: تم بھی کوئی بات کرو۔ اس نے کہا: اگرچہ کہوں تو تم سے ذرتا ہوں اور اگر جھوٹ بولوں تو خدا کا خوف ہے۔ خدا کی قسم! اے معاویہ! تم اپنے بیٹے کے شب و روز کو اور مخفی و ظاہر کو بہتر جانتے ہو۔ لہذا اگر خدا کی خوشنودی اور امت کی مصلحت یزید کو ولی عہد ہنانے میں دیکھتے ہو تو کسی سے مشورہ نہ کرو اور اپنے ارادہ کو محیل کے مراحل تک پہنچاؤ۔ اور اگر اس کے خلاف بجھتے ہو تو تمام گناہ اور ظلم و زیادتی اور توہین کا وباں اپنے سر پر نہ لو کہ چند دن یزید کو حاکم ہنالے۔

ایک شامی نے کہا: یہ معلوم یہ عراقی کیا کہہ رہا ہے؟ ہم نے ہر بات تمہاری سنی، اطاعت کی اور تمہاری رضا کی خاطر لواہیاں کیں اور نکواریں چلائیں۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو انہوں کر چلے گئے۔ اور ہر مجلس و مغلل میں اخف کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد معاویہ اپنے دشمنوں سے فریاد کی اور پیار کا اظہار کرتا تھا اور اپنے دوستوں کو ہدایہ سے اپنا فریغہ یا حجتی کہ غالب عوام یزید کی بیعت پر آواہ ہو گئے۔

معاویہ کا مدینہ میں امام حسینؑ سے ملاقات کرنا

اے شاہ دین پناہ ترے عزم کے شمار

ذہب میں چھلنے نہ دیے مکون کے پاؤں

جب اہل کوفہ، بصرہ اور شام یزید کی بیعت کر چکے تو اسی مقصد کی خاطر معاویہ مدینہ آیا۔ سب سے پہلے اس نے امام حسینؑ سے ملاقات کی اور جسارت کرتے ہوئے امام کی خدمت میں کہا: لا هم حنیا ولا اہلہ، خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا پاک خون بہہ رہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خاموش رہو اور یوں بات نہ کرو۔

معاویہ نے کہا: اس سے زیادہ بھی کہوں گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے مدینہ میں آ کر امام حسین علیہ السلام سے خصوصی ملاقات کی اور تمہائی میں عرض کیا:

آپؐ جانتے ہیں کہ تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے مگر صرف چار شخصوں نے بیعت نہیں کی جن میں آپ سر و سردار

ہیں، آخراً پُکوں سے کیا اور کیوں کر اختلاف ہے؟

حضرت نے فرمایا: کیا ہوا کہ تمام اجتماع سے صرف مجھے مخاطب کیا، یہ بات دوسروں سے بھی کرو۔

پھر معاویہ نے عبد اللہ بن زیبر کو بلایا اور کہا: تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کی ہے لیکن پانچ شخصوں (قریشیوں) نے

نہیں کی، جن کا سالار تو ہے آختمہیں کیا اختلاف ہے؟

عبد اللہ بن زیبر نے کہا: کیا میں ان کا سردار اور سالار ہوں؟

معاویہ نے کہا: ہاں! تم ہی ان کے سالار ہو۔

عبد اللہ نے کہا: تم باقیوں کو لاو اگر انھوں نے بیعت کی تو میں بھی ان میں سے ایک ہوں گا۔

پھر معاویہ نے عبد اللہ بن عمر کو بلایا اور زمی سے اس کے ساتھ بھی فضول اور باطل باقیں کیں۔

عبد اللہ بن عمر نے کہا: کیا تم نہیں چاہتے وہ جیز جس سے سرنش اور ملامت سے نجیب جاؤ اور خونوں کی حفاظت ہو اور اس

کے اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ۔

معاویہ نے کہا: وہ کیا چیز ہے؟

عبد اللہ بن عمر نے کہا: اپنے تخت پر بیٹھ جاؤ اور مجھ سے بیعت لینے کی شرط یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک سیاہ قام اور غلام

رُجُلی کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کروں گا۔ پھر عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلایا اور کہا: تم کس جرأت اور طاقت کی بنیاد پر میری
مخالفت کر رہے ہو؟

عبد الرحمن نے کہا: مجھے امید ہے کہ اس میں میرے لیے بہتری ہے۔

معاویہ نے کہا: میں چاہتا ہوں تمہاری گردان اڑا دوں۔

عبد الرحمن نے کہا: بلا جرم میرے قتل پر، خدا مجھ پر اس دنیا میں لعنت کرے گا اور آخرت میں تو آتش جہنم میں جلتا رہے گا۔

کتاب الاملحة والسياسة ابن تیمیہ میں معاویہ کی امام حسین سے ملاقات کو یوں لکھا گیا ہے کہ ایک دن معاویہ محفل جما کر بیٹھا تھا، اپنے خواص، نوکر، اور غلاموں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو محمدہ لباس پہنانے اور کہا: ان محفل میں عام لوگوں کو آئے سے روکنا، اس وقت امام حسین اور ابن عباس کو بلوایا۔ پہلے ابن عباس معاویہ کی محفل میں حاضر ہوئے، معاویہ نے ان کو ابی مند پر ساتھ بھایا، کچھ وقت ان سے باقیں کیس اور باتوں کے درمیان کہا:

اے ابن عباس! خداوند متعال نے آپ کو حرم رسول کا مجاور اور اس مرقد اطہر سے انس دیا۔ یہ اللہ کا تمہارے اور پر

خصوصی احسان ہے۔

ابن عباس نے کہا: ہاں لیکن اس کے باوجود ہم بعض پر قناعت اور گل سے محروم ہیں۔ پھر بھی یہ اکثر اور مکمل ہے۔ خلاصہ معاویہ اور ابن عباس کے درمیان بہت باقیت ہوتی رہیں۔ اس وقت محفل میں امام حسینؑ تعریف لائے۔ معاویہ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا، پہلے معاویہ نے امام حسینؑ کی اولاد کی خیر خیریت دریافت کی اور ان کی عمر وہ کے متعلق پوچھا۔ امامؑ نے جواب دیا۔ پھر معاویہ نے یہ خطبہ دیا:

حمد لله اور تعریف رسولؐ کے بعد، امامؑ کی خدمت میں عرض کی کہ یزید کا حال آپؐ کو معلوم ہے اور خدا جانتا ہے کہ یزید کی ولی عہدی سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ امت میں میرے بعد اختلاف اور تفرقہ نہ ہو۔ میں اس یزید میں علم و کمال، مردوت اور تقویٰ دیکھتا ہوں اور اس کو قرآن اور سنت رسولؐ کے حوالے سے عالم جانتا ہوں۔

آپؐ جانتے ہیں کہ رسول پاکؐ کی وفات کے بعد اہل بیتؐ کے باوجود اور بزرگ صحابہ مہاجرین و انصار سے ہونے کے باوجود الہکر خلافت کا متولی بن گیا۔ اے بن عبدالمطلب! میں اس اجتماع میں آپؐ سے اضاف کی توقع رکھتا ہوں۔ مجھے ثابت جواب دیں اور اس طرح یزید کی ولی عہدی کی تصدیق کریں۔

ابن عباسؓ بولنا چاہتے تھے کہ امام حسینؑ علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ تم خاموش رہو کہ اس کی مراد اور مقصد میں ہوں۔ پھر امامؑ نے حمد لله کی اور رسولؐ پر درود بھیجا اور فرمایا:

جس قدر رفع خطیب رسول اللہ کی تعریف کریں تب بھی ہزار سے ایک تعریف کی ہے اور تو نے اپنے بیٹے کی تعریف میں بہت افراط کی ہے اور حدود سے تجاوز کر گیا ہے۔ گویا کسی محبوب کی توصیف کی یا کسی غائب کی فضیلت بیان کی اور ان خرافاتی باتوں سے مسلمانوں کے عقیدوں کو خراب کر دیا ہے۔

خدا کی قسم! یزید اپنے نفس پر دلیل حاذق ہے اور اس کے اعمال اس کے کروار پر گواہ ہیں۔ بہر صورت تو نے بات یزید کی کی ہے تو اس کی دفتر بازی (زنگاری) ہکاری کتوں، کبوتروں اور اس کی عیاشیوں کی تعریف بھی کرو۔ امت محمدؐ کی کفالت کرنے سے تو درگز کر جا، اپنے کئی گناہوں کے ساتھ فرزند زیادتی دوستی کی بات نہ کر کیونکہ تیری زندگی ختم ہونے والی ہے اور موت تک فاصلہ آدھے نفس کا ہے۔ پھر قیامت کا دن تیرے آگے ہے اور جیسا عمل ظاہر ہوگا۔

یہ جو کہا ہے کہ خلافت میرا حق ہے تو خدا کی قسم! یہ میراث پیغمبرؐ کے وارث ہم ہیں۔ تو نے ناجائز طریقے سے مرکز سے ہٹا دیا ہے اور غصب کر کے مالک بن گیا ہے۔ تیری ذمہ داری ہے کہ اس واضح جھٹ سے یقین کر لے اور حق اصلی مالکوں کو پٹا دے اب تو چند لوگوں کو گمراہ کر کے جونہ صحبت رسولؐ میں رہے اور نہ ان کا اسلام میں کوئی سابقہ ہے اور نہ دین میں رائخ ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ امر مخلوق کا اور مشتبہ ہے کہ تو اپنے زندوں کو حاکم اور امیر بنا دے اور خود خدا کے

عذاب میں گرفتار ہو جا۔ ان هدا لہو الخسروان المُبین۔

معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر اپنے عباس سے کہا: تم لا وجوہ تمہارے پاس ہے اور میں خود جانتا ہوں کہ آپ کی باتیں بھی ان سے زیادہ سخت اور زہر آلوں ہوں گی۔

ابن عباس نے کہا: میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ وہ سید الانبیاءؐ کے فرزند ہیں اور خامس آلیٰ کسا اور اہل بیت مطہر ہیں، اپنے ارادے سے درگز کر جا اور دوسرے لوگوں سے یہ باتیں کر۔ حتیٰ کہ خدا کا امر واضح ہو جائے اور وہی بہترین حاکم ہے۔ پھر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔

نور الدین مالکی کا کلام

فصول الحجہ میں مالکی نے کہا ہے کہ ایک دن معاویہ نے کہا: مسلمانوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے اور اپنی مرضی اور خوشی سے بیعت کی ہے۔ لیکن چند لوگوں نے بیعت سے انکار کیا ہے حالانکہ اگر وہ بھی تعادن کرتے تو بہت بہتر تھا اور میں اگر یزید سے بہتر کسی کو دیکھتا تو اسے ولی عہد بناتا۔

خامس آل عبّا نے فرمایا: یہ بات یوں نہیں کہ تو نے ان کو جو یزید سے نسب، حسب، فضیلت، علم و دین کے لحاظ افضل ہیں، چھوڑ دیا اور اس کو امت رسول پر حاکم بنادیا۔

معاویہ نے کہا: آپ کا مقصد وہ اس کلام سے آپ خود ہیں۔

امام نے فرمایا: ہاں اور میں فضول اور بے مقصد باتیں نہیں کرتا۔

معاویہ نے کہا: خفتر رسولؐ کی شرافت اور ان کے سیدۃ النساء العالمین ہونے میں کوئی نیک نہیں اور علیؐ کے بھی سولاق اسلام اور فضائل و مناقب موجود ہیں لیکن میں نے علیؐ سے حکمیت (صفیں) کی اور حکمیت کے نتیجے میں مجھے ان پر غلبہ ملا اور یزید قوائیں سلطنت اور رسم سیاست کے قوانین کو آپ سے زیادہ جانتا ہے۔

امام نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ یزید شراب خور، لہو والعب کا دل دادہ اور مجرمات کا مرتكب شخص ہے۔

معاویہ نے کہا: تم اپنے چچازادے کے بارے یوں نہ کہو وہ تو تمہارے بارے سوائے تیکی کے اور کچھ نہیں کہتا۔

امام نے فرمایا: میں جو یزید کے متعلق جانتا ہوں کہا ہے اور اگر وہ بھی میرے متعلق کچھ جانتا ہے تو بتائے۔

جب معاویہ کہ سے جانا چاہتا تھا تو کہا: میرے سامان کو باہر لے جائیں اور منبر کو خاتمة کعبہ کے قریب لگا دو اور پھر امام اور ان کے مریدوں کو بیاؤ۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: جو تیکیاں معاویہ سے آج دیکھی ہیں ان پر فریقت نہ ہوتا کیونکہ وہ

دھوکا اور مکروفریب میں مشہور ہے۔ اور اب وہ ہمیں کسی اہم امر کے لیے بلا تا ہے لہذا اس کا جواب پہلے ہمیں تیار کرنا چاہیے۔ جب وہ معاویہ کی مجلس میں آئے تو معاویہ نے کہا: کیا تم نے اول وقت میں میرے نماز پڑھنے، صلہ رحمی کرنے اور میرے حسن سیرت کو جانتے ہیں اور جو کچھ تم نے کیا اس کو نادیدہ کر کے تحمل کیا۔

یہ یزید تھا راجپت ازاد ہے اور تمہارا بھائی ہے، میں یہی چاہتا ہوں کہ اس کو مقدم سمجھو اور خلافت کا نام اس پر لگا دو اور قاضیوں کو عزل و نصب، امر و نبی، وصولی خراج اور تقسیم عطا بغیر کسی ممانعت اور خالفت کے تمہارے اختیار میں ہیں۔ پھر اس کلام کو دوبار کہا البته کسی نے جواب نہ دیا۔

معاویہ نے ابن زبیر کی طرف منہ کر کے کہا: تم میان کرو کہ قوم کے خطیب تم ہو۔

ابن زبیر نے کہا: تجھے تین میں سے ایک کام کرنا ہوگا: پہلا یہ کہ یزیدرا کرم کی پیروی کرو کہ وہ دنیا سے چلے گئے اور کسی کو اپنا جائش نہیں بنایا تھا اور لوگوں نے خود ابو بکر کو حاکم بنالیا۔

معاویہ نے کہا: میں اب ابو بکر کے زمانہ کے حالات نہیں دیکھتا۔

ابن زبیر نے کہا: ابو بکر کی سنت پر عمل کرو کہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر عمر کو خلافت دے دی۔

معاویہ نے کہا: تیرا کام کون سا ہے؟

ابن زبیر نے کہا: عمر کی پیروی کرو کہ اپنی اولاد کو خروم کر کے خلافت کو شوریٰ نفری کے حوالے کر دیا۔

معاویہ نے کہا: اگر کوئی اور جو یہ ہے تو بتاؤ؟

ابن زبیر نے کہا: جو کچھ کہا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے امام اور امام کے دوستوں سے رائے طلب کی تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ معاویہ نے کہا: کیا میری باتوں کو رد کر دیا ہے اور میری باتوں کو جھوٹ سمجھا ہے اور میں نے جسم پوشی کی اور لوگوں سے میں نہیں کہوں گا۔

اگر تم میں سے کوئی اب اس قسم کی بات کرے تو خدا کی قسم اسی وقت حکم دوں گا کہ ان کا سر قلم کیا جائے، بہتر ہے کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور جان کی خناکت واجب ہے۔ اس وقت جلادوں کو بلایا اور کہا: دو جلادو هر شخص پر کھڑے ہو جائیں، جب میں خطبہ دوں تو جو بھی ان میں سے بولے تم اس کو قتل کر دینا۔

پھر معاویہ نمبر پر گیا اور خطبہ یوں دیا کہ ہمیں لوگوں کی باتیں سننی پڑتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حسین، ابن ابی بکر، ابن عمر اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ یہ مسلمانوں کے سردار ہیں۔ ہم ان کے مشورے اور جو یہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ان کو میں نے دعوت دی تو انہوں نے بیعت کر لی اور اطاعت کر لی ہے۔

شامیوں نے کہا: بس کرو ان کی بات کو بڑا بنا رہا ہو، تو ابھی اجازت دے ہم ان کی ابھی گردنیں اڑائے دیتے ہیں، کیونکہ ہم اس بیعت پر راضی نہیں جو انہوں نے خفیہ طور پر کی جب تک ظاہری طور پر بیعت نہ کریں گے۔

معاویہ نے کہا: سبحان اللہ کہ شامیوں کو چند قریشیوں کا خون بہانا قبول ہے اور ان کے ارادے بڑے ہیں لہذا ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: خبردار پھر ایسے الفاظ نہ کہنا یہ بزرگ رشدت دار اور قریبی ہیں۔

لوگوں نے جب یہ سن تو سارے اٹھے اور یزید کی امارت کی بیعت کر لی۔ معاویہ منبر سے نیچے اتر اور فوراً مدینہ روانہ ہو گیا اور ان کی بیعت کو شامیوں کی بیعت کے ساتھ ملا دیا۔

معاویہ کے جانے کے بعد شامیوں نے اہل بیت کے ماننے والوں سے کہا: تم نے ہمیشہ کہا: ہم یزید کی بیعت نہیں کریں گے، لیکن اب ہرایا اور تھا کاف ملے تو خفیہ میں بیعت کر لی؟

انہوں نے کہا: نہیں، ہم نے بیعت نہیں کی، ہم نے مجھ میں اس کی تکذیب نہیں کی، کیونکہ ہمیں اپنی جان کا خطرہ تھا اور جان بچانا واجب ہے، اس نے تمہاری دلالت سے ہمیں دھوکا دیا اور ہماری بیعت کا نام لے کر تم سے مکروفریب کیا۔

عبداللہ بن عمر گھر چلے گئے۔ معاویہ نے بنی اسد، بنی تمیم، بنی مزدہ کے عطیات دے گئے کردیے اور بنی ہاشم کے بیت المال سے عطیات روک دیے۔

ابن عباسؓ معاویہ کے پاس گئے اور کہا: باقی تمام کو عطیات دے رہے ہو لیکن بنی ہاشم کے بند کر دیے ہیں! اس نے کہا: کیونکہ امام حسینؑ نے بیعت نہیں کی اور تم نے ان کی موافقت کی۔

ابن عباسؓ نے کہا: ابن عمر، ابن ابی بکر اور ابن زییر نے بھی بیعت سے انکار کیا، لیکن تم نے ان کو عطیات دیے۔

معاویہ نے کہا: تم ان کی طرح نہیں ہو، خدا کی قسم! جب تک حسینؑ یزید کی بیعت نہیں کریں گے تمہیں ایک درہم بھی نہیں ملے گا۔

ابن عباسؓ نے کہا: میں بھی خدا کی قسم اٹھتا ہوں کہ تمام اسلامی حدود میں لوگوں کو تمہارے ان مظالم سے آگاہ کروں گا اور لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکاؤں گا۔

معاویہ نے پھر بنی ہاشم کے عطیات کی اجازت دی اور امامؓ کو عطیات پہنچے لیکن امام حسینؑ نے رد کر دیے اور قبول نہ کیا۔



پانچویں فصل

معاویہ کی موت اور یزید کی حکومت

تاریخ احمد کوفی میں ہے کہ معاویہ شام کی طرف بگشت کے موقع پر ”ابواء“ میں اتر۔ اس کو لقہہ ہو گیا اور یہ بستر پر بڑی مشکل سے پہنچا۔ دوسرے دن لوگوں کو پہنچا تو گروہ در گروہ عیادت کے لیے آئے گئے۔

معاویہ نے کہا: مصیبیں دو وجہات کے باعث آتی ہیں:

① بہ سب کناہ کہ خدا ان پر عذاب کرتا ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ گناہ نہ کریں۔

② بہ سب عناصر خدا تاکہ اس کو ان تکالیف کے بدلتے بہت زیادہ ثواب حاصل ہو۔

آج اگر اس بیماری میں بٹلا کیا گیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ ایک عضو بیمار ہے تو دوسرے اعضا درست ہیں۔ اگر چند روز پہنچا ہوں تو صحت مندی کے ایام بہت زیادہ ہیں۔ میرا کوئی حق خدا پر نہیں ہے، اقتدار کا لمبا عرصہ دیا۔ آج ستر سال کا ہوں کہ بیمار ہو گیا ہوں اور خدا ان مسلمانوں پر رحمت کرے جو میرے لیے صحت مندی کی دعا کیں کرتے ہیں۔

جو جماعت اس کے پاس تھی اس نے اللہ سے اس کی صحت یابی کی دعا کی اور چلے گئے۔ جب معاویہ تجاہر ہگی تو دبیر داشتہ ہو کر رونے لگا۔ مروان نے آ کر پوچھا: اے امیر! آپ روتے کیوں ہیں؟

کہا: روتا نہیں مگر اس لیے کہ بہت سے کام کر سکتا تھا لیکن نہیں کیے، لہذا اب پریشان ہوتا ہوں اور اپنی کوتا ہوں پر حیرت کرتا ہوں۔

دوسراروتا اس لیے ہوں کہ یہ بیماری لتوی میرے ایک عضو پر ظاہر ہو گئی ہے جو روز بہ روز بڑھ رہی ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید مصیبت مجھ پر اس لیے آتی ہے کہ علیٰ بن ابی طالب سے خلافت چالا کی سے چھین لی اور مجرم بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور مجھ پر جلدی عذاب ہو گیا ہے اور یہ سارے دکھنیں یزید کی محبت میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر یزید کی محبت نہ ہوئی تو میں سیدھے راستے پر ہوتا اور اپنی رشد کو پہنچاتا۔ لیکن یزید کی دوستی نے مجھے اسی حرکتوں، باتوں اور جنگوں پر چڑھایا کہ آج میرے اوپر دشمن ہنسنے اور دوست روتے ہیں۔

پھر وہ مقام ”ابواء“ سے شام پہنچا، گھر میں گیا تو بیماری زوروں پر تھی اور اس نے پورے چہرے کو اپنی پیٹ میں لے لیا

تحا اور روزانہ رات کو بڑے شور شرابے والے خواب دیکھتا اور ان سے ڈرتا تھا۔ کبھی کبھی ہذیان بکتا تھا۔ پانی بہت پیتا تھا۔ اس کی پیاس بھجنے کا نام نہیں تھی۔ ہر لمحہ بعد بے ہوش ہو جاتا تھا۔ جب ہوش آتا تو یہی منہ سے بہ آواز بلند بولتا تھا:

”میں نے کیا کیا اے مجرم بن عدی! میری کیا شنی تھی میں نے کیوں آپ کو قتل کیا؟
اے عمرو بن حمق مجھے کیا تھا کہ تمہاری میں نے خلافت کی۔
اے فرزند ابو طالب! یا علی، یا علی، یا علی!

اے میرے اللہ! الہی! اگر مجھے مذاب دینا ہے تو میں حق دار ہوں اور اگر معاف کر دے تو مہربان اور کریم خدا ہے۔
معاویہ کی سبی حالت رہی اور یزید ایک لمحہ بھی ڈورنہ ہوں۔ اسی دوران معاویہ پر بار بار بے ہوشی طاری ہو جاتی تو ایک
قریشی عورت نے جو وہاں موجود تھی، کہا: معاویہ اب مر گیا ہے۔ تو معاویہ نے آنکھیں کھولیں اور کہا: اگر معاویہ مرا ہے تو
خوات کا پہاڑ غرق ہوا۔ پھر اپنے گلے میں لٹکائے تعمیذ کو کھینچا اور ڈور پھینک دیا۔

اس وقت یزید نے کہا: اب میری بیعت تم کر دتا کہ لوگ سنیں کہ مصلحت اسی میں ہے۔ اگر (نعوذ بالله) تم نے میری
بیعت حکم طور پر نہ لی تو خدا ہے کہ آل محمد سے دکھلیوں۔ معاویہ یہ بتیں ستارہاں لیکن خاموش رہا۔

دوسرے دن پروز بدھ کسی کو بھیجا اور امراء، مخلصین اور معززین اور دوستوں کو بلالیا۔ اپنے گران سے کہا: جب بھی آنا
چاہے آسکتا ہے کسی کو روکنا نہیں۔ لوگوں کو جب پتا چلا کہ اب معاویہ کے پاس جانے کے لیے کوئی مانع نہیں تو لوگوں نے آنا
شروع کر دیا۔ معاویہ کو سلام کرتے اور معاویہ کو غور سے دیکھتے اور واپس پلت جاتے تھے۔ لوگ خاک بن قیس (جو شہر کا
پاسبان اور داروغہ تھا) کے پاس آتے رہتے اور کہتے کہ ہمارا عظیم امیر بہت مشکل وقت گزار رہا ہے۔ یہ بیماری سے نہیں فوج
سکتے لہذا ان کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ کیا یہ مصلحت ہے کہ خلافت خاندان بنی امیہ سے باہر چلی جائے اور ابو تاب کی آل کے
حوالے ہو جائے۔ ہم ہر اس بات پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔

خاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ کے پاس کافی لوگ جمع ہو گئے اور کہتے تھے کہ تم تو امیر شام کے مخلص ساتھی تھی اب
اس کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ دیکھ رہے ہو، اب مصلحت یہ ہے کہ تم دونوں امیر شام کے پاس رہو اور اگر ضرورت ہو تو اس کو تلقین
کرو کہ خلافت اپنے بیٹے یزید کے لیے ہدیہ کر دے کہ ہم سب کی بھی خواہیں ہے۔

خاک اور مسلم دونوں معاویہ کے پاس آئے۔ سلام کے بعد کہا: امیر کا کیا حال ہے، کیا کوئی بہتری ہوئی ہے؟
معاویہ نے کہا: میں اپنے بہت زیادہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں لیکن پھر بھی اسی کی رحمت کا
امیدوار ہوں۔

ضحاک نے کہا: ایک بات میں اپنے امیر سے کرتا ہوں کہ لوگوں نے جب امیر کی حالت دیکھی ہے تو وہ بہت پریشان ہیں اور مشکل میں پڑ گئے ہیں، اختلاف کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی تو آپ زندہ ہیں تو یہ حالات ہیں جب دنیا سے چلے گئے تو وہ معلوم کیا ہو گا۔

مسلم بن عقبہ نے کہا: لوگوں کے دل یزید کو خلیفہ بنانے کے لیے تیار ہیں اور تمام اس سے محبت کرتے ہیں۔ امیر شام کی یزید کے بارے میں پریشانی ڈور ہو گئی۔ اے امیر! آج مصلحت ہی ہے کہ دنیا سے جانے سے کوئی بات نہ کرو اور یزید کی خود بیعت کرو اور اس کام کو پایہ تھجیل تک پہنچاؤ۔

معاویہ نے کہا: مسلم تم نے بالکل درست کہا، میرے دل میں عرصہ دراز سے یہ آرزو ہے کہ یزید میرے بعد خلیفہ ہو اور کاش کہ یہ خلافت میرے خاندان میں قیامت تک رہے اور ابوطالبؑ کی اولاد کو میری اولاد پر کبھی غالب نہ کرنا لیکن آج بدھ ہے اور جو کام بدھ کو کیا جائے تو اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔ کل تک وقف کر کہ مجھے کچھ طاقت ہو اور میں یہ کام مکمل کر سکوں۔

ضحاک اور مسلم نے کہا: لوگ جمع ہیں آپ کی اقامت کے باہر کھڑے ہیں، وہ واپس نہیں جاتے جب تک تو یزید کی بیعت نہ کرے گا۔

معاویہ نے کہا: جو لوگ باہر کھڑے ہیں ان کو اندر بھیجو۔

ضحاک اور مسلم باہر آئے، لوگوں سے ستر (۷۰) آدمی معروف چن کر معاویہ کے پاس بھیجے۔ وہ آئے، انہوں نے سلام کیا۔ معاویہ نے بہت کمزور آواز سے جواب دیا اور کہا: اے اہلی شام! مجھ سے راضی ہو؟ سب نے کہا: ہم خوش ہیں۔ آپ نے عمومی طور پر تمام اہل شام پر شفقتیں کیں جو کبھی فراموش نہیں ہوں گی، آپ نے ہم پر احسانات کیے۔ معاویہ کی تعریفیں کیں اور علیؑ کی توپیں کرتے رہے اور ذلت کی خاک اپنے اور اپنے منہ میں خود ڈالتے رہے کیونکہ نفس رسولؐ خدا کو گالی سکتے رہے اور معاویہ و یزید کی خوشنودی کے لیے انہوں نے بہشت کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا ہے اور کہا: علیؑ نے عراق سے شام کے لیے لٹکر سے حملہ کیا۔ ہمارے مردوں کو قتل کیا، شہریوں کو خراب حال کیا۔ اب اس کے بیٹوں کو ہمارا حاکم اور خلیفہ نہیں بننا چاہیے۔

پس ہماری مراد یہ ہے کہ یزید خلیفہ ہو اور ہم نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ ہم سب کی رضا مندی اسی میں ہے، اور اس کام میں ہماری جانیں بھی چلی گئیں تو کوئی حرج نہیں۔ ہمؓ نے والے نہیں، جان کی بازی لگادیں گے۔ معاویہ ان کی باتوں سے خوش ہوا اور انہم بھی اور اپنے نگران سے کہا: تمام لوگوں کو بلاو، لوگ بلائے گئے، کافی لوگ آئے اور معاویہ کی اقامت گاہ بھر گئی تو معاویہ نے کہا: اے لوگو! تم جانتے ہو کہ دنیا کی انتہا زوال ہے، ہر شخص کی عمر ختم ہو جانی ہے، آج میں زندگی کی آخری

سنس لے رہا ہوں، لیکن میرا دل اب بھی تمہارے لیے توبہ رہا ہے، تاکہ جس کو چاہو میں خلیفہ بنادوں اور خلافت کی تمام تر ذمہ داری اس کے اوپر ڈال دوں۔

تمام لوگوں نے با آواز بلند کہا: ہمیں یزید کے علاوہ کوئی خلیفہ نہیں چاہیے۔

معاویہ نے جب ان لوگوں کا مبالغہ دیکھا تو خحاک سے کہا: یزید کی بیعت کرو۔ خحاک نے بیعت کی، اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے یزید کی بیعت کی۔ پھر لوگ باری باری یزید کی بیعت کرتے جاتے۔ جب سب نے بیعت کر لی اور باہر چلے گئے تو معاویہ نے یزید کو بلا یا اور کہا: خلافت کا لباس پہنو۔ اس نے پہنانا، اس کے سر پر دستار رکھی، زورہ پہنانی، انگلی میں انگوٹھی پہنانی، عثمان کی خون آلو قمیص کو زورہ کے اوپر ڈالا، اپنے باپ کی توار حائل کی اور باہر آیا اور مسجد میں گیا اور منبر پر بیٹھ گیا اور خطبہ دیا اور زوال تک منبر سے نہ اتر۔ ہر قسم کی باتیں منبر پر کرتا رہا۔ باقی شامیوں سے بیعت لی۔ زوال کے وقت منبر سے اتر کر باپ کے سر ہانے آیا تو دیکھا کہ باپ موت کی سختی کی وجہ سے اپنے آپ میں لپٹا جا رہا تھا اور وہ عقل و ہوش میں نہ تھا۔ آدمی رات کو ہوش آیا، آنکھ کھولی تو یزید کو اپنے پاس بیٹھا پایا۔ پوچھا: بیٹا کیا ہوا؟

یزید نے کہا: مسجد میں گیا ہوں، منبر پر خطبہ دیا ہے۔ تمام لوگوں نے اپنی رغبت اور محبت سے میری بیعت کی اور خوش ہو کر وہ واپس چل گئے۔

معاویہ نے خحاک اور مسلم کو بلا یا اور کہا: میرے بستر کے سر ہانے کا غذہ ہے تو وہ نکالو۔ کاغذ نکال کر دیا تو اس پر معاویہ نے پہلے یزید کے نام پر کوئی چیز لکھی تھی لہذا اس لحاظ سے خحاک نے کاغذ لیا اور انھیں پڑھ کر سنایا۔

وصیتِ معاویہ برائے یزید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ! یہ عہدِ معاویہ ہے اپنے بیٹے کے ساتھ، میں اس کی بیعت کرتا ہوں اور خلافت اس کے حوالے کرتا ہوں تاکہ عدل و انصاف کی راہ پر چلا جاسکے۔ خلافت یزید کے حوالے ہے اور وہ اس کا امیر ہے اور اس سے کہا: اہل عدالت و رضا کی سیرت پر چلنا ضروری ہے اور مجرموں کو جرم و جنایت کے مطابق سزا دینا۔ اہل علم و صلاح کو اچھا سمجھنا اور ان پر احسان کرنا، دیگر عرب قبائل سے اور قبیلہ قریش سے خصوصاً رعایت کرنا اور اپنے دوستوں کو قتل کرنے والے سے دوسری اختیار کرنا اور مقتول مظلوم عثمان کی اولاد سے قرب اختیار کرے اور ان کو آلی ابوتاب پر مقدم رکھے اور بنی امیہ اور آل عبد الشمس کو بیٹی ہاشم پر مقدم رکھے۔

جس پر یہ عہد نامہ پڑھا جائے تو اس پر واجب ہے کہ یزید کو اپنا امیر سمجھ کر اطاعت کرے اور یزید کی انتباع کو پیش

بنائے۔ بس مر جا و اصل اور جو اس عہد نامے کا انکار کرے تو تکوار سے اسے سمجھا دیا جائے تاکہ یزید کی امارت اور خلافت کا اقرار کرے اور اس کا مطیع و فرمان بردار ہو جائے۔

پس اس عہد نامہ پر مہر لگائی اور ضحاک کو دیا اور کہا کل صبح منبر پر جا کر اس عہد نامہ کو لوگوں کے سامنے پڑھ دو تاکہ ہر چوٹا بڑا، کمزور اور شریف شخص اسے سنے۔

ضحاک نے کہا: ایسا ہی ہو گا۔

مؤلف کہتا ہے: تاریخ الحُجَّۃ کو فی میں معاویہ اور یزید کے درمیان ہونے والے مقالات اور گفتگو تفصیل سے موجود ہے اور اس میں سے چند فقرات ذکر کرتا ہوں۔

معاویہ نے یزید سے کہا: میں تیری خلافت کے بارے میں چار شخص سے خائف ہوں: قریش سے عبد الرحمن بن ابی

کفر، عبد اللہ بن عمر خطاب، عبد اللہ بن زییر اور حسین بن علی بن ابی طالب۔

عبد الرحمن: اسے عورتوں سے زیادہ دلچسپی ہے اور دسوں اور ساتھیوں سے گپ شپ میں خوش رہتا ہے۔ جو کام اس کے دوست کرتے ہیں یہ بھی وہی کرتا ہے۔ حورتوں کو دیکھنا اس کا پسندیدہ کام ہے۔ وہ جو کرتا ہے اسے چھوڑ دیوں کہ اس کے باپ کی فضیلت معروف ہے، اس لیے اس سے زندگی کا برداشت کرو۔

عبد اللہ بن عمر بہت نیک اور تاریک دنیا ہے، سیرت پدر پر چلا ہے، جب اسے دیکھو تو میرا اسلام کہہ دینا اور اسے عطا یا اور پڑایہ دے کر رعایت کرنا۔

عبد اللہ بن زییر سے زیادہ ڈرتا ہوں کیونکہ وہ سخت، چالاک اور حیله باز ہے۔ ضعیف رائے والا ہے، صبر اور ثبات رکھنے والا ہے۔ کبھی تو تیرے اور پر شیر تیز کی طرح چنگھاڑتا ہوا حملہ آور کبھی اور مڑی کی طرح بڑی مکاری سے تیرے قرب آئے گا۔ اس کے ساتھ وہ رویہ رکھو جو وہ تمہارے ساتھ رکھے مگر جب وہ رغبت کرے تو تیری بیعت کرے۔ اس وقت اسے نیک سمجھو اور مطمئن ہو جاؤ۔

ہاں حسین ابن علیؑ آہ آہ! یزید کیا کہوں۔ ان کا خاص خیال رکھنا، ان کو ناراض نہ کرنا، جہاں جانا چاہیں انہیں منافع نہ کرنا لیکن کبھی کبھی تحدید کرتے رہنا، خبردار انہیں تکوار نہ کھانا اور نہ لکھانا جس قدر ہو سکے ان کا احترام کرنا۔ اگر اہل بیتؑ کوئی شخص تیرے پاس آئے تو اسے بہت زیادہ ہدایہ دینا اور اسے راضی، خوشی اور خوش دل واپس پہنچانے۔

یہ اہل بیتؑ ہیں جو عظمت اور عزت بلند سے زندگی گزارنے والے ہیں۔ ایسا نہ کرنا کہ تو رب کے پاس پہنچنے تو تیری گروں پر امام حسینؑ کا خون ہو۔ خبردار، خبردار امام حسینؑ کو پریشان نہ کرنا اور ان سے کسی اعتراض پر ان کو تکلیف نہ دینا کیونکہ وہ

فرزید رسول ہیں، حق رسول کا خیال کرنا۔

اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میرے سامنے امام حسین نے جو سخت سے سخت بات بھی کی میں نے اس لیے تحمل کیا کہ وہ فرزید رسول ہیں۔ اس بارے جو مجھ پر واجب تھا میں نے کہہ دیا ہے، تجھے ان مشکلات سے خبردار کیا ہے اور ذرا رایا ہے۔ پس معاویہ نے ضحاک اور مسلم کی طرف توجہ کی اور کہا: میں نے یزید کو جو شخصیں کی ہیں تم دونوں ان پر گواہ رہنا۔ خدا کی قسم! اگر حسین دنیا کی ہر بہترین چیز خود لے اور دنیا کی بدترین چیز مجھے دے تو میں پھر بھی تحمل کروں گا اور میں ایسا شخص بھی نہ ہوں گا کہ مر جاؤں تو میری گردن پر حسین کا خون ہو۔

اے بیٹے! میری وصیت کو سنا ہے۔ یزید نے کہا: ہاں سنائے۔ پھر اس کو چند شخصیں کیں اور ایک ٹھنڈی سانس لی اور وہ بنے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہا: آه! جَاءَ الْحُقْقُ وَرَأَهُقُ الْبَاطِلُ۔ پھر انھی کھڑا ہوا اور یہ مناجات پڑھیں۔ پھر اپنے اہل بیت اور اپنے چچا زاد بھائیوں کی طرف دیکھا اور کہا: اللہ سے ڈرنا کیونکہ اللہ سے ڈرنا ہی عقیدے کا استحکام ہے۔ ہائے افسوس اس پر جو اللہ تعالیٰ کے عتاب سے نہ ڈرے۔ پھر کہا: میں ایک مرتبہ خدمتِ مصلحتی میں بیٹھا تھا، حضرت ناخن اٹا رہے تھے۔ میں نے چند ناخن اٹھائے اور شیشی میں آج تک ان کو مخنوظ رکھا ہوا ہے۔ جب میں مر جاؤں اور مجھے نسل و کفن مل جائے تو ان ناخنوں کو میری آنکھ، کان اور منہ پر رکھا جائے، پھر میری نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور دفن کر دیا جائے۔ میرا معاملہ خدا کے حوالے ہو گا۔ معاویہ اس کے بعد کچھ نہ بولा۔

یزید بھی انھی کراہ چلا گیا اور شام کے ایک مقام ”حوالان شیہی“ پر شکار کے لیے چلا گیا۔ ضحاک کو یزید نے کہا: میں شکار پر جا رہوں اور تم مجھے میرے بابا کے حالات کی خبر دیتے رہنا۔ دوسرے دن معاویہ مر گیا۔ یزید اس کے پاس موجود تھا۔ معاویہ کی بادشاہی کا دو راتیں ۱۹ سال اور تین ماہ کا تھا۔ وہ دمشق میں مر گیا اور روزِ وفاتِ رجب، بروز اتوار، ۲۰ جمیری اور ۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

یزید کا خلیفہ بن کر پہلا خطاب کرنا

تاریخ اعظم کوئی میں ہے کہ معاویہ کے مرنے کے بعد ضحاک باہر آیا۔ اس نے معاویہ کی جوتیاں اٹھائی ہوئی تھیں اور کسی سے بات نہ کی، حتیٰ کہ مسجدِ عظم میں آیا، لوگوں کو بلایا، منیر پر گیا۔ حمد و شانہ کے بعد کہا: اے لوگو! معاویہ فوت ہو گیا ہے اور فنا کا شربت پی لیا ہے۔ یہ اس کی جوتیاں ہیں ابھی ان کو دفن کریں گے، تم لوگ ظہر کی نمازوں اور دیگر نمازوں میں آئیں۔ پھر وہ منیر سے اُترا اور یزید کو یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ! حَمْدُ شَنَا اسْخَانِ خَداَ کی جس کی صفتِ بقا ہے اور صفتِ فنا بندوں کے لیے ہے۔ اس نے فرمایا ہے:
 کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورہ حسن، آیہ ۲۶)
 ضحاک تمہیں خلافت رسول کی مبارک دیتا ہے کہ تمہیں آسانی سے خلافت مل گئی اور تعزیرت پیش کرتا ہے کہ معاویہ
 وفات پا گئے انا اللہ وانا الیہ راجحون!

جب یزید کو اس مضمون خط سے اطلاع ہوئی تو وہ بہت جلدی واپس آئیں، تاکہ لوگوں سے دوبارہ اپنی خلافت کی
 بیعت لیں۔ والسلام۔

جب یہ خط یزید کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا تو اس نے فریاد کی اور رونے لگا۔ کچھ وقت روتا رہا۔ پھر کہا۔ گھوڑوں
 کو لگا میں ڈالیں، زینیں رکھیں اور دشمن کی طرف روانہ ہوں۔ وہ وفات معاویہ سے تین دن کے بعد دشمن پہنچا۔
 لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور وہ روایا اور سینہ صاحب اپ کی قبر پر آیا اور بیٹھ گیا اور بہت روایا اور لوگ بھی اس کی موافقت
 میں روتے تھے اور ایک بزرگ بند جس کو معاویہ نے بنایا تھا کی طرف دیکھا۔ اس وقت یزید نے سیاہ ریشم کی پکڑی باندھی ہوئی تھی
 اور باپ کی تکوار جماں کی ہوئی تھی۔ پھر اس بزرگ بند کے پاس آیا۔ لوگ بھی اس کے دامیں باکیں تھے۔ جب اس گنبد میں آیا تو
 یہاں بہت سے لباس دیکھے جو ایک دسرے پر پڑے ہوئے تھے۔ یزید ان پر بیٹھا اور لوگ اس کو مبارک یادوںے رکھے تھے اور
 باپ کی تعزیرت کر رہے تھے۔

پھر یزید نے کہا: اے اہل شام! تمہیں بشارت ہو کہ ہم حق اور دین کے ناصر ہیں اور خیر و معاشرت ہم ہی ہیں۔ جان لو
 کہ غقریب میرے اور اہل عراق کے درمیان ایک جنگ ہو گی، کیونکہ میں نے پچھلی راتوں میں خواب میں دیکھا ہے کہ میرے
 اور اہل عراق کے درمیان خون کی ندی پہنچ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ندی سے گزر جاؤں لیکن نہ گزر سکا تو عبد اللہ بن
 زیاد میرے آگے لگا اور وہ ندی سے گزر گیا اور میں دیکھتا رہا۔

اکابرین شام نے کہا: ہم سب جنگ کے لیے تیار ہیں، تمہارے حکم بلکہ اشارہ کے تابع ہیں، جس طرف اور جب حکم
 کرو گے ہم اور چلے جائیں گے۔ اہل عراق ہمیں جانتے ہیں جو تلواریں صفتیں میں تھیں وہی ہمارے ہاتھ میں ہیں۔

یزید نے کہا: مجھے اپنی جان اور سر کی قسم کہ اسی طرح ہے۔ میں نے اپنے امور تمہارے اوپر سے اٹھا لیے ہیں۔ میرا
 باپ تمہارے اوپر مہربان تھا اور عرب میں میرے باپ سے زیادہ کوئی تھی، مروٹ والا اور خاصؑ اور بزرگوار نہ تھا۔ وہ بلا غست کا
 بادشاہ تھا، اس کی بات میں کبھی لکھت نہ تھی اور آخر دم تک وہ ایسے رہا۔

سب سے دُور واقع آخری صفت میں سے ایک شخص نے آواز دی: اے شہزاد، تو نے جھوٹ بولा ہے۔ ہرگز معاویہ

ان صفات کا مالک نہ تھا۔ یہ اوصاف تو محمد مصطفیٰ کی ہیں اور تو اور تیرا خانوادہ ان صفاتی حشرے سے آشنا تک نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص کی یہ بات سنی تو بڑھ ہو گئے لیکن اس شخص نے اپنی جان کے خطرے کے پیش نظر اپنے آپ کو اجتماع سے ایک طرف کر لیا۔ اس لیے جس قدر تلاش کی وہ شخص نہ مل سکا تو لوگ خاموش ہو گئے۔ ایک شخص یزید کا دوست مسی عطا بی بن ابی صفین اٹھا اور کہا: اے امیر! شنوں کی باتوں سے پریشان نہ ہوں، مطمئن رہیں کہ خدا نے تمہیں اپنے باپ کے بعد خلافت عطا کی ہے۔ تم ہمارے خلیفہ ہو اور تمہارے بعد تمہارا بیٹا معاویہ خلیفہ ہو گا۔ ہمیں تم اور تمہارے بیٹے سے افضل کوئی شخص نظر نہیں آتا۔

یزید نے اس شخص کی تعریف کی اور اس کو عطا کی پھر وہ اٹھا اور حمد و شکر کی اور رسول پاک پر درود بھیجا اور کہا: اے لوگو! معاویہ ایک بندہ تھا اور خدا نے اس کو اپنے پاس بلا لیا ہے۔ اس کے بعد والے موجود ہیں اور ہیں گے، اگرچہ وہ ایسا خلیفہ نہ تھا جس طرح اس سے پہلے تھے۔ میں اس کی تعریف نہیں کرتا کیونکہ خدا بہتر جانتا ہے اگر اس کے وہ گناہ معاف کروے تو اس کی رحمت کے کمال سے یہی نہیں اور اگر اس کو عتاب کرے تو بھی امید ہے کہ آخر رحمت فرمائے گا۔ آج میں خلیفہ ہوں، اپنے حق کے مطالبہ میں تقصیر نہیں کروں گا اور جہاں تک ممکن ہو اخلاف کے امور کو اضافہ و عدل کی راہ پر چل کر چلاوں گا۔ والسلام! یہ کلمے کہے اور بیٹھ گیا۔ لوگوں نے آوازیں دیں: سَيِّدُنَا وَأَطَّعْنَا، اے امیر! ہم تجدید بیعت کرتے ہیں۔ یزید نے کہا: خراز کا دروازہ کھولو! دو اور تمام امراء، شخصیات، اکابر، معروف حضرات، کنز و اور شریف شہام کو وافر مقدار میں مال ہدایہ کریں۔ پس یزید نے اطراف کو خطوط لکھے اور اپنی بیعت کا مطالبہ کیا۔

یزید کے ظلم کی ابتداء اور مدینہ کی طرف خط

تاریخ فتوح کے مطابق اس وقت مردان و ائمہ مذینہ تھے۔ یزید نے حکومت سنبھالتے ہی اسے معزول اور اپنے چچا زاد ولید بن عقبہ کو ولی مذینہ مقرر کر دیا لیکن بعض موئیین ولید کو از طرف معاویہ حاکم مذینہ بنانا لکھتے ہیں۔ البتہ اس پر تمام موئیین کا اتفاق ہے کہ یزید نے خط ولید بن عقبہ کو لکھا اور اس میں تاکید کی کہ حضرت امام حسین بن علی اور عبداللہ بن زیر اور عبداللہ بن عمر سے بیعت لیں اور ان کو ملتزم بنائیں۔

یزید کے خط کا متن

اما بعدها فَإِنَّ مَعَاوِيَةَ كَانَ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَكْرَمَهُ اللَّهُ وَأَسْتَخَلَفَهُ وَخَوَّلَهُ وَمَكَنَّ
لَهُ ، فَعَاشَ بِقَدَمِهِ وَمَاتَ بِأَجَلِ فَرِحَمَهُ اللَّهُ فَقَدَ عَاشَ مَحْمُودًا وَمَاتَ بِرَّا تَقْيَى

وَكَتَبَ إِلَيْهِ فِي صَحِيفَةٍ

اَمَا بَعْدًا فَخُذْ حُسَيْنًا وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الرُّبِّيرِ بِالْبَيْعَةَ اَخْذًا شَدِيدًا
لَيَسْتَ فِيهِ رُخْصَةٌ حَتَّى يُبَيِّعُوا وَالسَّلَامُ

”اے ولید! معاویہ اللہ کے بنوں سے تھا، خدا نے اس کو روئے زمین کی خلافت دی۔ اب وہ فوت ہو گیا ہے۔ اچھی سیرت کا مالک تھا اور مجھے اپنی زندگی میں ولی عہد بنا یا۔ جب میرا خط پڑھو تو امام حسین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر سے ضرور بیعت لو اور ان کو کوئی ذہل نہ دو..... وَالسَّلَامُ!

ولید کارروان سے مشورہ

جب ولید خط سے مطلع ہوا تو وہ خوف زده اور وحشت زده ہو گیا اور خط پر عمل کرنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ اس مشکل سے نجات کے لیے مروان سے مشورہ کیا اور کہا: ان تین شخصوں سے بیعت میں کیا مصلحت ہے؟

مروان نے کہا: مناسب یہ ہے کہ ان کو معاویہ کی موت کی خبر نہ دو اور ان کو بلا وہ بیعت ریزید کا کہو۔ اگر انہوں نے قبول کیا تو تھیک ورنہ ہر تین کو قتل کر دے۔ اگر معاویہ کی موت سے وہ باخبر ہو گئے تو خلافت کے طبل بجائیں گے اور عوام کو اپنی بیعت کے لیے بائیں گے اور کام بہت مشکل ہو جائے گا۔ البته عبداللہ بن عمر کو مستثنیٰ کرو کیونکہ وہ صلح پسند شخص ہے جنگ و جدال کے خلاف ہے۔ وہ خلافت حاصل کرنے کے لیے خون ریزی کرنے والا نہیں۔ ہاں اگر سب لوگ یک دل اور یک زبان ہو کر خلافت ان کے حوالے کریں تو پھر طالب خلافت ہیں اور خوشنود ہوں گے۔

پس اب مصلحت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کو چھوڑ دے اور امام حسین اور عبداللہ بن زبیر کو بلا وہ، ان سے بیعت لو اور تم جانتے ہو کہ حسین کبھی بیعت نہ کریں گے اور کام جنگ تک پہنچے گا۔ اور خدا کی قسم! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو حسین سے بات نہ کرتا بلکہ اس کی گردان اڑا دیتا اور اس کام میں مجھے کچھ بھی ڈر اور خوف نہ ہوتا۔

ولید نے سر جھکایا اور ایک گھنٹہ تو وحشت زده ہو کر زمین کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر سر بلند کیا اور کہا: کاش! مجھے ماں نے پیدا کیا ہوتا، پھر بہت رویا۔

مروان نے کہا: اے امیر مدینہ! پریشان نہ ہوں بلکہ یزید کے حکم کا اجرا کرنے کی ہمت کریں۔ ابوترابؑ کی اولاد ہماری پرانی دشمن ہے۔ عثمان کو انہوں نے قتل کیا ہے۔ معاویہ سے جنگ کے درمیان انہوں نے ہمارا خون بھایا ہے۔ اگر ہم نے اس کام میں جلدی نہ کی اور حسین موت معاویہ کے والوں سے مطلع ہو گئے تو پھر ان پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا اور تیری عزت یزید

کے نزدیک کم ہو جائے گی۔

ولید نے کہا: ان باتوں کو چھوڑ دو اور اولاد فاطمہ کے حق میں اچھائی کے علاوہ کچھ نہ کہو کیونکہ وہ فرزند پیغمبر ہیں۔

بہر صورت ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے جوان کو امام حسین اور عبد اللہ بن زیر کو بلا نے کے لیے بھیجا۔ اس نے مسجد میں امام حسین کو پیغام پہنچایا۔ فرمایا: تم جاؤ ہم ولید کے پاس آ جائیں گے۔

ابن زیر نے امام حسین سے کہا: ولید ہمیں کیوں بلا نہ چاہتا ہے؟

حضرت امام نے فرمایا: معاویہ مر گیا ہے، ولید چاہتا ہے کہ معاویہ کی موت کی خبر پہلے سے پہلے ہم سے یزید کی بیعت کرائے۔ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ معاویہ کا منبر سنگوں ہو گیا اور اس کے گمراہ گئی ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ معاویہ مر گیا ہے۔

ابن زیر نے عرض کیا: میراگماں یہ بھی ہے تو اب آپ کی کیارائی ہے؟

امام نے فرمایا: میں چند جوان ساتھ لے جاؤں گا، ان کو دروازے پر رُوك کر خود اندر ولید کے پاس چلا جاؤں گا۔

ابن زیر نے عرض کیا: میری جان قربان ہو، مجھے ذر ہے کہ مبارا آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔

حضرت امام نے ایسی کلام فرمائی کہ جس سے اُسے تسلیم حاصل ہوئی۔ ابھی با تیس کر رہے تھے کہ ولید کی طرف سے

پھر قاصد آگیا۔

حضرت امام حسین نے فرمایا: کوئی اور آئے یا نہ آئے میں آ جاؤں گا۔ ولید کا قاصد واپس گیا اور امام کا جواب بتایا۔

مروان نے کہا: حسین نے دھوکا کیا ہے وہ نہیں آئیں گے۔

ولید نے کہا: اس طرح حسین دھوکا دینے والے نہیں ہیں۔ حضرت امام حسین نے چند جوان اپنے ساتھ لے اور انہیں فرمایا: ولید نے مجھے طلب کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ مجھے ایسا کام کہے گا جو نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی میں اس کے مکر و فریب سے مطمئن نہیں ہوں۔ تم اسلحہ اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو، تم دروازے پر رُوك جانا اور میں اندر جاؤں گا۔ اگر میری آواز بلند ہو تو اندر آ جانا اور اس کو قتل کر دینا۔

پھر حضرت امام حسین ولید کے پاس گئے۔ جب اندر پہنچے تو مروان بھی بیٹھا تھا۔ امام نے فرمایا: صلح رحم بہتر ہے قطع رحم سے۔ میں نے تمہیں ایک دوسرے کے معاوفت اور دوست دیکھا تو دل خوش ہوا ہے۔ خدا ہمیشہ تمہارے درمیان اصلاح فرمائے۔ انہوں نے امام کے اس کلام کا جواب نہ دیا بلکہ ولید نے معاویہ کی موت کی خبر دی تو حضرت نے کلمہ استرجاع (اناللہ وانا الیہ راجعون) پڑھا۔

پھر ولید نے بیعت کے متعلق یزید کا خط پڑھنیا تو حضرت نے فرمایا: تو مخفیانہ بیعت پر راضی اور قافع نہ ہوگا۔ پس بہتر ہے کھلے عام بیعت کروتا کہ تمام لوگوں کو پڑھ چلے لہذا صحیح ہوگی جو مناسب ہو گا وہ کریں گے۔ چونکہ ولید صلح پسند بندہ تھا اس نے کہا: خدا کے لیے بیعت کے لیے آئیں۔

مروان مردود نے کہا: خدا کی قسم! اگر حسینؑ بغیر بیعت کے چلے گے تو ان پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے جب تک تھلی عام نہ ہو جائے۔ ابھی حسینؑ کو پابند کرو اور بیعت کرو، اگر بیعت کریں تو تمہیک ورنہ قتل کر دیں۔

اس وقت امام حسینؑ نے مروان سے فرمایا:

يَابُنُ الزَّرْقَاءِ اتَّقْتُلْنِي أَمْ هُوَ كَذَبٌ

”اے گندھی آنکھ والی عورت کے بیٹے! تو مجھے قتل کرے گا یاد یہ جھوٹ ہے تم میں سے کسی کی یہ
جرأت نہیں۔“

پھر حضرت نے ولید سے فرمایا: ہم رسالت و نبوت کے اہل بیت اور ملائکہ کے نزول کا محل ہیں۔ مثیلی لا یُبَايِعُ مثلَ يَزِيدَ، ”مجھے جیسا شخص یزید جیسے شخص (شراب خور، فاسق، فاجر) کی بیعت کیسے کر سکتا ہے۔“ اور پھر اپنے جوانوں کے ساتھ واپس گھر آگئے۔ مروان نے ولید سے کہا: تو نے میرا کہنا نہیں مانا اور اس کو قتل نہیں کیا اب ان پر تیر ہاتھ ڈالنا مشکل ہے۔

ولید نے کہا: افسوس تم پر ہے، کسی اور کو ملامت کر۔ مجھے اس کام کی رہنمائی کرتا ہے جس میں میری دینی ہلاکت ہے۔ ہرگز مجھے پسند نہیں کہ ان کو قتل کروں اور اگر بیعت کا انکار کریں تو بھی ان کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کی قسم! وہ تو اطاعت خدا کا میزان ہیں۔ اگر کوئی ان کے خون سے ہاتھ آ لودہ کرے تو خدا کے نزدیک وہ مردود ہے۔

مروان چونکہ ان باقوں کا قائل نہ تھا لہذا اس نے ان پر لیکن نہ کیا لیکن مجبور آدمیاں اور تنخیر کے طور پر تائید کر دی۔ مؤلف کہتا ہے: ولید اور امام حسینؑ اور مروان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ستائیں رجب کی رات تھی۔ حضرت گھر آئے تاکہ کل دوبارہ بیعت کے لیے ولید کے پاس جائیں۔

تاریخ اعظم کوفی نے ولید، مروان اور امام حسینؑ کے درمیان گفتگو کو یوں نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا: مجھے اس وقت دربار میں کیوں بلا�ا ہے؟

ولید نے کہا: یزید کی بیعت کے لیے جس کی بیعت تمام مسلمانوں نے کر لی ہے اور اس پر راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ کام بہت بڑا ہے مخفیانہ ہونا تمہارے لیے مفید نہیں۔ کل دوسرے لوگوں سے بیعت لو پھر ہم بھی

آئیں گے اور جو مناسب ہوا کریں گے۔

ولید نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نے اچھی بات کی اور میرا بھی بھی لگان تھا، اب واپس جائیں تاکہ کل مسجد میں لوگ جمع ہوں۔

مروان نے کہا: اے امیر! تو بھول گیا ہے، ان کو نہ چھوڑ بلکہ قید کرو یا اپنے پاس بٹھا لو اور گردن اڑا دو کیونکہ آر حسین یہاں سے چلے گئے تو پھر ان پر قادر نہ ہوگا۔

امام حسینؑ نے جلال میں آ کر فرمایا: کس شخص کی جرأت ہے کہ میرے بارے میں تند نظر کرے، اے بد کارہ عورت کے بیٹے! تو میری گردن اڑانے والا ہے اُنھوں اور مجھے قتل کر۔

پھر ولید سے امامؑ نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ ہم اہل بیت رسالت، رحمت کا محل اور ملائکہ کے نزول کا مقام ہیں؟ اور وہ شرابی، فاسق و فاجر ہے۔ میں کل صحیح آؤں گا اور جو کہنا ہوگا لوگوں کے سامنے کہوں گا۔

امامؑ نے یہ کلمات بلند آواز سے کہے، امامؑ کے ساتھی تلواریں نیا مون سے نکال کر اندر جانے والے تھے کہ امامؑ باہر آ گئے اور ان کو روک لیا اور واپس گھر چلے گئے۔

مروان نے ولید سے کہا: تم نے میری بات نہیں سنی اور حسینؑ کو قید نہیں کیا اب وہ ہماری گرفت سے نکل گئے ہیں۔

اب وہ ہمارے ہاتھ نہیں آ سکتے۔ خدا کی قسم! اگر ان کو قید یا قتل کر دیتے تو غوغاء اور شور شرابے سے نجات مل جاتی۔

میں بات ہو رہی تھی کہ ایک شور بلند ہوا اور مدینہ والوں کا ایک گروہ ولید کے پاس آیا اور کہا: عبد اللہ بن مطیع کو کس جرم میں قید کیا ہوا ہے؟ ابھی حکم دو اور اسے آزاد کرو ورنہ ہم خود ان کو زندان سے رہا کرایتے ہیں۔

مروان نے کہا: اے یزید کے حکم سے قیدی کیا ہے، اور مصلحت یہ ہے کہ ہم اور آپ یزید کو خط لکھتے ہیں جو اس نے جواب دیا اس پر عمل کریں گے۔

ابو جہنم حذیفہ العدی نے کہا: ہم خط لکھیں اور خط شام پہنچ اور پھر جواب آئے تو کیا اتنے دنوں تک وہ قید میں رہیں گے؟

عبد اللہ بن مطیع کے رشتہ دار اٹھے اور کہا: ہم اس کو قید میں کسی صورت نہیں رہنے دیں گے۔ پس وہ زندان میں آئے اور عبد اللہ بن مطیع کو زندان سے آزاد کرایا اور کوئی شخص ان کے آگے مانگ نہ ہو۔

ولید اس بے حرمتی سے پریشان ہوا، ارادہ کیا کہ یہ حالت یزید کو لکھے اور بنی عدی کی شکایت کرے لیکن بعد میں مصلحت کی وجہ سے خط نہ لکھا۔ ہر صورت دوسرے دن امام حسینؑ اپنے گھر سے باہر آئے تاکہ معلوم کریں کہ حالات کیسے ہیں؟

مروان آپ کو راستے میں ملا اور کہنے لگا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں اور اس میں صرف آپ کی بہتری چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یزید کی بیعت کر لیں تاکہ کوئی تکلیف اور مشقت نہ دیکھیں اور اس کے علاوہ فتنہ کی آگ بھی بجھ جائے گی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: انا لله وانا اليه راجعون، آج اسلام اس قدر کمزور ہو گیا ہے اور مسلمان مصیبت میں بیٹھا ہو گئے ہیں۔ اے مروان! یزید کوں ہے کہ تو اس کی بیعت کا مطالبہ کرتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ شریانی، رانی، فاسق اور فاجر ہے۔ تیری نصیحت بہت بُری اور بلا سود ہے۔ میں تیری اس نصیحت پر جو ہزار ملامت سے بدل تھے، تیری ندمت نہیں کرتا کیونکہ تجوہ سے یہی توقع ہے۔ تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا کہ رسول خدا نے تجوہ پر لعنت کی تھی۔

اے دشمن خدا! تو نہیں جانتا کہ ہم رسول کے اہل بیت ہیں اور ہمیشہ ہماری زبان پر حق جاری رہا ہے اور جدہ احمد محمد مصطفیٰ نے فرمایا: ”خلافت آل سفیان پر حرام ہے۔“ جب معاویہ کو منبر پر دیکھو تو پیٹ پھاڑ دو۔ خدا کی قسم! اہل مدینہ نے معاویہ کو منبر پر سیخا دیکھا اور کچھ نہ کہا اور امیرے جد کے کلام کا احترام نہ کیا لہذا خدا نے ان پر یزید کو مسلط کر دیا۔ مروان کو امام کی باتوں پر غصہ آیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! میں آپ کا چیخنا نہیں جھوڑوں گا جب تک آپ یزید کی بیعت نہیں کرتے۔

امام نے فرمایا: اے پلید و دوہو جاؤ! ہم اہل بیت طہارت ہیں اور خدا نے ہماری شان میں فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَهِّبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا

مروان نے سر جھکا لیا اور کچھ نہ بولا۔ پھر امام نے چند جملے مروان مددو د کی ندمت اور ملامت کے لیے فرمائے کہ وہ غصہ میں آگیا اور ولید کے پاس گیا اور اسے تمام گفتگو شناہی۔ پھر اس گفتگو کو یزید کی طرف لکھا گیا۔

عبداللہ بن زییر کا فرار اور عبد اللہ بن مطیع کا گرفتار ہونا

اس خط کے یزید کی طرف روکنے کے بعد ولید نے عبد اللہ بن زییر کو بلا یا تو عبد اللہ بن زییر نے کہا: میں خود ولید کے پاس آ جاؤں گا اور ویسے کروں گا جیسے امیر کا حکم ہے۔ ولید کو قاصد نے عبد اللہ کا پیغام دیا۔ ولید نے دوبارہ قاصد کیجبا اور کئی بار بھیجا اور آخری بار ولید کے غلاموں سے کہا: اے عبد اللہ آؤ اور امیر کی بیعت کرو ورنہ وہ تمہیں قتل کروادے گا۔

عبد اللہ کا بھائی جعفر ولید کے پاس آیا اور عرض کیا کہ عبد اللہ کی طلب میں جلدی نہ کرے تو ولید نے عبد اللہ کے نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ جعفر نے کہا: چونکہ آپ کے مامورین بار بار ان کے پیچھے گئے ہیں اس لیے عبد اللہ کو شک پڑ گیا ہے اور وہ ذرگیا

ہے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ آج صبر کریں اپنے مامور واپس بلا لیں تو کل وہ خود آپ کے پاس آ جائے گا۔ ولید نے کہا: یہ ٹھیک ہے مجھے اور تیرے بھائی جیسوں کے لیے خدا نے فرمایا ہے: لَنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ، الَّذِيْسَ الصُّبْحُ بِقَدِيرٍ (سورہ ہود، آیہ ۸)

پس اپنے مامور واپس بلا جائے۔ جب رات ہوئی تو عبد اللہ بن زبیر نے اپنے بھائیوں کو بلایا اور کہا: مناسب یہ ہے کہ آج رات ہم یہاں سے نکل کر مکہ چلے جائیں۔ تم معروف راستے سے جاؤ اور میں غیر معروف راستوں سے آؤں گا کیونکہ مجھے یقین ہے ولید مامورین کو بھیجے گا جب مجھے گھر میں نہ پائیں گے تو تلاش پر نکلیں گے اور میری تعقیب کریں گے لہذا میں غیر معروف راستوں سے سفر کرتا ہوں۔

عبد اللہ کے بھائی شاہراہ اعظم پر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور عبد اللہ اپنے بھائی جعفر کے ساتھ مدینہ سے غیر معروف راستوں کے ذریعے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

دوسرے دن ولید نے عبد اللہ کو بلایا تو اسے گھر میں نہ پایا تو معلوم ہوا کہ وہ فرار کر گیا ہے۔ ولید کو غصہ آیا اور مروان نے کہا: جب امیر نصیحت کرنے والوں کی صحیت کو قول نہ کرے اور مصلحت انہیں کا خیال نہ کرے تو ہمیں ہوتا ہے۔ عبد اللہ مکہ کے علاوہ کہیں نہیں جاسکتا۔ اب اس کی گرفتاری کے لیے افراد بھجوٹا کا سے گرفتار کر لائیں۔ چنانچہ ۸۰ افراد گھر سوار بی امیہ کے ایک شخص کی سالاری میں بھیجے گئے تاکہ جہاں بھی اُسے دیکھیں گرفتار کر لائیں۔

ان لوگوں نے بہت گھوڑے دوڑائے لیکن اس کو نہ پاسکے۔ ولید اس دن ابن زبیر کی گرفتاری کی مصروفیات کی وجہ سے امام کی ملاقات سے متصرف ہو گیا۔ سارا دن گھوڑے دوڑانے کے باوجود ابن زبیر گرفتار نہ ہو سکا۔ ولید پریشان ہوا اور چند مامورین کو بھیجا کہ ابن زبیر کے رشتہ داروں اور غلاموں کو گرفتار کر لائیں اور قید کر دیں۔

ابن زبیر کے چاراً دس سوی عبد اللہ بن مطیع کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ اس وقت ابن زبیر کا ایک رشتہ دار عبد اللہ بن عمر کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا: ولید نے عبد اللہ بن مطیع کو بے گناہ قید کر دیا ہے اور آپ اسے نجات دلائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم خود جا کر جنگ و جدال کر کے اُسے آزاد کر لائیں گے اور اگر ہم مارے گئے تو بھی پروانہیں۔

عبد اللہ بن عمر نے کہا: جلدی نہ کرو اور شور و غل نہ کرو تاکہ ہم سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں۔ پس مروان کو بلایا اور اسے بہت نصیحت کی اور کہا: ظلم و ستم کرنا چھوڑ دوتا کہ خدا تمہاری مدد کرے۔ عبد اللہ بن مطیع کو کس جرم میں قیدی بنا لیا ہے؟

انہی حالات میں یزید کا جواب (ولید و مروان کے خلاف) پہنچا جس کا متن یہ تھا کہ تمہارا خط پہنچا، مطلب معلوم ہو گیا ہے۔ جنہوں نے بیت میں رفتہ کی ان کا پتہ چل گیا ہے۔ عبد اللہ بن زبیر کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ پکڑا جائے گا۔ لامڑی

چاند سے کہاں چھپ سکتی ہے اور امام حسینؑ کا حال بتاؤ۔ اگر ویسا کرو جیسا میں نے لکھا تو بہت انعام ملے گا۔ اس کے علاوہ تجھے اپنی افواج کا سالار بنا دوں گا تاکہ دولت و نعمت کا مالک بن سکو۔

جب خط ولید کے پاس آیا اور اس نے پڑھا تو بہت پریشان ہوا اور کہا: لَا حُوَّلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اگر زیاد مجھے تمام دنیا اپنی تمام حیزوں کے ساتھ دے تو بھی میں امام حسینؑ کے خون بھانے میں شریک نہ ہوں گا۔

امام حسینؑ کا روضہ رسولؐ پر امت کے مظالم کی شکایت کرنا

پہلے ہم نے کہا: حضرت امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے گھر تشریف لائے۔ جب رات ہوئی تو اپنے جدا مجدد کی مطہر و منور قبر کی زیارت کے لیے گئے اور عرض کیا:

اے نانا! اے رسول اللہ! میں حسین بن علیؑ آپ کا بیٹا اور آپؑ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ میں اس امت میں آپؑ کی بادگار ہوں۔ میری اطاعت کا آپؑ نے حکم دیا گواہ رہنا کہ امت نے میری کوئی مدد نہ کی اور میری قدر ضائع کر دی۔ میری حرمت اور میری قرابت کا کوئی لحاظ نہ رکھا، اب میں شکایت لے کر آیا ہوں۔ پھر نماز میں مشغول ہو گئے اور صبح تک رکوع و سجود میں مصروف رہے۔

ولید نے تحقیق کے لیے کسی کو امام حسینؑ کے گھر بھیجا چونکہ آپؑ اپنے گھر نہ تھے تو ولید کو اطلاع دی تو ولید نے کہا: تمہیر خدا ہے کہ وہ اس شہر سے چلے گے اور ہم ان کے خون کے بارے میں مزید امتحان میں بٹلانا نہ ہوئے۔ حضرت صبح کو گھر پہنچے، دوسری رات جناب مصطفیٰؐ کی مقدس تربت پر آئے اور کئی رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فراغت کے بعد حق سبحانہ سے مناجات کی۔ آپؑ مناجات میں یوں کہہ رہے تھے:

”خدایا! یہ تیرے پیغمبر محمد بن عبد اللہ کی تربت ہے، میں اس کی بیٹی کا بیٹا ہوں، جو واقعہ پیش آیا ہے تو جانتا ہے اور تو میرے حال سے آگاہ ہے۔ نبزر میرے غمیر سے بھی آگاہ ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں نسلی کو اچھا سمجھتا ہوں اور مکرم سے نفرت کرتا ہوں۔ اے خدایا! اس تربت پاک کے حق کی قسم! اور اس قبر میں سونے والے کے حق کی قسم! کہ جو چیز تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہے وہ مجھے تاذے اور میرے لیے آسان فرمادے۔ پھر بہت روئے اور سر پاک پیغمبرؐ کی قبر پر رکھ دیا۔ آپ روئے روتے سو گئے تو خواب میں اپنے نانا رسول اللہ کو دیکھا کہ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آ رہے ہیں۔ کچھ دلیں طرف ہیں اور کچھ بائیں طرف ہیں۔ کچھ پیچے اور کچھ میں فوج کی طرح آگے آ گے ہیں۔ پیغمبرؐ کرم نے آپ کو سینے سے لگایا، پیشانی کو چوما اور فرمایا: بیٹا! میں دیکھ رہا ہوں عنقریب ایک گروہ جو اسلام کا دعوے دار ہو گا تمہیں کربلا کی زمین پر قتل کر دے گا۔ تم پیاس

سے مُذْهَلٌ ہو گے لیکن وہ پانی نہ دیں گے اور باوجود اس کے کہ وہ میری شفاعت کے امیدوار بھی ہوں گے۔ خدا میری شفاعت ان لوگوں کو نصیب نہ فرمائے اور اس دن ان کو ذرا بھرفا نہ کہ نہ ہو۔ اے میرے فرزند! تمہارے والدین میرے پاس ہیں اور تمہاری ملاقات کی آرزو میں ہیں اور آپ کے لیے بہشت میں کچھ ایسے درجے ہیں کہ جو شہادت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

امام نے عرض کیا: اے نانا! مجھے قبر میں اپنے پاس بلا لیں کہ مجھے دنیا میں بلٹ کر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: سعادت شہادت کو حاصل کرو تو پھر تم ان درجات اور ثواب کو حاصل کر سکو گے۔

پھر امامؐ نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے خواب کا اپنے الہی بیت سے ذکر فرمایا۔ الہی بیت بہت پریشان ہوئے یہاں تک کہ اس دن الہی بیت کے اوپر اس قدر غم تھا کہ زندگی بھر میں ایسا غم دیدہ دن نہ دیکھا۔

آغاز قیام سید مظلومین از مدینہ

تو اسرار رسولؐ ناما کے مزار پر خواب دیکھنے کے بعد گھر آئے اور گھر والوں کو خواب سنایا اور پھر اس شب سے دو شب بعد (форاً) مدینہ سے نکل جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ نیم شب آپؐ قبر رسولؐ پر آئے، نماز پڑھی اور ناناؐ کو الوداع کہا اور گھر واپس آگئے۔ صبح کے وقت محمد بن حنفیہ آپؐ کے گھر آئے اور عرض کیا: بھائی جان امیری جان آپؐ پر قربان ہو میرے لیے آپؐ سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے اور آپؐ مجھے اپنی جان سے عزیز اور پیارے ہیں۔ گویا حکم اخوت کے سب ہم دونوں ایک صلب سے ہیں۔ آپؐ میرے لیے اس کے مائدہ تھے اور الہی بیت کے بزرگ اور بڑے آج آپؐ ہیں اور بہشت میں جانے والے مدادات سے ہیں۔ میں آپؐ کو نصیحت کرنے آیا ہوں، آپؐ میری نصیحت قول فرمائیں۔

حضرتؐ نے فرمایا: بھائی! کیا فکر مندی ہے، آپؐ کا قول میرے لیے بغیر کسی غرض کے ہے۔

محمد بن حنفیہ نے عرض کیا: مصلحت یہ ہے کہ آپؐ ان شہروں سے جو یزید کے قریب ہیں وہ رہ جائیں تاکہ لوگوں سے اپنی بیعت طلب کر سکیں۔ اگر یہ لوگ آپؐ کی بیعت کریں اور اطاعت کریں اور شکر بجا لائیں اور اگر آپؐ کی بیعت نہ کریں تو یہ آپؐ کے دین اور افضل و مرادت کے لیے قطعاً نقصان دہ نہیں۔

اُس بات سے مجھے ڈر ہے کہ آپؐ کسی شہر میں جائیں اور کچھ لوگ آپؐ کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں۔ اگر کچھ لوگ آپؐ کے مخالف ہو جائیں تو متوجه یہ ہو گا کہ لڑائی جھکڑا ہو گا اور آپؐ کو شہید کر کے آپؐ کے خون کو ضائع کر دیں گے۔

حضرتؐ نے فرمایا: آپؐ نے اچھی نصیحت کی۔ اب بتاؤ کس شہر میں جاؤں؟

محمد بن حنفیہ نے کہا: پہلے مکہ جائیں، اگر الہی مکہ آپ کی بیعت کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ یعنی چلے جائیں کہ الہی مکہ ضرور آپ کی بیعت کر لیں گے۔ اگر وہ بھی آپ کی اطاعت نہ کریں تو پھر پہاڑوں میں چلے جانا اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہنا اور مناسب وقت کا انتظار کرتے رہنا۔

حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میرا دنیا میں کوئی بھی مدعا رہتا ہو تو بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا کیونکہ یخیبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نفرت کی ہے۔ اللهم لا تبأرك فی يزيد. پھر دنوں بھائی اس قدر روئے کہ ریش ہائے مبارک تر ہو گئیں۔

محمد بن حنفیہ کا ارادہ چاکہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے تکلیں الہذا سامان فرمبھی حاضر کیا لیکن حضرت نے وہیں رکنے کا حکم دیا اور فرمایا: آپ ہمارے اسی شہر مدینہ میں رہو اور میری طرف سے حکومتی کاموں پر ناظر رہو اور حالات و واقعات میری طرف پہنچاتے رہنا۔ پھر امامؑ نے یہ وصیت نامہ محمد بن حنفیہ کے لیے لکھا۔

وصیت نامہ امام مظلوم برائے محمد بن حنفیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَيُّهُ وَصِيتٌ هُوَ جُوْسِينُ بْنُ عَلِيٍّ نَّفَقَ إِلَيْهِ أَنْ أَنْتَ مَنْ كَانَ مَنْ حَنَفَيْهِ كَوَافِدَهُ حَسِينٌ كَوَافِدَهُ دَرَجَتُهُ كَوَافِدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، وَاللهُمَّ مَحْمِدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، كَوَافِدَهُ مَعْبُودُهُمْ سَوَاءَ اللَّهُ كَوَافِدَهُ كَوَافِدَهُ حَقٌّ لَّا كَرَآءَ هُوَ، أَوْ جَنَّتُ وَجَنَّهُ حَقٌّ هُوَ، قِيَامَتُ حَقٌّ هُوَ، أَوْ اللَّهُ كَبِيرُوْنَ سَمْبُوْثُ كَرَنَ حَقٌّ هُوَ۔

وَإِنَّمَا لَمْ أَخْرُجْ أَشْرَاً وَلَا بَطَرًا وَلَا مُفْسِدًا وَلَا طَالِمًا وَإِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةٍ جَدِيدَى ، أَمْرِيَنْدَ أَنْ أَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَسْبَرُ بِسِيرَةَ جَدِيدَى وَأَبِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

”یعنی میں نے قیام شروع کیا، میرا رادہ فساد، تکبیر اور حصول حکومت نہیں، بلکہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں، تاکہ امر بالمعروف اور نهى عن الممنکر کروں اور اپنے نانا اور بابا کی سیرت پر چلوں، جو شخص میرے نظریے کو قبول کرے وہ حق کو قبول کرے اور حق اولی ہے جس نے انکار کیا میں صبر کروں گا یہاں تک کہ میرے اور میری قوم کے درمیان اللہ حق کا فصلہ کرے۔ وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“

اے بھائی امیری یہ وصیت تمہارے لیے ہے، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوْكِيدُ وَالْيَهُ أَنِيبٌ

عبداللہ بن عباس کی امام حسینؑ سے گفتگو

جب عبد اللہ بن عباس امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے مکہ کے لیے خروج کے ارادے سے مطلع ہوئے تو آئے اور عرض کیا کہ میں تو یہ مصلحت دیکھتا ہوں کہ جس طرح ایام معاویہ میں صبر کیا ہے، ایام یزید میں بھی صبر کر لوحی کہ حکم الہی سے کوئی حل نکل آئے جس میں آپؐ کا مقصد اور ہدف بھی پورا ہو جائے۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو، میں یزید کی بیعت کرنے والا نہیں ہوں کیونکہ رسول پاکؐ نے کچھ اس کے پارے میں فرمایا ہے وہ مجھے معلوم ہے۔

عبداللہ بن عباس نے کہا: آپؐ درست فرماتے ہیں، میں نے خود رسولؐ خدا سے ناخدا: لا يأمرك في يزيد كه وہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے حسینؑ کو قتل کرے گا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عبد اللہ! کیا کہتا ہے ان جماعت کے افراد کے پارے میں تو جو رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے کو گھر اور وطن سے نکلتے ہیں، اور اپنی جد کی تربت کی زیارت اور مجاورت سے محروم کرتے ہیں، اور ذرا سے نیز تاکہ کسی مقام اور وطن کو قیام گاہ نہ بنا سکے اور اس کا خون بہانے اور قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں حالانکہ اس کا لئا جا بھی کوئی نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا: میں اس کے طاواہ کچھ نہیں کہتا کہ ایسے لوگ کافر ہیں۔ ولا يأتون الصلوة إلا وهم كسالى ولا يذكرون الله إلا قليلاً فلن تَجِدْ لَهُ سَيِّلاً۔

اے فرزند رسولؐ! آپؐ امیر، نیک سرور، فرزند بنت رسولؐ اور علیؑ کی آنکھوں کی شہذک ہیں۔ یہ خیال نہ کرو کہ خدا تعالیٰ ظالموں کے افعال سے غافل ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو شخص آپؐ کے جد کی مجاورت اور محبت سے منہ پھیر لے اس کا دینا اور آئندت میں کوئی مقام اور حصہ نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے اللہ گواہ رہنا۔

ابن عباسؓ نے کہا: میری جان آپؐ پر قربان ہو، آپؐ جو اس طرح اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں اور مجھے اپنے واقعے سے آگاہ کر رہے ہیں۔ اگر میرے تعاون اور نصرت کی ضرورت ہو تو خدا کی قسم! آپؐ کی حمایت میں اس قدر تکوار اس وقت تک چلا تا رہوں گا، کہ میرے دونوں ہاتھ کٹ کر گر جائیں تو بھی آپؐ کا حق اوانہیں ہو گا۔

عبداللہ بن عمر کی امام حسینؑ سے گفتگو

عبداللہ بن عمر نے کہا: اے فرزند عباس! ان پاتوں کو چھوڑو اور پھر امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: اے

اب عبداللہ اپنے ارادے کو فتح کر دیں اور ہمارے ساتھ یزید کی بیعت کر لیں اور اپنے گھر، اپنے نانَ کے حرم سے ڈورنہ ہوں۔ اگر یزید کی بیعت نہ کرو گے تو آپ سے بیعت زردتی لی جائے گی اور وہ آپ کو اسی اور سکون سے وطن میں نہیں رہنے دیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ان باتوں پر لعنت کرتا ہوں، کیا میں اپنے نظریہ میں غلط ہوں کہ تم مجھے اس سے بچنے کی بات کر رہے ہو۔

عبداللہ بن عمر نے کہا: آپ غلطی پر نہیں ہیں، یہ ممکن نہیں کہ خداوند تعالیٰ دختر رسولؐ کے فرزند کو غلطی پر رکھے، لیکن آپ نے نہیں سنا کہ کبھی زمانہ اُٹی چالیں چلتا ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دشمن آپ کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اور وہ ایسا کام کریں جسے آپ برداشت نہ کر سکیں، لہذا مصلحت اسی میں ہے کہ ہم سے اتفاق کریں اور مدینہ میں ہمارے ساتھ بیعت کر لیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں یزید کی بیعت کبھی نہیں کروں گا بلکہ اپنے نانَ کی سخت اور باری کی سیرت پر چلوں گا۔ جو شخص میری اتباع کرے گا تو اس نے حق کو قبول کیا اور اسے سعادت و سلامتی ملے گی۔ لیکن جو شخص انکار کرے گا اور میری اطاعت سے خارج ہو گا اس کے بارے میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان خود کوئی فیصلہ کر دے۔ پھر امام نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: خدا توفیں کو رفق بناۓ، اب تمہیں وداع کرتا ہوں۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ أَتَى الْهُدَىٰ وَلَا حُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

اس کے بعد وصیت نامہ اپنے بھائی کو دیا اور ان سے وداع کیا اور اہل بیت، اصحاب اور قبیلہ والوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جناب اُم سلمہؓ کی امام حسینؑ سے گفتگو

جناب اُم سلمہؓ زوجہ رسول پاک کو جب اطلاع پہنچی کہ حسین علیہ السلام مدینہ سے جا رہے ہیں تو یہ بی بی عصا کے سہارے چلتے ہوئے امام حسینؑ کے پاس آئیں اور عرض کیا: میری گزارش آپ سے یہی ہے کہ عراق کی طرف سفر کا ارادہ ترک کر دیں اور مجھے فرات دے کر مزید علیگیں نہ کریں کیونکہ آپ کے نانَ بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کو سر زمین عراق میں شہید کیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے نانِ اماں! اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کس دن میں نے قتل ہونا ہے اور اپنے قاتل کو جانتا ہوں اور اپنے مدفن اور اہل بیت کے مدفن اور مقتل کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو میں اپنا مقتل آپ کو

ابھی دکھا سکتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جو بات آپ کہتی ہیں وہ مجھ سے پوشیدہ اور پہنچا نہیں۔ پھر اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اور بی بی اُم سلمہؓ نے زمین کربلا دیکھی، لشکر، اصحاب کے لاشے اور اولاد حسینؑ کے بدن دیکھے تو بہت روئیں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ خدا کی مرضی ہے کہ میں متقول ہوں اور میری بیٹیاں اور بیٹھیں قید ہوں اور ان کو شہر بہر پھرایا جائے اور کوئی ان کی مذکرنے والا نہ ہوگا۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا: جس دن سے آپؐ کے نام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی تو ایک مٹھی خاک کربلا بھی اٹھا کر دی جس کو میں نے شیشی میں رکھا ہوا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم! مجھے اس زمین پر قتل کیا جائے گا، اگر میں خود کربلا جاؤں تو جہاں بھی ہوں گا وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ پھر ایک مٹھی خاک کربلا دی اور فرمایا: اس کو دیکھتے رہنا جس دن یہ دونوں مٹھی خون بن جائے تو میں قتل ہو چکا ہوں گا۔

عمر بن علیؑ کی امام حسینؑ سے گفتگو

عمر بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کا انکار کر دیا تو میں ان کے پاس پہنچا اور تھائی میں عرض کیا: یا بابا عبد اللہ! میری جان آپؐ پر قربان کہ حضرت مجتبی علیہ السلام نے اپنے بابا سے نقل کیا ہے اور مجھے اس وقت رونا آیا اور میری رونے کی آواز بلند ہوتی اور میں بات نہ کر سکا۔ حضرتؐ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: میں نے مجھے بھی خبر دی ہے کہ میں شہید ہو جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا: اے فرزید رسولؐ! آپؐ محفوظ رہیں۔

فرمایا: حق رسولؐ کی قسم کہ انہوں نے مجھے قتل ہو جانے کی خبر دی ہے؟
میں نے عرض کیا: ہاں کاش کہ یزید کی بیعت کر لیتے۔

حضرتؐ نے فرمایا: مجھے امیر المؤمنینؑ نے بتایا تھا کہ خاتم الانبیاءؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے اور میرے بابا کو شہادت کے درجے پر لے جائیں گے، میری تربت اور بابا کی قبر طبری ایک دوسرے کے قریب ہوں گی، کیا تمہارا خیال ہے جو تم جانتے ہو میں نہیں جانتا۔ خدا کی قسم امیں ذلت اختیار نہیں کروں گا۔

بتوں عذر! جن کی ذریت نے امت کے ان فاسقوں سے یہ اذیتیں اٹھائی ہیں، اپنے بابا کے پاس امت کی ٹکاٹ کریں گی۔ اور جن لوگوں نے اولاد ہراءؑ کو تکلیفیں پہنچائیں وہ کبھی جنت میں نہیں جا سکتے۔

پہنچ دو فصل

مدینہ سے مکہ تک شاہِ مظلوماں کا سفر

مرحوم شیخ مفید نے الارشاد میں نقل فرمایا ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام اتوار کی رات ۲۹ رب جب کوآدھی رات کے وقت مدینہ سے نکلے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے خارج ہوئے تو مالاکہ کے گروہ در گروہ ملاقات کے لیے آئے جن کے ہاتھوں میں جنگ کا استحصال ہبھتی ہنوں پر سوار تھے، انہوں نے سلام کے بعد عرض کیا: اے مخلوق خدا پرجت خدا! ہم نے چند مقامات پر آپ کے نانا اور آپ کی مدد کی۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میری اور تمہاری ملاقات محل قبر پر ہوگی اور وہ ایسی زمین ہے کہ جہاں میں شہید ہوں گا اسے کربلا کہتے ہیں۔ جب وہاں پہنچوں تو وہاں آنا۔ انہوں نے عرض کیا: اے جھتو خدا! اب کیا حکم ہے کہ ہم اطاعت کریں اور اگر دشمن سے کوئی خطرہ ہے تو ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: وہ جگہ پر را نہیں پاسکتے اور نہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں حتیٰ کہ اس زمین میں بیٹھ جاؤں۔ چیز مومن ہنوں کے گروہ حضرت امام میں آئے اور عرض کیا: اے سردار! ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں، آپ حکم فرمائیں تاکہ ہم عمل کریں۔ اگر دشمن ہیں تو اشارہ فرمائیں کہ ان کا شرتم سے دور کر دیں اور ان کو ہم کافی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: آپ کو خدا جزا خیر دے کیا جو کتاب میری جدہ پر نازل ہوئی ہے اسے نہیں پڑھا کہ آئین مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدِينَ۔ دوسرا قرآن میں یہ نہیں پڑھا: لَيَوَرَّثَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۵۲)

اگر میں اپنی جگہ پر ہوں تو اس بد طینت مخلوق کا امتحان کیسے ہوگا؟ اور کہ بلا کی قبر میں کون سوئے گا حالاکہ وہ قبر "دو الارض" کے دن خدا نے میرے لیے بنائی ہے اور شیعوں کی پناہ گاہ بنائی گئی ہے۔ میں روز عاشورہ کے آخر لحظات میں قتل ہو جاؤں گا، میرے بعد میرے اہل اور قریبوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گا اور میرے سر کو یہ زید کے لیے لے جائیں گے۔ جنہوں نے کہا: اے جبیب خدا! ہمیں ذات خدا کی قسم! اگر آپ کا حکم واجب الاطاعت نہ ہوتا اور رب کے فرمان کی

مخالفت جائز ہوتی تو آپ کے تمام دشمنوں کو قتل کر دیتے۔

حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ دشمنوں پر قادر ہوں لیکن ہم اپنی قدرت اور تو اتنا کی کو استعمال نہیں کریں گے تاکہ جو شخص برباد ہو تو دلیل سے ہو اور جو شخص زندہ ہو تو دلیل سے ہو۔

کلام مرزا رفیع در ذریعة النجاة

ذریعة النجاة میں مرزا رفیع گرم روایت لکھتے ہیں: اگر کوئی سوال کرے کہ حضرت امام حسینؑ نے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کوفہ کی طرف کسی حکمت اور مصلحت کے تحت خروج کیا جب کہ حضرت علم امامت اور ننانا کی روایات سے جانتے تھے کہ ظالموں کا ایک گروہ اس زمین کر بلایا راحیں قتل کر دے گا؟

ہمارا جواب یہ ہے: اولاً یہ مسئلہ مشکل مسائل سے ہے کہ اس کا علم خود ان تک محدود تھا اور ہماری کوئی ذمہ داری نہیں بلکہ اس پر مطلع ہونا ہماری کوئی شرعی تکلیف نہیں۔

ثانیاً: مخصوصین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ ہمارے عقیدہ کے مطابق کوئی خلاف شرع یا نافرمانی نہیں کر سکتے خواہ گواہ صیریہ ہو یا کمیرہ۔ اس لیے کہ جو وہ کہتے ہیں یا عمل کرتے وہ محظوظ خدا اور مرضی خدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ خروج حضرت امام حسینؑ رضایت خداوند کا مورد تھے۔

ٹالا: بنی امیہ شدت عداوت کی وجہ سے جوان کو حضرت سے تھی بھیش انتظار میں تھے کہ کس طرح ان کو قتل کر دیں اور اس بات کو خود آخحضرت جانتے تھے کہ یہ ظالم مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے، اس لیے انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی حیوان کے مل میں چھپ جاؤں تو بھی مجھے وہاں سے نکال کر قتل کر دیں گے۔

دوسری طرف سے اہل کوفہ نے حضرت کو خطوط لکھتے تھے اور ان خطوط میں امام علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت کی، انجا اور انتاس کی تھی کہ ہماری رہنمائی کریں اور ظالم و فاسق و فاجر کا شر ہم سے دور کریں۔ اسی وجہ سے بطور انتام جدت حضرت نے مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کوفہ کی طرف خروج فرمایا۔

رابعًا: بعض اوقات ان ذوات مقدسہ مخصوصین علیہم السلام سے مجرمانہ افعال صادر ہوتے ہیں کہ جو عام بشری طاقت سے خارج ہوتے ہیں بلکہ عالم لوگوں کی قلرا اور سوچ بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی۔

باقی سارے اوقات میں زیر معمول اور عادت کے مطابق اعمال کرتے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ کسی صورت بخشت اثیاء و اولیاء باطل ہے۔ اس پر شاہد وہ روایت ہے کہ مرحوم صدوقؒ نے علی الشرائع اور اکمال الدین میں نقل کی ہے اور شیخ طویلؒ نے

اس روایت کو محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی سے اس طرح بیان کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم روایت کرتا ہے کہ میں ایک گروہ کے ساتھ جس میں علی بن موسیٰ التصری تھے۔ شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس گئے تو ایک شخص انہا اور شیخ کی خدمت میں عرض کیا: میں ایک سوال پوچھتا چاہتا ہوں کیا اجازت ہے؟

شیخ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو۔

اس شخص نے کہا: آیا حضرت امام حسینؑ ولیٰ خدا تھے یا نہ؟

شیخ نے کہا: ہاں! تھے۔

اس شخص نے کہا: کیا حضرت امام حسینؑ کا قاتل دشمن خدا تھا یا نہ؟

شیخ نے فرمایا: ہاں! تھا۔

اس شخص نے عرض کیا: کیا ممکن ہے کہ خدا اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کر دے؟

شیخ نے فرمایا: میں جو کہتا ہوں اس کو سمجھو کر خدا ا واضح طور پر آشکارا اپنی مخلوق کو خطاب نہیں کرتا اور خود ان سے کلام نہیں کرتا بلکہ پیغمبرِ کو ان کی جنس بشر سے مبیوث کر کے کلام کرتا ہے تاکہ وہ پیغمبرِ حق اور خلق کے درمیان واسطہ رہے۔ اگر پیغمبرِ کو اور رسولوں کو کسی اور صرف سے پیدا کرتا تو لوگ ان سے نفرت اور دُوری اختیار کرتے اور الہی قوانین ان سے قبول نہ کرتے۔

پس چوں کہ پیغمبرِ مخلوق کی طرف مبیوث ہوئے، انہی کی جنس سے تھے، انہی کی طرح کھاتے، باز ارجاتے اور حرکات و سکنات رکھتے تھے اور دوسرے لوگوں کی طرح تھے۔ ان کا اس طرح ہونا سبب بنا کہ لوگوں نے انہیں کہا: آپ ہماری طرح ہیں لہذا ہم تمہاری فرمائشات کو قبول نہیں کرتے مگر کوئی مجھوہ دکھائیں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ مخصوص انسان (مخصوص من اللہ) ہیں۔ پس حتیٰ تعالیٰ پیغمبروں کے ہاتھوں پر مجرمات ظاہر کرتا ہے کہ عام بشران کاموں کو کرنے سے عاجز ہے۔ مثلاً کسی کو مجھرہ طوفان دیا کہ اس طوفان کے ذریعے باغیوں اور سرکشوں کو غرق کر دیا۔ بعض کو ایسا بنا یا کہ جب آگ میں گئے تو جلانے کے بجائے آگ ٹھنڈی ہو گئی، گزار بین گئی۔ بعض کو یہ مجھہ دیا کہ سخت ترین پتھر سے ایک اونٹی نکال لی اور اس کے پستانوں میں سے دودھ جاری کر دیا۔ بعض کو دریا کو روکنے کی طاقت دی اور پتھر سے چھٹے جاری کر دیے اور عصا جو جنک کڑوی تھی اسے اڑوہا بنا دیا اور وہ اڑوہا تمام جادوگروں کے جادو کو نگل گیا۔

بعض کو ایسا مجھہ دیا کہ انھوں نے انہوں کو آنکھوں والا بنا دیا، برص کے مریض کو شفاذینا اور مردوں کو زندہ کر دینا وغیرہ جیسے مجھے دیے گئے۔ بعض کو چاند دو ٹکڑے کرنے کی طاقت دی اور حیوانات کو طاقت دی کہ ان سے کلام کریں۔ پس چونکہ انبیاءؐ کے یہ مجرمات ہیں اور مخلوق ان جیسے کاموں سے عاجز ہے تو پس اس کی تقدیر اور حکمت یہ قرار پائی کہ انبیاءؐ کو ان

مجررات کے باوجود کبھی غالب اور کبھی مغلوب بنا دیا، کبھی قاصر اور کبھی متقدہ بنا دیا، کیونکہ اگر وہ تمام حالات میں قاہر اور غالب ہوتے تو لوگ ان کو ہی خدامان لیتے۔ اور دیگر یہ کہ ان کے صبر و تحمل کی تعداد مختلف اور آزمائشوں میں معلوم نہ ہو سکتی۔ لہذا خدا نے ان کا حال دوسرے لوگوں کی طرح قرار دیا تاکہ مصیبت کے وقت اپنے صبر کو ظاہر کریں۔ چنانچہ ان کو دوسرے انسانوں کی طرح عافیت اور سلامتی کی نعمت سے بہرہ مند کیا اور دشمنوں پر غالب کیا تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کریں اور تمام حالات میں خاضع و خاشع رہیں۔ نیز کبر اور بزرگی کا اٹھارہ نہ کریں اور عوام کو بھی معلوم ہو جائے کہ ان کا بھی خالق ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کا مدد بر ہے۔

جاہڑ بن عبد اللہ النصاری کی امامت سے ملاقات

معاذ اسٹلین میں مدینہ المعاجز سے جابر بن عبد اللہ النصاریؑ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے نکل رہے تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپؐ فرزید رسولؐ خدا ہیں اور اسٹلین میں سے ایک ہیں۔ میری نظر میں مصلحت یہ ہے کہ آپؐ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح خلیفہ سے صلح کر لیں۔ حضرتؐ نے مجھے جواب دیا کہ اے چابر! میرے بھائی نے حکم خدا اور رسولؐ سے صلح کی اور میں بھی حکم خدا اور رسولؐ سے قیام کر رہا ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ رسولؐ خدا، علیؑ اور بھائی حسنؑ اسی بات میں بھی گواہی دیں؟

پھر آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان کے دروازے کھل گئے۔ رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، حضرت عزیزؓ، جعفر زینؑ پر انتر کے سامنے آئے۔ میں وحشت زدہ ہو کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا:

اے چابر! میں نے پہلے بھی تمہیں کہا تھا کہ تو اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک اپنے امامؑ کی امامت کو تسلیم نہ کرو گے اور ان پر اعتراض سے گریز نہ کرے گا۔ کیا تم معاویہ کا مقام اور امام حسینؑ کا مقام دیکھنا چاہتے ہو؟ آیا چاہتے ہو کہ یزید کا مقام جو قاتل حسینؑ ہے تمہیں دکھایا جائے؟

عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہؐ

حضرتؐ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، زمین میں شکاف ہوا اور ایک دریا ظاہر ہوا۔ وہ ختم ہوا تو اس کے یچے سے زمین برآمد ہوئی۔ وہ زمین پھٹ گئی اسی طرح سات طبقات زمین میں شکاف ہوا اور سات دریا نکلے۔ پھر زمین کے ساتوں طبق کے نیچے آگ کا ایک طبق دیکھا اور اس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، معاویہ، یزید اور شیاطین کے دیگر بیرو و دیکھے اور یہ گروہ تمام اہل جہنم سے زیادہ معذب اور بدحال تھا۔

پھر فرمایا: اے جابر! سر بلند کرو۔ جب میں نے سر بلند کیا تو آسمان کے دروازے کو کھلا دیکھا اور بہشت کو ان کے اوپر ریکھا۔ پھر رسول خدا اور ان کے ساتھ آئے والے سارے اوپر چلے گئے۔ جب وہ ہوا میں پہنچے تو رسول اکرم نے ہمَا وا ز بلند فرمایا: اے فرزند! جلدی مجھ سے ملحق ہو جاؤ۔ پس حضرت امام حسینؑ ان سے ملحق ہو گئے اور سب اوپر چلے گئے اور بہشت بالا میں داخل ہو گئے۔

پھر رسول خدا نے ان لوگوں کی طرف دیکھا جو وہاں تھے اور فرمایا: یہ میرے فرزند حسینؑ ہیں، یہ میرے ساتھ رہیں گے۔ پس ان کی بات کو تسلیم کرو اور ان کے کاموں میں شک نہ کرو تاکہ مومن بن جاؤ۔

امامؑ کا اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ سے خروج اور ان کی تعداد

قرآن میں ہے:

أُذْنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِإِنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا
عِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا هَذِهِنَا اللَّهُ ۝ (سورہ حج، آیہ ۲۰-۲۱)

”یعنی اگر مومنین پر جنگ مسلط کی جائے تو ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ مومنین، دشمنوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں اور خدا ان کی مدد کرنے پر قادر ہے اور مومنین وہ ہیں جو کفار کے ظلم کی وجہ سے ناقص اپنے گھروں سے در بر رہو گئے ہیں۔ ان کا صرف یہی (جرم) تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں لاہجی نے لکھا ہے: ہدایت عام ہے اور مهاجرین سے مخفی نہیں ہے بلکہ ان کے مددان مهاجرین بھی ہیں اور ذریت طیبہ آنحضرت بھی ہے اور اس کی مودید حدیث و امام باقر علیہ السلام ہے۔ مجمع البیان سے نقل ہوئی ہے کہ یہ آیت نازل تو مهاجرین کے لیے ہوئی لیکن آل محمدؐ کو بھی صحیط ہے۔ جن کو گھروں سے لٹکنے پر محروم کیا گیا اور ان کو ڈرایا گیا۔ کافی میں روایت ہے کہ یہ آیت رسول خدا، امیر المؤمنینؑ، حمزہ سید الشہداء کے بارے میں نازل ہوئی جو حسینؑ کے خروج کو بھی صحیط ہے۔

صاحب بیت الاحزان کا مقالہ

مرحوم عبدالقادر بن عبد الرحیم یزدی نے اپنی کتاب بیت الاحزان میں جو بہت عمدہ اور تواریخی کتاب ہے، لکھا ہے کہ ہدایت ہر اس حق پرست کے لیے جاری ہے جس کو ظلم سے شہر بردار کیا جائے۔ لیکن حدیث میں آیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ کی

شان میں نازل ہوئی جن کو کفار نے مکہ سے نکال دیا اور حضرت مدینہ کی طرف ہجرت رکے آگئے۔ پھر بھی آیت چاری ہے۔ امیر المؤمنینؑ کے حق میں کہ منافقین کی اذیت کی وجہ سے مدینہ سے کوفہ کی طرف ہجرت کی۔ آہ آہ! اس کے بعد ان جاری ہے۔ حضرت حسینؑ کے حق میں اور اس کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ کتب معتبرہ میں احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ معافیہ جب دنیا سے چلا گیا اور اس کا بیٹا یزید پلید خلافت پر غصب کر کے بیٹھ گیا تو اس نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو لکھا کہ خلافت اور امارت یزید کی امام حسینؑ سے بیعت لے لیکن چونکہ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو ولید نے یزید کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ! يَزِيدُ كَنَامُ وَلِيْدُ بْنُ عَتَّبَةَ ابْنَ الْوَسْفَيْانَ كَيْ طَرْفَ سَے !

فَإِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ لَيْسَ يَرَى لَكَ خَلَافَةً وَلَا يَبْعَثُهُ

”کہ حسینؑ نے تمہاری خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ بیعت کرتے ہیں۔“

جب یہ خط پر پدنے پڑھا تو یہ جواب میں لکھا:

فَإِذَا آتَكَ كِتَابِي هَذَا فَعَجَلَ عَلَيْهِ بِجَوَابِهِ وَبَيَّنَ فِي كِتَابِكَ كُلُّ مَنْ فِي طَاغِيَتِي أَوْ

خَرَجَ عَنْهَا وَلِكِنْ مَعَ الْجَوَابِ رَأْسُ الْحُسَيْنِ

"لیکن اے ولد اج بیڑا خٹ ملے تو جلدی جواب دینا اور اس میں پیان کرنا کہ کون میری اطاعت

میں آگتا ہے اور کوئی خارج ہو گا لیکن جواب کے ساتھ امام حسین کا سر قلم کر کے بھیجو۔ والسلام

چہ سب خیر امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو زمین حاز کو چھوڑ کر عراق کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

مؤلف کہتا ہے: یہاں تک جو نقل کیا ہے ان سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا مدینہ سے خروج اپنی مرضی اور اختیار سے نہ تھا بلکہ سنی امیہ کے امام کے خلاف اس قدر ظلم بڑھ گئے کہ بقیۃ اللہ جنت الدار خلیفۃ اللہ نے وطن سے کوچ کرنے میں عافیت سمجھی اور جب مدینہ سے نکل رہے تھے تو آیت شریفہ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَکُبُ کی تلاوت فرمایا رہے تھے اور تمام ارباب تاریخ و مقتل نے لکھا ہے حضرت کے تمام اہل بیت ایسے غم و اندوہ اور حزن و ملال میں تھے کہ بیان کی طاقت نہیں۔

حضرت سپکنہ فرماتی ہیں:

مَا كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ أَشَدُ خَوْفًا مِنَ حَيْنَ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ

”جب ہم ملینے چھوڑ رہے تھے تو ہم ایں بیٹ بہت زیادہ خوفزدہ تھے۔“

یعنی آسمان نے اہل بیتؐ سے زیادہ خوف زده اور وحشت زده نہیں دیکھا ہوگا جب ہم مدینہ کو چھوڑ رہے تھے اور جس قدر حضرت امامؓ کے اصحاب اور دوستوں نے درخواست کی کہ غیر معروف راستے سے نکلیں لیکن حضرتؐ نے صراطِ مستقیم کو نہ چھوڑا اور عام شاہراہ سے سفر جاری رکھا۔

مدینہ سے نکلنے والوں کی فہرست

صاحبِ معالیٰ اسٹبلین نے امام علیہ السلام کے ساتھ نکلنے والے مردوں، بچوں اور خواتین کی یہ تفصیل لکھی ہے، حضرتؐ کی بارہ بیکنیں:

① حضرت زینبؓ کبریٰ بنت امیر المؤمنینؑ و فاطمۃ الزہراء الملقب عقیلہ بنی ہاشم

② حضرت زینبؓ صغیریٰ بنت امیر المؤمنینؑ و فاطمۃ الزہراء

③ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جن کی کنیت ام کلثوم ہے۔

حضرت خدیجہ جن کی ماں ام ولد تھیں۔ یہ عبدالرحمٰن بن عقیل کی زوجہ تھیں۔ ان کے دو بیٹے تھے: سعد اور عقیل کہ مقفل شوکی کے مطابق امامؓ کی شہادت کے بعد جب دشمنوں نے خیام پر ہجوم اور حملہ کیا تو دونوں بچے پیاس، وحشت اور دہشت کی شدت کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان کا باپ کربلا کے شہداء میں سے ہے اور خدیجہ کو فہریں وفات پا گئیں۔

④ حضرت رقیہؓ کبریٰ، جو مسلم بن عقیل کی زوجہ تھیں، ان کے دو بیٹے عبد اللہ اور محمدؓ تھے اور ایک بیٹی عائشہ تھیں۔ یہ دونوں لڑکے کربلا میں شہید ہو گئے اور جناب عائشہ سات سال کی تھیں جو امامؓ کی شہادت کے بعد تاریخی خیام کے وقت گھوڑوں کے سُموں سے پامال ہو گئیں۔

حضرت ام ہانیؓ، جن کی ماں ام ولد تھیں، یہ عبداللہ اکبر بن عقیل کی زوجہ تھیں، ان کا بیٹا بنام عبد اللہ تھا۔

حضرت رملہ کبریٰ، جن کی ماں ام مسعودہ بنت عروۃ اتفاقی تھیں۔ یہ عبدالرحمٰن اوسط بن عقیل کی زوجہ تھیں، ان کی بیٹی ام عقیل تھی۔

حضرت رقیہؓ صغیری، کہ ان کی ماں ام ولد تھی۔

حضرت فاطمہ الصغریؓ جن کی ماں ام ولد تھیں یہ ابوسعید بن عقیل کی بیوی تھیں۔ ان کی ایک دختر بنام حمیدہ اور ایک بیٹا محمدؓ ہے۔ محمدؓ سات سال کے تھے جو اپنے ماں مامن امام حسینؓ کے خاک پر گرنے کے بعد ایک ملعون کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت خدیجہ صفری کہ جن کی ماں ام ولد تھیں اور یہ عبداللہ اوسط بن عقیل کی زوج تھیں، ان کی اولاد تھی۔

❶ حضرت ام سلمہ

❷ حضرت میمونہ

❸ بعض علماء نے حضرت جمانہ کا اضافہ بھی کیا ہے جن کی کنیت ام جعفرتی۔ یہ تیرہ خواتین حضرت امام حسینؑ کی بیٹیں تھیں جو امامؑ کے ساتھ مدینہ سے نکلیں۔

ازواج امیر المؤمنین

حضرت امیر المؤمنین کی بیویاں امام حسینؑ کے ہمراہ تھیں جو درج ذیل ہے:

❶ صحابہ علیہم یہ جناب رقیہ بُری زوجہ مسلم کی ماں تھیں۔

❷ ام سعود بنت عروہ ثقیفی رملہ کی ماں تھیں۔

❸ حضرت لیلی بنت مسعود راضیہ، اپنے دو برادر عبداللہ اور محمد اضفرؑ کے ساتھ تھیں۔

❹ حضرت ام زینب صفری، ان کی بیٹی زینب تھیں۔

❺ جناب ام خدیجہ ان کی بیٹی خدیجہ تھیں۔

❻ جناب ام رقیہ صفری، ان کی بیٹی رقیہ ہے۔

❼ حضرت ام فاطمہ ان کی بیٹی فاطمہ ہے۔

❽ حضرت امامہ بنت ابو العاص عیشیہ

دو اور خواتین امام کے ساتھ مدینہ میں آئیں:

❾ حضرت ام کلثوم صفری بنت حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا، یہ جناب ام کلثوم اپنے شوہر قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالبؑ کے ساتھ مدینہ سے آئیں اور کربلا پہنچیں۔

❿ حضرت حمادہ جو قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب کی پڑھوگی ہیں۔

نو کنیزیں امام علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے کربلا آئیں۔ ان کنیزوں میں چار کنیزیں جناب زینب کبریٰ کی تھیں، ایک کنیز حضرت امام حسینؑ کی تھیں۔ چار کنیزیں حضرت امام حسینؑ کی زوجات کی تھیں۔ ان تمام کی تفصیل یہ ہے:

➊ حضرت فضہ نوبیہ جو جناب زینب کی کنیز تھیں۔

۱۱) فَتِيْرَهُ الْمَرْوُفُ مَلِيكَهُ بَنْتُ عَلْقَمَهُ، يَهُ كَنْيَزْ پَهْلَے جعْفَرُ بْنُ ابِي طَالِبٍ کے پاس تھیں، انہوں نے مولَاعلیٰ کو ہبہ کی تاکہ حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی خدمت کرے۔ حضرت فاطمہؓ کی شہادت کے بعد یہ جناب نسبؓ کی طرف منتقل ہو گئیں۔

۱۲) جناب روضہ، یہ پہلے رسول اللہ کی کنیز تھیں، رسول پاکؐ کی رحلت کے بعد جناب فاطمۃ الزہراءؓ کے پاس آ گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی شہادت کے بعد یہ امیر المؤمنینؓ کے گھر میں رہیں اور اولاد فاطمہ زہراءؓ کی خدمت میں مصروف رہیں۔ جب حضرت نسبؓ کبریٰ کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوئی تو یہ کنیز بھی ان کو دے دی گئی اور وہ اپنی بانو کے ساتھ کر بلاؤ آئیں۔

۱۳) اُم رافع، جو ابو رافع کی زوجہ ہیں۔ ابو رافع قبطی بنام هرمز رسول اللہ کے غلام تھے اور ان کی بیوی بھی حضرت کی کنیز تھیں۔ حضرتؓ کے انتقال کے بعد جناب فاطمہؓ کی طرف منتقل ہو گئیں۔ ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کی کنیز بنیں اور ان کی شہادت کے بعد حضرت نسبؓ کی کنیزی میں چلی گئیں۔

امام حسین علیہ السلام کی کنیز

جو کنیزیں امام حسین علیہ السلام سے متعلق تھیں ان کا نام میمونہ تھا (امم عبداللہ بن مقرط) یہ کنیز جب امیر المؤمنینؓ کے گھر میں تھیں تو امام حسینؑ کی خدمت کرتی تھیں۔ جب بی بی فاطمہ زہراءؓ کی شہادت ہوئی تو یہ امام حسینؑ کی کنیزی میں رہیں اور امام حسینؑ کے ساتھ کر بلاؤ آئیں۔ اس سفر میں اس کنیز کے ساتھ اس کا بیٹا عبداللہ بن مقرط تھا۔ جب قافلہ مدینہ سے لکھا تو امامؓ نے عبداللہ بن مقرط کو کوفہ کی طرف پیغام دے کر بھجا اور یہ مسلم کی ملاقات سے پہلے حسین بن نیر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور ان زیادتے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ لیکن ان کی ماں میمونہ امام حسینؑ کی کنیزی میں کر بلاؤ آئیں۔

چار کنیزیں امام حسینؑ کی ازواج کی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۴) جناب فاکھہ، یہ بانو امام حسینؑ کی کنیز تھیں جو جناب رب اب بنت امراء القیم کے گھر میں خدمت کرتی تھیں۔ اس کنیز کے شوہر عبداللہ تھے جن کا بیٹا قارب تھا جو امام حسینؑ کا غلام تھا۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ کر بلاؤ آیا۔

۱۵) حسینہ، یہ کنیز امام حسین علیہ السلام نے توفی بن حارث بن عبدالمطلب سے خریدی تھی اور حضرتؓ کے گھر میں تھیں۔ پھر حضرت علی بن حسین زین العابدینؑ کے پاس رہیں اور کر بلاؤ آئیں۔

۱۶) جناب کبشه، یہ امامؓ کی کنیز تھی اور یہ ام اسحاق کے گھر میں خدمت کرتی تھیں، اس کا بیٹا رزین امامؓ کے غلاموں میں

شامل تھا۔

② جناب ملکیہ حسن کا شوہر عقبہ بن سمعان تھا۔ یہ بی بی امام حسنؑ کے گھر خدمت کرتی تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کے گھر منتقل ہو گئیں اور کبھی کبھی حضرت زینؑ کے گھر بھی خدمت کرتی تھیں کیونکہ عقبہ حضرت ربابؓ کا غلام تھا لہذا اُنھیں بانور ربابؓ کے ساتھ کربلا میں۔

امامؑ کی شہادت کے بعد اور اہل بیتؑ کے قیدی ہونے کے بعد عمر بن سعد ملعون نے اس کنیز کے شوہر عقبہ بن سمعان کو پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں عبدو غلام و مملوک ہوں۔ تو عمر بن سعد نے اس کو رہا کر دیا۔ یہ نو کنیزیں امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے کربلا آئیں۔

امام حسینؑ کے دس غلام

جو غلام امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے کربلا آئے ان کی تعداد دس ہے جن میں سے آٹھ کربلا میں شہید ہو گئے اور دو خواتیں پا گئے۔ ان آٹھ شہیدوں کی تفصیل یہ ہے:

① جناب سلیمان بن ابی زرین جو حضرتؑ کا غلام تھا۔ یہ بصرہ میں شہید ہوا کیونکہ اس کو امامؑ نے اشراف بصرہ کی طرف بھیجا تھا لیکن انہی زیاد کے حکم سے قتل ہوا۔

② جناب قارب بن عبد اللہ الدلّی حضرتؑ کے غلام تھے۔

③ جناب مخج بن سہم جو امامؑ کا غلام تھا۔

④ جناب سعد بن الحرس الخرازی جو پہلے امیر المؤمنینؑ کا غلام تھا۔ یہ سعیم کے شہزادوں میں سے تھے۔ چھوٹے سے سن میں اسلام کی طرف مائل ہوئے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔

⑤ جناب حرش بن سمعان جو حضرت حمزہ سید الشہداءؑ کا غلام تھا۔

⑥ جناب جون بن حوی التوبی کہ جو پہلے ابوذر غفاریؑ کے غلام تھے۔ اس کو حضرت علیؑ نے ۵۰۱ دینار میں خریدا اور ابوذر کو بہہ کر دیا۔ یہ ابوذرؑ کی خدمت میں تھا لیکن جب عثمان نے ابوذر کو ریذہ کی طرف شہر بردا کیا تو یہ ساتھ گیا اور وہاں حضرت ابوذرؑ کی وفات ہو گئی تو واپس مدینہ حضرت علیؑ کے پاس آگیا۔ حضرتؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے پاس اور ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کے پاس آگیا۔ وہ امام زین العابدینؑ کے گھر خدمت میں رہتا تھا۔ ان کے ساتھ کربلا آیا اور ۷۹ سال کی عمر میں شہید ہو گیا۔

◇ جناب اسلم بن عمرو کے بارے میں اہل سیر نے کہا ہے کہ یہ امام حسینؑ کے غلاموں میں سے ہیں اور معروف ہے کہ ان کو امام حسینؑ نے خریدا اور اپنے بیٹے زین العابدینؑ کو ہبہ کر دیا۔ یہ امام جوادؑ کا انتقال ہوا اور امامؑ کے ساتھ کربلا آیا اور امامؑ کے سامنے شہید ہو گیا۔

◇ جناب نصر بن ابی نیزہ، یہ امیر المؤمنینؑ کے غلاموں میں سے تھے اور ان کی طرف زکوٰۃ کی جمع آوری کے لیے مقرر تھے۔ یہ آٹھ غلام امام حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ کربلا آئے اور شہید ہوئے البتہ سلیمان بن ابی زرین بصرہ میں شہید ہوئے۔ دو غلام ان امام شہید نہ ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

① عقبہ بن سمعان، یہ جناب رباب بنت امراء القیس کے غلام تھے۔

② علی بن عثمان بن خطاب الخضری، یہ حضرت علیؑ کا غلام تھا۔ بعد میں امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آیا اور امامؑ کی شہادت کے بعد یہ کربلا سے بھاگ گیا۔

برادران امام حسینؑ

امام علیہ السلام کے جو بھائی کربلا آئے ان کی تعداد ۱۰ ہے:

① حضرت ابوالفضل العباسؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

② حضرت عثمان بن علیؑ بن ابی طالبؑ

③ حضرت جعفرؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

④ حضرت عبداللہ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

یہ چار بھائی امام علیہ السلام کے پدری بھائی تھے۔ جن کی والدہ جناب فاطمہ بنت حرام بن خالد بن ربيعة بن عامر ہیں۔ ان کی کنیت اُم المیتینؑ ہے۔

⑤ جناب محمد اصغرؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

⑥ جناب کبڑا بن علیؑ بن ابی طالبؑ

ان دو کی ماں جناب ملیٰ بنت مسعود وارمیہ تھیں اور وہ اپنے ان دو بیٹوں کے ساتھ کربلا آئیں۔

⑦ جناب عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ، لقب اطرف ہے، ان کی ماں صحباً علیہی تھیں جن کی کنیت اُم جبیب ہے اور اپنے بیٹے کے ساتھ کربلا آئیں۔

- ⑧ جناب عون بن علی بن ابی طالب، ان کی ماں اسماء بنت عمیس تھیں۔ اسماء مدینہ میں رہیں۔
 ⑨ جناب محمد اوسط بن علی بن ابی طالب، ان کی ماں امامہ بنت ابی العاص تھیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ کربلا آئیں۔
 ⑩ یہ تو کے نو اشخاص امام حسین کے بھائی تھے جو کربلا میں شہید ہو گئے۔

اولادِ جعفر طیار کربلا میں

- حضرت جعفر طیار جو امام حسین علیہ السلام کے پچھا ہیں، ان کی اولاد سے پانچ شخص کربلا آئے، ان کی تفصیل یہ ہے:
 ① جناب عون اکبر بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب جن کی والدہ حضرت نینب کبریٰ سلام اللہ علیہا تھیں۔
 ② جناب محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ ان کی ماں کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کی ماں جناب نینب کبریٰ کو لکھا ہے۔ بعض نے کہا: ان کی ماں خوصاء بنت حصہ بن بکر بن واکل ہے۔
 ③ جناب عون بن جعفر بن ابی طالب، جن کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں جو مدینہ میں جناب فاطمہ عزیزی بنت امام حسین کے پاس رہ گئیں۔
 ④ جناب قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب ان کی ماں ام ولد ہے جو اپنے بیٹے کے ساتھ کربلا میں آئیں۔
 ⑤ عبد اللہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب، ان کی ماں خوصاء۔
 یہ پانچ شخصیتیں اولادِ جعفر طیار سے ہیں اور کربلا میں شہید ہو گئیں۔

اولادِ عقیل کربلا میں

- جناب عقیل امام حسین علیہ السلام کے دوسرے پچھا ہیں، ان کی اولاد سے بارہ افراد کربلا آئے جن کی تفصیل یہ ہے:
 ① جناب جعفر بن عقیل بن ابی طالب، ان کی ام الغفر تھیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ کربلا آئیں۔
 ② جناب عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب
 ③ جناب عبد اللہ بن سلم بن عقیل
 ④ جناب محمد بن سلم بن عقیل (ان دونوں کی ماں جناب رقیہ بنت علیٰ ہیں)
 ⑤ جناب محمد بن ابی سعید بن عقیل
 ⑥ جناب عبد اللہ اصغر بن عقیل ابن ابی طالب
 ⑦ جناب موسیٰ بن عقیل بن ابی طالب

- ⑧ جناب علی بن عقیل بن ابی طالب
- ⑨ جناب احمد بن عقیل بن ابی طالب
- ⑩ جناب مسلم بن عقیل بن ابی طالب
- ⑪ جناب محمد اصغر بن مسلم بن عقیل یا محمد اصغر بن عقیل بن ابی طالب
- ⑫ جناب ابراهیم بن مسلم بن عقیل یا ابراهیم بن عقیل بن ابی طالب

ان دونوں میں اختلاف ہے کہ جناب مسلم کے بیٹے ہیں یا جناب مسلم کے بھائی ہیں۔ ان بارہ افراد میں سے نو افراد روز عاشورہ کر بلا میں شہید ہو گئے۔ ان نو افراد کے ساتھ ۶ عدد ان کی والدات بھی تھیں۔ جناب مسلم کوفہ میں شہید ہوئے اور دو پچھے ان کے ساتھ تھے جو ان کی شہادت کے بعد قیدی ہو گئے اور بعد میں شہید کیے گئے۔

امام حسنؑ کے خانوادے سے افراد

امام حسن علیہ السلام کی پانچ ازواج اور امام حسنؑ کی اولاد میں ۱۶ افراد تھے، جو کر بلا آئے۔ کچھ کر بلا میں شہید ہوئے اور بعض پچھے ابن سعد کے خیام کے حملہ اور هجوم کے درمیان پامال ہو گئے اور بعض قیدی ہو گئے اور قیدیوں کے ہمراہ شام لے جائے گئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

- ① جناب حسن شیعی جن کی ماں حضرت خولہ تھیں۔ یہ مدینہ میں رہ گئیں۔
- ② جناب عمرو بن الحسن
- ③ جناب قاسم بن الحسن
- ④ جناب عبداللہ بن الحسن، ان تین شہزادوں کی ماں رملہ ام ولد تھیں۔
- ⑤ جناب احمد بن الحسن
- ⑥ جناب ام الحسن
- ⑦ جناب ام الحسین، یہ دونوں بیٹیں احمد بن الحسن کی ہیں جو خیام پر هجوم کے دوران میں پامال ہو گئیں۔ ان کی ماں ام بشر تھیں۔
- ⑧ جناب محمد بن الحسن
- ⑨ جناب جعفر بن الحسن، ان دونوں شہزادوں کی ماں ام کلثوم بنت عباس بن عبد المطلب تھیں۔

- ◆ جناب بکر بن الحسن، حن کی ماں اُم ولد تھیں، کربلا آئیں۔
- ◆ جناب حسین بن الحسن، حن کا لقب اثرم تھا۔
- ◆ جناب طلحہ بن الحسن
- ◆ جناب فاطمہ بنت الحسن، یہ بی بی حسین بن الحسن کی بہن ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اس بی بی فاطمہ اور ان کے دو بھائیوں کی ماں اُم اسحاق بنت طلحہ ہیں۔
- ◆ جناب زید بن الحسن
- ◆ جناب عبدالرحمن بن الحسن
- ◆ جناب بی بی اُم الحسین، یہ جناب زید اور عبدالرحمن کی بہن ہیں، ان کی ماں اُم ولد تھیں یہ سب کربلا میں تھے۔ یہ سول افراد امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور کربلا میں آئے۔ ان سے پارہ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔



مَدِينَةٍ سَمَّى مَكَةَ كَيْ طَرَفَ سَفَرٍ

فرزید پیغمبر کا مدینے سے سفر ہے
سادات کی بستی کے آہنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر وزیر ہے
گل چاک گریاں ہیں صبا خاک بسر ہے
گل رو صفت غنچہ کربستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورت گل دستہ کھڑے ہیں
رخصت کے لیے لوگ چلے آتے ہیں باہم ہر قلب حزین ہے تو ہر اک چشم ہے ہنم
ایسا نہیں گھر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم ٹھل ہے کہ چلا دلبر مخدومہ عالم
خدام کھڑے پیٹتے تھے قبر نبی کے
روضے پہ آدای ہے رسول عربی کے

تمام لوگوں کے آمادہ سفر ہو جانے کے بعد امام علیہ السلام نے حکم دیا تو دو صد پچاس گھوڑوں یا دو صد پچاس اُوتھوں کا پندوبست کریں۔ ان میں ستر اونٹ سامان سفر، خیسے اور غذا اورغیرہ کے لیے مخصوص تھے اور چالیس اونٹ برتوں، ونگوں، انقدریہ کے لیے مخصوص کیے گئے۔ تین اونٹ پانی کی مشکلیں اٹھانے کے لیے اور بارہ اونٹ درہم و دینار، زیور و آلات، لباس ہا وغیرہ کے لیے خاص تھے۔

پھر پچاس اونٹ جن پر کجاوے رکھے گئے تھے ان کو بھایا گیا تاکہ مhydrat عصمت، بچوں، غلاموں، خدمت گاروں اور کنیزوں کو سوار کیا جاسکے اور باقی اُوتھوں پر دیگر سامان و اساباب لازم وغیرہ باندھا گیا۔ جب سامان باندھے گئے اور محملوں میں بیٹھنے والی سواریاں بیٹھ گئیں اور پورا کارواں روانگی کے لیے آمادہ ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام آخڑی وداع کے لیے جید امجد کی قبر اور بھائی، دادی، ماں اور دیگر اقربا کی قبور پر گئے اور سب سے الوداع کیا۔

پھر رسول خدا کے گھوڑے مرتجع کو طلب کیا، اس پر ۲۸ ہوئے اور اپنے پورے جلال سے ۲۸ رجب کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نکلتے ہوئے یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبُّنَجِينِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّلِيمِينَ ۝ (القصص: ۲۱)

”وہ شہر سے خوف زدہ ہو کر لٹکے کہ دشمن پیچھے لگا ہوا ہے اور کہا: اے میرے رب! مجھے قوم ظالمین سے نجات دئے۔“

حضرت شاہراہ عظیم اور صراطِ مستقیم فرانچ چہرے سے نکلے۔ کارروائی میں سے کسی نے کہا: کیا اچھا ہوتا کہ ہم اس راستے سے نکلتے جس سے ابن زیبر گیا ہے کیونکہ ممکن ہے دشمن ہمارے تعاقب میں آئے، اگر دیگر راستوں سے جائیں گے تو دشمن سے حفاظت رہیں گے۔ اس راستے پر تو واضح ہے کہ دشمن مانع ہو گا۔

امام علیہ السلام نے جواباً فرمایا: خدا کی حشم امیں سیدھے راستے پر ہی جاؤں گا اور خدا کی قضا و قدر کے سامنے بر تسلیم خم کرتا ہوں۔ جو اس نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے وہ باہتر ہے۔

بہر صورت حضرت امام حسین علیہ السلام شیعہ مفیدی کتاب ارشاد کی روایت کے مطابق اپنے بھرا ہوں کے ساتھ راستے طے کرتے ہوئے ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔ دہان سکونت کی، جوں ہی مکہ کے لوگوں اور عمرہ پر آئے ہوئے لوگوں کو حضرت امام حسین کے مکہ میں وارو ہونے کی اطلاع ٹی تو وہ فوج در فوج ملاقات کے لیے امام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا شروع ہو گئے۔

ابن زیبر بھی مکہ میں تھا اور ہمیشہ بیت اللہ کے پاس رہتا اور نماز اور طواف میں وقت گزارتا تھا۔ نیز لوگوں کے ساتھ امام کے ملاقات کرتا رہتا تھا۔ وہ بھی دو دن پے درپے اور کبھی دو دن میں ایک مرتبہ ملاقات کے لیے آتا تھا۔ البته امام حسین کا مکہ میں ہونا ابن زیبر کے لیے قابل برداشت نہ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک مکہ میں امام حسین علیہ السلام موجود ہیں میری بیعت بھی نہ کریں گے البتہ اس ناپسندیدگی کو ظاہر نہ کرتا تھا۔

بہر صورت امام علیہ السلام نے شعبان، رمضان، شوال اور ذی القعده میں مکہ میں رہائش رکھی اور یہ روز منگل ذی الحجه کو حضرت نعمتہ مفرودہ کی ادائیگی کی اور پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

کوئیوں کے خلطوں برائے امام

امام کی مکہ میں رہائش کے دوران میں عمدہ ترین واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ کوئیوں کے بہت سے خلطوں آئے۔ جب کوئیوں کو معاویہ کے مرلنے کے بعد یزید کے تخت خلافت پر بیٹھنے اور امام حسین علیہ السلام کے بیعتوں یزید سے انکار اور امام کے مکہ پہنچ جانے کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے سلیمان بن ضر خراوی کے گمراحتیع کیا اور معاویہ کی موت، یزید کی خلافت

اور امام کی مخالفت کی باتیں ہو سکیں۔ سلیمان بن مهر دخراوی نے کہا: معاویہ ہلاکت ہو گیا اور امام حسن نے بیزیکی بیت سے انکار کر دیا ہے اور کلم میں تشریف لاحکے ہیں۔ تم ان کے اور ان کے بات کے شیوه ہو۔ اگر ان کی فخرت کرنا چاہتے ہو اور جہاد کرنا چاہتے ہو تو ان کی طرف خط لکھو۔ اگر تمہیں خوف ہو جس کی وجہ سے تم سُستی ہو جائے تو پھر ان کو دھوکا نہ دو اور خط نہ لکھو۔

لیکن سب نے جواب دیا ہاں امام پورا جہاد کریں گے اور ان کی مدد کریں گے اور ان کی جانیں قربان کرنے سے دربغ نہیں کریں گے۔ جیسیں انہوں نے اسی مضمون پر مشتمل خط لکھا اور عبد اللہ بن مسیح اور عبد اللہ بن والی کو خط دیتے گے امام کے پاس

بسم اللہ الرحمن الرحيم

اولاً اطرف سلیمان بن مهر دخراوی، مصعب بن نجیب، رفاعة بن شداد، حسیب بن مظاہر اور میر شیعان افغان اور کینہ کے آپ پر درود ہو، ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔ ہم خدا کہ تمہارے سرخنڈن اور کینہ کے والے پر موت آگئی اور اب اس کی جگہ یزید بیٹھ گیا۔ ہم یزید اور اس کے باپ کے افعال پر لعنت کرتے ہیں۔ ہمارا کوئی الام موجود نہیں، آپ ہمارے پاس آئیں تاکہ ہم سب حق پر جمع ہو جائیں۔ فتحان بن بشیر حاکم ہے۔ تم اس کی نماز حمد نہیں جانتے۔ عبد پر بارہ نہیں نکلتے۔ اگر ہمیں اطلاع ہٹے کہ آپ ہماری طرف آرہے ہیں کہ اس حاکم کو معزول کر سکے نکال دیں گے۔ السلام علیکم!

یہ خطوط رمضان کو امام کے پاس پہنچے۔

مولف کہتا ہے: عجم کوئی نے لکھا ہے کہ خطوط لانے والے عبد اللہ سیمہ ہماری اور عبد اللہ بن سعی السکری تھے۔ جب یہ خطوط امام کے پاس آئے تو امام خطوط کا مطالعہ کر کے خاوش ہو گئے اور ہو اپنے لکھنا اور قاصدؤں کو واہیں مطمئن کر کے سمجھ دیا۔ جب وہ واپس کو فہ آئے تو قیس بن مسحر، عبد الرحمن بن شداد، عمرہ بن عبد اللہ اور دیگر ایک سو پچاس خطوط لے کر امام کے پاس گئے۔ امام کو فہ آنے کی دعوت دی لیکن امام خاموش رہے اور جواب نہ دیا۔ اسی طرح خطوط کا سلسہ جاری رہا حتیٰ کہ آخری خط کا متن یہ تھا کہ کوئی آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کی مخالفت پر قتل ہیں۔ جلدی آئیں۔ ابھی آئے کا وقت ہے۔ صحراء بربر ہیں، میوے پک چکے ہیں اور ہر طرف سیرہ ہے اور ہمارے لئکر موجود ہیں۔

امام علیہ السلام نے ہائی اور سعید سے پوچھا کہ کس جماعت نے یہ خطوط لکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: فرزند رسول! غیر

بن رجی، جبار بن الججر، یزید بن الحارث، عروہ بن قیس، یزید بن برم وغیرہ۔ امام علیہ السلام اٹھے، خسوکی تخلیہ کی اور کن وہ مقام کے درمیان نماز پڑھی اور دعا کی۔

کوفیوں کو امام کا جواب اور مسلم کی کوندر دوائی کا خط بھی ملے۔

امام علیہ السلام نے یہ خط لکھا: حسین بن علی کی طرف سے گرفہ مومنین کے لیے!

ابعداً ہانی اور الحسید نے تمہارے خطوط پہنچائے اور حالات بتائے جس سے میں نے سمجھا ہے کہ تمہارا امام نہیں، میں تمہارے مقصود میں تاخیر نہیں کروں گا۔ لہذا اپنے بھائی مسلم بن عسکر کو جو میری طرف سے موافق اور وکیل ہے، سچھ رہا ہوں، وہاں سچھ کر مسلم مجھے وہاں کے حالات لکھیں گے تو میں آجاؤں گا۔ والسلام

خط بھیجا اور جناب مسلم کو فرمایا: آپ کو کوفہ میں اپنا وکیل بنا کر سچھ رہا ہوں وہاں جا کر قصداً یا تراویہ کا خط لکھا۔ اگر حالات موافق ہوں تو ان سے بیعت لو۔ دعا کرتا ہوں خدا تجھے اور مجھے شہادت پڑھا کر کے۔ پھر مسلم بن عقیل کو سینے سے لگایا

اور وداع کیا اور دو توں بھائی بھیجا دیتک روکت رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی خدمت پر اپنا حملہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَحْمٰنُّهُ أَعْلَمُ وَرَحِيْمٌ أَعْلَمُ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَصْنَعُ وَهُوَ أَعْلَمُ

بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَرَى

احوال حضرت مسلم بن عقيل عليه السلام

حضرت ابوطالبؑ کے جناب قاطمہ بنت اسد سے چار بیٹے تھے جن کا ایک دوسرے سے ۱۰ سال کا فاصلہ ہے جن کی تفصیل یہ ہے: ① جناب طالبؑ ② جناب عقبیؑ ③ جناب جعفر طیارؑ ④ حضرت علیؑ ایک حدیث جناب عقبیؑ کی فضیلت اور شرافت کے بارے میں امامی صدوقؑ میں یوں ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: ایک مرتبہ مولا علیؑ نے رسول پاکؐ سے عرض کیا:

یا رسول اللہ إِنَّكَ لَتَحْبُّ عَقِيلًا؟

قالَ أَيُّ وَاللَّهِ أَنِي لَا حِبَّةَ حُبِّيْنَ حُبَّيْلَةَ وَحُبَّيْلًا يُحِبُّ أَبِي طَالِبٍ لَهُ وَلَنَّ وَلَدًا لِمَقْتُولٍ فِي مَحْبَةِ وَلِدِكَ فَتَدَمَّعَ عَلَيْهِ عَيْنُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَصَلَّى عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ الْمَقْرُبُوْنَ ثُمَّ بَكَّى رَسُولُ اللَّهِ حَتَّى جَرَتْ دَمَوْعَهُ عَلَى صَدَرِهِ ثُمَّ قَالَ إِلَى اللَّهِ أَشْكُو مَا تَلَقَّى عَتَرْتِي مِنْ بَعْدِي

”ہاں میں عقبیؑ سے دُھری محبت رکھتا ہوں ایک محبت اس سے اور دوسرا ابوطالبؑ کی عقبیؑ سے محبت کی وجہ سے، اور ان کا ایک بیٹا آپ کے بیٹے کی محبت میں شہید ہو گا جس پر مومنین کی آنکھیں آنسو رہ سائیں گی اور ملائکہ مقربین درود وسلام پڑھیں گے۔ پھر رسول پاکؐ نے گریہ فرمایا حتیٰ کہ حضرت کے آنسو ان بے کے بیٹے تک جاری ہو گئے۔ میں اللہ سے ٹھکو کروں گا جو میرے بعد میری عترت کو پہنچے گا۔“

حضرت مسلمؑ کی ماں نبھیہ قبیلہ کی ام ولد تھیں اور حضرت وقت شہادت ۲۸ سال کے جوان تھے۔ حضرت مسلمؑ کی زوجہ جناب رقیہ بنت علیؑ ہیں اور مسلمؑ کے ان سے دو بیٹے علیؑ اور عبداللہ اور ایک بیٹی عائکہ ہیں۔ بعض نے نام عبد اللہ اور محمد لکھے ہیں، دو بیٹے کر بلا میں شہید ہو گئے اور عائکہ بھی پا مال ہو گئیں جو سات سال کی تھیں۔ بعض نے نام عبد اللہ اور محمد لکھے ہیں، دو اور بیٹے بھی لکھے ہیں جن کے نام محمد اور ابراہیم ہیں جن کی ماں کا علم نہیں۔ بچے باپ کے ساتھ

شخ۔ بابا کی شہادت کے بعد قیدی بنائے گئے اور پشت کوفہ میں جامع نہر کے کنارے شہید کر دیے گئے۔ ابن الی العزیز معتزلی شرح فتح البالاغہ میں لکھتے ہیں: معاویہ نے ایک دن عقیل بن ابی طالب سے کہا: اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ؟

جناب عقیل نے فرمایا: ایک چھوٹی کنیز کو چاہیں ہزار درهم پر خریدنا چاہتا ہوں لیکن رقم نہیں اگر حاجت روائی کے لیے تیار ہو تو رقم مجھے دے دو۔

معاویہ نے مراج کے طور پر کہا: آپ تو نامیں ہیں ایسی کنیز کی کس لیے ضرورت ہے؟ آپ کے لیے تو وہی کنیز کافی ہے جو صرف پچاس درهم کی ہو۔

جناب عقیل نے کہا: وہ کنیز اس لیے خریدنا چاہتا ہوں کہ اس سے ایسا بچہ بیدا ہو گا کہ اگر تم اسے ناراض کرو تو وہ تمہاری گروں اڑا دے۔

معاویہ نے کہا: میں نے مذاق کیا ہے پھر اس نے چاہیں ہزار درهم شہار کر کے عقیل کو دیے اور عقیل نے وہ کنیز خریدی۔ عقیل کے بعد جناب مسلم نے ۱۸ سال کی عمر میں معاویہ سے کمانڈینگ میں میری زمین ہے جس کی قیمت میں نے ایک لاکھ درهم ادا کی ہے، اب پہنچا چاہتا ہوں اور تجھے پہنچا چاہتا ہوں۔

معاویہ نے کہا: میں نے وہ تم سے خریدی اور قیمت ادا کر دی، پھر اپنے عمال کو لکھا کہ اس زمین پر تصرف کریں اور اسے سنیوال لیں۔ جب امام حسین علیہ السلام نے یہ سنا تو معاویہ کو لکھا کہ می خاشم کے ایک نوجوان نے تجھے بے دوقوف بنا لیا ہے اور زبانی زمین کا سودا کیا ہے، اب حل یہ ہے کہ زمین ہمارے حوالے کر دو اور اپنے پیسے لے جاؤ۔

معاویہ نے مسلم کو بلایا اور امام حسین کا خطاب کو دکھایا اور کہا: ہمارا مال واچس کرو اور زمین سنجا لو۔

مسلم کو بہت غصہ آیا اور کہا: میں پہلے تو اس سے تمہارا سر کھانا ہوں پھر رقم شمار کرتا ہوں۔

معاویہ نہ سما اور کہا: خدا کی قسم! یہ وہی بات ہے جو عقیل نے مجھے کہی تھی اور امام کی خدمت میں لکھا کہ میں نے زمین آپ کے حوالے کر دی ہے اور جو رقم مسلم سے لئی تھی اس سے درگزر کرتا ہوں۔

ابن شہر اشوب کے مناقب میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت امام حسن اور امام حسین، عبداللہ بن جعفر و مسلم بن عقیل کو لفکر کے دائیں طرف رکھا۔ یہ جنگ محرم سال ۲۳ ہجری میں واقع ہوئی اور مسلم کی عمر بوقت شہادت ۲۸ سال تھی۔ جنگ صفین کے وقت وہ سولہ سال کے تھے۔ چنانچہ سید الشہداء اس جنگ میں ۳۲ سال کے تھے۔

امام حسینؑ کا اہل بصرہ کو خط برائے نصرت پہنچانے والے میں سے ایک اور عالمگیر ایجاد کرنے والے تھے جس کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ بن عاصی تھا۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عاصی کو اپنا سفیر اور وکیل بناء کر بھیجا اور ہانی بن ہانی اور سعید بن عبد اللہ کے ہاتھ خطوط بھی روانہ کیے اور امامؑ نے فرمایا: قیس بن سعید صیاد اور عمارہ بن عبد اللہ بن عاصی کو مسلم بن عقیل کے ہمراہ روانہ کیا۔

اسی طرح بصرہ کے اشراف اور بزرگان پر جدت تمام کرتے ہوئے خطوط لکھے جنہیں ماں بن مسیح الکبریٰ، مخدوم بن الجارود، مسعود بن عمرہ، انحف بن قیس، قیس بن ششم، یزید بن مسعود، عہلی اور عمر و بن عبد اللہ بن عاصی کا مضمون یہ تھا کہ خدا نے میرے نانا کو تمام کائنات سے جن لیا اور رسالت عطا فرمائی تاکہ لوگوں کو نصیحت کریں اور الہام غیر رسالت کیا، جو کوئہ وہ حق پاچے ہیں (رسالت فرماتے ہیں) لہذا اپنی میراث، ہم اہل بیتؑ کے خواست کر گئے ہیں۔

ایک قوم نے جبار احق غصب کیا اور جمارے ہاتھ سے امور چھین لیے اور اس لیے خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں تاکہ نعمت کفر از جو جائے اور خون نہ بینے لگے۔ اب تمہیں خط لکھا ہے اور تمہیں خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف بلاد ہوں کیونکہ اب شریعت سنت کو برباد کر دیا ہے اور بدلاعات زندہ کر دی ہیں۔ اگر میری دوست قبول کرتے ہو اور میرے امر کی اطاعت کرتے ہو تو میں تمہیں گمراہی کے راستے سے نکال باہر کروں گا اور رازِ راست کی طرف ہدایت کروں گا۔ پھر خط سلیمان جن کی کشی ابو زروہ یعنی کوڈیا اور اسے بصرہ روانہ کیا۔

یزید بن مسعود، عہلی کا امامؑ کے خط پہنچنے کے بعد اشراف سے خطاب

جب امام علیہ السلام کے قاصد سلیمان نے خط یزید بن مسعود کو دیا اور وہ اس کے مضمون سے مطلع ہوا تو میں تمیم، بن حظله اور بنی سعد کو طلب کیا اور ایک کمیٹی بنائی اور پھر خطاب کیا: اے مجھے اپنے دیسان کیسے باتے ہو؟

لوگوں نے کہا: خدا کی قسم اتم، عیسیٰ ہمارے خیر خواہ اور تقویت دینے والے ہو۔ ہمارے لیے باعث ہر ہڑت و اختر ہو۔

ابن مسعود نے کہا: آج میں نے تمہیں ایک کمیٹی کے ذریعے جمع کیا ہے کہ تم سے مشورہ کروں اور تم سے مددوں۔

تمام لوگوں نے کہا: اتنا ہم طلب بیان کرو جو کچھ ہم کر سکیں سمجھ کر کرتے رہیں گے اور نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں گریں گے۔

ابن مسعود نے کہا: اے دوستو! معاویہ مر گیا ہے اور جنم میں پہنچ گیا ہے ایذا ظلم و قسم کے ارکان خراب تو ہوئے یہیں اب اس کی جگہ پر بیزید جو شرابی، فاسق و فاجر، خلافت کا مدھی ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم اس کمیٹی سے جہاد کرنا مشرکوں سے جہاد کرنے

لے افضل ہے بے بارہ بیان کا اسی مطلب ہے۔ اسی مطلب کے مطابق اپنے اعلیٰ حکم کے مطابق اس کے بعد کہا: اے لوگو! رب شاد سرفراز اور ماہ نظر جبار حضرت ابو عبد اللہ الحسین فرزند رسول اور نسل و بنی اللہ و محل خلیل اللہ، و ذریعی اللہ اور عقی اللہ کا بھای، شرافت اصل، طہار نسل اپاک طیبیت اور صاف سیرت، المترحمہ اور البدل مرتبہ، عقل کی وجہت اور علم کی کثرت، حلم کا ظہور اور حلق کا وجود، ظاہر صفات، زاہر نشانیات اور کامل نماول مکمل میں آئے ہوئے ہیں۔

اے لوگو! حق کے نورانی جادہ سے قدم نہ کھنچنا اور باطل صحراء میں گم نہ ہو جانا اور گمراہی کو نیت میں بھی نہ لاؤ۔ جمل کے دن اگر صخر بن قیس تھاری رسوانی کا باعث ہا تو آؤ اب اس کو حرج ان کریں اور شرم مندی اور رسوانی کو عزت اور عظمت میں پہلیں۔ فرزند تجیر، وور حیدر اور فاطمہ کے دل کے سور کی مدد کرو اور اس کی رکاب میں جان قربان کرو۔ خبردار ای ان کی فصرت سے کوئی ہی نہ کرنا کیونکہ کوئی ہی کرنے والا ذلت و خواری سے دوچار ہوگا۔ اس کی نسل کی جائے میں نے لباس بندگ پہننا ہے۔ زرہہ بین لی اور سر پر ڈھال رکھ لی۔ یہ تو تمہی شیت ہے جس کا میں نے اظہار کیا ہے اب میں تھارے جواب کا منتظر ہوں، خدا آپ پر رحمت کرے۔ وانی اور شانی جواب دیں۔

حاضرین کے جواب

پہلے بونو ناظلہ نے کلام کی ابتداء کی اور کہا: اے ہمارے قوم کے اڑوگ اور جماعت کے اڑوگ اور اے حکومت کی پناہ ہم قدم اپنے قدم تیرے ساختے ہیں لیا۔ اب ہمیں ملائیں دلو تو تیر نہ اپنے پر لگیں گے اور جنگ کا حکم کرو تو آپ کی مکمل فصرت کریں گے جیسے دریا کو آگ لگائے تو اپس آئیں گے اور بلاوں کا تم پر سیلا بآجائے تو بھی روگروانی نہیں کریں گے بلکہ اپنی تکواویں نے تیری رکو کہا تھیں گے اور اپنی جان اور حق کو خیری و حال بیاویں گے۔

اس کے بعد بھی تیری نے خلوص اور عظمت کے ساتھ تھا کیا کی اور متابعت اور مطاوعت کی۔ انھوں نے اپنے غنائم کی رشی ابن مسعود کے حوالے کر دی اور کہا: ہمیں جس مقصد کے لیے باؤ گے حاضر پاؤ گے۔

بنی اسرحدین بیزید نے آواز دے لیکر ہلا اسے ابوالخالد اہم اسے فرویکاں میون میون تیر پر تھاری تھالٹ ہے۔ میں تھارے اکسی فرمان سے بیچھے ہیں ہیں گے۔ صخر بن قیس نے تھیں بندگ ترک کرنے پر دعا کیا اور اہم اہم تھریم میں ہجتی ہے اب تھیں ایک لمحہ مہلت و میں تاکہ ایک دوسرے سے مشورہ کریں، پھر تم جواب دیں گے۔

پھر بسو عاصم تیری کلام شروع کی اور انھوں نے کہا: ہم تیرے آپا کے فرزندیں، تیرے رشتہ دار اور تیرے ساتھیں

تم ہیں، اس سے خوش نہیں جو چیز تجھے غصب میں لاتی ہے۔ ہم اس مقام پر اقامت نہیں کریں گے جہاں تیرا ارادہ سفر کرنے کا ہو۔ تیری دعوت قول ہے اور آپ کے فرمان کی اطاعت ہو گی۔

ابوالفال نے کہا: اے بن سعد! اگر تمہاری گفتار تمہارے کردار کے مطابق درست ہے تو خدا تمہیں ہمیشہ حفظ رکھے گا اور اس کی نصرت اس کو شامل ہو گی۔

بیزید بن مسعود کا امام کو جواب

ابوالفال کو جب لوگوں کی نیتوں کا علم ہو گیا تو اپنی مدد کا یقین دلانے کے لیے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ! آپ کا خط آیا، پڑھا۔ آپ نے ہمیں اپنی اطاعت کی طرف بلا بیا ہے، جہاں میں ہمیشہ ایک امام رہتا ہے جس سے نظام کا نکالت چلتا رہتا ہے۔ آپ مخلوق پر جھتر خدا اور رونے زمین پر اُن و امانت ہیں۔ آپ احمدی زینو نبی کی شاخ ہیں، اس درخت کی اصل خود رسول اللہ اور اس کی فرع آپ ہیں۔ اب نیک قال سے ہماری دعوت قول کریں کہ میں نے مئی تیم کی گردیں آپ کے لیے حاضر کر لی ہیں اور آپ کی اطاعت اور متابعت میں اس قدر شوق رکھتے ہیں جس طرح پیاسا اونٹ سراب کاہ کی طرف شائق ہوتا ہے اور آپ کی اطاعت میں بنی سعد کے گلے میں قلا دہ ڈال دیا ہے اور ان کی گردیں بھی آپ کے لیے خاش و اور نرم کر دی ہیں۔ حمارے تمام گروہ بنی سعد اور بنی تیم وغیرہ آپ کی ملاقات کے مشاق ہیں اور آپ کی زیارت کے طالب ہیں — والسلام!

یہ خط دنیا و آخرت کے سلطان حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا تو اس کو دعائے خیر کی اور فرمایا: خدا تجھے بروز وحشتِ اُن دے اور پیاس کے دن سیراب کرے۔

صاحبہ روضۃ الصفا کہتے ہیں: جب حضرت خاسِ آل عباد نے الٰہی بصرہ کو خط لکھا کہ میں مدد سے کوئی کی طرف روانہ ہو چکا ہوں، لہذا تمام شیعہ اور ہماری جماعت کے افراد وہاں حاضر ہوں کہ جہاں لشکروں اور سپاہ کے جمع ہونے کا مقام ہے۔

صاحبہ ریاض القدس کہتے ہیں کہ بصرہ والوں کو بادشاہ جاہز کی آمد کا انتظار تھا اور آنکھیں راہ گھنی رہیں، ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ تو کربلا میں محصور ہو گئے ہیں اور حضور سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ جب ان کو پڑھے چلا کہ پانچ تجھے روز ہو گئے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے گمراہ کا سامان اور الٰہی بیت کے ساتھ کربلا پہنچ گئے ہیں اور کوئیوں نے ان کو محصور کر لیا ہے تو انہوں نے سپاہ جمع کی، الٰہی قبائل اور طوائف و جنود و جیوش کو مکمل کیا تو وہ ۱۲ ابریس مردگار حجج ہو گئے اور زن و مرد حضرت کی نصرت کے لیے

آمادہ ہو گے۔

اے اللہ! کسی کی امید کو مالیتی سے نہ بدل۔ یہ جوان خصوص و خشوع سے کریلا کی طرف عازم ہوا اور ایک دیہاتی نے کہا: امیر کہاں جاتے ہو، والپس آ جاؤ، پر بیان نہ ہو، امام حسینؑ کا سرکٹ چکا ہے، جس پاک ان کامٹی پر پڑا ہے، ان پر پانی بند کیا گیا ہے اور ان کا دل اولاد برادران کی شہادت سے فوت چکا ہے۔
یزید بن مسعود نے بے اختیار کہا: خدا تیرے من کو توڑ دے یہ کیا خبر دے دی؟ خدا نہ کرے امامؑ کا ایک بال بھی بیکا ہوا ہو ورنہ میں اپنا پیٹ پھاڑ دوں گا۔

ابن مسعود ایک راہ پر آئے تو ایک اور دیہاتی آیا، اس سے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا: امیر بن کیا بتاؤں سب کچھ برباد ہو گیا۔ یزید بن مسعود نے جب یہ سن اتوہ خخت ٹکٹکیں اور محروم ہوا اور ہمیشہ اپنی (ضررت امامؑ سے) محرومیت پر جزو گرتا رہتا تھا۔

اخنف بن قیس بھی بصرہ کے اشراف میں سے تھا، اس نے مناقشہ طور پر امامؑ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:
اما بعد فاصبیر فان وعد الله حق ولا يستخفنك الذين لا يُوقنون (سورہ روم، آیہ ۴۰) تمام بصرہ کے روساء نے حضرتؐ کے خطوط کو پہنچا کر دیا اور ابن زیاد سے چھپا لیے۔ مگر منذر بن الجارود جس کی بیٹی بحریہ عبد اللہ کے گھر تھی اور عبد اللہ کے حیلوں سے سوچ چکار کرتا تھا۔ اس نے عبد اللہ کو مجری کی جس پر سیمان کو گرفتار کیا اور صبح کوفہ جا کر ان کو سولی پر لے کا دیا گیا یا قتل کر دیا گیا۔ اس وقت ایک شیخہ عورت جس کا نام بنت سعد تھا اس کے گھر میں ہیجان بصرہ نے اجتیح کیا۔ ان لوگوں سے ایک شخص مسٹی یزید بن عیط جس کے دل بیٹھے تھے، نے امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور بیہاں اجتماع میں اپنے ارادے کا اعلان کیا۔

لوگوں نے کہا: عبد اللہ بن زیاد نے راستوں پر گاشتے لگا دیے۔ ان کی وجہ سے تمہارے بارے خالق ہیں۔
اس شخص نے کہا: جب راہ پر روانہ ہو جاؤ تو ان موائع کو کچھ نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں عبد اللہ اور عبد اللہ کے ساتھ جنوب مکہ میں امام حسینؑ علیہ السلام کے پاس پہنچ کے تو یہ اپنے بیٹوں کے ساتھ شہید ہو گیا۔



آٹھویں فصل

حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

جب غدار اور مکار کو قیوں نے متواتر خطوط بھیجے، تھی ایک دن میں جتنے صد خطوط بھیجے۔ تمام کام مضمون یہی تھا کہ ہمارا امام نہیں اور ہمیں کافی تسلیم و تم سے نگ آگئے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہم پر احسان کریں اور کوفہ آئیں تاکہ ہم سے ہمیں امیری کا ظلم و تم دور ہو جائے۔

حضرت ہمیشہ کوفہ روانگی کی تاخیر کرتے رہے حتیٰ کہ بقول بعض مؤرخین ۱۲ ہزار کے قریب تعداد بیچ گئی۔ حضرت نے تمام خطوط کو تحلیل میں والا اور مختوظ کر لیا تاکہ کوئی سوال کرے کہ کوفہ کیوں آئے ہو تو اس کو دکھائیں کہ یہ کوفہ میں میری آمد کے احباب ہیں اور یہ خطوط ہم عاشر کی ثبوت کے لیے ہیں۔

بہر صورت جب ان غداروں کا اصرار بڑھا اور حد سے تجاوز کرنے لگا تو ارباب وفا کے قبلہ امام نے جناب مسلم کو بلاں اور فرمایا: ابے چیز ادا کہ اس رہا میں اس قدر ہست کو بلند رکھو کہ شہادت کو واضح دکھو۔ چنانچہ آپ کے چہرے کی بشاشت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت تمہارا مقدار ہے۔ گریہ سے حضرت کا گلا بھر گیا۔ پھر مسلم کو آگئے کیا اور گلے طے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں یائیں والیں اور ویکنی ویکنی لپکی ایام حسینؑ اور مسلم بن عقیلؑ بہت روئے دوںوں لیے رہے کہ جیسے بہار کے بادل کی برسات ہو۔ حضرتؑ کے اصحاب اور دیگر لوگ اسی روئے سے بہت متاثر ہوئے اور وہ سب رونے لگے اور ماتول بڑا بھی اور عملکرنی سا ہو گیا۔

امام حسینؑ اور مسلم بن عقیلؑ کی ملاقات

جب امام عالی مقام نے جناب مسلم کو کوفہ جائے کا حکم دیا تو مسلم امامؑ کی خدمتِ القدس سے کلک اگر ایک طرف بیٹھ گئے اور بہار کے بادل کے بر سے کی طرح زار و قطار لزومنا شروع کیا اور ابے قراری کا اظہار کیا گیا تو کہا گیا کہ اے آل عقیل کی روشن پیشانی! کیونکر آنسو بہار ہے ہو؟

انھوں نے فرمایا: میں تین بھرگی آنکھوں کے نور اور فاطمہ زہراءؑ کے دل کے سور امام حسینؑ سے جدائی پر رورہا ہوں کہ کافی عرصہ سے ان کے زیر تربیت ہوں اور آپؑ سے محبت کے راستے پر ہی جا رہا ہوں لیکن یہ خوف لاق ہے کہ شاید پھر

امام حسینؑ کی زیارت نہ کر سکوں بالآخر سفر کا سامان اکٹھا کیا اور وداع کے لیے آل عقیل اور اہل و عیال کے گھر آئے، تمام کو دیکھا اور ان سے ہے خدا حافظ کہا۔ وہ بھی مرتبت پھر وداع کے لیے گھر آئے اور خود کو امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیا اور حضرتؐ کے طور پر حضرتؐ کے پاؤں چوپے جس طرح جبریلؐ نے حضرتؐ کے پاؤں پر بوسہ دیا اور انہوں کو چوتھے تھے۔ یا ہمیں غیر بخوبی اور فاطمہ زہراءؓ آپؐ کو بوسے دیتے تھے اسی طرح انہوں نے بوسہ دیا اور عرض کیا:

آقا جان! آپؐ کے فرمان کے مطابق وداع کرتا ہوں، مجھے معذور بخوبیں، میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کے جمال سے کامل تو شہزادی حاصل کر لوں۔

امام رونے اور مسلمؓ سے بہت پیار کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ مسلمؓ مختصر امامؓ سے رخصت ہوئے، آستانہ کا بوسہ دیا اور روئی آنکھوں سے رکاب میں پاؤں رکھا۔ آپؐ مدینہ کی طرف اور وہاں سے کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آل عقیل کے حوالوں نے الدار عکیا، پھر مسلمؓ نے انہوں دیکھا اور انہوں نے مسلمؓ کو دیکھا۔

مدینہ کے راستے کو فہراؤں

جب مسلمؓ نے امام حسین علیہ السلام سے اجازات مانگی اور امام عالی مقام کی تیابت کے لیے عازم سفر ہوئے اور کوفیوں کے میں قاصدوں عمارہ، عبد الرحمن اور قبیل حکم امام سے ان کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مسلمؓ اور ساتھیوں کو مدینہ سے کوفہ جانا تھا۔ جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ کی مسجد میں نماز پڑھی اور قبیر طہر کی زیارت کی۔ پھر گھر آئے اور اپنے (ابن بیت) اور دوسروں سے وداع کیا اور باہر آگئے۔

شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں: مسلمؓ نے دو شخصوں کو رہنمائی و راستہ دکھانے کے لیے اپنے ساتھ لگایا اور ان کو اجرت دی اور کوفہ کی طرف سفر شروع کیا۔ دو شخص جو راہ اپنھا تھے وہ راستے سے بچک گئے اور غلط راہ پر جائے اور چلتے رہے۔ جب بہت سی مسافت ٹھکی جس میں پانی تھا تو ان پر شدید تکشی غالب ہوئی کہ وہ چلنے سے رُک گئے بالآخر وہ شدید تکشی کی وجہ سے فوت ہو گئے لیکن حضرت مسلم سلام اللہ علیہ نے اپنے آپؐ کو کسی طرح اصلی راہ پر پہنچایا اور کچھ مسافت طے کر کے مغین نامی گنگہ پر پہنچے بہاں پانی ہو جو دھنکا۔ حضرت مسلمؓ میں اترے اور توقف کیا اور اپنی بیانات بھاجائی۔

یہاں سے ایک خط حضرت امام علیہ السلام کی طرف قیس بن سہر صیدیقؓ کے فریئے بھجا۔ خط کا ضمون یہ تھا: میں اپنے دو رہنماؤں کے ساتھ مدینہ سے کوفہ کو روانہ ہوا جو راہ تھے بھول گئے اور غلط راستے پر چل ٹکلے۔ وہ جس قدر چلتے کے مدد نہ اسے دوڑ رہتے رہئے، پھر کی شدت کی وجہ سے بیڑے دونوں راہنماؤں فوت ہو گئے لیکن میں نے بھکل مقام

مضین پر اپنے آپ کو پہنچایا تاکہ بیاس بجھاؤں۔

یہ خط اس مقام سے آپ کو لکھ رہا ہوں اور چونکہ دونوں راہنماؤں کی وفات کو بھی قال سمجھتا ہوں لہذا اگر آپ کی رائے میں کوئی تبدیلی آئی ہے تو ارشاد فرمائیں تاکہ ہم اس سفر سے زک جائیں بلکہ کسی اور کو کوفہ کی طرف روانہ کیا جائے۔

امام علیہ السلام نے جناب سالم کے خط کا جواب ان الفاظ سے دیا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَّا إِنِّي

اے میرے چجاز اسلم آپ کی تحریر سے آپ کی کمزوری اور پریشانی نظر آتی ہے لیکن میری رائے ہی ہے کہ جو حکم

آپ کو دیا گیا ہے اس پر عمل کریں اور آپ وہاں گئیں۔ والسلام!

جب امام علیہ السلام کا خط جناب سالم کے پاس پہنچا تو فرمایا اے دوستو! میں اپنی جان کا خوف نہیں رکتا بلکہ اس کو قال بد سمجھتے ہوئے، یہ استبطاط کیا کہ شاید امام کی نظر بدل گئی ہو۔ اس لیے امام علیہ السلام کو واقعہ کی اطلاع دی۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں امام کے حکم سے سرتاپی کروں۔ پس فوراً اس منزل سے آگے سفر شروع کیا۔

تاریخ الفتوح (ترجمہ تاریخ ائمہ کوفی) میں آیا ہے کہ مسلم بن عقل نے سفر کے دوران میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر ان کا ٹھکار کر رہا ہے۔ اس نے ہر ان کو گرایا اور اس کو ذبح کیا تو اس کو مسلم نے یہ کہ فاتح سماں کیا تو کہا: ان شاء اللہ میں دشمنوں کو قتل کروں گا اور ان کو ذلیل و خوار کروں گا۔

کوفہ میں مسلم بن عقل کا ورود

چونکہ مسلم بن عقل امام حسین علیہ السلام کے نائب بن کر کوفہ جا رہے تھے لہذا کسی کو اطلاع دیجئے بغیر کو ذہن میخنگ کرے۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ مسلم کوفہ میں وارد ہوتے ہی عمار بن ابی عبدہ ثقفی کے گمراۓ اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمان بن صرد غزائی کے گمراۓ اور صاحب حدائق انس میں ہے کہ سابقہ دونوں اقوال میں تضاد نہیں کیا بلکہ ممکن ہے کہ پہلے سلیمان بن صرد غزائی کے گمراۓ ہوں اور پھر عمار کی دعوت پر ان کے گمراۓ ہوں۔

آہستہ آہستہ دستیوں اور شیعوں کو پڑھنا تو زیارت کے لیے آنے لگے اور بیعت کرنے لگے۔ روزانہ تعداد کا اضافہ ہو رہا تھا تھا کہ بہت تصورے عرصے میں بیعت کرنے والوں کی تعداد ۱۸۰۰۰ اہلزار کے لگ بھگ ہو گئی۔ ان کے سردار سلیمان بن صرد غزائی تھے جو اصحاب رسول اور اصحاب امیر المؤمنین تھے۔ ان میں میتب بن مجیہ فزاری، عبداللہ بن سعید بن فیصل از ذی، رفاعة بن شداد بکلی، عبداللہ بن دال تیکی، عاصی بن حمیذ شاکری، جیبیب بن مظاہر اسردی، مسلم بن عوجہ، ابوتماسہ صیدا وی،

بیتِ رُفْقی موجود تھے۔

مسلم بن عقیل کے حضور اشرافِ گوفہ کا کلام

مقتولِ البخت میں ہے کہ چونکہ عابس بن غیب شاگری جناب مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام حسینؑ کے امید بخش خط پر نگاہ پڑی تو کھڑے ہو گئے اور خدا کی حمد و شکر بجالائے اور رسولؐ پاک پر ارواد بیججا۔ پھر مسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا:

میں قربان ہو جاؤں مجھے کوئیوں کے دلوں کی خبر نہیں کہ وہ کس حد تک مخلص ہوں لیکن اپنے غیر کی خبر دے رہا ہوں کہ میں منافق نہیں ہوں جوزبان سے کہہ رہا ہوں دل میں بھی بھی ارادہ ہے کہ میں اپنی تواریخ سے آپؐ کے اس قدرشن کو اس قدر قتل کروں گا کہ خود شہید ہو جاؤں گا۔

پھر حبیب بن مظاہر اٹھے اور عابس کی طرف توجہ کر کے کہا: اے بھائی! تم نے حق ادا کیا ہے، خدا تم پر رحمت کرے۔ وَأَنَا وَاللَّهُ عَلَىٰ مِثْلِ ذَلِكَ أَوْ مِثْلِ بَعْضِ آنَّاَتِيَّ کرتا ہوں اور بھی ارادہ رکھتا ہوں۔

پس اہلِ کوفہ گروہ در گروہ اور دستہ در دستہ آتے تھے اور جناب مسلم کی بیعت کرتے، اور اعتماد کا اظہار کرتے، اور جب واہک چاتے تو ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق پڑایا اور تجھے وغیرہ حضرتؐ کے پاس بھوتا تھا۔ لیکن آپؐ کسی کا تحفہ اور ہدیہ کو قبول نہ کرتے تھے اور کسی سے کھانا بھی نہ کھاتے تھے بلکہ اپنے مال سے اپنا کھانا کھاتے تھے۔

مسلم بن عقیل کی تعریف میں مرحوم صدر الدین کا کلام (در کتاب ریاض القdens)

مرحوم صدر الدین قزوینی (خدا ان کی قبر کو محترم رہا) نے ریاض القدس (جو بہت نورانی کتاب ہے) میں حضرت مسلم بن عقیل کی تعریف و توصیف یوں فرمائی ہے۔ حکما کہتے ہیں کہ رسول زیان باشاد کے بادشاہ ہیں کہ جو شخص کسی کے غیر اور دل کی بات کو سمجھنا چاہے تو اس کی گفتار اور کردار سے معلوم کرے لہذا رسولؐ کے ارسال میں تاکید اور مبالغہ کیا ہے کہ رسولؐ تمام قوم سے دانا ترین اور فتح ترین ہو اور اطاوا و افعال میں ممتاز ہو۔

ان بیانات سے حضرت مسلم بن عقیل کی قدر کی جلالت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت کے بادشاہ نے اپنے اقربا سے اپنی سفارت، نیابت، وکالت اور رسالت کے لیے اپنے بھائی مسلم کو بیججا ہے کیونکہ مسلم دین داری میں مسلم تھے اور تقویٰ و پر ہیزگاری میں اُن کا ایک نام تھا۔ اور حضرتؐ نے ان کو اپنا نائب بنیا کر چند تعریفیں ان سے مختص کر دیں کہ وہ حسینؑ کی موئین، امین، برادر حسینؑ، حسینؑ کے چچازاد، عالم، عادل، فاضل، عالی، دامۃ علیٰ تھے اور جناب رقیہ خاتونؓ ان کی

زوجہ تھیں۔ وہ بہت بڑے شجاع تھے۔ بہادری میں بے بدل اور جرأت میں ضرب المثل تھے۔ وہ کسی شخص کو کہا تھا ہے کہ ان کمرے کی چھت پر پھینک دیتے تھے۔ کوفہ کے اونگ ایسی قدو مقامت والی شخصیت کو دیکھتے تو ان کے جسم میں لرزہ جیسا ہوتا اور کہتے کہ واقعہ یہ شخص اپنی جلالت اور شانگی کی وجہ سے نیابت کرنے کے اہل ہیں۔

پس اسی شخص کی روایت کے مطابق ۱۸ ہزار افراد نے بیعت کی اور انہوں نے مسلم کے لیے حاجب اور دربان معین کیا تھا تاکہ بیکانوں کو آمد و رفت لڑنے سے روئیں اور سوائے نیک لوگوں کے سی گونڈ آنے وے۔ اس دربانی اور حفاظت کے لیے جانب مسلم بن عوجہ نے ذمہ داری لی۔ ابو شامہ صید اوی کو خزانی بنا لیا گیا۔ اسی طرح ہر کام کا ایک مسؤول بنا لیا اور ہر صدرو فیتوں کو دین داری سے مددیں کیا اور انکر میں جو بخوبی خود ریات ہوئی ہیں: اٹی، زرہیں، ڈھائیں، تیر، تیزے وغیرہ جمع کر لیے گئے اور انکر کا سالار اور سپاہ دار معین کر دیا گیا۔

مشہور شاہسوار اور بر جستہ شیعہ متع ہوئے تو ۱۸ ہزار سے ایک لاکھ تک لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے امام علیہ السلام سے گزارش کی کہ ہم آپ پر قربان ہوں، تمام کام مکمل ہیں اور منظم ہیں۔ آپ کے نام خاص کے قدموں کی حاک کو اپنی آنکھوں کا سرمه بنا لیا ہوا ہے۔ انتیاع و اطاعت کے وجوہ کا قلاوہ آپی گرونوں میں ڈال لیا ہے۔ اج جب خط لکھ رہے ہیں تو ایک لاکھ توار چلانے والے مکمل اور مسلح سپاہی بیعت کر رکھ گئے۔

حکم کوفہ (نعمان) کی مسجد میں تقریباً ۲۰۰۰۰۰ مسٹر مربع مساحت کا مکان تھا جس کا اعلان کیا گیا۔ اس کی تعمیل کیا گیا اور حکومت اور درود وسلام کے بعد کہا:

شیخ مفید نے ارشاد میں فرمایا ہے: جب نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو جانب مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد اور ان کے نزدیک لوگوں کا جم غیر صحیح ہو جانے کی خبر پہنچی، تو بہت برہم ہوا اور حکم دیا: اعلان کیا جائے اور لوگوں کو مسجد میں بلا یا جائے۔ لوگوں کے اجتماع میں وہ منہ پر گیا اور حمدا و شتا اور درود وسلام کے بعد کہا:

اے لوگو! اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور لفڑو اور فتنہ کی طرف جلدی نہ کرو یوں کہ ان قتوں اور لفڑوں میں سرد مارے جاتے ہیں، خون بیٹھتے ہیں اور احوال لوئے جاتے ہیں۔ جو شخص ہم سے نہ لڑے گا میں اس سے نہ لڑوں کا، کوئی خلاف بغاوت نہ کرے تو میں اس پر کوئی تجاوزہ کروں گا، میں تم میں سے کسی سونے والے کوئیں جگاؤں گا اور کوئیں اپس میں لڑنے نہیں دوں گا۔ کسی کو تھہست اور بدمگانی کی بغایہ پہنچ پکڑوں گا۔ لیکن اگر اس تدریج رأت ہو گئی کہ میری بیست توڑتے اور اپنے امام کی مخالفت کرتے ہو تو خدا کی قسم اپھر میں تم پر اپنی تلوار اس قدر چلاوں گا کہ جب تک اس تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں ہو گا تلوار چلاتا رہوں گا۔ اگر تمہارے درمیان میرا کوئی حادی نہیں تو ان لوگوں سے امیدوار ہوں جو حق و تحقیقت کو پہچانے ہیں

اور ان میں سے پیشہ باطل کی بیروتی سے ہلاک ہو گئے۔ پس عبد اللہ بن مسلم بن زید جھری جو بھی امیہ کا خاتم تھا، ان نے نعمان سے کہا: یہ تقریر بہت کمزور ہے۔ تمہیں کہا خبر کہ کوفہ میں کیا شور و غل بڑا ہے۔ ایسی آگ لگی ہوئی ہے کہ جس کے انگارے بھیل جائیں گے۔ نعمان پر نیکہا: اگر اطاعت خدا میں مستضعفین ہے ہوں تو محضیت میں قوی اور غالب ہونے سے پہنچ کرنا ہوں، لہ کہہ کر وہ منبر سے اتر آیا اور لوگ چلے گئے۔

عبد اللہ بن مسلم نے ایک خط زید کو لکھا اور ان میں مسلم بن عقل کی کوفہ آمد لوگوں کا ہزاروں کی تعداد میں ان کی بیعت کر لیا اور نعمان کی مشتی اور کمزوری کو درج کیا کہ اگر تمہیں کوفہ کی ضرورت ہے تو کسی کامل، سفاک حکمران کی ضرورت ہے جو شہر کو دشمن کے گزند سے محفوظ کر سکے۔ اور اسی مضمون پر مشتمل دوسرا خط عمر بن سعد نے زید کو لکھا اور اس طرح کئی لوگوں نے خطوط لکھے اور اسے کوفہ کے حالات بتائے۔

زید کوفہ کے حالات سے آگہ ہونے کے بعد اور مسلم کے کوفہ میں اور وہ کی اطلاع ملے پڑتھ پریشان تھا۔ معاویہ کا غلام سرخون زید کو بہت محبوب تھا۔ اس سے مشورہ کیا کہ اب کیا کروں کہ کوفہ کے ان بھرے حالات میں حسین بن علی کو جا رہے ہیں اور اپنے جانے سے پہلے مسلم نے اپنے باب کو بھیجا ہے اور کافی تقداو میں لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کوفہ کا حاکم نعمان بن اسیر دشمن کا قلع تھا کہ میں ناکام ہے، تو اب ان حالات میں کیا کروں؟

سرخون کی عبد اللہ بن زیاد سے دوستی تھی، اس سے کہا: اگر آپ اپنے باب کے عہد نامے کو نیکیں تو آپ کو تلقین ہو جائے گا اور عبد اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بناؤں۔ وہ واحد شخص ہے جو ان بعض حالات میں کاراً مہ ہو سکے اور کنروں کر سکے۔

زید نے معاویہ والا احمد نامہ نکال کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ کوفہ اور بصرہ کا ابن زیاد کی حکومت اور تصرف میں رکھنا کیونکہ اس سے علاوہ ان دو شہروں پر نظر و نکار کے حکومت کرتا صرف اسی کا کام ہے۔

زید کا قرآن کو پارہ پارہ کرنا
زید نے فوز مسلم بن عمرو بیانی کو بلایا اور ان دو شہروں کی حکومت کا نکروں ابن زیاد کے پاس ہونا لکھا اور اس میں یہ لکھا: اسے فرزید زیاد نے مجھے اپنے دستوں نے کوفہ سے خیر دی ہے کہ فرزید عقل کو حصہ میں بیعت لے رہے ہیں، اس نے حزب اور لشکر بنائے ہیں، مسلمانوں کے عصا کے نوٹے سے پہلے بہت جلدی کوفہ پہنچو اور مسلم کو گرفتار کر اور قتل کر دو یا شہر بدرا کر دو یا

اُسی مصیبت اس کے سر پر ڈالو کہ پھر کبھی کوفہ آنے کا نام تک نہ لے۔ والسلام!

جب یہ خط ابن زیادنا بکار کے ہاتھوں میں پہنچا تو اسی وقت کوفہ کی طرف روانگی اور کوفہ کو فوری کنشروں کا نقشہ بیالیا اور دوسرا دن بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ یزید نے شام سے ایک لشکر ابن زیاد کی نصرت کے لیے کوفہ بیجا اور لشکر بیجتے وقت قرآن سے استخارہ کیا اور یہ آیت آئی: وَ اسْتَفْتَهُوا وَ خَابَ كُلُّ جَبَابٍ عَنِينِ (سورہ ابراہیم، آیہ ۱۵) ”اس مبارزہ میں ہر ایک فتح چاہتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جابر کی ہوتی ہے۔“

دوسری مرتبہ استخارہ کیا، پھر وہی آیت نکلی اور تیسرا مرتبہ استخارہ کیا تو بھی وہی آیت نکلی تو اس ولدانہ نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہا: اے قرآن! اجب تو روذِ محشر آیا تو میری شکایت کرنا کہ مجھے یزید نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

ابن زیاد کا بصرہ سے کوفہ کی طرف سفر

جب یزید نے بصرہ و کوفہ کی حکومتیں ابن زیاد کے حوالے کر دیں اور مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم جاری کر دیا تو اس نے کوفہ جانے سے پہلے بصرہ کو نظم و نشق دیا۔ دوسری طرف اشرف بصرہ جو محترم اہل بیت تھے، ان کے درمیان خط و کتابت جاری تھی۔ ان تمام خطوط کو انھوں نے چھپا لیا لیکن منذر بن جارود جس کی لڑکی بحریہ ابن زیاد کے گھر میں تھی، وہ ظالم خون بھانے کا سوچ رہا تھا کہ یہ بھریہ اس ڈر سے کہ خون خرا بے زیادہ نہ ہو، امام کا وہ خط لائی جو اس کے پاس تھا اور وہ سلیمان لایا تھا۔ اس ملعون نے سلیمان کو گرفتار کیا اور رات کو سویں پر لشکر دیا اور صبح سوریے کوفہ کی طرف چلا گیا۔

بہر صورت جب مسلم بن عرب و بابی تھیہ کا باپ بصرہ میں آیا تو کوفہ کی امارت کا عہد اور یزید کا ابن زیاد کے نام خط دیا اور سفر کا حکم دیا اور نمبر پر گیا اور یہ خطبہ پڑھا: (یہ خطبہ مقام ذخیر میں موجود ہے)

اما بعد امجھے ان آوازوں سے نجات نہیں دے سکتے اور کوئی شخص میری دشمنی اور مقابلہ پر شبات نہیں کر سکتا کہ میں اپنے دشمنوں کے ذوق پر زبردست قاتل ہوں۔ یزید نے مجھے کوفہ کی حکومت دی ہے اور جہان نے اپنے بھائی کو تمہارے اوپر اپنا نائب منصر کیا ہے۔ میں کوفہ جاؤں گا، خبردار ہماری مخالفت سے فتح کر رہنا جس نے مخالفت کی تو اسے اور اس کے سردار کو قتل کر دوں گا اور تمہارے نزدیکوں کو پکڑوں گا اور زیاد کا طریقہ جاری کروں گا تاکہ نفاق اور افتراء ختم ہو جائے۔

دوسرا دن شریک بن اعور حارثی جوہی کا شیخہ تھا، مسلم بن عرب و بابی نے عبد اللہ بن الحارث بن نوبل اور دیگر پانچ سو افراد کے ساتھ بصرہ سے روانگی اختیار کی۔ عبد اللہ نے یہی تیزی سے سفر کیا کہ کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے۔ پہلا شخص جس نے تیزی سے سفر کرنے کی مخالفت کی وہ شریک بن اعور حارثی تھے، اس امید سے کہ اس ملعون کا درود کوفہ میں دیر سے ہو اور

حضرت سید الشہداء پہلے پہنچ جائیں۔ عبید اللہ نے اپنے ساتھیوں کے حال کی طرف بالکل توجہ نہ کی بلکہ بڑی حیزی سے کوفہ کی طرف متوجہ رہا۔ جب قادیہ پہنچا اور اس کا غلام مہران بھی سفر کرنے سے تمکن گیا تو ابن زیاد نے اس سے کہا: اے مہران! اگر اپنے آپ پر کنٹرول کرو اور ہمت کرو تو تمہیں کوفہ کے محل میں پہنچ کر ایک لاکھ درہم انعام دوں گا۔ اس نے کہا: میری اب آگے جانے کی طاقت نہیں میں بہت نہ ہال ہوں۔

عبداللہ نے اہل حجاز کی طرح سفید لباس اور سیاہ عمامہ باندھا۔ ایسے چھپر پر سوار ہو کر اس راستے سے کوفہ پہنچا جو صحراء اور نجف کی طرف سے جاتا تھا۔ اکثر موئخین نے لکھا ہے کہ جب عبد اللہ شہر کے قریب پہنچا تو ذرا توقف کیا اور رات کو تھا کوفہ میں داخل ہوا اور بعض نے کہا: دن آدمیوں کے ساتھ داخل ہوا۔

ابن زیاد کا کوفہ میں ورود

تاریخ میں آیا کہ جس رات عبد اللہ کوفہ میں داخل ہوا وہ مہتابی رات تھی۔ اہل کوفہ سے سنا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ آ رہے ہیں لہذا وہ انتظار میں تھے۔ جب انہوں نے ایک گروہ کورات کو آتے ہوئے دیکھا تو سمجھے کہ امام حسین آ رہے ہیں لہذا اگر وہ درگروہ آئے اور استقبال کرتے رہے اور یہ کہہ رہے تھے:

مرحباً بك يا بن رسول الله ، "خوش آمدید اے فرزند رسول!"

ابن نما لکھتے ہیں: پہلا شخص جو ابن زیاد کو کوفہ میں ملا وہ ایک عورت تھی۔ جب اس کی نظر اس گروہ پر پڑی تو بآواز بلند کہنے لگی: اللہ اکبر اخدا کی قسم ای فرزند رسول اُم گئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجبر فرمایا ہے۔ اس آواز نے پورے کوفہ میں یہجان برپا کر دیا کہ مولا حسین آ گئے۔ لوگ استقبال کے لیے آتے گئے اور ان کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ ابن زیاد کے چھپر کی دم پکڑ لی کیونکہ ان کا خیال تھا یہ فرزند رسول ہے۔ وہ کسی سے بولتا نہ تھا اور چلتا رہا۔ جب قصر دار الامارہ پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا کیونکہ نعمان بن بشیر کوفہ کا امیر تھا۔ وہ لوگوں کے ڈر سے دروازہ بند کر کے بیٹھا تھا کہ شاہ دین امام حسین علیہ السلام اس دار الامارہ کے محل کا دروازہ کھولیں لہذا چند نفر نہیں کھڑے تھے۔ انہوں نے نعمان کو خبر دی کہ یہ حسین بن علی اپنے لشکر اور حامیوں کے ساتھ دار الامارہ پہنچ گئے ہیں۔ نعمان دار الامارہ کی چھٹ پر گیا اور ہجوم کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور کامپتے کا نپتے کہا: یا بن رسول اللہ! کوفہ بے وارث نہیں خواہ خواہ فتنہ برپا نہ کریں، میزید آپ کو یہ شہر جو اے کرنے والا نہیں۔ کسی اور جگہ تھیں، صح دیکھا جائے گا کہ کیا ہماتا ہے۔

لوگ نعمان کو گالیاں دے رہے تھے اور کہتے تھے: اے ملعون! دروازہ کھول اور فرزند رسول کو اندر آنے دے کرو۔

خلافت کے اہل ہیں۔ لوگوں نے جس قدر اصرار کیا نعمان نے مذمت کی۔ اس وقت ابن زیاد نے دیکھا کہ یہ دروازہ نہیں کھولے گا لہذا اس نے مجبوراً اپنے چہرے سے ثواب اُتاری اور کہا: افتتح لعنک اللہ " دروازہ کھول خدا تم پر لعنت کرئے۔" خدا تمیرا چہرہ سیاہ کرے دروازہ کھول، تیرے اس طرح حکومت کرنے پر لعنت ہے۔

ادھر مسلم بن عمرو بahlی نے آواز دی: اے اہلی کوفہ! یہ فرزند رسول نہیں یہ عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جب عبید اللہ نے سر سے عمامہ اتارا تو لوگوں نے پہچانا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے تو دارالامارہ کے دروازے سے واپس چلے گئے اور تفرق ہو گئے۔ پھر نعمان نے حکم دیا اور دارالامارہ کا دروازہ کھل گیا اور ابن زیاد اپنے گروہ کے ساتھ دارالامارہ میں داخل ہوا۔ ابن زیاد جب تجھی حکومت پر بیٹھ گیا تو سخت غصے میں کہنے لگا: نعمان! تم پر لعنت ہو شہر میں یہ کیا حالات بنادیے ہیں؟ جو لوگ قادر دارالامارہ میں موجود تھے، ابن زیاد کے زبانی حملوں سے ڈر کر جواب میں کہا: ہمیں خبر نہیں، یہ نقصہ کسی اور نے پیدا کر دیا ہے۔ ہم نے یہ زیدی بیعت نہیں توڑی اور کسی سے عہد نہیں کیا۔

ابن زیاد نے کہا: میرے ہاتھ پر جو یہ زید کا ہاتھ ہے بیعت کرو تو تمام روسمائے کوفہ نے ڈر کے مارے اس کی بیعت کی۔

Ubaidullah کا کوفہ کے اجتماع سے خطاب

مرحوم شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ دوسرے دن صبح سوریے ابن زیاد نے اعلان کروایا کہ لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں تو لوگ دستہ مسجد میں آجے اور عبید اللہ بن زیاد کا انتظار کیا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ کچھ وقت کے بعد وہ ملعون کافر آیا، منہر پر بیٹھا اور حدوشا کے بعد کہا: مجھے یہ زید نے کوفہ کا امیر بنادیا ہے اور یہ زید کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔ پھر اچھے لائق اور خوشخبریاں دی کیں اور پھر کہا:

اے لوگو! یہ زید نے مجھے وائی کوفہ بنایا ہے کہ رعیت سے انصاف کروں اور ظلم و جرائم کروں، میں مطیع اور مغلض لوگوں سے ان کے والدین سے بھی زیادہ محربان ہوں اور مخالفوں اور باغیوں کو تواریخ سے تیز اور تازیانہ سے زیادہ مارنے والا ہوں۔ میرا بیانام اس ہائی (مسلم بن عقیل) کو پہنچا دو اور اسے کہو کہ ابن زیاد کہہ رہا ہے کہ میرے غصب سے ڈر و دشہ بہت جلد گرفتار ہو جاؤ گے بہتر ہے کہ کوفہ سے چلے جاؤ ورشہ مارے جاؤ گے — والسلام!

پھر محل میں چلا گیا اور کوفہ کے تمام روسماء اور امراء کو بلایا اور ان پر سختی کرتے ہوئے کہا: ہر قوم کے فعال کارکنوں اور مخالفین خارجیوں کے نام لکھیں اور ان کو پکڑ کر میرے پاس لا کیں تو وہ بری ہو گا اور اگر ان کے نام لکھ کر نہ دو گے تو پھر ضمانت دو

کہ کوئی مخالفت نہ کرے گا اور اگر تم نے ان کو چھپایا اور مخفی کیا تو ان کو سوچی پر لٹکاؤں گا اور اپنی عطا سے محروم کروں گا، ان کی جان اور مال مجھ پر حلال ہو گا۔

مقتل ابی مخنت میں ہے کہ ابن زیاد نے اعلان کروایا کہ یزید کی بیعت پر ثابت قدم رہو۔ غقریب شام سے ایک لشکر آ رہا ہے جو خالقین کو قتل اور ان کی عورتوں کو قیدی بنالے گا۔

کوفہ کے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں کیا کہ ہم مارے جائیں اور مختلف یزید کرنا جس کے پاس خزانہ اور مال ہے اور اس کی بیعت کرنا جس کے پاس نہ مال ہونے خزانہ، خواہ خواہ اپنے آپ کو بلاست میں ڈالنا ہے۔

مسلم بن عقیل کی احمد مختار کے گھر سے ہانی کے گھر منتقلی

پونکہ حضرت مسلم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی سکونت مختار کے گھر سے ہانی کے گھر میں منتقل کر دی۔ اس حوالہ سے مسلم نے جناب ہانی سے کہا: کیا ان شرائط میں مجھے اپنا مہمان بنا سکتے ہو؟ ہانی نے کہا: آپ نے بہت سخت کام ذمے لگایا، اگر میری منزل میں وارونہ ہو چکے ہوتے تو میں مخذلتوں کرتا لیکن آپ جیسے بزرگوں کو مجھ جیسا شخص انکار نہیں کر سکتا۔ لہذا بڑے سکون اور سلامتی سے میرے گھر رہیے۔ پس مسلم ہانی کے گھر میں پوشیدہ ہو گئے۔ کوف کے شیعہ ان کے پاس آتے جاتے تھے، اس وقت پچھس ہزار آدمی بیعت کر جیکے تھے۔ مسلم نے قیام کا ارادہ کیا لیکن ہانی نے کہا: جلدی نہ کرو بہتر ہے۔

چند دنوں کے بعد غلام معقل کو اپنی زیادتی کہا: یہ تین ہزار درہم ہیں۔ کسی شیعہ کو تلاش کرو، اس کے سامنے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرو اور اس کو یہ رقم دو کہ یہ رقم لو اور دشمنانِ دین کی جنگ میں میری مدد و قبول کرو۔ جب یوں کرو گے تو وہ تم سے کچھ نہ چھائے گا اور بہت زیادہ کوشش کر کے مسلمان کی تلاش کرو کہ وہ کہاں ہیں اور ان کے ساتھی کون ہیں؟

معقل مسجد میں آیا، مسلم بن عوجہ کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے وہ بیٹھ گیا اور لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ یہ شخص مسلم بن عوجہ مسلم کی طرف سے بیعت لیتا ہے۔ جب مسلم نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نے کہا: میں شامی شخص ہوں اور اہل بیتؐ کا دوست اور ذوالکلام حمیری کے موالیوں میں سے ہوں اور پھر کہا: میں مسافر ہوں اگر مجھے زیارت کروادیں اس شخص کی جو میرے مولانا حسینؑ کی بیعت لے رہا ہے کیوں کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کو ان سے آشنا تھی ہے۔ میں یہ مال دینا چاہتا ہوں اگر آپ چاہتے ہیں تو یہ مال لے کر میری بیعت آپ لے لیں ورنہ مجھے ان کی زیارت کروادیں۔

مسلم بن عوجہ نے کہا: اس مسجد میں میرا انتخاب کیوں کیا ہے، مجھے اپنا تم راز کیے پایا ہے۔
معقول نے کہا: خیر کے آثار اور فلاح کے اظہار، اور شرید کے انوار آب کے چہرے میں دیکھے تو میں نے خیال کیا کہ

آپ محبانِ اہل بیتؐ میں سے ہیں۔

مسلم بن عوجہ چونکہ سادہ طبیعت کے تھے لہذا اس سے کہا تیراگان غلط نہ تھا میں محبت اہل بیتؐ ہوں، میرا نام مسلم بن عوجہ ہے، آؤ خدا سے عہد و پیمان کریں اور اس راز کو کسی کے سامنے فاش نہ کرنا تاکہ میں تجھے مقصود تک پہنچاؤں۔
معقل نے جھوٹی قسم اٹھائی کہ راز فاش نہ کروں گا۔

مسلم بن عوجہ نے کہا: آج جاؤ، مل میرے مکان پر آنا، میں تجھے مسلم بن عقیل کے پاس لے چلوں گا۔ دوسرا دن مسلم بن عوجہ معقل کو مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے۔ معقل حضرت مسلم کے پاؤں پر گر پڑا اور آپؐ کے ہاتھوں کو چوما اور تین ہزار درہم حوالے کیے۔

مسلم بن عقیل نے فرمایا: اس شخص سے مجھے روشن کے آثار تو نظر نہیں آ رہے ہیں۔ میں خدا کی قضا پر راضی ہوں، قرآن لاوٹا کہ اس کو قسم دلاوں، قرآن لاایا گیا۔ معقل نے قسم اٹھائی کہ آپ کا راز فاش نہ کروں گا اور اگر سر بھی کٹ جائے تو بھی بیعت نہ توڑوں گا۔ اس روز شام تک وہ ہانی کے گھر رہا اور تمام حالات سے باخبر ہو گیا۔ یوں غروب مرخص ہو گیا اور ان زیاد کو پوری تفصیل بتا دی۔ ابن زیاد نے غلام کو شاباش دی اور کہا: مسلم کے حضور رہو ممکن ہے کہ وہ مکان تبدیل کریں اور ہم غافل رہیں۔

عبداللہ بن ملقطؓ کی گرفتاری اور شہادت

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں لکھتے ہیں: ہانی ابن زیاد کی حکومت سے خائف تھے لہذا ابن زیاد کے پاس نہ جاتے تھے اور بیماری کا بہانہ بنایا ہوا تھا۔ ابن زیاد نے دربار میں کہا: مالی لاءِ رہی هانیاً "کیا ہوا کہ ہانی ہمارے پاس نہیں آئے؟"

کہا گیا اسے امیر ادا و بیمار اور کمزور ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: کاش! ہمیں ان کی بیماری کا علم پہلے ہوتا تو ان کی عیادت کرتے۔ جب عمرو بن ججاج زیدی، ہانی کے سُسر نے کہا: وہ بیمار ہیں تو ابن زیاد نے کہا: مجھے ان کی صحت و سلامتی کی اطلاع ہے، وہ اپنے گھر پر صدقہ میں بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ تم، محمد بن اسحاق اور بیہقی میری طرف سے ان کی عیادت پر جاؤ تاکہ اشرافی کوفہ کی عظمت کا حق ادا ہو۔ اس وقت ابن زیاد کا دوست جلدی سے آیا اور کہا: اے امیر! ایک تازہ خبر لایا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: کیا ہے؟ اس نے کہا: میں ابھی تفریق کے لیے صحرائیں گیا تھا کہ ایک تیزی سے جانے والے قاصد کو دیکھا، اس سے پوچھا تم

کون ہو اور کس طرف جا رہے ہو تو اس نے کہا: میں مدینہ کا ہوں۔ کچھ عرصہ وہاں کام تھا اب کوفہ میں واپس جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ اہل کوفہ سے کسی کا خط بھی تمہارے پاس ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ میں سواری سے آڑا، اس کے لباس و سامان کی حلاشی لی تو ایک خط نکلا۔ وہ خط اور اس شخص کو گرفتار کر کے لاایا ہوں اور (مزید کارروائی کے لیے) تمہارے حکم کا انتظار ہے۔

ابن زیاد نے خط پڑھا تو لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! يٰ مُسْلِمٌ کی طرف سے سلطانِ جماز کے نام خط ہے!

آپ پر قربان ہوں میں نے آپ کے دوستوں اور شیعوں کو آپ کا مطیع پایا ہے۔ سب آپ کے آنے کی انتظار میں ہیں۔ ابھی ۲۰۰ ہزار نفر نے بیعت کر لی ہے اور ان کے نام لکھ لیے ہیں۔ آپ جلدی کوفہ آئیں — والسلام!

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ یہ قاصد عبد اللہ بن میقطر تھا۔ ابن زیاد نے قاصد کو طلب کیا اور پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں بنی ہاشم کا غلام ہوں۔

پوچھا: کیا نام ہے؟

کہا: عبد اللہ بن میقطر

پوچھا: یہ خط کس نے لکھا اور کس نے دیا ہے؟

کہا: اس شہر کی ایک بوڑھی نے مجھے کہا: چونکہ تم مدینہ جا رہے ہو تو یہ خط آقا کو پہنچا دینا۔

پوچھا: کیا آس کو جانتا ہے؟

کہا: نہیں۔

ابن زیاد نے کہا: دو کاموں میں سے ایک کام کرو کہ یا خط لکھنے والے کی نشان دہی کروتا کہ میری گرفت سے نجات پاؤ یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

عبد اللہ بن میقطر نے کہا: خدا کی قسم! نہ میں اس بوڑھی سے کم ہوں جس نے مجھے خط دیا، مجھے قتل ہو جانا منکور ہے۔

ابن زیاد نے غصب ناک لجھ سے کہا: جlad کو جلدی لاو اور اس مظلوم غریب کے قتل کا حکم دے دیا۔ جlad آیا اور داڑھی سے پکڑ کر اسے چڑے کے ایک ٹکڑے پر بٹھایا۔ اس مظلوم نے حضرت بھری نگاہوں سے مکہ کی طرف دیکھا اور کہا: اگر مجھے پتہ ہوتا کہ دوبارہ آپ کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا تو کوفہ آنے سے پہلے سیر ہو کر آپ کی زیارت کرتا۔ بہر صورت جlad نے بھیڑ بکری کی طرح مظلوم کا سر تن سے جدا کر دیا اور یہ واقعہ ذی الحجه کو یعنی جناب مسلم کی شہادت سے تین دن پہلے روشنما ہوا۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری

جب ابن زیاد حضرت مسلمؑ کو گرفتار اور قتل کرنے کے لیے کوفہ آیا تو چند روز حضرتؐ کو تلاش کیا۔ جب محقق غلام کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ وہ ہانیؓ کے گھر ہیں۔ ابن زیاد نے عمرو بن مجاج (ہانیؓ کے شسر)، محمد بن اشعف اور اسماء بن خارجؓ کو بلایا اور انہیں ہانیؓ کو بلانے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ ہمارے دربار میں کیوں نہیں آتے۔

شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں: تین شخص ہانی کے گھر آئے دیکھا کہ وہ لوگوں سے ملاقات کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا:
ما یعنیک من القاء الامیر ”آپ دیدار امیر کو نہیں آئے“۔ ابن زیاد آپ کو بلا رہا ہے، ہر روز آپ کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ بیمار ہیں تو میں عیادت کے لیے چاتا ہوں۔

ہانی نے کہا: ہاں کئی دن سے بیمار رہا ہوں، اس لیے دریار میں نہیں آسکا۔

عمرو بن حجاج نے کہا: بعض نے ابن زیاد کو خبر دی ہے کہ تم بیمار نہیں ہو۔ ہر روز گھر میں سقہ کے نیچے بیٹھ کر لوگوں کو کوستے رہتے ہیں۔ آپ امیر کی ناراضگی کے اسباب کیوں پیدا کرنے ہے ہیں۔ ہانی نے لباسِ حضوری پہننا اور ان منافقوں کے ساتھ دارالامارہ پہنچے۔ اچانک خیال آیا کہ شاید میرے حالات سے ابن زیاد باخبر ہے اور مواعدہ کے لیے مجھے طلب کیا ہے۔ چنانچہ نہ پہنچے ہٹ سکتے تھے اور نہ اندر جانے کو دل مان رہا تھا لہذا اڑے رنگ اور کامپتے بدن سے حسان بن اسما بن خارجہ سے کہا:

یا بن الاخ انی والله لہذا الرجّل لخائف ”مجھے اس شخص سے ڈر ہے مجھے اجازت دو کر میں واپس چلا جاؤں“
یا مجھے بتاؤ کہ وہ مجھے کیوں بلاتا ہے اور کیا پوچھنا چاہتا ہے؟

حسان بن اسما بن خارجه نے کہا: پیچا جان ا مجھے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا، دل سے ایسے خیالات کمال دیں، آپ کی جان اور عزت محفوظ ہے البتہ حسان کو تمام امور کی اطلاع نہ تھی اور معقل کے ذریعے جو اطلاعات ابن زیادہ کو پہنچ بچن تھیں وہ ان سے لے خبر تھا۔

ہانی نے ذرا سکون محسوس کیا اور تقدیر الہی کو قبول کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دربار میں پہنچ۔ مجلس ابن زیاد آرائش تھی اور اکابرین و ادارکاریں کوفہ سے پہنچی۔ جب ابن زیاد نے ہانی کو دیکھا تو کہا: تجھے اپنے دو پاؤں لے آئے ہیں۔ ہانی نے اس کلام سے بہت نُر اگمان کیا۔

اپنے زیادتی پر قاضی شریعہ سے کہا میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

ہانی نے کہا: اے امیرا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کون سی خیانت کی ہے؟

ابن زیاد نے کہا: یہ جو قتنہ ہے جو تو نے اپنے گھر میں برپا کر رکھا ہے۔ مسلم بن عقل کو اپنے گھر میں مہمان بنایا ہے اور پناہ دے رکھی ہے اور لوگوں سے حسینؑ کی بیعت لے رہے ہو۔ السخا اور انکھر جمع کر رہے ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو مجھے کچھ خبر نہیں۔

ہانی نے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ سمجھا اس لیے کہا: جو تو کہہ رہا ہے اس کی مجھے خبر نہیں۔ میں نے یہ کام کیے ہیں اور نہ مسلم میرے گھر میں ہیں۔

ابن زیاد غصب ناک ہوا اور کہا: معقل غلام کو حاضر کرو۔ جب ہانی نے معقل کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ تمام قتنہ برپا کرنے والا یہی ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تو کیا اسے جانتے ہو؟

ہانی نے سر پیچے کر لیا اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگے۔ پھر سر بلند کیا اور کہا: اے امیر! میری بات کو غور سے سنو اور قول کرو۔ مجھے آسان و زمین کے خدا کی قسم کہ میں نے مسلم کو خود گھر میں نہیں بلا یا بلکہ وہ خود بخود میرے گھر آگئے ہیں۔ انہوں نے پناہ مانگی تو مجھے اس سے حیا نافع ہوئی کہ ان کی درخواست کو رد کر دوں۔ اب امیر کو اختیار ہے اگر حکم کرو تو آج کے بعد میری طرف سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوگی اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔ اگر تم حکم دیتے ہو تو ابھی مسلم کو اپنے گھر سے نکال دیتا ہوں تاکہ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں اور میری ذمہ داری ختم ہو جائے۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! تم یہاں سے نہیں جاسکتے مگر اس طرح کہ مسلم کو میرے حوالے کر دو۔ ہانی نے کہا: میں یہ کام نہیں کر سکتا کہ اپنے مہمان کو اپنے ہاتھوں تمہارے حوالے کر دوں۔

ابن زیاد نے کہا: تمہیں حاضر کرنا پڑے گا۔

ہانی نے کہا: اس کام کو بھول جاؤ۔ یہ شریعت، طریقت اور مردوں سے بہت دور ہے کہ اپنی پناہ میں آئے ہوئے شخص کو اپنے ہاتھوں تمہارے حوالے کروں کہ تم ان کو قتل کر دو۔

ابن زیاد نے جس قدر اصرار کیا اور حاضرین نے مبالغہ کیا۔ ہانی نے اکار کر دیا۔ مسلم بن عمرو بانی نے کہا: اے امیر! مجھے اجازت دیں تاکہ میں ان سے بات کر لوں۔ شاید میری بات ان کی سمجھ میں آجائے، اس نے اجازت دی تو مسلم بن عمرو نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لے گیا، پھر کہا: اے بھائی! آپ سے عاقل کے لیے حیف ہے کہ اس قدر بیکوہ اور جلالت رکھنے کے باوجود ایک شخص کی وجہ سے اپنی بہلات کا فیصلہ کرلو اور اپنے اہل و عیال اور قوم و قبیلہ کو برپا د کر دو۔ یہ شخص جسے تم نے پناہ دے رکھی ہے، کی امیر کے ساتھ رشتہ داری ہے لہذا امیر کی طرف سے اسے نقصان نہ پہنچا اور تمہارے انصاف اور مردوں پناہ دے رکھی ہے۔

سے بھی کوئی چیز کم نہ ہوگی اور مقتصر کو سلطان کے حوالے کرنا عار نہیں بلکہ خلقا کے نزدیک امیر کی مخالفت کرنا نجک و عار ہے۔ ہانی نے کہا: یہ کیا خرافات ہیں جو تم مatar ہے ہو۔ سب سے بڑی نجک و عار تو یہ ہے کہ کسی پناہ میں موجود شخص کو دشمن کے حوالے کیا جائے۔ اس نجک و عار کو ہماں لے جاؤں کہ میں زندہ ہوں، دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں؟ قدرت، قوت، قبیلہ اور جمیعت کی حمایت بھی رکھتا ہوں اور پھر بھی اتنا کروں کہ خود کو دشمن کے حوالے کر دو۔ حاشاء و کلام، یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ این زیاد جناب ہانی کی باقوی سے بہت غصے میں آ گیا اور آواز دی: اُذُنُّهُ مِنِّي، اسے میرے قریب لاو۔ جناب ہانی کو قریب لے جایا گیا تو اس نے کہا: مسلم بن عقیل کو میرے حوالے کرو یا قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہانی نے کہا: اگر تم یہ کام کرو گے تو ابھی تیرے دار الامارہ کے اروگرداگ لگ جائے گی، تواریں لکھیں گئیں اور قتل و نارت ہوگی۔

یہ کلمات جناب ہانی نے اس لیے کہے تھے کہ اپنی قوم، قبیلہ کی حمایت سے پشت گرم تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے این زیاد اپنے نہ رے ارادے سے درگزر کرے گا۔ جناب ہانی ایک بڑی شخصیت تھے، ضرورت کے وقت چار ہزار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیدل لوگ بیشہ ساتھ رہتے تھے۔ کنڈہ کے قبائل سے ان کو ۳۴ ہزار جوانوں کی حمایت حاصل تھی۔ این زیاد نے کہا: مجھے تواروں سے ڈرata ہے؟ پھر آواز دی: مہران اسے پکڑو۔ مہران نے ہانی کا عصا پھینک دیا اور انہیں بالوں سے پکڑا۔ این زیاد نے ان کے ہاتھ والی چمڑی لے کر ہانی کے سر اور چہرے پر بڑے زور زور سے مارنا شروع کر دیا۔ جس سے اُن کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور خون جاری ہو گیا۔ سروپیشانی کا خون اور گوشت اُن کی داڑھی اور جسم پر گرنے لگا۔

جناب ہانی نے ایک شخص سے توار مانگی لیکن اس نے نہ دی تو این زیاد نے کہا: آج تیرا خون مباح ہے کیونکہ تو خارجیوں کی راہ پر چلا ہے لہذا ہانی کو کھنچا اور دار الامارہ کے ایک کمرے میں قید کر دیا اور چند حافظوں ان پر مقرر کر دیے۔ اسامن خارجہ یا حسان بن امام نے کہا: اے امیر! تمہارے اشارے پر ہم اسے تمہارے پاس لائے ہیں اور اسے کمال کی امید دلاتی تھی نیز اس کے بارے تم سے بھی بہت اچھا سنا تھا۔ جب وہ تمہارے پاس آ گیا تو تم نے اسے اس قدر ذلیل و خارکیا اور اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ یہ کون سی بزرگی اور سرپرستی ہے جس پر عمل کر رہے ہو؟ این زیاد غصب ناک ہوا اور کہا: تم کون ہو یہ باتیں کرنے والے کہ یہ فضول باتیں کرتے ہو۔ پھر آواز دی کہ اسے سزا دو، تازیانے مارو اور زندان میں ڈال دو۔ غلاموں نے اسے گھیٹ گھیٹ کر ایک کونے میں بٹھا دیا۔ الیخٹ کہتے ہیں: جب چمڑی سے این زیاد نے ہانی کے سر اور چہرے پر مارا اور زخمی کیا تو اس شیردل نے ایک غلام

سے تواریخی اور ابن زیاد پر حملہ کر دیا۔ اس کے سر پر تواریخے ماری، تو اس کے ریشمی عمامہ سے گزر کر اس کے سر میں جا گئی اور سر زخمی ہو گیا۔ ابن زیاد نے فتحہ لگایا: پکڑو، پکڑو۔ معقل غلام دوڑا توہانی نے وہی تواریخ معقل کو ماری تو اس کے سر اور گلے کے دو گلڑے ہو گئے۔ جس طرح دوسرے غلاموں نے اس پر بھوم کیا لیکن ہانی نے اپنی ایمانی قوت سے تمام پر حملہ کر دیا جس طرح شیر بھیروں کے گلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ ایک حملہ دائیں اور ایک حملہ باشین کر کے ۲۵ غلام اور ابن زیاد کے خوشامد یوں کو جہنم میں بھج دیا۔ وہ لڑائی کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اہل شفا! اگر خاندان رسول کا ایک بچہ میرے گھر میں آئے تو جب تک میری جان میں جان ہے اس کی حمایت کرتا ہوں گا۔ شخص قبلی ملیل حضرت مسلم بن عقیل خود بھی اپنا مقام رکھتے ہیں لیکن اب وہ سلطان بروہج، مالک جودو سخا، دانا کے خیر و بشر اور رسول کے خاص الملاص امام حسینؑ کے نائب بن کر آئے ہیں، میں ان کی حمایت کر رہا ہوں۔ بہر صورت اس کے نوکروں، چاکروں اور غلاموں نے ابن زیاد کی حمایت میں ملک کر حملہ کیا اور ہانی کے تحکم جانے اور زخمی ہو جانے کے بعد اسے قیدی بنالیا اور ہاتھوں کو باندھ کر ایک کونے میں قید کر دیا۔

ملا حسین کاشفی۔ روضۃ الشہداء

ملا حسین کاشفی ایک طویل مقالے کے آخر میں لکھتے ہیں: ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو پانچ سو تازیانے مارے جائیں۔ تازیانے مارے گئے تو وہ بے ہوش ہو گئے اور شہید ہو گئے، اور روایت میں ہے کہ انھیں بھرے بازار میں لے گئے۔ سرتن سے جدا کر دیا اور جسم سوی پر لٹکا دیا اور سر ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ہانی کی شہادت پر عمل

مرحوم صدر الدین واعظ قزوینی ریاض القدس میں لکھتے ہیں: شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں لکھا ہے: ہانی کے دربار میں حاضری اور اس کی شہادت کے وقت عمرو بن حجاج (ہانی کے سر) موجود نہ تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہانی شہید ہو گئے تو انہوں نے قبلہ مرج کو اسلحوں کے ساتھ مجع کیا اور دارالامارہ کا محاصرہ کیا۔ تماش بین لوگ چھتوں اور دیواروں پر چڑھ گئے، تو تکواروں کی چمک ہی چمک نظر آتی تھی۔ عمرو اور دیتا تھا کہ میں عمرو ہوں اور یہ قبیلہ مدرج ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ یہ قبیلہ کسی کی اطاعت کر سکتا ہے۔

ابن زیاد کو محاصرے کا علم ہوا تو وہ خوف زدہ ہوا اور قاضی شریعہ سے کہا: جاؤ اور اس قوم کے بزرگ سے کہو کہ تمہارا ساتھی زندہ ہے قتل نہیں ہوا۔ بغاوت اور شورش ختم کرو اور ہانی کو انہیں دکھاؤ۔

شریعہ ہانی کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ تڑپ رہا ہے اور کہہ رہا تھا: الامان! کہاں ہیں اقوام الی دین؟ اور امین کہاں

ہیں؟ کیا میرا قبیلہ شے سے ہلاک ہو گیا ہے۔ ہانی یہ میں کر رہا تھا جب کہ سر اور چہرے سے خون جاری تھا تو اس حالت میں جناب ہانی کو چھٹ پر نہ لے جاسکا بلکہ خود چھٹ پر گیا۔ کہنے لگا: اے لوگو! آشوب اور فتنہ برپا نہ کرو۔ ہانی زندہ ہے۔ امیر نے تمہارے غم کو مجھے لیا ہے اور محاصرہ کا سن لیا ہے مجھے کہا ہے کہ تمہیں بتاؤں کہ ہانی زندہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے وہ بالکل صحیح و سالم ہے۔ جس نے تمہیں اس کے قتل کی خبر دی ہے وہ جھوٹا ہے۔

لوگوں نے قاضی شریع کی باتوں پر یقین کیا اور عمرو بن جاجج نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ وہ زندہ ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل نے دارالامارہ کا محاصرہ کیا

عبداللہ حازم کہتا ہے کہ جب ابن زیاد کے گماشتوں نے ہانی کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تو مسلم بن عقیل نے مجھے کہا: تم ساتھ جاؤ اور حالات کی مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ میں نے جناب ہانی کا رخنی ہونا اور قبیلہ مدحج کا محاصرہ اور قاضی شریع کی تسلی سے ان کا واپس آ جانا وغیرہ سب حالات سے جناب مسلم کو آگاہ کیا۔ ادھر ہانی کے پیشوں اور الام و عیال کا گریہ بلند ہوا۔ جب مسلم بن عقیل نے ہانی کے گھر سے یہ گریہ دیکھا تو دنیا ان پر تاریک ہو گئی اور مجھے کہا: جاؤ اور ہمارے محبوبوں کو بلاو۔ میں باہر گیا اور آواز دی تو جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ تھوڑے سے وقت میں کوئی چار ہزار شخص مسلح ہو کر آ گئے۔ کوچہ و بازار افراد سے پڑتے۔ منادی کو کہا: چھپت پر جا کر کہو یا منصور امت! مسلم بن عقیل کے غلام نے نعرو یا منصور امت بلند کیا۔ لوگ گروہ در گروہ، وستہ بہ وستہ اور علم کے علم، جنود و جیوش، جوش و خروش سے جمع ہو گئے۔ اسلحہ اور گھوڑوں کی لاماؤں کی چمنکار کاںوں پر بوجہ بن رہی تھی۔ جناب مسلم چودستہ پر کھڑے ہو گئے۔ کندہ کے قیائل، مدحج، اسد، مضر، تمیم اور ہمدان کے لوگ اپنا اپنا علم اٹھائے مسجد میں جمع ہوئے، لوگ آتے رہے، مسجدگی کوچے، بازار افراد سے پڑ ہو گئے۔ لوگ جوش و خروش کے نفرے لگا رہے تھے۔

یا اهل الدین! یا اهل المصرا! یا اهل الغیر! اٹھو اور اتفاقم لو۔ یہ آوازیں اتنی اونچی ہو گئیں کہ ابن زیاد کے کانوں تک جا پہنچیں۔ اس ہاؤ ہونے اben زیاد کو ایسا خوفزدہ کیا کہ وہ آوازیں دے رہا تھا، جلدی دارالامارہ کا دروازہ بند کرو۔ ابن زیاد محل میں محفوظ مقام پر پہنچ گیا۔ اس کے چند گماشیتے غلام تقریباً ۳۰ لوگ اور اشراف کو فہریں سے ۲۰ افراد سب کاپ رہے تھے۔ دور دور تک لوگ تھے اور انہوں نے دارالامارہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ پھر اور ٹھیکریاں دارالامارہ میں پھیلک رہے تھے اور ابن زیاد کے ماں باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن زیاد کے یاروں میں نہ کوئی دارالامارہ کے اندر جا سکتا تھا اور نہ اندر سے باہر کوئی فرار کر سکتا تھا۔

بہر صورت ابن زیاد پر بڑی پریشانی آپری تھی۔ کیثر بن شہاب کو کہا: باہر جاؤ اور قبیلہ مدح سے اپنے حامی لے کر آؤ۔ محاصرہ کرنے والوں کو ڈراؤ اور ان کو مسلم ہن عقیل سے ڈور کرو۔ کیثر بن شہاب قبیلہ مدح میں اختلاف ڈالنے کے لیے باب الروین میں سے باہر لکلا اور قبیلہ مدح کو چاپلوی اور نرمی کی زبان سے کہا: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، کیا تمہیں گھر نہیں چاہئیں۔ زندگی نہیں چاہیے۔ الہ و عیال سے محبت نہیں کہ اس طرح دیوانے بن گئے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ زید کے مقابل آگئے ہو، اپنی زندگیاں کیوں جاتا کرتے ہو، مکن شام سے لشکر چیزوں کی طرح یہاں پہنچنے والا ہے جو تمہیں چون چون کرتا ہے کہ دے گا، لہذا وہیں گھروں کو چلے جاؤ۔

دوسری طرف سے ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو باہر بھیجا کہ نزم زبان سے کندھ قبائل کو خاموش کرو اور ان کے جوش و خروش کو ختم کرو۔ محمد بن اشعث باہر آیا۔ لوگوں کو نصیحت کی اور امان کا علم میدان میں نصب کیا اور کہا جو اس علم کے پاس آجائے گا اسے امن دیا جائے گا۔ پھر ابن زیاد نے شب بن رتبی تھمی کو بخوبی کو الگ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس کے بعد حجار بن ابیر اور شمر بن ذی الجوش کو بھیجا کہ ان کو ڈرائیں۔ یہ لوگ باہر آئے اور لوگوں میں پھیل گئے اور یہ آوازیں دیتے تھے: اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیا شور شراب ہے، کیا قفسہ برپا کیا ہے، اپنے سروں پر کیوں خاک ڈالتے ہو، اپنے انعام سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ہم تمہارے بزرگ ہیں۔ بزرگوں کی بات مانو اور جہلا کے پیچے نہ لگو۔ جب ان روسانے نزم لہوں سے دھوکا دیا تو کافی بزدل لوگ واپس چلے گئے اور کہا: ہم تو تماشا دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ ہم کسی کی حمایت میں شور شرابے کے لیے نہیں آئے۔

روسانے انہیں کہا: یہ تماشا دیکھنا تمہیں مہنگا پڑے گا۔ لہذا گھروں کو چلے جاؤ۔ لوگ فوج درفوج نکلنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کیوں کھڑے ہو؟ فلاں قبیلہ چلا گیا ہے تم بھی چلے جاؤ۔ فادرنہ کرو اور اپنے الہ و عیال کی جان بچاؤ۔ محمد بن اشعث نے بنی عمارہ کے گھروں کے نزدیک علم نصب کیا اور کہا: جو اس علم کے پاس آئے گا اسے نجات ملے گی۔ ابھی شام سے ایک لشکر آنے والا ہے اور امیر نے قسم کھائی ہے اگر ایک گھنٹہ تک محاصرہ ختم نہ کیا گیا تو پھر عذر قبول نہ ہوگا۔ پھر بے گناہ کو گناہ گار کے بد لے اور حاضر کو غائب کے بد لے سزا دی جائے گی۔

بہر صورت وہ بڑی پیچھہ ہٹانا شروع ہو گئے۔ تواروں کو فلاں میں بند کر لیا اور گھروں کو چلے گئے۔ وہ استغفار کرتے اور شیطان پر لعنت کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کر واپس گھر لے جاتے تھے اور عورتیں آکر اپنے بیٹوں کو لے جاتی تھیں کیونکہ شام سے آنے والے لشکر کے خوف سے لوگ گھبرا گئے تھے کہ کل کیا ہو گا۔ یہ لشکر تو کوفہ کی ایشٹ سے ایشٹ بجا دے گا۔ اس لیے سارے لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی گھروں کو چلے گئے۔

مسلم بن عقیل کی نماز کے بعد تہائی

جب کوفیوں نے کونے میں مسلم سے دعا کی جو عهد کیا، ایک نے اس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے، نہ محمد سے حیا کی مظلوم پر، بے کس پر مسافر پر جنا کی
پائی نہ دم مرگ دیا تھنہ وہن کو
کس ظلم سے نکلے کیا آوارہ وطن کو

ہانی بن عروہ کی گرفتاری کے بعد مسلم بن عقیل ہانی کے گھر زردہ سکے لہذا انہوں نے قیام کیا اور تمام قبائل و طوائف مسلم سے ملحق ہو گئے۔ یہ لوگ غروب آفتاب تک جوش و خروش سے رہتے۔ پھر رہسائے کوفہ درمیان میں آئے اور لوگوں کو شام کے لشکر، ابن زیاد کی طاقت سے ڈالیا و حمل کیا تو بڑوں اور بے وفا لوگ واپس چلے گئے۔ شام کی نماز کے وقت جب مسلم نے نماز پڑھائی خصوصاً جب نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو پیچھے ہڑکر دیکھا کہ جو ہجوم مسجد میں اس قدر رخواک تھیں وہ حرث نے کی جگہ نہ تھی وہ سب چلے گئے ہیں۔ صرف ۳۰ آدمی باقی رہ گئے۔ آپ اُنھے اور مسجد سے باہر نکلے۔ باب الکندہ پہنچے تو صرف دس نفر رہ گئے۔ جب باب الکندہ سے باہر نکلے تو ایک شخص بھی ساتھ نہ تھا کہ آپ کسی کے گھر چلے جائیں یا وہ مسلم بن عقیل کی رہنمائی کرے۔ مسلم مسافروں کی طرح دیوار سے پشت لگا کر شہنشہ سائنس لیتے ہوئے پیٹھے گئے اور کہا:

اے میرے اللہ ایہ کیا ہو گیا ہے اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ اس قدر کثیر لوگ کہاں چلے گئے کیوں انہوں نے بے وقاری کی۔ کوفہ کی گلیوں اور کوچوں میں مسافروں اور غریبوں کی طرح چلتے رہے اور کوئی منزل یا مخصوص مقام نہ کرنے کے لیے نہ تھا۔

دوسری طرف امام حسینؑ سے ذوری بہت ازدہ کر رہی تھی کیونکہ احکامات نہ تھے اور سلطان جاڑ کو کسی خط لکھ کچکھے اور کوفیوں کی بے وقاری ظاہر ہو گئی کہ جب وہ گلیوں میں بے مقصد پھر رہے تھے تو شیخ مفیدؑ کی روایت کے مطابق ایک عورت کے دروازے پر گئے۔ ابی تھفہ کہتا ہے کہ بہت اچھا گھر بیل بلڈنگ، کھلا گھن تھا جس کے دروازے پر عورت کھڑی تھی جسے طویل کہتے ہیں۔

ابن شہر آشوب اپنی مناقب میں لکھتے ہیں: یہ عورت پہلے محمد بن انتخاب کی اُم ولد (کنیز) تھی پھر اس نے اسید حضرتی سے شادی کی۔ اس سے ایک پیٹا پیدا ہوا جس کا نام بلال تھا۔ یہ بلال شوروں کے وقت لوگوں کے ساتھ تھا اور بطور تمثیلی ان میں شامل تھا، اس کی ماں اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ کیوں کہ اس کا گھر آنادری سے ہوا تھا لہذا اس دروازے پر کھڑی تھی۔ جناب مسلم جب اس گھر کے پاس آئے تو عورت نے ذور سے سپاہی دیکھے تو مسلم اس کے قریب ہوئے اور کہا: اے

اللہ کی نیز! اگر ایک گلاں پانی دے تو خدا تجھے قیامت کی پیاس سے بچا لے گا۔ طوعد نے خوش ہو کر مخدنا پانی دیا۔ جناب مسلم نے پانی پیا اور تھکان کی وجہ سے اس جگہ کوپر اس سمجھتے ہوئے وہاں بیٹھ گئے۔

طوعد نے کہا: اے عبد اللہ! ای رات کا وقت ہے، حالات خراب ہیں، اپنے گھر چلے جاؤ۔ جناب مسلم خاموش رہے اور سر نیچے کر کے کوئی جواب نہ دیا۔

طوعد نے پھر کہا: میاں میں نے آپ سے کہا ہے کہ انہوا اور اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ یہاں بیٹھنا مناسب نہیں۔ مسلم کا گلا گریہ سے بھر گیا اور جواب نہ دے سکے۔ ”روضۃ الوعظین“ میں ابن القاری کی نقل کے مطابق طوعد نے تیری مرتبہ کہا: اے عبد اللہ! اللہ تجھے خیر دے اپنے بچوں کے پاس جاؤ۔ میں تمہارا یہاں بیٹھنا جائز نہیں سمجھتی۔ جناب مسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور روتے ہوئے فرمایا: اے بنی بی امیر! اس شہر میں کوئی گھر نہیں اور اللہ نیزے اہل و عیال ہیں۔ اگر مجھے آج رات اپنے پاس بطور مہمان ظہراۓ تو خدا تجھے جنت میں جگدے گا۔

طوعد نے عرض کیا: تمہارا کیا نام ہے اور کس خاندان سے ہو؟

جناب مسلم نے ایک شہنشی آہ بھری اور فرمایا: میں مسلم بن عقلی ہوں۔

طوعد نے جب آپ کو پہچانا تو گھر میں آنے کی دعوت دی اور کہا: یہ گھر آپ کا ہے اور میں آپ کی نیز ہوں۔ جناب مسلم اس کے گھر گئے۔ اس مومنہ اور صالح نے ایک علیحدہ کمرے کھول دیا اور بہترین بستہ بنا دیا اور کہا: آپ آرام کریں تاکہ میں آپ کے لیے کھانا لاوں۔ جناب مسلم کمرے میں لیٹ گئے اور بنی بی کھانے پینے کی اشیا لاتی رہیں اور میز بانی کا حق ادا کریں اور خدا کا شکر ادا کریں رہیں۔

مؤلف کہتا ہے: حضرت مسلم کے خروج کی کیفیت اور لوگوں کا آپ کو تھا چھوڑ دینا نیز جناب مسلم کا طوعد کے گھر پہنچنا اور اس کے گھر میں مہمان ظہراۓ جیسے واقعات بہت سی تاریخی کتب میں موجود ہیں لیکن ماحسین کاشنی نے روضۃ الشہداء (یہ واقعات نامہ) میں ایک اور کیفیت سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

جب جناب ہائی کی گرفتاری اور ہائی کو ضرب و شتم کرنے کی باتیں جناب مسلم نے سئیں تو غصناک ہوئے، اپنے دونوں بیٹھوں کو قاضی شریع کے گھر پہنچایا اور ایک لٹکر اکھا کیا۔ تمام مجاہن اہل بیت جمع ہو گئے اور دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد وہ سائے کوفہ کے ساتھ محل کے اندر محفوظ مقام پر چلا گیا۔ دونوں طرف سے جنگ و جدال ہوا۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ قصر شیخ ہونے کے قریب تھا لیکن ابن زیاد نے چال چلی اور اکابرین کوفہ درمیان میں آگئے جنہوں نے لوگوں کو لٹکر شام

سے ذرا یاد ہم کیا جس سے لوگ بدل ہو گئے۔ اور اپنی قدیم عادت کے تحت بے وفائی کی اور جناب مسلم کو تھا چھوڑ دیا کہ غروب سے پہلے سب لوگ چلے گئے۔ نماز کے بعد کوئی بھی نہ تھا۔ مسلم حیران رہ گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ سب نے بے وفائی کی۔ مسلم سوار ہوئے کہ کوفہ سے باہر چلے جائیں۔ ادھر سعید بن اخف آئے اور کہا: سردار کہاں جاتے ہو؟ فرمایا: کوفہ سے باہر جاتا ہوں تاکہ کسی جگہ رات گزار سکوں۔ شاید بیعت کرنے والوں میں سے مجھے کچھ لوگ مل جائیں۔

سعید ابن اخف نے کہا: خبردار! تمام دروازے بند ہو چکے ہیں اور تلاش کرنے والے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔

جناب مسلم نے فرمایا: اب کیا کروں؟

اس نے کہا: آپ میرے ساتھ آئیں تاکہ آپ کو جائے پناہ مل جائے۔ پس وہ جناب مسلم کو لے کر محمد بن کثیر کی سرائے میں پہنچے اور اسے آواز دی کہ یہ مسلم بن عقيل۔ محمد بن کثیر پا برہنہ دوڑتا ہوا آیا اور جناب مسلم کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیا اور کہا: یہ سنتی عظیم دولت ہے جو مجھے ملی ہے اور کتنی بڑی سعادت ہے جو میرے گھر میں خود جل کر آئی ہے۔ پس محمد بن کثیر جناب مسلم کو اپنے گھر لایا اور مناسب مقام پر بٹھایا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر کے تہہ خانہ میں جگد دی لیں جاسوں کی طرف سے انہیں زیاد کو پتہ جل گیا کہ جناب مسلم محمد بن کثیر کے گھر ہیں۔

انہیں زیاد نے اپنے بیٹے خالد کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا کہ محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے لا لیں اور جناب مسلم کو اس کے گھر میں تلاش کریں اور جوں ہی میں دارالامارah لے آئیں۔ خالد آیا اور محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے انہیں زیاد کی طرف بھیج دیا۔ پھر گھر میں جس قدر تلاش کیا جناب مسلم کو نہ پایا۔

محمد بن کثیر کی گرفتاری کی خبر سے اس کی قوم اکٹھی ہو گئی اور انہیں زیاد نے محمد بن کثیر کو اجازت دی کہ تم باہر چلے جاؤ جب کہ تمہارا بیٹا یہاں رہے اور باہر جا کر اپنی قوم کو مطمئن کرو۔ محمد بن کثیر باہر آئے، اپنی قوم کو مطمئن کیا اور ان کو واپس کر دیا۔ محمد بن کثیر واپس گھر آئے تو مسلم کی خبری۔ رات کو سليمان بن صدر خزانی، مختار ثقی، رقاء بن عازب اور بزرگان قوم آئے اور کہا:

اے بھائی! صحیح اپنے بیٹے کو واپس لاو تاکہ مسلم کو لے کر کوفہ سے باہر نکل جائیں اور عرب کے قبائل میں جائیں اور عظیم لکھر جمع کر کے امام ہیں۔ علیہ السلام کی خدمت میں بھیتیں اور ان کے ساتھ مل کر دشمنوں کے ہرب پر کمرستہ ہو جائیں۔ اس پر اتفاق کیا کہ اتفاقاً عامر بن طفیل شام سے دلماہزادہ کا شتر ہے آیا اور محمد بن کثیر کو بلایا تو محمد بن کثیر نے اپنی قوم، نوکروں اور ظلاموں سے کہا: مسلح ہو کر قصر دار الامرہ آئیں۔ یوں تقریباً ۳۰۰ ہزار اشخاص نے دارالامارah کا محاصرہ کر لیا۔

جب محمد بن کثیر آیا تو ابن زیاد نے کہا: کیا تمہیں اپنی جان پیاری ہے یا مسلم بن عقیل؟
اس نے جواب دیا: اے فرزندِ زیاد! پھر وہی بات کرتا ہے۔ مسلم کی جان کا خدا محفوظ ہے اور میری جان حاضر ہے یہ
میرے ساتھ ۲۰۰ ہزار تکواریں چلانے والے تیرے دار الامارہ کے ارد گرد کھڑے ہیں۔
ابن زیاد نے کہا: مجھے یزید کی جان کی قسم کہ اگر مسلم کو نہ دو گے تو تمہارا سترن سے جدا کر دوں گا۔
محمد بن کثیر نے کہا: اے گندی عورت کے بیٹے! تیری یہ جرأت؟ تو میرا باب میں بیکانہیں کر سکتا۔
یہ سن کر ابن زیاد کو جھٹکا سا لگا اور دوات انھا کر محمد بن کثیر کی پیشانی پر دے ماری اور وہ ٹوٹ گئی۔ ابن کثیر نے تکواری
اور ابن زیاد پر حملہ کرنے لگا۔ کوفہ کے بزرگان جو وہاں بیٹھے تھے وہ درمیان میں ہو گئے اور تکوار اس کے ہاتھوں سے لے لی
جب کہ محمد بن کثیر کی پیشانی سے خون جاری تھا۔ معتقل جاسوس نے مسلم کا پتہ چلا لیا تھا۔ وہ بھی کھڑا تھا، تکوار انھائی اور اس
خدار کے سڑپر دے ماری۔

ابن زیاد تخت سے انھا اور گھر چلا گیا اور غلاموں کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔ غلاموں نے ارادہ قتل کیا لیکن محمد بن کثیر
تکوار چلا رہے تھے اور دوں آدمیوں کو مار دیا۔ آخر کسی چیز سے ایک کر گر پڑے تو دشمن ان پر پل پڑے اور ہر شخص نے ظلم کیا
جس سے محمد بن کثیر شہید ہو گئے۔

جب محمد بن کثیر کے بیٹے نے دیکھا تو اس نے تکوار ہنپھی اور ہر سامنے آنے والے کو قتل کرتا گیا اور اسکی شجاعت دکھائی
کہ ہر دوست دشمن نے اس کی دلیری کی تعریف کی۔ اچانک ایک غلام نے پیچھے سے پشت میں نیز مارا جو سینے سے باہر نکل
آیا۔ وہ جوان گرا اور شہید ہو گیا تو قصر کے اندر جوش آیا اور لٹکر کی شکل میں باہر لکھا اور محمد بن کثیر کی قوم پر حملہ کر دیا۔ پول شدید
لڑائی شروع ہو گئی۔ قوم ابن کثیر نے لشکرِ شام کو پریشان کر دیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ تم لوگوں کی جگہ محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے سے ہے ان دو فوں کے سترن سے جدا کر کے قوم
کے آگے ڈال دیں تاکہ وہ دل شکستہ ہو جائیں۔ پس دوسرے قوم کے سامنے پھیلے گئے۔ جب انھوں نے سروں کو دیکھا تو دل شکستہ
ہو گئے اور رات کی تاریکی میں پیچھے ہٹنے لگے۔ جب مقامِ ثقہ نے یہ حالت دیکھی تو بنی سعد کے پاس گیا۔ سلیمان بن صڑو
خدا تعالیٰ بنی زدید کے محلے میں پہنچا اور رقاء بن عاذب نے محلہ قاضی شریح میں پناہی جو شیعوں کا اکثریتی محلہ تھا۔ جب مسلم نے
محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کی شہادت کا سنا تو بہت مغموم و محروم ہوئے اور غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل۔ پھر دروازہ
کوفہ کی راہ لی تاکہ کوفہ سے باہر چلے جائیں کہ اچانک دو ہزار کے لشکر نے جن کا سربراہ ابن زیاد کا بیٹا تھا، نے مسلم کو دیکھ لیا
اور پوچھا: تم کون ہو؟

مسلم نے کہا: میں فرارہ قبیلہ سے ہوں اور اپنے قبیلہ میں جانا ہے۔
لشکر نے کہا: والپس جاؤ اس طرف تمہارا راستہ نہیں۔

مسلم واپس آئے اور دارالریض پہنچے تو دیکھا پسراہن زیادہ دو ہزار کا لشکر لے کر کھڑا تھا الہدا وہاں سے دوسری طرف گئے تو وہاں حاضر شامی کھڑا تھا تو وہاں سے دلیری سے گزرے۔ جب صح ہوئی اور رشی پھیلی تو باب کناسہ کے محافظ نے جناب مسلم کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار، ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے ہیں، زرہ پہنی ہوئی ہے، فیتنی تکوار جماں کی ہوئی ہے، شجاعت اور بہادری ان کے چہرے سے عیاں ہے۔ محافظ کے دل میں خیال آیا: یہ شخص ہی مسلم بن عقیل ہوگا۔ وہ فوراً ابن زیاد کے پاس پہنچا اور پسراہن زیاد کے حاجب نعمان سے کہا: میں نے مسلم کو دیکھا کہ وہ بصرہ کے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ نعمان پچاس سواروں سے اس طرف حملہ آور ہو گیا۔ جناب مسلم نے ان لوگوں کو دیکھ لیا۔ آپ نے گھوڑے کو ایڑلگائی تاکہ باہر نکل جائیں لیکن ایک گلی میں چلے گئے جو آگے سے بندھی، اس کوچہ میں ایک ویران مسجد دیکھی تو مسجد میں آ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حاجب آگے نکل گیا اور مسلم کو تلاش نہ کر سکا۔ چنانچہ واپس ابن زیاد کے بیٹھے کے پاس گیا اور واقعہ سنایا تو ابن زیاد کے بیٹھے نے دروازہ کا پھرہ سخت کرنے کا حکم دیا اور شہر میں اعلان کروایا کہ جو کوئی مسلم کی خبر یا مسلم کا سر لائے گا تو اسے مالی دنیا سے تو انگر کر دوں گا، لوگوں نے تلاش شروع کر دی۔ مسلم بن عقیل ویران مسجد میں بھوکے اور پیاس سے تھے۔ جب رات ہوئی تو مسجد سے باہر آئے جبکہ نہ جانتے تھے کہ کہاں جائیں۔ اپنے آپ کو کہہ رہے تھے کہ دشمنوں میں گرفتار اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے برکنار ہوں۔ کوئی ہم راز نہیں جس سے غم باعث ہو اور نہ کوئی ذریعہ ہے کہ امام حسینؑ کو درد بھرے حالات کا خط لکھوں۔

جناب مسلم حیران و پریشان اس محلہ میں چل رہے تھے، اچانک دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت گھر کے دروازے پر بیٹھی تھی تھیں ہماری ہے اور ذکر الہی کا ورزیبان پر جاری ہے۔ اس عورت کا نام طومر تھا۔
جناب مسلم نے کہا: اے اللہ کی کنیز! اگر ہو سکتے تو پانی پلاواتے تاکہ خدا تمہیں قیامت کے دن بیاس سے بچائے۔ میں شدید پیاسا ہوں۔

طومر نے خلوص سے جواب دیا: کیوں نہیں، وہ اسی وقت اندر آتی اور پانی کا جام بھر لائی۔ مسلم نے پانی پیا اور وہاں ہی بیٹھ گئے۔ چونکہ تھکے ماندے تھے اور جانتے تھے کہ پیاروں افراد انھیں تلاش کر رہے ہیں کہیں گرفتار ہو جائیں گے۔
طومر نے کہا: آج کل شہر کے حالات خوب ہیں، الجہاں ہاں سے اپنے گھر چلے جاؤ۔

جناب مسلم نے کہا: اے میری ماں! میرا گھر اور خاندان یہاں نہیں۔ اگر مجھے آج کی رات مہماں بنائے تو خدا تمہیں

جنت میں جگہ دے گا۔

طوع نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے اور کس قبیلہ سے ہو؟

جناب مسلم نے فرمایا: مجھ ستم دیدہ، ظلم زده غریب سے کیا پوچھتی ہو؟

طوع نے پوچھنے میں اصرار کیا تو جناب مسلم نے کہا: میں مسلم بن عقیل، امام حسینؑ کا پچازادہ ہوں۔ کوفیوں نے مجھ سے بے وفا کی کی ہے اور مجھے آزمائش میں ڈال دیا اور خود سمجھ و سالم گھروں میں چلے گئے ہیں جب کہ میں اس محلہ میں آگیا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ کہاں جاؤں، لیکن امام حسینؑ کی یاد سے غافل نہیں ہوں کہ ان سے یہ لوگ کیا کریں گے؟ طوع کو جب علم ہوا کہ یہ مسلم بن عقیل ہیں تو اُس نے جناب مسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما اور فوری طور پر گھر لے آئی۔ کمرے میں پاک و پاکیزہ بستر لگا دیا اور کھانا کھلایا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر بجالانی۔

مسلم بن عقیل کی گرفتاری

جب جناب مسلم نے تھا اور غریب ہو جانے کے بعد ایک مومنہ صالح عورت طوع کے گھر پناہ لی اور طوع نے مہمان کی خدمت کی تو حضرت عبادت اور راز و نیاز میں مشغول ہو گئے۔

روضۃ الواحظین کی روایت کے مطابق جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ لوگ جناب مسلم کو چھوڑ گئے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے کہا: چھت سے دیکھو کہ مسلم کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے؟ جب انہوں نے دیکھا تو کوئی شخص بھی نظر نہ آیا۔ وہ ملعون خوش ہوا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے کھول دو اور مسجد کو شمعوں اور مشعلوں سے دن کی طرح روشن کر کے لوگوں کو نماز کے لیے بلاو۔ پھر ابن زیاد اپنی طاقت اور شکوہ کے ساتھ مسجد میں آیا، تمام اشراف اور رؤسائے جمیع ہوئے۔ ہر شخص اچھے انتظامات کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہا تھا۔ دوسری طرف حسین بن قاسم شہر کی حفاظت اور نگہبانی میں مشغول تھا۔ ابن زیاد نمبر پر آیا۔ اس کے خلام جنگی اسلحہ اور آمادہ تکواروں سے اس کے دامیں اور باسیں حفاظت کے لیے موجود تھے۔ ابن زیاد نمبر پر نکبرانہ انداز میں نکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ ابو الفتوح کی لفظ کردہ روایت کے مطابق ابن زیاد نے دامیں باسیں نظر دوڑائی اور لوگوں کو غور سے دیکھا کہ تمام رؤسائے کوفہ موجود تھے۔ پھر اپنے غلاموں کو دیکھا کہ تمام تواریں نکال کر کھڑے ہیں۔ مرحوم شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص نمازِ عشاء مسجد کے علاوہ کہیں نہ پڑھے۔ لہذا مسجد میں بہت زیادہ بیجموم اور اڑدھام ہو گیا۔ اس ملعون نے خطبہ کے بعد کہا:

اے لوگو! تم نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل نے اپنی ناگنجائی سے کس قدر رفتہ اور آشوب برپا کیا اور گھیرا؟ ڈالا۔ الحمد للہ وہ

سب لوگ مسلم کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ لوگو! یہ سن لو کہ جس نے مسلم کو اپنے گھر پناہ دی وہ میری پناہ سے خارج ہے۔ جس نے اس کے متعلق کوئی معلومات دیں کہ کہاں اور کس مقام پر ہے، اسے بہت سا انعام دیا جائے گا۔

پھر ابن زیاد نے کہا: اے لوگو! خدا سے ڈرو، اپنی بیعت اور اطاعت پر قائم رہو اور اپنے آپ پر رحم کرو۔ پھر حسین بن تمیم کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا: تو نے کوچہ و بازار اور گھروں کی صحیح طرح علاشی نہ لی تو تیری ماں کے بین بلند کراؤں گا اور تھوڑے بڑا حیف ہو گا کہ اگر مسلم کہیں فرار کر گیا۔ پس مسلم کو گرفتار کرو اور میرے پاس لاو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جس گھر میں اس کے ہونے کا مگان ہواں میں داخل ہو کر گرفتار کرو اور یہ کہہ کر منبر سے اتر گیا۔

حسین بن تمیم نے ایک گروہ کو شہر بھر کے محلوں میں، چوراہوں میں، سر بازار مقرر کیا اور خود ایک جماعت کے ساتھ ہر گھر جس میں جانب مسلم کے ہونے کا امکان تھا، جا کر تفتیش شروع کروی لیکن کوئی نتیجہ نہ لکھا۔ اور حضرت مسلم بن عقیل طوع

صاحب روضۃ الواصلین نے کہا: ابن زیاد کی تقریر سن کر اس طوع کا بیٹا بلاں اپنے گھر آیا، اس کے ذہن میں مسلم کی ملاش تھی کہ جو خبر دے گا اس کو انعام ملے گا۔ اس نے رات کو ماں کو بہت خوش اور دوسرے کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو کہا: اے اماں! آج آپ کی حالت عجیب ہے، کمرے میں بار بار آمد و رفت ہے چھرے پر خوشی کے آہار ہیں۔ اماں خیریت تو ہے؟ طوع نے کہا: ماں خیریت ہے۔

بیٹے نے اصرار کیا کہ آپ اس کرے میں بار بار آ جا رہی ہیں، یہ کیوں؟ طوطہ حقیقی واقعہ بتانا نہیں چاہتی تھی الہذا وجہ بتانے سے انکاری تھی۔ بیٹے کی طرف سے اصرار اور ماں کی طرف سے انکار ہوتا رہا۔ بالآخر طوطہ نے سمجھا کہ بتائے بغیر چارہ نہیں الہذا کہا: اے میری آنکھوں کے نور تمہیں ہوں لیکن کسی کو خبر نہ دینا۔

اس نے کہا: بتاؤ اماں! میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

طوطہ نے کہا: میری آنکھوں کی ششندگ ایسے بزرگوار جانب مسلم بن عقیل ہیں اور انہوں نے مجھ صیفی کے گھر پناہ دی ہے۔ میں نے ان کو امان دی ہے اور ان کی خدمت کر رہی ہوں تاکہ خدا مجھے اجر عظیم عطا فرمائے۔

بیٹے نے یہ سنا تو خاموش رہا اور مسٹر پر لیٹ گیا۔ جانب مسلم بن عقیل اپنی عبادت و اطاعت کے وظائف اور اذکار کرنے کے بعد تھوڑا آرام کرنے کے لیے بستر پر لیٹ گئے۔ سارے دن کی تھکان کی وجہ سے نیندا آگئی۔ سوتے میں دکھی و پریشان خواب دیکھے تو اٹھ بیٹھے اور اپنے امام حسین سے دُوری، الہ و عیال سے دُوری، دنوں کی تختی اور زمانے کی بے وفاگی پر

روزے گلے۔ آپ صٹی پر بیٹھے، صبح روزِ عرفیتینی نوذری الحجر کی صبح کورا زونیاڑ اور گریہ وزاری میں مشغول تھے اور طلوع فجر کے بعد اور شب آخے کے آخری لمحات پر شیم خون کے جھوکے آرے ہے تھے تو صبح صادق نے اس عظیم سوگ اور ماتم میں گریبان چاک کیا۔ طوعد انھی تاک و خسوکے لیے پانی دے اور مظلوم و غریب جناب مسلم فماز پر بھیں۔

طوعد نے سلام کیا: جناب مسلم نے حجرے کے کونے میں اپنا سر زانو پر رکھا ہوا تھا اور حزن و ملال کی کیفیت تھی۔ مومنہ صالح نے کہا: جانتی ہوں رات کو سوئے نہیں کیونکہ رات کو میں نے جس وقت بھی آپ کو دیکھا ہے تو آپ کے رونے اور راز و نیاز کی آوازیں آرہی تھیں۔

مسلم بن عقیل نے فرمایا: رات کے پہلے حصہ میں آنکھیں تو خواب میں حضرت امیر المؤمنینؑ کو دیکھا کہ مجھے فرمائے تھے: الْوَحَا الْوَحَا، الْعَجَلِ الْعَجَلِ (یعنی جلدی آؤ جلدی آؤ، اپنے آپ نے میں عجلت کرو، عجلت کرو۔) اسے مومنہ امیری زندگی کی یہ آخری رات ہے۔

طوعد کا بیٹھا نیند سے اٹھا اور گھر سے باہر لکھا اور دارالامارہ کے دروازہ کے کھلنے تک انتظار کیا۔ جب ابن زیاد ظالم خلقت کے تحت اور ستم گری کی بساط پر بیٹھ گیا تو ارکان و اکابرین بھی اپنی نشتوں پر بیٹھ گئے جب بلال نے خود کو اس تک پہنچایا۔ اس وقت ابن زیاد، حسین بن نمير تمییز کوتا کید کر رہا تھا کہ ابھی شہر میں اعلان کراؤ کہ جو شخص مسلم کی خبر دے گا اسے ہم دل ہزار درہم انعام دیں گے اور جوان کو پناہ دے گا اس گھر کو سماز کر دیں گے اور پناہ دینے والوں کو قتل کیا جائے گا۔

طوعد کے بیٹھے بلال نے یہ سنا تو اپنے گھر کے بارے میں خوفزدہ ہوں خیز درہم و دینار کے لائچے نے اسے اپنی ماں نے کے گھے و دمے سے مخفف کر دیا۔ اس نے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث سے کہا: میں مسلم کی خبر لایا ہوں وہ ہمارے گھر میں موجود ہے۔ عبدالرحمن فوری طور پر اپنے باپ محمد بن اشعث، جو ابن زیاد کے ساتھ خوش گفتگو تھا، کے پاس آیا اور اس کے کان میں طوعد کے گھر میں مسلم کی موجودگی کی اطلاع دی۔ عبد اللہ ابن زیاد اپنی ذہانت و فراست سے سمجھ گیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے اپنی چھڑی سے اشارہ کر کے کہا: ابھی انہوں اور اسے گرفتار کر کے لاو۔

ابن زیاد نے عشاڑ اور دیگر قبائل کو محمد بن اشعث کے ساتھ روانہ کیا کیونکہ وہ ملعون جانتا تھا کہ عرب کے قبائل کے لیے یہ نگہ و عمار ہے کہ مسلم بن عقیل گرفتار ہو جائیں اس لیے ہر قبیلہ سے ایک گروہ ان کی مدد کے لیے بھیجا رہا۔ اس کے بعد محمد اشعث کندی اور عبد اللہ سلی کو قبیلہ قیس کے سزا دیں گے کہ اس کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر عمرو بن حربیث کو تین سو پانی دے کر بھیجا۔ اسی طرح پہلی اور سوار طوعد کے گھر کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس لشکر کی تعداد ایک ہزار پانچ صد کے قریب تھی گئی۔

ابی محفوظ کی روایت کے مطابق ابن زیاد نے حکم دیا کہ بلال کی گردن میں انعام کے طور پر سونے کا ایک ہارڈا لاجائے

اور سر پر تاج رکھا جائے اور بلال عمدہ ترین گھوڑے پر سوار ہو کر تمام سپاہیوں کے آگے آگے طوفہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طوفہ کے گھر کے قریب پہنچا تو طوع نے لوگوں کی صدائیں اور گھوڑوں کے چہنانے کی آوازیں سنیں تو دوڑ کر حضرت مسلم بن عقیل کے پاس آئی اور انہیں اس شور و غل اور گھوڑوں اور تکوار کی آوازوں کا بتایا۔

جناب مسلم نے فرمایا: اے ضعیفہ! آپ پریشان نہ ہوں وہ سب میرے طالب ہیں، وہ میری گرفتاری کے لیے آئے ہیں اور پھر اپنے آپ سے کہنے لگے:

يَا نَفْسِيْ تَهْبَيْ لِلْمَوْتِ فَإِنَّهُ خَاتَمُ الْأَوْمَانِ

”اے مسلم! موت کے لیے تیار ہو جاؤ، ہر زندہ نے مرتا ہے اور بنی آدم کا ایک اختتام ہے۔“

پھر جناب مسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا: مادر مجھے اپنا اسلہ دو۔ طوع نے کانپتے ہوئے خود اٹھا کر دی اور وہ مسلم غریب و تباہ نے اسے اپنے سر پر سچایا، پھر زرہ چھپی، تکوار جملہ کی اور ڈھال کو پشت پر رکھا اور پھر تکوار کو نیام سے نکال کر لے رہا ہے۔ طوع نے عرض کیا: سیدید آمراک تناہب لِلْمَوْتِ، کیا موت کے لیے تیار ہیشے ہو۔

جناب مسلم بن عقیل نے فرمایا: أَجَلُ لَآبِدًا مِنَ الْمَوْتِ

پھر فرمایا: اے مادر! آپ نے مجھ پر احسان کیا اور میکی کی، خدا آپ کو جزاۓ خیر دے۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ابن زیاد کے سپاہیوں نے طوفہ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ مسلم سلام اللہ علیہ طوفہ سے خدا حافظی اور لشکر کے بعد مسلم ہو کر پھرے ہوئے شیر کی طرح اپنی تکوار کو لہراتے ہوئے کمرے سے باہر نکلے اور سپاہ امن زیاد پر حملہ کر دیا۔ اس وقت لشکری صحن خانہ میں داخل ہو چکے تھے۔

مرحوم مفید ارشاد میں لکھتے ہیں: جب جناب مسلم نے آتشیں تکوار سے بے نسلوں کی زندگیوں کو تشقی برلنگ سے جانا شروع کیا اور بھوکے شیر کی طرح بھیڑوں کے گلے میں حملہ آور ہوئے تو کشتوں کے پشتے لگادیے اور ایک حملہ میں ان تمام بے شرم سپاہیوں کو طوفہ کے گھر سے نکال دیا۔

ابو الحسن نے لکھا ہے کہ جناب مسلم نے طوفہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا: اے اماں! اخشی یہ جسوا علی انا فی دامِ اک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ پر آپ کے گھر میں دوبارہ حملہ کریں گے اور آپ کے گھر کی چار دیواری کا لقنس پامال ہوگا لہذا اب میں گھر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرنا ہوں۔

طوع نے روکر کہا: میں آپ پر قربان ہوں اگر آپ شہید ہو گئے تو میں بھی جان قربان کروں گی اور شہید ہو جاؤں گی۔ مؤلف کہتا ہے: شجاع اور دلیر لوگ کھلے میدانوں اور مقامات پر جہاں دوڑتا، آگے بڑھتا اور ادھر اور جانا ممکن ہو

لڑتے، جنگ کرتے اور اپنی شجاعت کے جو ہر دکھاتے ہیں۔ وہ تنگ، بند اور چھوٹے مکانات میں شجاعت نہیں دے سکتے۔ اس لیے جناب مسلم طوع کے گھر سے نکلا چاہتے تھے۔ وہ دروازے پر آئے اور اسے اکھاڑا۔ پھر اس دروازے کو ہاتھ پر اٹھایا۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ مسلم بن عقیل کے بازو بہت وسیع اور کندھے مضبوط تھے۔ جو شخص ان کے مقابل اور سامنے جاتا تو غیرت ہاشمیہ سے ان کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے اور نیزون کی طرح کپڑوں سے باہر نکل آتے اور وہ اس کیفیت میں حملہ کرتے تھے۔

پہلے دھملوں میں پچاس سپاہی فی النار والسفر ہو گئے اور باقی لوگوں کی طرح کہ (جب ان پر شیر حملہ کرتا ہے) بھاگ گئے۔

طوع مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور مسلم کو شجاعت ولیری کی ترغیب کرتی رہی۔

جب محمد بن اشعث نے جناب مسلم کی شجاعت اور جرأت کو ملاحظہ کیا تو ابن زیاد سے قاصد کے ذریعے حملہ مک مانگی۔ ابن زیاد نے پانچ صد سپاہی اور بھیج دیئے۔ جب نازہ سپاہ آئی تو ابن زیاد کا لٹکر تازہ دم ہو گیا اور مسلم غریب پر حملہ کر دیا۔ جناب مسلم نے خدا پر توکل کرتے ہوئے شدید حملہ شروع کیا اور ان بے غیر توں کو کثرت سے قتیق کیا نیز تفرق کر دیا۔

ابن اشعث نے ابن زیاد کو پھر قاصد بھیجا کہ ادراکنی بالخیل والرجال اے امیر! گھوڑے پر سوار اور سپاہی بھیجو کیونکہ مسلم نے کثرت سے سپاہی قتل کر دیئے ہیں۔ کیا کہوں اس کا ہاتھ بارش والے بادل، اس کی تلوار بر ق رفار، اس کا نعروہ گرج دار، اس کا نیزہ و شہاب کو جلانے والا، اس کا حملہ صفوں کا قاتل، اس کی جرأت دریائے نہل کی موجودوں کی طرح اور اس کی تیز نگاہ جوان دیبر کو کھا جانے والی ہے۔

تو ابن زیاد نے عذر، تین لٹکر ترتیب دے کر بھیجا مگر ساتھ ہی محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا کہ شکلتک اُمک وعدموک قومک راجل واحد یقتل منکم هذه المقتلة۔ تیری ماں تیرے غم میں مرے اور بچھے قوم اپے اندر نہ دیکھے بھلا ایک شخص اس قدر سپاہیوں کو قتل کر سکتا ہے؟

محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ اے امیر! تمہارا خیال ہے کہ کوفہ کے کسی بزری فروش یا قالین باقی سے جنگ ہے۔ وہ شجاع و غصہ اور ولیر و مظفر ہے، وہ صدر ہے جس کو جنگی تحریک ہے اور وہ رسول اللہ کے خادمان کی تلواروں میں سے ایک شرپار تلوار ہے۔

هُوَ أَسْلَمٌ ضَرَّاغَمٌ وَسَيِّفٌ حَسَّامٌ فِي كَفِّ بَطَلٍ هُمَّامٌ مِنْ آلِ خَيْرِ الْأَنَامِ

”آہ ابن زیاد (خود) دیکھو کہ وہ انتقام کی تیزی کس طرح ذات کی خاک پر بہاتا ہے۔“

ابن زیاد نے پانچ صد فریزید بیجیے اور پیغام دیا کہ اگر اس شجاع پر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تو اسے امان دے دو اور اس کے ساتھ عہد دیاں کرو کہ اب تمہارا خون کوئی نہیں بھائے گا۔ اگر اس کو امان کا دھوکہ نہ دیا تو تمہاری ساری فوج ماری جائے گی اور تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

یہ بات محمد بن اشعث تک پہنچی تو اس نے چارہ بھی دیکھا، لہذا فریاد کی: اے مسلم! اے شجاع! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، جنگ بند کرو کیونکہ تم ایک آدمی ہو کر کیا کر سکتے ہو، جب کہ ہمارے جس قدر افراد کم ہوں گے اس سے دگنی تعداد آجائے گی اور بالآخر تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ آؤ بھی آپ کو امان دیتے ہیں اور ابن زیاد کے پاس لے جاتے ہیں تاکہ وہ تمہاری تعمیر کو معاف کر دے اور تمہارا سر بلند ہو جائے۔

مسلم بن عقیل نے فرمایا: اے لمعون! مجھے ابن زیاد کی امان کی ضرورت نہیں۔ یہ جھوٹ ہے اور میں یہی فریب میں نہیں آ سکتا کیونکہ کوئی سے وفا کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ فرمایا اور ابن زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا اور کچھ لوگوں کو قتل اور زخمی کر دیا۔

بلاحسن کاشفی نے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے: سپاہ ابن زیاد جناب مسلم سے جنگ میں تھک گئے لہذا بعض سپاہی مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور چھتوں سے پھر مارنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے جناب مسلم کے جسم پاک کو پھر دوں اور انہوں سے مار مار کر رُختی کر دیا۔

جناب مسلم اپنے آپ سے کہنے لگے: اے جان! موت کے لیے تیار ہو جا کہ دشمنوں کے دفاع میں کوشش، موت کا شربت پینے اور شہادت کا لباس پہنانا ہمیشہ کی دولت اور سعادت ہے۔

مسعودی اور ابو الفرج لکھتے ہیں: جب مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ ان ناالبوں اور نامردوں نے چھتوں سے پھر اور اشیٹیں باری شروع کر دی ہیں اور کچھ لوگ چھتوں سے بدن مبارک مسلم پر آگ پھینک رہے ہیں تو فرمایا: کیا یہ فرزید عقیل کا غون بہانا چاہتے ہیں؟ اے لش! موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ کہتے ہوئے پھر حملہ شروع کر دیا کہ میں تم کھاتا ہوں کہ میں آزاد مردوں کی طرح شہید ہوں گا۔ اگرچہ موت کو ایک ناپسندیدہ زہر سمجھا جاتا ہے۔ میں لڑوں گا، قتل کروں گا اور اپنے نقصان سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔

اس شیر صدر کی شجاعت و قوت اس حد تک تھی کہ بڑے بڑے بہادروں کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر چھتوں پر پھینک دیتے تھے۔ ہر حال اس روز دلاوری اور بہادری کے ایسے جو ہر دکھائے کہ آج تک کسی نے ایسی شجاعت نہ دیکھی تھی۔ ان سپاہیوں

سے جو بظاہر مسلمان اور باطن کافر تھے، خدا نے اس قدر بہت چھین لی کہ کوئی شخص جناب مسلم کے قریب تک نہ جاتا تھا، فقط دُور کھڑے ہو کر نیزے اور تیر مارتے تھے اور چھتوں سے پھر اور اپنیش مارتے تھے جب کہ کچھ لوگ چھتوں سے آگ برسا رہے تھے۔ اس فتح اور بزرگانہ عمل کو جاری رکھا کہ تیروں کی کثرت اور سُنگ باری کی شدت نے غیر حسینؑ کے جسم کو بڑھاں کر دیا۔ آپؐ نے تھک کر دیوار کی نیک لگائی اور فرمایا: اے بے حیال ہیں! پھر ایسے مار رہے ہو جیسے کفار کو مارے جاتے ہیں مجھے کافر سمجھتے ہو۔ میں مسلمان ہوں اور تمہارے رسولؐ کی اہل بیتؐ سے ہوں۔ کیا اپنے پیغمبرؐ کا احترام اور اس کی عترت کے ساتھ یہ سلوک کر کے کرتے ہو۔

ملا حسین کاشفی نے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اچانک ایک حرام زادے نے ایک پھر مارا جو جناب مسلمؐ کی پیشانی پر لگا اور خون جاری ہو گیا تو آپؐ نے مکہ کی طرف منہ کر کے فرمایا: یا بن رسول اللہ! کیا آپؐ کو خبر مل گئی ہے کہ آپؐ کے پچھازاد پر کیا گزری تھیں لیکن مجھے ان سے خوف نہیں۔ اچانک دوسرا پھر جناب مسلمؐ کے لبوں اور دندان مبارک پر لگا اور خون مبارک جاری ہو گیا اور دامن خون سے آلووہ ہو گیا۔

نرغہ ہو اس شہ کے ہر اول پہ لیکا یک	تموار سے کٹ کر گرے، لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچھیاں اور چھاتی پہ ناوک	و دن ان بھی شکستہ ہوئے پھر چلے یاں تک
آلووہ تھی سب ریش مبارک جو ہلو سے چھاتی پہ شکستا تھا لہو ہر بن مو سے	

حضرت مسلم بن عقیل بہت زیادہ زخمیں کی وجہ سے بکر بن حمران کے گھر کی دیوار سے نیک لگا کر کھڑے ہو گئے تاکہ پکھ تھکان دُور کر سکیں لیکن وہ ایک سرائے سے لکھا اور جناب مسلم کے سر پر تلوار ماری، جس سے اوپر والا ہونٹ کٹ گیا اور دو دانت شہید ہو گئے۔ مسلم نے فوراً بکر پر تلوار ماری اور اس کا سر دس قدم دُور جا کر گرا۔ پھر دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے اللہ! مجھے پانی کا ایک گھوٹ مل جائے۔

بہر صورت ابی الحف کے بقول کوئیوں نے ایک حیلہ کیا اور جناب مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھودا اور اسے خ و خاشک سے ڈھانپ دیا۔ پھر جب جناب مسلم پر حملہ کیا تو یہ حیلہ کرنے والے پیچھے ہٹنے گئے اور مسلم لڑتے لڑتے آگے بڑھتے گئے، اچانک آپؐ اس گڑھے میں گر گئے۔ دشمن کے تمام سپاہی اور پر سے حملہ آور ہو گئے اور جناب مسلم گوڑھے نئے نکلنے کا موقع نہ مل سکا۔ محمد بن اشعث نے تموار کا حملہ کیا جس سے جناب مسلم کا چہرہ رُخی ہو گیا اور لب کٹ گئے اور دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

گڑھے والی روایت بعض مؤرخین نہیں لکھی بلکہ ابن اشعت کے امان دینے کے وعدے پر مسلم چونکہ تحکم کے تھے اور جانتے تھے کہ ایک شخص پورے شہر سے کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ تو پوچھا کیا واقعی امان ہے، دھوکا تو نہیں؟ اس نے کہا: خدا اور رسول خاص من ہیں اور تمام سپاہیوں کو کہا: گواہ رہو میں نے مسلم کو امان دی ہے۔

سپاہیوں نے کہا: ہم گواہ ہیں اور ہمیں قبول ہے مگر عبداللہ بن سلیمان نے کہا: نہ میرے پاس اوفٹ ہے اور نہ چھر اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ پس چھر لایا گیا اور زخمی اور تحکمے ماندے مسلم کو سوار کیا۔ دشمن نے سب سے پہلے مسلم کی توار چھپائی اور بھاگ گئے۔ اس وقت جناب مسلم اپنی زندگی سے مايوں ہو گئے کیونکہ نہ توار رہی اور نہ توار چلانے والے ہاتھوں میں طاقت رہی۔ حضرت روزے اور آنسو جاری ہو گئے تو فرمایا: یہ تمہارا پہلا دھوکا ہے کہ میری توار چھپائی۔

محمد بن اشعت نے کہا: مجھے امید ہے کہ آپ کو امان ملے گی۔

جناب مسلم نے فرمایا: میں خدا کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! عبداللہ بن سلیمان نے طعنہ دیتے ہوئے کہا: جو حکومت بنانے کا ارادہ رکھتا ہوا اور حکومت کے لائق میں اس شہر آیا ہو تو وہ روتا نہیں اور قتل ہونے سے ڈرتا نہیں، آپ کے رونے کا کیا فائدہ؟

جناب مسلم نے فرمایا: اے حرام زادے! میں اپنی جان کے لیے نہیں رورہا، شہادت ہماری وراہت ہے۔ میں تو امام حسین کے لیے زور بھاول جو کوفہ کی طرف آ رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ پردے دار اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، جو چند دنوں میں کوفہ پہنچنے والے ہیں جنہیں میں نے آنے کا مشورہ دیا ہے۔

پھر حضرت مسلم نے دل غلستہ ہو کر محمد بن اشعت سے فرمایا: اے اللہ کے بندے! مجھے لگتا ہے کہ ابن زیاد تیری دی گئی امان کو قبول نہیں کرے گا اور تو میری تکرانی اور حناظت سے عاجز ہو گا۔ اس لیے ایک ضروری کام اور ابھی کوئی قاصد بیجھ کر امام حسین تک میرا بیغام پہنچا دے اور میری حالت انہیں بتا دے تاکہ وہ اس شہر کی طرف نہ آئیں کیونکہ قاصد ان کو اس حد تک تنازع کر میں نے مسلم کو قیدی دیکھا ہے (وہ اسیئر فی ایدی القوم)

محمد بن اشعت نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا اور تم دیکھو گے کہ ابن زیاد کے پاس کس طرح سفارش کرتا ہوں اور جنہیں ہرگز نہ سے کیسے محفوظ رکھتا ہوں۔

مرحوم سید ابن طاؤس اپنی کتاب لہوف میں لکھتے ہیں: حضرت مسلم نے محمد ابن اشعت کی امان کو قبول نہ کیا اور شدید زخمی ہونے کے باوجود جنگ کرتے رہے اور اسی دوران کی ملعون نے پشت پر ایسا سخت نیزہ مارا کہ منہ کے مل گر گئے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

جناب حاج فرہاد مرزا نے اپنی کتاب مقام ذخیر میں لکھا ہے کہ محمد بن اشعث نے جناب مسلم کا پیغام ایاس بن علی کے ذریعے امام عالی مقام تک پہنچایا جس پر امام حسینؑ نے فرمایا:

كُلُّ مَا قُدِّسَ نَانِيلُ وَعِنْدَ اللَّهِ نَحْتَسِبُ أَنْفُسَنَا وَفَسَادُ أُمَّتِنَا

”کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ تو ہوگا اور میں نے اپنی شہادت کو امت کی بغاوت کے باوجود اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔“

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں لکھتے ہیں: حضرت مسلم بن عقیل بھوک اور پیاس کی وجہ سے مدد حاصل ہوئے اور غش طاری ہو گئی۔ سامنے ایک پانی کا برتن پڑا جس سے ہر شخص پانی پی سکتا تھا۔ جناب مسلم نے فرمایا: اس سُقُونی من هَذَا النَّاء
”مجھے بھی یہ پانی پلا دو“ تو مسلم بن عمرو نے پکارا: اے مسلم! یہ تو ٹھنڈا پانی ہے آپ کو زقوم پلانا چاہیے۔
جناب مسلم نے فرمایا: لعنت ہو تم پر، تو کون ہو کہ عترت پیغمبرؐ کو یہ جواب دے رہا ہے۔
اس شخص نے کہا: میں وہ شخص ہوں جو حق کو جانتا ہوں لیکن تم نہیں پہچانتے۔ میں امت کے سامنے واضح کر رہا ہوں اور تم دھوکا کر رہے ہو۔ میں اپنے اولی الامر کی اطاعت کر رہا ہوں اور تم غالبت اور مصیبت کر رہے ہو۔
حضرت مسلم نے فرمایا: تم کس قدر راحت دل اور کس حد تک بے حیا ہو۔

جناب شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں: چونکہ کسی شخص نے جناب مسلم کو پانی نہ دیا تو عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو پانی لانے کو کہا اور وہ غلام پانی کا پیالہ بھر لایا۔ حضرت مسلم نے جب پیالے کو منہ سے لگایا تو امتنکی القدح دَمًا“ پیالہ خون سے بھر گیا۔ مسلم نے اسے انہیل دیا۔ دوسرا پانی کا پیالہ دیا گیا اور آپ پیئنے لگے لیکن زخموں سے خون پانی میں شامل ہو گیا جس کی وجہ سے وہ پانی بھی زمین پر بہا دیا۔ جب تیسرا مرتبہ پانی پیئنے لگے تو دنیانی مبارک اس پانی میں گر گئے اور خون سے پیالہ بھر گیا۔ اب مسلم نے پانی نہ پیا اور خدا کا شکر کا اکیا۔

بہر صورت اس شجاعت پر شیر کو بند طوق و زنجیر سے قیدی کر کے ابین زیاد کے پاس لے گئے۔
راوی کہتا ہے کہ وہ دلی قوت جو میں نے مسلم کی دیکھی وہ یہ ہے کہ جب ابین زیاد کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا، کسی اور کی شجاعت آج تک یوں نہیں دیکھی کیونکہ جب وہ ابین زیاد کے دربار میں پہنچ تو اس کی ذرا بھی پرواہ کی اور نہ اسے سلام کیا۔

حضرت مسلم بن عقیل اور ابین زیاد کی شیخ کلامی

طریحی نے اپنی کتاب ” منتخب التاریخ“ میں لکھا ہے کہ جب مسلم بن عقیل کو اس ملعون ابین زیاد کے دربار میں لا یا گیا

تو لانے والوں نے کہا: اے مسلم! سَلَمُ الْأَمِيرِ "کہ امیر کو سلام کرو"۔ حضرت نے فرمایا: السَّلَامُ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَخَشِيَّ عَوَاقِبَ الرُّدَى وَأَطَاعَ الْمُلْكَ الْأَعْلَى یعنی مرجانہ کا بیٹا ابن زیاد سلام کرنے کا اہل نہیں۔ سلام اس پر کیا جاتا ہے جو بہادیت کے تابع ہوا اور عاقبت سے خائف ہوا اور میں تمام بادشاہوں کے بادشاہ خدا کی اطاعت کرنے والا ہوں۔

ابن زیاد نے اس غریب کی حالت کو دیکھا اور ہر اپنے جاہ و جلال، شان و شوکت کو دیکھا تو اس اندازِ سلام پر قہقہہ لگایا۔ حاجیوں کی طرف سے پیغام آیا کہ اے مسلم! ابن زیاد آپ سے اچھا سلوک کرنا چاہتا ہے کہ قہقہہ لگا رہا ہے اسے کیوں امیری کا سلام نہیں کرتے؟

مسلم بن عقیل نے فرمایا: مالیٰ امیر غیر الحسین "میر حسین" کے علاوہ کوئی امیر نہیں۔

ابن زیاد نے کہا: اے فرزند عقیل! تم اس لیے کوفہ آئے ہو کہ لوگوں میں اختلاف ڈال دو اور مسلمانوں کا خون بھاؤ اور بعض کو ترجیح دو اور بعض کی تردید کرو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب مسلم نے فرمایا: خدا کی قسم امیں نے یہ کام اپنی صوابیدہ سے نہیں کیا بلکہ اس شہر کے لوگوں کا خیال ہے کہ تیرے بارپ زیاد نے کوفہ کے نیک اور شریف لوگوں کا قتل عام کیا اور محض چند لوگ باقی رہے اور قصر و کرسی کے بادشاہوں کی طرح حکومت کی اور ایک طرح شریعت اور آئین محدثی کو اٹھا لیا۔ ان لوگوں نے ہمیں چاہا ہے اور اپنے عجز و انکساری کا اظہار کیا، ہمیں خطوط لکھے۔ ان خطوط میں اپنی تکالیف اور دکھوں کی وضاحت کی ہے۔ ہم یہاں اس لیے آئے تاکہ لوگوں کو عدل و انصاف قائم رکھنے میں رہنمائی کریں اور کتاب خدا اور سنت رسول پر سب لوگوں کو عمل کرائیں۔

ابن زیاد ناپاک نے کہا: اے مسلم! تمہاری اس قدر رہیت نہیں کہ اتنا بڑا کام (عدل و انصاف کا قیام، اور کتاب خدا و سنت رسول پر عمل) کر سکو۔ اے فاسق (نحوہ باللہ) کیوں لوگوں کو کتاب خدا پر عمل نہ کرنے دیا حالانکہ تم مدینہ میں شراب پینے تھے اور کوفہ میں امامت کرنے آگئے ہو۔

حضرت مسلم سلام اللہ علیہ نے فرمایا: اے ظالم! کیا میں شراب پیتا ہوں؟ تو خود جانتا ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے اور اپنے کام کو دوسروں کے ذمے لگا رہا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہارہا ہو اور نقویں مختتمہ کو مسلسل قتل کرتا رہا ہو، ایمان والوں کو تلفیں پہنچاتا رہا ہو اور مسلمانوں کو لوٹا رہا ہو اس شخص سے کیا تو قع کی جا سکتی ہے کہ جھوٹ یا بُرے گمان کو کسی مسلم مسلمان کے نام لگائے۔

ابن زیاد نے کہا: اے فاسق (نحوہ باللہ) تمہارا دل بڑا چاہتا تھا کہ کوفہ میں حکومت کروں اور تخت حکومت پر بیٹھوں، لیکن خدا نے تجھے اس رتبہ سے محروم رکھا ہے۔

حضرت مسلم نے فرمایا: اے بے دین! اگر ہم خلافت کے اہل نہیں تو پھر کوئی بھی خلافت کے لائق نہیں۔

ابن زیاد نے کہا: آج خلافت اور بادشاہی کی لیاقت یزید میں ہے۔ تم پر یزید کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

حضرت مسلم نے فرمایا: میں صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے اور اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کر دے۔

حضرت مسلم نے فرمایا: تو اسلام میں بدعت ڈالنے کا زیادہ حق دار ہے، کیونکہ آج تک جو کچھ تم نے چاہا ہے وہ کیا ہے، ایسے کرتے رہو گے۔

ابن زیاد نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل کی زبان کو خاموش نہیں کیا جاسکتا تو ابن زیاد نے گالی اور فرش کلام کرنا اور امام حسین اور امیر المؤمنین علیؑ اور حضرت عقیلؑ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

جناب مسلم بن عقیل نے دلی دکھوں کی وجہ سے سر نیچے کر لیا اور ڈنی طور پر آمادہ ہو گئے کہ ابھی قتل ہو جائیں اور یہ بدکلامی اور گالیاں نہ سُیں، لہذا اس بے حیا اور بدزبان یزید کا اور کوئی جواب نہ دیا لیکن ابھوں میں ہے کہ جناب مسلم نے فرمایا: اے زیادہ! تو اور تمرا باب اپ ان گالیوں کے مستقیم ہیں اور ان بدزبانوں کے اصل ہیں۔ ہم رسول اللہ کا خالوادہ ہیں جو کچھ تو کر سکتا ہے کر کی نہ کر۔

جناب مسلمؑ کی وصیت

مقتل ابی تھفث میں ہے کہ جب حضرت مسلم بن عقیل کو دارالامارہ لا یا گیا تو انہوں نے سلام شکیا تو ابن زیاد نے کہا: سلام کرو یا نہ کرو اور قتل ہو جاؤ۔

جناب مسلمؑ کو موت کا یقین ہو گیا تو فرمایا: اے فرزید زیادا تو مجھے خواہ مخواہ قتل کرنا چاہتا ہے تو ایک قریشی شخص کو جو میرا رشتہ دار ہو، اسے لا او تا کہ وصیت کر سکوں۔

ارشاد میں مرحوم شیخ مفتی قرماتے ہیں: ایک محافظ نے کہا: اے مسلم! کیوں امیر کو سلام نہیں کیا۔

جناب مسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اسے سلام کیوں کروں۔ اگر اس نے مجھے قتل نہ کیا تو مجھے بہت سارے سلام سنے گا۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے اپنی جان کی قسم کہ تجھے ضرور قتل کروں گا۔

جناب مسلم نے فرمایا: ایسا ہی ہے، مجھے تو قتل کرے گا۔

ابن زیاد نے کہا: ہاں میں تجھے قتل کروں گا۔

جناب مسلم نے فرمایا: پس ان باتوں کو چھوڑو، اپنے کسی رشتہ دار کو وصیت کرنے دو۔

ابن زیاد نے کہا: وصیت کرلو۔

جناب مسلم نے درباریوں اور حضار پر نظر دوڑائی تو ان کی نظر عمر بن سعد پر پڑی اور فرمایا: یا عاصم را ان بینی و بینک قوابۃ و لیلیک حاجۃ اے سعد کے بیٹے! میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے لہذا مجھے تمہاری ضرورت ہے تم میری ضروری یہ حاجت پوری کرو اور اسے ختمی رکھنا۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کی خوشامد کے لیے حضرت مسلم کی بات پر توجہ نہ دی بلکہ انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا۔

ابن زیاد نے اپنی شفاقت کے باوجود کہا: اے احش ای تم سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے اور تم اپنے پچڑا دی جا حاجت پوری کرنے سے گریز کرتے ہو۔

ایک روایت کے مطابق ابن سعد نے کہا: اے امیر! میری اس سے کون سی رشتہ داری ہے اور کیا دوستی ہے؟ پھر ابن سعد اپنی جگہ سے اٹھا اور دربار میں ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں سب دیکھ رہے تھے۔

حضرت مسلم سلام اللہ علیہ شکستہ سرد صورت اور رُخی جسم اور خون آلو چہرے سے ابن سعد کی طرف متوجہ ہونے اور فرمایا: جب سے میں اس شہر میں آیا ہوں میں نے نان و طعام اپنی جیب سے کھایا ہے اس وجہ سے میں مترقب ہوں اور میرا قرضہ سات سورہم ہے لہذا میری زرہ تھی کہ میرا قرضہ ادا کروئی۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے قتل ہونے کے بعد میرے جسم کو ابن زیاد سے لے کر دن کر دینا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ کسی شخص کو امام حسین کے پاس بھیج کر اگر مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو ان کو اپنی پلٹایا جائے اور وہ کوفہ آئیں کیونکہ انہیں پہلے جلدی آنے کی تاکید لکھ چکا ہوں، اب وہ آئیں گے اور شریروں کوں میں گھر جائیں گے۔

ابن سعد نے اس کر کہا: اے امیر! کیا جانتے ہو اس نے کیا وصیت کی ہے؟ یہ تو یہ یہ کہتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اے سعد کے بیٹے! تم بڑے کہنے شخص ہو، تجھے اس نے امین بنایا ہے اور تو خیانت کر رہا ہے لیکن کبھی تو خائن بھی امین ہو جاتا ہے، تم تو بہت بے مردت ہو کہ اس کے راز کو فاش کر رہے ہو، اس کے اپنے مال سے اس کا قرضہ ادا کرو۔ اس کے قتل کے بعد اس کے جسم سے جو کرنا ہے وہ میں نے کرنا ہے لیکن حسین کے بارے میں میرا نظر یہ ہے کہ اگر وہ ہمارے لیے مرا جنم نہ ہوں تو ہم ان کے مرا جنم نہیں ہوں گے۔

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت

جب غش میں گر اخاک پوہ بے کس و ناچار
اھدا نے کیا مسلم ہے کس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو میں رشی باندھ کے یکبار
کوٹھے پہ چدا کرنے کو سر لے گئے کفار
سو ٹکڑے محو کا ہو دل بھی جگر بھی
مارا گیا مسلم بھی ہوئے قتل پر بھی

ابن زیاد نے جلاڈ کو بلا یا کہ آواہ مسلم کی وصیت مکمل ہو گئی ہے۔ اسے دارالامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور قتل کرو۔
اس حکم سے تمام دوستوں اور دشمنوں کے جسموں میں لرزہ اور رعشہ پیدا ہو گیا۔

جناب مسلم بن عقیل نے فرمایا: اے ابن زیاد! اگر تیری میرے ساتھ کوئی رشتہ داری ہوتی تو قتل نہ کرتے۔

تاریخ احمد کوئی میں ہے کہ جناب مسلم نے فرمایا: اے ابن زیاد! اگر اپنے باپ کا بیٹا ہوتا اور حرام زادہ نہ ہوتا تو مجھے قتل نہ کرتا لیکن تو اس کا بیٹا ہے جس کا باپ معلوم نہیں، لہذا تو نے مجھے بے گناہ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ تیرے باپ کا باپ کون ہے؟ پس سندی فرزید سندی سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

ابن زیاد، بہت غصے میں آیا اور کہا: اسے فوراً قتل کرو۔

روضۃ الشہداء میں ملا حسین کاشفی نے لکھا ہے: ابن زیاد نے آزادی کہ اس دربار میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کو چھت پر لے جائے اور قتل کر دے؟

بکر بن عمران کے بیٹے نے کہا: اے امیر! یہ کام میں کرتا ہوں کیوں کہ اس نے آج ہی میرے باپ کو قتل کیا ہے۔

تاریخ الفتوح میں مذکور ہے کہ ابن زیاد نے دربار سے ایک شامی جسے جناب مسلم نے زخمی کیا تھا، بلا یا اور کہا: مسلم کو چھت پر لے جاؤ اور قتل کرو اور اپنے بعض کی آگ کو بجا دو۔

شیعی الامال میں محدث قمی لکھتے ہیں: ابن زیاد نے بکر بن عمران سے جس کو مسلم نے ایک ضرب ماری تھی، کہا: مسلم کو قصر دارالامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور گردن اڑا دو۔

بہر صورت حضرت مسلم کا جو بھی ناپاک اور خبیث قاتل تھا، جب اسے ابن زیاد نے حضرت کے قتل کا حکم دیا تو حضرت کو چھت پر لے گیا۔ اس وقت مسلم بکیر پڑھ رہے تھے، استغفار کر رہے تھے اور درود شریف کا ورد کر رہے تھے اور اہل کوفہ کا خدا کے پاس ٹکوہ بھی کر رہے تھے کہ اے اللہ! میرے اور اس قوم کے درمیان تو فیصلہ فرما کہ ہمیں انہوں نے دھوکہ دیا اور ہمیں جھٹلایا۔

ملا حسین کا شفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں: جب مسلم کو چھٹ پر لے گئے تو مسلم نے مکہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا:
السلام عليك يابن رسول الله کیا مسلم کی حالت کی خبر ہے؟

ابی حنف کے مقتل میں ہے کہ مسلم نے جلا دے تھا کی کہ مجھے درکعت نماز کی اجازت دے وہ پھر قتل کر دینا۔
اس سخت دل جلا دے کہا: مجھے اجازت نہیں کہ مجھے نماز کی اجازت دوں تو مسلم رونے لگے۔

مرحوم مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا: کہاں ہے وہ شخص جس کو مسلم نے زخم کیا ہے تو بکر بن حران آگیا۔ ابن زیاد نے کہا: مسلم کو چھٹ پر لے جاؤ، اور قتل کرو۔ وہ پلید جانب مسلم کو چھٹ پر لے گیا اور قتل کر دیا اور حضرت کے جلد پاک کو چھٹ سے بیچے زمین پر گردایا جبکہ سر لے کر ابن زیاد کے پاس آگیا لیکن وہ ڈر رہا تھا اور اس کے جسم میں لرزہ تھا۔

عروع سید نے لہو فیلم میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا: اس طرح خائف کیوں ہو اور کاپ کیوں رہے ہو؟
اس نے کہا: جب میں مسلم کو قتل کر رہا تھا تو ایک سیاہ پوش اور غلبناک شخص کو دیکھا جو میرے سامنے کھڑا تھا اور جس نے الگیوں کو دیانتوں کے درمیان رکھا ہوا تھا، اُسے دیکھ کر میرے اوپر خوف طاری ہو گیا۔
ابن زیاد نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے خیال آیا۔ اس سے ذہن سے نکال دو۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے: جب بکر بن حران چھٹ سے اتر کر ابن زیاد کے پاس آیا تو ابن زیاد نے پوچھا: قتل کر دیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ جب تم چھٹ پر لے گئے تو مسلم کیا کہتا تھا؟ کیا اس نے معافی نہیں مانگی؟

اس نے کہا: نہیں! بلکہ بکیر، شیع اور استغفار پڑھ رہا تھا۔ جب میں گردن اڑانے لگا تو وہی دل سے اس نے کہا: اے اللہ! میرے اور اس قوم کے درمیان خود فیصلہ فرمائے جنہوں نے ہم سے دھوکہ کیا اور ہمیں ذلیل کر دیا۔ اے امیر ابن زیاد! مسلم مناجات کر رہے تھے جب میں نے ضرب ماری تو کارگر ثابت نہ ہوئی۔

مسلم نے فرمایا: اب تو بس کرو۔ میں نے کہا: نہیں اور پھر تلوار کی ضرب ماری جس سے وہ قتل ہو گئے۔

ہانی بن عروہ کی شہادت

جانب مسلم کو شہید کرنے کے بعد جسم کو اگلی میں بھیگکر دیا گیا اور سراں ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد ملعون، ہانی بن عروہ کے متعلق سوچنے لگا اور اسے لگا کہ پیشہ افسوس گر لیا۔

مرحوم مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ محمد بن اشعث نے کہا: اے امیر اجناب ہانی کا مقام اور مرتبہ و منزلت اشراف اور اشخاص کو فہرست معرف اور مشہور ہے۔ وہ ایک بزرگوار اور بڑے قبیلہ و عشیرہ والے ہیں اور تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں انہیں آپ کے دربار میں لا یا ہوں اور اس کو میں نے پناہ دی تھی۔ لہذا امیری تمنا ہے کہ ہانی کو بخش دو اور اس کے قبیلہ کو سیرادگی دے بناو۔

ابن زیاد نے وعدہ کیا کہ میں انہیں بخش دوں گا لیکن بعد میں اس نے وعدے کی خلاف ورزی کی اور حکم دیا کہ ہانی کو زندان سے لایا جائے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار کے چوراہے پر لے جاؤ اور قتل کروتا کہ وہ اور تمام اہل کوفہ جان لیں کہ مجھے ان کے قبیلہ اور عشیرہ سے کوئی ڈر نہیں۔ جب جلاド اس بوڑھے، تجھ اور روشن ضمیر کو زندان سے باہر لایا اور کوسفہ فروشوں کی منڈی میں لے گیا تو ہانی نے جلاド سے پوچھا: مجھے کوہر لے جا رہے ہو اور کیا ارادہ ہے؟ اس وقت ہاتھ فریاد کر رہے تھے اور اہل شہر سے مدد مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے مذحج قبیلہ والا کہاں ہو؟ کیا کوئی سیری فریاد سننے کے لیے نہیں ہے۔ ہانی نے اس قدر فریادیں کر کے بنی مذحج کو پکارا لیکن ان کی فریاد رسی کسی نے نہ کی۔ ہانی اپنی حمیت اور غیرت سے اپنے بازو سے بندوق رتے ہوئے غصے سے کاپٹنے لگے اور آواز لگاتے تھے کہ اے بے غیر تو انہر یا تکوار یا عصا مجھے دوتا کہ ان پیدوں کا کام تمام کروں، ہانی کو چوک میں لانے والے اوباشوں اور بدمعاشوں کے پاس اسلخ قہا۔ انہوں نے ہانی پر حملہ کر کے انہیں پھر گرفتار کر لیا اور بازووں کو باندھ کر بازار میں بٹھا دیا۔

ابن زیاد کے ایک بد صورت غلام رشید نے ہانی پر تکوار تانی اور ہانی کو کہا: اپنی گردان لمبی اور سیدھی کروتا کہ تکوار سے کاٹ دوں۔

ہانی نے کہا: میں اس قدر جنگ نہیں ہوں کہ اپنے قتل میں تعاقون کروں۔ اس بد صورت غلام نے تکوار چلانی لیکن مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ ہانی نے قاضی الماجات کی درگاہ کی طرف توجہ کی اور عرض کیا:

إِلَى اللَّهِ الْمَعَادُ اللَّهُمَّ إِنِّي رَحْمَتُكَ وَأَخْوَانَكَ

پس اس غلام نے دوسرا ضرب لگائی اور انہیں مسلم بن عقیل کے ساتھ ملکی کر دیا اور سر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ پھر مسلم اور ہانی کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر ان کی لاشوں کو تمام گلیوں اور کوچوں میں کھینٹا گیا۔

جلادوں نے حضرت مسلم و ہانی کو لوٹ لیا۔ مسلم کی تکوار اور زرہ محمد بن اشعث لے گیا حالانکہ مسلم نے وصیت کی تھی کہ تکوار اور زرہ پیچ کر یہ قرض اتنا راجئے لیکن ابن اشعث نے کہا: مقتول کا لباس اور اسلحہ قاتل کا ہو جاتا ہے اور اگر میں مسلم سے جنگ نہ کرتا تو اور کوئی شخص نہیں تھا جو مسلم کو گرفتار کر سکتا۔ میں نے آل محمد کے شیر کو قتل کیا، پھر اس نے زرہ اتنا ری اور

تکوار اٹھائی۔

ابی حنف نے لکھا ہے کہ جب لوگوں نے اس اہانت کو دیکھا تو ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے اکٹھے ہو گئے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور بازاروں میں آگئے اور این زیاد کے بدمashوں اور اوپاشوں سے جھوڑا کیا اور مسلم و ہانیؓ کے جنازے جبرا اور قبر آن سے لے جا کر انہیں عسل دیا، فلن دیا اور دفن کر دیا۔

مسلم بن عقیل کا خروج ۸ ذوالحجہ کو ہوا اور اسی دن امام عالی مقامؓ نے مکہ چھوڑا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ۹ ذوالحجہ کو آپؐ کو شہید کیا گیا۔ مرحوم شاہزادہ فرہاد نے اپنی کتاب ققام میں لکھا ہے کہ جب مسلم اور ہانیؓ دونوں شہید ہو گئے تو ان دونوں کے سر زینیڈ کی طرف بھیج دیے گئے اور مسلم کے لائے کو دروازے پر لٹکایا گیا۔ یہ پہلا ہاشمی سر تھا جس کو زینیڈ کے پاس بھیجا گیا اور پہلا جسم تھا جس کو سوی پر لٹکایا گیا۔

مسلم اور ہاشم کے سر زینیڈ کو بھیجننا

تاریخ الفتوح میں ذکر ہے کہ جب مسلم اور ہاشم کو شہید کیا گیا تو ان کے جسموں کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور ان کے سروں کو شام بھیج دیا گیا۔ ان کے ساتھ زینیڈ کو ایک خط بھی ارسال کیا گیا جس میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ!

اس خدا کی حمد و شکر ہے جس نے امیر شام کا حق دشمنوں سے وصول کر لیا اور دشمنوں کے لیے کافی ہوا۔ امیر کی خدمت میں عرض ہے کہ مسلم بن عقیل کو نہ آئے تھے اور ہاشم نے ان کی میزبانی کی، انھوں نے لوگوں سے امام حسینؑ کی بیعت لی، میں نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اپنے اجنبیوں کے ذریعے مختلف حلبوں سے ان کی نشاندہی کروائی۔ پھر ان سے جنگ اور مقابلہ کر کے ان کو گرفتار کیا اور دونوں کے سر جدا کر کے ہانی بن الواری اور زینیڈ بن الاروح اسی کے ساتھ (جو آپ کے مغلص اور مطیع ہیں) آپ کی طرف بھیج دیے ہیں۔ والسلام!

جب یہ دونوں شخص خط اور سروں کے ساتھ زینیڈ کے پاس پہنچے اور زینیڈ نے خط پڑھا تو کہا: ان دونوں سروں کو دمشق کے دروازہ پر لٹکا دو۔ پھر درج ذیل خط ابن زیاد کی طرف بھیجا:

اما بعد اتمہارا خط اور مسلم و ہاشم کے سر کو گئے ہیں، بہت خوشی ہوئی کہ تم نے وہ کام کیا جو میرے دل کی خواہش تھی۔ جو تم نے کیا بہت اچھا کیا اور میری مراد پوری کردی جو سرا لانے والے تھے ان کو تمہاری خواہش کے مطابق دد، دو ہزار درہم عطا کر دیے ہیں۔ یہ خوش ہو کر آپ کی طرف آ رہے ہیں۔

اور میں نے ساہے کہ حسین بن علی کہ سے نکل چکے ہیں اور عراق جا رہے ہیں لہذا بہت اختیاط کرو، تمام راستوں پر جاسوں لگا دو، ان کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھو اور جس شخص کو قنڈہ گر سمجھو اسے قتل کر دو یا قید میں ڈال دو۔ نیز حسین بن علی کے متعلق مجھے خبر پہنچاتے رہو اور تمام تفاصیل لکھ کر بھیجتے رہوتا کہ میں ان کے حالات سے مطلع رہوں۔ — والسلام!

فرزندانِ مسلم کا حال

جب قتل ہوا اپنی سید والا بچوں پر عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ تینوں کا رہا پوچھنے والا تھے نئے سینوں میں لکھ جو تو بالا
گیسوں ہی پریشان تھے گرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گرد تینی سے ائے تھے

حضرت مسلم بن عقیل کے پائچے بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ تین بیٹوں کے نام عبد اللہ، عبید اللہ اور محمد تھے۔ یہ تینوں زمانے کے بہادر جوان تھے اور روزِ عاشورہ کربلا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کی شہادت کا تفصیلی حال بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ البتہ دوسرے دو بیٹوں کے بارے میں صاحبان تاریخ و مقاتل میں اختلاف ہے۔

بعض نے لکھا ہے کہ دونوں بیٹے باپ کے ساتھ کوفہ آئے تھے اور باپ کی شہادت کو بعد ابھی زیاد نے گرفتار کر کے انہیں قید میں ڈال دیا۔ پھر ایک سال کی قید کے بعد نہر فرات کے کنارے حارث ملوون کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور یہ نظریہ جناب مرحوم طا حسین کا شفی کار و صفت الشہداء میں ہے۔

بعض دیگر جیسے شیخ صدوق وغیرہ لکھتے ہیں: یہ دونوں شہزادے حضرت امام حسین کے ساتھ تھے اور امام اور اصحاب کی شہادت اور اہلی بیت کی اسیری کے بعد کوفہ لائے گئے۔ ان زیاد نے یہ خیال کیا کہ یہ مسلم کے بیٹے میں لہذا انہیں کوفہ کے زندہ میں ڈال دیا اور ایک سال کے بعد انہیں نہر فرات کے کنارے قتل کرو دیا۔
جناب محدث تی نے شیعی الامال میں یہی قول اختیار کیا ہے اور اسی پر اکتفا کیا ہے۔

نظریہ صاحب ریاض القدس

جنازہ مرحوم صدر الدین واعظ شیرازی اپنی کتاب ریاض القدس میں لکھتے ہیں: دو شہزادے جو نہر فرات پر قتل کیے گئے وہ حضرت بن ابی طالبؑ کی اولاد میں سے تھے جو شام غربیاں لختہ یزید کے ہاتھ سے بھاگ نکلے تھے اور وہ کوفہ میں گرفتار ہو گئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے سروں کو این زیاد کے پاس لایا گیا۔ اور یہ شہادت کا واقعہ گیارہ یا بارہ محرم کو ہوا۔ ان کو قیدی نہیں بنایا

گیا اور اس پر چند قرآن موجود ہیں۔

یہ واقعہ اس لیے درست اور قابل تصدیق ہے کہ ابن زیاد مجھے ماہ تک بصرہ میں حاکم رہا اور مجھے ماہ کوفہ میں حکومت کرتا رہا۔ اگر ابن زیاد شام نہ گیا ہو اور بصرہ میں ہوتا پھر ابن جوزی یہ لکھتا ہے کہ ابن زیاد امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شام چلا گیا اور یزید کے خاص، دوستوں اور ہم پیالہ، ہم نوالہ شرایبوں میں شامل ہو گیا۔ اس کی آواز خوبصورت تھی لہذا یزید اور اس کے دوستوں کے لیے گانے گاتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ شام سے مظہمت و کرامت کے ساتھ واپس آئیں اور کوفہ میں چکنیں یا کوفہ سے گزریں اور ان دو شہزادوں کو زندان سے آزاد کرنے بغیر مدینہ چلے جائیں۔ بات بہت عجیب ہے۔

تیسرا بات یہ ہے کہ یہ شہزادے فرماتے ہیں: نَحْنُ مِنْ ذُرْيَتِهِ نَبِيلٌ "اے ظالم! ہم تیرے نبیؑ کی ذریت میں سے ہیں" کیونکہ اولادِ عجفر جتاب نسب کی وجہ سے (جو عبد اللہ کی زوجہ تھیں) ذریت پیغمبرؐ ہو سکتے ہیں۔

طفلان مسلم کے بارے میں شیخ صدقہ کا نظریہ

طفلان مسلم کا واقعہ و طرح نقل ہوا ہے:

① شیخ صدقہ کا بیان اپنی امامی میں ② ملا حسین کاشفی کا بیان اپنی کتاب "روضۃ الشہداء" میں جو مشہور ہے۔ ہم ان دونوں بیانوں کو ذکر کرتے ہیں تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔

● نظریہ شیخ صدقہ: جناب محدث تھی نے متکی الامال میں شیخ صدقہ کے بیان کو یوں نقل کیا ہے کہ شیخ صدقہ نے اپنی سند سے روایت بیان کی ہے کہ اہل کوفہ نے ایک بزرگ سے کہا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو میدان کربلا سے مسلم کے دو شہزادوں کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لا یا گیا۔ ابن زیاد ملعون نے زندان کے داروغہ کو بلایا اور کہا: ان دو بچوں کو زندان میں ڈال دو اور ان پر سختی کرو، ان کو اچھا کھانا اور مخددا پانی ہرگز نہ دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ مظلوم بچے اس زندان کی شکلی اور تاریکی میں رورکر زندگی بسر کرتے رہے۔ دن کو روزہ رکتے تھے اور رات کو کوئی ایک ایک روٹی اور گرم پانی سے، جو حکومت کی طرف سے ملتے تھے، افطار کر لیتے تھے۔ یہ مدت ایک سال ہو گئی تو ایک بھائی نے دوسرے سے کہا:

ہماری زندان کی مدت بہت بیکی ہو گئی ہے اس طرح تو ہم قید خانے میں مر جائیں گے اور ہمارے جسم اس قید خانے میں ختم ہو جائیں گے، لہذا اپنا تعارف کرائیں شاید داروغہ ہمارے حال پر رحم کرے۔ جب شام کے وقت داروغہ کھانا دیئے

زندان میں آیا تو چھوٹے شہزادے نے کہا: اے بزرگ! کیا آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں؟
اس نے کہا: ہاں پہچانتا ہوں وہ تو میرے نبی ہیں۔

پھر بچے نے کہا: کیا جعفر بن ابی طالبؑ کو جانتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! پہچانتا ہوں جعفر تو وہ شخصیت ہیں کہ خدا نے جنت میں ان کو دوسرے عطا کیے ہیں تاکہ ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے رہیں۔

بچے نے کہا: کیا حضرت علیؓ بن ابی طالبؑ کو جانتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! ان کو کیسے نہ پہچانو وہ تو میرے امام ہیں۔

پھر بچے نے کہا: اے بزرگوار! ہم تمہارے پیغمبرؐ کی عترت وذریت ہیں۔ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں اور تمہارے پاھوٹ گرفتار ہیں۔ ہم پر اس قدر تھی نہ کہ کچھ نہ کچھ پیغمبرؐ کی وجہ سے ہم پر مہربانی فرماؤ۔ جوں ہی اس شیخ نے یہ بات سنی تو بچے کے قدموں پر گر پڑا اور پاؤں کو بوسہ دے کر کہنے لگا: اے ڈریت پیغمبرؐ محمدؐ! میری جان تم پر قربان، ابھی زندان کا دروازہ کھولنا ہوں جہاں جانا چاہو۔ چلے جاؤ۔ جب رات ہو گئی تو داروض کھانا لایا، پھر کو دیا اور ان کو زندان سے نکال کر ایک راستہ پر لے آیا اور کہا: میری آنکھوں کے نورا تمہارے دشمن بہت زیادہ ہیں، دشمنوں سے بچتے رہنا، رات کو سفر کرنا اور دن کو چھپ کر آرام کرنا۔ پس یہ دونوں شہزادے تاریک راہ پر چل لئے اور چلتے چلتے ایک بوڑھی کے مکان پر پہنچے۔ وہ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی تھی۔ چونکہ شہزادے چل چل کر بہت تحک گئے تھے لہذا انہوں نے اس مقام پر آرام کرنے کو غصیت جانا۔ شہزادوں نے بوڑھی عورت سے کہا: اے مادر! ہم دو چھوٹے بچے اس شہر میں مسافر ہیں، کوئی منزل نہیں، ہم پر مہربانی فرماتا کہ ہم رات کی تاریکی میں تمہارے پاس آرام کر سکیں جب صبح ہو گئی تو ہم اپنے سفر پر چلے جائیں گے۔

ضعیفہ نے کہا: اے میری آنکھوں کے نور! آپ کون ہیں کہ مجھے آپ سے عطری خوشبو محبوں ہو رہی ہے اور ایسی خوشبو میں نے زندگی بھر کبھی نہیں سکتی۔ شہزادوں نے کہا: ہم تمہارے نبیؓ کی عترت ہیں اور ان زیاد کے زندان سے بھاگ کر آئے ہیں۔ بوڑھی عورت نے کہا: اے میری آنکھوں کے نور! میرا دیا دیا ایک فاسق اور خبیث شخص ہے جو کر بلاؤ کی جگہ میں موجود تھا، مجھے خوف ہے کہ وہ میرے گمراہے اور تمہیں میرے گردیکے تو تمہیں کہیں تکلیف نہ پہنچائے۔

شہزادوں نے کہا: رات تاریک ہے امید ہے کہ وہ شخص آج نہیں آئے گا اور ہم صبح سوریے تمہارے گھر سے چلے جائیں گے۔ پس ضعیفہ ان شہزادوں کو گھر لے آئی، کھانا دیا۔ کھانا کھا کر شہزادے بستروں پر سو گئے۔ البتہ دوسری زوایت میں ہے کہ ان شہزادوں نے فرمایا: ہمیں کھانے کی طلب نہیں، ہمیں جائے نمازوں دو تاکہ نمازوں شب پڑھ سکیں، پھر نمازوں شب پڑھ کر سو

گے۔

چھوٹے شہزادے نے بڑے شہزادے سے کہا: اے بھائی! آج ہماری امن کی رات ہے اور سکون ہے۔ ہم ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر ایک دوسرے کی خوبیوں کرتے ہیں حتیٰ کہ موت ہمارے درمیان جدائی ڈال دے۔ پس ان شہزادوں نے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور سو گئے۔

رات کا کچھ حصہ گزرا تو اس بوڑھی کا داماد گھر آن پہنچا اور دروازہ ٹکھٹایا۔ بوڑھی نے پوچھا: کون؟ اس خبیث نے کہا: میں ہوں۔ بوڑھی نے پوچھا: اس وقت تک کہاں تھے؟ اس نے کہا: جلدی دروازہ کھولو ورنہ تھکان سے میں مر جاؤں گا۔ عورت نے پوچھا: یہ تھکان کیوں ہے؟ اس نے کہا: عبید اللہ کے زندان سے مسلم کے دو بچے نکل گئے ہیں۔ امیر کوفہ کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ جو شخص ان شہزادوں کے سر لائے گا اسے دو ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔ میں اس انعام کے لائق میں سارا دن انہیں ادھر ادھر جلاش کرتا رہا ہوں لیکن مجھے ان پہنچ کا سراغ نہیں مل سکا۔

عورت نے اسے فیصلت کی: اے بھائی! اس خیال کو ذہن سے نکال دو اور پیغمبرؐ کی دشمنی سے پرہیز کرو۔

اس فیصلت کا اس خبیث پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ آنٹا غصے سے کہنے لگا کہ عورت تو ان شہزادوں کی حمایت کیوں کر رہی ہے شاید تمہارے پاس ان کی کوئی اطلاع ہے۔ انھوں ہم دونوں امیر عبید اللہ کے پاس چلتے ہیں، وہ تمہیں بلا رہا ہے۔ اس مسکین بوڑھی نے کہا: امیر کو مجھ سے کیا کام، میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور اس صحرائیں رہتی ہوں۔

اس خبیث نے کہا: دروازہ کھولوتا کہ میں اندر داخل ہوں اور کچھ وقت آرام کر کے دوبارہ ان کی جلاش میں نکل جاؤں۔ عورت نے دروازہ کھولا اور اسے کھانا دیا۔ وہ کھانا کھا کر بستر پر سو گیا۔ اس نے شہزادوں کی نیزدگی کے دوران میں ان کی سانسوں کے چلنے کو محبوں کیا تو مشتعل اُونٹ کی طرح آنخا اور غصے سے آوازیں نکالنے لگا۔ رات کی تاریکی میں شہزادوں کے سانسوں کی آواز کی طرف جانے کے لیے دیوار اور زمین کے سہارے سے چلتا گیا حتیٰ کہ اس کا بخوبی ہاتھ چھوٹے بچے کے سر کے بالوں تک جا پہنچا۔ مظلوم شہزادے نے کہا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تو صاحبِ مکان ہوں تم کون ہو؟

چھوٹے بچے نے بڑے بھائی کو اخایا جس کا ذرخواہی ہوا ہے۔

بازو پر چھوٹے کے پڑا دسپ بھاکار تو کون ہے کہنے لگا وہ چونک کے اک بار جھنجلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا ہوں میہار جب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل نگار

جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے

کیا سوتے ہو انھوں کہ اجل سر پر کھڑی ہے

پھر شہزادوں نے کہا: ہم سچ سچ بتادیں تو ہمیں تکلیف تو نہیں دے گا؟ اس نے کہا: ہاں، نہیں دوں گا۔

انھوں نے کہا: ہم سچ بتائیں تو خدا اور رسولؐ کی امان میں ہوں گے؟ اس نے کہا: ہاں۔

انھوں نے کہا: تو خدا اور رسولؐ کو اس امان پر گواہ باتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔

جب اس خبیث سے امان کا اقرار کرالیا تو بتایا کہ اے شیخ! ہم پیغمبرؐ کی عترت ہیں اور ابن زیاد کے زندان سے بھاگ آئے ہیں۔ اس نے کہا: تم موت سے بھاگتے رہے لیکن موت کے چنگل میں آپھنے۔ خدا کی حمد ہے کہ جس نے مجھے تمہارے ہوپر فتح و کامیابی عطا فرمائی ہے۔ پھر اس ملعون نے اسی وقت ان کے بازوں کو مضبوطی سے پاندھ دیا اور وہ شہزادے اسی حالت میں ساری رات بندھے رہے۔

جب صحیح ہوئی تو اس ملعون نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان شہزادوں کو نہر فرات کے کنارے لے جا کر قتل کرو۔ غلام اپنے آقا کے حکم کے مطابق شہزادوں کو نہر فرات کے کنارے لے گیا۔ لیکن جب اس کو پتہ چلا کہ یہ شہزادے عترت پیغمبرؐ ہیں تو اس نے انہیں قتل نہ کیا اور خود نہر فرات میں چھلانگ لگادی اور دوسرے کنارے سے نکل گیا۔

حارث خبیث نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ ان شہزادوں کو قتل کرو لیکن اس نے بھی باپ کے حکم کی خلافت کی اور غلام کی طرح نہر فرات کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ جب اس ملعون نے یہ دیکھا کہ ان مظلوم شہزادوں کو قتل کرنے کے لیے خود تووار لے کر ان کے پاس آیا۔ جب طفلانی مسلم نے اس ملعون کو تووار لہراتے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کا نہ بند ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور انھوں نے کہا: اے بزرگوار! ہمیں گرفتار کر کے بازار میں بیج دو اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھاؤ اور ہمیں قتل نہ کرو اور پیغمبرؐ کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن نہ بناؤ۔

اس نے کہا: اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ میں تمہیں قتل کر دوں اور تمہارے سر اُتار کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور وہر اور وہم انعام لوں۔

شہزادوں نے کہا: اے شیخ! ہماری پیغمبرؐ سے قرابت اور رشتہ داری کا خیال کرو۔

اس نے کہا: تم رسولؐ کے کوئی قریبی رشتہ دار نہیں ہو۔

انھوں نے کہا: ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ جو حکم دے اس پر عمل ہو۔

اس نے کہا: میں تمہارا خون پہا کر عبید اللہ ابن زیاد کا قرب حاصل کروں گا۔

شہزادوں نے فرمایا: ہمارے چھوٹے سن اور ہمارے بچپن پر ہی رحم کھاؤ۔

اس نے کہا: خدا نے میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں کیا۔ شہزادوں نے آخری فریاد کی کہ اے شخص! اگر تو نے ہمیں قتل

ہی کرنا ہے تو ہمیں اس قدر مہلت دے دے کہ ہم نماز پڑھ سکیں۔

اس نے کہا: اگر نماز تمہیں کوئی فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔ میں طفلاں مسلم نے چار چار رکعت نماز پڑھی پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کی: یا حسی یا قیوم یا حلیم یا حکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان تو ہی فیصلہ فرم۔

اس وقت اس ملعون نے بڑے شہزادے پر تلوار کھینچی اور اس مظلوم شہزادے کا سر تن سے جدا کر دیا اور سر کو ایک ٹوکری میں رکھ لیا۔ جب چھوٹے شہزادے نے یہ منظر دیکھا تو اپنے خون آسود بھائی کی گردن سے لپٹ گیا اور کہا: میں اپنے بھائی کے خون سے خساب کرتا ہوں تاکہ اسی حالت میں جا کر رسول خدا سے ملوں۔

اس ملعون نے کہا: ابھی تجھے بھی اپنے بھائی سے ملنے کرتا ہوں۔ پھر اس نے چھوٹے شہزادے کی گردن پر تلوار مار کر سر تن سے جدا کر دیا اور سر کو ٹوکری میں رکھ دیا، جب کہ دونوں کے پاک جسموں کو پانی میں ڈال دیا۔ پھر ان شہزادوں کے سرروں کو سرروں کو لے کر ابن زیاد کے پاس آیا، جب وار الامارہ کے دروازہ پر پہنچا اور عبید اللہ بن زیاد کے سامنے سر رکھے تو عبید اللہ ملعون کری پر بیٹھا تھا اور ایک چھتری اس کے ہاتھ میں تھی جو نبی اس کی نظر ان دو شہزادوں کے پاک اور فورانی سروں پر پڑی تو تین دفعہ اپنی کرسی پر سے اٹھا اور بیٹھا۔ پھر ان شہزادوں کے قاتل سے خطاب کر کے کہا تو بر باد ہو جائے ان کو کہاں سے ملاش کیا ہے؟ اُس نے کہا: یہ ہماری ایک بوڑھی عورت کے مہمان تھے۔ ابن زیاد کو یہ جواب ناگوار گزرا اور کہا: اے ملعون! تو نے ان کے مہمان ہونے کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔

اس نے کہا: میں نے مہمان کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا۔

ابن زیاد نے کہا: جب تو انہیں قتل کرنے والا تھا انہوں نے کوئی بات کی؟

اس ملعون نے شہزادوں کی ہربات اس کو بتائی حتیٰ کہ اس نے کہا: ان شہزادوں کی آخری کلام یہ تھی کہ ہمیں مہلت دو ہم نماز پڑھ لیں اور انہوں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد بارگاہ الہی میں یہ فریاد کی کہ اے احکم الحاکمین! ہمارے اور اس کے درمیان تو خود ہی فیصلہ فرم۔

عبدی اللہ نے کہا: اے لوگو! احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ تم میں کون ایسا شخص ہے جو ابھی اٹھے اور اس فاسق و فاجر شخص کو قتل کر دے۔ ایک شایی شخص اٹھا اور کہا: اے امیر! یہ کام میرے حوالے کرو۔ عبدی اللہ نے کہا: اے شایی! اس شخص کو دہان لے جاؤ جہاں اس نے ان شہزادوں کو قتل کیا ہے، اور وہیں قتل کر کے اس کے پیس خون کو ان کے پاک خون سے مخلوط نہ ہونے دینا اور سر جدا کر کے جلدی جلدی میرے پاس لے آتا۔

اس شامی نے ایسا ہی کیا اور اس کے سر کو نیزہ پر آنھا کر ابن زیاد کی طرف آنے لگا۔ جب کوفہ کے بچوں نے اس ملعون کے سر کو نوک نیزہ پر دیکھا تو اسے پھر اور تیر مارنے لگے اور بھی کہتے تھے کہ یہ منکر ہے ذریست و خیرگا۔ یہ قل صدوق تاریخ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ مؤمنین نے لکھا ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد ابن زیاد شام چلا گیا اور یزید کے خصوصی دوستوں میں سے ہو گیا اور قطعاً ایک سال کوفہ میں شر رہا۔ لہذا ہماری نظر میں شیخ صدوقؑ والی روایت قابل اعتدال نہیں۔

فرزنان مسلم کے بارے میں ملا حسین کاشفی کی روایت

و طفل حسین بھاگے ہیں کل قاضی کے گھر سے کر چھو گرفتار، جو آنکھیں ادھر سے خورشید سے ماتھے ہیں تو چہرے ہیں قمر سے چھوٹے سے ٹماں ہیں جو لپٹے ہوئے سر سے گوندھی ہوئی ڈلفیں بسر دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی ہیں

وہ لکھتے ہیں: بعض جاسوسوں نے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ مسلمؓ کے دو بیٹے اس شہر میں چھپے ہوئے ہیں جن کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم بن عقل کے بیٹے، جس کے گھر میں پوشیدہ ہیں اور وہ مجھے نہ پہچائے تو میں اس گھر کو تباہ کر دوں گا اور جس نے ان کو اپنے گھر میں چھپایا اُسے ذلیل کر دوں گا۔

اس وقت طفلان مسلم قاضی شریع کے گھر تھے کیونکہ مسلمؓ نے جنگ کے دن ان کو قاضی کے گھر پہنچا دیا تھا اور ان کی حفاظت اور گمراہی کی بہت تائید کی تھی۔ شہادت مسلمؓ کے بعد جب ابن زیاد کا یہ اعلان ہوا تو شریعؓ نے ان بچوں کو اپنے پاس بلایا، جوں ہی بچوں پر نگاہ پڑی تو بے اختیار اُوچی آواز سے رونے لگا۔ چونکہ اس وقت تک دونوں شہزادے اپنے باپ کی شہادت سے آگاہ نہیں تھے، لہذا قاضی کے رونے سے ان کو تک ہوا اور پوچھا: اے قاضی! ہمیں دیکھ کر گریہ شروع کر دیا اور بڑا دکھی ہو گیا ہے، ہمارے دلوں کو تمہارا اگر یہ محروم کر رہا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

شریعؓ نے کہا: اے شہزادو! دنیا میں ہر خوشی کے ساتھ فم بھی ہوتا ہے۔ تہذیت کے ساتھ تعریت ہوتی ہے، زندگی کے باغ میں کائنے ضرور ہوتے ہیں، آپ کے والد انتقال کر گئے ہیں، ان کی مقدس روح کا شہیاذ شہادت کے پروں سے ریاضی سعادت کی طرف پرواز کر گیا ہے۔ خدا تمہیں صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

جب طفلان مسلمؓ نے یہ سنات تو دونوں اچانک باپ کی شہادت کا سن کر بے ہوش ہو گئے، کافی دیر کے بعد ہوش میں

آئے تو اپنے عماموں کو سر سے آثار اور سروں میں مٹی ڈال کر، پریشان حال ہو کر قاضی شریع سے کہتے تھے کہ اے قاضی! یہ کون سی قیامت بھری خبر سنادی ہے اور واغرتباہ، واغرتباہ کے بین کرتے تھے۔

قاضی نے کہا: اب رونے اور فرباد کرنے کا وقت نہیں کیونکہ عبید اللہ کے جاسوں تمہیں ٹلاش کر رہے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ جس گھر میں طفلان مسلم پائے گئے اس گھر کو تباہ اور گھر والوں کو ذمیل کر دیا جائے گا۔

میں اس شہر میں مجتبی الہی بیت میں مقام ہوں اور دشمن میرے حال احوال کی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں، مجھے تمہاری جانوں اور اپنی جان کا بہت خطرہ ہے، لہذا میں نے سوچا ہے کہ میں تمہیں کسی کے حوالے کر دوں جو تمہیں مدینہ پہنچا دے۔ پس شہزادے ابن زیاد کے خوف کی وجہ سے باب کی شہادت پر خاموش ہو گئے اور قاضی نے ہر ایک بنجے کو پچاس دینار زارہ دیا اور اپنے بیٹے اسد کے حوالے کرتے ہوئے کہا: میں نے سنا ہے کہ عراقین دروازے سے ایک کارروائی آج مدینہ کو روانہ ہونے والا ہے، ان پر بچوں کو اس کارروائی میں پہنچا دو اور کسی قابل اعتماد شخص کے حوالہ کر دوتا کہ یہ پچھے مدینہ پہنچ جائیں۔

اسد نے رات کی تاریکی میں ان طفلان مسلم کو ساتھ لیا، عراقین دروازے سے باہر لایا لیکن افسوس صد افسوس کہ کارروائی وہاں سے کوچ کر چکا تھا اور کارروائی جاتا ہوا ذور سے نظر آ رہا تھا۔ اسد نے بچوں سے بچوں سے کہا: وہ دیکھو قافلہ جا رہا ہے، جلدی کر دوڑتے جاؤ اس کارروائی سے جا طو۔ طفلان مسلم اس کارروائی کے پیچے بھاگتے گئے اور اسد و اپنے گھر چلا گیا۔

طفلان مسلم نے اس کارروائی کے نقوش قدم پر کچھ دری تو سفر جاری رکھا لیکن بہت جلدی وہ کارروائی آنکھوں سے غائب ہو گیا اس لیے شہزادے چلتے چلتے راہ گم کر بیٹھے کہ اچانک ابن زیاد کے جاسوں نے ان شہزادوں کو پالیا، جب انھوں نے پہچانا کہ طفلان مسلم ہیں تو ان کو گرفتار کر لیا اور انہیں ابن زیاد کے دربار میں لے لے آئے۔ ابن زیاد نے ان کو زندان میں ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر زیندگی کو خلکھلا کر مسلم کے دو بیٹے جن کی عمر سات اور آٹھ سال ہیں، کو گرفتار کر کے میں نے قید کیا ہوا ہے۔ اب ان کے بارے تھمارے حکم نامے کا انتظار ہے کہ ان کو قتل کر دوں یا چھوڑ دوں یا پھر تھماری طرف بھیج دوں۔ قاصد خط لے کر دشمن چلا گیا۔ اور ملکوں ناہی شخص زندان کا محافظ تھا جو محبت الہی بیت رکھتا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ یہ حضرت مسلم کے فرزند ہیں تو ان کے پاؤں میں گر پڑا۔ انہیں اچھے مقام پر رکھا اور اچھی غذا دی اور تمام دن خدمت کرتا رہتا۔ رات کو زندان میں آیا جب تمام لوگ نیند میں خاموش ہو گئے تو ان کو زندان سے نکالا اور قادیہ کے راستے پر لایا، اپنی ایک انگوٹھی ان کو دی اور کہا: یہہ امن راستہ ہے اس پر چلے جاؤ، قادیہ ملکی کر میرے بھائی کے پاس چلے جانا، میری یہ انگوٹھی اسے دکھانا تاکہ وہ تمہیں مدینہ پہنچانے کا بندوق است کر دے۔

فرزندان مسلم نے ملکوں کو دعا دی اور راستے پر چل لئے لیکن تقدیر ہر بشے پر غالب ہے۔ تقدیر کے فیصلوں کو کوئی روک

نہیں سکتا۔ پس خدا کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ دوستیم مسافر جلد از جلد باپ سے ملنے ہو جائیں اس لیے راستہ گم ہو گیا۔ ساری رات چلتے رہے لیکن جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھا ابھی وہی کونہ کے درود بیوار ہیں۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا: بھائی ابھی تک ہم اسی شہر کے درود بیوار میں پھر رہے ہیں خدا نہ کرے کہ ہمیں پھر کوئی گرفتار کر لے۔ اس لیے ایک کھجوروں کے باغ میں چھپ گئے، چشمہ کے پاس ایک درخت پر چڑھ گئے اور چھپ کر بیٹھ گئے۔

جب ظہرین کی نماز کا وقت آیا، ایک جبھی کنیز اس چشمہ سے پانی بھرنے آئی۔ وہ پانی میں دخوبصورت بچوں کے عکس دیکھ کر جیران ہو گئی۔ کنیز نے درخت پر دیکھا تو دخوبصورت بچے نظر آئے۔ پانی کا برتن اُس کے ہاتھوں سے گرپڑا اور شہزادوں سے مخاطب ہو کر کہا: آپ گون ہیں اور یہاں اس درخت پر کیوں چھپے ہوئے ہیں؟

انھوں نے بتایا کہ ہم یتیم ہیں اور یتیم کا دکھ برداشت کرنے والے ہیں۔ ہم غفرذہ، یتیم اور غربت کے دکھ کو جیلنے والے ہیں۔ ہمارا باپ مارا گیا ہے، ہم راستہ گم کر بیٹھے اور اس جگہ کو پناہ گاہ کہ جھک کر بیٹھے ہیں۔

کنیز نے پوچھا: تمہارا باپ کون تھا؟ جب انھوں نے باپ کا ستاتوازو و قطار رونے لگے۔

کنیز نے کہا: میرا خیال ہے کہ تم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہو۔

انھوں نے روکے کہا: اے کنیز! تم انہیں جانتی ہو؟ تم ان سے محبت رکھتی ہو یا دشمنی؟

کنیز نے کہا: میں تمہارے خاندان کی محبت ہوں اور میری مالکہ بھی مجہہ الہی بیت ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ تاکہ تمہیں اس کے پاس لے جاؤں، ڈر نہیں اور نہ پریشان ہو، میں کوئی دھوکا نہیں کر رہی۔ چل شہزادے اس کے ساتھ جمل پڑے اور کنیز کے ساتھ ایک گرپڑا نے، کنیز جلدی سے اندر گئی اور مالکہ کو بشارت دی کہ ہمارے دروازے پر مسلم کے دو بچے آئے ہیں۔ مالکہ نے خوشی میں اس کنیز کو آزاد کر دیا اور بچے پاؤں دوڑتی ہوئی فرزندان مسلم کے پاس آئی اور ان کے پاؤں پر گرپڑی۔ پھر ہاتھوں پاؤں کو چوما اور مسلم کی غربت اور شہزادوں کی مظلومیت پر خوب گریہ کیا۔ وہ شہزادوں کو بار بار چوتھی تھی اور ایک مہربان ماں کی طرح پیار کرتی تھی۔ اے ماں کے مسافر اور مظلوم بیٹو! وہ شخص ہلاک ہو جائے جس نے تمہارے اور تمہارے باپ کے درمیان جدائی ڈال دی اور الہی بیت سے بخشن اور کیہیہ کا انٹھا رکیا۔ پھر ان کو گھر لے آئی۔ کھانا کھلایا اور کنیز سے کہا: اس راز کو میرے شوہر یا کسی اور کے سامنے ظاہر نہ کرنا کیونکہ میرا شوہر الہی وفا کے حرم میں میرا حرم نہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ملکوں نے چونکہ خدا کی رضا مندی کے لیے ان دوستیم اور غریب شہزادوں کو زندان سے کالا قلعہ لہذا دوسری صبح یہ خبر این زیاد کوچھ گئی، ابین زیاد ملکوں کو لا یا اور کہا: تو نے فرزندان مسلم سے کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا: ان کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے آزاد کر دیا ہے اور اپنے دین کے گھر کو اپنے اس عمل سے مزین اور پسندیدہ کردار سے آباد کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تجھے میرا خوف نہ تھا؟

مشکور نے کہا: جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا؟

ابن زیاد نے کہا: تمہیں کس چیز نے یہ کام کرنے پر آمادہ کیا ہے؟

مشکور نے کہا: اے ظالم و بد کردار! تم نے ان کے باپ کو قتل کر دیا، اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ تو نے ان چھوٹے چھوٹے مخصوص شہزادوں کو باپ کی شہادت کے دکھ سے دکھ کر کے پانچ سلاسل کر دیا اور زندان میں ڈال دیا اور میں نے سید کوئین، سردارِ قلیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی خاطر انہیں رہا کیا ہے اور اس رہائی پر رسول اللہ کی شفاعت کا طلبگار ہوں جبکہ تو اس عذبت اور دولت سے محروم ہے۔

ابن زیاد غصب ناک ہوا اور کہا: ابھی تجھے اس کام کا مزہ پکھاتا ہوں۔

مشکور نے کہا: اس عمل کے بدلتے میں میری جان ہزار مرتبہ قربان ہونے کو تیار ہے۔

ابن زیاد نے جلا دے سے کہا: اے قتل کر دو اور قتل سے پہلے پانچ صد تازیانے مارو پھر قتل کر دیتا۔ جلا دے نے ابن زیاد کے حکم کی اتنا بیان کی۔ جب پہلا تازیانہ مارا تو مشکور نے پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جب دوسرا تازیانہ مارا تو مشکور نے کہا: اللہِ اَعْلَمُ بِمَا فِي الْأَرْضِ۔ جب تیسرا تازیانہ مارا تو مشکور نے کہا: اللہِ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ جب چوتھا تازیانہ مارا تو مشکور نے کہا: اللہِ اَعْلَمُ بِمَا فِي الْأَرْضِ۔ جب پانچواں تازیانہ مارا تو مشکور نے کہا: مجھے الہ بیت کے ساتھ گھوڑوں فرمانا اور پھر مشکور خاموش ہو گیا اور کوئی آواز نہ نکالی حتیٰ کہ پانچ سوتا زیانے جب لگ پچھے تو ایک مرتبہ آنکھیں کھولیں اور کہا: مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو۔

ابن زیاد نے کہا: اے جلا دے سے پانی دے دو اور گردن اڑا دو۔

عمرو بن حارث اٹھا، اس نے سفارش کی اور مشکور کو اپنے گھر اٹھا کر لے گیا اور اس کا علاج کرنے کا ارادہ کیا۔ مشکور نے آنکھیں کھولیں اور کہا: مجھے حوض کو شکا پانی مل چکا ہے۔ یہ کہا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مومنہ کنیف ان دونوں کم سی شہزادوں کو گھر لائی، صاف پاک بستر پر بٹھایا، کھانا کھلایا اور رات کو پیار سے بستر پر سلا دیا اور پھر اپنے کمرے میں بیٹھ گئی۔ کافی دیر بعد اس کا شوہر تھا کا نامہ گھر آیا۔ بیوی نے پوچھا: اب تک کہاں تھے؟ اس نے کہا: صحیح جب میں کوفہ کے امیر کے دربار میں گیا تو منادی مدادے رہا تھا: داروغہ نے مسلم کے پچھوں کو قید سے آزاد کر دیا ہے لہذا جو شخص ان کی خبر لائے گا امیر کوفہ اسے گھوڑا، عمدہ لباس اور کافی مقدار میں مال بطور انعام دے گا۔ لوگ اورہ اور حلاش کے لیے نکلے، میں بھی سارا دن انہیں حلاش کرتا رہا اور ان کی حلاش میں اس قدر گھوڑا دوڑایا کہ گھوڑا امر گیا اور

اب پیدل چل کر گھر پہنچا ہوں۔

عورت نے کہا: اے شخص! تجھے خوف خدا نہیں! تجھے رسول خدا کے گھرانے سے کیوں دشمنی ہو گئی ہے؟

اس شخص نے کہا: اے عورت! خاموش، ابن زیاد نے گھوڑے، لباس اور مالی انعام کا وعدہ کیا ہے کہ جو مسلم کے بچوں کو اس کے پاس گرفتار کر کے لے جائے اُسے یہ سب کچھ دیا جائے گا۔

عورت نے کہا: تو کتنا بد بخت ہے کہ ان دو قبیلوں کو گرفتار کر کے توار کے حوالے کر دے یہ تو دیبا کے بد لے دین تھا رہا

ہے۔

اس شخص نے کہا: تجھے ان باتوں سے کیا غرض؟ اگر کھانے کو کچھ ہے تو لے آتا کہ کھانا کھاؤ۔ عورت کھانا لائی تو اس نے کھانا کھایا اور اپنے بستر پر بے ہوش سو گیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرنا خاکر کے ان دو قبیلوں میں سے برا بھائی محمد نیند سے اٹھا اور اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہا: اے برادر! انہوں نے بھی قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ابھی خواب میں بیان کو دیکھا کہ بہشت میں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہراء، امام حسن مجتبی کے ساتھ یہ کرو رہے ہیں۔ اچاک جناب رسالت مآب کی نظر مبارک مجھ پر اور تم پر پڑی تو حضرت نے ہمارے بابا مسلم سے یہی کہا: اے مسلم! تم نے ان دو محروم بچوں کو ظالموں کے درمیان کیوں چھوڑ دیا ہے؟ بابا نے ہماری طرف دیکھا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! وہ ابھی میرے پاس مانپنے والے ہیں۔

جب چھوٹے شہزادے نے یہ خواب سناتا تو کہا: بھائی! میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پس دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی گردان میں پانچیں ڈال کر رونا شروع کیا اور بابا بابا کرنا شروع کیا۔ اتنے دکھی میں کیے کہ ان کے رونے کی آواز نے حارث خالم کو بیدار کر دیا، اس نے اپنی بیوی سے سخت لمحے میں پوچھا: یہ کس کے رونے کی آواز آ رہی ہے؟ ہمارے گھر میں کس کے بچے رورہے ہیں؟

بے چاری عورت خاموش رہی۔ حارث نے پھر آواز دی اور کہا: اے عورت! انہوں اور چراغ جلاو! تاکہ رونے والوں کا پہنچل سکے۔

یہ مومنہ بے چاری پر بیان تھی کہ اب کیا کرے۔ ابھی خاموش تھی کہ حارث اپنے بستر سے خود اٹھا، چراغ جلایا اور اس کر سے میں آیا جہاں پہنچ رورہے تھے۔ دیکھا تو دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں پانچیں ڈال کر بابا بابا کر رہے ہیں۔

حارث نے شد لمحے میں پوچھا: تم کون ہو؟

بچوں نے سمجھا کہ شاید یہ ہمارے بھوی میں سے ہے، لہذا فرمایا: ہم مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔

حارت نے کہا: عجیب بات ہے میں جنگلوں میں کل سارا دن خاک چھاتا رہا اور تم میرے گھر میں ہو۔ میں نے تو تمہاری ملاش میں تھکان برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ گھوڑا بھی ضائع کر دیا ہے۔ جب بچوں نے یہ ساتو خاموش ہو گئے اور اپنے سر جھکا لیے۔ یہ سنگ دل بے رحم ان تینوں کے رخساروں پر طماقچے مارنے لگا۔ پھر دونوں کے سر کے بالوں کو باندھا اور باہر آ کر کرے کو مغلل کر دیا۔ اس مونہہ حورت نے بہت منت سماجت کی اور شوہر کے پاؤں پر گر پڑی، بوسہ دیا، فریاد کی کہ یہ ظلم نہ کرو۔ وہ مسلم کے نیتم فرزند ہیں، میرے مہمان ہیں لیکن حارت نے ختنی سے کہا: اے حورت! خاموش ہو جا اور اپنی زبان بند کر لے ورنہ ہر نصان کی خود ذمہ دار ہو گی۔ حورت خاموش ہو گی۔

جب صحیح ہوئی تو وہ سنگ دل اور سیاہ باطن شخص اٹھا، تکوار اور ڈھال اٹھائی، ان دونوں کو اپنے آگے لگایا اور نہر فرات کے کنارے پر لے گیا۔ اس کی مونہہ بیوی برہنہ پا بیچھے بیچھے دوڑتی آئی اور آہ فریاد کرتی رہی لیکن اس نالم نے کوئی فریاد نہ سنی۔ بیوی اس کی تکوار کے خوف سے بیچھے ہٹ جاتی تھی اور پھر دوڑتی تھی۔ جب وہ فرات کے کنارے پہنچنے تو نالم نے تکوار کاٹا اور اپنے غلام کو برہنہ تکوار دی اور کہا: ان دونوں (بچوں) کے سر تن سے جدا کر دو۔ غلام نے تکوار کو بند کیا اور کہا: کس کا دل ہے کہ ان بے گناہوں کو قتل کرے؟

حارت نے غلام کو گالی دی اور کہا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ غلام نے کہا: مجھے رسول پاک کی اوج سے شرم آتی ہے کہ ان کے خاندان کو قتل کروں، میں ان کو قتل نہیں کر سکتا۔

حارت نے کہا: اے غلام! اگر تو انہیں قتل نہیں کرے گا تو میں بھی قتل کر دوں گا۔

غلام نے کہا: اگر تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو میں بھی تیرے ارادے سے پہلے قتل کر دوں گا۔

چونکہ حارت تجربہ کا رختا ہے اس نے بڑی سرعت سے غلام کے سر کو بالوں سے پکڑ لیا۔ غلام نے اس کی ڈاڑھی میں مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیا اور اپنی طرف کھینچا، حارت گر پڑا۔ غلام نے تکوار کو نیام سے نکالا اور اپنے مالک حارت پر حملہ کر دیا۔ حارت نے ڈھال سے وارکو روکیا اور اپنی تکوار سے غلام کے دائیں بازو پر ضرب لگائی، غلام نے بائیں ہاتھ سے حارت کے گریبان کو پکڑا اور اس سے ایسا الجھا کہ حارت و سراوار نہ کرسکا۔ یہ دونوں آپس میں لڑ رہے تھے کہ حارت کی مونہہ بیوی اور بیٹا بکھن گئے۔

حارت کا بیٹا دوڑا اور غلام کو پکڑا اور بیچھے کھینچا اور کہا: بابا تمہیں شرم نہیں آتی کہ یہ غلام تو میرے بھائی کا مقام رکھتا ہے، ہم نے ایک ماں کا دو دھمپیا ہے، اس سے کیا چاہتے ہو؟

حارت نے کوئی جواب نہ دیا اور تکوار نکال کر غلام پر حملہ کر دیا اور وہ قتل ہو گیا۔

بیٹے نے کہا: سبحان اللہ! میں نے تجھ سے زیادہ سخت دل شخص نہیں دیکھا ہے تم بہت بڑے طالم ہو۔

حارت نے کہا: بیٹا زبان درازی مت کرو، یہ تکوار لو اور ان دونوں پچوں کے سر تن سے جدا کرو۔

بیٹے نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا اور تجھے بھی یہ کام نہ کرنے دوں گا۔ حارت کی بیوی بھی حارت کو دھائیاں دے رہی تھی کہ یہ کام نہ کرو اور ان بے گناہوں کا خون نہ بہاؤ۔ نیز انہیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤ اور اپنا انعام حاصل کرو۔

حارت نے کہا: کوفہ کے اکثر لوگ اس خاندان کے محبت ہیں، اگر ان کو کوفہ لے جاؤں تو وہ انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی۔ پھر اس نے خود سے تکوار کالی اور شہزادوں کے اوپر بلند کی۔ اس وقت شہزادے روکر یہ فرماتے تھے: اے ضعیف! ہماری تیئی، غربی اور پچھنے پر رحم کرو اور ہماری بے کسی اور وطن سے ڈوری کا احساس کرو۔

حارت نے ان پچوں کی کوئی فریاد نہ سنی پھر آگے بڑھا تاکہ ایک کو پکڑے اور قتل کر دے۔ عورت حارت سے لپٹ گئی اور کہا: اے بے رحم! خدا سے ڈر قیامت کے دن سے خوف کھا اور ان مخصوصوں کو قتل نہ کر۔

حارت غضبناک ہوا اور اپنی بیوی پر تکوار سے وار کیا، وہ رُخی ہو گئی۔ لیکن جب اس کے بیٹے نے دیکھا کہ اس کی ماں رُخی ہے اور حارت اس پر دوسری ضرب لگانا چاہتا ہے تو وہ دوڑا اور اپنے باب پ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا: بابا! ہوش کرو اور غصے کی آگ کو محندا کرو۔

حارت نے تکوار سے بیٹے پر وار کر دیا اور ایک ہی ضرب سے بیٹے کو قتل کر دیا۔ جب بیوی نے اپنے بیٹے کو تو پتے دیکھا تو وہ ہوش ہو گئی البتہ رُخی ہونے کی وجہ سے کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ پھر بھی آہ و فریاد کر رہی تھی۔ پھر وہ سنگدل پچوں کے قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: اے شخص! میں ابن زیاد کے پاس زندہ لے جل اور ہمارے بارے جو وہ کہے اس پر عمل کرنا۔

اس ظالم نے کہا: تمہارا یہ بہانہ ہے تاکہ کوفہ کے لوگ تمہیں مجھ سے چھین لیں اور میں ابن زیاد کے انعام سے محروم ہو جاؤں۔

شہزادوں نے کہا: اگر تیری مراد مالی دنیا ہے تو پھر ہمارے سر کے بال اُنہار لے اور ہمیں بیچ دے۔ لیکن حارت ملعون جہالت کی وجہ سے انہا ہو گیا تھا، کہنے لگا انہیں بلکہ میں تمہیں ابھی قتل کرتا ہوں۔

شہزادوں نے کہا: تو ہمارے پچھن اور کمزوری اور غربت پر رحم نہیں کرتا۔

اس ملعون نے کہا: میرے دل میں رحم ہے ہی نہیں۔

شہزادوں نے کہا: پھر ہمیں اس قدر اجازت دے کہ ہم وضو کر کے دور کعت نماز ادا کر لیں۔

اس ملعون نے کہا: خدا کی قسم! اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔

شہزادوں نے فرمایا: جس خدا کا نام لیا ہے اسی کا سجدہ کرنا چاہتے ہیں۔

اس نے کہا: اس سجدے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

شہزادوں نے فرمایا: یہ کون سی دشمنی ہے اور یہ کیا بھض ہے جو تو ہم پر ظاہر کر رہا ہے۔ اب جس طرح تو چاہے قتل کر ہمارا کوئی ناصر نہیں ہے۔

صورت احوال بُزبان شاعر:

نامرد نے حملہ کیا تلوار آٹھا کر سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر جا بیٹھا تھے تھے دم سر کو جھکا کر
تلوار چھکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

پس حارث جس شہزادے کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا دوسرا کہتا: پہلے مجھے قتل کر کیونکہ میں اپنے بھائی کو خون میں ٹرپتا برداشت نہیں کر سکتا۔ بہر صورت ملعون نے بڑے بھائی محمدؑ کا سترن سے جدا کیا اور بدین پاک کو دریائے فرات میں پھینک دیا، اور سر کو کنارے پر رکھ دیا۔ چھوٹا شہزادہ ابراہیمؑ دوڑا اور اپنے بھائی کے سر کولیا، اس کے منہ پر منہ رکھ کر اور روکر کہنے لگا: اے بھائی کی جان! جلدی نہ کرو میں ابھی آرہا ہوں۔ حارث نے سر تھیلے میں ڈال دیا اور دوسرے پیچے کا سر جدا کیا، بدین کو دریا میں ڈالا، اس وقت زمین اور آسمان سے ہائے کی آواز آئی، آسمانی فرشتوں نے آہ و فریاد کی کہ دونوں جوان بے جرم و خطا ہالت غربت میں ظلم سے شہید کیے جا رہے ہیں۔

حارث دونوں شہزادوں کے سر جدا کر کے اپنے توبرے میں ڈال کر گھوڑے پر سوار ہوا اور کوفہ کی طرف چلا تاکہ ابن زیاد سے انعام لے۔ ابن زیاد کا دربار ابھی لگا ہی تھا کہ اس حارث ملعون نے وہ سروں والا توبرہ ابن زیاد کے سامنے رکھا۔

ابن زیاد نے پوچھا کہ اس توبرے (تھیلے) میں کیا ہے؟

اس نے کہا: تمہارے دشمنوں کے سر ہیں کہ میں نے تیز تلوار سے ان کے سر تھیلے سے جدا کیے ہیں اور تمہارے انعام کے حصول کے لیے تمہارے پاس تخفہ لا یا ہوں۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان سروں کو دھوکر ایک خوبصورت طشت میں پیش کیا جائے تکہ پہچان سکوں کہ کس کے سر ہیں۔

جب سروں کو دھوکر ابن زیاد کے سامنے لا یا گیا اور اس نے ان شہزادوں کے چہروں کو دیکھا کہ چہروں کے چاند کی طرح مچکتے

رسچے تھے تو پوچھا: یہ کس کے سر ہیں؟

حارت نے کہا: مسلم بن عقیل کے فرزندوں کے۔

ابن زیاد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور اہل دربار بھی ان شہزادوں کی حالت پر رونے لگے۔ انہیں

زیاد نے پوچھا: حارت تو نے ان کو کہاں سے گرفتار کیا؟

اس نے کہا: اے امیر! میں نے ان کو بہت ٹلاش کیا، دوڑتے دوڑتے میرا گھوڑا مر گیا مگر یہ خود خود میرے گھر مہمان

آنٹھپرے۔

جب مجھے ان کی گھر میں موجودگی کا علم ہوا تو میں نے ان کو باندھ دیا اور صبح سوریہ فرات کے کنارے لے گیا۔

اگرچہ یہ فریدیں کرتے رہے لیکن میں نے ذرا بھر جنم نہ کیا اور ان کو قتل کر کے ان کے ابدان کو فرات میں ڈال دیا اور سر

تمہارے پاس لے آیا ہوں۔

ابن زیاد نے کہا: اے لعین! تجھے خوف خدا بھی لاحق نہیں ہوا اور خدا کے انتقام کا بھی نہیں سوچا۔ تجھے ان کے گلابی

رخزادوں اور غیرین زلفوں پر رحم نہ آی۔ میں نے یہ یہ کو خطا کھا ہے کہ فرزندانِ مسلم کو میں نے گرفتار کر لیا ہے، لہذا اگر تم حکم کرو تو

انھیں شام بھیج دو۔ اگر یہ یہ میں کیا کروں گا؟ تو نے انھیں زندہ میرے حوالہ کیوں نہ کیا؟

اس نے کہا: میں ڈرتا تھا کہ کوفہ کے لوگ مجھ سے ان بچوں کو چھین لیں گے اور میں انعام سے محروم ہو جاؤں گا۔

ابن زیاد نے کہا: ان کو کسی محفوظ مقام پر پابند کر کے مجھے اطلاع کر دیتا تاکہ میں اپنے آدمی بھیج کر ان کو خفی طور پر اپنے

پاس بلوالیتا۔

حارت خاموش ہو گیا اور ابن زیاد نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھا تو ایک محبت الہی بیت شخص مقائل پر نظر پڑی۔

چونکہ ابن زیاد اس شخص کے عقیدہ کو جانتا تھا لہذا سے بلا یا اور کہا: اس حارت کو گرفتار کر کے اسی مقام پر لے جاؤ جہاں اس نے

ان دو شہزادوں کو قتل کیا ہے، اس حارت کو ذلت اور خواری سے قتل کرو اور ان شہزادوں کے سروں کو بھی لے جاؤ، جہاں ان کے

بدن ڈالے گئے وہاں ان سروں کو بھی ڈال دو۔

مقائل بہت خوش ہوا اور حارت کو گرفتار کر کے پاہر لایا جب کہ اپنے ہمراز دستوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی تم! اگر

عبداللہ ابن زیاد مجھے تمام بادشاہی بھی دے دیتا تو اس قدر خوشی نہ ہوتی جو اس شخص کے قتل کرنے کے حکم پر خوشی ہوتی ہے۔

پس مقائل نے حارت کے ہاتھ میں پشت بامدھے، سر کو بیرہمنہ کر کے بازار میں لایا اور شہزادوں کے سروں کو بھی ظاہر

کیا اور اعلان کیا کہ یہ شخص ان بچوں کا قاتل ہے۔ لوگوں کا ایک ہجوم اس پر لعنت کرنے لگا۔ کوڑا کر کت اس پر ڈالنے لگا۔ لوگ

اس پر ڈنٹے اور پھر برسانے لگے۔ پھر مقاتل اس حارث کو اس مقام پر لے گیا جہاں شہزادوں کو قتل کیا گیا تھا۔ وہاں مقاتل نے دیکھا کہ ایک عورت زخمی حالت میں پڑی ہے اور ایک خوبصورت جوان کی لاش موجود ہے اور ایک غلام کی لاش بھی مکڑوں میں ہٹی پڑی ہے اور وہ زخمی عورت اس نوجوان متقول اور ان دو شہزادوں کی مظلومیت بیان کر کر کے روزہ ہی تھی۔

مقاتل نے پوچھا: اے عورت تو کون ہے؟

عورت نے کہا: میں اس بدجنت (حارث) کی بیوی ہوں، میں اسے ان شہزادوں کے قتل کرنے سے روکتی رہی، یہ میرا جوان بیٹا اور غلام بھی میرے ساتھی تھے۔ لیکن اس ظالم نے میرے بیٹے اور غلام کو قتل کر دیا اور مجھے زخمی کر دیا۔ الحمد للہ! اب اللہ نے ان دو مظلوم شہزادوں کی فریادیں سن لی ہیں۔ پھر اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا: اے ملعون! دنیا کے لائچ میں مسلم بن عقیل کے فرزندوں کو بے گناہ قتل کیا اور اس ناحق خون سے دین بھی ضائع کر دیا۔ پس حارث نے مقاتل سے کہا: تو مجھے چھوڑ دے میں کہیں جھوپ چاتا ہوں اور اس کے بد لے تجھے دس ہزار دینار نقشی دیتا ہوں۔

مقاتل نے کہا: اگر تمام عالم کا مال تیرا ہو اور تو مجھے یہ سارا مال دینا چاہے پھر بھی نہیں چھوڑوں گا۔ چونکہ تو نے ان شہزادوں پر حرم نہیں کیا اس لیے میں تھوڑے کوئی حرم نہیں کروں گا اور تجھے ابھی قتل کروں گا اور اس کے عوض خدا سے عظیم ثواب حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں۔

پس مقاتل سواری نے آتی۔ جوں ہی فرزندِ مسلم کے خون پر نظر پڑی تو ان کی مظلومیت پر زار و قادر رونے لگا۔ پھر شہزادوں کے پاک خون کو اپنے سرا اور چہرے پر لگایا اور دعا کی:

خدا یا! ان شہزادوں کے پاک خون کے صدقے میرے گناہ معاف فرم۔ پھر ان شہزادوں کے رخساروں پر بوسے دیجے اور ان اللہ و ان الیہ راجعون پڑھ کر سروں کو نہر فرات کے حوالے کیا۔

راوی کہتا ہے کہ شہزادہ کی کرامت ہے کہ ان شہزادوں کے بدن پاک سطح آب پر ظاہر ہوئے اور ہر سر اپنے بدن سے متصل ہو گیا اور ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر پانی میں غائب ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ شہزادے دوبارہ پانی کی سطح پر ظاہر ہوئے اور ساحل پر ایک قبر بنائی گئی اور اس میں دونوں کو دفن کر دیا گیا اور آج تک ان کی قبریں زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں۔

پھر مقاتل نے اپنے غلاموں سے کہا: پہلے حارث کے ہاتھ کاٹ دو، پھر پاؤں کاٹو، پھر دونوں کان کاٹو، پھر دونوں آنکھیں نکالو اور پھر پیٹ کو چھاڑ دو۔ پس مقاتل کے غلاموں نے ایسا ہی کیا اور پھر کاٹے ہوئے تمام اعضاء کو اس کے پیٹ میں رکھ کر اس کے اوپر پھر باندھ دیا اور اسے دریائے فرات میں ڈال دیا جب اسے دریا میں ڈالا تو دریا کی موسمیں اسے باہر

چھینک دیتی تھیں اور تین بار ایسا ہوا تو لوگوں نے کہا: پانی اسے قبول نہیں کرتا۔ لہذا ایک گڑھا کھودا اور اس گڑھے میں اسے چھینک کر گڑھے میں پتھر اور خاشک ڈال کر بھر دیا تھیں زمین کو زلزلہ آیا اور اس نے اس نجس لاشے کو باہر پھینک دیا اور تین بار ایسا کیا تب لوگوں نے کہا: زمین بھی اس ملعون کو قبول نہیں کرتی۔

پس لوگ بھوروں کے باعث میں گئے اور وہاں سے خشک لکڑیاں اکٹھی کر لائے اور ان لکڑیوں کو آگ لگا دی اور اس جلتی آگ میں اس ملعون کو ڈال دیا، یوں وہ جلتا جلتا راکھ ہو گیا اور اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ پھر دو تابوت ہائے گئے اور حارث کے بیٹے اور غلام کی لاشوں کو اور پرکھا گیا اور شہر میں لے آئے اور باب بنی خزیمہ پران کے خون آؤد کپڑوں سمیت دفن کر دیا۔ مجانِ الہلی بیت مسلم کے دو شہزادوں کا ماتم تہہ خانوں میں (پوشیدہ ہو کر) کرتے رہے۔



حضرت امام حسینؑ کی مکہ معظمہ سے عراق روانگی

کبھی میں بھی اک دن نہ ملا شاہ کو آرام
کوفہ سے چلے آتے تھے آتے سحر و شام
اہم ان گزرنے نہ دیے حج کے بھی ایام
کھولا پر فاطمہؑ نے باندھ کے احرام
عازم طرف راہ الہی ہوئے حضرت
تحتی ہشم ذات الحجہ کہ راہی ہوئے حضرت

مرحوم مفید اپنی کتاب "ارشاد" میں لکھتے ہیں: جناب سلم بن عقیل نے بروز منگل ۸ ذی الحجه ۲۰ ہجری کو کوفہ میں قیام کیا اور ۹ ذی الحجه کو شہید ہوئے اور امام حسین علیہ السلام نے بھی اُسی روز قیام مسلم مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے اس لیے حضرت کامکہ میں توقف چار ماہ اور چار دن بنتا ہے کیونکہ ۳ شعبان کو حضرت مکہ میں واڑ ہوئے تھے اور ۸ ذی الحجه کو مکہ سے باہر نکلے اور مکہ میں توقف کیا۔ اس طولانی مدت میں مجاز اور بصرہ کے لوگ آپ کے کارواں میں شامل ہو گئے۔
روایت میں ہے کہ روز ترمیہ (۸ ذی الحجه) مدینہ کا ولی عمر و بن سعید بن عاص اموی مکہ میں اپنے لشکر کے ساتھ وارد ہوا۔ یزید کی طرف سے اسے حکم نامہ لٹھا کہ حضرت امام حسینؑ کو اسی حج کے دوران میں قتل کرادے، لہذا امام حسینؑ نے خانہ خدا کے احترام میں کعبہ میں خونی ناطق جاری نہ ہو، اسی دن مکہ کو چھوڑنا پسند فرمایا۔ خیال ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ چنانچہ صحیح روایت آئندہ ذکر ہوگی۔

جن اشخاص نے حضرت امام حسینؑ کو مکہ سے نکلنے اور کوفہ جانے سے روکا

ہماری تحقیق کے مطابق ایسے دس اشخاص کے نام یہ ہیں:

۱) عبد اللہ بن مطیع: تاریخ ابی حنفہ میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ کوفہ کی طرف سفر کے دوران ایک چشمہ پر اترے تو آپؑ کی عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی جو پہلے وہاں پر موجود تھا، جوں ہی اس کی نظر امامؑ پر پڑی وہ امامؑ کے قریب آ کر عرض کرنے لگا: اے فرزید رسول خدا! امیرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، آپؑ کیسے اس راستے پر آ رہے ہیں؟
حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: معاویہ کی موت کے بعد اہلی عراق نے مجھے خطوط اللہ کرائی طرف آنے کی دعوت دی

ہے تاکہ بنی امیہ کی غاصب اور جابر حکومت کے خلاف قیام کیا جائے تو میں مدینہ سے مکہ اور بکہ سے کوفہ کی طرف عازم سفر ہوں۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: فرزید رسول! میں آپ کو رسول خدا کی عظمت اور عرب کے احترام کی قسم دیتا ہوں کہ اس نظریہ سے ہٹ جائیں کیونکہ اگر بنی امیہ سے حکومت لینے کا رادہ ہے تو بنی امیہ جما آپ کو قتل کر کے چھوڑیں گے اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہو گیا تو آپ کے بعد کسی شخص کی اہمیت باقی نہ ہوگی۔ اسلام، قریش اور عربوں کی ہمیشہ توہین ہوتی رہے گی، لہذا میری گزارش ہے کہ آپ ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیں، کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے الجھاؤ پیدا نہ کریں۔

◇ جابر بن عبد اللہ انصاری: جابر بزرگ صحابہ رسول سے ہیں اور ان کے خصائص میں ہے کہ انہوں نے پانچ آئندہ مخصوصین کی زیارت کی اور ہر امام کے علم سے استفادہ کیا۔ جب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تھے تو امام محمد باقر علیہ السلام جابر کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس پر بٹھاتے تھے۔
ناقب المناقب میں حسین بن عصفر بجرانی لکھتے ہیں: حضرت جابرؓ کو جو نبی امام کے سفر کرنے کا علم ہوا تو فوراً خدمت امام میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب و احترام سے عرض کیا: میں قربان جاؤں فرزید رسول پر، اس وقت آپ روئے زمین پر ایک فرزند رسول ہیں اور دو سبطوں میں سے ایک سبط ہیں۔ میری ملکانہ رائے یہ ہے کہ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ فی الحال اپنے شہنشوں سے مصالحت کر لیں جس طرح آپ کے بھائی امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تھی۔

حضرتؑ نے جواباً فرمایا: اے جابر! جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ تو ظاہر ہے لیکن حقیقت حال کا آپ کو علم نہیں، جو صلح میرے بھائی نے کی وہ حکم خدا سے تھی اور جو کچھ میں کر رہا ہوں تو وہ بھی حکم خدا سے کر رہا ہوں۔ اگر چاہتے ہو تو میرے جذبہ بابا اور بھائی کی ابھی زیارت کرو اور ان سے پوچھو دو تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں میں کیم خدا ہے۔
پس امام حسینؑ نے فاشاً رأى السَّيْمَا قَدْ فُتِّحَتْ "آسان کی طرف اشارہ کیا اور دروازہ فلک کھل گیا"۔ سب سے پہلے خاتم الانبیاء، پھر حضرت علی مرتضیٰ، پھر حضرت امام حسنؑ، ان کے بعد حضرت جعفرؑ اور حمزہ سید الشہداء علیہم السلام آسان سے نیچے آئے۔

(جابر کہتے ہیں) میں حیران ہوا اور چوک گیا۔ اس وقت رسول گرامی نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے جابر! اجتنب میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے حسینؑ کے معاملات میں مفترض نہ ہونا کیونکہ جو کچھ یہ کرتے ہیں حکم خدا سے کرتے ہیں: اے جابر! کیا تم معاویہ کا مقام دیکھنا چاہتے ہو؟ کیا یہ زید کا مقام اور میرے حسینؑ کا مقام دیکھنا چاہتے ہو؟
جابر کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے دیکھا کہ رسول گرامی نے زمین پر پاؤں مارا اور زمین پر بہت بڑا گاف ہو گیا جو

ایک دریا تک جا پہنچا، پھر اس دریا سے سات دریا اور نکلے، ان کے بعد جہنم تھا اور اس جہنم کے درمیان میں نے ان اشخاص کو دیکھا: ولید بن مغیرہ، ابو جہل، معاویہ، یزید، ان چاروں کو شیطانوں کی مدد کرنے والوں کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ کرخت ترین عذاب دیا جا رہا تھا۔

پھر رسولؐ خدا نے فرمایا: جاہِ! اب اُپر دیکھو۔ جاہِ کہتا ہے کہ میں نے سر کو بلند کیا اور دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں، میں نے بہشت، حور و قصور، غلام کو دیکھا۔ غیرہرا کرمؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا: ولدی الحقeni "پیٹا میرے قریب آؤ"۔ پس دیکھا کہ امام حسینؑ رسول اللہ کے پاس آئے۔ پھر دونوں نے آسمان کی طرف عروج کیا اور جنت میں داخل ہو کر اعلیٰ عالمین کے مقام پر جلوہ افروز ہو گئے۔ پھر لٹکنے کے بعد رسول گرامی اور امام حسینؑ واپس آگئے۔ رسول گرامی کے ہاتھ میں امام حسینؑ کا ہاتھ تھا اور مجھے فرمایا: اے جاہِ! ہذا ولدی معنی ہو ہلہنا، یہ میرے فرزند ہیں اور میرے ساتھ ہی رہیں گے، ہذا جو کچھ یہ کرتے ہیں یا حکم دیتے ہیں اُسے بلاچون وچاقوں کرو اور سر تسلیم ہم کرو۔ جاہِ بیان کرتے ہیں: جب یہ مجرۂ امامؐ نے دیا تو میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، آپؐ وہی کریں جو انہوں نے فرمایا ہے اور وہاں جائیں جہاں کا انہوں نے حکم دیا ہے، میری کیا مجال ہے! اپنے حضرتؐ سے وداع کیا اور امام حسینؑ کے چالیسوں پر حاضر ہوئے۔

﴿۲﴾ عبد اللہ بن عمر: عبد اللہ نے کوفہ جانے سے روکنے کے لیے کئی دلائل بیان کیے لیکن امامؐ نے سب دلائل روک دیے۔ بالآخر عبد اللہ نے کہا: اگر آپؐ نے ضرور جانا ہے تو ذرا مجھے رسول اللہ کی بوسہ گاہ پر بوسدے لیئے دیں تاکہ میں چلا جاؤں۔

امام حسینؑ نے لگلے اور سینے سے اپنا پیرا ہن ہٹایا اور فرمایا: اے عبد اللہ! غیرہر میرے سینے کو بہت چوتھے تھے۔ عبد اللہ بن عمر آگے بڑھا اور اس نے امام حسینؑ کے دل اور سینے کا بوسہ لیا۔

﴿۳﴾ عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزوی مدنی: ابو الحسن نے اس سے روایت بیان کی ہے کہ اہلی عراق نے امام حسینؑ کو ایسے خلوط لکھے جن میں کوفہ آنے کی دعوت دی، میں بھی مکہ میں تھا اور امامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام و محمد و شاکے بعد میں نے عرض کیا: ایک درخواست کرنے آیا ہوں اور میں میری مخلصانہ صیحت ہے، اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں ورنہ زبان بند رکھوں۔

حضرت امامؐ نے اجازت دی کہ بتاؤ کیا صیحت ہے، مجھے امید ہے کہ تمہاری رائے پسندیدہ ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں تو میں آپؐ سے مخلصانہ طور پر گزارش کرتا ہوں کہ

آپ ایسے شہر کی طرف جا رہے ہیں جس کے لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں اس لیے خطرہ ہے کہ درہم و دینار کے بد لے آپ سے جنگ کریں۔ جو لوگ آپ کو اب دعوت دے رہے ہیں وہی لوگ آپ پر تکوار کھینچیں گے۔

حضرت امام حسین نے فرمایا: اے بھائی! تمہارا شکر یہا خدا تجھے جزاۓ خیر دے میں جاتا ہوں کہ تو صرف مجھے نصیحت کرنے کے لیے آیا ہے اور آپ کی باتیں معقول ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں نے جو کام کیا یا ترک کیا تو نتیجہ وہی لکھا جو تم کہہ رہے ہو۔ لیکن میں سب کچھ جانتے ہوئے وہی کروں گا جو میرے اللہ کی مشیت اور رسول اللہ کا حکم ہے۔

﴿ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب : مقتل الحسین میں ابو الحسن بیان کرتے ہیں : امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب ہم مکہ سے نکلنے لگے تو ایک خط عبد اللہ بن جعفر کا امام حسین کے پاس آیا اور اپنے دو فرزند بھی امام حسین کی خدمت میں پیش کر دیے۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ جوں ہی میرا یہ خط پڑھ عراق کی طرف ہرگز نہ جانا اور میرا خلصانہ اور برادرانہ مشورہ ہے کہ اس سفر میں الہی بیت کے گھرانے کے اہل نے کے آثار دیکھ رہا ہوں اور اگر خدا نخواست آپ شہید ہو گئے تو زمین پر تاریکی چھا جائے گی کیوں کہ آپ پوری کائنات کے محرومین کی امید اور پناہ گاہ ہیں۔ میں خود بھی جلدی آرہا ہوں آپ مکہ جانے کی جلدی شکریہ کریں۔ ﴾

﴿ عبد اللہ ابن عباس : مقتل الحسین میں ابو الحسن بیان کرتے ہیں اور انہوں نے ریاض القدس سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین نے مکہ چھوڑنے اور کوفہ جانے کی تیاری کی تو عبد اللہ بن عباس آئے اور کافی ولائل پیش کیے اور عرض کیا: اگرچہ مجھے ہی بے بناعثت کو آپ جیسے عظیم امام کو نصیحت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن قربان جاؤں، مکہ کونہ چھوڑیں یا پھر مدینہ آجائیں کیونکہ آپ کے باپ نے حرمن کو ترک کیا اور عراق کو دارالخلافہ بنایا جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے اور الہی کوفہ بھی وہی ہیں۔ انہوں نے آپ کے بھائی حسن سے کیا سلوک کیا، خیسے کو لوٹا، زخم لگائے، دشمن کے حوالے کیا، لہذا آپ ان کو فیوں کی بات پر اعتماد نہ کریں وہ بڑے دھوکا باز ہیں اور ان کی کسی باعت پر اعتماد کرنا غلط ہے۔

حضرت امام حسین نے ابن عباس کو خاموش کرنے کی خاطر فرمایا: اے میرے بھائی! مسلم بن عقیل نے مجھے خط لکھا ہے کہ اسی ہزار افراد سے بیت لے چکے ہیں اور دیگر الہی کوفہ کے خطوط بھی آئے ہیں کہ میں جلدی وہاں پہنچوں تاکہ لوگوں کی پدایت کروں اور اگر ان کے پاس نہ پہنچا تو خدا کو کیا جواب دوں گا؟

ابن عباس نے عرض کیا: میں ابھی کوفہ میں بیزید کے والی کے پاس تھا اس کی حکومت مضبوط ہے اور وہ سب آپ کے دشمن ہیں۔

اگر کوئی آپ کو بلا نے میں پچے ہیں تو پہلے اپنے حاکم کو شہر سے نکالیں اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ میں گورنی دیں۔ پھر

آپ کا وہاں جانا مناسب لگتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو آپ کو ایک بڑے یزیدی لشکر سے جنگ کرنا ہو گی اور کوئی آپ کا مددگار نہ ہو گا۔ پھر بے پار و مددگار مارے جائیں گے۔

حضرت نے فرمایا: اس کے بارے میں کل جواب دوں گا۔

ابن عباسؓ حضرت امام حسینؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے جب اس معاملہ میں قرآن سے استخارہ کیا تو یہ آیت آئی: **كُلُّ نَفْسٍ ذَا إِلْقَاتُهُ الْمُؤْتَ وَإِنَّمَا تُوَفَّىٰ نَاجِزَرَ كُمْ يَعْمَلُ الْقَلِيلَةُ**
میرے ننانے جو خواب میں فرمایا ہے نیز یہ قرآنی حکم دونوں میری شہادت کی تائید کرتے ہیں، لہذا اس کے علاوہ کوئی چارہ کا نہیں۔

جب دوسرے دن ابن عباسؓ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کوفہ کی طرف سفر کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے، تو امامؑ نے فرمایا: اے میرے چھڑا دا میر اعراق کی طرف سفر کرنے کا پختہ ارادہ ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ہی فیصلہ ہے۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا: قربان جاؤں، اگر سفر کا ارادہ پختہ ہے تو پھر مملکت میں چلے جائیں، کیوں کہ وہ بڑی وسیع و عریض مملکت ہے اور وہاں قبیلہ همان آباد ہے جو آپ کے باپ کے شیعہ ہیں اور وہ آپ کے بھی محبت اور دوست ہوں گے۔ جب وہاں ساکن ہو جائیں تو مملکت کے اطراف میں اپنے دفعہ بھیج کر اپنی بیعت کے لیے لوگوں کو دعوت دیجیے گا۔ وہاں سے آپؓ کا ایک لشکر بن جائے گا اور پھر جہاں قیام کرنا چاہیں قیام کر لیا۔

حضرتؓ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! مجھے آپ کی خالص محبت کا احساس ہے لیکن میں کوفہ کی طرف سفر کرنے کا مضم ارادہ کرچکا ہوں اور کسی صورت میں یہ ارادہ نہ نٹے گا کیونکہ اس سفر عراق میں کچھ ایسے اسرار ہیں جنہیں ظاہر کرنا ضروری ہے اور میں وہ سب جانتا ہوں جو اس سفر میں مجھے درجیں ہے کیوں کہ اپنے جد بزرگوار اور بابا علیٰ سے سن چکا ہوں۔

ناناؑ کے اس واضح فرمان کا کیا جواب دوں گا جب انہوں نے فرمایا: **أَخْرُجْ إِلَيِّ الْعَرَاقِ**، اے میرے چھڑا دا، ہمیں مستقبل کے حالات سب معلوم ہیں، تمام کی عمر ہے، ہمارے سامنے ہیں لہذا اس معاطلہ میں زیادہ گفتگو نہ کریں اور اس سفر سے روکنے کا اصرار نہ کریں کیونکہ یہ معاملہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ الہی رضامندی اسی سفر میں ہے اور ناناؑ کے دین کی بھا اسی میں ہے۔ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا: اگر یہی آپ کا ارادہ ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے تو خدارا عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ یہ آپ کے لیے پریشانی اور فرضی گرانی کا باعث بنیں گے۔

حضرتؓ نے فرمایا: ابن عباسؓ! عورتوں کو کہاں چھوڑوں؟ ان کو کس کے پر و کروں؟ هنّ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ وَهُنَّ

ایضاً لَا تُفَرِّقُنِي ” یہ رسولؐ کی امانتیں ہیں، بہتر ہے کہ یہ میرے ساتھ رہیں اور یہ بھی مجھ سے جدا نہیں ہونے چاہتیں۔

◇ محمد و اندی اور ◇ زراده بن صالح، یہوف اور قرب الائنا ناد جسمی کتب میں معتبر روایت ہے: جب خامس آل عباد علیہ السلام کے کوفہ جانے کا علم ہوا تو دو شخص جو محبت اہل بیت تھے اور کوئی تھے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کوفیوں کی شکایت کی کہ قبلۃ عالم! کوفہ جانا مناسب نہیں۔

حضرت نے آسان کی طرف اشارہ کیا، آسانوں کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں کے اس قدر لکھر زمین پر آنا شروع ہو گئے کہ تمام کائنات پر ہو گئی، ان کی تعداد صرف خدا ہی جانتا ہے، وہ تمام امام کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہو گئے اور امام کے اشارے اور حکم کے منتظر تھے۔ جب ان دونوں نے امام کا یہ مسخرہ دیکھا تو ان کے ہوش اڑ گئے اور حضرت کی قدرت میں خوچیرت ہو گئے۔

امام حسین طیبہ السلام نے فرمایا: لولا تقاربُ الاشیاءِ هبتوط الاجر لَقَاتَلُهُمْ بِهَؤُلَاءِ "اگر مجھے وقتِ مجلت دتا تو ان لکھروں کے ذریعے اپنے دشمنوں سے جگ کر تاریخ مجھے کوڑ کے کسی شخص کی صردوستی نہ ہوتی لیکن اب میری زندگی ختم ہونے والی ہے الہا خود قبرستان کی طرف جا رہا ہوں۔

ولیکن آعلم علماً أن هنـاك مصـريـعـي وـمـصـرـعـ أـصـحـابـي لـا يـنـجـوـ مـنـهـمـ الـأـوـلـيـ عـلـىـ
لـكـنـ سـبـ اـجـهـيـ طـرـحـ جـانـتـاـ هـوـلـ کـہـ مـیرـےـ اوـرـ مـیرـےـ اـصـحـابـ کـیـ قـتـلـ کـاـہـ وـہـاـلـ ہـےـ،ـ مـیرـےـ سـبـ
اـصـحـابـ اوـرـ ہـاشـمـیـ جـوـانـ سـوـاـنـ عـلـیـ بـنـ حـسـینـ کـےـ مـارـےـ جـائـیـںـ گـےـ اوـرـ ہـیـ مـیرـےـ بـعـدـ اـمـامـ ہـوـںـ
سـمـ،ـ

﴿۹﴾ عمر بن سعید: یہ مدینہ کا والی تھا۔ تاریخ اعظم کوفی میں ہے کہ جب اسے امام حسین علیہ السلام کے کم مغلظہ سے نکلنے کا علم ہوا تو ان نے یزیدی حکومت کی خیرخواہی کے طور پر امام حسینؑ کا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: اے فرزید رسول! مجھے معلوم ہوا کہ آپؐ کو فہر کی طرف جانا چاہئے ہیں۔ میں نے آپؐ کا اس طرف جانا آپؐ کے لیے مناسب نہیں سمجھا بلکہ اس ارادہ کو ترک کر دینے میں مصلحت دیکھا ہوں کیونکہ اس معاٹے میں آپؐ کی جان کو بہت زیادہ خطرات ہیں۔ اس لیے اپنے بھائی بیگیؑ کو یہ خط وے کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ ان کے ساتھ مدینہ آ جائیں اور اپنے ناتاً کے پاس رہیں۔ اپنے ولیں میں آپؐ ہر مقام سے زیادہ پُر امن اور پُر سکون رہیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں آنے پر آپؐ پر بہت زیادہ احسان بھی کیے جائیں گے اور اس بات پر اللہؐ کو وہ، وکیل اور کفیل ہے۔— والسلام!

حضرت امام حسینؑ نے اس کے خط کا یوں جواب دیا: ما بعد اے وہ شخص جو لوگوں کو ہدایت اور اعمال صالحی صالحی کی طرف

دُوست دیتے ہیں، یہ ٹھیک ہے۔ تم نے خیرخواہی کی ہے اور مخلصانہ بصیرت کی ہے۔ امن و امان اور احسان کا وعدہ کیا ہے اور بہترین شہر میں ساکن رہنے کا مشورہ دیا یعنی یہ جان لو کہ خدا کی امان ہر امان سے بہتر اور اچھی ہے۔ جو شخص خدا سے نہ ڈرتا ہو، تقویٰ نہ رکھتا ہو، اسے کوئی امان نہیں۔ میں تمہارے اور اپنے لیے رضاۓ خدا چاہتا ہوں کہ جزاۓ خیر عطا ہو۔ والسلام!

مرحوم شیخ فیض علیہ الرحمہ اور بعض دیگر مؤمنین نے یہ روایت کی ہے کہ عمر نے اپنے بھائی بیگی کو ایک گروہ کی سرپرستی میں اس لیے مکہ مجیدجا تاکہ امام حسینؑ کا راستہ روکیں اور امام کوفہ نہ جاسکیں اور حضرت کہہ میں ہی زکے رہیں۔ بیگی انگر لے کر امام حسینؑ کے پاس پہنچا اور امامؑ کا راستہ روک کر کہا: یا حسین بن انصارِ ثنا تذہب ”اے حسینؑ واپس چلے جاؤ کہاں جاتے ہو؟“

امیر کا حکم ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ کیا کوفہ کا کوئی مالک اور وارث نہیں؟ ہم آپ کو کبھی یہاں سے قدم نہیں لھانے دیں گے۔ امّن نما تو یہاں تک بیان کرتے ہیں: اس بے خیانت امام کو بے شری سے کہا: اے حسینؑ! کیا خدا سے نہیں ڈرتے اس قدر جمعیت کے ساتھ حج نہیں کرتے۔ آپ خاتمة خدا کو چھوڑ کر جا رہے ہو، لوگوں کے عقائد کو مکروہ کر رہے ہو، آپ کو یہ کام یہاں ہی کرنا تھا جو آپ خاتمة خدا کو چھوڑ کر، کر رہے ہو۔ آپ اگر ایسا کریں گے تو دوسرے لوگ کیا کریں، کیوں امت محمدؐ میں اختلاف اور تفرقہ ڈال رہے ہو۔

حضرت امام حسینؑ نے پہلے تو بڑی نری سے فرمایا:

لَهُ عَمَلٌ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيُّونَ مِمَّا أَعْمَلَ وَأَنَا بَرِيُّ مِمَّا تَعْمَلُونَ
”کہ میرے لیے میرا اپنا عمل اور تمہارے لیے تمہارے اپنے کرتوت، تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔“

یعنی اے قوم! تمہارا خیال ہے کہ میں کہہ ہی میں رہوں تاکہ تمہارا مقصد پورا ہو اور میرا خون بھانے پر خاتمة خدا کا احترام ختم کر دو۔ میں نے ۲۵ حج کیے ہیں، جیسے الاسلام کا قیام کیا ہے، لیکن اس مرتبہ ان ایام میں یہاں شہر نا حرام سمجھتا ہوں اور کسی کو میرے اس معاملے پر بحث کرنے کی اجازت نہیں۔ پرمایا اور اپنے راستے پر جمل پڑے۔ صاحب ارشاد لکھتے ہیں: بیگی کے انگر نے امام کی سواری کو روکا تو میں ہاشم کے جوان غلبناک ہو گئے اور تکواریں اور نیزے سیدھے کر لیے۔ نیز اس انگر پر جملہ کر دیا، لڑائی ہوتی رہی، بہت شور و قل قہا اور مورتوں اور پیشوں کے روشنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

طراح بن حکیم

صاحب ریاض القدس نے منتسب شیخ فخر الدین سے نقل کیا ہے کہ جب سلطان العاشقین حضرت امام حسین علیہ السلام نے سامان سفر باندھ کر کوفہ جانے کا عزم کیا تو راستے میں طراح امام کی خدمت میں آئے اور کہا: قبلہ کوفہ جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا: ہاں! طراح نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، آپ نہ جائیں آپ کوفہ والوں سے دھوکا نہ کھائیں کیونکہ الہ کوفہ بہت دھوکے باز ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپ ان کے پاس کئے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ کوفہ ہنچنے سے پہلے آپ کا کام تمام کر دیں اور دنیا ایک شفیق و مہربان امام سے محروم ہو جائے۔ میں آپ کی رعایا ہوں اور رعایا پر آپ کی حفاظت و احتجاب ہے لہذا میرے پاس اجزاء نامی محکم پناہ گاہ میں آجائیں اور اس پناہ گاہ کے آس پاس ہمارے قبائل ساکن ہیں۔

اے فرزید رسول! اس پناہ گاہ میں آج تک دشمن کی طرف سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا اور ہم نے کبھی ذلت نہیں دیکھی۔ اگر ستم اور طور کے لشکر بھی آ جائیں تو وہ ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میں قربان جاؤں میرے قبائل آپ کے محافظ ہوں گے اور تمام کے تمام آپ کی خدمت کو عبادت سمجھنے والے ہیں۔ آپ کا ہمارے پاس سکونت اختیار کرنا ہمارے لیے بہت بڑی خوش بینی ہوگی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت بھری شنڈی سانس لی اور طرماج کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے طرماج! تم کون
سی یا تمیں کر رہے ہو، میرے راستے ہر طرف سے بند ہیں، لہذا تمہاری پیش کش پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ تمہاری دعوتی خلوص کی
دل کی گہرائیوں سے قدر کرتا ہوں لیکن اب اس قدر وقت نہیں رہا۔ البتہ اس قدر جان لو کہ:

إِنَّ بَيْنَ الْقَوْمَ مَوَاعِدَةٌ أَكْزَانٌ أَخْلَفُهَا

”میرے اور اس قوم (کوئیوں) کے درمیان ایک معاہدہ ہو چکا ہے، لہذا میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔“

میں کو فہر جاتا ہوں اگر معاملہ میری مرضی کے مطابق ہوا تو خدا کا شکر ادا کروں گا کیونکہ وہی کار ساز ہے اور اگر معاملہ ایسا نہ ہوا تو کوشش کروں گا کہ درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤ۔

اس واقعہ کو شیخ فخر الدین طریحی نے مکہ اور مدینہ کے درمیان کسی منزل کا لکھا ہے حالانکہ اجاء اور سملی دو پہاڑ ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور قبیلہ طے ان پر آباد ہیں۔ یہ پہاڑ کوہ کے اس قدر قریب ہیں کہ ان لوگوں کی خود اک کوفہ سے آتی تھی۔ اسی لیے تاریخ طبری، معافی الاخبار وغیرہ میں امام سجاد علیہ السلام سے ایک روایت لقیل ہوئی: جب شہید عاشورہ میرے بابا

نے اپنے اصحاب کو صحت و موعظہ فرمایا اور خیام کو ایک دمرے سے متصل کرنے کا حکم دے دیا اور ایک تھا کمرے میں عبادت کے لیے جانے لگے تو ایک شخص جس کو طراح کہتے تھے وہ آیا، اونٹ سے اُتر اور اونٹ کا زانو باندھ کر امامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرتؐ کو امن کے مقام پر لے جانے کی پیش کش کی۔

صاحب فتوح کا مقالہ (اعشم کوئی کا ترجمہ)

صاحب فتوح لکھتے ہیں: عمرو بن سعید العاص نے مدینہ سے امامؐ کو یہ خط لکھا:

اما بعد امجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اس ارادہ سے باز آ جائیں۔ یہ قرین مصلحت نہیں کیونکہ مسلم بن عقیل کو کوفہ میں لوگوں نے قتل کر دیا ہے، مجھے ذر ہے کہ آپ سے بھی ایسا سلوک نہ کیا جائے اس لیے صرف خط نہیں لکھا بلکہ اپنے بھائی سینجی کو ساتھ بھیجا ہے کہ اس کے ساتھ مدینہ آ جائیں تاکہ آپ اور اہل بیتؐ امان میں رہیں اور ہم آپ سے نیکی اور احسان کر سکیں۔

امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں لکھا:

اما بعد اجھوں لوگوں کو عبادت خدا اور سنت محمد مصطفیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے اس سے کوئی اختلاف نہیں، آپ کی مہربانی کہ امان و احسان کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ جان لو کہ بہترین امان و احسان خدا کی امان و احسان ہے۔ جو شخص خوف خدا رکھتا ہو تو وہ دنیا اور آخرت میں امان نہ پائے گا۔ میں تھوڑے یہ موقع رکھتا ہوں کہ ایسا کام کرو جو رضاۓ خداوندی کا باعث ہو، خدا تھے جزاۓ — والسلام!

ای اثنامیں یزید کی طرف سے اہل مدینہ کو ایک منظوم خط آیا جس میں ہر قسم کی بات لکھی تھی، امام حسینؐ کا اچھے لفظوں سے ذکر کیا تھا اور اپنی رشتہ داری کا بھی اس میں اشارہ کیا تھا بلکہ خاص ۳۱ عبّا کے فضائل، اخلاق اور صفات عظیمه کا تذکرہ بھی تھا اور اس میں جگ کی گرفتاری کو مختصر کرنے اور امام حسینؐ سے موافقت کی تاکید کی گئی تھی۔

جب اہل مدینہ نے یہ خط پڑھا تو یہ خط ایک معتمد شخص کے ذریعے امام حسینؐ کو بھیجا۔ جوں ہی وہ خط امام حسینؐ کے سامنے آیا یا تو یزید کے اشعار کے جواب میں قرآن کی آیت مبارک لکھ کر بھیج دی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَلَمْ يَكُنْ كَذَّابُوكَ فَقُلْ لَهُ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ
مِنَّا أَعْتَلَ وَأَنَا بَرِيْئٌ مِنَّا أَعْتَلُوْنَ

”اگر وہ تجھے جھلکائیں تو ان کو کہہ دو کہ میرا عمل میرے ہی اور تمہارے اعمال تمہارے ہی، تم

میرے عمل سے بڑی الذمہ اور میں تمہارے تمام اعمال سے بیزار ہوں۔“

سفر عراق کی طرف آغاز

کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل آٹھویں الحجہ کو شہید ہوئے، اسی دن امام حسین علیہ السلام نے غرہ مفرودہ کے اعمال انجام دے کر مکہ کو عراق کے لیے چھوڑا البتہ مکہ چھوڑنے سے پہلے حضرت امام حسین نے دو کام کیے:
 (۱) ایک درائیگز خطبہ دیا جس میں اپنی شہادت کی طرف اشارہ کیا۔
 ب: نبی ہاشم کو ایک خط لکھا۔

(۲) مرحوم سید بن طاؤس وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت مکہ کو چھوڑنا چاہتے تھے تو اپنے اصحاب اور محبوب اور اہل بیت

میں یہ خطبہ بیان کیا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَمَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَصَلَوةُ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ
 ”حمد لله رب العالمين“

”حَمْدُ تَرِيفِ خَدَّا كَ لِي، قُوتُ كَ مَالِك وَهِيَ هِيَ اللَّهُ كَ دَرُود وَسَلامُ هُوَ أَنْتَ نَبِيُّ رَسُولُنَا“

خطُّ النَّوْثُ عَلَى وَلِدِ اكْمَ مَعْطَقَ الْقَلَادَةِ عَلَى جِيدِ الْفَتَّاتَةِ

”نبی آدم پر موت ایسے تھی ہے جیسے جوان لڑکیوں کے گلے میں ہاڑ ہوتا ہے۔“

وَمَا أَوْلَهَنِي إِلَى إِسْلَافِي إِشْتِيَّاقِ يَعْقُوبَ إِلَى يُوسُفَ

”مجھے شوق ہے کہ میں اپنے بزرگواروں یعقوب و یوسف سے جاملوں۔“

وَخُتَّرَ لِي مَصْرُعُ آنَا الْأَقِيَهِ كَانَى بِأَوْصَلِي تَنَقَّطُهَا عَسَلَانَ الْفَلَوَاهَ بَيْنَ النَّوَافِسِ
 وَكَرَبَلا

”میرے لیے اس زمین کا انتخاب کیا گیا ہے جہاں میرا بیکرگرے کا ہذا مجھے وہاں مکھنا ہے اور میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ صحرائی بھیڑیے میرے جنم کے ایک ایک بند کو جدا کر رہے ہیں اور میرے جسم کو نوری رہے ہیں جو سر زمین نواویں اور کربلا کے درمیان ہے۔“

لَا مَحِيصَ عَنْ يَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلْمَ

”اس مقرر دن سے کوئی فرار نہیں کر سکتا جو لووح محفوظ سے لکھا جا چکا ہے۔“

رَضَاءُ اللَّهِ وَرَضَانَا أَهْلُ الْبَيْتِ

”ہم اہل بیت اللہ کی رضا پر مکمل طور پر راضی ہیں۔“

رسولؐ کی قرابت کا لحاظ رکھنے والے نہیں ہیں حالانکہ رسولؐ کی آنکھیں قریبوں سے مخفی ہوتی ہیں اور خدا ان سے وعدہ پورا کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ بَادِلًا فَيَنَّا مَهْبِتَهُ وَمَوْطِنَا عَلَى لِقَاءِ اللَّهِ نَفْسَهُ فَلَيَرْجِلُ مَعْنَانَا فَإِنَّمَا رَأَيْلُ
مَصْبَحًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ

”جو شخص ہماری راہ میں جان قربان کرنا چاہتا ہے اور خود کو خدا کی ملاقات کے لیے آمادہ پاتا ہے تو وہ
ہمارے ساتھ آئے۔ ہم صبح یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔“

ب: اپنے خاندان کی طرف خط لکھوائا:

وسائل الشیعہ میں شیخ کلبیؓ سے روایت ہے: جب حجاز کے باشا (حقیقی) نے مکہ سے عراق کی طرف سفر کرنے کا
اعلان کیا تو فرمایا کہ کاغذ اور دوات لاو۔ تو کاغذ دوات لانے کے بعد اپنے خاندان کی طرف یہ خط لکھوایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلَى الَّتِي بَنَى هَاشِمٌ امَّا بَعْدًا فَإِنَّمَا مَنْ
لَحِقَ اسْتَشْهَدًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي لَمْ يَبْلُغُ الْفَتْحَ - وَالسَّلَامُ

”آپ میں سے جو شخص مجھ سے ملحت ہو جائے وہ شہید ہو جائے گا۔ اور جو شخص مجھ سے ملحت ہونے
سے باز رہا تو بھی اس کو کامیابی نہ ہوگی۔“

اس خط کے لکھنے کے بعد فرمایا کہ سامان سفر تیار کریں اور وہ اشخاص جن کا نام صحیح آل محمدؐ میں بنت ہے ساتھ چلیں
اور حق کی راہ میں شہادت حاصل کریں۔

محمد بن جریر طبری کی تاریخ میں ہے کہ کثیر بحیث حضرتؐ کے ساتھ سلطنت کے شوق میں روانہ ہونے پر تیار تھی اور
بعض لوگ عشق و ارادت سے امام حسینؑ کے ہم رکاب تھے۔ جو اشخاص بغیر کسی لائق و ہوش کے بلکہ ہر فو امام سے عشق و
ارادت کے ساتھ جا رہے تھے وہ درج ذیل ہیں:

① جابر جعفر بن علیؑ ② عثمان بن علیؑ ③ عمر بن علیؑ ④ ابوکبر بن علیؑ ⑤ عبداللہ بن علیؑ ⑥ محمد بن علیؑ ⑦ ابراہیم

بن علیؑ

[۱] حضرت عباسؑ بن علیؑ ان درج بالا سات افراد کے ساتھ امامؐ کے سامنے پیش ہوئے:

۱۰ امام حسن علیہ السلام کے پانچ بیٹے، سفر کا لباس پہنے ساتھ جانے کو حاضر ہو گئے اور ان پانچ کے نام درج ذیل ہیں:

۱) حسن بن حسن ۲) قاسم بن حسن ۳) جناب احمد بن حسن ۴) عبد اللہ بن حسن ۵) ابو بکر بن حسن

۶) مسلم کی اولاد ۷) جناب حمیل کی اولاد ۸) جناب جعفر کی اولاد ۹) جناب عبد اللہ بن جعفر کی اولاد

یہ پندرہ تازہ جوان تھے اور ایک دوسرے سے خوبصورت تھے۔

۱۱ امام حسینؑ کے دو بیٹے جن دونوں کے نام علیؑ تھے البتہ القاب مختلف تھے: ۱) امام زین العابدینؑ ۲) جناب علیؑ اکابر

جب عالیہ مکرمہ، ثانی زہراءؑ، دختر بادشاہ عرب و عجم نے دہیز خانہ میں قدم رکھا تو جناب قمریؑ ہاشمؑ نے تواریکاں اور

اوپنی آواز سے ندادی:

غُصُونَا أَبْصَارَكُمْ وَظَاءَ رَؤُسَكُمْ

“لوگو! آئیں بند کرو اور سر تیچے کر لو، کیونکہ ثانی زہراء باہر آ رہی ہیں۔”

لوگوں نے اپنے چہرے دیواروں کی طرف کر لیے اور سروں کو نیچے جھکا لیا، ثانی زہراء باہر آئیں، جو نبی پی کی نظر ہاشمی جوانوں کی جوانیوں پر پڑی، جو دونوں طرف سے قطار بنا کر کھڑے تھے، تو شاہ عرب و عجم کی بیٹی پر گریہ طاری ہو گیا۔ قاسمؑ دوڑے اور زمین پر کرتی رکھی، علیؑ اکبرؑ دوڑے اور پالان کا پردہ پکڑا۔ حضرت عباسؑ نے زخم کیا، امام حسینؑ نے بہن کو بغل سے سہارا دیا اور بڑی عزت و احترام سے سوار کیا۔

کتاب شمسِ اضلاع کے رقم نے لکھا ہے کہ مکہ میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جو والی مکہ (امام حسینؑ) کے کمچھ بڑے پر محروم اور دکھی نہ ہو، بلکہ بیت اللہ امامؑ کی مفارقت پر روزہ تھا اور خاتمة کعبہ کیوں نہ روتا کیونکہ حسینؑ اس رات خاتمة کعبہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے، جب لوگ خاتمة کعبہ کی طرف آرہے تھے اور وہ شب عرفہ تھی خالائقہ حضرت امام حسینؑ اسی رات اور دن سے عشق کی ناطر پہنچنے پیدل مرتبہ بیت اللہ آئے تھے اور اپنے قدم میمنت نہر میں سے کعبہ، رکن و مقام کو مشرف فرماتے تھے لیکن صد افسوس کہ اس سال وقوف عرفہ اور مناسک حج مکمل کرنا ناممکن ہو گیا اور اس ڈر سے کہ ان کا خون ناحن بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ نہ بہایا جائے، حج اور بیت اللہ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت اُفرازیہؓ کہ تھے اور حضرتؓ کے صدقے میں حطیم اور زمزم نے شرف حاصل کیا تھا۔

امام حسینؑ کا کاروان مقام تعمیم پر

جب امام حسین علیہ السلام کا کاروان مکہ سے نکل کر واوی تعمیم میں پہنچا تو یہاں دو دفعے موئی خینے نے نقل کیے ہیں:

① اس وادی میں پُر شکوہ کاروال حسین پہنچا تو جناب عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون اور جعفر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ کا عریضہ پیش کیا، اور اس عریضہ میں جناب عبداللہ نے امام سے درخواست کی تھی کہ میں آرہا ہوں اور میرے آنے تک یہاں توقف فرمائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب عبداللہ بن جعفر والی حریم شریفین عمر بن سعید کے خط اور اس کے بھائی مجی بن سعید کے ساتھ امام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے امان نامہ دیا اور حضرت سے واپس پہنچنے کو کہا۔ لیکن امام علیہ السلام نے ان کے امان نامے کو ٹھکرایا اور فرمایا: مجھے بخبر اکرم نے اس سفر پر مأمور فرمایا ہے۔

انوار العلویہ میں ہے کہ عبداللہ بن جعفر تو امام کے ساتھ عازم سفر ہو گئے، جو کہ عبداللہ کی نظر بہت کمزور ہو چکی تھی لہذا امام انھیں ساتھ لے جانے کو راضی نہ ہوئے۔ جب عبداللہ مالیوں ہوئے تو اپنے دو بیٹے امام کے ساتھ روانہ کیے جوان کی نیابت میں حضرت کے حکم سے جہاد کر کے جان قربان کر دیں۔

سید بن طاؤس لکھتے ہیں: وادی تھیم میں ایک یمنی کاروال جو بہت سارے قبائل تھا اور ہدایہ یزید بن معاویہ کی خدمت میں لے جانا چاہتا تھا، موجود تھا۔

حضرت امام حسین نے پوچھا: یہ ہدایا کس کے لیے ہیں؟

ساربان نے کہا: قربان جاؤں ایکن کے والی بیگن بن یار نے اپنے زمانے کے امام یزید بن معاویہ کی طرف بھیجے ہیں۔

حضرت نے جب یہ سن تو حکم دیا کہ ان ہدایا کو اس کاروال سے وصول کریں اور اپنے استعمال میں لے آئیں کیونکہ زمانے کا امام اور قطب عالم امکان تو حضرت خود تھے، مسلمانوں کے امور میں تصرف کا اختیار بھی حضرت کے پاس تھا۔ یہ ہدایا عطیات اور قبیلی لباس تھے جو کئی اونٹوں پر لدے ہوئے تھے۔ پھر حضرت نے ان سے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ عراق چلانا چاہتے ہو تو ہم تھہارے تمام اونٹ کرایہ پر لے جائیں گے اور اگر عراق نہیں چلتے تو اونٹوں ہو جائیں اور یہاں تک کا کرایہ ہم تمہیں ادا کر دیتے ہیں۔ پس کچھ شتر بان تو امام کے ساتھ عراق کی طرف چلے گئے اور اونٹوں کو امام کے حوالے کر دیا اور کچھ لوگ واپس چلے گئے۔

وادی صفاح میں فرزدق سے ملاقات

تاریخ کامل میں ہے کہ وادی تھیم سے سفر کر کے جب امام علیہ السلام کا کاروال وادی صفاح میں پہنچا اور حضرت اپنے خیسے میں آرام فرمائے تو مشہور شاعر فرزدق بن غالب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرزدق سے منقول ہے کہ میں ساتھ بھری کو اپنی ماں کے ساتھ حجج بیت اللہ کے لیے گیا، جب مکہ پہنچا تو دیکھا حضرت امام حسینؑ کہ میں آرہے ہیں۔ میں

خدمتِ القدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، خدا آپ کو وہ سب کچھ عطا کرے جو آپ کی خواہش ہو، یہ کیا وجہ ہے کہ مناسک حج ادا نہیں کیے اور مکہ کو چھوڑ دیا ہے؟

فرمایا: اگر میں جلدی کہ کوئہ چھوڑتا تو مجھے گرفتار کر لیتے، پھر پوچھا: تم کون ہو؟

میں نے عرض کیا: ایک عرب ہوں۔

اس سے زیادہ انہوں نے مجھ سے کچھ سند پوچھا، البتہ یہ پوچھا کہ کوفہ اور کوفہ والوں کی کوئی خبر ہے تو مجھے دو؟

میں نے عرض کیا: آپ نے ایک مطلع شخص سے سوال کیا ہے تو سین: کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے خون کی پیاسی ہیں اور ہوتا وہی ہے جو منتظر خدا ہوتا ہے۔

امام نے فرمایا: تم نے حج کہا ہے کہ تمام امور خدا کی قدرت میں ہیں اور ہر دن اس کی اپنی شان ہے: کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ۔

اگر قضاہمارے مقصود کے موافق ہو تو نعمتُ اللہی پر ٹھکر خدا واجب ہو جاتا ہے اور اگر قضاہمارے خلاف ہو تو پرہیز کار اور خاص نیت والے کو سبیر کرنا چاہیے کہ حد سے نہ گزرنے پائے اور مخلکات کی پروانہ کرے۔

میں نے عرض کیا: ہاں، خدا اس کا محافظ اور ناصر ہو۔ پھر میں نے مناسک حج کے متعلق چند مسائل پوچھے اور خدا حافظی کر کے مکہ چلا گیا۔

حج کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے غلط کیا اور مجھے امام کی خدمت میں رہنا چاہیے تھا۔ شہادت حاصل ہوتی پھر کچھ دن بعد ایک قافلہ کوفہ سے آیا، میں نے امام حسین کا حال پوچھا تو مجھے جواب ملا: أَلَا قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ۔

تقام الذخار میں حاج فرمادیں میرزا لکھتے ہیں: محمد بن طلحہ شافعی مطالبِ المسؤول میں فرزدق کی امام سے ملاقاتِ منزل شوق پر بیان کرتے ہیں اور سید بن طاؤوس نے منزلِ زبالہ پر لکھی ہے۔ فرزدق نے امام پر سلام کیا اور حضرت کے ہاتھ کو پوسیدیا۔

حضرت نے پوچھا: ابو فراس کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا: کوفہ سے۔ حضرت نے فرمایا: کوفیوں کی کیا خبر رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا: کیا سچ کہوں؟ امام نے فرمایا: میرا را وہ تو یہی ہے کہ سچ سنوں۔

عرض کیا: لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کی نصرت میں جلتی ہیں۔ البتہ نصرت اور کامیابی خدا کی طرف سے ہے۔ دین دارکم ہیں اور قضاۓ کے نیچے اپنے ہیں۔

امام نے فرمایا: ہاں! سچ کہا لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں، دین کو کھلونا سمجھا ہے تاکہ صرف معاشی کا گزاروںقات

ہوتا رہے۔ ظاہر اسلام ہیں لیکن امتحان ہو جائے تو پھر ناکام ہیں۔

عرض کیا: آپ کو فرمائیں جاتے ہیں اگرچہ انہوں نے آپ کے سفیر مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا ہے؟

امام نے فرمایا: مسلم رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے، شہید ہو گئے جو مسلم کا فریضہ تھا اس نے حق ادا کر دیا اور ہم نے

اُبھی اپنا فریضہ ادا کرنا ہے۔

امام حسینؑ کا وادیٰ ذاتِ عرق میں قیام

دوسری منزل صفاح سے کوچ کر کے بہت جلدی سفر کرتے جا رہے تھے اور کسی طرف بھی توجہ نہ کرتے تھے حتیٰ کہ ذاتِ عرق نامی وادی پہنچے۔ یہاں توقف کے دوران میں کچھ لوگ خدمت میں حاضر ہوئے، بعض نے کوفہ جانے سے روکا اور بعض نے تائید کی۔ ان روکنے والوں میں سے ایک بشر بن غالب تھا۔ یہ عراق سے مکہ آ رہا تھا۔ جب حضرت امامؑ کے متعلق سنائک وہ عراق جا رہے ہیں تو خدمتوالدش میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے کوفیوں کے احوال پوچھنے تو بشیر بن غالب نے حضرت امامؑ کو پہ بشارت دی اور عرض کیا: اے فرزید رسول! اہل کوفہ کو اس وقت میں نے چھوڑا ہے جب ان کے دل مکمل آپؑ کے ساتھ تھے لیکن ان کی تکواریں اہل باطل کے ساتھ ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: صدقی آخو اسدؑ! اسدی بھائی نے سچ کہا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو لیکن إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاء

وَيَحُکُمُ مَا يُرِيدُ، یعنی وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

رقم الحروف کہتا ہے: بشیر بن غالب کی اس منزل پر ملاقات اہل تاریخ میں مشہور ہے لیکن شیخ صدوقؑ جسی شخصیات کا

نظر ہے کہ یہ ملاقات منزلِ علیبیہ پر ہوتی ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا وادیٰ علیبیہ میں خواب دیکھنا

صاحب معالیٰ استبلین لکھتے ہیں: وادیٰ ذاتِ عرق سے سفر کرتے ہوئے ظہر کے وقت منزلِ علیبیہ پر امام علیہ السلام نے زدولِ اجلال فرمایا۔ حضرتؓ نے اپنے زانو پر سر رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے سکون کیا اور حضرتؓ کو تھوڑی سی نیزد آئی، پھر بیدار ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ہاتھِ شیخی کو دیکھا جو کہ رہا ہے کہ آپ سفر کر رہے ہیں اور موت آپؑ کو بہت حیزی سے بہشت کی طرف لے جا رہی ہے۔ برداشت ای تھی: امامؑ نے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا لِلَّهِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ جوں ہی یہ گلمہ جاری ہوا حضرت علی اکبرؑ جلدی سے آئے اور عرض کیا: اے بابا جان! گلمہ استرجاع کیوں پڑھا ہے، خدا کبھی آپؑ کو دکھنے پہنچائے اور ہمیشہ صحیح و سالم رکھے۔

امام نے فرمایا: بیٹا! ابھی آنکھیں گئی تھیں کہ ایک سوار کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ گروہ سفر کر رہا ہے حالانکہ موت ان کو بہت جلدی لے جا رہی ہے۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا: بابا! کیا ہم حق پر نہیں؟

امام نے فرمایا: کیوں نہیں بیٹا! خدا کی قسم! ہم حق پر نہیں۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا: تو پھر ہمیں موت سے کیا خوف ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: بیٹا! خدا آپ کو جزاۓ خیر دے۔

جناب ابی الحسنؑ کہتے ہیں: امام علیہ السلام کے تعلیمیں نزول کے بعد ایک نصرانی اپنی والدہ کے ساتھ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں نے اسلام قبول کیا۔

صاحبہ معالیٰ اسپطینؑ کہتے ہیں: یہ نصرانی شخص وہب بن عبد اللہ بن حبابؓ کبی ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے صحابہ کے ساتھ رات گزاری۔ صبح سوری ایک کوئی شخص ابوہرہ ازدی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزندِ رسول! کیا مجھے ہے کہ حرم خدا اور حرم پیدائش سے منہ موڑ لیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے تم پر اے ابوہرہ ازدی، میں امیری نے میرا سب کچھ چھین لیا ہے، ضبط کر لیا اور میں نے صبر کیا۔ میری عزت و آبرو کو خطرے میں ڈالا، میں نے صبر کیا۔ اب وہ میرا خون بہانا چاہتا ہے تو میں نے حرم جدا اور حرم خدا کو چھوڑ دیا تاکہ حرمین کی عظمت میرے خون سے پامال نہ ہو جائے۔

خدا کی قسم! میں ایسا یہ ظالم گروہ مجھے قتل کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ذلت کا لباس پہنائے گا اور ان پر ایک ہیز دھار تکوار مسلط کرے گا اور ایسے شخص کو ان پر مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و خوار کرے گا حتیٰ کہ یہ قوم سب سے بھی زیادہ ذلیل و درسا ہوں گے۔

کوفہ کے راستوں پر ابن زیاد کے گماشتلوں کا پھرہ

تاریخ میں ہے کہ جب ولید بن عقبہ کو امام حسین علیہ السلام کے کہے سے کوفہ کی طرف سفر کرنے کا علم ہوا تو اس نے ابن زیاد کو خط لکھا اور اسے امام حسینؑ سے جنگ کرنے سے روکا نیز خبردار کیا کہ اگر تیرے ہاتھ امام حسینؑ کے خون سے آسودہ ہوئے تو قیامت تک ہر خاص و عام کی نظر میں ملعون قرار پائے گا۔

ابن زیاد نے اس خط کے مندرجات پر توجہ ہی نہ کی اور حسین بن نعیمؑ تھی جو اس کے خصوصی سپاہیوں کا سالار تھا، کو بلایا

اور اسے ایک لشکر دے کر قادریہ کی طرف روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ تمام راستوں کو بند کروتا کہ کوئی شخص کوفہ میں داخل نہ ہو سکے۔

حسین بن نیر جوابن زیاد کی وستگاہ کے رذیل افراد میں سے تھا، حکم نامہ ملتے ہی لشکر لے کر کوفہ سے باہر آیا اور بڑے نظم سے راستے بند کرنے کا منصوبہ بنایا، اور ہر راستہ پر سپاہیوں کے ایک گروہ کو مقرر کر دیا اور تاکید کی ان راستوں سے کوئی شخص کوفہ میں داخل نہ ہونے پائے۔

حضرت امام حسینؑ کا وادی حاجر میں پہنچ کر اہل کوفہ کو خط بھیجننا اور خط لے جانے والے شخص کی گرفتاری حضرت امام علیہ السلام تعلیمیہ کے بعد تیزی سے سفر کرتے ہوئے منزل حاجر پر وارد ہوئے۔ یہ وسیع و عریض وادی ہے جو بجد کی زیموں سے متعلق ہے، اس میں میلہ اور گہرائیاں ہیں، ایک طرف پہاڑی ہے، اس پہاڑی کے واہن میں حضرتؑ کا خیمه لگایا گیا۔

شیخ غنیدہ ارشاد میں لکھتے ہیں: بیہاں سے امام علیہ السلام نے کوفیوں کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور اپنی مہر لگا کر جناب قیس بن مسحر صید اوی یا عبداللہ بن مقطر کو حکم دیا کہ یہ خط کوفہ پہنچائیں اور اہل کوفہ کی نظروں کے سامنے لاگیں اور اس وقت تک حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر کاروان حسینؑ تک نہ پہنچی تھی۔

خط لکھنے کی وجہ اور مضمون خط

خط لکھنے کا سبب یہ تھا کہ ۲۷ روز پہلے جناب مسلم بن عقیل نے ایک خط حضرت امام علیہ السلام کو لکھا تھا اور اس میں یہ ظاہر کیا کہ اہل کوفہ اطاعت اور بیعت کے لیے بالکل تیار ہیں۔ اسی طرح کچھ دیگر کوفیوں نے خطوط لکھے جن میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ایک لاکھ شمشیر زدن کا لشکر آپؐ کی نصرت کے لیے موجود ہے لہذا آپؐ کوفہ کے شیعوں کے پاس جلدی پہنچیں اور جو خط امام علیہ السلام نے کوفیوں کے نام تحریر فرمایا اس کا متن یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلَى الِّأَخْوَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ!
میرے پاس مسلم بن عقیل کا خط آیا جس میں انہوں نے آپؐ لوگوں کے حسن نیت اور اسلام کی نصرت کے لیے آمادگی رقم ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اللہ آپؐ کو اس نظریہ پر قائم رکھے۔ میں ۸۰ ذوالحجہ کو مکہ سے تمہاری طرف عازم سفر ہوں۔ اور جب میرا یہ قاصد پہنچ تو آپؐ میں مل بیٹھ کر اپنی رائے پختہ کرو کیونکہ میں انہی چند نوں میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

حضرت امام کا قاصد قیس یا بروایت عبد اللہ خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا، جب قادریہ پہنچا تو حسین بن نمير کے گماشتوں نے اسے گرفتار کر لیا اور ابن نمير کے پاس لائے۔ حسین نے پوچھا تم کون ہو اور اس طرف کیوں اور کیسے آئے ہو؟ قیس نے کہا: انی سَاجْلُ مِنْ شِيعَتِهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى عَلِيٍّ كے شیعوں میں سے ایک ہوں۔

حسین نے پوچھا: یہ خط کس کے نام پر ہے؟

اس شیردل جوان نے کمال شجاعت سے کہا کہ یہ خط ان لوگوں کے نام ہے کہ جن کے نام میں کبھی نہیں بتاؤں گا۔ حسین نے اسے ابن زیاد کے دربار میں بھیج دیا۔ قیس کو خیال آیا کہ خط ممکن ہے ابن زیاد کوں جائے لہذا کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے منہ میں ڈالا اور نگل گیا۔

سید بن طاؤوس تکھیت ہیں: اس پر ابن زیاد بہت غصب ناک ہوا کہ تم نے کافیل کو کیوں چھاڑا ہے؟ پھر حکم دیا کہ اس کا مثلہ کیا جائے یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ دیے جائیں۔ پھر بھی اس سنگدل نے کہا کہ خدا کی قسم! اس وقت تک تمہیں نہیں چھوڑوں گا جب تک تم ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤ گے جن کے نام امام حسین نے خط لکھا ہے یا اس کے بد لے مزایا ہو گی کہ منبر پر آ کر، مجمع عام میں آ کر فاطمہ زہراء کے بیٹے اور شوہر پر تبرا کرو درندہ میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

قیس نے کہا کہ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے وہ کبھی شہ بتاؤں گا۔ البتہ میز پر جا کر مجمع عام میں تقریر کرنا قبول کرتا ہوں۔ پھر ابن زیاد نے حکم دیا تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ قیس کو منبر پر لا لایا گیا۔ اس نے پہلے حمد خدا اور تعریف مصطفیٰ کی،

اس کے بعد علیٰ اور اولاد علیٰ پر درود و صلوات پڑھنا شروع کر دیا اور یزید، ابن زیاد اور آل امیر پر لعنت کرنے کے بعد فرمایا: لوگوں میں حسین کا تمہاری طرف قاصد ہوں، وہ فلاں مقام پر آچکے ہیں، آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں۔ اگر ان کی ایسا چاہت ہو تو جلدی کرو اور ان کی خدمت میں پہنچو اور اطاعت کا حق ادا کرو۔ جب یہ بات ابن زیاد کو پہنچی تو حکم دیا کر قیس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دارالامارہ کی چھت سے پینچے گرا دو۔ فتنکشست عظامہ جس سے ان کے جسم کی تمام ہڈیاں پھوڑ پور ہو گیں جب کہ قیس امام حسین کی غربت پر گری کر دے گے۔

ایک شخص عبد الملک بن عمر آگے بڑھا اور اس آزاد و شجاع مرد کا سر ایک کان سے دوسرے کان تک کاٹ دیا۔ لوگ اس عبد الملک پر لعن طعن کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے ملعون! یا ابھی خود بخوبی موت کی آغوش میں جا رہا تھا کیوں اس کو قتل کر دیا اور اس کا خون اپنے ذمے لے لیا۔

اس نے کہا: میرا خیال تھا کہ اسے تکلیف نہ ہو اور جلدی موت آ جائے۔

مرحوم سید ابن طاؤوس نے لکھا ہے: جب ان کی شہادت کی خبر امام حسین علیہ السلام کو ملی تو حضرت بہت روئے اور آنسو بھائے اور آسمان کی طرف سراخا رکارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلِشَيْعَتِنَا مَنْزِلًا كَرِيمًا وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي مُسْتَقْرِرٍ رَّحِيْتَكَ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”اے میرے اللہ! ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے ایک کریم منزل قرار دے اور ہمیں اور ان کو اپنی رحمت کے ٹھکانے میں جمع کر دے تو ہرشے پر قادر ہے۔“

حضرت امام حسینؑ کی اگلی منزل پر عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: امام علیہ السلام حاجہ سے سفر کر کے اعراب کے پانیوں کے پاس پہنچے، اس مقام پر عبداللہ بن مطیع حضرت امامؑ کی طرف متوجہ ہوا کہ حضرت امام حسینؑ تو عراق کی طرف عازم سفر ہیں اس لیے حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کرنے لگا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا وجہ ہے کہ عراق کی طرف قدم رنجبر فرمایا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب سے معاویہ مراد ہے تب سے اہل کوفہ مجھے خطوط لکھ رہے ہیں، مسلسل وفود بھیج رہے ہیں اور کوفہ آنے کی دعوت دے رہے ہیں تاکہ ان کی ہدایت کروں، اس لیے کوفہ جا رہا ہوں۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: آپ کو خدا کی قسم! کوفہ جانے کا ارادہ ترک، کردوں کیونکہ آپ کا وہاں جانا اسلام کی ہتھ حرمت کا باعث ہوگا۔ اگر آپ کے کوفہ جانے کا مقدمہ اپنے حق کا مطالبہ ہے تو خدا کی قسم! میں امیر آپ کو پنا حق نہ دیں گے بلکہ قتل کردوں گے اور اگر آپ جیسی شخصیت قتل ہو گئی تو اسلام، عرب اور قریش کی حرمت پامال ہو جائے گی۔

بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: اے فرزند رسول! آپ مکہ ہی میں تشریف رکھیں، آپ عربوں کے سردار ہیں۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: جو تو نے کہا یہ حق اور حق ہے لیکن میں موت سے فرار کر آیا ہوں تاکہ بیت اللہ کی توہین نہ ہو ورنہ برحق انسان کا مر جانا بالظاہر زندگی سے بہتر ہے اور اگر جہاد کا موقع ملا تو یہی سے جہاد کرنا برحق ہے بلکہ مشرکین سے جہاد کرنے سے بھی یہی سے جہاد کرنا بہتر اور افضل ہے۔

الْمَوْتُ عَلَى الْحَقِّ أَوْلَى وَمِنَ الْحَيَاةِ عَلَى الْبَاطِلِ الْمَوْتُ فِي الْعِزِّ خَيْرٌ وَمِنَ الْحَيَاةِ فِي
الذُّلِّ

”باطل پر زندہ رہنے سے حق پر موت آنا بہتر ہے اور عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔“

حضرت امام حسینؑ کی آئندہ منزل پر زہیر بن قین سے ملاقات

حضرت امام حاجر کی منزل سے سفر کر کے اعراب کے پانیوں سے ہوتے ہوئے ذرود نامی منزل پر پہنچے تو یہاں نزوی اجلال فرمایا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں: قبیلہ فزارہ اور بجیلہ کے ایک گروہ نے بیان کیا ہے کہ ہم زہیر بن قین بھلی (جو کہ اس وقت عثمانی تھا) کے ساتھ سفر کمکہ کے لیے رواں تھے۔ مناسک حج ادا کر کے جلدی جلدی واپس سفر کر رہے تھے کہ ایک منزل پر حضرت امام حسینؑ کے نیچے لگئے ہوئے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ ہماری ملاقات حضرت امام حسینؑ سے نہ ہونے پائے اس لیے ہمیشہ ان کے کارروائی سے آگے پہنچے اپنا پڑا اور رکھتے تھے لیکن اس منزل ذرود پر مجبوراً ہمیں بھی نیچے لگائے۔ ہم اپنے نیچے میں بیٹھے تھے، دستِ خوان لگایا اور کھانا کھائے لگے کہ اچانک امام حسین علیہ السلام کا قاصدِ خیمه کے دروازے پر آیا اور السلام کے بعد کہنے لگا کہ حضرت امام حسینؑ درود وسلام کے بعد زہیر بن قین کو یاد کر رہے ہیں۔ ہم یہ سنتے ہی ایک دم خاموش ہو گئے اور سر جھکا لیے۔ لقے ہمارے ہاتھوں سے گرنے لگے۔ زہیر کی بیوی دلیم جو پشت پرده میں بیٹھی قاصد کے پیغام اور ہماری خاموشی کو سن اور دیکھ رہی تھی تو اسے غصہ آیا اور خشدِ بجهہ سے اپنے شوہر (زہیر) کو یوں مخاطب کیا:

سبحان اللہ! یہ کیا مطلب ہے، تمہیں شرم نہیں آتی اور شہیر سے شرمندہ نہیں ہوتے کہ فرزید شہیر قاصد بیچ کر تمہیں بلاجے اور تم سوچ رہے ہو کیوں ان کو ملنے نہیں جاتے؟ اٹھو اور جاؤ جو حکم وہ دیں اس کی تعمیل کرو اور کبھی کوتاہی نہ کرنا اور نہ ہی واپس آنا۔

اس شیر دل خاتون کی بات کا زہیر پر بڑا اثر ہوا، وہ اٹھے اور امام حسینؑ کے خیام کی طرف روانہ ہو گئے۔ زہیر ایک شجاع، معروف بہادر، بیگلوں میں فاتح و غالب، صاحبِ قبیلہ اور صاحبِ شمشیر تھے۔ جب امامؑ کے نیچے کے قریب پہنچے تو علوی علامت، ہاشمی شہامت اور فاطمی فطرت جوانوں جو گیارہ سال سے بیس سال تک کے تھے، نے زہیر کا استقبال کیا اور امامؑ کے پاس پہنچایا۔ زہیر جب اندر داخل ہوئے تو ان کی ظنِ ملکوتی جہان اور پُر سکون دل کے ماں ایک امامؑ کے چہرے پر پڑی جو امامت کی مندگائی خدا سے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ زہیر نے سلام کیا، حضرتؓ نے جواب دیا۔ بیٹھنے کو فرمایا، احوال پر سی کی۔

صاحبِ روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے زہیر سے فرمایا: اے زہیر! کیا تمہارا اب بھی ذوق ہے کہ

محبت الہی میں جہاد کرو اور اپنی تکوار کے پانی سے فساد کی آگ کو خاموش کرو، نیز شمع شہادت کے گرد پرواہ وار پرواز کرو اور خوشنودی خدا کا ایک دروازہ اپنے لیے کھول دو؟ یعنی میری نصرت میں کرمہت باندھو اور ولایت کے دامن سے مشک ہو جاؤ تاکہ دنیا و آخرت میں میری ہر اہل نصیب ہو۔

ذہیر نے امام حسین علیہ السلام کے کلام کو بغور نہ اور سوچنے لگا: اب عقل و نفس کے درمیان جنگ و جدل شروع ہو گئی ہے۔ عقل کہتی تھی کہ امام کی اطاعت کرو۔ نفس کہتا ہے: کیوں جان اور مقام ضائع کرتے ہو اور دنیاوی رنگینیوں سے محروم ہوتے ہو؟

کافی سوچ بچار اور نفس و عقل کی جنگ کے بعد رحمانی جذبہ نے جنگ اور شیطانی و سوسوں سے نجات دی اور ذہیر کے چہرے پر آہستہ آہستہ رونق آنا شروع ہو گئی۔ بالآخر اس کا چہرہ منور ہو گیا۔ اُس نے سر بلند کیا اور عرض کیا: اے عزیز پیغمبر! اے فاطمہ کے نورِ چشم! میں آپ کی راہ میں جان، مال، عیال، فرزندِ سبھی کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں، البتہ شرط ہی ہے کہ جو خود آپ نے مقرر فرمائی ہے کہ آخرت میں آپ کی ہر اہل نصیب ہو۔ کافی عرصہ سے اسی پیغماز کی توقع تھی آج ول کی آرزو پوری ہو رہی ہے۔ پھر ذہیر اپنے خیبے میں کے لیکن بہت خوش خوش اور سرور تھے۔ نوکروں کو حکم دیا کر خیبے اکھڑے جائیں اور سامانِ اکٹھا کیا جائے اور امام حسین کے کارروائی کے ساتھِ حق ہو جائیں۔ اپنے دوستوں سے کہا جو شخص بہشت کا شوق رکھتا ہے وہ میرے ساتھ آئے میں جا رہا ہوں اور جو شخص شہادت سے گھبراتا ہے وہ مجھ سے جدا ہو جائے۔ ذہیر کے اکثر دوست شہادت سے منہ موڑ کر کوفہ چلے گئے۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ اس کا بچارا و بھائی سلیمان بن مختاراب ابن قیس اس کے ساتھ رہا اور وہ امام کے کارروائی میں شامل ہو گئے اور روزِ عاشورہ نمازِ ظہر کے بعد شہید ہوئے۔

شیخ مفید ارشاد میں بیان فرماتے ہیں: ذہیر نے اپنی ہمسر کو طلاق دے کر آزاد کر دیا۔

صاحبِ روضۃ الشہداء کا بیان ہے کہ ذہیر نے اپنی بیوی سے کہا: اے بیوی! اس مال و دولت سے جس قدر اٹھا سکتی ہے اٹھا لے اور اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ چلی جا، کیونکہ میں فرزیدِ علیٰ کی غلامی میں جا رہا ہوں اور جب تک جان ہے ان کے قدموں سے سر نہیں اٹھاؤں گا۔

بیوی نے یہ سناتا روز و قطار رونے لگی پھر عرض کیا: اے مرد! اے وفاکی نہ کرو، اس راہ کو میں نے تمہارے لیے روشن کیا ہے اب فرزیدِ علیٰ کی غلامی میں جا رہے ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو، میں دخترِ علیٰ کی غلامی کرتی رہوں گی تو اس گمراہ کا غلام ہو گا اور اس گمراہ کی کنیت ہوں گی۔ پس دونوں نے اولادِ رسولؐ کی خدمت گزاری کے لیے کرمہت باندھی اور بتویؐ کی اولاد کی غلامی

کو چنا اور دونوں جہاںوں میں کامیاب ہوئے۔

منزلِ تعلیمیہ: جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع

صاحب ارشاد نے عبد اللہ بن سلیمان اسدی اور مثذر بن مشعل اسدی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب ہم اعمالِ حج سے فارغ ہوئے تو بہت تیزی سے واپس آ رہے تھے اور اس جلدی کی وجہہ بھی امام حسینؑ سے متعلق ہونا ہی تھا تاکہ حضرت کا انعام دیکھیں۔

سفر کرتے ہوئے تعلیمیہ کے قریب امام حسین علیہ السلام کے کاروان سے آئے۔ جب ہم نے چاہا کہ حضرت کے پاس جائیں تو اچانک ہم نے کوفہ کی جانب سے ایک سوار آتا ہوا دیکھ لیا، جب اس نے امام حسینؑ کے کاروان کو دیکھا تو اپنا راستہ بدل لیا۔

حضرت امام حسینؑ نے تھوڑا سا توقف کیا کہ شاید اس شخص سے ملاقات ہو جائے لیکن جب اس نے راستہ بدل لاؤ ہم نے ارادہ کیا کہ معلوم کریں کہ یہ شخص کون ہے اور کہ درجہ جارہا ہے؟ اس کے پاس ضرور کوفہ کی تازہ خبر ہوگی۔ پس گھوڑے دوڑائے اور اس کے پاس پہنچے، سلام کیا اور پوچھا کہ کس قبلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں اسد سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی اسدی ہیں، پھر اس سے نام پوچھا اور اپنا نام بتایا اور پھر اس سے کوفہ کی تازہ خبریں پوچھیں۔

اس نے کہا کہ تازہ خبری ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے جناب مسلم بن عقیل اور ہاشم بن عروہ کو قتل ہوتے دیکھ آیا ہوں کہ ان کی شہادت کے بعد ان کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا پھر ہم اس شخص کو چھوڑ کر امام کے لشکر میں آئے، رات ہو گئی تھی۔ ہم تعلیمیہ پہنچ گئے تو حضرتؐ نے وہاں رات تھبہرنے کا حکم دے دیا تھا۔ نزولی اجلال کے بعد ہم حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام و جواب کے بعد ہم نے عرض کیا: مولا! ہمارے پاس ایک تازہ خبر ہے، اگر اجازت ہو تو سب کے سامنے بتا دیں ورنہ آپ کو تھائی میں عرض کریں۔

حضرتؐ نے ایک مرتبہ ہمارے اطراف اور پھر اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں اپنے اصحاب سے کوئی جیز پوشیدہ نہیں رکھتا، سب کے سامنے خبر دو۔ پھر ہم نے وہ درودناک خبر بتائی تو اس خبر سے امام بہت دلکھی ہوئے اور دیریک بار بار

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا خَدَارِحَتْ كرے مسلم اور ہاشم پر۔

پھر ہم نے عرض کیا: اے فرزند رسول! اگر اہل کوفہ آپ کے خلاف نہ بھی ہوں تو کبھی آپ کے حامی بھی نہیں ہو سکتے، ہماری تو یہی گزارش ہے کہ کوفہ کی طرف سفر کرنے کو ترک کر دیں اور واپس چلے جائیں۔

حضرت امام علیہ السلام نے عقیل کی اولاد کی طرف توجہ کی اور پوچھا: مسلم تو شہید ہو گئے ہیں تم واپس چلے جانے میں کوئی مصلحت دیکھتے ہو؟

انھوں نے عرض کیا: خدا کی قسم اہم واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ مسلم کا بدله نہ لے لیں یا شہادت کا وہ شربت نہ پینیں جو مسلم اور ہاشمی نے پیا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس وقت ظلم کے بعد دنیا کی زندگی میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔ ہم سمجھ گئے کہ حضرت سفر کوفہ پر عازم ہیں۔ عرض کیا: جو خدا کی طرف سے بہتر ہو وہ آپ کو نصیب ہو۔

اصحاب نے عرض کیا: آپ کا کام اور نام مسلم بن عقیل سے جدا ہے، آپ جب کوفہ جائیں گے تو لوگ جلدی آپ کی طرف رُخ کریں گے۔ حضرت چونکہ انجام سے واقف تھے لہذا خاموش رہے۔

مرحوم سید ابن طاؤوس نے یہوں میں بیان فرمایا ہے کہ جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ٹی تو امام علیہ السلام زار و قطار رونے اور فرمایا:

خدا رحمت کرے مسلم اور ہاشمی پر وہ جنت رضوان میں بیٹھ گئے، جوان کا فریضہ تھا ادا کر گئے۔ اب ہم نے اپنا فریضہ ادا کرنا ہے۔ پھر دنیا کی بے وفای اور شہادت کی فضیلت پر مشتمل چند اشعار پڑھے۔

شیخ عباس قمی صاحب منتسب الامال میں بعض مؤرخین سے نقل کرتے ہیں: حضرت مسلم بن عقیل کی ایک تیرہ سالہ بیٹی تھی جو امام حسین کی بیٹیوں کے ساتھ زندگی گزارتی تھی اور دن رات ان کے ساتھ رہتی تھی۔ جب امام حسین کو جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر پہنچی تو پرده داروں کے پاس آئے، جناب مسلم کی بیٹی کو بیلایا اور گود میں بٹھا کر بہت پیار اور نوازش کی۔ جب اس بیٹی نے معمول سے بڑھ کر نوازش محسنوں کی تو حضرت مسلم نے عرض کیا:

اے فرزید رسول! آج آپ میرے ساتھ ایسا پیار کر رہے ہیں جو یہم اور بے سہارا بچوں سے کیا جاتا ہے۔ میرے بابا خیر سے تو ہیں؟ کیا میرے بابا شہید ہو گئے؟

حضرت کے پاس جواب دینے کی طاقت نہ تھی مگر صبر نہ کر سکے اور پاؤاڑ بلند روتے ہوئے فرمایا: اے میری بیٹی! پریشان نہ ہو اگر مسلم نہیں تو میں تمہارا باپ ہوں اور میری بہن تمہاری ماں ہیں، میری بیٹیاں تمہاری بیٹیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔

جناب مسلم کی بیٹی کی فریاد لکھی اور وہ زار و قطار رونے لگی۔ مسلم کے چھوٹے چھوٹے بیٹیوں نے سروں سے عالمے اتار دیے اور ہائے کرتے ہوئے بہن کے گلے لگ کر گئے۔ جب چھوٹے بچے روئیں تو کوئی برا کیسے صبر کر سکتا ہے؟ تمام

کاروں میں ماتم شروع ہو گیا اور امام حسینؑ نے مسلم بن عقیل کی شہادت سے سب سے زیادہ دکھی ہوئے۔
بقول انسَنَ:

انداز مجھے آج وہی ہے نظر آتا
اس بیمار پر دل ہے مرا فکرے ہوا جاتا
پچھ تو ہے کہ دل سینے میں تکسین نہیں پاتا
کوفہ سے ہڑی ڈور سفر کر گئے بایا
کیوں آپ نہیں کہتے ہیں کیا مر گئے بایا

جناب مسلم کی شہادت کی اطلاع کہاں ملی؟

صاحب معالیٰ اس طبقین لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ صاحبِ قصہ مہوم لکھتے ہیں: منزل زرود سے کوچ کرنے کے بعد ایک اسدی شخص نے خبر دی کہ پچھے، جناب مسلم اور ہاشمی کی لاشوں کو گلیوں میں گھیٹ رہے تھے تو امام نے ادائِ **لِلَّهِ وَأَنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** پڑھا۔

سید بن طاؤس اہوف میں لکھتے ہیں: منزل زبالہ پر امام علیہ السلام کو جناب مسلم کی اطلاع ملی۔ اس خبر کے آتے ہی دنیا کے لائج کی خاطر آنے والے حضرات ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور حضرتؐ کے ساتھ آپؐ کے خالص صحابہ باقی رہ گئے۔

تاریخ جبیب اسریر میں ہے کہ جب امام علیہ السلام منزل زبالہ پر پہنچے تو کوفہ سے ایک قاصد عمر بن سعید بن ابی وقار میں کاظلے کر حضرت امام حسینؑ کے پاس آیا۔ اس خط میں عمر بن سعید نے مسلم بن عقیل اور ہاشم بن عروہ کی شہادت کی اطلاع دی تھی اور قمیں بن مسحر کی شہادت کی طرف اشارہ بھی تھا۔

صاحب ارشاد حیر کرتے ہیں: جب امام علیہ السلام منزل علییہ سے نکلے اور زبالہ پہنچے تو وہاں عبداللہ بن قطر کی شہادت کی خبر سنی۔ حضرتؐ یہ من کر بہت روئے اور فرمایا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلِشِيعَتِنَا مَنْزِلًا كَرِيمًا وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي مُسْتَقِرٍ رَّحِيمٍ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”اے میرے اللہ اہارے اور ہمارے شیعوں کے لیے ایک کریم منزل بنا جہاں ہمیں اور ان کو اپنی رحمت کے متفق میں جمع کروئے۔“

پھر حضرت نے ایک تحریر پڑھی جس میں اپنے اصحاب سے خطاب تھا اور تحریر یہ تھی کہ ہمیں مسلم بن عقیل، ہاشم بن عروہ اور عبداللہ بن ماظر کی دردناک شہادتوں کی اطلاع مل چکی ہے۔ تم میں سے جو بھی ہمیں چھوڑ کر کہیں جانا چاہے، جاسکتا ہے اور ہم اس سے ناراض نہیں ہیں۔

اس تقریر کے بعد کافی لوگ شیعہ ہدایت و امامت سے ڈور ہونے لگے اور دیسیں باسیں جانے لگتے کہ وہی خالص اصحاب باقی بچے جو مدینہ سے چلے تھے اور کچھ لوگ ساتھ ملتی ہونے والے باقی رہے جب کہ صاحب عقد الفرید رقم طراز ہیں کہ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر منزل شراف پر ملی تھی۔

منزل شعلیبیہ کے واقعات

اس منزل پر تین مشہور واقعات بھیں آئے: حضرت مسلم بن عقیل سلام اللہ علیہ و ہاشم بن عروہ کی دردناک خبر شہادت۔ صاحبہ حدائق الانس (وااعظ فزوئی) شیخ مفیدی کی ارشاد سے نقل کرتے ہیں: ہبی اسد کے دو شخص عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشتعل حج پر گئے۔ جب مناسک حج ادا کر لیے تو ہمیں امام حسین علیہ السلام سے ملحت ہونے کا شوق تھا تاکہ دیکھیں انعام کیا ہوتا ہے؟ لہذا ہم جلدی واپس آئے، حیزی سے سفر کر رہے تھے کہ منزل زرود پر کاروانِ حسینؑ کے قریب پہنچے۔ ہم نے ایک شخص کوفہ سے آتے دیکھا کہ جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو راستہ بدلتا ہے۔ امام حسینؑ چاہتے تھے کہ وہ شخص ہمارے قریب آئے اور کوفہ کی خبر سنائے (نیز اپنے امام زمانؑ سے کسی حال میں منہ نہیں موٹا چاہیے)۔ ہم دونوں اس شخص کے پاس جا پہنچے۔ پوچھا: کون سا قبلہ ہے؟ کہا: اسدی۔ ہم نے کہا: بہت اچھا ہم بھی اسدی ہیں۔ تم اپنا نام بتاؤ۔ اس نے کہا: بکر بن فلاں۔ ہم نے بھی اپنا تعارف کرواایا تو وہ ہمیں پہچان گیا۔ ہم نے پوچھا: اخبرنا عن وراثتک کوفہ کی تازہ خبر بتاؤ؟

اس نے کہا: کوفہ کے حالات بہت خراب ہیں، میں نے خود دیکھا ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہاشم بن عروہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ رأیتُہمَا يَجُرُّانَ يَأْرِجُلُهُمَا فِي السُّوقِ، اور دونوں کے پاؤں کو باندھ کر بازار میں پھرایا جا رہا تھا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ ہم واپس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت کے صحابہ اور بھی ہاشم کے جوان سب حضرت کے ارد گرد بیٹھے تھے، بعض کھڑے تھے اور بعض بیٹھ کر اقليم امامت کی زیارت کر رہے تھے۔

ہم نے عرض کیا: عندنا خبر ان شیش تحدیثات علانیہ اور ان شیش سرماں "ہمارے پاس ایک خاصی خبر ہے اگر اجازت دیں تو سب کے سامنے بتاویں ورنہ تھائی میں بتائیں"۔

حضرت نے اصحاب اور ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرے اور میری اس جماعت کے درمیان کوئی چیز پوشیدہ اور

پہاں نہیں ہے۔ تھائی اغیار سے ہوتی ہے اپنوں بے نہیں اور میں جانتا ہوں لہذا سب کے سامنے تادو۔ ہم نے عرض کیا: مولا! جو کل عصر کے وقت ایک سوار کوفہ سے آ رہا تھا اور اس نے راستہ تبدیل کر لیا تھا۔ ہم اس کے پاس گئے اور اس سے کوفہ کے تازہ حالات پوچھنے۔ وہ اسدی شخص ہمارا جانا پہچانا اور سچا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ فرزند پیغمبرؐ کہاں جا رہے ہیں کیا وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں کہ چلتے ہیروں شمشیروں میں جا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! مسلم بن عقیل اور ہاشم بن عروہ شہید کر دیے گئے، ان کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں پھرایا گیا۔

حضرتؐ نے فرمایا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ مَأْجُونٌ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا آپؐ زار و قطار روتے تھے اور بازار بار بھی کہہ

استرجاع پڑھتے تھے۔

ہم نے عرض کیا: جب یہ حالات ہیں تو بہتر ہے کہ آپؐ یہاں سے واپس جائیں اور اپنے اہل بیتؐ کو ساتھ لے جائیں کیونکہ کوفہ میں کوئی آپؐ کا حامی و ناصر نہیں بلکہ تمام لوگ آپؐ کے دشمن ہیں۔

مہمۃ الاسلام کلینی نے منزلِ تعلیمیہ کا دوسرا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور حضرتؐ کو کوفہ جانے سے روکا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اگر مدینہ میرے پاس آتا تو اپنے گھر جریئلؐ کے آپنے جانے کا مقام دکھاتا اور تجھے یہ بھی دکھاتا کہ جریئلؐ امینؑ کس طرح میرے نما رسولؐ پر وحی لاتے تھے۔ حالانکہ وہ علم و معرفت کے چشمے جو ہمارے گھر میں ہیں لوگ انہیں جانتے ہیں تو کیا ہم نہیں جانتے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اللہ کے قضا و قدر کو بھی جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے جو اللہ نے میری تقدیر بنائی ہے میں اسے جانتا ہوں اور اسی کے پیچے جا رہا ہوں۔

تیسرا واقعہ وہب بن عبد اللہ البکی کا تھا جو نہیں ہوتا ہے۔ وہب ایک عیسائی، شجاع اور بلند ثابت شخص تھا، اس کا گھر اسی صحرائی میں تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام کا کارروائیاں پہنچا تو اس وقت وہب صحرائی طرف گیا ہوا تھا۔ امام حسینؑ کی برکت سے اس کے نیجے کے نزدیک پانی کا چشمہ لکلا جس کا پانی بہت صاف اور بیٹھا تھا۔

وہب جب صحرائی سے واپس آیا اور اس چشمے کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنی ماں قمر سے پوچھا کہ یہ اس قدر پاک و صاف چشمہ کہاں سے آیا؟ ماں نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک عظیم شخص اس چشمے سے گزرنا، احوال پر سی کی، تمہارا پوچھا تو میں نے تمہارا نام و نسب بتایا۔ انہوں نے فرمایا: جب وہ واپس آئے تو اسے ہمارے پاس بھیجننا۔ اس عظیم شخصیت کے پاس نیزہ تھا۔ اس نیزہ کو زمین پر مارا تو اس جگہ سے پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

وہب کے اندر اس شخصیت کو پانے کا وجہان پیدا ہوا۔ کہا: ماں! یہ خدا کا احسان ہے، ایسے شخص کی غلامی دونوں جہاںوں کی شانی ہے، انہوں ہم اپنے آپؐ کو ان کے پاس حاضر کریں اور ان کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کریں۔ پس انہا خیمہ

اکھار اور سامان سفر باندھ کر چل پڑے تاکہ امام حسینؑ کے کارواں سے ملحق ہو سکیں۔ جب وہب امامؑ کے پاس پہنچا تو حضرتؐ کے پاؤں پر گر پڑا اور صدق غلوص سے مسلمان ہو گیا۔ نیز حضرتؐ کے ہمراپ ہو گیا حتیٰ کہ کربلا پہنچے، اس سر زمین میں جناب قاطمة سلام اللہ علیہا کے عزیزی کی نصرت میں شہادت حاصل کی۔

منزل زبالہ کے واقعات

صاحب ارشاد فرماتے ہیں: جب امامؑ نے منزل شعلیہ سے روائی کا حکم دیا تو جوانوں اور غلاموں سے فرمایا کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ پانی بھرلو۔ تمام کارواں نے اضافی پانی بھر لیا، خود بھی سیر ہو کر پیا۔ ظروف اور ملکوں کو پُر کیا اور روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے منزل زبالہ پر پہنچے، ابھی آرام نہیں کیا تھا کہ عبداللہ بن میظتر کی دردناک شہادت کی اطلاع امامؑ کو یوں دی گئی کہ جب عبداللہ گرفتار ہو گئے تو بڑی ذلت کے ساتھ ابن زیاد کے فوجیوں نے انہیں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس طبعوں نے پہلے حکم دیا کہ اس کا مثلہ کیا جائے پھر گروں کاٹی جائے۔ اس دردناک خبر کا اثر تھا کہ اس منزل پر مجلسِ عزا اور سوگواری کی محفل برپا ہوئی اور جوانوں اور اصحاب نے دل کھول کر اس مظلوم پر گریہ کیا اور اسی منزل پر برداشت صاحب و روضۃ الصفاء وہ کاغذ اور خط عمر بن سعد کی طرف سے امامؑ کو پہنچا (جس میں جناب مسلمؓ نے عمر بن سعد کو وصیت کی تھی) اور اس خط میں حضرت مسلمؓ بن عقیل، حضرت ہاشم بن عروہ اور عبداللہ بن میظترؑ کی شہادتوں کے ہوناک جزئیات بھی لکھی تھیں۔

امام حسینؑ علیہ السلام نے خط پڑھنے کے بعد اصحاب میں یہ خطبہ بیان فرمایا۔ ابی الحسنؑ کا بیان ہے کہ پہلے حموشانے الہی بیان کی پھر رسول اللہؐ کی تعریف کی اور پھر فرمایا:

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ أَنَا جَمِيعُكُمْ عَلَى أَنَّ الْعَرَاقَ لَى وَقَدْ جَاءَنِي بِخَبْرِ قَظِيْعٍ مِنْ أَمْرِ مُسْلِمٍ
بْنِ عَقِيلٍ وَهَانِي بْنِ عُثْرَةٍ وَقَدْ خَذَلَنَا وَشَيَعَنَا

”اے لوگو! میں نے اس خیال سے تمہیں جمع کیا کہ عراق میرا ہے لیکن ابھی حضرات مسلمؓ اور ہاشمؑ کی شہادت کی وحشت ناک اور دردناک خبر آئی ہے، پس ہم اور ہمارے شیعہ کوفہ میں مخزوں (رسوا) ہیں۔“

پھر فرمایا:

مَنْ كَانَ يَصْبِرُ عَلَى حَرَّ الْأَسْنَةِ وَحَلَّ السُّيُوفِ وَالْأَفْلَى نَصْرِفْ فَلَيْسَ مِنْ أَمْرِي شَيْئًا
”پس تم میں سے جو شخص تیر و توار کی حرارت اور تیزی کو برداشت کر سکتا ہے وہ ہمارے ساتھ چلتا

رہے اور جو یہ طاقت نہیں رکھتا جہاں جانا چاہے وہ چلا جائے۔ مجھے سوائے شہادت کے اور کچھ نہ
ملے گا۔“۔

اس تقریر کے بعد وہ لوگ جو دنیاوی مقام اور منصب کے لائق میں حضرتؐ کے ساتھ آ رہے تھے، اپنی آرزوؤں کے پورا ہونے سے مایوس ہو گئے تو لذما جعلوا یتفرّقُونَ یَبِينَا وَتَسْلَالُ فِي الْاوْدِيَةِ، ”کافی لوگ خیموں سے باہر نکلے اور داہمیں باہمیں وادیوں میں متفرق ہو گئے“، باقی صرف خلص لوگ نجگے جن کا ہدف صرف اور صرف واجب الاطاعت امامؐ کی نصرت تھی۔

پس انحصار کے چلنے اور انحصار کے باقی رہ جانے کے بعد جب اصحاب نے امام مظلومؐ کی غربت اور تنہائی دیکھی تو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کا بہانہ ہنا کہ زار و قطار رونے لگے اور اس قدر دل سوزگری کیا کہ ہر دوست و دشمن سن کر رونا رہا۔ پردہ داروں میں اس تدریگری یہ ہوا کہ آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

حضرت امام حسینؑ کا کارروائی قبرین مقاتل پر اور عبید اللہ بن حرجهؑ کی امامؐ سے ملاقات
صاحب روشن الشہداء لکھتے ہیں: حضرت منزل زبالہ سے سفر کر کے قبرین مقاتل پہنچے تو دیکھا کہ پردہ داروں کا خیمه
لگا ہے، اس زمین میں نیزہ گڑا ہوا ہے اور تواریکی ہوئی ہے اور گھوڑا ایک طرف باندھا ہوا ہے۔
امام حسینؑ نے پوچھا: یہ کس کا خیمہ ہے؟

جواب دیا گیا کہ عبید اللہ بن حرجهؑ کے بزرگان اور مشہور زمانہ جنگجو اور زمانے کے شجاع اور قوت و شان و
شوكت میں معروف ہیں، کا خیمہ ہے۔

امام علیہ السلام نے اسی کے قبیلہ کے حاج بن مسرورؑ کو اسے بلاں کے لیے بھیجا۔ حاج نے سلام کے بعد امامؐ کا پیغام
دیا۔

عبداللہ نے کہا: اے حاج! امام حسینؑ مجھے کس لیے بلاتے ہیں؟
اس نے کہا تاکہ ان کے ہمراہ ہو جاؤ اور اگر دشمنوں سے دفاع میں کوشش کرو تو بہت بڑا اثواب ہے اور اگر اس جہاد میں
تجھے شہادت نصیب ہو گئی تو یہ اور انعام الہی ہے۔

عبداللہ نے کہا: میں اہلی کوفہ سے اس نیت سے لکھا ہوں کہ خدا نہ کرے امامؐ اس شہر میں آ جائیں اور قتل ہو جائیں اور
میں ان کے قاتلوں میں شمار ہو جاؤں۔

اے جاج! یہ جان لو کہ اہل کوفہ دنیا کے لائچ میں خاندان نبوت ہی کی محبت سے مخرف ہو گئے ہیں اور ابن زیاد کی بیعت کر چکے ہیں اور فانی چیزوں کو باقی رہنے والی نعمتوں کے برکس چین لیا ہے۔ میں نہ کوئیوں سے لڑنے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ ان کی حمایت کی استطاعت ہے، میں تو خاموش ہوں۔

جاج و اپس امام علیہ السلام کے پاس آئے اور حال بتایا۔ اس وقت امام حسینؑ خود بخش نشیں اٹھے اور عبد اللہ بن حُرَّ کے پاس چلے گئے۔ عبد اللہ نے تعلیم کی، حضرت کو اچھے مقام پر بٹھایا اور خود حضرتؑ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: تیرے شہر کے معروف لوگوں نے مجھے خطوط لکھے، قاصد بھیجے کہ ہم تمام تمہارے مدگار، اعوان اور انصار ہیں، ہماری طرف جلدی آؤ تاکہ تم آپؐ کے قدموں پر جائیں قربان کر دیں۔ اب میں نے سنا ہے کہ انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر مذالت اور گمراہی کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔

آپ جانتے ہیں: اے عبد اللہ بن حُرَّ! جو کچھ اچھا رُوا کرے گا اس کی جزا اور سزا ضرور ملے گی۔ آج میں تجھے اپنی نصرت کے لیے بلاتا ہوں، اگر قبول کرو گے تو قیامت کے دن نانا کے پاس تمہارا شکر یہ ادا کروں گا۔

عبد اللہ نے عرض کیا: میں جانتا ہوں کہ جو شخص بھی آپؐ کی اتباع کرے گا تو آخرت میں کافی عمدہ اور عالی مقام پر فائز ہو گا لیکن چونکہ کوئیوں نے آپؐ سے دشمنی کی مخان لی ہے اور سوائے آپؐ کے چند اصحاب نے کوفہ میں آپ کا ناصر اور مدگار کوئی نہیں۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ ٹکست کھائیں گے کیونکہ یزیدی لشکر بہت زیادہ تعداد میں ہے۔

میں ایک شخص ہوں مجھے ایک کی نصرت سے کیا ہو گا، مجھے معاف کریں میں آپؐ کی مالی نصرت کر سکتا ہوں، وہ قبول کر لیں۔ خدا کی قسم! یہ وہ گھوڑا دے رہا ہوں کہ آج تک جس جانور کے پیچھے پڑا ہے اسے مغلوب کیا ہے اور جو شخص میرے پیچھے بھاگا اس گھوڑے کی تیز رفتاری کی وجہ سے میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ یہ میری تکوار صارم ہے، بہت کم لوگوں کے پاس اسی تکوار ہو گی مجھے امید ہے کہ آپؐ میرے یہ تجھے قبول فرمائے جو محظوظ پر احسان فرمائیں گے۔

امام حسینؑ مایوس ہو کر اٹھے اور فرمایا کہ میں تیرے گھوڑے اور تکوار کی لائچ میں تیرے پاس نہیں آیا بلکہ تجھ سے جانی نصرت اور تعاون کی توقع رکھتا تھا جو تو نے قبول نہیں کی۔ مجھے کسی ایسے شخص کے مال کی ضرورت نہیں جو جان دینے سے درجنگ کرتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جناب عبد اللہ بن حُرَّؑ اپنی تعمیر پر بہت شرمندہ ہوا اور افسوس کیا اور اس دکھ کو کئی شعروں میں بیان کیا جو ابوالموید موفق بن احمد کی تاریخ شیش شکور ہیں۔

مؤلف کی گزارش ہے کہ ارشاد میں شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابا عبد اللہ الحسین مژمل زبالہ سے روانہ ہو کر واڈیٰ

عقبہ پہنچے اور منزلِ زبالہ سے رواگی کے وقت امام نے تمام اصحاب کو تاکید کی کہ جس قدر برتن اور مشکلیں ہیں، پانی سے بھر لو۔ پھر واقف مقدار میں پانی لے کر وادی عقبہ میں پہنچے توہاں قبیلہ بنی عکرہ کا ایک بوڑھا شخص عمرو بن لوزان امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: کوفہ۔

عمرو نے عرض کیا: اے فرزید رسول! آپ کو خدا کی قسم! یہاں سے واپس چلے جائیں اور کوفہ میں نہ جائیں ورنہ نیزے اور تواریں آپ کا استقبال کریں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ضعیف اجوتی بتا رہے ہو اور خبر دے رہے ہو مجھ پر کوئی بات مخفی نہیں لیکن امرِ الٰہ کی اطاعت واجب ہے۔ الٰہی تقدیرات واقع ہونے والی ہیں اور میں جانتا ہوں۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! یہ سفاک اور ستم کا ر جماعت مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ میرے پُرخون دل کو اندر سے کھٹک لیں اور میری شہادت کے بعد حق تعالیٰ ان پر ایسا شخص مسلط کرے گا کہ جب ذیل تین جماعتوں ہوں گے۔

کامل الزیارات میں ابن قولویہؒ کی روایت

صاحب کتاب کامل الزیارات میں ابن عبدربہ کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں:

امام علیہ السلام نے فرمایا:

لَمَّا صَعَدَ الْحُسْنَى عَلَى عَقْبَةِ الْبَطْنِ قَالَ لِاصْحَابِهِ إِنِّي لَا أَمَانِي إِلَّا مَقْتُولًا، قَالُوا
وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَأَوْنَا رَأْيِتُهَا فِي السَّنَامِ قَالُوا وَمَا هُوَ؟ قَالَ رَأْيِتُهُ كَلَابًا
تَنْهَشَنِي أَشْدَدَهَا عَلَى كَلْبِ أَبَقَمْ

”جب امام حسینؑ وادی عقبہ کی بلندی پر پہنچے تو اپنے اصحاب سے فرمایا: میں تو اپنے آپ کو مقتول دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ سے عرض کیا: وہ کیسے؟ فرمایا کہ میں نے خواب میں یہی دیکھا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: خواب کس طرح دیکھا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ کچھ مکھ کاٹ رہے ہیں اور ان سے موذی ترین کتا ابلق اور بروم ہے۔“

اسی روایت کو صاحب مقام ذخار نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں: منزل عقبہ کے بعد منزل شراف کو عبد مناف کے چشم و چراغ امام حسینؑ نے اپنے سعادت مندوتوں سے مشرف فرمایا۔ اور ابن عبدربہ اپنی کتاب ”العقد الفريد“ میں رقمطر از ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع منزل شراف پر آئی تھی۔

امام حسینؑ کی خربن یزید ریاحی سے ملاقات

صاحبِ مشیٰ الامال بیان کرتے ہیں: جب امام حسینؑ وادیٰ عقبہ سے روانہ ہوئے تو پھر منزل شراف پر وارد ہوئے، جب سحری کا وقت ہوا تو حکم فرمایا کہ پانی زیادہ سے زیادہ اٹھا لو۔ منزل شراف کی طرف جا رہے تھے کہ ظہر کے نزدیک حضرتؐ کے ایک صحابی نے اللہ اکبر کا نعروہ بلند کیا۔

حضرتؐ نے بھی عجیب بلند کی اور پوچھا کہ کیا دیکھا ہے؟

صحابی نے عرض کیا: مجھے گھوروں کے درخت نظر آ رہے ہیں۔ کچھ صحابہ نے عرض کیا: خدا کی قسم! اس علاقہ میں گھوروں کے درخت نہیں ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا: غور سے دیکھو کیا دیکھتے ہو؟

صحابہ نے کہا: خدا کی قسم! ہمیں تو گھوروں کی گرد نہیں نظر آ رہی ہیں۔

حضرتؐ نے فرمایا: میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ جب معلوم ہو گیا کہ لشکر آ رہا ہے تو اپنی بائیں طرف واقع ڈوڈھم پہاڑ کی طرف امامؓ نے میلان فرمایا کیونکہ اگر جنگ کرنا پڑی تو ایک طرف پہاڑ کی پناہ ہو گی اور پہاڑ کی طرف پشت کر کے مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ پس پہاڑ کے دامن میں خیمنے لگا دیئے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد خربن ریاحی ایک ہزار کا لشکر لے کر قریب پہنچ گیا۔ اس شدید گرمی میں فرزید رسولؐ نے اس کے لشکر کے سامنے اپنے جوانوں کی قطار کھڑی کروی اور تمام صحابہ تواری کر صاف بستہ ہو گئے لیکن جب منج جودو کرم امام حسینؑ نے لشکر خر کے سپاہیوں کی تھنگی اور پیاس دیکھی تو اپنے تمام جوانوں اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان تمام لشکریوں کو پانی پلا یا جائے، ان کو پانی پلا یا گیا، پھر ان کے گھوروں کو پانی پلا یا گیا۔

جانوروں کی عادت ہے کہ پانی پیتے وقت تین چار مرتبہ سر کو اٹھاتے ہیں اور سر پیچ کر کے پانی پیتے ہیں، اس عادت کو سامنے رکھتے ہوئے جانوروں کو پانی سیر ہو کر پلا یا گیا۔

خر کے لشکر کا ایک شخص علی بن طعان حاربی کہتا ہے: میں خر کے لشکر کا آخری سپاہی تھا جو سب سے آخر میں اس مقام پر پہنچا۔ پیاس کا اس قدر غالب تھا کہ جب امام حسینؑ نے میری اور میرے گھوڑے کی پیاس کی وجہ سے زبوں حالت دیکھی تو فرمایا: آیخ الراویہ، میں امامؓ کے مطلب کونہ سمجھ سکا، اس لیے پھر فرمایا: یا بن الاخ آنَّهُ الْجَبِيلُ "اے میرے عزیز! اونٹ کو بھا دوتا کہ پانی پلا یا جائے" اور مجھے فرمایا کہ تم بھی پانی کو چاہو۔ جب میں نے پانی پینا چاہا تو پانی مشک کے منہ سے زمین پر گرنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا: مشک کا منہ اپنے منہ میں رکھو (پیاس کا اس قدر غالب تھا کہ مشک سے پانی پینا بھی مشکل ہو گیا تھا) میں

پیاس کی شدت کی وجہ سے کچھ بھی نہ سمجھا تو خود امامؑ نفس نفیس اٹھے اور مشکل کامنہ میرے منہ میں ڈال کر مجھے سیراب کیا۔ اسی دوران میں خراام حسینؑ سے فنا کرات کرتا رہا۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو امامؑ نے حاجج بن سروق سے فرمایا کہ اذا ان کہو۔ امامؑ کمر بند، نعلین اور عبا اوڑھے دونوں لشکروں کے درمیانی کھڑے ہو گئے اور ایک خطبہ بیان کیا، جس میں پہلے باری تعالیٰ کی حمد و شکری۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں خود خود تمہاری طرف نہیں آیا بلکہ تمہارے پے درپے خطوط اور وودو کی دعوت پر آیا ہوں۔ تم نے خطوط میں لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، آئیں ہماری امامت کرائیں شاید کہ خدا ہمیں آپؑ کے صدقے حق اور ہدایت پر جمع کر دے۔ پس میں سامان سفر باندھ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر تم اپنے وعدے پر قائم رہو تو اپنے عہد کو پورا کرو اور مجھے مطمین کرو۔ اور اگر تم وعدوں سے مخفف ہو گئے ہو اور میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ لشکرِ خر کے بے وفا کوئیوں نے خاموشی اختیار کی اور جواب نہ دیا۔ پس حضرتؐ نے مؤذن سے فرمایا کہ اقامت نماز کہہ، اور خر سے کہا کہ تم بھی اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھ لو۔ خر نے کہا کہ میں بھی آپؑ کی اقتداء میں نماز پڑھوں گا۔ جسی حضرتؐ نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد لشکر والا اپنے لشکر میں چلا گیا۔

ہوا میں گرفتاری، لشکر والے سپاہیوں نے اپنے اپنے گھوڑوں کی لگائیں کپڑیں اور ان کے سامنے میں بیٹھے رہے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو حضرتؐ نے حکم دیا کہ روائی کے لیے تیاری کریں اور منادی نے نمازِ عصر کی نماز کی۔ نماز ظہر کی طرح عصر بھی امام حسینؑ کی اقتداء میں دونوں لشکروں نے پڑھی۔ نماز کے بعد سلام کے بعد امامؑ نے لشکرِ خر کو یوں خطبہ دیا:

اے لوگو! تمہارے اندر خوف خدا ہے اور اہل حق کے حق کو پہچانتے ہو تو خدا تم سے زیادہ راضی اور خشنود ہو گا۔ اور ہم پیغمبرؐ کے اہل بیتؐ ہیں اور ہم اس ناقص گروہ (بنی امیہ) سے زیادہ حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ یہ لوگ تمہارے درمیان ظلم و جور سے برداشت کرتے ہیں۔ اگر گراہی اور جہالت تمہارے اندر راست ہو چکی ہے اور تمہارا انظر یہ جو خطوط میں لکھا تھا تبدیل ہو چکا ہے تو کوئی حرج نہیں، میں واپس چلا جاتا ہوں۔

خر نے جواب اعرض کیا: خدا کی قسم! مجھے ان خطوط اور وود جنہوں نے آپؑ کو دعوت دی، کی کوئی خبر نہیں ہے۔

حضرتؐ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ تھیلایا خور جنہیں لاو جس میں خطوط ہیں۔ وہ تھیلایا اور خطوط کو زمین پر

ڈال دیا۔

خر نے کہا: میں ان میں سے نہیں ہوں، جنہوں نے آپؑ کو خط لکھے اور اب تو مجھے یا مور کیا گیا ہے کہ آپؑ سے جدا نہ ہوں تاکہ آپؑ کو فہمیں این زیاد کے پاس لے جاؤ۔

حضرتؐ کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری موت تمہاری اس لشکر سے زیادہ نزدیک ہے۔ پھر

اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں اور سامان سفر باندھ کر چلیں۔ پس عورتوں کو سوار کیا گیا اور سامان سفر باندھ کروانہ ہونے لگے تو امام نے فرمایا: ہم والپس جاتے ہیں۔ جب امام کا لشکر والپس جانے لگا تو خواہ اس کے لشکرنے والپسی کا راستہ روک لیا اور والپسی کے راستے کو بند کر دیا۔

حضرت نے خر سے فرمایا: شکلنتکَ اُمُّکَ مَا تُرِيدُ "تیری ماں تیرے غم میں روئے توبہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟" خر نے کہا: اگر آپ کے علاوہ کوئی شخص میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی اس کی ماں کا ضرور تذکرہ کرتا، لیکن آپ کی ماں کے بارے سوائے تعظیم و تکریم کے کوئی لفظ زبان پر نہیں لاسکتا۔

حضرت نے فرمایا: اب تم چاہتے کیا ہو ہم تو والپس جاتے ہیں؟

خر نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ آپ کو عبد اللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

حضرت نے فرمایا: میں تیری موافقت نہیں کرتا۔

خر نے کہا: میں بھی آپ کو کسی صورت چھوڑنے کو تیار نہیں۔

اس موضوع پر کافی گفتگو ہوتی رہی، بالآخر خر نے کہا کہ میں آپ سے جنگ کرنے پر مأمور نہیں ہوں بلکہ مامور ہوں کہ آپ کو اکیلانہ چھوڑوں اور آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کو کوفہ لے جاؤ۔ اب آپ کوفہ جانے سے اکار کرتے ہیں تو پھر ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ کو جائے اور نہ ہی مدینہ کو والپس جائے تاکہ میں این زیاد کو خط لکھ کر صورتی حال سے آگاہ کر سکوں۔ ممکن ہے کہ کوئی اچھی صورت تکلیف آئے تاکہ میں آپ جیسی بزرگوارستی سے جنگ کرنے سے فجوجاں۔

امام حسین قادریہ اور عذیب کے راستے سے مژکر ذرا باتیں طرف میلان کر کے روانہ ہو گئے اور خر بھی لشکر سمیت آپ کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ راستے میں کوفہ سے آئے والے چار شخص آئے جو امام کے لشکر میں شامل ہو گئے؟ یہ لوگ نافع بن حلال، طراح بن عدری اور مجیع بن عبد اللہ تھے اور ایک مزید شخص تھا۔

خر نے کہا کہ یہ اہلی کوفہ ہیں ان کو میں اپنی قید میں لاتا ہوں یا کوفہ بھیج دیتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: یہ میرے انصار ہیں، یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو مذید سے میرے ساتھ آ رہے ہیں۔ میں ان کی اسی طرح حمایت کروں گا جس طرح اپنی جان کی حفاظت کروں گا۔ پس اگر منزل شراف والی قرارداد پر قائم ہو تو نحیک ہے ورشہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ پس خران چار شخصوں کے مترضی ہونے سے باز آ گیا۔

حضرت امام حسین نے ان تازہ آنے والے جوانوں سے کوفہ کے حالات پوچھے تو مجیع میں عبد اللہ نے عرض کیا: کوفہ کے اشراف کو بہت بڑی بڑی رشوئیں دی گئی ہیں اور وہ انھوں نے خوش ہو کر لی ہیں اور اپنی جھوڑیاں بھر لی ہیں، پس یہ سب

آپ پر ظلم کرنے پر متفق ہو گئے ہیں لیکن باقی عام لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت تو ہے لیکن تواریخ بنی امیہ کی حادی ہیں۔

حضرت امام نے پوچھا کہ میرے قاصد قیس بن مهر کے بارے کوئی خبر معلوم ہے؟

انہوں نے کہا کہ حسین بن نمیر نے انہیں گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ مجمع عام میں منبر پر آپ کے باب پر تبرا کریں اور بنی امیہ پر درود و سلام بھیجیں لیکن جب وہ منبر پر گئے تو آپ اور آپ کے خاندان پر درود و سلام پڑھا اور بنی امیہ پر لعنت کی اور تبرا بھیجا۔ پھر لوگوں کو آپ کی نصرت کی طرف بلایا اور لوگوں کو آپ کے کوفہ آنے کی خوبخبری دی۔ اسی وجہ سے ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے دارالامارہ کی چھت سے گرایا جائے تاکہ ختم ہو جائے۔ امام یہ حال سن کر بہت روئے اور آپ کے بے اختیار آنسو بہرہ رہے تھے۔ پھر بتہے آنسوؤں سے امام نے یہ آیت

قرآنی پڑھی:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَيُنَهَا مَنْ قَضَى نَحْبَةً وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَ عَمَّا يَنْكُلُونَ تَبَدِيلٌ

”دو میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ نبھا دیا اور کچھ انتظار میں ہیں لیکن تبدیل نہیں ہو سکتے۔“

اللَّهُمَّ اجْعِلْ لَنَا وَلِهْمَ الْجَنَّةَ ثُرُلًا وَاجْعِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي مُسْتَقْرِرٍ مَاحِكْتَ وَغَالِبٌ مُذْخُورٌ ثُوابُكَ

خر اور امام حسینؑ کی ملاقات کے بارے میں مختلف نظریات

امام حسینؑ اور خر کی ملاقات کے بارے مختلف آراء ہیں۔ اہل تاریخ نے گوناگوں اقوال نقش کیے ہیں لیکن اہل فن کے درمیان مشہور بھی ہے جو اہل منبر حضرات خر کے رویے کو نقش کرتے ہیں، البتہ دیگر نظریات بھی ہیں جن کو اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے، چنان ایک نظریات ملاحظہ ہوں:

بعض نے کہا ہے کہ جب امام حسینؑ نے منزلِ رحیمیہ پر نزولِ اجلال کیا اور خیمه لگایا تو ابن زیاد کے مخفی گما شتوں نے اسے اطلاع دی کہ اس وقت امام حسینؑ کوفہ کے نزدیک منزلِ رحیمیہ میں خیمه زن ہیں۔ ابن زیاد مکہ سے کوفہ کی طرف امامؑ کی آمد سے آگاہ تھا لیکن رحیمیہ میں پہنچ جانے کو نہ جانتا تھا اس لیے تو اس نے پہلے حسین بن نمیر کو ایک لشکر دے کر مدد نہیں سے آنے والے راستوں پر حفاظت کے لیے پہنچ دیا تاکہ اس سارے راستے کی حفاظت ہو۔ قادریہ سے خان مکت اور قلعہ قطاطا نیہ

سے قادریہ تک لشکر کو پھیلا دیا تھا اور یہ گماشتے اس قدر رخت حفاظت کرتے رہے کہ کسی شخص کی کوفہ میں داخل ہونے کی مجال نہ تھی۔ بہر حال جب ابن زیاد کو امام حسینؑ کے منزل رہمیہ پر پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو وہ بہت غضب تاک ہوا اور جرجن بن یزید کی کمان میں ایک ہزار کا جرار لشکر دے کر امامؑ کے راستے پر بھیجا اور اس کوتا کید کی کہ حضرتؐ سے جدانہ ہونا اور ان کو کوفہ لے آنا ہے اور ان کو کسی اور طرف نہ جانے دینا۔

خریہ لشکر لے کر حضرت امام حسینؑ کی تلاش میں صحرائیں لکلا۔ اور امامؑ نے کوفہ کی طرف سفر شروع کیا ہوا تھا۔ راستے میں عکرمه کے شخص سے امامؑ نے کوفہ کے حالات پوچھئے تو اس نے بتایا کہ ابن زیاد نے آپؑ کی تلاش میں کمی لشکر صحرائیں میں پھیلا دیے ہیں اور آپؑ خود تیر و شمشیر کی طرف چارہ ہے ہیں۔ اپنی جان اور ان خوبصورت نوجوانوں کے حال پر رحم کرو۔ بہتر یہ ہے کہ حرم خدا اور حرم رسولؐ کو لے کر لوٹ جائیں کیونکہ آپؑ قطبی طور پر جان لیں کہ کوئیوں کے اقوال قابل اعتماد نہیں۔ ان لوگوں نے پہلے آپؑ کے چڑازد مسلمؑ کی بیت کی، پھر انہیں شہید کر دیا اور اب لشکر شام آپؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لکلا ہوا ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا: خدا آپؑ کو جرائے خیر دئے، تم نے نصیحت کر دی۔ اس نے پھر بھی واپس لوٹ جانے پر اصرار کیا۔ تب امامؑ نے فرمایا: اے شیخ! میرے دھوکوں کو نہ چھیڑ، میں جہاں بھی جاؤں تیر و شمشیر استقبال کریں گے تو ظاہر کو دیکھ رہا ہے اور میں باطن کی خبر رکھتا ہوں۔ پس تو اس قدر جان لے کر یہ قوم اس وقت تک مجھے نہیں چھوڑے گی جب تک کہ میرا پر خون دل میرے پہلو کو چیر کر نہ کمال لیں۔

شیخ صدقہ لکھتے ہیں: خدا کہتا ہے کہ جب میں قصردار الامارہ سے باہر لکلا تو مجھے پیچھے سے آوازِ شانی دیتی تھی: یا اخیر ایشرا بالخیر، اے خدا تجھے بشارت ہو، نیکی اور اچھائی کی۔ یہ آوازِ تین مرتبہ آئی: دا میں باکیں دیکھا کسی کوفہ دیکھا تو اپنے آپ سے کہا: میں فرزندِ رسولؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں اور بہشت کی بشارت یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے کہ خدا بن یزید ریاحی کو عبد اللہ ابن زیاد نے امامؑ کے راستے پر بھیجا تھا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ جب امام حسینؑ کا کارواں قادریہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا کہ عمر بن سعد ملعونؐ نے خدا بن یزید ریاحی کو جو مشہور شجاع تھا اور باطنًا شیعہ علی و محبت خاندان اہل بیت تھا لیکن اپنی اس محبت کو ختمی رکھتا تھا۔ امام حسینؑ کے راستے پر بھیجا تھا لشکر کا ضروری سامان حاصل کر کے قادریہ سے حرکت کی اور امامؑ کی طرف روانہ ہوا۔ جب امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کوفہ جا رہا ہوں۔

خُر نے عرض کیا: اے رسولُ خدا کی آنکھوں کی بھٹک! بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ آپ یہاں ہی سے واپس چلے جائیں جہاں سے آئے ہیں کیونکہ عمر بن سعد ابن زیاد کی طرف سے چار ہزار سوار کا لشکر آ رہا ہے جو آپؐ کو گرفتار کر لے گا اور جو انجامِ مسلم بن عقیل کا ہوا ہے وہی آپؐ کا ہو گا۔

حضرتؐ نے فرمایا: میری اس قدر جمعیت اور سامان کے ساتھ کس طرح واپس پہنچا جاسکتا ہے۔

خُر نے عرض کیا: قربان جاؤں یہاں ایک درمیانی راستہ جس قدر کوفہ کے قریب آگئے ہیں، مصلحت یہی ہے اُسی مسافت کے برابر اس درمیانی راستے سے واپس جائیں ورنہ میں ماموروں کو آپؐ کو گرفتار کروں اور عمر بن سعد کے حوالے کروں اور وہ آپؐ کو ابن زیاد کے حوالے کر دے۔ (میرے ہاتھیوں کا اندھا ہو جاؤں) میں قربان جاؤں آپؐ سفر کریں ورنہ کوئی لشکر آپؐ کو آ لے گا اور حالات بہت خراب ہو جائیں گے۔

حضرتؐ نے قبول کیا کہ راستوں سے ہٹ کر بیانوں میں سفر کرتا ہوں اور امامؐ نے اپنے کاروان کو صحرائیں بڑے راہ سفر پر گاہزن کر دیا۔

طبری امامی نے اپنی کتاب میں یہ تحریر کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ سے جدا ہو گیا اور اپنی دیگر مصروفیات میں مکن ہو گیا۔

۲ تیر انظر یہ وہ ہے جو بعض لوگوں نے سید مرتضیؑ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرمایا کہ خرزیاہی نے ابن زیاد کے تابع ہو کر شمعیہ ہدایت کے راستے کو روکا اور وہ مامور تھا کہ حضرتؐ کو نہ مدینہ واپس جانے دے اور نہ کوفہ آنے دے اور اگر امام حسینؑ نے ضرور کوفہ میں آنا ہو تو یزیدؑ کی بیعت کر کے داخل ہو سکتے ہیں۔

امامؑ نے جب دیکھا کہ مدینہ واپس لوٹنا ممکن نہیں اور کوفہ میں یہ جانے نہیں دیتے تو مجروراً شام کی راہ لی تاکہ یزیدؑ کے پاس جائیں کیونکہ امامؑ جانتے تھے کہ یزیدؑ، شفاقت اور دعوائے حکومت کے باوجود مجھ پر ابن زیاد سے زیادہ مہربان ہو گا، اور اپنی نظر سے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ شام کی راہ میں جاتے ہوئے عمر بن سعد ملعون سے ملاقات ہو گئی اور اس نے امامؑ پر سختی کی اور وہاں تک پہنچا جو جگہ آج تاریخ میں (کربلا) نہ کور ہے۔

صاحب کتاب بذریعہ کی رائے یہ ہے کہ ان تینوں آرا کا کوئی قابل اعتماد درک نہیں اور دیگر شواہد سے بھی مناسب نہیں لکھتے، ہم نے یہ نظریہ صرف معلومات کے لیے نقل کیے ہیں۔ ہم ان کی تصدیق نہیں کرتے۔ (نظریہ و صحیح ہے جو مشہور اور متبادل ہے۔ مترجم)

منزل قطقطانیہ پر پہنچ کر امام کا صحابہ سے بیعت اٹھالینا

روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام منزل قطقطانیہ سے کوچ کر کے جب منزل قطقطانیہ پر پہنچ تو اپنے اصحاب سے فرمایا: میں نے تم سے بیعت کا فладہ اٹھالیا ہے، تم جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ کیونکہ کوئیوں نے ہم سے بے وقاری کی ہے اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا ہے، پس میں راضی ہوں، جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔

کچھ لوگ جو وفا کی راہ میں ثابت قدم نہ تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا اور امام علیہ السلام اپنے بیٹوں، بھائیوں، قربی رشتہ داروں اور چند مغلص ساتھیوں کے ساتھ باقی رہ گئے۔

امام علیہ السلام نے پھر فرمایا: اے میرے مغلص ساتھیوں! میں تمہارے لیے کوئی مجبوری نہیں ہوں، تمہیں بھی اجازت ہے جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ اب موقع ہے کہ جہاں جانا چاہو جاسکتے ہو ورنہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ چھوڑ کر جانے کی محال نہ ہوگی۔

جب ان لوگوں نے یہ جملے سے تو ان حق کے وفاداروں، اہل بیتؑ کے خدمت گزاروں نے اپنی خلوص اور وفا کی زبانوں کو حرکت دے کر عرض کیا: ہماری ایک جان نہیں ہزار جانیں بھی ہوں تو آپؑ کے قدموں کی خاک پر قربان ہو جائیں۔ آج جو شخص آپؑ کو چھوڑ کر جائے گا کل روز قیامت خدا اور رسولؐ کو کیا جواب دے گا؟ اور آپؑ کے پاس کیسے آئے گا؟ اے فرزید رسولؐ! ہم کس کے اعتماد پر آپؑ کی ولایت کا دامن چھوڑیں اور آپؑ کی خدمت اور ملوکت میں جو بھی کی باشناہی ہے، وہ اور کہاں سے ملے گی بلکہ ہم تو اس ملک کے باشندے ہیں جس کے سلطان آپؑ ہیں اور ہماری جانیں آپؑ کی ہیں ہماری نہیں۔

اے فرزید رسولؐ! ہم نے حقیقتاً آپؑ کو پہچان لیا ہے اور ہر میدان خلوص میں آپؑ کی حمایت کا علم لہرا کیں گے کیونکہ حق شناسی آپؑ کی انتباہ میں پہنچا ہے۔ ہم نے بے وقاری اور وعدہ مغلنی کی عادت کو (جو کسی آئین مروت میں جائز نہیں) اپنے آپ سے دور بھاگا دیا ہے۔ اگر آپؑ ہمیں چھوڑ دیں، اور ہماری ملازمت کوٹکڑا دیں تو بھی، ہم آپؑ سے جدا نہ ہوں گے۔ اگر آپؑ دروازے سے ذور کر دیں گے تو ہم دیوار سے آجائیں گے۔ آپؑ کا وجود حق تعالیٰ کی نعمت عظیمی ہے، جب اللہ نے یہ نعمت دی ہے تو نعمتِ الہی کی شکرگزاری بھی ہے کہ جب تک زندہ ہیں، اس نعمتِ الہی کو اپنے ہاتھوں سے جانے نہ دیں اور اپنے سر ارادت اور عقیدت میں جھکائے رکھیں۔

مغلص صحابہ ان محلات سے امام حسین علیہ السلام کو اپنی وفا کا لیقین دلا رہے تھے اور زار و قادر زوبھی رہے تھے اور امام کے چہرے سے آنسو موسلا دھار بارش کی طرح بہرہ رہے تھے۔

خُر کی بختی اور کاروانِ حسینؑ کا تعاقب

تاریخ اعظم کوئی کے ترجیحے میں بیان ہے کہ جب خُر کے لشکر سے امام حسینؑ کی ملاقات ہوئی تو امامؑ نے خُر سے پوچھا کہ ہماری مدد و نصرت کے لیے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے آئے ہو؟

خُر نے کہا کہ مجھے عبید اللہ ان زیادتے آپؑ سے جنگ کرنے کے لیے بھجا ہے۔

حضرتؐ نے جب جنگ کا سنا تو بے ساختہ کہا: لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضرتؐ نے حاجج بن مسودؑ سے اذان کا فرمایا، اذان ہوئی اور امام حسینؑ نے خُر سے فرمایا

کہ تم اپنے اصحاب کو نماز پڑھاؤ اور میں اپنے اصحاب کو یا تم بھی میری اقتداء میں نماز پڑھو گے؟

خُر نے کہا: ہم آپؑ ہی کی اقتداء کریں گے۔

حجاجؑ نے اقامت کی اور امام حسینؑ نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اٹھے اور تکوار کو

زمین پر پک کر اسے نکلیے بنا کر اور ایک خطبہ دیا۔ پہلے ہم خدا اور تحریف مصطفیؑ کی، پھر فرمایا:

”اے لوگو! میں تم سے معدود راست کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا ہوں اور میں اس شہر کی طرف آیا ہوں تو اس لیے کہ تمہارے خطوط آئے تھے جن میں استدعا تھی کہ آپؑ جلدی آئیں اور ہمیں ہدایت کریں اور میرے پاس کوفہ کے معروف لوگ فلاں فلاں وفوڈ کی صورت میں آتے ہے اور یہی کہتے تھے کہ ہمارا امام نہیں، جلدی کوفہ آئیں۔ جب آپؑ آئیں گے تو خدا ہماری پریشانیاں ختم کر دے گا۔ اگر تم اسی قول اور وصیت پر قائم ہو تو میں اس پر آیا ہوں۔ اگر تم اعتماد دلاو تو میں تمہارے شہر میں آتا ہوں اور اگر اپنے قول اور عہد سے مخالف ہو گئے ہو اور آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں کوفہ نہیں آتا اور واپس مکہ چلا جاتا ہوں۔“

کوفیوں کی اکثریت نے سرپیچے کر لیے اور خاموش ہو گئے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

خُر نے کہا: مجھے خیبر میں لے جاؤ، خیبر میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ امام حسینؑ سامنے کھڑے تھے۔ دوسرے لوگ بھی کھڑے تھے۔ ہر شخص نے گھوڑے کی رکام پکڑی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں ایک شخص کوفہ سے عبید اللہ ان زیاد کا خط خُر کے نام لایا جس کا مضمون یہ تھا:

جب میرا یہ خط پڑھ لے تو حسینؑ این علیؑ اور ان کے اصحاب کی یہی خلافت کرنا کہ ان سے دُور نہ ہونا اور انہیں میرے پاس لے آنا ہے۔ خط کے قاصد کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا اور جب تک تم میرے فرمان پر عمل نہ کرو گے وہ تم سے جدا نہیں ہو گا۔

جب یہ خط خر کو ملا تو اپنے اصحاب کو بلا یا کہ یہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا خط آیا ہے جس میں مجھے لکھا ہے کہ حسین بن علی کو گرفتار کر کے میرے پاس لاو۔ میں نے اسی معاملہ میں بہت سوچا ہے اور اس نتیجہ پر بہنچا ہوں کہ میں کوئی اُنمی بات یا کام نہیں کرتا جس سے حسین ناراض ہو جائیں۔ میں اس مسئلہ میں پریشان ہوں۔

خر کے اصحاب میں سے ایک شخص ابوالشعما نے عبید اللہ بن زیاد کے قاصد سے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے کیا کام لائے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں نے تو اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اس کی بیعت کی وفا کی ہے اور اپنے امیر کا خط خر کے نام لایا ہوں۔

ابوالشعما نے کہا: خدا کی قسم! اگر تو نے اس امام (عبداللہ بن زیاد) کی اطاعت کی ہے تو خدا کی نافرمانی کی ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے اور اپنی دنیا و آخرت میں فساد بھر دیا ہے اور دوزخ کی آگ اپنے اُپر ڈال لی ہے۔ تیرے اس امام کی حیثیت اللہ نے قرآن میں یہ بیان کی ہے:

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَذْهَبُونَ إِلَيَّ الظَّالِمِينَ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنْصَرُونَ ۝ (سورہ تہصیل، آیہ ۳۲)

”وہ بھی امام ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“

ان کی یہ باتیں جاری تھیں کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ امام نے اپنے لشکر کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر کھڑے ہو گئے اور حمد و شناکے بعد لوگوں سے فرمایا: اے لوگوا ہم تمہارے شیخبر محمد رسول اللہ کی اہل بیت ہیں۔ یہ گروہ (عنی اُمیہ) جو تمہارے شہر میں امارت اور ولایت کر رہا ہے ہم اس سے کتنی درجہ بہتر ہیں۔

اگر تمہارے اندر خوف خدا ہواز ہمارے حق کو پہچانو تو خدام تم سے راضی ہو گا اور اگر ہمارے کوفہ میں آنے کو ناپسند کرتے ہو (یعنی خطوط اور وفود کے ذریعے آنے کا وعدہ سے وفا نہیں کرتے) تو کوئی حرج نہیں تھیں میں اور کوئی تکلیف نہیں دیتا صرف اتنا کہا اور واضح کہہ دو تو میں ابھی واپس مکہ چلا جاتا ہوں۔

خر آگے آیا اور کہا: آپ نے دو مرتبہ خطوط اور وفود کا ذکر زبان مبارک سے کیا ہے تو عرض یہ ہے کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں کہ کس قوم نے خطوط لکھے اور کس قبیلہ کے وفد آتے رہے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلام عقبہ بن مسعودان سے فرمایا کہ وہ خطوط کا تھیلا الاؤ۔ وہ خطوط کا بھرا تھیلا لایا اور زمین پر پلت دیا۔ لشکر خر کے معروف لوگ آئے، خطوط کے عنوان دیکھے اور خر نے بھی دیکھے، اس کے بعد خرنے کہا: ہم اس قوم سے نہیں ہیں جنہوں نے خط لکھے ہیں اور عبید اللہ بن زیاد نے ہمیں سمجھا ہے کہ ہم آپ کو اس کے سامنے پیش کریں۔

امام حسینؑ مسکرانے اور فرمایا کہ تمہیں ابھی تک مطلب ہی سمجھنیں آیا اور پھر فرمایا کہ اپنا کارواں تیار کرو ہم چلتے ہیں یہ کون ہیں ہمارا راستہ روکنے والے۔

جب عورتوں اور بچوں کو پالانوں میں بٹھا دیا گیا اور باقی گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے لگے تو خر کے لشکر نے امام حسینؑ کا راستہ روکا۔ امام حسینؑ نے تکوار ہراتے ہوئے فرمایا: اے خداوند! اس کارواں کو کیوں روکا ہے، جانے کیوں نہیں دیتا، تیری ماں تیرے غم میں روتی رہے۔

خر نے کہا: اے فرزند رسول! اگر کسی اور نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو اسے تکوار سے جواب دیتا لیکن آپؐ کی ماں اور آپؐ کے باپ کی عظمت کے سامنے میں سمجھنیں کہہ سکتا۔ البتہ اب میں آپؐ کو ضرور این زیاد کے پاس لے کر جاؤں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہاری بات کو نہ سوچتا ہوں اور نہ تمہارے ساتھ آتا ہوں پھر تم کیا کرو گے؟

خر نے کہا: اگر اس کام میں میری اور میرے اصحاب کی جان جاتی ہے تو آسان ہے لیکن آپؐ کو این زیاد کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے خر! اپنے لشکر سے اکیلا باہر آ جا اور میں بھی اپنے لشکر سے باہر آتا ہوں اور ایک دوسرے سے جنگ کرتے ہیں۔ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر میں نے تمہیں قتل کر دیا تو لوگوں کو تمہاری سرداری سے رہائی حاصل ہو جائے گی۔

خر نے کہا کہ عبد اللہ بن زیاد نے مجھے آپؐ کے ساتھ جنگ کرنے نہیں بھیجا بلکہ کہا ہے کہ آپؐ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپؐ کو عبد اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کروں۔ خدا کی قسم امیں یہ پسند نہیں کرتا کہ ایسی سخت بات کہوں یا ایسا کام کروں جس سے آپؐ ناراض ہو جائیں، لیکن کیا کروں ماہور ہوں اور مامور مغضور ہو تاہے۔

کیا کروں اس جماعت (بنی اسریہ) کی بیعت کر چکا ہوں اور ان کے حکم سے آپؐ کے سامنے آگیا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ بروز مشرق تمام انسانوں اور جنوں کو آپؐ کے جدا ہجہ کی شفاعت کی احتیاج ہو گی۔ اگر نعوذ بالله اسی حرکت کروں جو آپؐ کے رنجیدہ ہونے کا باعث بنے تو دنیا اور آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گا۔ اگر آپؐ کو عبد اللہ کے پاس لے جاؤں تو پھر کبھی کوئی میں شر ہوں گا۔ دنیا و سیعی ہے کسی اور مقام پر سکونت اختیار کرلوں گا اور یہ اس سے بہتر ہے کہ بروز قیامت آپؐ کے جدا ہجہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں۔

آپؐ معروف راستے کے علاوہ کسی غیر معروف راستے سے صحراؤں میں سفر جاری رکھیں۔ میں ابن زیاد کو لکھوں گا کہ حسینؑ کسی اور راستے سے چلے گئے ہیں میری ان سے ملاقات نہیں ہو گئی تاکہ مجھے آپؐ کے جدا ہجہ کی شفاعت کی امید باقی

رہے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنے اوپر حرم کریں اور کوفہ نہ جائیں۔ امام حسین نے فرمایا: اے خواہ! کیا تم جانتے ہو کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اس لیے بار بار کوفہ جانے سے روکتا ہے؟ خواہ نے کہا: ہاں، اے فرزید رسول! اس میں کوئی شک نہیں اور اس میں بھی ذرا بھر شہنشہ نہیں کہ مکہ جانے میں آپ کے لیے سعادت ہو گی۔

امام حسین نے اپنے کارروائی سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس معروف شاہراہ (جو کوفہ کو جاتی ہے) کے علاوہ کوئی راستہ جانتا ہو؟

طرماح بن عدی نے کہا: اے فرزید رسول! میں دوسرا راستہ جانتا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم آگے آگے چلے اور ہماری رہبری کروتا کہ ہم تمہارے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں۔

طرماح آگے آگے روانہ ہوا، امام حسین اور اہل بیت و اصحاب اس کے پیچھے چلتے رہے۔ دوسرے دن طرماح نے کارروائی کو منزل عذیب پر پہنچا دیا۔ وہاں کارروائی نے پڑا اور ڈالا تو اچانک دیکھا کہ خراپنے لگکر کے ساتھ اس منزل پر آن پہنچا ہے۔

امام حسین نے پوچھا کہ ہمارے پیچھے آنے کا کیا سبب ہے؟ خواہ نے عرض کیا: کل جوں ہی اُس مقام سے آپ چلے تو عبید اللہ کا خط آگیا جس میں اس نے مجھے پر زدی اور کمزوری کے طعنے دیے اور سر زنش کی کہ امام حسین کو کیوں چھوڑ دیا ہے اور ان کو میرے پاس کیوں نہیں لاایا۔ اس وقت امام حسین نے فرمایا: اب چھوڑ دہیں نہیں جاتے ہیں۔

خواہ نے کہا: میں نہیں جانے دوں گا، اب میرے سر سے پانی نکل گیا ہے۔ یہ عبید اللہ ابن زیاد کا جاسوس میرے ساتھ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ خراپ کے ساتھ رہنا تاکہ جو کچھ میں (خر) کہوں یا کروں تو ہر روز کی خبر ابن زیاد کو دیتا رہے۔ اصحاب حسین سے ڈھیر بن قینی بھلی نے کہا: اے فرزید رسول! اس قوم سے بات نہ کریں، ان سے جنگ کرتے ہیں کیوں کہ ہمارے لیے ان لوگوں سے جنگ کرنا آسان ہے جب تک دوسرا لگکر نہیں آتا۔

امام حسین نے فرمایا: اے ڈھیر! آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن میں جنگ کی ابتداء نہیں کروں گا اگر یہ جنگ کریں تو پھر دفاع میں ہم بھی لڑیں گے۔ اس وقت مصلحت بھی ہے کہ کربلا جائیں کیونکہ فرات وہاں سے قریب ہے بلکہ کربلا سے نہ فرات متصل ہے۔ اگر انہوں نے ہم سے جنگ کی تو ہم ضرور جنگ کریں گے اور خدا سے مدد اور فضالت طلب کریں گے۔ اس کے بعد امام

حسینؑ کے آنسو جاری ہو گئے اور آپؐ اسی مقام پر بیٹھ گئے۔

امام حسینؑ نے کاغذ اور قلم لیا اور اشرافؒ کوفہ کی ایک جماعت کو جن سے امامؑ کو زدتی اور اتباع کی توقع تھی، اس

مضمون کا خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ! حَسِينُ بْنُ عَلَىٰ بْنُ ابِي طَالِبٍ : ابِي سَلِيمٰنَ بْنَ حُسْنٰ وَ مَسِيْبَ بْنَ نَجْبَهٰ رَفَاعَهُمْ بْنُ شَدَادٍ وَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَالِّ

وَ مُونِيْنٍ ، اما بعده اتم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو شخص ظالم حکمران دیکھے جو حلال خدا کو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو اور خدا سے کیے ہوئے وعدے کو توڑنے والا ہو۔ سمعت پیغمبرؐ کے خلاف ہوں اور لوگوں پر ظلم کرتا ہو، گناہوں کی ترویج کرتا ہو، پھر بھی وہ اس حاکم کے کردار اور گفتار کو اچھا سمجھے اور اس کے کردار پر اعتراض نہ کرے تو وہ شخص اس کا مستحق ہے کہ جہنم کی آگ میں جلے۔ اور تم جانتے ہو اس گروہ نے ہمارے حق کو غصب کیا ہوا ہے اور یہ لوگ مقصراں میں اور ایلس کے ناتالیع ہیں۔

حدود خدا کو معطل کر رکھا ہے، حلال کو حرام سمجھا اور حرام کو حلال سمجھا ہے۔ میں اپنے جد امجد رسول اللہؐ کی جائشی کا دوسروں سے زیادہ حقدار اور اہل ہوں۔ جو آپؐ نے خطوط لکھے، وفاد بھیجے، بیفام بھیجے وہ تمام بھول گئے ہو۔ اگر اپنے قول کو وفا نہیں کرتے اور عہد توڑ دیا ہے جو تم سے بعید نہیں ہے کیوں کہ میرے بیان، بھائی اور پیچازاد مسلم میں سے یہی کچھ کیا ہے۔

دھوکا کھانے والا شخص وہی ہے جو تمہارے قول سے دھوکا کھا جائے اور تمہاری بات پر اعتماد کرے۔

وَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَسَيَغْفِلُ اللّٰهُ عَنْكُمْ - وَالسَّلَامُ

اس خط کو بند کر کے مہر لگا کر قلن بن مسحر صید اوی کو دیا کہ کوفہ کے معروف لوگوں کو جا کر پہنچا دو۔ اور قیس خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا، اور هر عید اللہ بن زیاد نے کوفہ کی طرف آنے والے تمام راستوں پر جاؤں مقرر کر کے تھے تاکہ امام حسینؑ کے کوفہ کی طرف آنے پر انہیں یا ان کے قاصدوں کو گرفتار کیا جاسکے۔

پس قیس جا رہا تھا کہ حسین بن نعیر کے ساتھیوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ قیس حسینؑ کے ذر سے خط کو ٹکرے ٹکرے کر کے نکل گیا۔ قیس کو این زیاد کے دربار میں پوشی کیا گیا تو اس سے تفتیش شروع ہوئی۔

اہن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟

کہہا: میں علیؑ بن ابی طالبؐ کے شیعوں میں سے ایک ہوں۔

اہن زیاد نے کہا: خط کو چھاڑ کر کھا کیوں گیا ہے؟

قیس نے کہا: تاکہ تجھے خط کے مضمون کا پتہ نہ چل سکے اور نہ ان لوگوں کا علم ہو جن کے نام وہ خط تھا۔

اہن زیاد: یہ خط کس نے لکھا تھا؟

قیس نے کہا: امام حسین نے۔

ابن زیاد بولا: کن لوگوں کے نام خط لکھا تھا؟

قیس: اہل کوفہ کی ایک جماعت کے نام جنہیں میں نہیں جانتا۔

ابن زیاد کو بہت غصہ آیا اور قسم کھائی کر میں تھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک یہ نہ بتائے کہ خط کن لوگوں کے نام تھا؟ ورنہ منبر پر جا کر حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو گالیاں دینا ہوں گی۔ ان دو کاموں سے ایک ضرور کرنا ہوگا ورنہ تھے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔

قیس نے کہا: میں اس جماعت کو نہیں جانتا جس کے نام خط لکھا گیا البتہ لعن کرنا آسان ہے میں منبر پر جا کر گالی دینے کے لیے تیار ہوں۔

ابن زیاد نے حکم دیا: اسے جامع مسجد میں لے جاؤ تاکہ منبر پر لوگوں کے سامنے علیؑ اور ان کی اولاد پر تقریباً کرے اور لوگ سنیں۔ قیس کو مسجد میں لاایا گیا، لوگ جمع ہو گئے جب مسجد پر گئی تو قیس کو منبر پر سوار کیا گیا۔ قیس نے اپنے خطبہ میں پہلے خدا کی حمد اور رسولؐ اور اہلی بیت رسولؐ پر درود و سلام بھیجا۔ پھر حضرت امیر المؤمنین علیؑ اور حسین بن شریفؑ اور تمام اہل بیت پر لاکھوں درود و سلام بھیجے اور پھر عبید اللہ، اس کے باپ زیاد پر اور میں امیہ پر لعنت کر لی تو لوگوں کو امام حسینؑ کا پیغام دیا کہ وہ کوفہ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مجھے انہوں نے تم تک اطلاع دینے کے لیے بھیجا ہے۔ پھر امام حسینؑ کے فضائل پڑھے اور لوگوں کو امام حسینؑ کی بیعت پر ابھارا اور تحریص کی۔

جب قیس کی تقریر ابن زیاد کو بتائی گئی تو اس نے کہا کہ اسے فرمایہ سامنے پہنچ کرو۔ قیس کے ہاتھ پاؤں بالکل ہر کر اسے ابن زیاد کے سامنے پہنچ کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسے دارالامارہ کی چھت سے نیچے بازار میں گراو۔

قیس بن مسحر صیداوي کو بندھے ہاتھوں چھت سے بازار میں گرایا گیا جس سے جسم کے اعضا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور قیس درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ جب یہ خبر امام حسینؑ کو پہنچی تو بے ساختہ روئے اور زبان مبارک پر بار بار یہ جملہ جاری ہوا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ آپؐ فرماتے تھے کہ خدارحمت کرے قیس پر، اپنی ذمہ داری پوری کرو۔

امام حسین علیہ السلام کے صحابہ میں سے حلال بن یافع نے کہا: اے فرزیع رسولؐ! آپؐ کے جدا مسجد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کو اپنادوست نہ بنا سکے، بعض اصحاب ان کے مخلص اور محبت تھے جب کہ بعض منافق تھے۔ جو اپنے آپؐ کو دوست ظاہر کرتے تھے اور دل میں دشمنی رکھتے تھے۔ آپؐ کے والد حضرت علیؑ سے ایسا ہوتا ہا، بعض لوگ ان سے نفرت کرتے تھے اور علیؑ کے موافق چلتے تھے اور بعض لوگ مخالف تھے لہذا جن لوگوں نے آپؐ سے دھوکا کیا، وعدہ خلافی کی تو

ان کو خدا سزا دے گا۔

آپ زمین میں مشرق و مغرب میں جہاں بھی جائیں گے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ سے کبھی جدا نہ ہوں گے اور تقدیر پر راضی ہیں۔ ہمارا دوست وہ ہے جو آپ کا دوست ہے اور ہمارا دشمن وہی ہے جو آپ کا دشمن ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے اُسے دعائے خیر دی۔ پھر اپنے بیٹوں، بھائیوں اور دیگر اہل بیت کو بلایا، سب کو اپنے سامنے بھاپا، ان کے چہروں کو روئی آنکھوں سے دیکھا اور فرمایا:

اے اللہ! ام تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں، ان لوگوں نے ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا ہے۔ ہمیں اپنے جادا جدؐ کے حرم سے جدا کر دیا ہے اور بنی امیہ میں قتل، ظلم اور قید کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رہے۔ میرے اللہ! ناالموں سے ہمارا انتقام لے۔ پھر فرمایا: ابھی چلو اور کربلا پہنچو، پس امامؐ کے حکم سے بروز بدھ وہاں سے روانہ ہوئے اور بروز جمعرات ۲۴ محرم ۶۱ھ میں کربلا پہنچے۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ کر بلا ہی ہے؟

سب نے کہا: یہی ارض کربلا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں یہ زمین زمین کرب بھی ہے اور زمین بلا بھی ہے۔ یہی ہمارے جوانوں کے شہید ہونے، ہمکوں کو بخانے کی جگہ ہے۔ یہاں تھی ہمارے خون بہانے جائیں گے۔

پس فرات کے ایک کنارے پر سامان اٹا رہا اور خیسے لگائے۔ بھائیوں اور چھازادوں نے ہر ایک نے اپنا خیسہ لگایا۔

امام حسینؑ کا خیرہ درمیان میں تھا اور اصحاب کے خیطے اردو گرو تھے۔ جب خیموں میں ستانے لگے اور امام حسینؑ اپنی توارصاف

راغفاری کا غلام جواب امام حسینؑ کی خدمت میں تھا اور امام حسینؑ یہ اشجار پڑھ رہے تھے
یا ذہر اُفِ لک مِنْ خَلِيلٍ سَمَ لَكَ بِالشَّرَاقِ وَالاَصِيلِ

من طالب وصاحب قتيل ما أقرب الوعد من الرّحيل

میں دکھی اشعار جناب نبیف اور ام کلثوم نے نے تو پوچھا: اے بھائی! یہ کس کے دکھی شعر ہیں یعنی یہ کون پڑھ رہا ہے
میں اتنی شہادت کا یقین ہے۔

حضرت نے فرمائیں میں جہاں بھی چلا جاؤں گا یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔

جناب پر نسب سلام اللہ علیہا نے روکر فرمایا: اے کاش! میں فوت ہو گئی ہوتی اور آج کا دن نہ دیکھتی۔ میں نے ناناؤ کی وفات کا کوہ کھا، نامعلوم کی رخچی پیشانی دیکھی، ماں زبراء کا رخچی پہلو سرا تھر کھا دیکھا، بھائی حسنؒ کے چنازے پر تیر بھی

دیکھئے کہ سب پر صبر کرتی رہی کیونکہ حسین زندہ تھے لیکن آج وہ دون ہے کہ حسین مجھے اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔ افسوس ہے اس دنیا فانی پر، لیلی دکھ بھرے میں کرتی تھیں اور تمام حسینی کارروائی کی عورتیں روئی تھیں۔

(مترجم: ۲۷) محرم کو حسینؑ کے سامنے جی بھر کر روری تھیں کیونکہ جانتی تھی کہ امام حسینؑ کے بعد ہمیں رونے بھی کسی نے نہیں دیتا)
حضرت اُم کلثومؑ نے یوں میں کیا: وَا مُحَمَّدا وَ عَلِيًّا بَعْدَكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ۔

امام حسین علیہ السلام تمام بیبیوں کو حوصلہ اور تسلی دے رہے تھے کہ صبر کرو میری بہنو! قضاۓ الہی پر راضی رہنا کیونکہ زمین و آسمان میں ہر زندہ نے ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہر چیز فانی ہے۔ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهُهُ۔ خدا نے تمام چیزوں کو اپنی کمالی قدرت سے پیدا کیا اور اپنی مشیت وارادہ سے ختم کر دے گا۔

ام کے میری بہنو! نانہ، بابا، ماں، بھائی جو مجھ سے بہتر تھے سب چلے گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ اے بہنو! اے ام کلثوم! اے زینب! جب مجھے قتل کیا جائے تو گریبان چاک نہ کرنا، اور ایسا کلمہ نہ کہنا جس میں اللہ کی رضاہ ہو۔ اسی اثنائیں خر بھی کر بلا چکنی گیا۔ امام کے خیام کے سامنے اپنے خیمے لگائے اور ان زیاد کو امام حسین کے کر بلا چکنے کی اطلاع دی۔ جس کے جواب میں عبد اللہ بن زید نے امام حسین کے نام پر خط لکھا:

اما بعد اے حسین امیں نے سنا ہے کہ کربلا کے نزدیک پڑا تو ڈال رکھا ہے۔ مجھے یزید کا حکم آیا ہے کہ اس وقت تک آرام سے نہ سوؤں اور نہ اچھا کھانا کھاؤں جب تک آپ کو خدا کے پاس نہ بھیج دوں یا آپ یزید کے حکم پر راضی ہو جاؤ اور ازاں کی بیعت کرلو۔ واللہ ام!

جب یہ خط امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا تو پڑھ کر پھیل دیا اور فرمایا: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جو خدا کی نار انگکی مر مخلوق کی رضا کو مقدم سمجھے۔

عبداللہ بن زیاد کے قاصد نے اس خط کا جواب چاہا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یہ خط قابل جواب ہی نہیں۔ وَقَدْ حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلْمَةُ الْعَذَابِ، قاصد چلا گیا اور جو امام حسینؑ سے سنا تھا عبداللہ بن زیاد کو جا کے بتایا۔ عبداللہ کو غصہ آیا اس نے اپنے دوستوں کو بولایا اور کہا کہ ہر حال میں حسینؑ بن علیؑ کو قتل کرنا ہے۔ تم میں سے کون ہے جو اس خدمت کو قبول کرے؟ انہوں نے کہا: تم قبول کرے، لرجم شہ کار والے تاریخ حکم اُنہا ہے۔ میر، میر، تاج ہوا

کسی نے جواب نہ دیا تو اُس نے عمر بن حمدوں کو دیکھا۔ تجھے تو رے اور اس کے مضافات کی تمام جاگیر دوں گا، لہذا جلدی میرے پاس آ جاؤ۔ عمر سعد آیا، ان زیادتے گہا: گوئی لش امام حسینؑ سے جنگ کرنے کو پسند نہیں کرتا، یہ کام تجھے کرنا ہوگا اور اگر ہمیں امام حسینؑ کی طرف سے فارغ کردے تو رے کی حکومت تجھے مل جائے گی۔

عمر بن سعد کا پیا اور کہنے لگا: اے امیر! اگر مجھے امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے سے معاف کر دو تو تمہارا بڑا احسان ہو گا۔

ابن زیاد نے کہا کہ تجھے اس کام سے اس شرط پر معافی مل سکتی ہے کہ ترے کی جا گیر کسی اور کو دے دو اور تم خانہ نشین ہو جاؤ کیونکہ ترے کی ولایت اس کے لیے ہے جو امام حسینؑ کو قتل کرے گا۔

عمر سعد نے کہا: آج مجھے مهلت دے تاکہ میں سوچ کر فیصلہ کروں۔ اب ابن زیاد نے کہا: سوچ لوں۔

عمر سعد نے کہا: اپنے دوستوں اور قریبویوں سے اس بارے میں مشورہ کیا لیکن کسی شخص نے امام حسینؑ کو قتل کر کے جا گیر گھر گیا۔ اپنے دوستوں اور قریبویوں سے اس بارے میں مشورہ کیا لیکن کسی شخص نے امام حسینؑ کو قتل کر کے جا گیر لینے کا مشورہ نہ دیا بلکہ سب نے اس مسئلہ میں اُسے خوف خدا رسول دلایا۔

حزمہ بن مغیرہ جواس کی بہن کا سوتیلا (بھائی) تھا، نے کہا کہ امام حسینؑ سے جنگ نہ کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا کی قسم اگر دنیا میں تیرے پاس کچھ بھی نہ ہو تو اس سے بہتر ہے کہ خون پی حسینؑ اپنی گردن پر لے کر اس جہان سے جائے۔

عمر خاموش تھا لیکن دل میں ترے کی ولایت سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ دوسرا دن صحیح ابن زیاد کے پاس آیا تو ابن زیاد نے پوچھا: اے عمر بن سعد! کیا سوچا ہے؟

عمر بن سعد نے کہا: اے امیر تو نے انعام کا اعلان کیا، امام حسینؑ کی بات کرنے سے پہلے، میں بہت خوش تھا اور لوگوں نے مجھے مبارک بادی۔ اب اگر انعام واپس کر لے تو میں بہت شرمندہ ہوں گا۔ اے ابن زیاد! مجھ پر ہمربیانی فرمائو اور مجھے امام حسینؑ کے قتل سے معاف کر دے اور جا گیر ترے بھی مجھے دے دے۔

آج کوفہ میں ایک ایسی بزرگ جماعت موجود ہے جیسے اسماں خارجہ، محمد بن افعت، کثیر بن شہاب وغیرہ ان میں سے کسی کے ذمے امام حسینؑ کے قتل کا کام سونپ دے تو وہ خوشی خوشی قبول کریں گے بلکہ تیرا احسان سمجھیں گے اور مجھے امام حسینؑ کے قتل سے معاف کرو۔

ابن زیاد نے کہا: کوفہ کے معروف مجھے گناہاتا ہے، میں خود ان سب کو دیکھ رہا ہوں، اگر میرا دل امام حسینؑ سے فارغ کرو۔ تو تو میرا عزیز دوست ہو گا ورنہ ترے کی ولایت کو بھول جا اور گھر میں خاموشی سے میٹھے جاتا کہ تجھے کہیں بھی مجبور کر کے نہ سمجھوں۔

عمر خاموش ہو گیا، کیونکہ ابن زیاد کا غصہ زیادہ ہو چکا تھا۔ ابن زیاد نے کہا: اگر امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کے لیے نہیں جاتے اور میرے حکم کی تعیین نہیں کرتے ہو تو پھر اس کے لیے تیار ہو جاؤ کہ ہم تیری گردن اڑا دیں اور تیرا گھر لوٹ لیں۔

عمر نے کہا: جب نوبت یہاں تک آئے گی ہے تو اب وہی کروں گا جو امیر کہے گا۔

ابن زیاد نے اس کی تعریف کی، انعام دیا اور چار ہزار کا شکر دے کرتے کی ولایت دینے کا وعدہ کیا اور وہ بد بخت شقی رے کی ولایت کی محبت میں اس کام پر آمادہ ہو گیا اور شکر لے کر امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کے لیے آگیا جب کہ زمین ا& آسمان نے تجب کیا اور اس پر پنس رہے تھے بلکہ لعنت کر رہے تھے کہ اس فانی دنیا کے لائق میں نہ خوف خدا ہے اور نہ رسول خدا سے شرم بلکہ بے باک طور پر اس عمل کو بقول کریما ہے حالانکہ یہ دنیا جب تک ہے ملائکہ مقربین اور انہیا مرسلینؑ کی لعنت جاری رہے گی۔ وہ ملعون یہ بھی نہ سوچتا تھا کہ کہاں اور کہ درجرا رہا ہے۔

ابن زیاد نے کہا کہ حسین بن علیؑ اور اصحاب کوفرات سے ذور کر کے ایک گھونٹ پانی نہیں دینا۔ عمر بن سعد نے کہا: ہاں ایسا ہی کروں گا۔

کیا عمر بن سعد امام حسینؑ کا قاتل ہے؟

کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: میرے جدا مجد وہ رسولؐ ہیں جن کو خدا نے غیب کا علم دینے کے لیے انہی ہی کو منتخب کیا ہے۔

خرائج راوی ندی میں جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے: حضرتؐ نے فرمایا: رسولؐ خدا اللہ کے نزدیک منتخب شدہ ہیں اور ہم اسی کے الٰی بیت ہیں جسے خدا نے اپنے غیب پر ان کو مطلع کرنے کے لیے چنا ہے، اس لیے اس نے ہمیں علم گزشتہ اور قیامت تک کے علم کی تعلیم دی۔

جیسے آیت کریمہ عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ○ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَّسُولٍ (سورہ جن، آیہ ۲۶-۲۷) اور علیؑ میں رسول ہیں۔ ایک مقام پر خود امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: میں مرتضی ہوں اور میں میں رسول ہوں۔ اس آیت کے موافق کافی احادیث ہیں جن کا مضمون یہی ہے کہ جو خدا نے چاہا اپنا علم غیب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الٰی بیتؐ کو عطا فرمایا ہے اسی لیے تو زیارت جامعہ کے الفاظ یہیں ہیں: وَأَرْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ، یعنی خدا نے الٰی بیتؐ کو اپنے غیب کے لیے جنم لیا ہے۔

ایک روایت مجلس صدوق میں اسخ بن نباتہ سے ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا:
سَلَوْنِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَوَاللَّهِ لَا تَسْتَلُونِي عَنْ شَيْءٍ مَضِيَ وَلَا عَنْ شَيْءٍ يَكُونُ إِلَّا
تَبَاتُكُمْ بِهِ

”مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میرے اُنھوں جانے سے پہلے جو بھی پوچھو گے ماضی یا مستقبل

کے بارے میں، میں تمہیں بتاؤں گا۔

جب یہی جملہ حضرت علیؓ نے فرمایا تو سعد بن ابی واقاص اپنی جگہ سے اٹھا اور عرض کیا: امیر المؤمنینؑ مجھے بتاؤ کہ میرے سر اور داڑھی کے بال کتنے ہیں؟

علوم ربانی کے خزینہ دار جناب علیؓ نے یوں جواب میں فرمایا: خدا کی قسم اتم نے مجھ سے وہ مسئلہ پوچھا ہے جس کی خبر مجھے رسولؐ خدا نے دی تھی کہ تو یہ سوال کرے گا اور جواب سن کہ تیری داڑھی اور سر کے ہر بال کی نیچ (جڑ) میں شیطان بیٹھا ہے۔ خدا کی قسم! تیرے گھر میں ایک کتے کا بچہ ہے جو میرے بیٹے حسینؑ بن علیؑ کا قاتل ہے (اس وقت عمر بن سعد اس قدر چھوٹا تھا جو اپنے باپ کے دو ہاتھوں کے درمیان حرکت کرتا تھا۔ پھر وہ بچہ بڑا ہوا اور زمانے کا معروف کتابا جنے دیکھا اور آج تک اس پر لعنت جاری ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: عمر بن سعد رضی اللہ علیہ، حضرت علیؓ علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو علومِ الہی کے گنجینہ نے شقاوت و جنایت کے مرکز کو فرمایا: اے عمر! اس وقت تیری کیا حالت ہو گئی جب بہشت و دوزخ کے درمیان گھرا ہو گا اور پھر اپنے لیے جہنم کی آگ کو اختیار کرے گا۔ اس طعون نے عرض کیا: معاذ اللہ! میں ایسا کہی نہ کروں گا۔ امام علیؓ نے فرمایا: تو ضرور یہ کام کرے گا۔

ابن مسعود سے ایک روایت ہے: ایک دن چند لوگوں کے ساتھ رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک چند قریشی آئے، ان میں عمر بن سعد بھی تھا۔ جوں ہی حضرتؓ کی نظر ابن سعد لعین پر پڑی تو آپؐ کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ کو کیا ہو گیا ہے کہ رنگ تبدیل ہو گیا ہے؟ فرمایا کہ ہم اہل بیتؓ ہیں کہ خدا نے ہمارے لیے دنیا کے بجائے آخرت پسند کی۔

وَإِنَّى ذَكَرْتُ مَا يُلْقَى أَهْلُ بَيْتِي مِنْ بَعْدِي وَمِنْ قَتْلٍ وَضَرِبٍ وَشَتِيمٍ وَسَبٍ
”مجھے وہ وقت یاد آگیا ہے جو میرے بعد میری اہل بیتؓ پر آئے گا، میری اہل بیتؓ قتل ہو گی،
ضریب کھائے گی، تب وشم نہیں گی۔“

ان کے حقوق چھین لیے جائیں گے، گھروں سے نکال دی جائے گی، شہر بدر ہو گی، اسلام میں سب سے پہلے جو مر باندھ ہو گا وہ نوک نیزہ پر میرے فرزند حسینؑ کا سر ہو گا اور یہ اطلاع مجھے جریئہ نے رب جلیل سے دی ہے۔

حدیث میں ہے: جب خاتم الانبیاء ﷺ یہ محدثات بیان فرمائے ہے تھے تو سید مظلوم امام حسینؑ وہاں موجود تھے اور اپنے سر کا

نوک نیزہ پر بلند ہونا خود اپنے کانوں سے سن لیا اور فرمایا:

يَا جَدَادَاهُ مَنْ يَقْتُلُنِي مِنْ أُمَّتِكَ "جَدَاجَدَاحَجَهْ آپُ کی امت سے کون شخص قتل کرے گا۔"

رسول پاک نے فرمایا: اے میرے فرزند تھے بدخت تین غلق قتل کرے گا اور باتھ سے عمر بن سعد کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی دن سے اصحاب کی یہ عادت تھی کہ یہ جب عمر بن سعد مسجد میں آتا اور اصحاب کی نظر میں اس پر پڑتیں تو سب کہتے: هَذَا قَاتِلُ الْحُسَيْنِ اُوْرَجَبْ بَحْرِيْ شَقِيْ القَلْبِ اَمَامُ حُسَيْنٌ کَهْ پَاسْ آتَا تو عرض کرتا:

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ لِيْ قَوْمَنَا إِنَّا لَنَا سُفَهَاءٌ وَيَرَعُونَ إِنَّى قَتَلْتَنَّ

"ہماری قوم میں کچھ دیسے کم عقل ہیں جو کہتے ہیں: میں آپ کو قتل کروں گا۔"

حضرت جواب میں فرماتے:

وَاللَّهِ إِنَّهُمْ لَيَسُوا سُفَهَاءً وَلَكِنْهُمْ أَنَّاسٌ عَلَيْنَا

خدا کی قسم ایسا لوگ کم عقل اور جاہل نہیں بلکہ یہ تو عالم ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ تو میرا قاتل ہے۔

شہزادی کی وہ جفا رہی، نہ زیاد کا وہ ستم رہا

جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کر بلما

آخرت میں عمر بن سعد پر عذاب

عبدالحق یزدی مرحوم نے اپنی کتاب "بیت الاحزان" میں بخار الانوار سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ابن زیاد نے

قوم کو امام حسین سے جنگ کے لیے جمع کر لیا، جو ملے ہزار سوار تھے، تو انہیں کہا:

أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ مِنْكُمْ يَتَوَلَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ وَلَهُ وَلَا يَهُ أَيْ بَلَىٰ شَاءْ "لوگو جو شخص امام حسین کو قتل کرے گا

اسے جس شہر کی حکومت چاہیے ہو گی مل جائے گی۔"

جب کسی شخص نے ابن زیاد کے سوال کا جواب نہ دیا تو عمر بن سعد کو بلا یا اور کہا: تم اس لٹکر کے سر برآہ بن کر امام حسین

کو قتل کر دو۔ عمر نے پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کام سے معاف رکھو۔ لیکن جب ابن زیاد نے کہا: میں نے معاف کر دیا البتہ وہ

خط و اپنی کردے جس پر تھے رے کی حکومت ملنائے پائی ہے۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے آج رات مہلت دے دو تاکہ غور و لکر کر سکوں۔ ابن زیاد نے مہلت دی۔ عمر گھر آگیا اور اپنی

قوم، بھائیوں اور دوستوں سے اس بارے میں مشورہ کیا جس کا کسی نے اس کام میں مصلحت نہ دیکھی۔

عمر سعد کو ایک شخص نے کہا جس کا نام کامل تھا اور عمر بن سعد کا دوست بھی ایک شخص کامل و عاقل تھا۔ اس نے کہا: آج مجھے کیا ہو گیا ہے کہ آرام نہیں کرتے۔ حرکت و اضطراب میں ہو، کوئی نیا کام کرنے کا ارادہ ہے؟ عمر نے کہا ایک لشکر کا سربراہ ہنا ہوں جس نے امام حسینؑ سے جنگ کرنی ہے۔ وَإِنَّا فَقْتَلْنَا عَنْدِي كامِلَةً أَكْلَأَ أو شُرْبَةً مَاءً ”اور تحقیقاً میرے نزدیک حسینؑ کا قتل روٹی کا ایک لقدمہ کھانے یا پانی کے ایک گھونٹ کو آسانی سے پینے کی طرح ہے۔“ اور اس قتل کے مدلے مجھے ترے کے علاقے کی بہت بڑی حکومت ملے گی۔

کامل نے کہا: ہائے افسوس تم پر اے عمر بن سعد! کہ جناب امام حسینؑ فرزند شیخ برکو قتل کرنے پر تیار ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے دین پر کیا حقن کو اس قدر پست سمجھ لیا ہے اور ہدایت کو باطل سمجھا ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ کس کے ساتھ جگ کرے گا؟ إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ

کاظم نے کہا: اے عمر! خدا کی قسم! اگر تمام دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کچھ مجھے دے دیا جائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے کسی امتی کو قتل کرو تو میں کبھی یہ دنیا و ما فیہا قبول نہ کروں گا اور تو امام حسینؑ فرزید رسولؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کرچکا ہے اور تو بروز محرث رسولؐ پاک کو کیا جواب دے گا؟ جب وہ پوچھیں گے کہ تو نے میرے بیٹے کو قتل کیا، میری آنکھوں کی ہٹنڈک اور دل کے میوے پر ظلم کیا۔

اے عمر! آج ہمارے زمانے میں امام حسینؑ کا مقام اپنے جیدہ امجد رسول اللہ کے مقام کی طرح ہے۔ ان کی اطاعت کرنا ہم پر واجب ہے جس طرح ان کے باپؑ اور ناناؑ کی اطاعت کرنا واجب تھی۔

اے عمر بن سعد! تو اس وقت بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہے پس اپنے لیے وہ راستہ اختیار کر جو تیرے لیے نجات اور اصلاح کا باعث ہو۔ اے عمر! خدا کی قسم! امیں گواہی دیتا ہوں کہ اگر ان سے لڑائی کر کے انہیں قتل کر دو یا ان کے کسی دشمن کی ان کے قتل میں مدد کرو تو تم بھی بہت تھوڑے دن زندہ رہو گے۔

عمر بدجنت نے کہا: افیالِ الموت تھوڑی "کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟" میں جب امام حسینؑ کو قتل کر دوں گا تو ستر ہزار سوار کا مالک، سردار اور مختار کاربن چاؤں گا اور مجھے حکومت رے مل جائے گی۔

جناب کامل علیہ الرحمٰن نے کہا: اے عرب! سنو! میں ایک صحیح حدیث تمہیں سناتا ہوں اگر اس حدیث کو غور سے سنو گے تو تہذیبی نجات ہو جائے گی۔

عمر بن خطبہ نے کہا: وہ کون کی حدیث ہے؟
کامل علم الرحمہ نے کہا: میں تمہارے باب کے ساتھ شام کی طرف سفر کر رہا تھا کہ میرا اونٹ قافلے سے جدا ہو گیا اور

راستہ گم ہو گیا۔ میں صحراؤں میں پریشان پھرتا رہا اور پیاس سے ٹھھال ہو گیا کہ اچانک دیر راہب نظر آیا تو میں اس کی طرف چل دیا اور اپنے اونٹ سے اتر آیا۔ میں دیر کے پاس پہنچ گیا کہ شاید یہاں کچھ پانی مل جائے۔ راہب نے اپر سے جھانک کر دیکھا اور کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: پیاسا ہوں۔

راہب نے کہا کہ تو اسی پیغمبرؐ کی امت کا فرد ہے جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور دنیا کی محبت میں کتوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہو؟

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تو پیغمبرؐ خدا لزمات کی امت مرحوم سے ہوں۔

راہب نے کہا: افسوس ہے تم پر بروز قیامت تمام امتوں سے شری امت تم ہو گے، کیونکہ تم نے پیغمبرؐ کی عترت پر ظلم و زیادتی اور ان کو قتل کیا ہو گا نیز ان کو گھروں سے نکال باہر کیا ہو گا، انہیں شہر پدر کیا ہو گا۔ میں نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ تم اپنے پیغمبرؐ کے بیٹے کو قتل کروں گے اور ان کی عورتوں کو اسیر کرو گے اور ان کے اموال لوٹ لو گے۔

میں نے کہا: اے راہب آیا ہم اس قدر قیمع (قتل حسینؑ) عمل بھی بجا لائیں گے؟

راہب نے کہا: ہاں اور جان لوجب تم سے یہ شیع اور بُرا کام صادر ہو گا تو تمام آسمان، زمین، دریا، پہاڑ، صحراء، بیان، صحرائی حیوانات، پرندوں اور ہرشے کی آواز آئے گی اور یہ تمام چیزیں قاتل فرزید رسولؐ پر لعنت کرتی ہوں گی۔ پس ان کا قاتل زمین پر بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہے گا۔ پھر ایک شخص ظاہر ہو گا جو امام حسینؑ علیہ السلام کے خون کا بدلہ لے گا، وہ ہر اس شخص کو قتل کر دے گا جو امام حسینؑ کے قتل میں کسی لحاظ سے شریک ہو گا اور جس جس کو وہ قتل کرے گا اس کی روح بہت جلدی جہنم میں چلی جائے گی۔

پھر راہب نے مجھ سے کہا: میں تجھے امام حسینؑ کے قاتل کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر میں اس وقت زندہ رہا تو اپنی جان اس مظلوم پر قربان کردوں گا اور اس پر آنے والی مصیبتوں کے آگے اپنا سینہ حاضر کروں گا تاکہ تیر و توار کا حملہ مجھ پر ہو اور ان کے نازنین بدن پر زخم نہ لگے۔

میں نے کہا: اے راہب! میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور وعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے ان قاتلین میں سے نہ ہونے دے۔ راہب نے کہا: اگر تو قاتل نہیں تو تیری قوم کا کوئی شخص قاتل ہو گا اور اس طعون کے لیے اللہ کی طرف سے تمام جہنم کا نصف عذاب ہے اس قاتل کا عذاب، فرعون، ہمان کے عذاب سے بہت زیادہ ہے۔ پھر راہب نے اپنے دیر کا دروازہ مجھ پر بند کیا اور خود اندر جا کر عبادت خدا میں مشغول ہو گیا اور مجھے پانی دینے پر رضامند نہ ہوا۔ کافی وقت گزر جانے کے بعد میں مایوس ہو گیا کہ یہ راہب مجھے پانی نہیں دے گا لہذا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اپنے قافلہ سے مل گیا۔

تمہارے باپ سعد نے مجھ سے پوچھا: اے کامل! اب تک کہاں تھے؟ اور دیر کیوں کر دی ہے؟
 میں نے دیر راہب میں اپنی تمام گفتگو اور راہب کے سلوک کا قصہ سنایا۔ تمہارے باپ نے کہا: مجھے بھی تھھے سے پہلے
 اس دیر سے گزرنما پر اور راہب نے یہی بات کی۔ پس اے عمر بن سعد! تمہارے باپ سعد کو بھی اس راہب نے خبر دی تھی کہ جو
 شخص وغیر رسول اللہ کے فرزند کا قاتل ہے وہ تم ہو۔ اس لیے تمہارے باپ اس سے ڈرتا رہا کہ وہ ان بزرگوار کا قاتل ہو۔
 کامل نے کہا: اے عمر! تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تمہیں اس خیال سے دُور بھاگ جانے کی وصیت کرتا ہوں جو تم اپنے
 ذہن میں سوچ رہے ہو ورنہ خیر الدانیا والآخرۃ۔

اے عمر! خبردار، امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کبھی گھر سے نہ لکھنا ورنہ اہل جہنم کا آدھا عذاب تم پر ہو گا۔
 راوی کہتا ہے کہ کامل کی عمر بن سعد کو اس قدر سختی سے نصیحت کرنے کی خبر ابن زیاد تک پہنچ گئی۔ اس ملعون نے کامل کو
 بلایا اور اس کی زبان کاٹ دی۔ پس وہ مظلوم ایک دن یا نصف دن زندگہ رہا۔ پھر اس کی روح شریفہ قفسی عنصری سے پرواز
 کر گئی۔ پس اس قسم کے اخبار سے یہ چیز سامنے آتی ہے کہ امام حسینؑ کا قاتل عمر بن سعد ہے۔
 اسی قسم کی ایک روایت کتاب فتح و قبر عذاب میں ہے کہ ایک دن حضرت علیؓ کے سامنے عمر بن سعد اُکیا۔ عمر
 نوجوان تھا، حضرتؓ نے اس سے فرمایا: یا ابن سعد! کیف تکون إِذَا قُمْتَ مُقَاماً تُخَيِّرُ فِيهِ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
 فَتَخْتَلِمْ لِنَفْسِكَ النَّاسُ "اے ابن سعد! اس دن کیا کرے گا کہ جب ایسے مقام پر کھڑا ہو گا جو جہنم اور جنت کے درمیان
 ہو گا اور تجھے ایک طرف جانے کا اختیار ہو گا اور تو اپنے لیے جہنم کو چن لے گا"۔
 صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے کہ یہ روایت اس وقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے جب ابن زیاد نے عمر بن سعد کو
 اختیار دیا کہ یا امام حسینؑ کو قتل کر دے یا حکومت رے کا حکم نامہ دے اپس کر دے۔

قتل حسینؑ کے لیے ابن زیاد کی محفل

جب ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا کارواں کوفہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے اور کوفہ میں کسی وقت
 واٹل ہو سکتا ہے تو اس نے غصب ناک ہو کر اپنے مشیروں، فوجیوں اور وزیروں کو دربار میں بلایا تاکہ مشورہ کر سکے اور تمام
 درباریوں کے سامنے یہ اعلان بھی کر دیا کہ مَنْ يَأْتِينِي بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَلَهُ الْجَائِزَةُ الْعَظِيمَ وَأَعْلَمُهُ الرَّأْيُ
 سَبْعَ سَنِينَ "یعنی جو شخص حسینؑ کا سر لائے گا اسے عظیم انعام دیا جائے گا اور سات سال کے لیے رے کی حکومت بھی اسے
 بطور انعام دی جائے گی"۔

تمام درباریوں میں سے ایک عمر بن سعد اٹھا اور اسے کہا: یہ کام میں کروں گا لیکن اے امیر! مجھے اس کام کی تیاری کے لیے ایک ماہ کی مہلت دے دے تاکہ اپنی پسند کا سامان جنگ تیار کر سکوں۔ این زیادتے کہا کہ اگر تو ایک ماہ جنگ کو تاخیر میں ڈالے گا تو دشمن ہم پر پہلے حملہ آور ہو جائے گا، لہذا دشمن کو مہلت دینا جائز نہیں بلکہ بھل کی چمک کی الہ آنا فانا ہوتی ہے۔

عمر بن سعد نے کہا: ایک ماہ مہلت نہیں دیتا تو ایک رات مہلت دے۔

این زیاد خوش ہوا اور کہا: ایک رات مہلت میں کوئی حرج نہیں۔ محفل برخاست ہو گئی، ہر شخص گھر چلا گیا لیکن اکثریت کے دل اس کام سے پریشان اور مضطرب تھے کہ این سعد ظالم نے کس طرح فرزید رسولؐ سے جنگ کو جن لیا ہے۔ عمر سعد گھر گیا، اسلحہ اور دیگر سامان جنگ طلب کیا، تمام آلات حرب اکٹھے کیے، اپنے مختلف گھوڑے جمع کیے اور بڑی تیزی سے اپنے محل میں داخل ہوا تو دربان آیا اور کہا کہ کچھ لوگ دروازے پر جمع ہیں وہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مہاجرین اور انصار کی اولاد سے ہیں۔

عمر سعد اپنی تخصیص مند پر بیٹھ گیا اور ان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی ایک گروہ روٹا ہوا داخل ہوا۔ عمر سعد نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ اس طرح پریشان ہو اور رور ہے ہو؟ کیا تم پر کسی نے ظلم کیا ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں، ہماری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کرنے پر کمزور ہوئی ہے اور ان سے جنگ کا ارادہ ہے۔ وابقوٹ ساداتُ الإسلام جبکہ تیرا باپ تو اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھا اور رسولؐ پاک کی خدمت میں ہمیشہ کمزور رہتا تھا اور اسلام کی ترویج میں اس قدر کوشش کی کہ آج تک مذکور ہے۔ اور اس حمایت رسولؐ میں موت آئی اور تو تے کی حکومت کے لائق میں فرزید رسولؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کرچکا ہے۔ آج ہمارے زمانے میں پیغمبر کی ایک ہی تنشانی ہے اور زہراءؓ کا ایک ہی توبیٹا ہے اور تمام عالم کا وہ امیر ہے۔ اس قدر عظیم تخصیص کے بارے میں تو کس طرح قتل پر راضی ہو گیا۔ اس کام کے ارادے سے توبہ کرو اور دنیا کی امید کو ختم نہ کرو اور ہمیشہ کے لیے یہ ذلت اپنے دامن میں باقی نہ رکھو۔

عمر بن سعد نے کہا: لست أفعل ذلك "آپ روئیں نہیں مطمئن رہیں میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔" میں اپنے آپ کو عاقل سمجھتا ہوں تو میں کیسے یہ کام کر سکتا ہوں اور اسلام میں میرے باپ سعد کی خدمات کسی سے کم نہیں ہیں۔ میری بہادری بھی کسی پر مخفی نہیں۔ جنکوں میں بھی کسی نے میری پشت نہیں دیکھی اور مجھے بھی نکلست نہیں ہوئی۔

مہاجرین والنصار نے کہا: تم جو کہہ رہے ہو صحیح ہیں لیکن یہ بھی بتا کہ کیا فرزید رسولؐ سے جنگ کرے گا یا نہیں؟ پس رعلیؑ سے لونے کا مصمم ارادہ کرچکے ہو یا نہیں؟ اس قسم کی بہت باتیں کیں اور روتے رہے۔

عمر نے اپنا سر جھکا لیا اور امام حسینؑ کے بارے میں سوچنے لگا کہ امام حسینؑ کو قتل کر کے حکومت رے لوں یا حکومت رے کے لائق میں قتل نہ کروں۔ کافی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ایمانی بھائی اور مغلص دوستوں کی صحیحت کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ میں نے آنکھوں سے تمہاری بات کو قبول کر لیا ہے۔

دراصل عمر بن سعد نے مہاجرین و انصار کی اولادوں کی تسلی خاطر کے لیے کہا کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔ لیکن باطن میں اپنے اسی مضموم ارادہ پر تھا جو وہ کرچکا تھا کہ رے کی حکومت لوں گا۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ عمر سعد کی طرف سے قتل امام حسینؑ کو قبول کرنے کے پی کیفیت مشہور قول کے خلاف ہے کیونکہ صاحبان تاریخ و قتل نے لکھا ہے کہ قتل امام کی عمر سعد نے خود خواہش ظاہر کی۔

عمر بن سعد کا قتلِ امامؑ کے بارے میں مشہور نظریہ

جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہو چکے تھے تو ابن زیاد نے ابن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کے لیے بھجو اور اس کام کے بد لے حکومت رے دینے کا وعدہ کیا۔ ابن سعد کوفہ سے باہر آیا اور خفیہ طور پر اپنے لشکر کو مرتب کیا اور دربار ابن زیاد میں گیا۔ ابن زیاد نے بھرے دربار میں بڑے بڑے سرداروں کے سامنے یہ مسئلہ رکھا لیکن کسی نے ہای نہ بھری تو ابن زیاد نے ابن سعد کو بلا یا اور کہا کہ پہلے کربلا جاؤ اور امام حسینؑ کا سر جدا کر کے لاڈ اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔

ابن سعد نے امداداء میں انکار کیا لیکن جب ابن زیاد نے کہا کہ اگر امام حسینؑ کو قتل کرنے نہیں جاتے تو رے کی حکومت کا عہد نامہ واپس کر دو۔

عمر بن سعد جو ہر صورت میں حکومت رے کا مثالی تھا اور اس مقصد کے لیے رہے سے رہا کام بھی کرنے کو آمادہ تھا، لہذا اس نے ابن زیاد کے جواب میں کہا کہ مجھے ایک رات کی مہلت دوتا کہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔ ابن زیاد نے قبول کیا اور ایک رات کی مہلت دے دی۔

عمر گھر آیا اپنے دوستوں اور برادری سے مشورہ کیا تو ہر ایک نے اسے روکا۔ اس رات وہ جا گتا رہا اور سوچتا رہا کہ فرزید زہراء کو قتل کروں یا رے کی حکومت کے مزے لوں۔ اگر جگہ گوشۂ زہراء کو قتل کروں تو ہمیشہ کی سعادت سے محروم اور جہنم کا ایندھن بنوں گا، البتہ اس کے بد لے حکومت رے جو عمر صد روز اسے میری خواہش تھیں میں جائے گی یا حکومت رے اور ظاہری ریاست کو چھوڑ دوں اور یہ خیانت نہ کروں اور اپنے آپ کو جہنم کے شعلوں کے حوالے نہ کروں۔ وہ ساری رات جمran و سرگردان رہا۔ صحیح ابن زیاد کے دربار میں آیا۔ اس نے پوچھا: کیا فیصلہ کیا ہے؟ ابن سعد نے کہا: اے امیر اتم نے پہلے مجھ

سے حکومت رے کا عہد کیا ہے، یہ بات لوگوں کو معلوم ہے کیونکہ انہوں نے مجھے مبارکباد دی ہے اور اب کہتے ہو کہ پہلے کر بلا جاؤ اور پیغمبرؐ کے فرزند کو قتل کرو ورنہ حکومت سے معزول ہو۔ اشراف کو فد میں ایسے لوگ ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں۔ میں ان سے زیادہ بہادر نہیں ہوں لہذا مجھے کر بلا نہ سمجھو اور میرا جانا لازمی نہیں کسی اور کو بیچ کر امام حسینؑ کا کام تمام کروادو۔ پس میری امیرؑ سے گزارش ہے جیسے پہلے قول ہو چکا ہے کہ میں رے کی طرف جاؤ اور وہاں حکومت کے کاموں میں مشغول ہو جاؤں۔ جبکہ کسی اور کو بیچ کر امام حسینؑ کو شہید کروادو۔

ابن زیاد نے کہا: اشراف کو فد میں سے میں کسی کو کر بلا سمجھنے کے لیے مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔ اس بارے میں تھے مصلحت نہیں پوچھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کر بلا نہیں جاتے تو حکومت رے قطعاً نہیں مل سکتی۔ ابن سعد حکومت رے کو دل سے نہیں نکال سکتا تھا، لہذا کہا: اے ابن زیاد جسے تیرا حکم ہے میں وہی کروں گا یعنی امام حسینؑ کو قتل کروں گا۔

تاریخ ابن احیم کوئی کے ترجیح میں بھی لکھا ہے جو سابقہ سطور میں ذکر ہوا ہے۔ مرحوم کاشفی روضۃ الشہداء میں قطر از ہیں کہ جب ابن زیاد کا قاصد امام حسینؑ کی خدمت سے واپس گیا اور اس نے بتایا کہ امامؑ نے تمہارے خط کو پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا ہے کہ یہ خط اس قابل نہیں کہ جواب لکھا جائے۔

ابن زیاد کو بہت غصہ آیا اور حاضرین دربار سے کہا کہ تم میں سے کون حسینؑ سے جنگ کرنے جائے گا اور جو اے قتل کرے گا تو عراق کے جس شہر کی حکومت چاہیے میں دوں گا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسری دفعہ ابن زیاد نے پھر کہا لیکن کسی نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ تیری مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بیانیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تجھے کافی عرصہ سے حکومت رے کی خواہش ہے واقعاً وہ وسیع ولایت ہے اور اموال بہت ہیں، میں چاہتا ہوں کہ حکومت رے اور طبرستان تیرے نام پر لکھ دوں، اور تیری آرزو کو عملًا پورا کروں۔

عمر بن سعد نے منت سماجت کی، ابن زیاد نے حکم دیا کہ حکومت رے اور ولایت طبرستان کا حکم نامہ لکھو اور ابن عزرو کو قیمتی بیاس پہناؤ۔ اسے حکومت رے کا حکم نامہ لیا گیا۔ قیمتی بیاس زیب تن کرایا گیا اور زرین گھوڑے پر سوار کیا گیا۔ پھر ابن زیاد نے کہا: اے عمر سعد! میں تمہیں ایک بڑے لٹکر کی سپہ سالاری دے رہا ہوں، تم حکومت رے کے والی ہو اور ۵ ہزار دینار تمہیں دیتا ہوں۔ یہ سب کچھ اس شرط پر ہے کہ پہلے کر بلا جاؤ اور حسینؑ سے یا زیدؑ کی بیعت کروالا دیا اس کا سر جدا کرو۔ عمر ابن سعد نے کہا: اے امیریہ کام بہت بڑا ہے، بغیر سوچے مجھے نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت دے میں جا کر اپنی اولاد،

صحاب اور اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کرلوں تاکہ فیصلہ صحیح کر سکوں۔

ابن زیاد نے کہا: جاؤ اور مشورہ کر کے جلدی مجھے بتاؤ۔

عمر سعد قیمتی لباس پہنے اور قیمتی گھوڑے پر سوار، حکومت رے کا پروانہ ہاتھ میں لیے ہوئے گھر آیا۔ جب اولاد نے اس حالت میں دیکھا تو کہا: یہ گھوڑا اور شاہی لباس کہاں سے ملے ہیں؟ اور جو پروانہ ہاتھ میں ہے یہ کیا ہے؟

ابن سعد نے کہا کہ اے بیٹو! اب ہماری طرف ایسی دولت نے رخ کر لیا ہے جس کی انہائیں، اب ہمارا بخت اُبھرا ہے جس کو زوال نہیں ہوگا۔ جان لو کہ ابن زیاد نے اپنے ایک لشکر کی سالاری مجھے دی ہے اور طبرستان کی ولایت بھی دینے کا اس نے وعدہ کیا ہے اور یہ سب کچھ اس شرط پر ہے کہ میں جا کر امام حسینؑ سے جنگ کروں۔

جب بڑے بیٹے نے یہ سنا تو کہا: ہیبھات ہیبھات "ہائے افسوس! ہائے افسوس! یہ کون ہی غلط فکر ہے جو تم نے سوچی ہے یہ کیا بے سود معاملہ ہے؟ یہ جانتے ہو کہ کس سے جنگ کرنی ہے؟ اور کس خاندان کی دشمنی کے لیے کرباندھ لی ہے۔ یہ حضرت امام حسینؑ جناب سید الائمه، حضرت محمد مصطفیٰؐ کے جگر کوشہ اور علیؑ حرطفی کی آنکھوں کا نور اور سیدہ زہراءؑ کے دل کا میوہ ہیں۔ تمہارا باپ سعد بن وقارؓ تو ان کے جدا ہجہ پر جان قربان کرتا تھا اور تم ان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ یہ کام نہ کرنا، خوفِ خدا کرو اور روزِ قیامت کی شرمساری سے بچو، پیغمبرؐ کو بر روز قیامت کیا جواب دو گے؟

تم نے خود تین خط امام حسینؑ کو لکھتے تھے اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے تمہاری دعوت قبول کی اور ادھر آئے ہیں تو اب ان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے ہو۔ لوگ تجھے غدار اور بے وفا کہیں گے اور مجانی اہل بیت قیامت تک تجو پر لعنت کرتے رہیں گے ہرگز یہ کام نہ کرنا، ہرگز نہ کرنا۔

عمر سعد نے بڑے بیٹے سے مدد پھیر لیا اور چھوٹے لڑکے سے پوچھا کہ تیری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جو بڑے بھائی نے کہا ہے وہ حق ہے لیکن ہے ادھار اور جو ابن زیاد دے رہا ہے وہ نقد ہے اور کوئی عقل مند نقد کو ادھار پر نہیں چھوڑتا اور حاضر کو غائب پر اختیار کرنے کو نہیں چھوڑتا۔

عمر سعد (اعتنی) نے کہا: بیٹا تم تھیک کہتے ہو۔ ہم نے ابھی دنیا اختیار کی ہے جب آخرت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ دوسرے دن عمر سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا کہ امام حسینؑ سے جنگ کرنا قبول ہے۔

ابن زیاد اس بات پر بہت خوش ہوا اور اسے پانچ ہزار کا لشکر دیا کہ کربلا جاؤ۔ جب کوفہ سے باہر لکھر آیا تو ایک لشکر نے پوچھا: ابن سعد! کیا تو فرزید رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے کو جارہا ہے؟

ابن سعد نے کہا: ہاں! اگرچہ دنیا میں حسینؑ سے جنگ ذلت اور رسولؐ کا اور رسولؐ کا اور آخرت میں جہنم جانے کا سبب ہے لیکن

ترے کی حکومت بھی ذوق اور عیش و سرور کا سبب ہے۔

پھر روضۃ الشہداء میں ہے کہ حمزہ بن مخیرہ نے، جو عمر سعد کا بھانجا تھا، جب دیکھا کہ اس کا ماموں امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کا مصمم عزم کیے ہوئے ہے تو اپنے ماموں کے پاس آ کر کہنے لگا: تم کیوں اس جنگ کی طرف جا رہے ہو جو بہت بڑا گناہ ہے۔ اور قطع رحم کو بھی مستلزم ہے۔ یہ دھکا اور بے وفائی کی مشہوری کا سبب ہے۔ تم یہ کام کرنے کیوں جا رہے ہو؟ عمر سعد نے کہا: اے بیٹے! اگر یہ کام نہ کروں تو حکومت سے محروم رہوں گا۔

حمزہ نے کہا: خدا کی قسم کہ حکومت کو ترک کر کے دنیا چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ تمہاری گردن پر خون حسینؑ ہو۔ ابن سعد نے بہت بُلی فکر کی اور ارادہ کیا کہ جنگ کو چھوڑ دوں لیکن دنیا کی محبت نے اس کی بصیرت پر پردہ ڈال دیا اور وہ گمراہی کے کنوں میں گر گیا اور پائیچے ہزار کا لٹکر لے کر کر بلا بیکنی گیا۔

مرحوم واعظ قزوینی نے ریاض القدس میں امامی کی روایت لکھی ہے کہ ابن زیاد نے ایک سخت حکم نامہ اپنے لشکریوں کو لکھا کہ میں نے تمام لشکریوں کا امیر عمر بن سعد کو بہایا ہے اور کسی شخص کو اجازت نہیں کہ عمر بن سعد کی مخالفت کرے، سب کے سب اس کی بات کو سنبھال اڑاٹا گت کرو، یہی تمہارا سپہ سالار ہے۔

ابن زیاد کے لشکر کا امام حسینؑ کے کارواں کو مدد پہنچ جانے سے روکنا

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ کا کارواں وادی عقبہ سے گزرا اور منزل شراف پر وارد ہوا تو رات گزارنے کے بعد حری کے وقت جب امام حسینؑ نے اپنے کارواں کا حکم دیا کہ یہاں سے پانی زیادہ بھر لیں اور پھر روانہ ہو جائیں تو صحراء کا سفر طے کرتے ہوئے وقت زوال کی نے اچانک تکبیر کہہ دی۔ جب اس کی آواز امامؓ نے سنی تو اللہ اکبر کہا اور پھر پوچھا کہ تکبیر کیوں کہی ہے؟

اس نے عرض کیا: قربان جاؤں کوفہ کے باع نظر آ رہے ہیں، میں نوش ہوا ہوں کہ کوڈ بیکنی گئے ہیں، اس لیے تکبیر کی ہے۔ دوسروں نے کہا: ہم کی مرتبہ اس راستے سے گزرے ہیں یہاں پر باع نہیں ہے۔

حضرتؐ نے پوچھا: پس تم کیا کیا کیجئے ہو؟

انہوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! ہمیں تو گھوڑوں کی گردنیں نظر آ رہیں۔

حضرتؐ نے فرمایا: میں بھی سہی دیکھ رہا ہوں، یہ باع نہیں لشکر ابن زیاد آ رہا ہے۔ اگر یہ دشمن کا لٹکر ہے اور ہم سے جنگ کرے گا تو ہمیں ایک پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یہ داکیں جانب پھر اڑ کے دامن میں پناہ گاہ ہے۔ یہ خر کا لشکر تھا۔ امام نے نماز ظہر پڑھا کر لشکر خر کو نصیحت کی کہ اے کوفیو! تم نے خط لکھے تھے، وند بھیجے تھے تو میں اپنا گھر چھوڑ کر تمہارے بلانے پر اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لیے آیا ہوں۔ اور اب اگر تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا کوفہ میں ورود ناپسند کرتے ہو تو ہمارا راستہ چھوڑ دو، ہم اپنے وطن مدینہ چلے جاتے ہیں۔

لشکر خر خاموش رہا اور کوئی بھی جملہ مفترضہ زبان پر نہ لایا۔

پھر نمازِ عصر کے بعد امام نے ایک خطبہ دیا کہ خدا سے ڈر و حق اور اہل حق کو پیچانو۔ ہم پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں اور ہر شخص سے امامت اور خلافت کے زیادہ اہل ہیں۔ اگر تم اپنے وعدہ سے مخفف ہو چکے ہو تو میرا وعدہ پورا ہو گیا، اور اب میرا راستہ چھوڑ دو، میں واپس چلا جاتا ہوں۔

خر نے عرض کیا: اے فرزید رسول! خدا کی قسم! میں ان خدار اور مکار کو نیوں سے نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو دعوت

دی، خطوط لکھے اور وفادی بیجے۔

امام نے فرمایا: خر! اگرچہ تم نے خط لکھا ہے اور نہ کچھ پتا ہے لیکن جو باقی لوگ تمہارے ساتھ ہیں ان میں وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے خطوط لکھے۔ پھر خطوط والی خور میں زمین پر نکھر دی۔ جب خر نے ان کثرت سے خطوط کو دیکھا تو کہا: خدا العنت کرے ان پر جن لوگوں نے آپؐ کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا۔ میں قربان جاؤں، اس میں میری کوئی تفصیر نہیں ہے۔ مجھے تو ان زیادے نہیں بھیجا ہے کہ آپؐ کے ساتھ رہوں تاکہ آپؐ کو ان زیاد کے پاس لے چلوں۔

حضرتؐ نے فرمایا: الْيَوْمَ أَدْنَى إِلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ "تمہارے اس ارادے سے پہلے موت قریب ہے"۔

یہ فرمایا اور انہٹ کھڑے ہوئے، پھر آزادہ خاطر اور آخوندہ حال اپنے کاروان سے فرمایا: چلو، اس سے آگے جانا ہے۔ تمام اصحاب نے سامان باندھا اور عورتوں اور بچوں کو سوار کیا، سب سوار ہو گئے۔ امام حسینؑ نے حکم دیا: إِنْصَرُ فُوَالَّى التَّمَدِينَه "اب یہ کوئی اپنے ارادہ سے مخفف ہو گئے اور ہمارا کوفہ میں آنا ان کو ناپسند ہے، تو واپس مدینہ چلو، ہم اپنے گھروں میں آباد ہوں گے"۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا لِيَنْصَرُ فُوَالَّى التَّمَدِينَه وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأَنْصَارِ

جب کاروان حسینؑ پیچھے کو مر نے لگا تو خر کے لشکر نے راستہ روک لیا۔ بنی هاشم نے یاواز بلند کہا: کاروان کو کس نے روکا ہے؟ اتنے میں امام حسینؑ کی آواز بلند ہوئی: شُكْلَتَكَ أُمَّكَ مَا تُرِيدُ "تمہاری ماں تمہارے غم میں روئے، اب ہم کے کیا چاہئے ہو؟ کیوں ہمیں وطن نہیں جانے دیتے۔ کیوں زہراء کی اولاد کو رُلا تے ہو؟"

خُر آگے بڑھا اور عرض کیا: یا بن رسول اللہ! جو آپ مجھے دشام دی، آپ کو اختیار ہے لیکن میں یہ دشام نہیں دے سکتا۔ میری ایک عرض ہے۔

امام نے فرمایا: بتاؤ تمہیں کیا چاہیے؟ کس لیے کارروائی کرو گا ہے؟

خُر نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں تاکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

امام نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ کام بھی نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ایسا کر سکتا ہے۔

خُر نے کہا: خدا کی قسم! پھر میں بھی آپ سے جدا نہیں ہوں گا کیونکہ میں جنگ پر مامور نہیں ہوں، آپ سے جھگڑا نہیں کرتا لیکن اگر آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں تو فرض کی ادائیگی میں مقصراں ہوں گا اور آپ کو ذمہ کی طرف جاتے نہیں تو میری گزارش ہے ایک اور راستہ اختیار کریں جونہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف۔ اسی پر چلتے رہیں پھر دیکھا جائے گا کہ ابن زیاد کا کیا حکم آتا ہے تاکہ میں آپ کے سامنے بھی شرمند نہ ہوں اور ابن زیاد کا مقصراً بھی نہ ہوں۔

پھر خُر نے امام کو ایک راستہ بتایا کہ اس پر روانہ ہو جائیں۔ یہ نہ کوفہ جائے گا اور نہ مدینہ جائے گا۔

حضرت نے یہی راستہ اختیار کیا۔ قادریہ کی بائیں جانب سے اور غدیر سے گزرے تو پوچھا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس مشہور راستے کے علاوہ غیر معروف صحرائی راستہ کو جانتا ہو؟

طرماح آگے بڑھا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! میں غیر معروف راستوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: تم آگے چلو، ہم تمہارے پیچے آ رہے ہیں۔

طرماح آگے چلتا رہا اور حسینی کارروائی زدہ دلوں سے پیچے چلتا رہا۔ اس مقام پر چار شخص امام حسین کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہلال بن نافع مرادی، عمر والصید اوی، سعید بن ابی ذر غفاری، عبید اللہ ذہجی تھے۔ ان کے بعد کسی مقام پر حبیب بن مظاہر اسدی، مسلم بن عوجہ، عابس بن سعید شاکری بھی امام کے ناصرین میں شامل ہو گئے۔

جب چار شخص امام کے ساتھ شامل ہونے لگے تو خُر نے روکا لیکن جب امام نے ذرا شدید لمحے سے جھڑ کا تانہیں آنے دیا۔ امام نے ان سے کوفہ کے احوال پوچھے اور حضرت مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور قیس بن سعید کی شہادت کا احوال پوچھا جس پر امام حسین زار و قطار رونے لگے اور تمام اصحاب بھی روئے رہے۔

جن اشخاص پر جنت تمام کی اور ان کو دعوت حق دی

① اپنی قوم اور اصحاب کو یوں دعوت دی جو اللہ کی ملاقات چاہتا ہے ہمارے ساتھ چلے، میں کل صحیح جا رہا ہوں (کافی)

افراد آنچه

عبداللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر؛ ان تینوں نے کوئی غریب شرعی پیش کیا اور امامؐ کے ساتھ نہ آئے۔

عبداللہ بن جعفر: ان کی نظر کمزور تھی، ان کو خود امام نے مکہ سے واپس بھیجا اور انہوں نے ائمے دو سنتے محمد و عون ساتھ بھجے۔

زیستہ بن قین: نہ سلے عتمانی تھے جب دعوت می تو قبول کی اور غلامی کا حق ادا کیا۔

هر شے بن مسلم: ای جو کامیابی کا سارے امتحان کی دعوت کی طرف نہ آتا پلکہ کوفہ جیلا گیا۔

لشکر سعید، زیر دست راجح جو کو سائیں بانٹا تھا، کے گھوڑوں کو سائیں ملایا، انہوں نے حضرت کے پچھے نمازِ رہی، ان کو دعوتِ حق

وکیل اور وقت الائے سکے نے امام حسینؑ کا طرف آئے کاروں نے پھر ایکن، صبح عاشورہ خوازش اس کے ساتھ ۳۰۰ فوجوں نے

امام حسینؑ کے شکر میں اشمولیت اختیار کریں۔

بیوگرافی: پیغمبر مسیح کا بارہتک بالام حضیراً سرخلوت میں سمجھا تھا، سے لیکن اس کی زندگی نہ چشمی

۱۷

نے اس حصہ میں اسلام کا بغاٹ لے کر فوڑا۔ محمد کارا شکب ان کے سارے گھجے۔ ان میں سے کافی لوگ تاریخی

لکھنؤ کا حسینگہ نواز

بروز اشیاء معمولی استفاده کردن از طبله کنایه و شیوه حکم تحقیق‌ها، من ناصل بینندگانها، من

Unit 10

۱۰ استقاش کاخ معتقد بزمی بخواهی از خانه کوچک باشیم را نجفی غیره داشتند

معنی و مفهوم اخراج که خود شانس ندارد زیرا از این امر احساس نمایند اما آنها از آنها کفر شنیده

کے قبیلہ (فشتا) ناک کا تھا اخا۔ جو اپنے اٹاں پر اپنے اٹاں پر لقمان کا راجح نزک اجھا

¹² جعفر بن أبي قاسم (رض) كذا في مخطوطة مسند محمد بن إدريس الشافعي، كتبها شيخ المكتبة العينية، الفقيه

لشکر پیغمبر اسلام میگردید و این دعویی را در میان افراد مسلمان ایجاد کرد.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّمَا يُنَزَّلُ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ مَا يُنَزَّلُ بِالْحِكْمَةِ

۱۷۶- جتنی شنیں علی ہم فوجیں جو کہ تو نہیں تھے کگاں میں اک

گاگا کے فتح سے کام

(مترجم: یہ لفظ اعلان میری طرف سے ہے، صاحب کتاب نے نہیں لکھا اور میں نے اس لیے لکھا ہے کہ جناب علی اصغر نے اپنے گلے پر تیر کھا کر دشمنوں میں اپنے بابا کی فتح کا اعلان یوں کر دیا کہ اسے یزید تو لکنا کمزور ہے کہ اتنی بڑی طاقت، فوج، لٹکر، نیزوں، تلواروں اور سب سے بڑھ کر گھوڑوں اور دشمنوں کو مارتے جانے والے سہ شعبہ آہنی تیر سے مجھے جیسے موصوم کی گردن نہیں جھکا سکا، تو میرے بابا کی گردن کیسے جھکا سکتا ہے)

تیسرا جواب: امام حسنؑ کے ایک صاحبزادے نام عبد اللہ تھا، گیارہ سال کے تھے اور پچھا کا استغاثہ سننے پر پھوپھیوں کے پکڑنے کے باوجود میدان میں پہنچے اور شہید ہو کر نصرت کی۔

چوتھا جواب: جناب عبد اللہ بن حسینؑ، ایک گھنٹہ پہلے پیدا ہونے والا بچہ بھی استغاثہ سن کر داتی کے ہاتھوں پر سوار ہو کر میدان میں آگیا اور ادا ان واقعہ سنتے سننے بابا کی نصرت کی۔

پانچواں جواب: حضرت زینبؓ کبیری بھی استغاثہ کے وقت نفرت امامؑ کے لیے آئیں جبکہ امام حسنؑ کے بدن کی کوئی جگہ سالم نہ تھی۔ تفصیلی تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

ورو در کربلا اور شب عاشورتک کے واقعات

کارروان حسینؑ غیر معروف راستے سے کربلا آ رہا تھا کہ عذیب الجوانات کے مقام پر رُحْبَن یزید کو ابن زیاد ملعون کا خط پہنچا جس میں اس نے خُرکی ملامت کی اور مدمت کی کہ تو حضرت امام حسینؑ سے کیوں نزی کا برتابو کر رہا ہے، ان پر سختی کیوں نہیں کرتا۔ جب یہ خط ملا تو خوفزدہ ہو گیا اور اس کے بعد ذرا سختی کرنا شروع کر دی۔ کبھی کارروان کو روک دیتا کبھی چلنے کی اجازت دیتا، سواروں اور مندراتی عصمت اور بچوں کی سواریوں کو کبھی ادھر اور کبھی اُوھر چلنے کا حکم دیتا تھا۔ اور اپنے اختیار سے ان کو چلنے نہیں دیتا تھا۔ اسی طرح پریشانی سے چلتے چلتے کارروان حسینؑ ایک بخوبی، بے آب و گیاہ زمین پر پہنچا تو چونکہ تر کو ابن زیاد نے لکھا تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے کارروان کو بے آب و گیاہ بیباں میں روک لے، اس لیے خرنے اس وادی میں روک لیا۔ اگرچہ امامؑ نے اصرار کیا کہ ہمیں آگے گے جانے دے تاکہ نیزاً یا غاضریہ میں پڑاؤ ڈالیں لیکن خرنے اجازت نہ دی اور کہا کہ ابن زیاد نے مجھے حکم ہوا ہے لہذا آگے نہیں جائے وہی گی۔

اس زمین پر آتے ہی تمام کارروان حسینؑ کے ٹالوں میں ہبہ طاری ہو گئی۔

امام حسینؑ نے پوچھا کہ ما اسمُ هذہ الارضِ؟ ”اس سر زمین کا نام کیا ہے؟“

تو کہا گیا: کربلا۔

امام نے فرمایا: پس سواریاں بٹھا دو، نیچے اتر آؤ، یہی ہماری آخری منزل ہے۔ ہمارے مردوں کے گھوڑوں سے اترنے کا یہی مقام ہے اور ہمارا خون اسی جگہ پر بھایا جائے گا۔ ہماری قبریں یہاں بنیں گی، یہ وہی خاک اور زمین ہے جس کا نانے فرمایا تھا۔

کاروان حسینی اپنی سواریوں سے اتر آیا اور حضرت نے بھی مقابل میں ڈیرہ جمالیا۔

ابو الحسن کے نزدیک اپنے مقتل میں وروکر بلا کا منظر

جب خاصہ آل عبّا کا گھوڑا زمین کربلا پر بیٹھ تو قدم آگے نہ بڑھایا، اگرچہ امام حسینؑ نے گھوڑے کو آگے چلنے کے لیے ہاتھ لیکن گھوڑے نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ امام نے گھوڑا تبدیل کیا تو اس نے بھی قدم نہ بڑھایا۔ فَلَمْ يَرَأْ
يَرَكُبُ فَرَسًا فَرَسًا حَتَّىٰ سَرَكَبَ سَتَّةً أَفْرَاسٍ حَفَرَتْ نَزْهَةً گھوڑے تبدیل کیے جب کسی نے بھی قدم نہ بڑھایا تو حضرتؑ نے اصحاب سے پوچھا: آئی موضعِ هنریہ ”یہ زمین کون سی ہے؟“

اصحاب نے عرض کیا: غاضریہ۔

حضرتؑ نے پوچھا: کوئی اور نام بھی ہے؟ صاحبہ نے کہا: شاطی الفرات۔ پھر فرمایا: کوئی اور نام بھی ہے؟ عرض کیا گیا: اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔

اس وقت حضرتؑ نے فرمایا: اب مشکل آسان ہو گئی ہے۔

فَتَنَفَّسَ الصُّعْدَاءَ وَيُكَلِّي بَكَاءً اشَدِيدًا قَالَ وَاللَّهُ أَرْضَ كَرْبَ وَبَلَاءُ وَاللهُ هُيَهُنَا
يُقْتَلُ الرِّجَالُ وَاللهُ تَرْمَلُ النِّسَوانُ هُيَهُنَا وَاللهُ تُذَبَّخُ الْأَطْفَالُ وَهُيَهُنَا وَاللهُ تَهْتَلُ
الْحَرِيرِيْمُ فَانِزَلُوا بِنَيَايَا كِرَامِ فَهِيَهُنَا مَحَلُّ قُبُورِنَا

”پس امام نے دل پر درد سے سرد آہ لی اور بلند آواز سے روئے، پھر فرمایا: خدا کی قسم! کرب و بلا والی بیکی زمین ہے جہاں دکھ اور مصیتیں ہوں گی۔ خدا کی قسم! ہمارے جوان یہیں مارے جائیں گے۔ خدا کی قسم! ہماری عورتیں یہیں یہود ہوں گی۔ خدا کی قسم! ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہیں ذبح کیا جائے گا۔ خدا کی قسم! ہماری حرمت اور تعظیم کا پرده یہیں اترے گا۔ پس میرے جوال مرورو! اور شرقا کے وارثو! یہاں اتر آؤ کیونکہ یہیں ہماری قبروں کا مقام ہے۔“

پھر امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اترے، جوں ہی امام کے قدم اس زمین پر پڑے تو خاک کربلا کا رنگ زرد ہو گیا اور کچھ غبار اڑا جو حضرت کے چہرہ مبارک پر اور بالوں میں بیٹھ گیا۔ روایت مفید کے مطابق حضرت امام حسینؑ کا کربلا میں ورود ہر روز چھترات ۲۴ محرم الحرام ۶۱ ہجری ہے۔

روز ورود کربلا، ۲۴ محرم کے واقعات

ہماری شخصیت کے مطابق ورود کربلا کے دن چھ درج ذیل واقعات ہوتے ہیں:

① کتاب مجعع میں شیخ طریحی نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی قبر مطہر کے مقام کے اردو گرد جگہ کو اہل نیوی اور اہل غاضبی سے ۲۰ ہزار درہم میں خریدا اور خرید کر ان کو اس شرط پر عطیہ کر دی کہ وہ ہماری شہادت کے بعد ہماری زیارت کے لیے آنے والوں کی ہماری قبر مطہر کی طرف رہنمائی کریں گے اور ان کو تین دن مہمان رکھیں گے۔
سکولوں شیخ بیہائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۴ محرم کا ہے اور کہا گیا ہے کہ اطراف قبر کو ۲۰ ہزار درہم میں اہل نیوی و غاضبی سے خریدا اور اس شرط پر ان کو زمین و اپیں کر دی کہ میرے زائرین کی رہنمائی کرنا اور تین دن مہمان رکھنا۔

صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے، جو جگہ اپنے حرم کے لیے امام نے خریدی وہ چار میل مرلن ہے (ترجم: سازھے چھ کلو میٹر) جو آپؐ کی اولاد اور آپؐ کے محبوب پر حلال اور دوسروں پر حرام ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ میل کی مسافت روئے زمین پر آنکھ کی دید کی انتہائی مقدار ہوتی تھی جسے چار ہزار ہاتھ میں کیا گیا ہے۔

② کتاب معجم الاحزان میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے تو حضرت سیدہ زینب بھائی کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ برا در بیوہ وادی بہت دشمن ناک، دروناک اور ہولناک ہے، جس وقت سے ہم یہاں اترے ہیں، میرے دل پر دشمن کا بوجھ زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہن ایماں کے زمانہ میں بابا اور بھائی کے ساتھ جب صفين جا رہے تھے اور اسی زمین سے عبور ہوا تو ہم یہاں اترے اور آرام کرنا چاہا۔ میرے بابا کا سر بھائی حسنؑ کی گود میں تھا۔ آپؐ کچھ دیر سوئے، میں بابا کے سر کے قریب بیٹھا تھا کہ وہ اچانک نیند سے جا گئے اور سخت گریہ کرنے لگے۔ بھائی نے اس قدر شدید گریہ کی وجہ پوچھی۔ بیماں نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا اس وادی میں خون کا درد بیا ہے اور میکھا بیٹھا حسینؑ اس خونی دریا میں غوطے کھا رہا ہے اور انھی غوطوں کے دوران میں استغاثہ بھی کر رہا ہے اور کوئی اس کی دہ دے کے لیے نہیں آتا۔ پھر بابا نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے ابا عبد اللہ! اس ہولناک واقعہ کے وقت تمہاری کیا حالت ہو گی اور کیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا: میں صبر کروں گا اور اللہ کی رضا پر راضی رہوں گا۔

(۲) سید ابن طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ کا پُشکوہ کارواں پر بلازمین کربلا پر پہنچا اور اس زمین پر اُترتا امام حسینؑ ایک طرف بیٹھ گئے۔ اصحاب اور غلاموں نے خیام لگانے شروع کر دیے۔ حضرت امام اپنی تلوار صاف کر رہے تھے اور سوختہ دل سے اپنے پور دگار سے مناجات کر رہے تھے۔ آپؑ زمانے کی بے وقاری کا پُشکوہ ان اشعار میں کر رہے تھے۔

ياد هرافي لک من خليل کم لک بالاشراق والاصيل
من طالب وصاحب قتيل والدهر لا يقمع بالبدليل
وانما الامر الى الجليل وكل حي سالك سبيلي
”یعنی اے زمانے! تجھ پر شف ہے کہ تو میرا دوست ہے، صح اور شام میں حق کے طالبوں اور اپنے دوستوں کو قتل کر دیا ہے۔ زمانہ عوض قبول نہیں کرتا۔ پس تمام امور خدا کے حوالے ہیں اور ہر زندہ میری طرح جانے والا ہے۔“

راوی کہتا ہے کہ حضرت نبی علیہ السلام نے جب یہ اشعار نے تو بھائی کی خدمت میں عرض کیا: بھائی ایسی باتیں تو وہ کرتا ہے جسے اپنے قتل کا یقین ہو جائے۔

حضرت نے فرمایا: ہاں بہن! (مجھے یقین ہے)

جناب نبیؐ نے عرض کیا: ہائے! یہ لکنی بودی مصیبت ہے کہ حسینؑ اپنی موت کی خبر مجھے دے رہے ہیں۔

یہ میں سنتے ہی تمام سورات میں گریہ شروع ہو گیا اور اپنے چہروں پر فرط غم سے طماقچے مارنے لگیں اور گریباں چاک کرنے لگیں۔

حضرت علیاً مخدرة ألم كلثوم بار بار بھی میں کرتی تھی: وَامْحِدَا، وَاعْلِيَا، وَأَمْرِيَرَاءَ وَاحْسِنَا وَاحْسِنْيَا!

ہائے ہماری غربت جو آپؑ کے بعد ہو گی اے ابا عبد اللہ الحسینؑ!

روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے بہن کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: میری بہنو! اللہ سے کیسے گئے وعدے دل میں یاد رکھو کہ آسمانوں کے ساکن بھی فانی ہیں، زمین کے ساکن بھی فانی ہیں، تمام تلوقات فاہونے والی ہے۔

پھر فرمایا: بہن! ام کلثوم! بہن نبیؐ اور فاطمہؓ اے رباب! یہ خیال کرنا کہ میرے دنیا سے جانے کے بعد گریبان چاک نہ کرنا اور ایسی کوئی بات نہ کرنا جو خدا کی نار انسکی کا باعث ہو۔

بہن نما رسولؐ چلے گئے، امال زہراءؓ ذخی پہلو سے رخصت ہوئیں، بابا علیؓ ذخی پیشانی سے دنیا سے گئے، بھائی حسنؑ

زہر سے شہید ہوئے جس طرح تم نے پہلے صبر کیا، اب بھی صبر کر لینا۔

۲۱ جلاء العيون میں علامہ مجلسی بیان فرماتے ہیں کہ جب خاصِ آلِ عبَّا زمین کربلا میں وارد ہوئے تو آپ نے اصحاب کو بلایا، اپنے سامنے بٹھایا اور ایک شفیع و بلیغ خطبہ دیا اور خطبہ کے بعد فرمایا: اے میرے دوستو! قَدْ نَزَّلَ مِنَ الْأَمْرِ مَا تَرَوْنَ وَأَنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ ” ہمارے یہ حالات ہو گئے جو تم دیکھ رہے ہو، دنیا ہم سے منہ پھر چکی ہے اور ہمیں پہچاننے سے بھی انکاری ہے۔ ہماری زندگی کے آخری ایام ہیں۔ لوگوں نے حق کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور باطل پر جمع ہو گئے ہیں۔

پس جو شخص خدا، رسول اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو دنیا سے منہ موڑ لے اور پروردگار کی ملاقات کے لیے شوق پیدا کرے کیونکہ راہ حق میں شہادت سعادت اپدی کی روایت ہے اور ظالموں کے ساتھ مومنین کا زندگی گزارنا سوائے محنت اور مشقت کے اور کچھ نہیں۔

حضرت امام حسینؑ کے ایک عاشق رُہیم بن قین بھی نے عرض کیا: اے فرزید رسول! سَمِعْنَا مَقَالَتَكَ وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا لَنَا بِأَقِيمَةٍ وَكَذَّا فِيهِ مُخْلَدِينَ لَا تَرَى النُّهُوشَ مَعْكَ عَلَى الْإِقْامَةِ فِيهَا ” ہم نے آپ کا درود لگوٹی دل سے سنائے اگرچہ دنیا فانی ناجیز ہے اور اس میں زندگی بیچ ہے لیکن اگر دنیا ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، مضبوط اور محفوظ ہو تو بھی کسی صورت میں ہم آپ کی نوکری سے جدا نہ ہوں گے اور آپ کی خدمت میں نوکری کو دو جہاںوں کی حکومت کے بدلے بھی نہیں دیں گے اور ہمیشہ اس دنیا میں باقی رہنے سے آپ کے قدموں میں شہادت کو ترجیح دیں گے۔

جب رُہیم نے یہ کلام کیا تو ایک اور عاشق دل باختہ ہلال بن نافع اخلاق حضرت علیؓ کا ترتیب یافتہ اور شاگرد تھا، نے کہا: اے فرزید رسول! آپ کے جدا احمد، بابا اور بھائی ہمیشہ انھی مغلکات اور مصائب میں بیٹلارے اور اُمت سے کس قدر رنج دیکھے، میں قربان جاؤں، مکاروں اور دھوکے بازوں نے ایسی بد عهدی کی ہے اور بیعت توڑی ہے جسے پہلے لوگ کرتے رہے تو انہوں نے اپنا نقصان اٹھایا۔

خدا کی قسم! ہم پروردگار کے پاس جانے میں سُست رونیں بلکہ ہم تو خالص نیت اور راستہ عزم سے آپ کے عبد اور نوکر بنے ہیں لہذا آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

اے فرزید رسول! خدا کی قسم! اللہ مَنْ أَنْجَدَ مِنْ أَنْجَدَ اللَّهُ عَلَيْنَا أَنْ نُقَاتِلَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَتَقْطَعَ فِيلَ أَعْضَانُنَا ثُمَّ يَكُونُ بَجْدَكَ شَفِيعُنَا يَوْمَ الْمَعَادِ ” یہ خدا کا ہمارے اوپر احسان ہے کہ آپ کی راہ میں جان قربان کرنا نصیب ہوگا اور آپ کے قدموں میں نکڑے نکڑے ہو جائیں گے اور قیامت کے روز آپ کے نانا ہمارے شفیع ہوں گے۔

ان جاثاروں نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور حضرت امام حسینؑ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

شهر ابن آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِمْ فَبَكَى سَاعَةً ”اپنے اصحاب کے جذبات سے تو کافی دیر تک روتے رہے۔“

اور کوئی نہ جانتا تھا کہ کون سی چیز نے دل نازخین پر اثر کیا ہوا کہ ایک گھنٹہ روتے رہے اور بار بار روتے رہے اور رونے سے کوئی وقفہ نہ ہوا۔ پھر حضرتؐ نے آسان کی طرف چھڑ بلند کیا اور حق سجائہ سے مناجات شروع کیں اور یہ ایسے دھکی انداز میں مناجات تھی کہ مجبوں کے دل کباب ہو گئے اور آنکھیں بے اختیار ہرستے لگ گئیں۔

اللَّهُمَّ إِنَا عَتَرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّداً وَقَدْ أَخْرَجْنَا وَطَرَدْنَا وَأَنْعَجْنَا عَنْ حَرَمٍ جَدِّنَا وَقَعَدَتْ
بَنُو أُمَّيَّةَ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ فَخُذْنَا بِحَقِّنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

بایں ہلا! ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں، ہمیں وطن سے نکال دیا گیا ہے اور ہم صحوتوں میں زندگی گزار رہے ہیں جب کہ بنی امیہ کو ہمارے مقام پر بٹھا دیا ہے اور ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم روارکے جا رہے ہیں۔ اے خدا! ہمارا حق ان سے چھین لے اور ہمیں ظالموں کے خلاف نصرت عطا فرماء۔

(۵) بخار الانوار میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے امام باقر علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: جب میرے دادا کربلا میں وارد ہوئے تو اپنے بھائی محمد حنفیہ اور دیگر بنی ہاشم کو مدینہ میں خط لکھا اور اس میں اپنی گرفتاری کے بارے اشارہ کر دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من الحسين بن على الى محمد بن علي ومن قبله من بنى هاشم ، اما بعد فكان

الدنيا لم تكن والآخرة لم تزل والسلام

”ہم نے دنیا کو ایسا بنا دیا ہے کہ اس سے پہلے ایسی نہ تھی اور آخرت کو دامن اور باقی جانتے ہیں لہذا ہم نے دنیا سے آنکھیں بند کر کے آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔“

علامہ مجلسیؓ نے مناقب سے نقل کیا ہے کہ وروہ کربلا کے بعد حرنے اben زیاد کو امامؑ کے ورود کی اطلاع دی تو این زیاد

نے ایک خط امام حسینؑ کے نام بول لکھا:

”اے حسین! مجھے پہہ چلا ہے کہ تم کربلا پہنچ گئے ہی، مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں اس وقت تک نہم بستر پر نہ سوؤں اور

گندم کی روٹی نہ کھاؤں جب تک تمہیں قتل نہ کر لوں یا پھر تم یزید کی بیعت کرلو۔ والسلام!“

تیز و تند سوار یہ خط کر بلا لایا اور مخترا مامّ سے اجازت طلب کی گئی کہ عبید اللہ کا قاصد خط لایا ہے؟ امام نے اجازت دی۔ قاصد نے خط خدمت امام میں پیش کیا۔ امام نے خط پڑھا تو اس کے مضمون میں موجود ریک جملات کی وجہ سے اس کو زمین پر پھینک دیا اور فرمایا کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جو مخلوق کی رضا مندی کے لیے خدا کو ناراض کرو۔

قاصد نے جواب نامہ کا مطالبہ کیا تو فرمایا: اس قسم کا خط جواب کے قابل نہیں البتہ لکھنے والا عذاب خدا کا مستحق ہے۔ قاصد ابن زیاد کے پاس آیا اور تمام حال سنایا۔ ابن زیاد کو بہت غصہ آیا اور فوری طور پر عمر بن سعد سے کہا کہ سناء تم نے، فرزید قاطمہ نے میرے خط کی کیسے توہین کی ہے، لہذا تمہیں لشکر دیا ہے جاؤ اور اس سے جنگ کرو۔ پھر ہر روز کر بلا میں لشکر جنگ کے لیے بھیجا رہا۔ البتہ تمام لشکر ابن زیاد کی تعداد، کیفیت سپاہ کا تذکرہ آیا ہے آئندہ آئے گا۔

وقائع روز سوم محرم

ابن زیاد کا قاصد والپس پہنچا تو اس نے ابن زیاد کو اس کے خط کے بارے امام حسین کا رویہ بتایا تو وہ بہت آگ گولہ ہو گیا۔ جامع مسجد کوفہ آیا، منبر پر تقریر کی اور لوگوں کو امام حسین کے ساتھ جنگ پر براہینہ کیا۔ لوگ فوج در فوج امام کو قتل کرنے اور ابن زیاد سے دنیا حاصل کرنے کی خاطر جمع ہو گئے اور ایک جار لشکر آمادہ ہو گیا۔

ابی الحسن نے لکھا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دن علم دس سرداروں کے نام مرتب کیے اور ان کو کر بلا میں فرزید رسول کے ساتھ جنگ کرنے بھیجا رہا۔

۱ پہلا علم عمر بن سعد کا تھا کہ چار ہزار سوار دے کر کر بلا کی طرف روانہ کیا۔

۲ دوسرا علم عروۃ بن قیس کا تھا جس کا لشکر دو ہزار سوار کا تھا۔

۳ تیسرا علم شان بن انس کا تھا جس کا لشکر چار ہزار سوار پر مشتمل تھا۔

۴ چوتھا علم عقباء فہری کے بیٹے کے لیے مختص تھا جس کا لشکر چار ہزار سوار کا تھا۔

۵ پانچواں علم خوی کو دیا گیا جس کے ساتھ تین ہزار سلح افراد تھے۔

۶ چھٹا علم کے لیے خاص تھا جس کے ساتھ تین ہزار سلح افراد تھے۔

۷ ساقواں علم حسین بن نمير غدار کو دیا گیا جس کے پاس آٹھ ہزار سوار تھے۔

۸ آٹھواں علم ابوقدار بانی کو دیا گیا جس کے ساتھ نو ہزار سوار تھے۔

۹ نواں علم عامر بن صریحہ کو دیا گیا اسے مجھے ہزار کے لشکر پر سرداری حاصل تھی۔

❖ دسویں علم شہبٹ بن ربعی پلید کو دیا گیا اور اسے دس ہزار کے لشکر کا سردار بنا یا گیا۔
یہ لشکر ۹ محرم سے کربلا میں آنا شروع ہوئے اور ۹ محرم کی عصر تک رہے۔ جب تمام لشکر وارد کربلا ہو گئے تو زمین کربلا میں تل بھر گلہ خالی نہ تھی اور لشکر یوں نے تمام بیان کو پُرد کر دیا تھا۔ البتہ یہ لشکر باری باری کربلا آتے رہے۔ اس حوالے سے لشکر یوں کی گلی تعداد ۵۲ ہزار تھی۔ اور اُخْرَ کے لشکر کو ساتھ شامل کیا جائے تو ۵۳ ہزار تعداد بن جاتی ہے۔

لشکروں کے کوفہ سے نکلنے کی ترتیب صاحب معالیٰ اسٹبلین کے نزدیک

بعض کتب میں ہے کہ ابن سعد کے کوفہ سے آنے کے بعد پہلا شخص جو کوفہ سے نکلا وہ شہزادی الجوشن ہے جو کوفہ سے چار ہزار سواروں کا لشکر لے کر کربلا روانہ ہوا لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ ملعون ۹ محرم کو کربلا میں وارد ہوا۔ اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ شرابندرائے محرم میں کربلا آیا، پھر واپس آ گیا اور پھر ۹ محرم کو لشکر لے کر کربلا وارد ہوا۔
پھر عروۃ بن قیس چار ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سے نکلا۔ اس کے بعد سنان ابن انس چار ہزار سپاہی لے کر نکلا۔ اس کے بعد حسین بن غیر چار ہزار لشکری لے کر آیا۔ اس کے بعد زین الدین رکاب بلکی دو ہزار لشکری لے کر، اس کے بعد فلان مازنی تین ہزار لشکری لے کر پھر خولی تین ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سے نکلا۔

لشکر کی تعداد

تاریخ میں ابن سعد کے لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے:

❖ ناخ التواریخ میں ہے کہ بقول سبط بن الجوزی چھ ہزار نفر تھی۔

❖ مرحوم سید ابن طاؤس نے لہواف میں، احتم کوفی اور علامہ مجلسی نے محمد بن ابی طالب سے روایت لفظ کی ہے کہ لشکر کی تعداد ۲۰ ہزار نفر تھی۔

❖ مرات الجنان میں یافی اور مطالب السنوی میں محمد بن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ۲۲ ہزار تھی۔

❖ این شہر آشوب کہتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے ۲۵ ہزار جنگجو یار کر کے کربلا بھیجی۔

❖ شافیہ کا شارح لکھتا ہے کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ۵۵ ہزار تھی۔

❖ ابو الحسن لکھتے ہیں: سپاہ ابن زیاد کی تعداد جو کربلا میں موجود تھی وہ ۸۰ ہزار نفر تھے جو تمام کوفی تھے اور ان میں شامی، ججازی، بصری کوئی بھی نہ تھا۔

❖ بعض تواریخ میں لشکر ابن زیاد کی تعداد ایک لاکھ، بعض میں دو لاکھ اور بعض میں آٹھ لاکھ تک لکھی گئی ہے۔

پھر صاحبِ ناخ اپنا نظریہ رکھتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون کے لشکر کی تعداد اہم یا ۵۳ ہزار تھی۔

ان کے بعد حاجی مر جوم لکھتے ہیں کہ بعض اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ دشمن کے لشکر کی تعداد اس قدر تھی کہ اگر کوئی شخص ٹیلے یا بلند مقام پر کھڑا ہو کر دیکھتا تو جہاں تک نظر جاتی گھوڑے، افراد، تلواریں اور نیزے ہی نظر آتے تھے اور لشکر کی کثرت اس قدر تھی کہ اسے اگر انسانوں کا انہٹا ہوا سیلا ب کہا جائے تو عجید ہیں۔ یا کہا جائے کہ افراد کی سیاہی رات کی سیاہی کی طرح تھی، یا پھر موسلا دھار بارش کے قطرات سے اس لشکر کی تعداد کو تشبیہ وی جاسکتی ہے جیسے خود امام حسینؑ نے ایک رجز میں بھی تشبیہ وی ہے۔

وابن سعد قد رمانی عنوۃ
بجنود کو کوف الهاطلين
بقول اقبال:

و شماں او چون ریگ صحرا لاتخ در دستان او به یزدان هم عدد
بعض موخرین نے لکھا ہے کہ ۳ محرم سے ۶ محرم تک کوف کے لوہے کے بازار میں اس قدر بھیڑ اور شور و غل اور غوغائی کا کہ جو شخص بازار آتا تو اور خرید رہا ہوتا تھا یا نیزہ یا تیر یا سر نیزہ خریدتا تھا۔ اور اگر یہ آلات پہلے موجود ہوتے تو ان کو تیز کرواتا، سیقیل کرواتا یا ان آلات کو زہر میں بجھایا جا رہا تھا۔ ان تمام کا مقصد یہ تھا کہ ان تیز دھار آلات سے خوبصورت رسولؐ و عزیز بتوں کا خون بھائیں۔

ہائے تسب کہ ان تمام تیروں کو زہر میں سوم کر لیے تھے اور تیر اندازوں کے ایک گروہ کے پاس یک شعبہ (ایک بھال) تیر تھے تو دوسرے گروہ کے پاس دو شعبہ (دو بھالے) والے تیر تھے اور تیسرا گروہ کے پاس سہ شعبہ (تین بھالے) والے تیر تھے جو سب فرزند رسولؐ کے لیے بنائے جا رہے تھے۔

ورو د عمر بن سعد روایت سوم محرم

ابن زیاد نے جو دس لشکر تیار کیے سب سے پہلا لشکر عمر بن سعد کا ۳ محرم ۷۱ ہجری کو کربلا آیا جس کے ساتھ ۲ ہزار اور ۶ ہزار سپاہی تھے۔ اسی کا پہلا علم تھا اور فرات کے کنارے اپنا ذیرہ جلایا۔ عمر بن سعد سے پہلا خون بین یزید ریاحی کر پہلا میں موجود تھا اور اس نے ہی امامؐ کو اس شنک اور بے آب و گیاہ صحرا میں اترنے پر مجبور کیا تھا۔ خون کو عمر بن سعد کے کربلا آنے پر دل میں خیال آیا کہ یہ لشکر بھی حضرت خاصہ آل عبّا سے جنگ کرنا آیا ہے اور حضرتؐ پر زندگی شنک کر دے گا اور اس کا سبب میں بنا ہوں، لہذا اپنے کیے پر شرمندہ ہو گیا اور ہمیشہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت اور ندمت کرتا رہتا تھا کہ یہ میں نے امام

حسینؑ کو کس قدر ظلم کے طوفان میں پھنسا دیا اور تمام اہل بیتؑ کو دشمنوں کے چنگل میں پھنسا دیا ہے۔ اس لیے یہ حال معلوم کرنے کے لیے کہا جو شکر آیا ہے امامؑ سے جنگ کرنا آیا ہے یادیے آیا ہے۔ دھنی دل اور پریشان حالت میں اٹھا اور ابن سعد کے پاس آیا، سلام کیا، عمر نے جواب دیا اور خُر کوش آمدید کہا۔ پھر اپنے امیر ابن زیاد کا فرمان خُر کو دکھایا اور فخر کیا۔

جناب خُر نے جب عمر بن سعد کو جنگ کے لیے تیار دیکھا تو، بہت پُر ملاں اور شکستہ دل ہو گئے اور پریشانی میں اضافہ ہو گیا لیکن خاموش رہے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ اس انتظار میں کہ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔

مرحوم مفید علیہ الرحمٰن نے ارشاد میں لکھا ہے کہ جب این سعد ظالم کربلا کی زمین میں ٹھہر گیا تو عروہ بن قیسِ حسی جو کوفہ کا ایک نامور بہادر تھا، کو بڑایا اور کہا کہ جاؤ اور امام حسینؑ سے پوچھو کہ آپ اس طرف کیوں آئے ہیں؟ عروہ خود وہ شخص ہے جس نے امامؑ کو خط لکھا تھا اور کوفہ آنے کی دعوت وی تھی لہذا ابن زیاد کا حکم سنتے ہی رنگ زرد ہو گیا اور جمالت کا پیسہ پیشانی پر شمودار ہو گیا۔ اس نے سر پیچے کر لیا۔ تھوڑی دری بعد سر اور پر کیا اور کہا کہ یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ جب ابن زیاد نے دیکھا کہ یہ عروہ امام حسینؑ کے پاس جانے سے انکار کر رہا ہے تو لشکریوں کی طرف منہ کر کے کہا کہ تم میں سے ایک شخص جائے اور امام حسینؑ سے پوچھ کر آئے کہ اس طرف (عراق) کیوں آئے ہو؟

کسی سپاہی نے جواب نہ دیا کیونکہ ان میں سے اکثریت نے امامؑ کی خدمت میں خط لکھتے تھے اور دعوت وی تھی اس لیے سب سر پیچے کیے کھڑے تھے۔ بالآخر کثیر بن عبد اللہ شعی، جو بہادر، شجاع، بے باک، نیز بے حد بداخلائق اور بے حیا تھا، اٹھا اور کہا کہ جب کوئی نہیں جاتا تو میں حسینؑ کے پاس جاتا ہوں اور اگر تو حکم کرے تو اس کو قتل بھی کر دوں گا۔ ابن سعد کو اس کی بے حیای اور بے شرمی سے اپنی بے حیا کی بھول گئی اور کہا کہ قتل نہیں چاہتا صرف یہ پوچھنا ہے کہ ان دیوار میں کیسے آئے ہو؟

کثیر بن عبد اللہ شعی سے اس حال میں لکھا کہ تلوار کر سے لکھائی ہوئی تھی اور وہ بڑے تکبر اور غرور سے امامؑ کے خیام کی طرف روانہ ہوا۔ جب امام حسینؑ کے خیمے کے قریب پہنچا تو بُاؤز بلند نفرہ لگایا: اے حسینؑ! اے حسینؑ!

حضرتؐ نے یہ آواز سنی اور اپنے اصحاب سے پوچھا کہ یہ بے ادب کون ہے جو اس طریقے پر آواز دے رہا ہے۔ ابو قاسم صانعؑ امامؑ کے خیمے کا پھرے دار تھا، وہ آگے بڑھا اور اس کو پہنچا کر واپس امام عالی مقامؑ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں قربان جاؤں، یہ روئے زمین کا بدترین شخص آپ کی طرف آیا ہے جو پاگل، بے باک، گستاخ اور بدزبان ہے۔ اس کا نام کثیر بن عبد اللہ شعی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس سے پوچھا کہ کیا چاہتا ہے؟

ابو شامة صائدی جلدی سے اس شخص کے پاس گئے اور کہا کہ کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اس نئے میں داخل ہوں (امام کے خیمہ کی طرف اشارہ کیا)۔

ابو شامة نے فرمایا: بہت اچھا لیکن تم الحج کے ساتھ اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ اسلحہ اتار کر باہر رکھ دو پھر اندر جاسکتے ہوں۔

کثیر نے کہا: یہ کام نہیں ہوگا اور نہ میں تمہاری بات سنتا ہوں بلکہ الحج سمتیت اندر جاؤں گا۔

ابو شامة صائدی بولے: میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں اگر اندر آنا چاہتا ہے تو جب تک تو خیمہ سے نہ نکلے گا میں نیزی

تکوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر رہوں گا۔

کثیر بہت ہسا اور کہنے لگا کہ تم میری تکوار کے قبضہ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتے۔

ابو شامة نے کہا: تو اپنا مطلب بتا کہ میں خود امام سے پوچھ لوں اور تجھے جواب دوں ورنہ میں تمہیں نئے کے خردیک

بھی نہ آنے دوں گا کیونکہ تو فاسق اور فاجر شخص ہے۔

کثیر نے کہا: تم مجھے ایک شخص سے اس قدر خاکہ کیوں ہو؟

ابو شامة نے کہا: اے فاجر و فاسق و کافر! امام کی بارگاہ کعبہ کی مشی ہے کہ احترام سے وہاں جانا چاہیے اور کعبہ کے پاس

الحج لے جانے کی اجازت نہیں۔

کثیر کہنے لگا: پس میں والوں جاتا ہوں اور اپنا پیغام بھی تمہیں نہیں دیتا۔

ابو شامة نے کہا: جاؤ جہنم میں۔

وہ ملعون تیرخوردہ ریپکھ کی طرح مڑ گیا اور انہیں سعد کو تمام واقعہ سنایا۔

(جتنی بن گیا)۔ مقلل ابی الحسن میں ہے کہ انہیں سعد نے خزینہ ناہی ایک اور شخص کو بلایا اور کہا: امام کے پاس جا کر

بڑے ادب سے یہ پوچھو کہ اس طرف کیوں آئے ہو؟

یہ خزینہ اندر سے محبت الہی بیٹا اور بہت نیک شخص تھا لیکن کسی کو دل کا راز نہ بتاتا تھا۔ چنانچہ بڑے سکون و وقار اور

شانگی سے امام حسین کے خیام کی طرف گیا۔ جب خیام کے قریب پہنچا تو بڑے ادب اور احترام سے صدادی: السلام

علیکم یا بن بنت رسول اللہ۔

امام حسین نے اصحاب سے پوچھا: یہ کون ہے؟

عرض کیا گیا: یہ شخص نیک کروار اور اچھا شخص ہے۔

حضرت نے فرمایا: اس سے پوچھو کر کیا چاہتا ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟

زہیر بن قینن آگے بڑھے اور پوچھا کر کیا چاہتے ہو اور کیا کہہ رہے ہو؟

خزیمہ نے کہا: میں دنیا اور آخرت کے باادشاہ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں اور ایک پیغام لایا ہوں۔

زہیر نے کہا: بہت اچھا: الٰٰ سلاحل، اسلحہ رکھ دو پھر مشرف ہونا۔

خزیمہ نے کہا: مجیک ہے، توار رکھ دی اور نیمہ امام کے اندر داخل ہو گیا۔ جوں ہی اس کی نظر امام حسین پر پڑی، آپ کے قدموں میں گر پڑا اور امام کے پاؤں کے بو سے لینے کے بعد عرض کیا:

اے مولانا! اے آقا! مجھے ابن سعد نے بھجا ہے۔ وہ ملعون کہتا ہے کہ آپ اس طرف کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: تمہارے خطوط مجھے اپنے وطن سے ذور کر کے تمہارے دیار میں لائے ہیں۔ اس سے کہہ دو کہ اے

بے حیا مجھے تم نے اپنی مظلومیت کا لکھا کہ ہم عاجز ہیں، ہماری نصرت کرو اور اب جب تکہ وہ مدینہ سے آگیا ہوں تو پوچھتے ہو کس لیے آیا ہوں؟ اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

خزیمہ نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، خدا ان پر لعنت کرے کہ جنہوں نے آپ مجھی محترم شخصیت کو اپنے وطن سے نکال کر مشکل اور پریشانی میں ڈال دیا ہے اور اب وہ این زیاد کے خواص میں سے ہو گئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: تم جاؤ اور میرا یہ جواب اپنے سردار کو دو کہ تمہارے خطوط مجھے ان صحراؤں، بیاباؤں میں لائے ہیں۔

خزیمہ نے عرض کیا: میں قربان جاؤں اور میرے قدم کٹ جائیں اگر آپ کی محبت کی گلی سے نکلیں کیونکہ آپ کے قدموں میں بہشت ہے اور وہاں جہنم۔

امام عالی مقام جناب خزیمہ کے پختہ عقیدے سے خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعا کی: وَصَّلَكَ اللَّهُ أَكْمَانَ أَصَّلَّتَنَا لِنَفِيسِكَ "تمہیں ہمیشہ خدا کی رحمت اور مغفرت نصیب ہو کیونکہ تم نے اپنی جان کو ہم سے بیوستہ کیا ہے۔"

عمر بن سعد کو اطلاع ٹی کر خزیمہ امام کے کاروائی سے ملتی ہو گیا ہے اور عالمین کے سلطان کی توکری اختیار کر لی ہے تو ابن سعد کو بہت خصہ آیا اور صاحبو ارشاد کے مطابق اس نے قرہ بن قیس ختلی کو بلا یا اور کہا کہ حسین کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کر اس طرف آنے کا مقصد کیا ہے؟

قرہ بن قیس امام کے خیام کے قریب آیا تو حضرت نے اسے دیکھا اور اصحاب سے پوچھا کہ اس آنے والے کو پہچانتے ہو؟

حبيب بن مظاہر اسندی نے عرض کیا: میں جانتا ہوں یہ حظله ہے اور بنی تمیم کا شخص ہے۔ پہلے تو یہ شخص صالح، نیک اور اچھا تھا، میراگمان تک نہ تھا کہ یہ بھی ابن سعد کے ساتھ آئے گا۔ اتنے میں قرہ بن قیس امام کے پاس آیا، سلام کیا اور ابن سعد کا پیغام دیا۔

امام نے فرمایا کہ عمر سعد سے کہہ دو کہ تمہارے شہر کوفہ والوں نے مجھے خطوط لکھے، وفاد بھیج اور کوفہ آنے کی دعوت دی ہے، میں ان کی دعوت پر کوفہ آیا ہوں اور اگر تمہیں میرا اس طرف آنا پسند نہیں ہے تو میرا راستہ چھوڑ دو، میں واپس چلا جاتا ہوں۔

قرہ نے جواب لے لیے اور واپس جانے لگا تو حبيب ابن مظاہر نے کہا: اے قرہ! ہائے افسوس تم پر، کیا پھر انہی ظالموں اور تم کاروں کے پاس جا رہے ہو؟ اور امام مظلوم و غریب کی نصرت سے ڈور بھاگ رہے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے آباء کا صدقہ نہیں اور تمہیں دین عطا کیا اور تمہیں اسلام کی طرف ہدایت کی ہے۔

قرہ نے جواب میں کہا کہ امام حسینؑ کا پیغام ابن سعد تک پہنچا دوں پھر جو مصلحت ہوئی انجام دوں گا۔

قرہ نے جا کر ابن سعد کو امام حسینؑ کا جواب سنایا تو عمر بن سعد نے کہا: میں امیدوار ہوں کہ خدا مجھے امام کے ساتھ جنگ کرنے سے محفوظ رکھے گا۔

بہر صورت امام حسینؑ کے جواب سے عمر بن سعد خوش ہوا کیونکہ اس قسم کے جواب کی توقع نہ رکھتا تھا، بلکہ اسے یقین تھا کہ امام حکومت کے لائق میں کوفہ آئے ہیں اور حضرتؐ کی شجاعت، جرأۃ، دلیری سے ڈرتا بھی تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر حضرتؐ خود جنگ کرنے نکل آئے اور تلوار چلانا شروع کی اور غیرت الہی حرکت میں آگئی تو اس لشکر کے دریا کو انٹھا کر لپیٹ دے گی۔

لیکن جب اس روایہ صفت انسان کو یقین ہو گیا کہ امام حسینؑ طبعاً حکومت کی طرف مائل نہیں، اور نہ ہی سیاست کرنا چاہتے ہیں بلکہ ان کا مکمل ارادہ ہدایت اور تبلیغ کا ہے تو بہت خوش ہوا اور دنیا و آخرت کا خوف اس کے دل سے زائل ہو گیا۔ پہنچا جائیں زیاد کو خط لکھا۔

عمر بن سعد کا کربلا سے امن زیاد کو خط لکھنا

مرحوم شیخ مفید ارشاد میں فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد نے یہ خط لکھا:

أَمَّا يَعْدُ فَإِنَّ حَيْثُ نَزَلْتُ بِالْحَسَنِيْنِ بْنِ عَلَى بَعْثَتْ إِلَيْهِ مِنْ رَهْسَلِي فَسَأَلَتْهُ عَبْرَا

أَقْدَمْهُ وَمَاذَا يَطْلُبُ؟ فَقَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَهْلُ هَذِهِ الْبَلَاءِ وَاتَّسْعَنِي رُسُلُهُمْ يَسْتَلُونَنِي
الْقَدَاوِرُ فَانَا مُنْصَرِفٌ عَنْهُمْ

حسان بن قائد بن بكر الحبشي کہتا ہے: میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا کہ ابن سعد کا خط پہنچا جس کا مضمون یہ تھا:
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اِلَيْهَا بَعْدًا بَعْدًا حَمْرَ خَدَائِیْ نَزَّ کَبَلَ وَكَبَثَتْ هِیَ کَسِیْ کَوَامِ حَسِینٌ کَے پاس بیٹھا تاکہ ان کے اُخْرَ
آنے کا مقصد دریافت کرو۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ کوفہ کے لوگوں نے مجھے خطوط لکھ کر دعوت دی، پے درپے وندھیجے اور
میں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور کوفہ آگیا۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ اگر کوفہ والوں کو میرا اوہر آنا تاپندا ہے اور وہ اپنے
وحدوں سے مخرف ہو چکے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ والسلام!

راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے خط پڑھا اور قہقہہ لگایا اور کہا کہ اب ہم نے اس کو (امام حسینؑ) گھیر لیا ہے تو وہ لکھا چاہتا
ہے، حالانکہ اب ہم اسے قتلنا نہیں چھوڑیں گے۔

پھر ابن سعد کے اس خط کا جواب یوں لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ! میں نے تمہارا خط پڑھا تو حالات کا پتہ چل گیا۔ تم حسینؑ پر گرفت مضبوط اور ٹک کرو، یزید کی بیعت
کر لیں، اگر وہ اور اس کے تمام اصحاب یزید کی بیعت کر لیں تو پھر ہم سوچیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ والسلام!

عمر بن سعد کی امام حسینؑ سے ملاقات

سید عبد الفتاح مرحوم نے تمہارا مذاہب میں لکھا کہ ابن سعد نے کسی کو امامؑ کی خدمت میں پیغام دے کر بیٹھا کہ میں
چاہتا ہوں کہ آپ سے رات کو تھائی میں فرات کے کنارے ملاقات کرو۔ امام حسینؑ نے دو اصحاب اپنے ساتھ لیے اور تین
شده جگہ اور وقت پر رات کی تاریکی میں تشریف لے گئے۔ جوں ہی فرات کے کنارے پہنچ، عمر بن سعد دوڑ کر آیا اور امامؑ کے
قدموں میں گر پڑا، اور کافی دیر تک حضرتؐ کا سرو سینہ چوتارہ اور خوشبو لیتا رہا۔ پھر حضرتؐ کو ایک دری پہنچایا اور دوسراؤ ہو کر
حضرتؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد عرض کیا: سب سطر رسولؐ کی جوشان ہے وہ برقرار ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا: خدا توفیق دے۔

عمر بن سعد مسکرا یا اور کہا کہ اگر قابلیت ہو تو۔

پھر ہر قسم کی باتیں ہوئیں، بالآخر ابن سعد نے عرض کیا: میں قربان ہو جاؤں، آپؐ کیسے اس طرف تشریف لائے ہیں؟

امام نے فرمایا: اس شہر کوفہ کے لوگوں کے خطوط نے مجھے اپنے طن اور حرم سے ڈور کیا ہے۔ انہوں نے اس قدر خطوط لکھے اور دو دینیجے کہ میرا مکہ میں رہنا حرام کرو یا تھا، لہذا پہلے میں نے اپنے چپاز اور سلم بن عقیل سلام اللہ علیہ کو بھیجا، پھر میں خود ان کے شہر میں چلا آیا اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ کوئیوں نے مسلم سے کیا سلوک کیا۔

ابن سعد نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، کوئیوں کی بات پر اعتماد کیوں کیا؟ آپ کے باپ اور بھائی سے انہوں نے

جو کچھ کیا وہ آپ کو معلوم نہیں تھا؟

حضرت نے فرمایا: تم نے کہا تو صحیح ہے لیکن جو شخص راو خدا میں دھوکا اور فریب کرے ہم جانتے اور سمجھتے ہوئے راو خدا میں آنے والی ہر مصیبت کو خدا کے لیے برداشت کرتے ہیں۔

عمر سعد نے کہا: آپ درست فرماتے ہیں کہ اب کوئیوں کے فاقہ نہ آپ کو مصیبت میں جلا کرو یا ہے اور آپ نے بھی جان بوجھ کر ان مصیبتوں کو گلے سے لگایا ہے، لہذا اب اپنی اس مشکل اور پریشانی کا حل سوچیں۔

حضرت نے فرمایا کہ میری پریشانیوں کا حل یہ ہے: دعویٰ اذہب الی التَّدِيْنَةَ او الی مکہ اُو بعض الفَغُورِ اُقیمِ بِهِ كَبَعْضِ أَهْلِهَا ”مجھے مدینہ یا مکہ یا کسی سرحدی علاقہ میں جانے دو وہاں کے لوگوں کی طرح کا ایک فرد ہو کر رہوں گا اور وہاں ہی زندگی گزار دوں گا۔“

عمر متاثر ہوا اور کہا کہ میں آپ کی یہ خواہش ابن زیاد کو لکھتا ہوں اگر وہ قبول کر لے تو میرے دین اور اس کی حکومت کی بھلانی اسی میں ہے۔

چار محرم کے واقعات

عمر سعد کی امام سے ملاقات

صاحب ریاض القدس نے لکھا ہے کہ جب چار محرم کی رات عمر بن سعد امام حسین کے پاس فرات کے کنارے بیٹھا تو حضرت نے اس سے تین تباوں کا انہمار کیا۔ عمر نے کہا کہ میں ابن زیاد کو لکھوں گا، مجھے امید ہے کہ ان تین میں سے ایک وہ ضرور قبول کر لے گا، بات بیہاں ختم ہو گئی۔

امام حسین اپنے خیمے میں تشریف لائے اور عمر سعد اپنے خیام کی طرف چلا گیا۔ محرم کی صبح عمر سعد نے اپنے لکر کے زعامہ کو بلایا اور ان سے امام حسین اور ابن زیاد کے بارے میں مشورہ لیا، باقی ہو رہی تھیں اور عمر سعد امام حسین کے بے صور ہونے کی بات کر رہا تھا کہ اچانک اسی وقت کوئے سے ابن زیاد کا قاصد آپنچا اور عمر سعد کے خط کا جواب لا لیا۔

جوں ہی ابن سعد نے این زیاد کے خط کا مضمون پڑھا تو بہت پریشان ہو گیا اور اپنی گفتگو جو شکر کے بڑوں سے کر رہا تھا اس میں شرمندہ ہونے لگا اور خاموش ہو کر سوچنے لگا کہ فرزید رسولؐ کسی صورت میں پسر مر جانہ کی اطاعت نہ کریں گے اور میں فرزید رسولؐ سے لڑنا بھی نہیں چاہتا اور دوسرا طرف رے کی حکومت کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی باتیں دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک اور قاصد آپ پہنچا اور ابن زیاد کا دوسرا خط دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

”اے ابن سعد! میں نے اتنا بڑا شکر تمہیں بلا وجہ نہیں دیا اور اس قدر گھر سواروں اور تیر اندازوں کو تمہاری اطاعت میں بے مقصد نہیں دیا۔ خبردار رہو کر مجھے صح و شام تمہارے دن رات کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

بعقول مناقب: یہ بھی لکھا کہ حسینؑ پر حالات کو جنگ کروتا کہ وہ جنگ کریں یا یزید کی بیعت کر لے، مہلت نہیں دینا اور حسینؑ پر جنگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا پانی بند کروتا کہ اس کو تکلیف ہو اور وہ بیعت کرے یا جنگ کرے۔ والسلام!

وہ من کے الفاظ صاف ظاہر ہے تلخ ہی ہوں گے، لہذا پے ادبی کی صحیح عکاسی کرنا ناگزیر تھا۔

ابن سعد یہ خط پڑھ کر بہت حیران اور پریشان ہوا اور ابن زیاد پر لعنت بھی کی اور سارا دن اس کی حالت متغیر رہی۔

جوں ہی رات ہوئی تو مؤثث روایت کے مطابق امام حسینؑ دھی دل اور پریشان گیفیت میں شیخہ کے در سے چودھویں کے چاند کی طرف نکلے۔ پیغمبرؐ کا عمامہ سر پر تھا، ان کی زرد پہنچی ہوئی تھی کہ ایک صحابی سے فرمایا: جاؤ ابن سعد سے کہو کہ میں دونوں شکروں کے سامنے تم سے ملنا چاہتا ہوں البتہ گفتگو تمہارے ساتھ خلوت میں ہوگی۔

ابن سعد کو یہ پیغام پہنچا تو وہ شکر سے باہر نکلا اور امامؓ بھی روانہ ہوئے، ایک جگہ پر بیٹھے۔ حفص اور درید عمرؓ کے محافظ ساتھ کھڑے تھے اور حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ اکبر امام حسینؑ کے محافظ بن کر کھڑے تھے کہ عمر بن سعد نے کہا: این زیاد نے کہا ہے اور آج کے خطوط میں تاکید کی ہے کہ آپؓ ہر صورت میں یزید کی بیعت کریں، اگر بیعت نہیں کرتے تو پہلے آپؓ اور اصحاب پر پانی بند کروں، پھر آپؓ سے جنگ کروں جس طرح عثمانؓ کو پیاسا قتل کیا گیا اسی طرح آپؓ کو پیاسا شہید کریں گے

امام علیہ السلام نے ابن سعد کی باتیں سین اور بطور نصیحت فرمایا: ”اے افسوس تجھ پر اے ابن سعد! کیا تم خدا نے نہیں ذرتے اکیا تمہیں قیامت کا لیقین نہیں، پسر مر جانہ کی اطاعت کرتے ہو اور میرے قتل پر کمر بستہ ہو گئے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ اگر تمہارے ہاتھ میرے خون میں رنگیں ہوئے تو قیامت کے دن تمہاری نجات ہرگز نہ ہوگی۔

عمر ابن سعد نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، میں آپؓ کو اچھی طرح جانتا ہوں، آپؓ کے حسب اور نسب کو تمام سے بہتر سمجھتا ہوں۔ آپؓ سب سطہ پیغمبرؐ، فرزید حیدرؐ اور جناب فاطمہ زہراءؐ کے دل کا میوہ ہیں لیکن آپؓ دو کاموں میں سے ایک کام

ضرور کریں ورنہ ابن زیاد کے ظلم کی آگ کا شعلہ آپ کو اور مجھے بھی جلا ڈالے گا۔ کوئی چارہ کریں تاکہ ہم دونوں فتح جائیں۔ آپ قتل ہوں اور نہ میں قتل ہوں۔

امام نے فرمایا کہ اس کا حل یہ ہے کہ ان تین کاموں میں سے ایک کام کرو:

① مجھے راستہ دوتا کہ میں مکہ یا مدینہ کی طرف لوٹ جاؤں۔

② مسلمانوں کے کسی شہر میں چلے جانے کی اجازت دوتا کہ وہاں ایک عام مسلمان کی طرح زندگی گزار سکوں۔

③ مجھے اجازت دو کہ میں خود یزید کے پاس شام چلا جاؤں۔

اے عمر سعد! اگر ان تین راستوں سے ایک پر جانے کی اجازت دے دو تو تجھے بھی نقصان نہ ہوگا اور میری حاجت بھی پوری ہو جائے گی۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم امیں امام حسین اور عمر سعد کی گنگوں رہا تھا کہ ان تین راستوں کے علاوہ کوئی اور بات بھی امام نے نہ کی اور یہاں تک کہ امام نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں اُنوں میں غریب و نادر اور خانہ بدشون کی طرح زندگی گزاروں گا۔ اپنے رشتہ داروں اور ملن سے جدا کی پر صبر کر شاہزادوں گا۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے تو ہر بات قبول ہے، لیکن وہ پر کینہ کافران باتوں میں سے کسی ایک کو بھی تسلیم نہ کرے گا اگرچہ میں اس کو قاتل کرنے کی لاکھ کوشش کروں۔ میں اپنی طرف سے بہت کچھ سفارش کھوں گا شاید ان راستوں سے ایک راست دے اور پادشاہ حجاز سے شرمندگی سے فتح جاؤں۔

پانچویں محرم کے واقعات

پانچویں محرم کی صبح عمر بن سعد سے قلم، داوت اور کاغذ مانگا اور ایک تفصیلی خط ابن زیاد ملعون کو اس مخصوص کا لکھا (بحوالہ

ارشاد شیخ مفید)

اب بعد ابعد احمد خدا و تحریف مصطفیٰ! امیر کو معلوم ہو کہ خداوند کریم اور واجب انتظام احمد نے ہماری مراد پوری کر دی ہے اور ہمارے ولی مقصد کو پورا کر دیا اور وہ آگ جو بھڑک رہی تھی کہ جس سے گرتک جل جاتے اور جو آگ حجاز سے عراق تک شعلہ و رقہ تو اسے خدا نے بجا دیا۔ یہ وہاں تک ہو دنوں جانب سے مختلف تھیں اور ان پر تشویش تھی تو خدا نے ان کو جمع کر دیا ہے اور امیر خلافت جو امت کے درہ میں الوہیت کے باب میں تھا، اس کی بھی خدا نے اصلاح کر دی۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ کی آگ مٹھنڈی ہو گئی ہے، تجاوز کرنے والے ہاتھ چیچھے ہٹ گئے ہیں۔ فساد، اصلاح میں اور ترقہ،

اتخاد میں بدل گیا ہے۔

حضرت حسین بن علی نے زمین کر بلائیں میرے ساتھ عهد و پیمان کیا ہے۔ اس کے بعد کسی کی دعوت پر اپنی سکونت سے نہیں آئیں گے اور کسی کی باقتوں میں آ کر حکومت کے خلاف باقی نہیں کریں گے۔ جہاں سے وہ آئے ہیں وہ وہاں سے واپس لوٹ جانے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یا دُور دراز کے کسی اسلامی شہر میں جانا چاہتے ہیں جہاں وہ عام مسلمان کی طرح زندگی گزاریں گے اور کسی بات میں دخل نہ دیں گے اور کسی سے اپنی بیعت نہ لیں گے۔ یا خود وہ شام میں یزید کے پاس جانے کے لیے تیار ہیں اور یزید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے لیے تیار ہیں۔ پھر جو فصلہ یزید کے گاہہ منتظر ہو گا (یہ جملہ امام حسین نے نہیں فرمایا تھا بلکہ ابن سعد کا جملہ تھا)۔ ان تین خواہشوں میں دین کی اصلاح اور حکومت اور عیت کی بھلانی ہے اور خدا کی رضا بھی اسی میں ہے۔ اب آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ والسلام!

یہ خط ایک سوار کو دیا تاکہ وہ جلدی جلدی ابن زیاد تک پہنچ جائے۔

چھتے محرم کے واقعات

ابو الحسن کے مقتل میں ہے کہ رات کو عمر بن سعد اپنے خیام سے نکل کر ایک خلوت کے مقام پر قاتلین نما فرش ڈال کر امام حسین سے ملاقات کرتا رہا، آپس میں باقی ہوتیں رہیں پھر دونوں اپنے اپنے خیام کی طرف چلے گئے۔ خوبی بن یزید اصحابی جو اہل بیت کا سخت دشمن اور آل علی سے ذرا بھی محبت نہ رکھنے والا بلکہ شخص سے پھر اہوا شخص تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ عمر بن سعد امام حسین سے رات کو ملاقاتیں کرتا ہے تو اس نے خفیہ خط ابن زیاد کو لکھا اور ملاقاتوں کے سلسلے کا لکھا اور عمر بن سعد کی بہت شکایت کی اور لکھا کہ اے ابن زیاد! تم نے اس بے غرضہ بے قیمت شخص کو ہمارا سالار بنا کر بھیجا ہے، یہ تو صرف کھانے پینے اور آرام سے سو جانے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں کرتا اور رات کو امام حسین سے تھاکی میں ملاقاتیں کرتا ہے اور اس کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آتا ہے۔ اس نے تمام لشکر کو خواہ مخواہ صحرائیں بے کار محظل کر رکھا ہے۔ تم حکم جاری کروتا کہ عمر بن سعد سپہ سالاری سے مزروع ہو جائے کیونکہ وہ اس قابل نہیں اور مجھے سپہ سالار بنا و تاکہ ایک آن میں تیرے حکم کو اجر اکرو اور حسین کی زندگی کا چارغ بچھا کر تجھے سکون پہنچاؤ۔

یہ خط ایک تیز رفتار سوار کو دیا اور کوفہ روائہ کر دیا۔ جب ابن زیاد نے خط پڑھا تو بہت غصے ہوا اور اسی وقت قہر اگیز مضمون پر مشتمل ایک خط ابن سعد کو لکھا:

صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے کہ ابن سعد نے خط ابن زیاد کو لکھا، ابھی قاصد کو کوفہ کی طرف بھیجا ہی تھا کہ ایک قاصد

کوفہ سے بیٹھ گیا جس کے پاس ابن زیاد کا خط تھا۔ ابن سعد نے خط لیا اور کھولا تو پہلی سطر یہ تھی:
 ”ابن سعد ابھی معلوم ہوا ہے کہ رات کو خلوت میں امام حسینؑ سے ملاقاتیں کرتا ہے اور دیگر تمام کاموں کا مجھے علم ہے جو تو کربلا میں کر رہا ہے۔ پس جوں ہی میرا یہ خط پڑھے تو فوراً حسینؑ اور اس کے اصحاب سے یزید کے لیے بیعت لو۔ اگر بیعت سے انکار کریں تو اس پر پانی بند کرو تو کہ پیاس سے نٹھال ہو جائے۔ پھر اس سے جنگ کرو اور حسینؑ اور اس کے اصحاب کے سر میری طرف کو نہ بھیج دو۔ (شم لعنی کا ہر خط قبر آزاد ہوتا تھا، الہذا بے ادبانہ انداز لیتی ہے۔ صحیح)

ابن سعد نے جب خط پڑھا تو اس کا بدن کاپٹے لگا اور چہرے کا رنگ اُزگیا۔

ساتویں محرم کے واقعات

پانی کا بند ہونا

کتاب ق مقامِ ذخیر میں ہے کہ شبث بن ربیع ملعون کو ابن زیاد نے ابن سعد کی نظرت میں کربلا بھیجا چاہتا تھا اور وہ نہیں جانا چاہتا تھا اس لیے شبث بن ربیع نے اپنے آپ کو پیار ظاہر کیا اور کئی دن ابن زیاد کے دربار میں نہ گیا تاکہ کربلا جانے سے جان چھوٹ جائے۔

ابن زیاد کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو اسے یہ پیغام بھیجا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے: وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا إِنَّا مُسْنَدُونَ وَإِذَا خَلَوْا إِلَيْ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَخْنُ مُسْتَهْزِءُونَ وَنَ "اور جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے خلوت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم مستقیم میری اطاعت پر ہے تو میرے پاس چلے آؤ۔" (سورہ بقرہ، آیہ ۱۲)

شبث رات کو ابن زیاد کے پاس آیا تاکہ اس کے چہرے کے رنگ کو صحیح طور پر تیز نہ دے سکے۔ ابن زیاد نے اسے مر جا کہا اور اپنے پاس بھایا اور کہا کہ تجھے ہر صورت کر بلہ جانا ہے۔ شبث نے قبول کیا اور ساتویں محرم کی صحیح ہزار سالی لے کر کربلا روانہ ہو گیا۔ پھر ابن زیاد نے ایک خط ابن سعد کے نام لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

”حسینؑ اور اس کے اصحاب کا پانی بند کرو اور ایک قطرہ بھی پانی نہ جانے پائے۔ جس طرح عثمان بن عفان کو پیاسا مارا گیا تھا اسی طرح پیاسا مارا جائے۔“ (صف طاف، ج ۱، ص ۳۷) (کا لہجہ بے ادبی پرہیز تھا۔ صحیح)

یہ خط یہ محرم کو ابن سعد کے پاس پہنچا تو اس نے اوری ٹھوڑ پر عمر بن حجاج زیدی کو بلایا اور اسے پانچ سو فرقہ کا مسلح دستہ کے کفرات کے کنارے پر پہنچے دار بنا دیا اور اس کو حکم دیا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی امامؑ تک نہ جانے پائے۔ پھر جاز بن

امیر کو بلا کر کہا کہ چار ہزار کا لشکر لے جاؤ اور عمر و بن جحاج زبیدی کی نصرت کرو۔ وہ چار ہزار کا لشکر لے کر نہ فرات کے کنارے پہنچ گیا اور لشکر نے پورے کنارۂ فرات پر ایسا قبضہ کیا کہ تسلیم بھر جگہ نہ تھی۔

پھر ابن سعد نے شبیث کو بلا کر کہا کہ امّن زیاد مجھ سے ناراض ہے اور خط میں میری سرزنش اور ملامت کی ہے، لہذا تہت ختم کرنے اور نام و نشان کمانے کے لیے تم ہزار کا لکھر اور فرات کے کنارے کو ایسا محفوظ کرو کہ پانی کا قطرہ خیامِ الٰل بیٹھ میں نہ جانے بائے۔

ہبھٹ بن رجی تین ہزار سفاک خون ریز نوجوانوں کو نلے گیا، اور وہ طبل بجائے ہوئے نہر فرات پر پہنچے اور ہر طرف سے ایسا محفوظ کیا کہ پرندے بھی وہاں سے پرواز نہ کر سکتا تھا۔

ان روشنوں کے مطابق کنارہ فرات پر پھرے دارسات ہزار پانچ سو نفر تھے اور اس ترتیب کے لحاظ سے ساتویں محرم سے امام حسینؑ اور اہل بیتؑ پر پانی بند ہوا۔

یہ واضح ہے کہ پانی زندگی کا سرمایہ ہے اور بغیر پانی کے حیات ممکن نہیں خصوصاً جب گرم موسم اور جلا دینے والی لوچل رہی ہو اور پھر بے آب و گیاہ زمین میں، اس پر مستزادا یے کارروائی کے لیے جس میں عورتیں، بچے اور شیرخوار موجود ہوں بغیر پانی کے زندہ رہنا کس قدر مشکل ہے۔

پانی بند ہونے کے بعد حضرت امام اور باقی کارواں کے لیے زندہ رہنا بڑا مشکل ہو گیا۔ اصحاب پانی کی طلب میں گئے لیکن خالی ہاتھ و اپس آئے۔ اس لیے شکست حاصل، دکھی دل اور حال سوت ہو گئے۔ آہستہ آہستہ دن چڑھاتا تو ہوا بھی مزید گرم سے گرم تر ہوتی گئی حتیٰ کہ جب زوال کا وقت ہوا اور سورج سر پر چاٹو گری کی انتہا ہو گئی۔ حالت یہ ہو گئی کہ تمام اصحاب کی نظریں فرات کے کنارے پر گلی ہوئی تھیں اور کنارۂ فرات کے موکلین کی بے حیائی بھی اس قدر تھی کہ اپنے جام اور ظرف پانی سے بھرتے اور ہوا میں اڈلیں دیتے جبکہ پانی کے گرنے اور شرشری کی آواز کاروان حسینی سن رہا تھا اور وہ ملعون صداسیں دیتے کہ یہ کتنا میٹھا پانی ہے اور کس قدر صاف پانی ہے۔ اس قسم کی آوازوں سے وہ کاروان حسینی سے مذاق کرتے تھے اور ان پیاسوں میں پانی کی تشویق بڑھاتے تھے، نیز سروش کرتے حتیٰ کہ کئی بدجنت تو امام حسینؑ کی توبین کرتے اور آپؑ کے قلب مبارک کو دکھی کرتے تھے۔

صاحب ارشاد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن حسین ازوی نے اپنی آواز سے کہا: اے حسین! یہ دیکھو پانی ہے، آسمان کے دل کی طرح صاف پانی ہے۔ خدا کی قسم! اس پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے حقی کہ پیاسے مارے جاؤ گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اللہُمَّ اقْتُلْهُ عَطَشاً وَلَا تَغْفِرْلَهُ أَبَدًا ”میرے اللہ اس کو پیاسا قتل کر دے اور اس کو کبھی معاف نہ کرنا۔“

امام علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی کیونکہ حمید بن مسلم (راوی) کا کہنا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد یہ ولد الزنا ایسے مرض میں بیٹلا ہوا کہ سکرات موت کے وقت سخت پیاسا تھا۔ میں اس کی عیادت کرنے گیا تو وہ بار بار پانی پی رہا تھا۔ لیکن پیاس نہ بچھتی تھی۔ وہ اس تدر پانی پیتا کہ اس کا پیبیٹ ملک کی طرح ہر ہوجاتا، پھر اسی پانی کی سے آجائی اور یہی حال اس بد سخت کا آخری وقت میں تھا، حتیٰ کہ اس کیفیت میں وہ فی النار والستر ہو گیا اور اسفل السالفین میں جا گرا۔

بہر صورت جب خیام امامؑ میں پیاس کی شدت محسوس کی گئی اور بچوں اور عورتوں نے ٹھہرال ہونا شروع کیا تو امامؑ نے ایک ہتھوڑا اٹھایا اور خیام اہل بیتؑ سے انہیں قدم قبلہ کی طرف جا کر ہتھوڑا از میں پر مارا، دہان سے صاف اور بیٹھے اور خوشنوار پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ امامؑ، اصحاب، اہل بیتؑ سب نے سیر ہو کر پانی پیا اور مشکلیں اور برتن بھی پانی سے بھر لیے۔ پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

جاسوسوں نے این زیاد کو اطلاع دی کہ امامؑ نے چشمہ نکالا ہے تو اس نے این سعد کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ امامؑ نے چشمہ پانی کا کھودا ہے اور وہ اس کا پانی استعمال کر رہے ہیں۔ میراخط پیچتے ہی وہ چشمہ بند کر دو اور ان پر اس تدر سختی کرو کہ کسی قسم کے پانی کا قطرہ بھی وہ نہ پی سکیں۔

خط ملئے ہی این سعد نے کاروان حسینؑ پر تھی اور بڑھا دی اور اپنے لشکریوں کو تاکید کی کہ کاروان حسینؑ کے کسی فرد کو ایک قطرہ پانی نہ پینے دو۔ آخر کار پانی خیام میں ختم ہو گیا اور پیاس بڑھنے لگی حتیٰ کہ بچوں کی اعطش اعطش کی دلکی آوازیں ہر سننے والے صاحبوں دل کو متاثر کرتی تھیں۔ اسی وقت امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت ابوالفضل العباسؑ کو بلایا اور ان کو ۳۰ سوار اور ۲۰ پیادہ سپاہی دیئے اور ۴۰ مشکلیں دے کر فرمایا: جاؤ اور ان پیاسوں کے لیے فرات سے پانی لاو۔

آٹھ محرم کے واقعات

حضرت عباسؑ کا پانی لینے جانا

ابھی رات تھی کہ امامؑ نے حضرت عباسؑ کو ۳۰ سواروں اور ۲۰ پیادوں کے ساتھ ۴۰ مشکلیں دے کر روانہ کیا کہ پانی لاو۔ اصحاب کے آگے آگے نافع بن ہلال بھلی تھا جس نے علم اٹھایا ہوا تھا۔ جب وہ فرات کے قریب پہنچے تو عمرو بن حجاج زبیدی نے آواز دی: مَنْ أَنْتُمْ ”تم کون ہو؟“

جناب نافع نے فرمایا: میں نافع بن ہلال بھی ہوں۔

عمرو نے پوچھا: کس لیے آئے ہو؟

نافع بولے: اس لیے آیا ہوں کہ پانی پیوں۔

عمرو بن جاج کہنے لگا: پیو جس قدر جی چاہے اور نصیب ہو۔

نافع کہنے لگا: کیف تامرنی آن اشرب والحسین وَمَنْ مَعَهُ يَمْوَلُونَ عَطَشًا "تو مجھے تو کہتا ہے کہ پانی سر ہو کر پیوں جبکہ امام حسین اور ان کے ساتھی پیاس سے مُدھاں ہیں (اس حال میں) میں ایک قطرہ بھی نہیں پیتا اور نہ ہی مجھے نصیب ہو۔

عمرو بن جاج نے غور سے دیکھا تو اصحاب بھی تھے اور ان کے پاس مشکلیں بھی تھیں تو کہا کہ نافع تو نے کہا تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں بھی فرات کے کنارے اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ ایک قطرہ پانی امام حسین اور اہل بیت تک نہ پہنچے پائے۔

نافع نے جب یہ سنا تو غصے میں آگئے اور عمرو بن جاج کی بات کے باوجود ۲۰ پیارہ صحابیوں سے کہا کہ فرات میں داخل ہو جاؤ اور مشکلیں بھرلو، اور خود اور دیگر گھر سواروں نے عمرو بن جاج کی فوج کا مقابلہ شروع کر دیا۔ ۲۰ پیارہ صحابیوں نے مشکلیں بھر لیں، فرات سے نکل آئے تو عمرو بن جاج کے لشکر نے ان ۲۰ پیارہ صحابیوں پر حملہ کر دیا۔

اول ہر حضرت عباس نے دفاعی حملہ کیا، ایک طرف حضرت عباس تھے تو دوسری طرف نافع تھا۔ اس لڑائی میں نافع کے ہاتھوں این زیاد کا ایک سپاہی رُخْنی ہو گیا اور زخموں کی تباہ نہ لاتے ہوئے مر گیا۔ حضرت عباس کے ساتھ جانے والے تمام صحابی خیریت سے واپس آگئے اور پس آگئے اور ۲۰ پیارہ بھی مشکلیں لے کر صحیح و سالم خیام تک پہنچ گئے۔

مقتل ابی حنفہ میں ہے کہ حضرت عباس نے یہاں بہت جنگ کی اور دشمن کے کافی سپاہی قتل کر دیے اور اصحاب حسین سے ایک فرد قتل یا رُخْنی نہ ہوا۔ پس پانی خیام میں آیا اور خود امام حسین، اصحاب، اطفال اور بیویوں نے پیا اور اس وجہ سے حضرت عباس سُقَا کہلانے۔

سُقَا کی وجہ

حضرت ابوالفضل العباس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ مددار شدید جنگ کر کے ۸ محرم کی صبح پانی لائے تھے اور تمام کاروانِ حسینی نے سیر ہو کر پانی پیا تھا۔ اسی دن سے حضرت کو سقا کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

صاحب کتاب عدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ حضرت ابوالفضل العباس کے لقب "سُقَاۓ شنگان" کی وجہ تسلیہ یہ ہے

کہ مدینہ سے کربلا تک جب بچوں اور مستورات کو پیاس لگتی تو جناب قمر بنی هاشم سے پانی ملتے تھے۔ کربلا میں جب پانی بند ہو گیا اور جب فرات سے دشمن سے لڑائی کر کے پانی لائے اور پانی قسم ہوا تو اپنا حصہ حضرت عباسؓ نے حفاظ کر کے رکھ لیا اور خود نہ پیا۔ جب امام حسینؑ کے پیچے اپنے بچپا عباسؓ سے پانی ملتے تو اپنے جھے کا پانی ان کو دے دیتے۔ جس کی وجہ سے سقائے اہل بیتؑ معروف ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے القاب سے ایک ابوالقریب بھی ہے۔ قرب بھی مشک کے لیے چونکہ قمر بنی هاشم مشک کے ماتحت میدان میں گئے اور ابن سعد کے لشکر کے کچھ لوگ حضرتؐ کو نہیں پہچانتے تھے تو ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ وہ دیکھو ابوالقریب آ گیا ہے اور ہم پر ابوالقریب نے حملہ کر دیا ہے۔

جناب بُرْيَةَ بْنِ خَيْرٍ بْنِ هَدَانِيَّ کی اہن سعد کو نصیحت

کتاب منتخب التواریخ میں ہے کہ جناب بُرْيَةَ بْنِ خَيْرٍ جو عابد، زاہد اور صالح شخص تھے، امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خلوص دل سے اجازت لی کہ آقا! مجھے اجازت دیں کہ میں اس فاسق و قاجر (عمر بن سعد) کے پاس جاؤں اور اسے نصیحت کروں شاید اسے شرم آجائے اور گمراہی اس سے ڈور ہو جائے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: جو چاہتے ہو کرو اور جو اسے کہنا چاہتے ہو، کہو۔

بُرْيَةَ بْنِ هَدَانِيَّ کر کے اہن سعد کے خیمے کی طرف چلے گئے اور پہراہ داروں سے اجازت لیے بغیر اہن سعد کے خیمے میں بچکنے لگیں اسے سلام نہ کیا۔ عمر بن سعد ناراض ہوا اور کہا: اے ہدایت! تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا؟ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں خدا اور رسولؐ کی معرفت نہیں رکھتا؟

بُرْيَةَ بْنِ هَدَانِيَّ نے فرمایا: اگر تم مسلمان ہوتے اور خدا اور رسولؐ کی معرفت ہوتی تو فرزدؐ پیغمبرؐ کے قتل کرنے پر کمرستہ ہوتے اور اولاد پیغمبرؐ کو قتل کر کے ان کے خاندان کو قید کرنے کا منصوبہ نہ بنا�ا ہوتا۔ تم اس سب کچھ کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو!

پھر پہنچ فرات جس کا پانی چمک رہا ہے اور اس پانی کو کٹتے اور خزیری پر رہے ہیں لیکن فاطمہؓ کے جگر گوشہ اور پیغمبرؐ کے دل اور ان کے اہل و عیال پر پانی بند ہے جس کی وجہ سے وہ شدت پیاس سے موت کے قریب ہیں۔ تم اس حال میں انھیں ایک قطرہ پانی دینے کو حاضر نہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو۔

کچھ دیر تو اہن سعد نے سر کو نیچے کر لیا اور زمین کو دیکھا رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا: اے بُرْيَةَ! اس خدا کی قسم جو وحش اور طیور

کورزق دینے والا ہے، مجھے یقین ہے کہ جو شخص آل محمدؐ کا قتل کرے، ان پر ظلم کرے، ان کا پانی بند کرے تو وہ جھپٹی ہے۔ لیکن تو انصاف کر کر میں حکومت رے کو کیسے چھوڑ دوں اور اس سربزو شاداب علاقے کو کسی غیر کے حوالے کیسے کروں تاکہ وہ امام حسینؑ کو قتل کرے۔ خدا کی قسم! اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خانہ نشین ہو جاؤں اور کوئی دوسرا شخص رے پر حکومت کرے۔ جوں ہی اس پست فطرت انسان نے یہ کہا تو بُرُّ ہماری کاپ گئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر امام حسینؑ کے پاس آگے اور عرض کیا: وہ ملعون رے کی حکومت کی وجہ سے اندر ہا ہو چکا ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا: لا یا کل مِنْ بُرُّهَا إِلَّا قَلِيلًا "وہ رے کی گندم نہیں کھائے گا اور جلد ہی مر جائے گا اور بستر پر اس کا سارا یہ کاث لیا جائے گا جیسے گو سفید ذبح کیا جاتا ہے۔"

جیب ابْن مظاہرؓ کا بنی اسد سے مدد طلب کرنا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ۳۴ محرم سے کوفہ سے لشکر آنے شروع ہو گئے اور ۹ محرم تک امام حسین علیہ السلام کے دشمن اکٹھے ہوتے رہے۔ جوں ہی کوئی لشکر کر بلہ میں وارد ہوتا تو طبل و دھل بجانے سے اپنے وجود کا اعلان کرتا تھا۔ اس کیفیت سے امام حسینؑ کے پچھے اور مستورات گھبرا جاتے تھے۔

ساتویں محرم کو پانی بند ہو گیا اور لمحہ بہ لمحہ حالات سخت تر ہوتے گئے۔ اصحاب میں جیب ابْن مظاہر نے سوچا کہ ادھر نزدیک بنی اسد کے قبائل آباد ہیں، ان کے پاس جاؤں، انھیں حالات تماویں اور فرزند پیغمبرؐ کے لیے ان سے نصرت طلب کروں۔ جیب ابْن نیت سے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دل شکستہ و پریشان حال میں امامؐ سے عرض کیا: ادھر کر بلہ کے قریب بنی اسد کے قبائل آباد ہیں، ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو آپؐ کے محبت اور خیر خواہ ہیں اگر آپؐ اجازت دیں تو ان کو آپؐ کی نصرت کی دعوت دوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اجازت ہے۔

پس وہ روشن دل ضعیف آدمی رات کو لباس تبدیل کر کے کربلا سے نکلا اور بنی اسد کے قبائل کے پاس پہنچا۔ اہل قبلہ جیب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سب ان کے اردو گرحیج ہو گئے اور پوچھنے لگے: اے جیب! اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ اور ہمارے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟ یعنی ہم سے کیا چاہیے ہو؟ جناب جیبؓ نے فرمایا: اے بنی اسد! میرا اس وقت تمہارے پاس آنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری دنیا اور آخرت میں سرفرازی کا موجب بن سکوں اور تمہیں دختر پیغمبرؐ کے فرزند کے پاس لے چلوں کیونکہ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے

چند نیک اور صاحبِ صالحین کے ساتھ کر بلہ میں نزولِ اجلال فرمایا ہے اور ابن سعد نے ایک بہت بڑے لشکر میں امام کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ نیز امام سے یزید فاسق و فاجر کے لیے بیعت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ تم میری قوم اور قبیلہ ہو، میری نصیحت غور سے سنو اور سمجھو، خدا کی قسم! تم میں سے جو بھی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہو تو گویا اعلیٰ علمین میں حضرت محمد مصطفیٰ کا رفق اور علیٰ مرتضیٰ کا ہمسایہ ہو گا۔

جب حبیبؒ نے یہ بات کی توثیر دل تو جوان عبد اللہ بن بشیر اٹھا اور عرض کیا: میں پہلا شخص ہوں جو یہ دعوت قبول کرتا ہوں۔ پھر بنی اسد کا ایک اور شخص اٹھا اور کہا: میں اس دعوت کو قبول کرتا ہوں حتیٰ کہ ۹۰ افراد مرنے کے لیے اور امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اسی دوران میں اسی قبیلہ سے ایک شخص نے ابن سعد کو مجری کر دی اور کہا: قبیلہ بنی اسد سے ۹۰ افراد امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آ رہے ہیں لہذا اگر چارہ ہے تو ان کے آنے سے پہلے کوئی منصوبہ بناو۔

جب یہ خبر ابن سعد نے سنی تو ارزق کو بلا یا اور اسے چار صد جنگی سپاہی دیے اور ان کو اس راستے پر متینی کر دیا، جہاں سے بنی اسد کے جوانوں نے آتا تھا۔ ابن سعد نے تاکید کی تھی کہ بنی اسد کا ایک شخص بھی امام حسینؑ کے کارروائی میں شامل نہ ہونے پائے۔

پس ابن سعد کے ان چار سو سپاہیوں نے بنی اسد کا مقابلہ کیا اور ان کو امام حسینؑ کے کارروائی سے بلوچ نہ ہونے دیا۔ شدید جنگ ہوئی۔ پھر حبیبؒ نے ارزق کو مخاطب کر کے کہا: ہائے افسوس تم پر تو ہمیں کیوں نہیں جانے دیتا لیکن ارزق نے اس جماعت پر حملہ کر کے ان کو متفرق کر دیا۔ جب بنی اسد کے لوگوں نے دیکھا کہ ہم اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر عمر ابن سعد کے ذریعے کہ کل لشکر بیچج کر ہمیں قتل نہ کر دے، رات کو ہی انہوں نے اپنے خیطے اکھاڑے اور اپنا ضروری سامان لے کر کسی غیر معروف مقام پر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔



عمر بن سعد کی امام حسینؑ سے ملاقات

دونوں لشکروں کے درمیان امام حسینؑ کا نصیحت کرنا

جب کوفہ کے لشکر صحرائے کر بلا میں جمع ہو گئے اور امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھے تو حضرت امام حسینؑ نے عمر بن کعب بن قرظہ الصاری کو ابن سعد کے پاس بھیجا کہ اُسے کہو، دونوں لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کرے۔

جب رات ہوئی تو عمر بن سعد میں سپاہیوں کے ساتھ نکلا اور حضرت امامؑ بھی میں جوانوں کے ساتھ خیام سے برآمد ہوئے۔ دونوں آسمنے سامنے آئے تو امام حسینؑ نے فرمایا: یہ تیری بازگشت خدا کی طرف ہے لیکن تجھے خوف خدا نہیں اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں کس ہستی کا فرزند ہوں پھر بھی میرے ساتھ جنگ کرنے لگا ہے۔ اے ابن سعد! ان کافروں کو چھوڑو اور میری طرف آجائو کیونکہ میری اطاعت میں قرب خداوندی ہوگا۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے خوف ہے کہ میرا گھر برباد کر دیں گے۔

امامؑ نے فرمایا: میں تجھے اس سے اچھا گھر بنا دوں گا۔

عمر نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میری جائیداد اور اموال اُن زیاد خبط کر لے گا۔

امامؑ نے فرمایا: جائیداد اور اموال کے بد لے تجھے جاز میں بہتر عوض دون گا۔

عمر نے کہا: مجھے اپنے بیوی بچوں کا ڈر ہے؟

امامؑ خاموش ہو گئے اور واپس آگئے اور فرمایا: اے ابن سعد! تو عراق کی گندم نہیں کھائے گا اور تجھے بستر پر ایسے ذبح

کیا جائے گا جس طرح گوسفند ذبح کیا جاتا ہے اور خدا تجھے کھی معاف نہ کرے گا۔

عمر نے کہا: اگر گندم نصیب نہ ہوئی تو ہو پر کفایت کروں گا۔

امامؑ نے فرمایا: مجھے اجازت دو، میں واپس چلا جاتا ہوں یا خود یزید کے پاس جاتا ہوں یا پھر ایک عام مسلمان کی طرح

کسی ڈور دراز کے اسلامی شہر میں زندگی گزار دوں گا۔

ابن اثیر، سبیط ابن جوزی اور دیگر مؤرخین نے اس روایت کو لکھنے کے بعد عقبہ بن سعید کی روایت نقل کی ہے کہ وہ

کہتا ہے: مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا میں حضرتؐ کی خدمت میں ہمیشہ رہا ہوں اور حضرتؐ کے تمام خطبات سنے ہیں اور شہادت تک ہر جملہ سنا اور سمجھا ہے لیکن کسی موقع پر امامؐ نے نہیں فرمایا کہ زیید کے پاس جاتا ہوں، یا کسی مسلمان شہر میں جاتا ہوں بلکہ حضرتؐ کی کلام یہ ہوتی تھی کہ اگر مجھے آزاد کرو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں چلا جاتا ہوں یا خود اور اپنے الی بیتؐ کو لے کر ان بیبانوں میں زندگی گزاروں گا۔

ابن جوزی کا نظریہ

تذکرہ میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے: چونکہ عمر بن سعد امام حسینؑ سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے بار بار امامؐ سے ملاقات کرتا تھا۔ اپک ملاقات میں وہ امامؐ سے اس قدر متاثر ہوا کہ ابن زیاد کو خط لکھا جس کی پہلی سطحی کہ خدا نے آتشؑ جنگ کو خاموش کر دیا ہے (اس خط کا تشریح پہلے ذکر ہو چکا ہے)۔

ابن زیاد نے خط پڑھ کر لکھا: یہ خط ابن سعد نے اپنی قوم پر شفقت کرتے ہوئے اور اپنے امیر کو فتحیت کرتے ہوئے لکھا ہے لہذا مجھے قبول ہے۔ اسی مغلل میں شر بن ذی الجوش بیٹھا تھا۔ اس نے ابن زیاد کی بات سنی تو آگ بگولا ہو کر کہا: تم نے ابن سعد کی بات قبول کر لی ہے؟ اب حسین بن علیؑ تیری حکومت کے علاقہ میں آئے ہیں چاہتے ہو کہ وہ بیہاں سے نکل جائیں؟ خدا کی تم! اگر حسینؑ بیجت نہ کرے اور بیہاں سے چلا جائے تو اس کی قدرت اور قوت میں مسلسل اضافہ ہو گا جب کہ تمہاری کمزوری اور عاجزی میں اضافہ ہو گا۔ خبردار ابن سعد کی بات کو قبول نہ کرنا جوستی اور غلط تدبیر پر منی ہے۔ آج ذمہ داری یہ ہے کہ تم اسے کہو کہ حسینؑ اور اس کے ساتھی تیرے حکم کے تابع ہو جائیں تو پھر دل چاہے تو سزا دینا اور دل چاہے تو معاف کر دینا، تجھے اس وقت اختیار ہو گا۔ ابن زیاد نے شر کا نظریہ پسند کیا اور عمر بن سعد کو یہ خط لکھا:

اما بعد اتجھے میں نے کربلا اس لیے نہیں بھیجا کہ تو حسینؑ سے نزی کرتا رہے اور اس ہم کو طول دیتا رہے اور بہانہ جوئی کرتا رہے اور اسے سلامتی کی نویسنا تارہے اور اس کی میرے پاس شفاعت کرتا رہے۔ اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب میرے حکم کے تابع ہو جائیں تو سب کو میرے پاس بیچج دو اور اگر میری اتباع نہ کریں تو ان سے جنگ کرو۔ جب ان کو قتل کرو تو ان کی لاشوں کو پامال کرو اور اس طرح ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دو کہ سینہ و پشت ریزہ ریزہ ہو جائے۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ ان کے قتل ہونے کے بعد ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑنے سے ان کو تکلیف تو نہ ہو گی لیکن چونکہ پہلے میں یہ کہہ چکا ہوں لہذا یہ ضرور انجام دینا ہے۔ ہاں جو کچھ میں نے لکھا ہے اگر اسی طرح اس پر عمل کرو، مطبع اور سامع شخص کی طرح اپنا کام انجام دو تو انعام کے متحق قرار پاؤ گے اور اگر اس پر عمل نہ کیا تو اس عہدہ و مقام پر جو تمہیں دیا گیا ہے،

سے معزول ہو جاؤ گے اور لشکر کو شر بن ذی الجوش کے حوالے کر دو کیونکہ تیرے یہ کام نہ کرنے کی صورت میں ہم نے شر کو اس لشکر کا امیر بنا دیا ہے۔

پھر ابن زیاد نے شر سے کہا: یہ خط کر بلائے جاؤ اور اس خط پر اس سے عمل کرو۔ اگر عمل کرتے تو تم اس کے تابع رہنا اور اگر عمل نہ کرے اور انکار کرے تو اس کا سر جدا کر کے مجھے بیچج دینا اور لشکر کے امیر تم ہو گے۔ اسی دروان میں عبد اللہ بن ابی الحکل بن حزم ام کلابی (جنابِ اُم الحمینؓ کا بھانجا تھا) اٹھا اور اُم الحمینؓ کی اولاد حضرت ابوفضل العباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان کے لیے امان نامہ مانگا۔

ابن زیاد نے کہا: بہت اچھا امان نامہ لکھا گیا اور عبد اللہ بن ابی الحکل نے یہ امان نامہ اپنے غلام کے ذریعے کر بلائے بیچج دیا۔ روایت ہے کہ جب یہ امان نامہ حضرت عباسؓ اور ان کے بھانجوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: ہمیں اس امان نامے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی امان سمیئے کے زنازادے کی امان سے بہتر ہے۔

نویں محرم کے واقعات

نویں محرم کو روزِ تاسوعاً بھی کہتے ہیں۔ اس دن بہت سے واقعات پیش آئے، جن میں سے چند واقعات ہم ذکر کرتے ہیں:

① مرحوم تکانی نے اپنی کتاب *الکلیل المصائب* میں لکھا ہے: کتاب مشیر الاحزان میں جناب سکینہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ بی بی فرماتی ہیں: نویں محرم کے دن ہمارے پاس پانی نہیں تھا، سخت پیاس تھی، ملکوں اور برثنوں سے پانی خشک ہو چکا تھا۔ میں اور چند دیگر بچے شدید تکلی کی حالت میں اپنی پھوپھی نسب کے پاس گئے تاکہ انھیں اپنی تکلی کا حال شاکسیں شاید پانی کا بندوبست ہو جائے۔ میں نے دیکھا کہ پھوپھی نسب سلام اللہ علیہا خیے کے دروازے پر بیٹھی ہیں اور میرے شیر خار بھائی کو گود میں اٹھایا ہوا ہے۔ وہ شیر خار کبھی اٹھتا ہے کبھی بیٹھتا ہے جس طرح مچھلی پانی میں متحرک رہتی ہے گویا پانی کے لیے فریاد کر رہا ہے۔

پھوپھی نسب سلام اللہ علیہا کہہ رہی تھیں: اے میرے بھائی کے فرزند صبر کرو، تمہارا صبر کہاں گیا، تمہاری یہ حالت اور بے چینی تمہاری پھوپھی کے لیے بہت ناقابلی برداشت ہے۔ بی بی سکینہ کا بیان ہے کہ جوں ہی میں نے یہ جملے سنے تو بے ساختہ اُنچی آواز سے رونے لگی۔ پھوپھی نے پوچھا: سکینہ جان کیوں رورہی ہو؟ میں نے عرض کیا: اپنے بھائی کی پیاس پر رو رہی ہوں، میں نے اپنی پیاس کا ذکر بھی نہ کیا تاکہ پھوپھی کو اور زیادہ دکھنے ہو۔ پس پھوپھی نسب اُنھیں اور میرے شیر خار

بھائی کو اٹھا کر میرے چپاؤں کے خیہ میں لے گئیں کہ شاید وہاں سے پانی مل جائے۔ ہمارے کچھ بچے پھوپھی نیب کے پیچھے چل پڑے۔ پس اپنے عم زادوں کے خیہ میں گئیں، پھر اصحاب کے خیہوں سے معلوم کروایا کہ پانی ہے یا نہیں۔ لیکن جب پانی سے نا امید ہو گئیں تو اپنے خیہ میں آ گئیں۔ پھوپھی کے ساتھ تقریباً بیس بچے تھے۔ پس بی بی نے فریاد کرنا شروع کی، ہم بھی فریاد کرنے لگے۔ اسی دوران میں میرے پابا کے صحابی بریجنہیں سید القراء کہا جاتا تھا، ہمارے خیہ کے قریب سے گزرے اور جب ہمارے رونے کی آواز سنی تو زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے سر اور بالوں میں خاک ملائی اور اپنے دستوں سے کہا: تمہیں یہ پسند ہے کہ فاطمہ زہراءؓ کی اولاد بیاسی فوت ہو جائے حالانکہ تلواریں ہمارے ہاتھ میں ہیں؟ خدا کی قسم! ان کے بعد دنیا میں خیر اور بیکی نہیں۔ بہتر ہے کہ ان سے پہلے ہم موت کے حوض میں وا رہو جائیں۔ اے اصحاب! ہم میں سے ہر شخص ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑ لے اور پانی پر لے جائے ورنہ پیاس سے فوت ہو جائیں گے۔ اگر نہر فرات پر جنگ کرنا پڑے تو ہم جنگ کریں گے۔

سچی مازنی نے کہا: پانی پر مولک سپاہی ضرور ہم سے جنگ کریں گے اگر ان بچوں کو ساتھ لے کر جائیں گے تو خدا نخواستہ کوئی تیر یا تیزہ ان کو نہ لگ جائے اور ہم اس کا سبب نہیں، لہذا بہتر یہ ہے کہ مشکلیں اٹھا کر لے جائیں اور وہ پانی سے بھر لائیں۔ اس دوران میں اگر جنگ ہوئی تو ہم نے بھی تلواریں اٹھا رکھی ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی قتل ہو گیا تو اولاد فاطمہؓ کا فدیہ بن جائے گا۔

مُریم نے کہا: یہ بالکل صحیح ہے! پس ایک مشکل اٹھائی اور پانی کی طرف گئے۔ یہ چار شخص تھے۔ جب فرات پر تعین ابن سعد کے لشکرنے ان کو دیکھا تو پوچھا: تم کون ہو کہ ہم اپنے سردار کو اطلاع دیں؟ مُریم اور اس سردار کے درمیان رشتہ داری تھی۔ جب سردار کو اطلاع ملی تو اس نے کہا: ان کو راستہ دے دو کہ پانی پی لیں۔ جب یہ پانی میں داخل ہوئے اور پانی کی شنڈک محسوس کی تو مُریم اور ساتھیوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور کہا: خدا لعنت کرے ابن سعد پر اپنی جاری ہے اور فرزند پیغمبر نبیک ایک قطرہ بھی نہیں جا سکتا۔

پھر مُریم نے کہا: اپنے پیچھے دیکھو اور جلدی جلدی مشک بھر لوتا کہ اولاد حسینؑ کے دل شنڈے ہو سکیں۔ خود پانی نہ پیو اور اولاد فاطمہؓ کو سیراب کرو۔ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم پانی نہیں پیتے تاکہ اہل بیٹت سیراب ہو سکیں۔ مولکیں میں سے کسی نے یہ گفتگو سنی تو کہا کہ تم خود پانی میں داخل ہو گئے ہو تو کیا یہ کافی نہیں کہ اس خارجی کے لیے پانی لے جاتے ہو۔ خدا کی قسم امیں ابھی اسحاق کو خبردار کرتا ہوں۔

مُریم نے کہا: اے شخص! اس بات کو صیغہ راز میں رکھ اور پھر اس شخص کے قریب گئے تاکہ اسحاق کے پاس نہ جائے اور

اسے پکڑ لیا، لیکن وہ مریم کے ہاتھ سے نکل گیا اور جا کر اسحاق کو اطلاع کر دی۔ اسحاق نے کہا: ان کا راستہ روک لو اور ان کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ اور اگر میرے پاس نہ آئیں تو ان سے جنگ کرو۔ پس انہوں نے مریم اور اس کے ساتھیوں کا راستہ روکا، تھوڑی سی ان کے درمیان جنگ ہوئی۔ پھر مریم نے نصیحت کرنا شروع کر دی اور اس کے وعظی کی آواز امامؐ کے کافوں تک پہنچ رہی تھی۔ حضرت امامؐ نے چند صحابی بھیجے تاکہ مریم کی مدد کریں۔ پس امامؐ کے صحابی پہنچے تو مولیٰ بن نہر فرات سے فرار کر گئے۔ پانی لا لایا گیا، تمام پہنچے ایک مرتبہ اس پانی کی مشکل پر منجع ہو گئے۔ پھر ان نے سینے اور شکم کو مشکل پر رکھنا شروع کر دیا کہ اچانک مشکل کا تمہارہ مکمل گیا اور تمام کا تمام پانی زمین پر بہہ گیا۔ پھر ان کی آواز آئی: ہائے ہماری قسمت!

مریم اپنے منہ پر طہارنے مارتے تھے اور کہتے تھے: ہائے افسوس! قاطمؐ کی بیٹیوں کے جگر پیاس سے کہاں ہو گئے۔

جب ابن زیاد نے ابن سعد کے امام حسینؑ سے نرم رویہ اور محاملہ جلدی ختم نہ کرنے پر پریشان ہوا تو جو پیریہ بن بدر تمیٰ کو کر بلاروانہ کیا اور کہا کہ اگر ابن سعد جنگ کرنے میں مستعد کر رہا ہو تو اسے قید کر دو، میں لشکر کا امیر کسی اور شخص کو بنا کر بھیج دوں گا۔ جب جو پیریہ روانہ ہو گیا تو ابن زیاد کو خیال آیا کہ اگر ابن سعد کو قید کیا جائے تو لشکر ضائع ہو جائے گا لہذا فوراً شرکو خط دے کر روانہ کیا۔

راوی سعد بن عبیدہ کہتا ہے کہ گرمی کی وجہ سے ہم ابن سعد کے ساتھ فرات میں نہار ہے تھے کہ ایک شخص نے ابن سعد کے کان میں کہا: ابن زیاد نے جو پیریہ بن بدر کو بھیجا ہے کہ اگر ابن سعد اپنے کام میں مستعد کر رہا ہے تو اسے قتل کر دو۔ جوں ہی ابن سعد نے یہ سنا تو چونکا اور فوراً اسلخ لگایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف آیا۔

اُدھر جھرات کے روز شریعیہ ابن زیاد کا خط لے کر پہنچ گیا۔ ابن زیاد کا خط دیا اور ابن سعد نے اس خط کے مضمون کو پڑھ کر شرکر کو مخاطب ہو کر کہا: اے بدجنت! خدا تجھے مجھ سے ذور اور بد صورت کر دے، اے ابرص! تو جو چیز میرے لیے لایا ہے، پہلے میں نے ابن زیاد کو خط لکھا تھا، اس میں اس مسئلہ کی اصلاح کی کوشش کی اور اسے مطمئن کر لیا تھا اور تو نے اس کے اطمینان کو زائل کر کے دوبارہ امام حسینؑ سے جنگ پر برما ہیجتہ کیا اور وہ کام جو صلح و آشتی سے ختم ہو رہا اسے دوبارہ کر دیا۔ خدا کی قسم!

امام حسینؑ کبھی ابن زیاد کے تابع نہیں ہوں گے کیوں کہ جو خون علیؑ کی رگوں میں تھا وہی حسینؑ کی رگوں میں ہے۔

شر نے کہا: ان باقتوں کو چھوڑو تم یہ بتاؤ کہ اب کیا کرو گے؟ اگر امیر ابن زیاد کے حکم کی تعییل کرتے ہو تو ابھی جنگ کا آغاز کر دو ورنہ لشکر میرے حوالے کر دو اور خود ایک طرف ہو جاؤ۔

عمر بن سعد نے کہا: نہیں، تجھے لشکر کا امیر نہیں بناتا بلکہ خود میں یہ کام کروں گا تو صرف پیادہ فوج کے ساتھ شامل ہو جا اور اپنے نام ابن زیاد کے اس خط کو امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت امام حسینؑ نے پھر فرمایا: خدا کی قسم امیں بھی ابن زیاد فرزند مر جانہ کی اطاعت نہیں کروں گا۔

◇ کتب مقاتل میں ہے کہ روز تاسوعا (نومحرم) کربلا میں تمام لشکر ایسے جمع ہوئے جیسے بارش کے قطرات آسمان سے زمین پر آتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے اصحاب باوقا کے خیام میں بیٹھے تھے۔ جناب نبی پر فرماتی ہیں کہ میں نے خیمہ کے شکاف سے بھائی کو دیکھا کہ اچانک کوفہ کی جانب سے طبل اور فقارے بجھنے لگے اور گرد و غبار سے آسمان کا چہرہ دھنلا گیا، شور و غل اور مار و مارو کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس وقت میں نے بھائی کے چہرے کو دیکھا تو سرخ رعنفرانی رنگ میں بدل گیا تھا۔ میر ارنگ اڑنے لگا۔ میں یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور بھائی کو اپنے خیمے میں بلا یا اور عرض کیا: بھائی جان اکیا وجہ ہے کہ آپؑ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ بھائی نے آہستہ سے فرمایا کہ اب کربلا میں میرے بچوں کو یقین کرنے والا ملعون پہنچ گیا ہے اور عورتوں کو بیوہ کرنے والا شرم رو دو دوارہ ہو گیا ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

تَاسُوعًا يَوْمٌ حُوَصِرَ فِيهِ الْحُسَيْنُ وَاصْحَابِهِ سَلَامُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ بِكُرْبَلَا وَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ
خَيْلُ أَهْلِ الشَّامِ وَأَنَا خُواَلِيَّهُ وَفَرَحَ ابْنُ مَرْجَانَهُ وَعِمْرُ سَعْدٍ بِتَوَافِرِ الْخَيْلِ
وَكَثْرَتِهَا وَاسْتَضْعَفُوا فِيهِ الْحُسَيْنُ وَاصْحَابِهِ وَأَيْقَنُوا أَنَّهُ لَا يَاتِي الْحُسَيْنُ نَاصِرًا وَلَا
يَمْلَأَ أَهْلَ الْعَرَاقِ الْمُسْتَضْعَفَ الْفَرِيبَ

”روز تاسوعا و دن ہے جس میں میرے جد حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا گیا، اطراف کو بند کر دیا گیا۔ ابن زیاد کی تمام فوج جو میدان کربلا میں بکھری ہوئی تھی، نے اکٹھے ہو کر امام کا احاطہ کر لیا۔ اس حرکت سے ابن زیاد اور ابن سعد دونوں خوش تھے لیکن امام حسینؑ اور اصحاب و می خور پریشان تھے اور ان کو یقین ہو گیا تا کہ اب ایک شخص بھی عراق سے ہماری مدد و کوئی نہ آ سکے گا۔“

امام جعفر صادق علیہ السلام کا کلام جب یہاں تک پہنچا تو حضرت سے فرمایا: اے جد بزرگوار! میرے ماں باپ آپؑ کی غربت اور ضعیفی پر قربان ہو جائیں۔

کتاب روضۃ الصفا میں بیان ہے کہ چونکہ ابن سعد تن محرم کو اپنے لشکر کے پاس کر بلہ پہنچا تو بعض لشکریوں نے جب امام مظلومؑ کی غربت اور بے گناہی دیکھی تو بعض خنیہ طور پر اور بعض ظاہری طور پر لشکر سے نکل کر واپس کوفہ چلے گئے۔ سب ابن زیاد کو یہ خبر طی تو بہت براہم ہوا اور سعد بن عبد الرحمن کو بلاؤ کر کہا کہ ایک لشکر لے جاؤ اور تمام کوفہ کے مخلوں میں چکر لگاؤ اور جو شخص ابن سعد کے لشکر سے نکل کر آیا ہے اسے گرفتار کر کے میرے حوالے کرو۔

مامورین جن لوگوں کو پکڑ کر لاتے یہ ان پر سخت عتاب کرتا تھا، حتیٰ کہ ایک شامی جو بنی امیہ کا سخت حامی تھا وہ اپنے کسی رشته دار کی فتویٰ کی وجہ سے واپس آیا تھا تاکہ اپنا دراثت حصہ پالے تو مامورین نے اسے بھی گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے سامنے لے آئے۔ اس نے اپنا عذر بتایا لیکن اس کا عذر قبول نہ ہوا اور سزا سخت ملی اور اس کی گردن الاحدی گئی۔ یہ خبر بہت جلدی جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور لوگوں میں رعب و حشت اور خوف و ہراس پھیل گیا۔ چنانچہ پھر کسی کو کوفہ پلٹ کر آنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔

تمنِ حرم سے نو حرم تک لشکر ہی لشکر آتے رہے اور نویں حرم کو ہر طرف انسانوں کا سیلا بھا اور کسی کو بچھے ہٹنے اور نیافت کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ کچھ جاسوس مقرر کیے گئے کہ کوئی شخص لشکر سے نہ بھاگے یا امام حسینؑ کے لشکر میں شامل نہ ہو جائے کیونکہ لشکری مختلف شہروں سے تھے مثلاً کندہ، سماط، مدائن، عبادہ، ربعیہ، سکون، حمیر، دارم، غطفان، مدح، یربوع، خزانہ، حلب، بسط، بصرہ، تکریت، عسقلان، گرد وغیرہ۔

پورے لشکر کا امیر ابن سعد تھا جس کا بیٹا شخص اس کا مشیر اور وزیر تھا اور دُرید جوان کا غلام اور بے باک و سفاک شخص تھا، اُسے لشکر کا علیمہ اور بنیا ہوا تھا۔ ابن الی جوبہ جاسوس، ابوالیوب بیلداروں کا سربراہ، عمر بن جاج دائیں طرف کے لشکر میمنہ کا سردار اور شرپ بائیں طرف کے لشکر (میسرہ) کا سردار اور شان ابن اُمّ نیزہ داروں کا سردار تھا۔ اہل فن نے یہاں تک لکھا ہے کہ لشکر اس قدر بڑا تھا کہ کربلا سے کوفہ کے بیرونی دروازے تک لشکری ایک دوسرے کے بچھے صفت سے کھڑے تھے۔

امان نامہ برائے حضرت ابوالفضل العباسؑ و برادران

صاحب عمدة المطالب فی نسبت آل ابی طالبؑ اور شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ الہنینؑ جناب امیر المؤمنینؑ علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں، جن کے بطن سے چار بیٹے تھے۔ ابوالفضل العباس سلام اللہ علیہ، جعفرؑ، عبد اللہؑ اور عثمانؑ۔ جناب اُمّ الہنینؑ کے والد حزام بن عبد اللہ بن ربیعہ بن خالد بن عامر بن صحنه الكلابی تھے۔ اس بی بی پاک کے بھائی کے بیٹے کا نام جریر بن عبد اللہ تھا یعنی یہ اُمّ الہنینؑ کا بھیجا تھا اور اُمّ الہنینؑ جریر کی پھوپھی لگتی تھیں جب کہ شر بھی کلابی تھا۔ جب جریر کو شر کی کربلا روائی کی اطلاع ملی تو پریشان ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شر بہت ظالم ہے اور کسی پر بھی رحم نہیں کرتا۔ امام حسینؑ کے ساتھ حضرت اُمّ الہنینؑ کے چار بیٹے ہیں وہ ان کو بھی قتل کر دے گا۔ اس لیے جلدی سے شر کے پاس آیا اور کہا کہ تھوڑا صبر کروتا کہ میں اپنی پھوپھی کے بیٹوں کے لیے امان نامہ لکھوں گا۔

شر نے کہا: کوئی مسئلہ نہیں، اُمُّ الْمُنْبِتُ صرف تمہاری رشته دار نہیں بلکہ قبیلہ کلاب میری بھی قوم ہے، مجھے پسند ہے کہ میرے قبیلے کے افراد کے لیے امان ہو۔ جریئے نے بہت دردغم سے ابن زیاد کے سامنے عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ امیر میری اپیل قول ہو تو عرض کرو۔ ابن زیاد نے کہا: بیان کرو۔ اس نے کہا: اے امیر! مجھ پر احسان کرو اور میرے پھوپھی زادوں کے لیے امان نامہ لکھ دو تاکہ وہ قتل ہونے سے فتح جائیں۔ میری پھوپھی اُمُّ الْمُنْبِتُ کے دل پر داغ مفارقت کا داغ نہ لگے، یہ آپ کی انہائی نوازش اور بخشش ہوگی۔

ابن زیاد نے شر کو بلند آواز سے بلا بیا اور کہا کہ جریئے کے رشته دار چھوٹے، بڑے سب ہماری پناہ میں ہیں۔ اے شر! اگر عباس (مع برادران) اپنے بھائی حسینؑ کو چھوڑ دے تو اس پر تلوار کھینچنا حرام ہے۔

شر جب کربلا میں وارد ہوا تو اس نے امام حسینؑ کے قیام کے قریب جا کر باواز بلند کہا: اینَ يَنْدُوا أُخْتَنَا "ہمارے (رشتے کے) بھانجے کہاں ہیں؟" حضرت ابوالفضل العباس سلام اللہ علیہ اپنے بھائیوں جعفر، عثمان اور عبداللہ کے ساتھ باہر آئے تو شر نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے عباس! اگر حسینؑ کو چھوڑ دو تو آپ کو یزید کی طرف سے امان ہے۔

حضرت عباسؓ وقادار نے شر سے امان کا نتا تو فرمایا: خدا عنت کرے تجھ پر اور تیرے امیر پر اور تیری امان پر کہ مجھے امان دیتا ہے اور فرزدِ پیغمبرؐ کے لیے امان نہیں۔ اے بد جنت و سگ دل! امیری مال کا حیا کر رہے ہو لیکن تمہیں فاطمہ زہراءؓ کا حیا نہیں ہے۔ جب شر نے یہ جواب سنا تو بڑا بدبھال ہوا اور مایوس و محروم ہو کر عمر بن سعد کے لشکر میں آیا۔ جب ابن سعد نے اس کے غضب و غصہ کو دیکھا تو کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ بجلی کی طرح تیزی سے گیا اور ہوشیں کی طرح واپس آگیا ہے؟

شر نے کہا کہ ایک شکار کرنے گیا تھا لیکن نا امید آیا ہوں، اب فریضہ یہ ہے کہ تو لشکر کو حکم دے تاکہ امام حسینؑ کے خیام پر حملہ کرے اور کام کو ابھی ختم کر دے۔

لشکر کا حملہ کرنا اور امامؓ کا مہلت مانگنا

جب شر نے ابن سعد کو حملہ کرنے پر برا صحیحتہ کیا تو ابن سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا: یا خیلَ اللہِ اِرْكَبِی بِالْجَنَّۃِ ابیشری اے لشکر! خدا اسوار ہو جاؤ اور جنت میں چاؤ (اَتَقْفِرُ اللَّهَ). تمام لشکری عوار ہو گئے۔ نمازِ عصر کے بعد خیام اہل بیتؐ کی طرف حملہ آور ہو گیا۔

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں لکھا ہے کہ اس وقت امامؓ اپنے خیبر کے آگے بیٹھے تھے۔ سر زانوئے غم پر رکھا ہوا تھا، تکوار کا

سہارا لیا ہوا تھا اور حضرت کی آنکھ لگ گئی تھی کہ اسی دوران میں طبل بجگ بختے شروع ہو گئے اور لشکر کی آوازیں آسان تک پہنچنے لگیں۔ وہ کافر لشکر خدا سے بے خبر، خیام اہل بیت کی طرف حملہ آؤ رہا۔ جناب نبی سلام اللہ علیہ اے جب یہ شور و غل سنا اور تکواروں کی لشکار، نیزوں کی جھنکار سنی تو جلدی جلدی بھائی کے خیمه میں آئیں اور بھائی کو دیکھا کہ سرمبارک تلوار پر بیکار کر بیٹھے ہیں، گوپا نیند میں ہیں، آواز دی اور حضرت کو بیدار کر کے عرض کیا: اے بھائی! یہ شور و غل، طبل اور شادیاںوں کی آواز نہیں سن رہے؟

امام نے سر بلند کیا اور بہن کو پریشان دیکھا تو مخدوشی آہ کھینچ کر فرمایا: بہن! ابھی میں نے خواب میں جدہ اور بابا کی زیارت کی ہے، رسول خدا نے فرمایا ہے: اے میرے نورِ نظر! کل تم ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔
جب بی بی نے یہ سنا تو اتم کیا اور ہائی جدہ ہائی اباہ کہا۔ امام نے فرمایا: بہن خاموش رہو اور ہائے والے کی آوازیں بلند کرو۔ امام نے بہن کو خاموش کر دیا۔ اس دوران میں لشکر خیام کے قریب آگیا کہ اچا انک آسان شجاعت کے دکتے سورج، شیر پیغمبر شہامت امیر المومنین کے فرزند اطہر حضرت قربنی ہاشم سلام اللہ علیہ مثیل ہلال خیمے سے باہر نکلے اور پاؤ اڑ بلند ایک نفرہ حیدری لگایا اور فرمایا: کہاں ہو یہ شجاعت کے شیر! آڈا اور لشکر یزید کی حرکت کرو وک دو۔
یہ کہنا تھا کہ ہاشمی جوان اپنی خون میں بچانے والی تکواروں سے مسلح ہو کر نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے، نیزے سیدھے کیے اور حضرت عباس کے گرد، چاند کے گردہ الہ کی طرح جمع ہو گئے اور سب مل کر امام حسین کے پاس آئے۔ حضرت عباس گھوڑے سے اترے اور ادب سے بارگاہ امامت کو بوس دیا اور عرض کیا: آقا! دُنْ کا لشکر قریب ہے، اب کیا حکم ہے؟
قال الامام ياعباس إِنَّكَ بِنَفْسِكَ يَا أَخِي حَتَّى تَلْقَاهُمْ وَتَقُولَ لَهُمْ مَا لَكُمْ مَا

بِدِ الْكُمْ وَتَسْأَلُهُمْ عَمَّا جَاءُهُمْ

”امام نے فرمایا: بھائی! عباس! تم سوار ہو جاؤ اور امیر لشکر سے ملاقات کرو اور پوچھو کہ کیوں تجوہ کر آئے ہو؟“

حضرت عباس لشکر کے پاس آئے اور پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے اور کیا چاہتے ہو؟
انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے امیر کا حکم ہے کہ یزید کی بیعت پیش کرو، تم بیعت کر لو تو محفوظ ہو ورنہ انہی تم سے جگ کر کے مسئلہ حل کر لیں گے۔

حضرت عباس نے فرمایا: جلدی نہ کرو۔ میں اپنے مولا سے پوچھ لوں کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرت عباس امام کی خدمت میں آئے اور باقی بیس اصحاب حسین نے لشکر اہل سعد کو دعظ و نصیحت کرنا شروع کر دی کہ اے لشکر والوں فرزند پیغمبر

کے خون میں آلوہ نہ ہو۔ حضرت عباسؓ نے جب لشکر کی بات بتائی تو حضرت امام حسینؑ نے فرمایا:
 ۱۔ ارجح اليهم فَانْ أَسْتَطَعْتُ أَنْ تُؤْخِرُهُمْ إِلَى غَدَةٍ وَتَدْفَعْهُمْ عَذَّا العَشَيْةِ لَكُلَّنَا نُصَلِّي
 لِرَبِّنَا الْلَّيْلَةَ وَنَدْعُوهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ فَهُوَ يَعْلَمُ أَنِّي قَدْ كُنْتُ أُحِبُّ الصَّلَاةَ لَهُ وَتَلَوَّهُ
 كتبہ وَكَثْرَةُ الدُّعَاءِ وَالْاسْتِغْفَارِ.

”اے بھائی عباس! ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر کل صبح تک جنگ روک سکتے ہو تو روک لو، یعنی ان سے ایک رات کی مہلت مانگو تاکہ نماز، دعا اور استغفار کر لیں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، دعا، قرآن پڑھنا اور استغفار کرنا کس قدر عزیز ہے۔“

حضرت عباسؑ شکر کے پاس آئے اور امامؑ کے حکم کے مطابق مہلت مانگی۔

لہوف میں ہے کہ این سلطنت نے امام کی پیش کش قبول کرنے میں توقف کیا اور شریعے کہا کہ مہلت کے بارے میں تیرا
لیا انظر یہ ہے؟

شمنے کہا: تم دو دل نہ ہو، اگر میں تمہاری جگہ سردار ہوتا تو اس فرمائش پر توجہ ہی نہ کرتا اور اسی وقت جنگ شروع کر دیتا۔

عمر بن جاج زبیدی نے کہا: خدا کی قسم! اگر یہ ترک اور دیلم کے غلام بھی ہوتے اور ہم سے اس قسم کی فرمائش کرتے تو ہم ان کی بات قبول کرتے جب کہ یہ تو اولادِ پیغمبر ہیں۔

عمر بن جاج زبیدی کی بات جنکل کی آگ کی طرح لشکر میں پھیل گئی اور سب نے عرو کی رائے کو پسند کیا اور کہا کہ ہم عرب ہیں اور یہ ہمارے لیے بہت نجک و عار ہے کہ اولادِ پیغمبر ہم سے مهلت مانگے، اماں طلب کرے اور ہم مهلت نہ دیں۔

عمر بن سعد نے جب یہ حالات دیکھے تو کہا: عمر بن جاج زبیدی کی رائے صحیک ہے۔ ہم حسینؑ کو آج رات مهلت دیتے ہیں۔

عصر تاسوعاً امام حسینؑ کا خواب دیکھنا

سید علیہ الرحمہ نے اپنے اکھاں سے کہا ہے کہ حضرت قربنی ہاشم سلام اللہ علیہ نے عمر بن سعد سے شب عاشور کی مہلت مانگی تو امام نے اپنے مستر پر سر رکھا اور سو گئے تھے میں روشن فضا اور صاف ہوا کو مجوس کیا۔ اسی وقت حضرت زینب سلام اللہ علیہا امام کے پاس بیٹھی تھیں اور شمع کی طرح بھائی کے غم اور دکھ میں پکھلتی جا رہی تھیں اور اپنی آستینوں سے بھائی کو ہوا

دے رہی تھیں، نیز بھائی کی شہادت کی فکر میں آنسو مردار یہ کے دافوں کی طرح آنکھوں سے جاری تھے۔ انہی آنسوؤں کا ایک موئی نما قطرہ امام کے چہرے سے مس ہوا تو امام خاپ سے اٹھ بیٹھے، آنکھیں کھولیں اور بہن کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: میری بہن زینبؓ!

لبی بی نے عرض کیا: لبیک یا الٰخی، جی میرے بھائی!

حضرتؐ نے فرمایا: بہن میری زندگی کا سورج زوال پذیر ہے اور میری روح کی پرواز کا دن میرے سر پر آپنچا ہے جب کہ آپؐ کی مصیبتوں کا ہلال طلوع ہو چکا ہے کیونکہ ابھی میں نے خواب دیکھا ہے اور رسول پاکؐ کی زیارت کی ہے، میرے جداً مجد، بابا، امام اور بھائی سب اکٹھے آئے تھے اور مجھے فرمایا:

یَا حُسَيْنَ أَنْكَرَ رَانِمَ إِلَيْنَا عَنْ قِرِيبٍ "اے حسینؑ! آپؐ بہت جلدی ہمارے پاس آنے والے ہو۔"

فَلَمَّا سَمِعَتْ زَيْنَبَ وَجْهَهَا وَصَاحَتْ وَبَكَتْ "امام حسینؑ کا خواب سنتے ہی بی بی نے چہرے پر ماقم کیا، نوحہ پڑھا

اور بہت گریہ فرمایا۔"

امام حسین علیہ السلام نے بہن کو تسلی دی کہ بہن صبر کرو کیونکہ دشمن ہمارے صبر اور حوصلے کا امتحان لے رہا ہے۔ رونا ضرور آتا ہے، یہ فطری عمل ہے، لیکن بچوں اور عورتوں کے سامنے نہ روؤ، ورنہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔

اے میری بہن! تیرے بھائی حسینؑ نے اس دنیا سے دل اٹھالیا ہے اور اس دنیا سے جانے کا فیصلہ کر چکا ہے، یہ دنیا کی زندگی جس میں ساری عمر درد، رنج اور مصائب کو دیکھا، کس کام کی ہے؟ کیا فائدہ اس زندگی کا؟ پس ہمیں بہتر ہے کہ اس دنیا سے آنکھہ بند کرلوں۔ پھر امامؓ نے اپنی بہن کے سرو صورت پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے بی بی پاکؐ کے دکھی دل کو تسلی اور سکون حاصل ہوا۔



شب عاشور کے واقعات

اس تاریک اور غلامی رات میں کربلا کی زمین پر بہت سے واقعات ہوئے جن میں سے چند ایک ذکر کیے جاتے ہیں:

بیعت کا اصحاب سے اٹھا لیتا اور اصحاب کا اظہار و فاداری

علامہ مجلسی نے بخار الانوار میں مرفوج الذهب سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے تو امامؑ کے ساتھ دو ہزار ایک شخص تھے۔ صاحب ارشاد شیخ مفیہؒ نے لکھا ہے کہ تاسوعا کے وقت غروب آفتاب کے وقت امامؑ نے حکم دیا کہ میری کری کھلے آسمان تلے میدان میں رکھیں۔ پھر اصحاب اور اہل بیتؑ کے جوانوں کو بلایا اور جب سب جمع ہو گئے تو خطبہ ارشاد فرمایا:

”میں خدا کی تعریف و ستائش کرتا ہوں اور اس کی مخفی و ظاہر دونوں صورت میں حمد کرتا ہوں اور خدا کا احسان منزہ ہو کر پہلے دن سے ہمیں عزت دی اور سیغیری ہم میں عنایت فرمائی، قرآن کی تعلیم ہمیں دی اور دین میں فقیہہ بنایا اور سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں اور وسیع قلب عطا فرمائے۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے شاکر بندوں میں سے قرار دے۔

امّا بعده! فَلَنِي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْ فِي وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبْرَ وَلَا أَوْصَلُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَكَجَّا كُمُ اللَّهُ عَنِي خَيْرًا . أَلَا وَإِنِّي لَا أَظُنُّ يَوْمًا لَنَا مِنْ هُولَاءِ الْأَوَّلَى قَدْ أَذْنُتُ لَكُمْ فَانطَلِقُوا جَوِيعًا فِي حَلٍ لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنْيَ ذَمَارٍ

”میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر کوئی اصحاب نہیں دیکھے۔ میں نے اپنے اہل بیتؑ سے زیادہ نیک اور اصلیل کوئی اہل بیت نہیں دیکھے۔ پس خدا میری طرف سے تم سب کو اچھا اجر اور العام عطا فرمائے۔

اے میرے صحابیوں! کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ یہ قوم ہمیں اور دن نہیں دے گی الہذا جان لو کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں اور اپنی بیعت تمہارے کندھوں سے اٹھا لیتا ہوں، پس جدھر می چاہے چلے جاؤ۔“

هَذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَّكُمْ فَاتَّخَذُوهُ جَمِيلًا ثُمَّ لَيَاخْذَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِيَدِهِ رَاجِلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي ثُمَّ تَفَرَّقُوا فِي سَوَادِكُمْ وَمَدَاهِينِكُمْ حَتَّى يَفْرَجَ اللَّهُ
”ابھی رات کی تاریکی تمہیں چھپا لے گی لہذا اس تاریکی کو اپنا مرکب اور سواری بنا لوا تم میں سے
ہر ایک شخص میرے الی بیت کے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر کل کے ظلم و تشدد سے دور لے
جائے۔ تم اپنے شہروں میں چلے جاؤ، خدا تمہارے لیے مشکلات کو آسان کر دے گا اور مجھے اس لئکر
کے پاس چھوڑ دو، یہ صرف میرے دشمن ہیں۔“

فَإِنَّ الْقَوْمَ إِنَّا يَطْلُبُونِي وَلَوْقَدْ أَصَابُونِي فِي الْهَوَاءِ عَنْ طَلَبِ غَيْرِي
”یہ قوم میرے علاوہ کسی کی طالب نہیں ہے، یہ مجھے کسی صورت نہیں چھوڑیں گے۔ اگر میں ہوا میں
چلا جاؤں تو بھی میرا خون بھا کیں گے۔“

حضرت عباسؑ علمدار کا اظہار و فاداری

جب امام حسینؑ کا کلام یہاں تک پہنچا تو حضرتؐ کے اصحاب نے زار و قطار گریہ کیا اور سب سے پہلے جو شخصیت اٹھ اکھڑی ہوئی وہ حضرت عباسؑ تھے۔ حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں، بھیتوں، پچازاد بھائیوں کے ساتھ امام کے غربت کے لمحے سے بہت متاثر ہوئے اور تمام شہزادوں کی طرف سے یوں بیان فرمایا: اے ہمارے مولا اور سردار، خدا کی قسم! ہم یہ کام نہیں کر سکتے کہ آپؒ کو شمن کے حوالے کر کے خود یہاں سے چلے جائیں خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم دنیا میں زندہ ہوں اور آپؒ نہ ہوں۔ ہمارے وہ قدم جل جائیں اگر آپؒ کے آستانہ عالیہ سے دور ہوں۔ ہماری آنکھیں انہیں ہو جائیں اگر آپؒ کے جمال کے علاوہ کسی اور کو دیکھیں۔

حضرت عباسؑ کے بعد باری باری تمام بھائی، بھیتوں اور بھانجوں نے ادب سے عرض کیا کہ ہم دل و جان سے آپؒ کے تابع ہیں جس طرح حضرت ابوالفضلؑ نے ہمارے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔

امام نے سب کے جذبات دیکھے اور سنے اور ان کے حق میں دعا کی۔ پھر اپنا رخ انور اولاد عقیلؑ کی طرف کر کے فرمایا:

يَا بَنِي عَقِيلٍ حَسْبُكُمْ مِنَ الْقَتْلِ بِمُسْلِمٍ فَادْهُبُوا أَنْتُمْ فَقَدْ أَذْنَتُ لَكُمْ

”اے بنی عقیل کی اولاد! تمہارے مسلم کا شہید ہو جانا اور ان کی شہادت کا مظلومانہ غم ہی کافی ہے۔

تمہیں اجازت ہے کہ اپنے وطن جاسکتے ہو۔“

عبداللہ بن مسلم کا اظہار و فاداری

جناب عبداللہ حضرت مسلم بن عقیل کے بڑے فرزند آگے بڑھے اور عرض کیا:

سُبْحَانَ اللَّهِ فَنَا يَقُولُ النَّاسُ، يَقُولُونَ أَنَا تَرَكَنَا شَيْخَنَا وَسَيِّدَنَا وَبِنِي عَوْمَتَنَا خَيْرُ
الْعَامِرِ وَلَمْ نَرَمْ مَعَهُمْ بِسَهْمٍ وَلَمْ نَطْعُنْ مَعَهُمْ بِرُمْحٍ وَلَمْ نَضْرُبْ مَعَهُمْ بِسَيْفٍ وَلَا
نَدْرِهِي مَا صَنَعْنَا لَا وَاللَّهِ فَإِنْفَعَلْ وَلِكُنْ نُفْدِيْكَ بِأَنْفُسِنَا وَأَمْوَالِنَا وَأَهْلِنَا وَنَقْاتِلُ
مَعَكَ حَتَّى نَرِدْ مَوْرِدَكَ فَقَبْجَ اللَّهِ وَالْعَيْشَ بَعْدَكَ

”ای رسالت کے لئے اعاذ اللہ ہم یہ کام نہیں کر سکتے کہ آپ کو ہمچا چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا کے علاوہ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے کہ ہم نے اپنے چچا اور بچازاد بھائی سے آنکھیں بند کر لیں، نہ ان کے ساتھ مل کر تیر چلائیں، نہ نیزے اور نہ میدان میں گھوڑے دوزائیں اور نہ ہی دشمن پر توار کے وار کریں، ہم آپ کو چھوڑ دیں یہ ممکن نہیں اور نہیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہمارے آقا و سردار پر کیا نہیں ہے؟ ہرگز نہیں یہ کام ہم نہیں کریں گے بلکہ اپنے اموال، اپنے خاندان اور اپنے نفسوں کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ جس راہ پر آپ جائیں گے ہم بھی اسی راستہ پر چلیں گے۔ بدجنت ہے وہ زندگی جو آپ کے شہید ہونے کے بعد ہو۔“

جناب مسلم بن عوجہ کا اظہار و فاداری

اللٰہ بیتؐ کے بعد اصحاب میں سے پہلے شخص مسلم بن عوجہؐ اٹھے اور سینہ پر ادب کا ہاتھ رکھ کر عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! اَنْجُنْ نُخْلَى عَنْكَ وَقَدْ أَخَاطُوا بِكَ فَبِسَا تَعْذِيرًا إِلَيَّ اللَّهُ فِي أَداءِ حَقْكَ ”کیا ہم جانشہ آپ کے دامن کو چھوڑ کر چلے جائیں اور آپ کو ان اشرار کے درمیان چھوڑ دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا غدر اور بہانہ تلاش کریں گے۔“ خدا کی قسم! آپ کے دامن کو کبھی نہ چھوڑیں گے جب تک نیزوں سے دشمنوں کے سینوں کو چھلنی نہ کر دیں اور تواروں سے دشمنوں کے نکڑے نکڑے نہ کر دیں، ہمارے ہاتھوں میں تواریں ہیں۔ ان بدجنت لوگوں سے جنگ کریں گے، اور اگر ہمارے اسلحے ختم ہو جائیں گے، تواریں، تیر، نیزے، ٹوٹ جائیں گے تو خدا کی قسم ہم ان دشمنوں سے پھرلوں کے ذریعے لڑتے رہیں گے۔ خدا کی قسم! ہم آپ کی غالی سے سرنیں اٹھائیں گے حتیٰ کہ ہم ثابت کر دیں گے کہ پیغمبرؐ کی غیبت میں ان کی اولاد

کی حرمت اور عزت کے کی جاتی ہے۔

خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کی راہ میں قتل ہوں گا، پھر زندہ ہوں گا اور پھر قتل کیا جاؤں گا اور میرے جسم کو جلا کر خاکستر بنا دیا جائے گا اور پھر خاکستر کو ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور اس طرح ستر مرتبہ کیا جائے تو بھی آپ سے میری محبت کم نہ ہوگی اور آپ کے قدموں میں شہادت پاناسعادت سمجھوں گا۔

اے میرے مولا! میں کیوں ایسا نہ کروں حالانکہ جان دینا ایک سانس لینے سے زیادہ نہیں اور پھر آپ کی خدمت میں ہمیشہ کی زندگی اور سکون ہو گا۔

جناب رُبِّہِیر بن قیمن کا اظہار و فاداری

ان کے بعد رُبِّہِیر بن قیمن اٹھے اور عرض کیا:

وَاللَّهُ لَوْدَدَثُ إِلَيْيَ قُتِلَتُ ثُمَّ نُشِرَتُ ثُمَّ قُتِلَتُ حَتَّىٰ أُقْتَلُ هَذَنَا الَّفَ سَمَّةٌ وَأَنَّ اللَّهَ

عَزَّوَجَلَ يَدِفَعُ بِذَلِكَ الْقَتْلِ عَنْ نَفْسِكَ وَعَنْ أَنفُسِ هُؤُلَاءِ الْفَتَيَانِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ

”خدا کی قسم اگر آپ کی محبت میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں پھر قتل ہو جاؤں اور اسی طرح ہزار

مرتبہ بھی قتل ہونا پڑے تو قتل ہوتا ہوں گا لیکن آپ کی غلامی سے سرداٹھاؤں گا۔ اے خدا! اے

بَارَاللَّهِآءَ اَنْ فَاطِئَةَ جَوَانُوْ اُوْرَعَلُوْ نُوْجَانُوْ کُوْصَحْ وَسَالِمَ حَفْظَرَكَ“۔

جناب سعید بن عبد اللہ الحنفی کی اظہار و فاداری

مرحوم سید نے ہوف میں لکھا ہے کہ پھر سعید بن عبد اللہ الحنفی اٹھے اور عرض کیا: اے فرزند رسول! خدا کی قسم! ہم کبھی آپ کو تھا چھوڑ کر نہیں جائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے پیغمبرؐ کی اولاد کے بارے میں ان کی صحیح پر عمل کیا ہے۔ اگر مجھے یہ بھی معلوم ہو کہ میں آپ کی محبت میں قتل ہوں گا، پھر زندہ ہوں گا، پھر مجھے جلا دیا جائے گا اور میرے جسم کی خاکستر کو اڑا دیا جائے گا اور اس طرح ستر بار بھی کیا جائے تو پھر بھی آپ سے جدائہ ہوں گے حتیٰ کہ آپ کی رکاب میں شہید ہو جائیں اور ایسا کیوں نہ کریں جب کہ جانتے ہیں کہ ایک دفعہ قتل ہوتا ہے پھر تو ہمیشہ کی زندگی ہے۔

جناب بشیر بن عمر و خضری کا اظہار و فاداری

پھر امام علیہ السلام کے خاص صحابیوں میں سے بشیر بن عمر اٹھے اور عرض کیا:

أَكَلَتْنِي السَّبَاعُ حَيَّا إِنْ فَارَقْتُكَ وَأَسْئَلُ عَنْكَ وَأَخْذُكَ مَعَ قَلْةِ الْاهْوَانِ لَا يَكُونُ
هَذَا أَبَدًا

”صحرائی درندے مجھے نوج نوج کر کھا جائیں اگر میں آپ سے جدا ہوں اور مجھے رسوا کروں،
جب کہ آپ کے دیوانے ٹھوڑے ہیں، دشمنوں کے چکل میں نہیں چھوڑ سکتا۔“

بیشیر کے اظہار و قادری کے بعد مگر اصحاب میں برداشت ہی ختم ہو گئی اور ایک دم سب کھڑے ہو گئے اور ہر ایک اپنی
محبت بھری خلوص کی زبان اور صاف دل سے ساحت مقدس امامؐ میں اپنی قادری کا اظہار کر رہا تھا۔

مرحوم سید نے لہوف میں لکھا ہے کہ اسی دوران میں بیشیر بن عمرو خضری کو اطلاع می کر آپ کے فرزند (محمد بن بیشیر
حضری) کو رے کی سرحد پر گرفتار کر لیا گیا ہے اور زنجیر اور طوق پہنا کر قید میں ڈال دیا گیا ہے۔ بیشیر اس اطلاع سے پریشان تو
ہوئے لیکن فرمایا کہ اس کی اور اپنی گرفتاری کو خدا کی راہ میں قول کرتا ہوں، اگرچہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں زندہ ہوں اور وہ
گرفتار اور قیدی ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تَرَحِمَكَ اللَّهُ أَنْتَ فِي حَلٍّ مِنْ بَيْعَتِي فَاعْمَلْ فِي فَكَاكَ إِبِنَكَ ”تم پر خدا کی
رحمت ہو، میں تم سے بیعت اٹھا لیتا ہوں تم آزاد ہو اور اپنے بیٹے کو آزاد کرنے کی کوشش کرو۔“

بیشیر نے عرض کیا: اگر میں آپ کو چھوڑوں تو صحرائی درندے مجھے زندہ نوج لیں گے۔

امامؐ نے اسے دعا کی اور حکم دیا کہ پانچ یقینی لباس لائے جائیں۔ ان لباسوں میں سے ایک ایک لباس کی قیمت ہزار
ہزار اشتری تھی۔ حضرتؐ نے یہ لباس بیشیر کو دیے کہ اپنے دوسرے بیٹے کو یہ لباس دوتا کہ تمہارے اسی بیٹے کی رہائی کا انتظام
کر لے۔

بے وفا صحابہ کا چھوڑ جانا

شب عاشورہ امام علیہ السلام نے اپنے یار و انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا اور خطبہ کے بعد امتحان اور آزمائش کے لیے
فرمایا: ہم اہل بیٹ رساںت ہو کا اور مگر کرنے والے نہیں ہیں۔ سب جان لو کہ کل میں قتل ہو جاؤں گا اور جو شخص میرے
ساتھ رہا وہ بھی قتل ہو جائے گا۔ ابھی فرصت اور وقت ہے کہ جو شخص جانا چاہے وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا لے اور چلا
جائے۔ چند لوگ جو وفادار نہ تھے انہوں نے اپنا سامان اٹھایا اور کارروائی حسینی کو شب کی تاریکی میں چھوڑ دیا اور محض وفادار
باتی رہ گئے۔

صاحب کتاب نور العیون نے اس واقعہ کو جناب سیدہ سکینہ خاتون کی زبان سے یوں لکھا ہے کہ بی بی نے فرمایا:
 جب شب عاشورا ہوئی تو چاند کی چاندنی تھی، میں اپنے خیمہ میں بیٹھی تھی کہ مجھے پیچھے سے رونے کی آواز آئی۔ اس رونے کی
 دلکشی صدا نے مجھے بہت متاثر کیا اور بے اختیار میرے آنسو جازی ہو گئے اور دل غم سے بھر گیا۔ میں نے اپنے آپ کو بہت قابو
 کیا کہ آواز بلند گریہ نہ کروں پس میں نے آنسو صاف کیے تاکہ میری بہنس اور دیگر خواتینی مطلع نہ ہوں۔ حیران دل اور
 پریشان چہرے سے خیمہ سے باہر نکلی اور گریہ کی صدا کی طرف چلی تو ایک مقام پر دیکھا کہ میرے بابا کے ارد گرد ان کے تمام
 یاروں دگار بیٹھے ہیں اور وہ گریہ کی آواز جو مجھے سنائی دی تھی میرے بابا کی تھی کہ رو بھی رہے تھے اور فرماتے تھے: اے میرے
 یارو انصارا! یہ جان لو کہ میں جانتا ہوں کہ تم کس لیے اس سفر میں میرے ہمراہی بنے ہو۔ اور تم جانتے تھے کہ میں ایسی قوم کی
 طرف جا رہا ہوں کہ جنہوں نے دل و زبان سے میری بیعت کی اور مجھے اپنا امیر بنایا اور دعوت دی لیکن کچھ وقت کے بعد
 تمہارے علم میں یہ بات بھی آگئی کہ اسی قوم کی محبت میرے ساتھ دشمنی میں پدل گئی اور شیطان نے ان کے سینوں کو چیر کر
 مکروہ در کو بھر دیا اور ان کے عہد ثوٹ گئے۔

اے یارو انصارا! جان لو! اس غدار اور مختار قوم کا مقصود سوائے میرے قتل کے اور کچھ نہیں ہے اور جو شخص میری حمایت
 کرے گا وہ بھی ضرور قتل ہو گا۔ میرے قتل کے بعد ان کا ارادہ ہمارے خیام کو لوٹنے اور ہمارے اہل بیٹت کو قید کرنے کا ہے۔
 میں چاہتا ہوں کہ کوئی چیز تم سے مخفی نہ ہو بلکہ ہربات کا تمہیں پہلے سے علم ہو اور اگر سب کچھ جانتے ہو تو پھر ممکن ہے کہ حیا اور
 شرم تمہارے چلے جانے سے منع ہو۔ ہم اہل بیٹت کے پاس مکر اور دھوکا نہیں ہے لہذا تمہیں باقاعدہ طور پر آگاہ کرتا ہوں کہ
 دشمن تمہاری جان کی کمین لگا کر بیٹھا ہے۔ جو شخص جانا چاہتا ہے تو رات کے آخری حصے کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن
 کے چکل سے نکل جائے اور خطرے سے باہر ہو جائے، ابھی وقت ہے اور رات سے فائدہ اٹھائیں۔ یہاں سے اپنی راہ لیں
 اور چلے جائیں۔

اور جو شخص دل و جان سے ہماری مدد کرنا چاہتا ہے اور ہم سے مصیبتوں کو دُور کرنا چاہتا ہے تو وہ کلن بہشت میں ہمارے
 ساتھ ہو گا اور غصب خدا سے محفوظ ہو گا کیونکہ مجھے اپنے ناتانے خبر دی ہے کہ میرا حسینؑ غربت، نہائی اور پیاس کی حالت میں
 کر بلا کی گرم زمین پر بے گناہ مارا جائے گا، جو شخص اس کی مدد کرے گا ہماری مدد کرنے والا ہے اور ہمارے بیٹے قائم آل محمدؐ
 کی مدد کرنے والا ہے اور جو شخص محض زبان سے ہماری مدد کرتا ہے تو بھی ہمارے ساتھ محسوس ہو گا۔

جناب سکینہ خاتون سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میرے بابا کا ابھی کلام ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بے وفا لوگ دل
 دل اور میں بیس کے گروہوں میں میرے بابا کو چھوڑ کر جانے لگے اور صحرائیں بکھر گئے حتیٰ کہ بہتر سے زیادہ باقی نہ سیچے۔ بے

و فحایاں کے چھوڑ جانے کے بعد میں نے اپنے مظلوم بابا کو دیکھا کہ سرز ان پر رکھا ہے کہ شاید لوگ جانے میں شرم محسوس نہ کریں۔ پس ان لوگوں کی بے وقاری، بے حیائی اور بابا کی غربت پر بے اختیار میرا اگر یہ گلوکار ہو گیا اور دل میں اپنا درد اور وکھ ہوا کہ میری روح پرواز کرنے والی تھی۔ میں نے اپنے دکھ کا اظہار یوں کیا: خدا! یہ لوگ جنہوں نے ہم سے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے امام کے نازک دل کو توڑا، زمین پر قرار نہ پائیں اور انھیں ہمارے جدے کی شفاقت سے محروم فرم۔

پھر میں اپنے خیے میں آئی لیکن سکون نہ آتا تھا، آنسو بے اختیار جاری تھے۔ کوئی کام نہیں کر سکتی تھی۔ اسی دوران میں پھوپھی اُم کلثوم کی نظر مجھ پر پڑی تو جلدی سے میرے پاس آئیں اور فرمایا: بیٹا! کیوں بے اختیار آنسو بہرہ رہے ہیں۔ پھوپھی کے پوچھنے سے میرے صبر کے بندھن ٹوٹ گئے اور تمام باتیں جو سنی اور دیکھی تھیں ان کو بتا دیں۔ یہ سنتے ہی ان کے دل سے آہ نکلی اور میں کیا: وَاجْدَاهُ وَاعْلَيَاهُ وَاحْسَنَاهُ وَاحْسِينَاهُ وَاقْلَهُ تَاصِرَاهُ أَيْنَ الْخَلَاضُ بَنِ الْعَدَاءِ "اے جید بزرگوار! اے علی! این ابی طالب! اے حسن و حسین! اہمے ہمارے ناصر بہت کم ہیں اور کب ان دشمنوں سے ہماری جان فتح سکتی ہے؟"

ہائے کاش کہ یہ قوم ہمارے سے حسینؑ کے بد لے فدیہ اور قربانی قبول کر لئی! یہ قوم عورتوں اور بچوں کے سرگوسفند کی طرح کاٹ دیتی اور ہمارے مظلوم اور غریب تھا امامؑ کو چھوڑ دیتے۔ ان بیٹوں پر تمام مستورات حرم کا نالہ و فناں بلند ہوا اور ماتم شروع ہو گیا۔ جب اس ماتم کی صدا امام علیہ السلام کے سعی مبارک میں پہنچی تو خیمہ میں آئے لیکن شدت اضطراب اور غم و اندوہ کی وجہ سے حضرتؐ کی عباز میں پر خط کھیج رہی تھی۔ آپؐ نے درخیمہ پر ہجخ کر فرمایا: فَمَا هَذَا الْبَكَاءُ “یہ ماتم اور گریب کیا؟”

پہنچی امام نے دامنِ امام کو پکڑ کر فرمایا: یا آخری سُدَّکَنَا إلی حَمْرَمِ بَجْلَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ "اے بھائی! ہمیں نانٰ کے حرم میں پہنچا اور اس غم و اندوہ سے نجات دلاؤ۔"

امام نے فرمایا: لیس لی ذلک سبیل "اس کام کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"
پھر پچھی نے عرض کیا: اے بھائی! ان لوگوں کی یہ بے حیاتی اور بے وفاکی شایدی اس لیے ہے کہ تمہارے باپ اور نانا کو
نہیں پہچانتے لہذا آپ اپنا حسب و نسب بتائیں۔ جدت، باب، ماں، بھائی غرض اسے خاندان کا تعارف کرائیں۔

امام نے فرمایا: خواہ بہ جان! میں نے اپنے حسب و نسب سے آگاہ کیا ہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ لوگ صرف اور صرف میرا قتل چاہتے ہیں۔ وَلَا يُبَدِّلَ أَنْ تَرَانِي عَلَى النَّقَادِي طَرِيقًا جَدِيدًا“ اے بہن! آپ نے ضرور دیکھنا ہے کہ میرا بدن خاک و خون میں غلطیاں ہو گا اور تیریوں و نیزوں اور تکواروں کے زخموں سے جسم پر ہو گا۔

اے ہن ایہ خبر مجھے نانا اور بائیا نے دی تھی اور کبھی پیغمبر ﷺ کی خبر کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر مصیبت پر صبر کرنا۔ اُوصِیْکُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ رَبِّ الْبَرِيَّةِ وَالصَّابِرَ عَلٰى الْبَلِيَّةِ وَكَفْسِ نُزُولِ الرَّزِيَّةِ

”میری تقوی، مصیبت پر صبر اور امتحان کے مقام پر حلم کی وصیت ہے۔“

باوفا صحابوں کو جنت کا نظارہ کرانا

جب امام حسین علیہ السلام نے اصحاب سے بیعت اٹھا لی اور فرمایا کہ ابھی وقت ہے اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی جانیں محفوظ کرلو، یہ ظالم تو میرے دشمن ہیں۔ امامؑ کی اس اجازت پر کچھ بے وفا لوگوں نے امام حسینؑ کے کارروائی کو چھوڑ دیا اور باقی اصحاب بادشاہ مقدس امامؑ میں آخری دم تک ثابت قدم رہے اور جن کی وفا اور ثبات قدی پر خود امام حسینؑ نے فخر کیا ہے کہ ایسے صحابی کسی کو نہیں ملے جیسے وفادار مجھے ملے ہیں۔ ان اصحاب کو شہادت عاشورہ اجنب امام حسینؑ نے یہ فرمایا کہ کل میں شہید ہو جاؤں گا اور جو بھی میرے ساتھ ہوں گے وہ سب بھی شہید کر دیے جائیں گے تو سب اصحاب بادشاہ نے عرض کیا: اللَّهُ شَرَفَنَا بِالْقَتْلِ مَعَكَ ”خدا کی حمد ہے کہ ہمیں آپؑ کے ساتھ شرف شہادت سے مشرف فرمایا ہے۔“

امام علیہ السلام نے جب ان انصار اور اہل بیتؑ کے ثبات قدمی کا مشاہدہ کیا تو فرمایا: اب تم اپنے سر بلند کرو اور بہشت میں اپنے مقام و منزل کو دیکھو۔ سب نے سر آسمان کی طرف بلند کیا، تو منازل، محل اور حوروں کو دیکھا۔ اس وقت سے لے کر شہادت تک اصحاب منثوں کو شمار کرتے تھے کہ جلدی اس قافی دنیا سے نکل کر باقی رہنے والی بہشت میں جائیں۔ اس لیے اس رات اصحاب نے بہشت کے شوق میں آرام نہ کیا بلکہ ہر کھنچ کو سال بھر رہے تھے۔ (هر ایک کو جلدی تھی کہ مجھ ہو تو شہادت ملے اور بہشت میں پہنچیں) بلکہ ان اصحاب کو اپنے مخلات اور حوروں کے پاس جانے کا اس قدر شوق تھا کہ ہر شخص دورانِ جنگ بڑے بڑے بھادروں کے سامنے ذرا بھر خوف نہ کھاتا تھا بلکہ ششیر، نیزہ اور تیر کے زخمیوں کو محوس بھی نہ کرتے تھے۔

بِحَكْمِ اِمَامِ حُسَيْنٍ خَيْرِ الْعَالَمِينَ تَرتِيبٌ

شبِ عاشور کے پہلے حصہ میں امام نے اپنے اصحاب میں خطبہ پڑھا اور ان کو وعظ و نصیحت کی۔ کچھ بے دفا چلے گئے اور وفادار ثابت قدم رہے جو ثابت قدم رہے ان کو جنت دکھائی۔ اس کے بعد امام نے انہی ثابت قدم وفادار اصحاب کو حکم دیا کہ اب ان بکھرے خیام کو ایک دوسرے کے نزدیک کر دو۔ اصحاب نے خیام کو اکھاڑا اور دوبارہ نزدیک نزدیک لگایا البتہ اب

حکم امام خیام کو ایک قلعہ کی شکل میں لگایا کہ درمیان میں خالی جگہ تھی اور خیام کی تین دیواریں تھیں یعنی تین قطاریں تھیں۔ ایک دیوار انہی دائیں ہاتھ والے خیمے کی تھی۔ دوسری دیوار بائیں ہاتھ والے خیام تھے اور تیسرا دیوار پشت والے خیام تھے۔ سامنے والے حصہ کو کھلا رکھا تاکہ لٹکر کی طرف رخ ہو۔

امام حسین علیہ السلام اور خواص اہل بیت کے خیام کے پیچے حضرت کے بھائیوں، بھنوں اور چپازادوں کے نیمے تھے اور تمام خیام کا دروازہ اسی قلعہ نما میدان میں کھلتا تھا۔

خیام کے اروگرد خندق کھودنا

اس نبی ترتیب سے خیام نصب کرنے کے بعد امام نے حکم دیا کہ خیام کے تین طرف خندق کھودی جائے اور اس میں لکڑیاں وغیرہ ڈال دی جائیں تاکہ بوقت ضرورت ان لکڑیوں اور ہیزم کو آگ لگائی جاسکے جو دشمن کے خیام کی طرف ہجوم کرنے سے بانج ہو۔ اس واقعہ کو شیخ صدوق نے امامی میں لکھا ہے۔

چند دشمنوں کا امام سے ملت ہو جانا

روایت میں ہے کہ عمر بن سعد نے شب عاشورا ایک گروہ کو خیام اہل بیت کی طرف بھیجا تاکہ امام اور ان اصحاب کا حال معلوم کریں۔ اس گروہ میں ایک عبداللہ بن عمر کوفی بڑا شجاع، لاپروا اور بے یاد شخص تھا۔ امام اس رات یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لَا نَفْسِهِمْ إِنَّهَا نُمْلِي لَهُمْ لَيْزَادُوا إِثْنَا
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِمِّنٌ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَنْهَا الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَبْيَضَ
الْغَيْبِكَ مِنَ الطَّيِّبِ

اس بے یاد عبداللہ بن سیر نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم وہ پاک لوگ ہم ہیں کہ جن کو تم سے امتیاز حاصل ہے۔

مریم بن حیرن نے کہا: اے فاسق! کیا خدا نے تجھے نیک لوگوں سے بنا لیا ہے؟

اس ملعون نے مریم کا نام پوچھا اور ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور وہ واپس ہو گیا۔ اس گروہ سے ۳۲ اشخاص نے امام خمینی کی اس آیت کی تلاوت کو سننا اور سمجھ کر اذلی سعادت حاصل کی اور امام کے لٹکر سے ملت ہو گئے اور دیگر اصحاب حسین کے ساتھ روز عاشورا شہید ہو گئے۔

مُرِيْکا پانی طلب کرنا اور جنگ ہو جانا

صدر قزوینی نے شب عاشورا کے واقعات میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ جناب سیف الدین خاتون فرماتی ہیں: ہمارے پاس پانی نہیں تھا اور ایک گھوٹ کے لیے بھی روح پرواز کرنا چاہتی تھی، تمام خیام میں چکر لگایا کہیں پانی نہ ملا تو ماہیوں و محروم والپک پڑی۔ میں نے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ محسوس کی جب مڑ کر دیکھا تو میں پچھے میرے پیچے آ رہے ہیں شاید کہیں سے پانی مل جائے لیکن سب پچھے پا برہمنہ نہ گئے پاؤں، آنسو جاری، پیاس سے خشک ہو گئے، پریشان چہرے اور دشمن کے خوف سے کافپ رہے تھے۔ اسی دوران میں مُرِیْکا بن خیر ہمدانی خیمه کے قریب سے گزرے تو ان کی سمجھے پاؤں بچوں پر نظر پڑی جو شدت پیاس کی وجہ سے موت کے قریب تھے، تو ان کی حالت غیر ہو گئی، زمین پر گرے اور مٹی اٹھا کر سر میں ڈالی۔ عمامہ زمین پر چھینک دیا اور دل کی گہرائیوں سے اصحاب کو صدا کی کہاے میدان شجاعت کے شیر و احیموں میں گیوں بیٹھے ہو، باہر نکل آؤ۔

صحاب اور انصار ایک مرتبہ خیام سے باہر نکلے اور مُرِیْک کے پاس دوڑ کر آئے اور عرض کیا: کیا حکم ہے؟

مُرِیْک نے فرمایا: اے انصار! ہم زندہ ہوں اور علیٰ و فاطمہؓ کی اولاد پیاس سے مر جائے تو کل خدا کو کیا جواب دیں گے؟

صحاب نے مُرِیْکی گفتگو سی تو ان کے دل کباب ہو گئے اور پوچھا کہ اب کیا کریں؟

مُرِیْک نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص ایک ایک پچھے کا ہاتھ پکڑ کر فرات کے کنارے لے جائے اور پانی سے سیراب کر۔ اگر اس دوران جنگ ہوتی ہے تو جنگ کرو اور شہید ہو جاؤ۔

یحییٰ بن سلیم نے کہا: اے مُرِیْک! آپ کی رائے مناسب نہیں کیونکہ فرات کے کنارے فوج حفاظت پر لگی ہوئی ہے اور اس کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر یہ پچھے ہمارے ساتھ ہوئے تو جنگ کی صورت میں یہ ضائع ہو جائیں گے ممکن ہے ان کو تیر یا نیزہ لگ جائے تو پھر ساتھ کوڑ علیٰ اور فاطمہؓ کو کیا جواب دیں گے؟ بہتر یہ ہے کہ خود مرد ملکیں لے کر نہ فرات پر جائیں، اگر پانی لے آئے تو تھیک اگر قتل ہو گئے تو وہ مطلوب ہے۔ اور ہم جناب فاطمہؓ کی اولاد کا فدیہ بن جائیں گے۔

مُرِیْک نے کہا: یہ تھیک ہے، پس چار شجاع اور قویٰ ہمت جوان نکلے، ملکیں اٹھائیں اور نہ فرات پر آئے۔ ابن سعد کے شکر نے قدموں کی آوازن کر پوچھا: کون ہو؟ اور کس کی ملاش میں آئے ہو؟ کس گروہ سے ہو اور کون سے نکر سے آئے ہو؟

مُرِیْک نے فرمایا: میں عربی ہوں، نام مُرِیْک ہے، یہ شیرے ساتھی پیاسے ہیں، ہم پانی پینے کے لیے آئے ہیں۔

محافظوں نے اسحاق ہمدانی رئیس شکر کو اطلاع دی کہ مُرِیْک ہمدانی پانی پینے آیا ہے؟ اسحاق نے کہا: وہ میرا شستہ دار ہے پانی پینے دوکوئی حرج نہیں۔ جب اجازت ملی تو مُرِیْک اور ساتھی کامل اطمینان سے نہ فرات میں داخل ہوئے۔ جب فرات کے شفعتے پانی کی شیم اصحاب کے مشام میں پہنچی تو مُرِیْک اور ساتھیوں کو اولاد فاطمہؓ کی تھیکی یاد آگئی اور وہ زار و قطار رونے لگے۔

بُری نے کہا: مٹکیں بھرو اور جلدی خیاک کو چلیں۔

ایک موکل سپاہی نے بُری کا یہ کلام سن لیا تو اس نے آواز دی: کیا تمہارا اپنا سیراب ہو جانا کافی نہیں کہ اس خارجی (نفعہ باللہ) کے لیے پانی لے جاتے ہو۔ ابھی میں اسحاق کو خبردار کرتا ہوں، اگر اس نے اجازت دی تو ٹھیک ورنہ جنگ ہو گی۔

بُری نے التماں کی: اے شخص! میرے پاس آؤ میں تمہیں ایک قیمتی لباس دیتا ہوں، تم اسحاق کو نہ بتاؤ اور ہمیں اولاد رسول کے لیے پانی لے جانے دو۔ اس شخص نے سمجھا کہ بُری مجھے دھوکا دے کر قتل کرنا چاہتا ہے لہذا وہ بھاگا اور اسحاق کو اطلاع دی کہ بُری پانی خیامِ اہل بیت میں لے جانا چاہتا ہے؟

اسحاق نے فوری ایک گروہ روانہ کیا کہ بُری اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ اگر نہ آئیں تو تمکارے ان سب کو قتل کر دو۔ جب یہ گروہ پہنچا تو بُری نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟

انہیوں نے کہا کہ مٹکیوں سے پانی انڈیل دو یا ہم تمہارا خون بجا تے ہیں۔

بُری نے فرمایا: إِنَّمَا أَقْتَلُ الظَّالِمَ إِنَّمَا أَحْبَبَ اللَّهَ مِنْ إِنْ شَاءَ إِنَّمَا أَقْتَلُ النَّاسَ "ہمارے خون بہانا ہمیں پسند ہے پانی بہانے سے۔" ہائے افسوس! تم پر اے بے غیر تو! ہم نے ابھی تمہارے فرات کا پانی چکھا بھی نہیں صرف دیکھا اور ہمیں آل محمدؐ کی پیاس یاد آگئی تو ہم نے پانی پینا وفا کے خلاف سمجھا، اب پانی ان کے لیے لے جا رہے ہیں اگر تم نہیں لے جانے دو گے یا پھر مجرور ہیں کہ قتل کریں گے یا قتل ہو جائیں گے۔

بعض کو رحم آیا اور کہا: پانی نہ رو کو ان کو پانی پینے دو اور لے جانے دو۔ ایک دو مٹک کا پانی ان کو کیا فائدہ دے سکتا ہے، یہ قوم پھر پانی کی وجہ سے تنباۓ موت کرے گی۔ بعض نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے لیکن امیر کے حکم کی مخالفت گناہ کبیرہ ہے، جاؤ ان کو پکڑو اور پانی کو زمین پر انڈیل دو۔

بُری اور ساتھیوں نے ابھی ایک ہی مٹک بھری تھی کہ فرات سے باہر آگئے کیوں کہ وہ گروہ ان پر حملہ آور ہو گیا۔ بُری اور ساتھیوں نے مٹک کو زمین پر رکھ دیا اور اس کے گرد حلقوں بنالیا اور زانو زمین پر لگا کر مٹک کے لیے ڈھال بنا گئے۔ پھر بُری نے مٹک کو اپنی بغل میں لیا اور اظہار افسوس کیا کہ اولادِ عبیر پیاسی ہے۔ اللہ ان لوگوں سے اپنی رحمت دو کر دے جنہیوں نے پانی کو اولادِ فاطمہ سے روک لیا۔ بُری نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے لشکر کو روک لیا ہے تم مجھے اپنے گھرے میں رکھو اور جنگ کرتے آؤ اور کسی کو مجھ تک اور مٹک تک نہ پہنچنے دو۔ پس اس مقدس شخص نے مٹک کو لیے ہوئے ساتھیوں کے گھرے میں اس مٹک کی حفاظت کی۔ یزیدی ملعون کبھی حملہ کرتے اور کبھی فرار کر جاتے تھے اور پھر مارتے تھے اور تیر مارتے تھے اور

ایک ایک قدم مشک خیام کے قریب ہوتی گئی۔ اسی دوران میں ایک تیر مشک کے بند میں آ لگا اور یہ مشک بُری کی گردن میں تھی لہذا اس تیر نے مشک کے بند کی بُری کے گلے میں سلاٹی کر دی اور خون دامن بُری سے گرنے لگا اور قدموں پر پڑنے لگا۔ بُری نے مگان کیا کہ مشک میں تیر لگا ہے اور مشک چھمد چکی ہے اور یہ مشک کا پانی ہے جو پاؤں تک گر رہا ہے بہت افسوس ہوا۔ پھر غور سے ملاحظہ کیا تو مشک سالم ہے اور یہ خون اس کے گلے کے حلقوم سے جاری ہے تو خدا کا شکر ادا کیا اور کہا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ رَأْقَبَتِي فِدَاءً لِّقَرَابَتِي "اللہ کی حمد ہے کہ میری گردن کو اس مشک کا فندیہ بنادیا تاکہ ساتی کوثر کے بیٹیوں کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔"

پھر نفرہ لگایا: اے عثمانو! ہماری جانوں سے کیا چاہتے ہو، ایک مشک کی خاطر اس قدر قند و فاد برپا کر دیا ہے۔ اے آلی ہمدان! اپنی تکواریں غلاف میں بند کرو۔ جب بُری نے یہ نفرہ لگایا تو امام حسینؑ کے اصحاب نے سنا، فوراً گھوڑوں پر سوار ہو کر بُری کی حمایت میں پہنچے۔ ابن سعد کے گروہ پر حملہ کیا اور بُری اور ان کے ساتھیوں کو نجات ولائی اور ان کو خیام کی طرف لائے۔ بُری کمال وجد اور خوشی سے اس مشک کو دری خیام پر لائے گویا تاریکیوں سے سکندر کو بکال لائے ہوں یا حضر نے زندگی کا پانی دے دیا ہو۔ بُری نے فریاد کی: اے شہزادو! آؤ بُری تمہارے لیے پانی لایا ہے۔ بچوں نے آواز سنی تو ایک دوسرے کو بتایا کہ بُری پانی لائے ہیں۔ تمام بچے تین چار سالہ ہرن کے بچوں کی طرح سرو پا برہنہ بُری کی طرف دوڑے۔ بُری کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ایک کہتا: تجھے خدا کی قسم! میں بہت پیاسا ہوں مجھے پانی دینا۔ دوسرا کہتا: کہ پہلے مجھے دینا میں بہت پیاسا ہوں۔ بُری بچوں کی کیفیت دیکھ کر جران کھڑا تھا کہ کیسے پانی قسم کرے اور کس کو پہلے دے اور کس کو بعد میں؟ یہ خیال کیا کہ خیر کے دروازے پر مشک رکھ دیتا ہوں کوئی مستور آئے گی اور بچوں میں پانی قسم کر دے گی۔ اسی غرض سے مشک کو دروازہ پر رکھ دیا اور خود دوڑ رہت گئے۔ جوں ہی بُری مشک سے دوڑ ہوئے تو بچوں پر پیاس کی اس قدر شدت تھی کہ بچے مشک کے اوپر گر گئے۔ کوئی بچہ اپنا سینہ مشک پر رکھتا کہ ذرا احتنما ہو جائے، کوئی زبان رکھتا، کوئی ہاتھ رکھتا تو کوئی رخسار رکھتا۔ یہاں روایت کے لفظ یہ ہیں:

وَرَاهِيْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ عَلَى الْقَرِيْةِ مِنْهُنَّ مَنْ تَلَصِّيْقُ فَوَادِهَا عَلَيْهَا فَلَيْا كَثُرٌ إِنِّيْدَحَامِهِنَّ
وَحَرَكَتِهِنَّ عَلَيْهِ اَنْفَكَ الْعِرَكَاءِ وَأَرِيقَ الْمَاءِ

"بچوں نے اس قدر مشک پر ازدحام کیا اور مشک کو ہلا کیا اور اس پر سوار ہو گئے کہ اچانک مشک کا تسرہ کھل گیا اور پانی زمین پر بہہ گیا۔ پیاسے بچوں کے سامنے جب پانی زمین پر بہہ لگا تو بچوں کی چینیں نکل گئیں۔"

ہائے افسوس! اور آپ نے محنت بھی کی لیکن پانی زمین پر بہہ گیا۔ ہائے پیاس! ہائے جگر کی گرفت! ہائے گرفت! ہائے پیاس! اعطش! اعطش!... نبیر بہت دلکشی ہوئے اور سر و صورت پر ماتم کرتے اور کہتے تھے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

نجات کی کشتی کے ۳۲ سوار

مرحوم صدر قزوینی نے لکھا ہے کہ اصحاب حسینؑ کے نالہ وزاری اور مناجات اور تلاوت قرآنؐ کی دھیں آوازوں نے ابن سعد کے بعض لشکریوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا اور جو لوگ مجبوراً بن سعد کے لشکر میں آئے تھے ان کے دلوں میں محبت آل بیت جو مخفی تھے کیونکہ کسی زمانہ میں وہ آل محمدؐ کے شیعہ تھے کیونکہ ان کی خلقت فاضل طینت سے تھی، نے ایسا اثر کیا کہ ۳۲ جوان کے دل کتاب ہو گئے اور وہ ابن سعد کے لشکر سے نکلنے کا بہانہ تلاش کر رہے تھے کہ اصحاب کی مناجات نے ان کو امام حسینؑ کی حالت غربت پر زلا دیا اور کوفہ والوں کی بے رحمی پر تعجب کیا کہ کیا رسولؐ کا اسلام منسوخ ہو گیا ہے، مسلمانوں کا خون بہانا کیسے حلال ہو گیا ہے کہ اب اولادِ غیربر کو قتل کرنے پر امت آمادہ نظر آتی ہے۔ یہ لوگ غیربر کو کیا جواب دیں گے؟ لہذا بہتر ہے کہ اپنے آپ کو اس مصیبت اور جنم سے نکالیں اور جماعت کی کشتی پر سوار ہو جائیں اور دین کو ذمیل و خوارزہ کریں۔ پس یہی سوچ رہے تھے اور تلاوت کلام پاک سن رہے تھے کہ اچانک تشیع باطنی نے روحانی طور پر ان کو گرم کیا اور ان کے خون میں حیثیت نے جوش مارا اور ابن سعد کے لشکر کو چپوڑ کر امامؐ کے لشکر سے متعلق ہو گئے۔

امام علیہ السلام کے اصحاب نے اپنے نازہہ مہماںوں کی خدمت کی اور وہ ۳۲ جوان خوش دل اور مطمئن ہو کر اس جہان سے آزاد ہوئے اور مرتبہ شہادت کی بزم میں بیٹھے گئے اور کل کا انتظار کرنے لگے۔

ہلال کی خیام امامؐ کی پہرہ داری

اس واقعہ کو علامہ قزوینی نے ریاض الاحزان میں صاحب ریاض المؤمنین سے یوں لفظ کیا ہے کہ جب سے خامس آل عبّا کا اور وہ زمین کر بلہ پر ہوا تو تمام غلاموں، انصاروں اور نوکروں سے سب سے زیادہ خدمت اور خلوص کی نوکری ہلال بن نافع بھلی کی تھی کیونکہ ہر وقت پروانوں کی طرح شمع جمال حسینؑ کے اردوگرد چکر لگاتا رہتا تھا اور سید لو لاک کے فرزند کی پاسبانی کرتا تھا۔ وَكَانَ خَانِمًا بَصَيِّرًا بِالسِّيَاسَةِ يَهُ حَفْرَتْ جَنْكَ كَآدَابِ، طَعْنَ وَضَرَبَ كَرَسُومَاتِ سَآجِي طَرَحَ آَمَاهَ تَحْتَهُ اَوْ صَاحِبَ مَقْتَلِ اَبِي مَحْفَفَ كَرَنَ مِنْ بَيْ بَيْ مِثَالَ تَحْتَهُ۔ وَهُوَ الْمَوْلَى بَيْ بَيْ بَيْ كَانَمْ تَيْرَكِي نُوكَ پَرْ لَكَھَتَهُ تَحْتَهُ اَوْ پَھَرَ تَيْرَ جَلَاتَهُ تَحْتَهُ۔ اس شہر عاشور جب تمام اصحاب اپنی اپنی عبادات و مناجات میں مشغول ہو گئے تو ہلال بھی اپنے خیمہ میں اپنے اسلحہ کو صاف کر رہے تھے

اور اپنی ہلائی تکوار کو نیام سے بکال کر تیز کر رہے تھے اور اپنے آپ سے یوں کہہ رہے تھے کہ اس رات سے زیادہ بیت والی رات میں نے زندگی بھرنہیں دیکھی۔

کربلا کے تمام صحراء کو ابن زیاد کے لشکر نے پُر کر دیا تھا اور حضرت امام حسینؑ کے خیام کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ہلال نے خود سے کہا کہ ممکن ہے کہ رات کی تاریخی میں دشمن امام حسینؑ کے خیمہ پر شب خون مارے لے گا۔ بہتر ہے کہ وہاں کھڑے ہو کر امامؑ کے خیمہ کی حفاظت کریں اور پاسانی کریں۔

پس ہلال نے اپنی تکوار جائیں کی اور امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کے دروازہ پر آیا تو دیکھا امامؑ نے چڑائی جلا یا ہوا ہے اور سجادہ عبادت پر عبادت میں مشغول ہیں اور امامؑ کی حالت یقینی کہ کبھی تکمیل کا سہارا لیتے اور زانوئے غم کو بغلوں میں دے کر دنیا کا شکوہ کرتے ہیں اور خدا سے مناجات کرتے ہیں۔

ہلال کہتے ہیں کہ کافی دیر حضرتؐ کو راز و نیاز، تضرع اور حلاوت قرآن میں مشغول دیکھا۔ پھر حضرتؐ نے تکوار انھائی اور خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور لشکرِ خلاف کی طرف چل پڑے۔ میں نے بڑا تجھ کیا کہ ابن زیاد کے لشکر کی طرف کیوں جا رہے ہیں، بہتر یہ ہے کہ میں ان کو تھا چھوڑوں، چنانچہ میں سایہ کی طرح ان کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بلند میلے پر رکے اور کمین گاہ کو دیکھتے رہے، اسی اثناء میں ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ فرمایا: تم ہلال ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں اخدا ہلال کو آپؐ پر قربان کرے، میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا آیا کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ آپؐ لشکر کی طرف جا رہے ہیں، مولا آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہاں سے کمین گاہ کو دیکھا ہے کہ شاید دشمن یہاں نہ چھپا ہو اور ہمارے خیموں پر یہاں سے

ہٹنے بول دے۔

ہلال کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرتؐ وہاں سے واپس آئے اور میدانِ جنگ کو دیکھتے رہے جب کہ اپنی ریشمِ اظہر کو ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا اور زمین کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے: خدا کی قسم! یہ وہی زمین ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ وہی زمین ہے کہ میرے نوجوانوں کا خون اسی خاک پر بہہ جائے گا۔ پس امامؑ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: اے ہلال! تم اس خام سے چلنے ہیں جاتے؟ اور ایک گھنٹہ مجھے تھا انہیں چھوڑتے تاکہ اپنے آپ کی غربت اور اپنے جوانوں کی مظلومیت پر جی کھوں کر گریب کرلوں کیونکہ کل رونے کا وقت اور طاقت نہ ہوگی۔

ہلال کہتا ہے کہ میں نے خود کو امام علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کیا: میں قربان جاؤں، میری ماں میرے غم میں روئے، آپؐ کو کس طرح تھا چھوڑوں حالانکہ میں نے تکوار لگائی ہوئی ہے اور گھوڑے پر سوار ہوں۔ مولا! میں

آپؐ کو تھا نہیں چھوڑ سکتا۔

اس کے بعد ہلال کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کچھ دیر اپنے مغل کی گود میں آہ و بکاء کرتے رہے اور پھر خیمنہ کی طرف توجہ فرمائی، میں نے خیال کیا کہ اب دیکھوں امامؐ کہاں جاتے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ خیام سے گزرتے ہوئے سید ہے، ہن نسبت کے خیمنہ میں چلے گئے۔ جناب نہبؐ خاتون نے جب بھائی کو دیکھا تو استقبال کے لیے کھڑی ہو گئیں، مند بچھائی اور امامؐ کو مند پر بٹھایا۔ امامؐ نے ہن کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور صیتیں کرنا شروع کر دیں اور کل کے مصائب کے واقعات بیان فرمانے لگے۔

ہلال کہتا ہے: اچاک میرے کانوں پر جناب نسبت کے رونے کی آواز آئی اور دھکی لہجہ میں فرمایا: یا آخاہ اشادہ

مَصَرَّعَكَ وَابْتَلِي بِرَعَايَةٍ هَذِهِ الْمَذَاعِيرِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْقَوْمِ كَمَا تَعْلَمُ

”حسینؑ جان! میں کیسے طاقت رکھتی ہوں گی کہ آپؐ کے ناز پرور جسم کو خاک پر پدا دیکھوں گی اور ان بے کس اور مظلوم عورتوں کی حفاظت کیسے کروں گی حالانکہ آپؐ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں ہمارا بخض ہے۔“

اے بھائی! میں کیسے پاک و پاکیزہ جوانوں کی لاشیں خاک پر دیکھوں گی، کاش مجھے ماں نے پیدا نہ کیا ہوتا۔

حضرتؐ نے ہن کو تسلی دی اور صبر کی تلقین کی۔ پھر حضرتؐ نسبت نے عرض کیا: اے بھائی! کیا اب اپنے اصحاب سے

مطمئن ہو؟ ان کا امتحان کر لیا ہے؟ آپؐ کو معلوم ہے کہ ان کا آپؐ کے بارے کیا خیال ہے؟ مجھے خوف ہے کہ کل جب جنگ کی آگ بھڑکے، نیزے بلند ہوں، تواریں چلنے لگیں تو ایسا نہ ہو کہ اصحاب آپؐ کو دشمن کے حوالے کر دیں اور خود سلامتی سے فجایں۔

امام علیہ السلام ہن کی یہ دھکی بات سن کر روئے اور پھر فرمایا: میں نے اپنے اصحاب کا امتحان کر لیا ہے۔ لیسَ فِيهِمْ

إِلَّا الْأَفْسَرُ الْأَشْرَسُ يَتَنَافَسُونَ بِالثُّنْيَةِ كَاسْتِينَاسِ الطُّفْلِ بِلَبَنِ أُمِّهِ ”میرے سب اصحاب بہادر اور بامر و ت

ہیں۔ یہ اصحاب اپنی جانوں سے بیزار ہیں اور موت کے اس قدر طالب ہیں جیسے پچھے اپنی ماں کے دودھ سے ماں ہوتا ہے۔“

ہلال کہتا ہے: جب میں نے بی بی نسبت سلام اللہ علیہا کی کلام سنی تو صبر نہ کر سکتا تھا، مجھ پر غربت اولادی کی وجہ سے گریب طاری ہو گیا۔ میں اصحاب کے پاس آیا تا کہ ان سے جناب نسبت کی بے چینی کا ذکر کروں۔ خیام اصحاب کے دروازے پر جیب این مظاہر سے ملاقات ہوئی گی۔ ”جیب،“ میں ضمیر خیمنہ میں چراغ جلانے ہوئے ہیں اور بہرہ تواری سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں: ایها الصارمِ استیعضاً چوہا!“ اے تواری! اب اپنی مار دکھانے کے لیے تیار ہو جاؤ، میں نے کل بھیے دن کے لیے تجھے سنبھال کے رکھا تھا۔“

ہلال کہتا ہے: میں حبیب کے پاس گیا، سلام اور جواب سلام ہوا۔ حبیب نے پوچھا: اے بھائی! اس وقت کیوں اپنا خیہ چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو؟ ہلال نے تمام تفصیلات بتائیں اور یہاں تک کہا: اے حبیب! ابھی حسین جب بہن کے خیہ میں گئے تو زینب سلام اللہ علیہا نے خوف اور وہم کا اظہار کیا گیا۔ ابھی تک ہم سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ فرماتی تھیں: مجھے ڈر ہے کہ کل یہ اصحاب آپ کو دشمنوں کے حوالے کر کے خود سلامتی سے نکل جائیں اور آپ کو تباہ چھوڑ دیں۔

اے حبیب! جب جناب نبیؐ کو ہمارے بارے یہ گمان ہے تو پھر تمام مستورات کے ذہنوں میں یہی خیالات آتے ہوں گے۔ بہتر ہے کہ انھیں، اصحاب کو جمع کریں اور امام علیہ السلام کی بہن کے خیہ میں موجودگی میں درخیامِ الہی بیٹ پر چلے جائیں اور تمام مستورات اور دختر ان زہراءؓ کے سامنے اپنی نوکری اور وفاداری کا ثبوت دیں تو شاید ان رسول زادیوں کے دلوں سے ہمارے متعلق گمان مت جائے کیونکہ جو حالت بی بی نبیؐ کی میں دیکھ کر آ رہا ہوں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

حبیب نے کہا: یہ بالکل صحیح ہے اور فوری طور پر اٹھئے، اصحاب کو آواز دی: یاً آبَطَالَ الصَّفَا "اے شجاعو اور بہادرو! اپنے خیام سے نکلو۔ جوں ہی حبیب کی آواز آئی تو جوانان ہاشمی بہت جلدی خیام سے باہر نکلے اور کہا: حبیب کیوں بلا رہے ہو؟

حبیب نے عرض کیا: اے ہمارے سردارو! میں نے تمہیں نہیں بلایا، آپ نے زحمت کی، آپ لوگ والوں چلے جائیں۔ میں نے اصحاب کو بلایا ہے۔ پس حبیب نے دوسری مرتبہ آواز دی: یاً أَصْحَابَ الْحَمِيَّةِ وَلِيُوْثُ الْكَرِيَّةِ "اے باغیرت لوگو اور جنگلی شیرو! آؤ۔" تو اصحاب اپنے خیام سے دوڑ کر نکلے اور حبیب کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پوچھا: کیوں بلایا ہے؟

حبیب نے فرمایا: اے دوستو! ہمارے آقا کی بہن، حرم کہریا کی ناموں اور ویگز مخدراتِ عصمت کو خوف ہے کہ کل تم سید مظلومان کو دشمنوں میں اکیلا چھوڑ دو گے اور خود سلامتی سے چلے جاؤ گے۔ وہ اس دکھ میں رو رہی ہیں، اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اور کیا کل ہمارا یہی حال ہو گا جوان پاک یہیوں کے خیال و گمان میں ہے؟

جوں ہی باغیرت اصحاب نے حبیبؐ سے یہ بات سنی تو ان کے رو ٹکٹے کھڑے ہو گئے اور خلوص کا پیشہ آ گیا۔ فجر دو اصواتِ مَهْمُمٍ وَمَرْمَوْعَدَّاً مَهْمُمٍ "تکواروں کو ظلافوں سے نکال لیا اور عالمے اُتابار کرز من پر چھیک دیئے" اور کہا: اے حبیب! اس ذات پاک کی قسم جس نے ہم پر احسان کیا کہ اس صحرائیں امتحان میں بنتا کر دیا ہے اور سید الشهداءؑ کی غلامی کا شرف بخشنا ہے۔ ہم سے ہرگز بے وفائی نہ ہوگی۔

خدا کی قسم! تم دیکھو گے کہ ہم ان آگ نکالنے والی تکواروں سے دشمنوں کی موٹی گروئیں اڑا دیں گے اور ان کو ان کے

بزرگوں سے جہنم میں مُنْتَهٰ کریں گے اور جب تک ہماری جانوں میں جان رہے گی، رسول پاکؐ کی اولاد کے بارے وصیت پر مکمل عمل کریں گے۔

حبیبؐ نے فرمایا: اگر تمہاری یہ کیفیت ہے تو میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں جناب نہبؐ کے خیے کے پاس لے جاؤں تاک تمہاری ثابت قدمی کو ان تک پہنچاؤں شایدی خوف اور پریشانی جناب فاطمؐ کی بیٹیوں کے دل سے نکل جائے۔

صحابؓ نے کہا: ہم حاضر ہیں تو حبیبؐ ان کمرستہ اصحابؓ کو آہستہ الہ خرم کے خیے کے دروازے پر لے آیا۔ اصحابؓ نے عرض کیا: یا آہلنَا وَيَا سَادَتَنَا "اے ہماری سردار بیبو! اور محترم مستورات اور حرم ولایت کی پرده داروا! ہم آپ کے نوکر، غلام ہیں، ہمارے ہاتھوں میں یہ تکواریں ہیں اور یہ تکواریں اب غلافوں میں نہیں جائیں گی بلکہ آپؐ کے دشمنوں کے جسموں میں جائیں گی اور یہ ہمارے نیزے سوائے آپؐ کے دشمنوں کے سینوں کے اور کہیں نہیں جائیں گے۔

حضرتؐ نے جب آپؐ اپنے اصحابؓ کی آواز سنی تو فرمایا: اے میری بہن! اتنا ہے میرے صاحبے کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے نہیں کہا تھا کہ اصحابؓ کو مجھ سے محبت اور وائیگی ہے، یہ مجھ سے جدا نہ ہوں گے جب تک مجھ پر اپنی جانیں قربان نہ کر دیں۔ اب دیکھو! یہ آئے ہیں تاکہ آپؐ کے دل سے خوف اور ذرختم ہو جائے۔ تمام بیبوں نے اصحابؓ کا شکریہ ادا کیا اور نالہ وزاری سے ہر بی بی یہی فرمادی تھی: اے عالم کے نیک اصحاب! آدمؐ کی پاک اولاد ہم پیغمبرؐ کی ناموں اور فاطمؐ کی عصمت ہیں، ہماری حمایت کرو اور دشمنوں میں چھوڑ کر نہ جانا، اگر چھوڑ گئے اور نامحرموں نے ہماری چادروں کو ہاتھ لگایا تو اس کا جواب پیغمبرؐ خدا کو کیا دو گے؟

حبیبؐ اور اصحابؓ نے جب یہ حالت دیکھی اور بیبوں کی آہ و فریاد سنی تو آپؐ اپنے سر فیچے کر لیے اور دل میں اس قدر گریبی کیا کہ زمین ان کے نالہ و فنا سے کانپ آئی۔

صحیح عاشور اور امامؐ کی نمازِ باجماعت

یہ پروردہ اور قیامت خیز رات بالآخر ختم ہوئی اور روز عاشور کی صحیح صادق کی سفیدی ظاہر ہونے لگی۔ ادھر امامؐ کو دی گئی مہلت کی رات کی مدت بھی ختم ہو گئی۔ اس دوران میں غمزدہ، پریشان اور مغضوب، دیکھی دل اور چہرے سے اُنکی صحیح پر نظری اور کلمہ استرجاع پڑھا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ۔

اچانک اپنے شہزادی اکبرؐ کی اذان کی آواز کان میں گوئی۔ حضرتؐ نے خود کو نمازِ صحیح کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تیار کیا اور خیمہ سے باہر نکلے۔ جوں ہی دین کے آفتاب، سلطانِ حجاز نے نماز کے لیے اُنکی خیمہ سے طلوع کیا تو تمام اصحابؓ اور

انصار اور شہزادگان جلدی جلدی اپنے خیام سے نکلے اور سب امام کے پیچھے صف بستہ ہو گئے تاکہ آپ کی اقتدا میں نمازِ باجماعت ادا کریں۔

اس پر بلا دشت اور پر آشوب بیباں میں ایسے خالص نمازی تھے کہ فرشتوں نے ان کی نماز دیکھ کر آسمانوں پر گریہ کیا کیونکہ اس جماعت میں شریک ہر شخص جانتا تھا کہ یہ میری آخری نماز اور حق سے وداع ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص اپنی آخری نماز پڑھ رہا ہو وہ کس قدر خلوص سے نماز پڑھ رہے ہوں گے۔

کامل الزيارات میں مرحوم ابن قولویہ نقی نے طبی سے اور اس سے امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّ الْحُسَيْنَ صَلَّى بِإِصْحَابِهِ صَلَاةً الْغَدَاءَ ثُمَّ التَّفَتَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ فِي قَتْلِكُمْ فَقَلَّيْكُمْ بِالصَّبَرِ "جب امام حسین نے اپنے باوفا صحابہ کو نمازِ حج پڑھاتی تو ان باوفا صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: خدا نے تمہیں جنگ کی اجازت دے دی ہے، اٹھو اور جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ ادھر جبراٹین نے آسان وزمیں کے درمیان کھڑے ہو کر فرید کی: يَا خَيْلَ اللَّهِ إِرَكَبِي "اے لشکرِ خدا اور انصارِ حق! سوار ہو جاؤ۔"

مرحوم صدر تزویی اپنی کتاب حدائقِ انس میں فرماتے ہیں کہ روزِ عاشورہ جبریلؐ نے دو دفعہ یہ صدادی:

① صح کے وقت جب جہاد کی اجازت دی گئی۔

② جب عصرِ عاشورہ عزیز زہراء و دوڑتے گھوڑے سے زمین پر آئے تو اس وقت بھی جبریلؐ نے یہ صدادی:

الا یا اهْلَ الْعَالَمِ قَدْ قُتِلَ الْأَمَامُ وَابْنُ الْأَمَامِ أَخُو الْأَمَامِ أَبُو الْأَمَامِ الْحَسِينِ بْنِ عَلَى

بن ابی طالب

"اے اہلِ عالم، خبردار! امام قتل ہو گئے، جو خود امام، فرزند امام، امام کے بھائی، امام کے باپ حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔"

روزِ عاشورہ لشکرِ حق و لشکرِ باطل کی صف آرائی

الارشاد امقدید:

وَأَصْبَحَ الْحُسَيْنُ فَعَبَّاءً أَصْحَابَهُ بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاءِ وَكَانَ مَعَهُ إِثْنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا
وَأَرَبَّعُونَ رَجُلًا فَجَعَلَ رُهْبَرُ بْنُ الْقَيْنِ فِي مَيْمَنَةِ أَصْحَابِهِ وَحَبِيبَ بْنَ مَظَاهِرِ فِي
مَيْسَرَةِ أَصْحَابِهِ وَأَعْطَى رَأْيَتَهُ الْعَبَّاسَ أَخَاهُ وَجَعَلُوا الْبَيْتَ فِي ظُهُورِهِمْ وَأَمَرَ

بِحَطْبٍ وَقَصْبٍ كَانَ مِنْ وَرَاءِ الْبُلُوتِ أَنْ يَتَرُكَ إِنْ فِي خَنْدَقٍ كَانَ قَدْ حَفَرَ هُنَاكَ وَأَنْ يُحْرِقَ بِالنَّارِ مَخَافَةَ أَنْ يَاتُوْهُمْ مِنْ وَرَائِهِمْ ... إِلَخْ

”صح عاشر هوی تو نماز صح کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور ساتھیوں کی صفائی کی جب کہ آپ کے لشکر کی تعداد ۳۲۴ گھڑ سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ حضرت نے زہیر جو بہت بڑے دلیر، شجاع اور شیردل تھے کو بلا یا اور ایک علم ان کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: تم دائیں طرف لشکر کے سردار ہو۔ پھر حبیب بن مظاہر جو بہت بڑے عابد، زاہد، حافظ قرآن، شجاع اہل بیت کے مغلض دوست تھے، کو بلا یا اور ایک علم دیا اور فرمایا: تم باکیں طرف لشکر کے سردار ہو۔ پھر اپنے بھائی عباس علمدار کو بلا یا اور علم دیا اور فرمایا: تم قلب لشکر کے سردار ہو۔ امام نے اپنے خیام کو اپنے لشکر کی پشت پر رکھا، پھر حکم دیا لکڑیوں اور خس و خاشاک ویں خندق میں ڈال کر اس کو آگ لگا دیا کہ دشمن لشکر کے چیچے سے عملہ آور نہ ہو جائے۔“

امام کے لشکر کی تعداد

مرحوم سید لہوف میں لکھتے ہیں: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ لشکر امام کی تعداد پیتا لیس سوار اور ایک صد پیادہ نفر تھے لیکن تاریخ کے مشہور مدارک میں ہے کہ تعداد پیتا لیس سوار اور چالیس پیادہ نفر تھی۔ بعض دیگر حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت کے لشکر کی مجموعی تعداد بیترا فراوختی۔ بعض نے یہ تعداد چوراسی افراطی کھی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ تعداد بانوے سوار اور بیساکی پیادہ افراد تھی۔

نظریہ صدر قزوینی در حدائق الانس لکھتے ہیں: زہیر اور حبیب کے علموں کے نیچے اصحاب و انصار نے صفين بنائی ہوئی تھیں۔

هُمْ ثلَاثَ مَائِةٍ رَاجِلٍ وَفَارِسٍ كُلُّهُمْ لَيُوْثُ عَوَابِسٍ عَلَيْهِمُ الدَّارُونَ الدَّاوِدِيَّةِ
مُتَقْلِدِيَنِ بِالسُّيُوفِ الْهِنْدِيَّةِ مُتَعَلِّقِيَنِ بِالرَّمَاحِ الْخَطِيَّةِ هَاكِبِيَنِ عَلَى الْخُيُولِ
الْعَرَبِيَّةِ وَهُمْ خِيَارُ أُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ

”لعن لشکر کی تعداد تین صد پیادہ اور سوار تھی اور سب کے سب بہادر اور بہشیر واڈی زرع پہنے، ہندی تکواریں جمائل کیے ہوئے، خط کھپٹنے والے نیزے، عربی گھوڑوں پر سوار یہ امت محمدؐ کے نیک

اور صاحب لوگ تھے کیونکہ یہ زاہد اور عابد لوگ لو ہے اور فولاد کے پہاڑ سے نکلا گئے، تیروں، تلواروں کو اپنے سینوں، صورتوں اور گلیوں پر لینے کے لیے خرید لیا تھا۔

بہر صورت جب ذہیر کے وجود سے لشکر کی دامیں جانب سچ چھ گئی اور لشکر کی یا میں جناب کو جناب حبیب نے زینت دی اور قلب لشکر کو عباس علمدار کے وجود سے چار چاند لگ گئے اور قلب لشکر کے اس علم کو علم سلطانی، علامت اور لوائے اعظم بھی کہتے ہیں اور لشکر پر اس علم کا نقش بڑا حسن اور اہم ہوتا ہے کیونکہ اگر لشکر میں ہزار علم بھی ہوں تو تمام علم داروں کی نظر اس علم پر ہوتی ہے جو قلب لشکر میں ہوتا ہے۔ اگر قلب لشکر والا علم بلندر ہے تو لشکر آمادہ پیکار اور تازہ و مر رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لشکر میں ایک ہزار علم ہوں اور تمام صحیح اور سر بلند ہوں لیکن لوائے اعظم (قلب لشکر والا علم) سر بلکوں ہو تو تمام لشکر فرار ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس علم کو ہر کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو دیا جاتا ہے جو صفت شجاعت اور رشد اور کمال درجہ پر فائز ہو، کسراز ہو، قدر ارشد ہو۔ اسی بناء پر حامیں آلی عبا نے لوائے اعظم کو اپنے ہاتھ سے تمام لوگوں سے بہادر، شجاع، ثابت قدم، پر دل شیر پیش، بھائی حضرت ابو الفضل العباس کے حوالے کیا۔

جو ہی اس علم پاک کو اپنے بھائی کے سر دیکیا اور انھیں قلب لشکر پر محسن فرمایا تو فتح و کامیابی کے دریانے لکھا را اور حضرت عباس علمدار کے پیچھے علی مرتفعی کے پچھے شیر دل بیٹھے روشنہ ہو گئے۔ اپنا تمام السلاح سجائے لشکر حسینی کی زینت بنے۔ اسی طرح پیشیج، چپاڑ اور بھائی، اولاً عقیل، اولاً جعفر طیار اور دیگر عزیزی ان جو تقریباً تیس افراد تھے جن میں سے اٹھا رہے فرسان اُنھیجا کی منزل پر فائز تھے۔ یہ سب حضرت عباس علمدار کے اردوگرد صرف بستہ ہو گئے۔

امام کے ساتھیوں کے اسمائے گرامی

ساتھیوں میں دو گروہ تھے:

- ① فی ہاشم..... جو امام کی طرف سے منسوب تھے۔
- ② غیر بنی ہاشم اصحاب اور دوست کہ ان کی امام سے کوئی رشتہ داری نہ تھی۔

اسمائے بنی ہاشم

● نواخداں جو امام حسین کے بھائی تھے:

- ① حضرت عباس بن علی بن ابی طالب المعروف حضرت ابو الفضل العباس قربنی ہاشم ② حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب ③ جناب جعفر بن علی بن ابی طالب ④ جناب عبد اللہ بن علی بن ابی طالب ⑤ جناب محمد اصغر بن علی بن ابی طالب

طالب ⑦ جناب عمر بن علی بن ابی طالبُ الملقب بـ اطرف ⑧ جناب عون بن علی بن ابی طالبُ ⑨ جناب ابوکبر بن علی بن ابی طالبُ ⑩ جناب محمد اوسط بن علی بن ابی طالبُ

● چار اشخاص جو امام حسینؑ کی اپنی اولاد پاک ہیں:

① حضرت علی بن الحسینؑ، زین العابدینؑ اور امام سجادؑ ② حضرت علی اکبرؑ بن الحسینؑ ③ جناب علی اصغرؑ بن الحسینؑ ④ جناب عبداللہ بن الحسینؑ

● بارہ اشخاص فرزندان امام حسن مجتبی علیہ السلام:

① جناب حسن بن الحسن المعروف حسن شفیٰ ② جناب عمرو بن الحسنؑ ③ جناب قاسم بن الحسنؑ ④ جناب عبداللہ بن الحسنؑ ⑤ جناب احمد بن الحسنؑ ⑥ جناب محمد بن الحسنؑ ⑦ جناب جعفر بن الحسنؑ ⑧ جناب ابوکبر بن الحسنؑ ⑨ جناب حسین بن الحسنؑ الملقب بـ اژم ⑩ جناب طلحہ بن الحسنؑ ⑪ جناب زید بن الحسنؑ ⑫ جناب عبدالرحمٰن بن الحسنؑ

● چودہ اشخاص جو امام حسینؑ کے چچا اداور ان کی اولاد:

① جناب عون اکبر بن عبداللہ بن جعفر طیار ابی طالبؑ ② جناب محمد بن جعفر بن ابی طالبؑ ③ جناب عون بن جعفر بن ابی طالبؑ ④ جناب قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالبؑ ⑤ جناب عبداللہ بن عبداللہ بن جعفر بن عقیل بن ابی طالبؑ ⑥ جناب عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالبؑ ⑦ جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ⑧ جناب محمد بن مسلم بن عقیلؑ ⑨ جناب محمد بن ابی سعید بن عقیلؑ ⑩ جناب عبداللہ اصغر بن عقیلؑ ⑪ جناب موسی بن عقیل بن ابی طالبؑ ⑫ جناب علی بن عقیل بن ابی طالبؑ ⑬ جناب احمد بن عقیل بن ابی طالبؑ

اس مذکورہ اسماء کی فہرست کے مطابق بني هاشم کی تعداد کربلا میں انتالیس نفر تھی جو تمام کے تمام روز عاشورہ شہید ہو گئے سوائے حضرت امام زین العابدینؑ کے گل ۲۸ شہداء بني هاشم ہیں۔

● اسمائے اصحاب (غیر بني هاشم):

اہل تحقیق کے قول کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار کی تعداد پچانوے ہے جن کے اسمائے مبارک درج ذیل ہیں: ① جناب قیم بن الحجلان ② جناب عمران بن کعب بن مالک الجبی ③ جناب حظله بن عمرو شیبانی ④ جناب قاسط بن رہیم ⑤ جناب سواد بن ابی غیرہ ⑥ جناب کنانہ بن شیق ⑦ جناب شرغامہ بن مالک ⑧ جناب مجع بن عبداللہ العائزی ⑨ جناب جبلة بن علی شیبانی ⑩ جناب عبدالرحمن بن عبداللہ ⑪ جناب عمرو بن عبداللہ ⑫ جناب کرش بن رہیم العلی ⑯ جناب عمرو بن کعب النصاری ⑭ جناب عبداللہ الغفاری ⑮ جناب عبدالرحمن بن عروہ الغفاری ⑯ جناب عمر بن

حسان طائی ۲۶ جناب زاہد مولیٰ عمر و الحنفی ۲۷ جناب اسلم بن کثیر الاڑوی ۲۸ جناب عبد اللہ بن شیعیت ۲۹ جناب عمرو بن ضعیف ۳۰ جناب قیس بن منیب ۳۱ جناب مسعود بن حجاج ۳۲ جناب عمار بن ابی سلامۃ الہمد الہی ۳۳ جناب عامر بن سلم ۳۴ جناب سیف بن مالک ۳۵ جناب زہیر بن بشیر اسحاقی ۳۶ جناب حیان بن الحرش ۳۷ جناب زہیر بن سلیم ۳۸ جناب حمکاں بن عبد اللہ ۳۹ جناب خزیمہ بن عمر و الکوفی ۴۰ جناب عقبہ بن سمعان ۴۱ جناب عبد الرحمن الارجعی ۴۲ جناب حلایی بن عمر و الراسی ۴۳ جناب بریر بن خیر الہمد الہی ۴۴ جناب زہیر بن حسان الاسدی ۴۵ جناب وہب بن عبد اللہ الکلی ۴۶ جناب وقار بن عاصی ۴۷ جناب شریع بن عبید ۴۸ جناب عبد اللہ بن زید المصری ۴۹ جناب عبید اللہ بن زید المصری ۵۰ جناب عمرو بن خالد الاڑوی ۵۱ جناب سعد بن حظله تھی ۵۲ جناب عمرو بن عبد اللہ نجمی ۵۳ جناب نافع بن بلال بھلی ۵۴ جناب بلال بن نافع ۵۵ جناب مسلم بن عویس اسدی ۵۶ جناب عمر بن قرط انصاری ۵۷ جناب ائمہ بن معلق اسحاقی ۵۸ جناب علی بن مظاہر اسدی ۵۹ جناب حبیب بن مظاہر اسحاقی ۶۰ جناب سیکیا بن کثیر انصاری ۶۱ جناب طرمیح بن عدی ۶۲ جناب مالک بن دودان ۶۳ جناب ہند بن ابی ہند ۶۴ جناب ابوثمامہ صید اوی ۶۵ جناب سعید بن عبد اللہ حنفی ۶۶ جناب سعید بن عبد اللہ دربی ۶۷ جناب عمرو بن خالد صید اوی ۶۸ جناب حظله بن سعد شامی ۶۹ جناب سوید بن عمر و بن ابی الطاع لجھنی ۷۰ جناب حجاج بن مسروق ۷۱ جناب سیکیا بن سلیم مازنی ۷۲ جناب قرة بن ابی قرة الغفاری ۷۳ جناب مالک بن انس المکی ۷۴ جناب ابراهیم بن حصین اسدی ۷۵ جناب جنادہ بن حارث انصاری ۷۶ جناب عمر و بن جنادہ ۷۷ جناب معلی بن معلی ۷۸ جناب معلی بن حظله الغفاری ۷۹ جناب عبد الرحمن بن عروہ ۸۰ جناب عابس بن شہیب شاکری ۸۱ جناب شوذب غلام عابس ۸۲ جناب یزید بن معفوا ۸۳ جناب ابو عرب و نھشلی ۸۴ جناب یزید محاجر ۸۵ جناب حمر بن یزید ریاضی ۸۶ جناب مصعب بن یزید ریاضی ۸۷ جناب احمد بن محمد باشی ۸۸ جناب زہیر بن قین بھلی ۸۹ جناب علی بن حمر ۹۰ جناب غلام حمر ۹۱ سیاہ مرد صاحب سکنکول آب ۹۲ جناب نصرانی جوان

صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے کہ جناب حمر اور ان کے بھائی مصعب اور حمر کا بیٹا علی اور ان کا غلام یہ چار شخص روز عاشورہ امام کے لئکر سے ملتے ہوئے ہیں اور دیگر دو شخص سپاہ مرد صاحب سکنکول اور نصرانی جوان ظہیر عاشورہ کے بعد شہداء میں شامل ہوئے ہیں، اور ۱۰ نفر دیگر جو سب غلام امیر المؤمنین علی علیہ السلام تھے اور حضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ ان کے اسمائے گرائی یہ ہیں:

۹۳ جناب غلام بنام سعد ۹۴ جناب غلام بنام نصر ۹۵ جناب غلام بنام عارب ۹۶ جناب غلام بنام منج ۹۷ جناب غلام بنام محمد بن مقدار ۹۸ جناب عبد الرحمن بن ابی وجیجہ ۹۹ جناب قیس بن رائج ۱۰۰ جناب اشعث بن سعد ۱۰۱ جناب غلام بنام

عظیمہ ﴿۱﴾ جناب غلام تر کی ﴿۲﴾ جناب جون

ایک شخص اور بھی شہداء کی صفات میں تھا اور وہ ابوذر کے غلام ”جون“ ہیں۔ پس مجموعاً اصحاب و شہداء پچانوے نفر ہیں۔

عمر بن سعد کے لشکر کی صفات آرائی

مرحوم مفتی ارشاد میں لکھتے ہیں: روز عاشورہ روز جمعہ یا ایک قول کے مطابق ہفتہ تھا۔ صحیح سوریہ ابن سعد نے اپنے لشکر کو اکٹھا کیا۔ عمرو بن جراح کو لشکر کے دائیں طرف کا امیر، شرکو لشکر کے بائیں طرف کا امیر، عمروہ بن قیس کو سواروں کا امیر، شبیث بن ربعی کو پیادوں کا امیر اور لوائے اعظم کے لیے یعنی قلب لشکر میں اپنے غلام ذریدہ کو معین کیا۔

ابن سعد کا لشکر مختلف قبائل اور مختلف بلاد سے اکٹھا ہوا تھا۔ قبائل جیسے خوارج، حمیر، کندہ، آل مطعون، بجم، سکون، عبادہ، مضر، ربیعہ، مدجن، خزانہ، یربوع، محلب، بخط، شاکریہ، خزیمہ، مسجد بنی زہرہ، وغیرہ سے سوار اور پیادہ کافی لوگ آئے تھے۔ کوفہ اور شام کے تمام رو ساء اپنے ظالموں اور نوکروں کے ساتھ موجود تھے۔ اس قدر لشکر کی تعداد تھی کہ اس وقت تک کسی نے اس کی نظر نہ دیکھی اور نہ سنی تھی۔ دریا کی موجود کی طرح لشکر کی موجود تھیں۔ حکم اس قدر ہمارے ہے تھے گویا دریا میں کشتیوں کے باڈاں نظر آتے تھے۔ تمام قبائل اور لشکر کے سردار ابن سعد کے خیمه کے ساتھ صفت بستہ کھڑے تھے اور وہ بدجتن تمام سامان جنگ لیے ہوئے امام حسینؑ کے قتل کا منصوبہ بنا رہا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ بہت جلدی فیصلہ ہو جائے تاکہ پہلی فرصت میں حکومت رے کو سنبھال سکوں۔

ابن سعد نے خوبی کو عمر بن جراح کی مدد کے لیے مستین کیا اور حرمہ کو شرکی نصرت کے لیے مستین کیا اور خود قلب لشکر میں کھڑا ہو گیا اور حملہ غلام کے پرداز کیا۔ اپنے تیرکمان کو اپنے بیٹے حفص کے حوالے کیا اور اسے اپنے ساتھ رکھا، حسین بن نمير کو تیرکمان والوں کا امیر بنادیا اور محمد بن اشعث کو پوچھ مارنے والوں کا امیر مقرر کیا۔ ابوالیوب غنوی کو بیلداروں کا امیر مقرر کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر کام کرنے کے لیے ایک سردار مقرر کر دیا اور اس طرح لشکر کی صفائی آراستہ اور منظم کیں۔ پھر ان سعد کے حکم سے طبلی جنگ بختے شروع ہو گئے۔ گھٹیاں اور طبل بختے لگے۔ گھوڑوں نے ہنہنا شروع کیا۔ لشکریوں نے تالیاں بجا کیں۔ شور و غل چھاتے تھے، زمین پر پاؤں مارتے تھے اور زمین وزماں کو ہلا کر رکھ دیا۔

مرحوم علامہ قزوینی اپنی کتاب ریاض میں لکھتے ہیں: جناب امام کے خیمے میں مستورات، بچوں اور مخدراتی عصمت کی عجیب حالت تھی۔ ان تمام مخدرات، بچوں، مستورات کے آنسو سیال کی طرح جاری تھے اور دشمن کے خوف سے اضطراب اور پریشانی چھائی ہوتی تھی۔ خیام میں ماتم برپا تھا۔ کوئی زانو پر، کوئی سر پر اور کوئی صورت پر پیٹ رہا تھا اور سینہ کوئی ہورہی تھی۔

تین چار سال کے پچے ہر ایک کو ماتم کرتا دیکھتے اور باہر سے طبل جنگ اور شور و غل سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ ان کی رو جیں پرواز کرنے والی تھیں، تمام بچوں نے بلند صدا سے گریہ کرنا شروع کر دیا۔

خلاصہ امام کے خیام میں اس قدر رزاری اور ماتم تھا کہ حضرت مسیح بن نبی اور شکستہ دل، غربت کے عالم میں خیام میں آئے اور مستورات اور بچوں کی یہ حالتِ زار اور رقت بار بار دیکھی تو بے اختیار زار و قطار رونے۔ پھر اپنی سفید ڈالٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے بانو! اے میری بیٹیو! تمہیں اپنی جان کا واسطہ، خاموش ہو جاؤ۔ تم نے میرے بعد بہت رونا ہے ابھی تو میں زندہ ہوں۔ ابھی تو میرے سب جوان زندہ و سلامت ہیں اور دشمنوں کو آگے کرنے سے روکا ہوا ہے۔ تم خوف نہ کھاؤ جب میں اور میرے اصحاب زندہ ہیں تو کسی کی جرأت نہیں کہ وہ ان خیام میں داخل ہو سکے۔ امام نے اس طریقے سے اہل حرم کو خاموش کر دیا۔

لشکر این سعد کو میری کی تسبیحت

دونوں طرف سے لشکروں کی صفائی جنگ کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑی تھیں کہ امام نے میری بن نبی ہمدانی کو فرمایا: جاؤ ان لشکروں کے درمیان کھڑے ہو جاؤ اور ان اندھے دلوں اور خدا سے بے خبر گمراہوں کو عظیم و نیجت کرو۔ یہ شیر دل حکم امام سن کر زرد کے دامن کو کمر میں ڈال کر جیسے تیر کمان سے لکھتا ہے لشکرِ حسینی سے لکھا اور لشکر این سعد کے قریب آ کر فرمایا: اے بے ترس اور بے خوف قوم! تمہیں خوف خدا نہیں ہے؟ اور تمہیں کیوں خوف خدا نہیں آتا حالانکہ پیغمبر کی آل اور ذریت پر درد دلوں سے اور اس صحرائیں رات گزار رہی ہے۔ اگر تم پیغمبر کو مانتے ہو اور رسالت کا فلمہ پڑھتے ہو تو یہ اسی رسول کی عترت ہے۔ اس لشکر کشی اور صرف آرائی کا کیا مقصود ہے؟ اور کس دلیل اور محنت کے ذریعے اولاد رسول کا خون بہانے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے؟

ابن سعد کے لشکریوں نے جواب دیا: ہمارا ارادہ ہے کہ جاز کا بادشاہ ابن زیاد کی بیعت کر لے۔ اگر بیعت نہیں کرتا تو قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائے۔

میری نے فرمایا: کیا تمہیں یہ قول نہیں کہ بادشاہ جاز جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں؟

انہوں نے کہا: بہانے نہ ہاؤ سوائے بیعت کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

میری نے دل کی گہرائیوں اور پورے جذبات سے فرمایا: اے بے حیال گوا! افسوس ہے تم پر اوہ تمہارے خطوط اور دعوت نامے اور عہد و پیمان کہاں گئے؟ تم نے لکھا تھا کہ فرزندِ فاطمہ آسمیں اور تمہیں ہدایت کریں اور جب وہ تمہاری ہدایت کے لیے

آئے ہیں تو اب ان کو قتل کرنا چاہتے ہو یا گرفتار کر کے اہن زیاد کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔
اہل لشکر نے کہا: زیادہ مت بولو اور فضول گفتگو بند کرو۔ یہ صراحت اور بیان کا رزار جنگ کا مقام ہے، وعظ و نصیحت کا مقام نہیں ہے۔

مُیر نے فرمایا: تمہاری یہ گفتگو خدا کی لعنت کی مستحق ہے۔ پھر آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اس قوم کے بد کرداروں سے بُری ہوں تو خود اس قوم سے انتقام لے اور اپنی رحمت ان سے دُور کر دے۔
جب لشکر ابن سعد نے مُیر کی نفرین (لعنت طامت) کو سناتا ان کی دشمنی اور بُخشن میں اور اضافہ ہوا اور غصہ میں آ کر مُیر کو تیروں کا نشانہ بنانے لگے۔

لشکرِ حسینؑ کا محاصرہ

ابن سعد نے اپنے لشکر کے میمہ و میسرہ کو آراستہ کرنے کے بعد حکم دیا۔ اب ثابت قدیمی سے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کا ایسا محاصرہ کرو جیسے گیئہ انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ جوں ہی لشکر فساد نے اس فباوی جڑو مہ کا حکم سناتا تو آوازیں بلند ہوئیں کہ اب سالار کا حکم ہے کہ ثابت قدم رہ کر امام حسینؑ کا محاصرہ کرنا ہے۔ خبرداران کا ایک جوان بھی صحیح سالم بھاگنے نہ پائے۔ اس گروہ نے عمر بن سعد کے حکم کے مطابق گھوڑوں کو دوڑایا اور امامؑ کے قلعہ نما خیام اور امامؑ کے لشکر کو اپنے حلقہ میں محاصرہ کر لیا اور گالیاں بکنا اور مسخرہ بازیاں شروع کر دیں اور کسی وقت اطراف سے خیام کی طرف تیر بھی چلا دیتے تھے۔

حضرت امام حسینؑ کا وعظ و نصیحت کرنا

جب امام حسین علیہ السلام نے لشکر کی اس جسارت کو دیکھا تو خود میدان میں آئے اور لشکر ابن سعد کے سامنے کڑے ہو کر ایک نظر لشکر کی صفوں پر دوڑائی تو لشکر میں امام حسینؑ کی نظر ابن سعد پر پڑی کہ وہ مسکراہٹ، خوشی اور سرور سے ارکان کو فدا سے مشغول گفتگو ہے۔ امامؑ کو بہت دکھ ہوا، محنثی سانس لی اور پھر دنیا کی مذمت میں یہ خطبہ پڑھا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الدُّنْيَا فَجَعَلَهَا كَارَفَنَاءَ وَرَأَوَالٍ مُّتَضَرِّفَةً بِإِهْلِهَا حَالًا بَعْدَ

حال..... الخ

”بے حد اور بے قیاس حمد خدا ہے جس نے دنیا پیدا کی ایکن اسے فانی اور زائل ہوجانے کے لیے بنایا۔ یہ دنیا بُری مکار ہے جو اپنے اہل پر ضرور تصرف کرتی ہے۔ پس مغرور ہے وہ جو اس دنیا کا فریب کھائے اور شقی ہے جو اس دنیا میں وہ جو اس قتنہ گردنیا کے قتنہ کے جاں میں بُخشن جائے۔

اے قوم! دنیا کے دھوکے میں نہ آؤ کیونکہ اس دنیا نے بہت امیدواروں کو نا امید کیا ہے اور اکثر طبع
کرنے والوں کو مایوس کیا ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے ایک ایسی بات پر اجتماع کیا ہے جس بات سے تم خدا کی
ناراضگی و غضب کا باعث بنے ہو اور خدا نے تم سے اپنی رحمت دور کر دی ہے اور اپنے عذاب کو
تمہارے قریب کر دیا ہے۔ کس قدر بہترین رب ہے ہمارا رب اور کس قدر بُرے بندے ہوتم کیونکہ
تم نے پہلے پروردگار کی اطاعت کا اقرار کیا اور میرے جد احمد مصطفیٰ پر ایمان لائے۔ پھر تمہیں کیا
ہو گیا اور مجھ سے کیا دیکھا کہ اب تم نے میرے خلاف شکرِ جمع اور آراستہ کیا ہے اور میرے اور
ذریت پیغمبر پر پانی بند کر کے ہمارا حصارہ کر لیا ہے اور ہمارے قتل کا ارادہ کیا ہے ہوئے ہو۔

یہ شیطانی باتیں ہیں جو تمہارے دلوں میں ہیں اور ذکرِ خدا کو تم سے شیطان سے بھلا دیا ہے۔ حق کو
بھول گئے اور باطل کو پسند کر لیا ہے۔ ہائے افسوس! تم پر اور تمہارے ارادہ پر، کہ بدکرواری کر رہے ہو
اور فرزند پیغمبرؐ کو قتل کرنے آئے ہو۔

ہاں ہم اولاد پیغمبرؐ پہلے ہی رحمت رب العالمین کے ساتھ ہیں اور پھر بھی اسی رحمت خدا میں جائیں
گے۔

اے گروہ! تم وہ لوگ ہو کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔ پس یہ قوم ظالم اور ستم کا رہے اور
رحمت خدا سے دور ہے۔

جب یہاں تک امام حسین علیہ السلام کی تقریر پہنچی تو ابن سعد نے اپنے شکر کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم میں سے کوئی ہے
جو حسینؑ کی باتوں کا جواب دے اور اسے خاموش کر دے اور اس کو زیادہ نہ بولنے دے کیونکہ یہ شخص اسی کا بیٹا ہے کہ جس
کے سامنے فصاحت و بلاغت فاضح و خاشع ہوتی تھیں۔ خدا کی قسم! اگر حسینؑ ایک دن اور بھی میدان میں تقریر کرتا رہا تو بھی
اس کی باتیں ختم نہ ہوں گی اور کلام بند نہ ہوگی۔ پس بہت جلدی اسے جواب دی کیونکہ موسم گرم ہوا ہے اور کام مشکل ہو جائے
گا۔

شر شکر سے نکلا اور کہا: اے حسینؑ! یہ کیا باتیں کر رہے ہو کہ ہمیں سمجھ تک نہیں آئیں، وہ بات کرو جس کی ہمیں سمجھ
آئے تاکہ ہم تمہاری باتوں کا جواب دے سکیں۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اَقُولُ إِتَّقُوا اللَّهُ وَلَا تَقْتُلُونِي فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكُمْ قَتْلِي وَلَا اِنْتَهَاكُ حُرْمَتِي

”خدا سے ذرود، مجھے قتل نہ کرو کیونکہ مجھے میسے شخص کا خون بہانا جائز نہیں اور میری ہتھ حرمت کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ میری نافی خدیجۃ الکبریٰ اُم المومنین ہیں اور ہمارے ناناؤں کے فرمان کے مطابق میں اور میرے بھائی حسن جوانان جنت کے سردار ہیں اور جنتی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے کہ عبارات مقتل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت امام بار بار وعظ وفیحہ کے لیے میدان میں آتے، اتمام جنت فرماتے اور ہر دفعہ نبوت کی میراث سے کوئی نشانی ساتھ لے جاتے اور حضرت تقریباً پارہ مرتبہ میدان میں آتے اور فیحہ کی۔ کبھی رسول اللہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تو کبھی رسول اللہ کی ناقہ پر آتے۔ کبھی پیغمبر کا عمامہ پاندھ کر آتے اور کبھی قرآن لے کر آتے اور فیحہ کی۔

مناقاجاتِ امام

صاحب بیت الاحزان نے لکھا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خطبہ دینے کے بعد میرے بابا نے ہاتھ آسان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: خدایا! ہر غم میں تو ہی میرا مقامِ اعتماد ہے۔ ہر جتنی کے وقت تو ہی میرا مقامِ امیدواری ہے۔ ہر مشکل کے وقت تو ہی میری پناہ گاہ، جا اور ماوی ہے۔ کس قدر مجھ پر دکھ آئے، مصیتیں آئیں، جس پر عقلیں ضعیف ہو جاتی ہیں۔ راستے بند ہو جاتے ہیں، دوستِ عاجز آ جاتے ہیں۔ دشمن اور زیادہ زبان درازی کرتے ہیں۔ ان تمام مصائب کا میں نے تیرے سوا کسی کے سامنے ٹکلوہ نہیں کپال تھے سے اپنے دکھ اور شکوئے کیے اور تو نے اپنے لطف سے مجھے کشاش عطا فرمائی اور مجھے مصائب برداشت کرنے کی ہمت دی، مجھے حلم عطا فرمایا، تو ہی ہر نعمت کا ولی اور ہر اچھائی کا مالک ہے۔

خدا لعنت کرے دنیا اور اہل دنیا پر خصوصاً کوئیوں اور شامیوں پر کیونکہ انہوں نے جنت خدا کا ذرا بھر لحاظ نہ رکھا بلکہ اپنے رب سے مکمل مناجات کی بھی فرصت نہ دی۔ اس دوران میں ہر طرف سے ابن سعد کا شکر خیمه کی طرف بڑھنے لگا۔ انہوں نے دیکھا کہ خیام کی پشت والی جانب تو خندق ہے جس میں آگ جل رہی ہے۔ شمر نے کہا: (خدا اس کی زبان کو زخم (جہنم سے بھر دے) اے حسین! اقیامت سے پہلے اپنے لیے آگ پنڈ کر لی ہے۔

حضرت امام نے فرمایا: یہ کون بھوک رہا ہے؟

اصحاب نے عرض کیا: مولانا! یہ شر ملعون ہے۔

امام نے فرمایا: یا بَنَ رَاعِيَةَ الْمَعِزِ أَنْتَ أَدْلَى بِهَا صَلَيْتَا ”اے ولدِ اخزا اور اے بکریاں چرانے والی کے بیٹے تو جہنم میں جانے کا مستحق ہے۔“

پھر مسلم بن عوجہ آگے بڑھے اور عرض کیا: اے فرزید رسول! مجھے اجازت دیں میں اس گتاخ شرکو خیر مار کر ہلاک کر دوں کیونکہ دشمن خدا فاسق ہے، جابر لوگوں کا سردار ہے اور خدا نے اس کی ہلاکت ابھی ہمارے لیے آسان کر دی ہے۔ لیکن امام نے اجازت نہ دی اور فرمایا: انیٰ اکرہ آنْ أُبْدِلَهُمْ بِقَتَالٍ "یعنی میں پسند نہیں کرتا کہ جنگ کی ابتداء میری طرف سے ہو۔"

امامؑ کا دوسری مرتبہ وعظ و نصیحت اور اتمامِ حجت

دوبارہ امام علیہ السلام دونوں شکروں کے درمیان کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے تقریر شروع کی جسے دونوں شکرسن سکتے تھے: اے لوگو! میرے نسب کو یاد کرو، میں کون ہوں؟ اپنے آپ میں آؤ اور شیطان کے دھوکے میں نہ آؤ؟ کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری ہٹک حرمت کرنا کسی حوالے سے جائز لگتا ہے؟

اے جماعت! یہ سوچ لو کیا میرے قتل میں تمہاری اصلاح ہے؟ کیا میں تمہارے غیربر، ان کے وصی، پیچاز اوعلیٰ بن ابی طالبؑ جس نے سب سے پہلے رسول اللہ کی تائید کی، کامیاب نہیں ہوں؟ کیا جنابِ حمزہ سید الشہداء میرے بزرگوار نہیں؟ کیا جعفر طیار جو ملائکہ کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں میرے چنانیں؟ کیا تمہارے سامنے میرے ناما کی یہ حدیث نہیں آئی کہ رسول خدا نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے حق میں فرمایا: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

اے قوم! جو کچھ میں کہہ رہا ہو اگر تصدیق کرتے ہو جب کہ میں بالکل حق بول رہا ہوں اور ایک ذرا بھی جھوٹ نہیں بول رہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے جھوٹے بندے کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے۔ تو پھر میرے ساتھ یہ روایہ اور سلوک کیسا ہے؟ اور میرے قتل کے تمہارے ارادے ہیں۔ اور اگر میری باتوں کو جھوٹ سمجھتے ہو تو اس تمہارے شکر میں ضرور کچھ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان سے پوچھو تو وہ بھی میری ان باتوں کی تصدیق کریں گے۔

جابر بن عبد اللہ الصارمیؓ، ابو سعید خدریؓ، سعیل بن سعد ساعدیؓ، زید بن ارقہ، انس بن مالکؓ وغیرہ جو کوفہ میں ہیں، ان سے پوچھ لو تو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے خود میرے اور بھائی حسنؑ کے بارے رسول اللہ سے خود سنائے: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

پھر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: يَا قَوْمَ أَمَا فِي هَذَا حَاجِزٌ لَكُمْ عَنْ سَفِيلٍ ذَمِيٍّ "اے قوم! کیا میری کسی بات کا تم پر اثر نہیں ہوا کہ تم میرا خون بہانے سے رُک جاؤ۔"

اسی دوران میں شمر نے پھر جسارت کی اور یہ بکواس کی کہ اے لوگو! حسینؑ دین خدا سے نکل گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ

اپنی بات منوں کیں الہذا ہم نہیں سمجھتے وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

پس جبیبؒ نے شرکا جواب دیا: اے ملعون! خدا کے دین سے تم خارج ہو چکے ہو، ابن زیاد کے تالع ہو گئے ہو، اگر ستر مذہب ہو تو تم دین کی خاطر ہر مذہب پر عمل کرتے رہو گے، یہ تو نمیک کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے کلام کو نہیں سمجھتا کیونکہ کفر اور انکار کی وجہ سے خدا نے تیرے دل کو سرگوں کر دیا ہے اور اس پر مہر لگا دی ہے۔ جبیبؒ کے اس جواب پر شرخاموش ہو گیا۔

پھر امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا: اے قوم! اگر مجھے میری باتوں پر شک ہے تو معلوم ہوتا ہے تمہیں میرے فرزند عرب رسول اللہ ہونے پر شک ہے۔ فَوَاللهِ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنْ يَنْتَ نَبِيٌّ إِلَّا فِي غَيْرِ كُمْ
”خدا کی قسم امریق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے۔“

کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی قتل کیا ہے کہ بدله لیتے ہو یا میں نے کسی کامل تلف کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا؟ اس کا تھاں لیتے ہو حالانکہ ان میں سے کچھ بھی میں نے نہیں کیا تو پھر کیوں مجھے قتل کرتے ہو؟
جب یہ کلام انہوں نے جھوٹ خدا سے سنا تو تمام لشکر خاموش ہو گیا اور کسی نے جواب نہ دیا اور حیران و پریشان تھے کہ کیا جواب دیں۔ جب حضرتؐ نے یکھا کہ سب خاموش ہیں اور جواب نہیں ہے تو امامؑ نے ان کے چند رو ساء اور بزرگان کو پکارا اور فرمایا:

اے ہبیت بن رعنی! اے بخار بن ابیحر، اے قیس بن ابیحث، اے زید بن الحرس! کیا تم لوگوں نے خط نہ لکھے تھے کہ تمام پھل اور میوے ہمارے درخوت پر تیار ہو چکے ہیں اور ہماری تمام زراعت سربرز ہے اور آپؐ کی فصرت کے لیے مسلح لشکر تیار ہے تو آپؐ لوگوں کے عہدو پیان کہاں گے؟

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام سے پہلے اور بعد میں کوئی ایسی فصیح و بلیغ تقریر نہ سنی گئی تھی۔ مرحوم مجلسی نے بخار الانوار میں روایت بیان کی ہے کہ جب حضرتؐ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ابن سعد ملعون نے آواز لگائی: اے میرے دوستو! حسینؑ کو اس قدر مہلت نہ دو، ان کو جواب دو ورنہ سارا دن ان کی تقریر ختم نہ ہوگی۔ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے فرزند ہیں۔

پھر شرخام زادے نے جسارت کی اور بکواس کی: اے حسینؑ! اس قدر لمبی تقریر کرتے ہو، کیا کہتے ہو، ایسی بات کرو جو ہم سمجھ سکیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: خدا سے ذرا اور میرے قل سے جاؤ اور میری ہنگ حرمت نہ کرو کیونکہ میں تمہارے پیغمبرؓ کی بیٹی کا بیٹا ہوں، میری تانی خدمتؓ الکبری جو پیغمبرؓ کی وجہ ہیں اور تم نے یہ حدیث بھی سنی ہوگی: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ

اَهْلُ الْجَنَّةِ۔

پھر اس عبادت میں قیس ملعون آگے بڑھا اور کہا کہ ہم ان باقویں کو نہیں جانتے اور نہ سننا چاہتے ہیں لیکن ہماری بات یہ ہے کہ اپنی بزرگی کو بھول جاؤ، ابن زیاد کے تابع ہو جاؤ اور اسے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا سمجھوتا کہ وہ اور اس کے اصحاب تمہارے ساتھ وہ روحیہ اور سلوک رکھیں جو تم چاہتے ہو۔

پس زمین و آسمان کے خالق کے نمائندے اور حجت امام حسینؑ نے یہ جواب دیا: لَا اُعْطِيْكُم بِيَدِي اعْطَاءَ النَّذِيلِ وَلَا اُقْرَأَ إِقْرَارَ الْعَبْدِ "خدا کی قسم ایں ذلیل ہو کر تمہاری بیعت نہ کروں گا اور غلاموں کے اقرار کی طرح تمہارا اقرار بھی کبھی نہ کروں گا۔ پھر حضرتؐ نے بلداً واز سے فرمایا: اے اللہ کے بندوں! میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں اگر چشم مجھ پر سنگ باری کرو اور ہر اس منکبر سے میں پناہ مانگتا ہوں جو روز قیامت پر ایمان بھی نہیں رکھتا۔ آگاہ رہو کر میں نے تمہارے اور پرجستالِ الٰہی پوری کر دی ہے اور ابھی بُری راہوں کا بتا دیا ہے۔ لیکن یاد کرو کہ میں اپنے اس تحفہ سے گروہ کے ساتھ تم سے خوب جہاد کروں گا۔ پھر چند شعر پڑھے جن کا مفہوم دنیاۓ پست سے اعراض تھا۔ پھر آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر عرض کیا:

”اے خدا! ان لوگوں سے اپنی رحمت کا نزول روک دے اور ان پر ایسا قحط نازل فرماجیسے حضرت یوسفؐ کے زمانہ میں نازل ہوا تھا اور ان پر بنی ہنف کا جوان مسلط فرمایا جو ان کی زندگیوں کو ان پر شکن کر دے اور ان میں سے کسی کو باقی اور زندہ نہ چھوڑے اور سب کو ہمارے قتل کے عرض قتل کر دے۔

میرے خدا! ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہم سے مجبوٹ بولا، ہمیں انہوں نے ذلیل و خوار کر دیا ہے، تو ہمارا رب ہے اور تو تکل و اعتماد تھجھ پر ہے اور شکوہ بھی تیری طرف ہے اور ہماری بازگشت بھی تیری جانب ہو گی۔“

ان مناجات کے بعد پھر قومِ اشقيا کو مخاطب کر کے فرمایا: کہاں ہے عمر بن سعد کے مجھے اس سے کام ہے۔ جب اس بد بخت کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مجھے بلا رہے ہیں تو امامؑ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن عمر بن سعد نزدیک آیا تو امام حسینؑ نے فرمایا:

اے عمر بن سعد! تو مجھے اس لیے قتل کرنا چاہتا ہے کہ حرائی بن حرائی مجھے رے کی حکومت دے گا اور مجھے جرجان کے شہروں کا والی ہنائے گا؟

اے عمر اخدا کی قسم! تو اپنی آزو کو نہیں پائے گا اور یہ بات تیرے اور میرے درمیان وعده رہا کہ تجھے رئے کی جا گیرنا ملے گی۔ اب تو جو چاہے کر لے لیکن میری شہادت کے بعد کبھی خشحالی نہ دیکھے گا، دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ گویا میں تیرے سر کو دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں نیزے پر اٹھایا ہوا ہے اور کوفہ کے بچے اسے پھر مار رہے ہیں۔

عمر بن سعد ان باتوں سے غصب تاک ہوا اور اپنا بخس منہ وسری طرف موڑ لیا اور اپنے لشکر میں چلا گیا اور اپنے لشکروں والوں سے کہا: مَا تَنْظِرُونَ إِحْمَلُوا بِأَجْمَعِكُمْ إِنَّمَا هِيَ أَكْلَةٌ وَاحِدَةٌ“ کہ کس کی انتظار ہے یکبارگی حملہ کرو اور ایک ہی حملہ میں کام تمام کر دو۔

اس ملعون کے حکم سے تمام لشکر نے دائڑہ ایمان کے مرکز اور گل جہاں کے مقتدی پر حملہ کر دیا اور تیروں، نیزوں اور آلاتِ جنگ سے حضرت اور اصحابِ زخمی ہونے لگے۔

نصرتِ امام کے لیے فرشتوں کا آنا اور امام کا مدد لینے سے انکار

ابوظہب مرہوم نے اپنی کتاب ”معالم الدین“ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:
 لِيَمَا إِنْتَقَى الْحُسَيْنُ وَعُمَرُ بْنُ سَعْدٍ لِعْنَةَ اللَّهِ وَقَاتَمَ الْحَرُوبَ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى النَّصْرَ
 حَتَّىٰ رَافَقَتْ عَلَىٰ رَأْسِ الْحُسَيْنِ ثُمَّ خَيَّرَ بَيْنَ النَّصْرِ عَلَىٰ أَعْدَائِهِ وَبَيْنَ لِقَاءَ اللَّهِ
 فَاخْتَارَ لِقاءَ اللَّهِ

یعنی روزِ عاشور جب دونوں آئے سامنے آئے اور اسبابِ جنگ آمادہ ہو گئے اور صلح کے تمام دروازے بند ہو گئے تو اسی اثناء میں نصر ملک فرشتوں کی فوج کے ساتھ حکم خدا سے حضرت امام حسین کے پاس آیا اور ملک نصر نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں مبارک ہو کہ خدا نے آپ کو دو کاموں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا ہے:

لذا پہنچوڑے سے لشکر کو حکم دیں کہ ان ملعونوں پر حملہ کریں، ہم ان کی مدد کریں اور تمہیں ان دشمنوں پر فتح و کامیابی حاصل ہو گی۔

ب: جان اللہ کے سپرد کریں، اسی عالمِ قافی کو ترک کر دو اور ہمیشہ باقی رہنے والے جہاں کی طرف کوچ کر جاؤ۔ اور اگر فتح و کامیابی حاصل ہو تو بھی آپ کے مقام اور اجر سے ذرا بھر کم نہ ہو گا بلکہ وہی تواب اور وہی شفاعت کا رتبہ خدا کے ترددیک ہو گا۔ تیرا مختار خدا کا اختصار ہے اور تیری رضا خدا کی رضا ہے۔

تشنه جگر فرزند پیغمبر نے فرمایا: اے فرا فرشتہ اگر فیاض کریم اور محبوب قدیم نے اختیار مجھے دیا تو پھر جان لے کہ میں جان را خدا میں قربان کر دینے کو پسند کرتا ہوں اور میری رضا قربانی دینے میں لے ہوں۔

امام کے استغاثہ نے حُر کی تقدیر بدل دی

ابو الحسن نے لکھا ہے کہ جب میدان میں امام نے استغاثہ بلند کیا: *هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا وَهَلْ مِنْ مُجِيرٍ يُجِيرُنَا* تو اس استغاثے کی آواز تمام صحراء اور بیابان کر بلا میں گنجی اور بھی صد اخرين بن یزید ریاحی کے کافنوں میں پہنچی تو ان کا دل اُداس ہو گیا، بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ حیرت کے دریا میں ڈوب گیا۔ فکر کے سمندر میں غوط زدن ہو گیا اس کے اندر غیرت اور حسیت نے اگڑائی لی، اندر وہی تشیع کے خون نے جوش مارا اور اس کے دل پر نور پداشت کی چک آئی تو اس کا چہرہ چاند کی طرح جگ گانے لگا اور قدرت نے اسے جنگ کے شیطانی وسوسوں سے نجات دی اور خدا نے شیطان سے کہا: *إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ* ”جو میرے ہندے ہیں ان پر تیری کوئی چال کا رگر نہیں ہو سکتی۔“

پس حُر نے اپنے گھوڑے کو جولان دی اور ابن سعد کے پاس آیا اور فرمایا: *أَتَقْاتِلُ أَنْتَ مَعَ هَذَا الرَّجُلِ* ”کیا اس غریب، بے یار و مددگار سے تم ضرور جنگ کرو گے یا یہ اسباب جنگ صرف بیعت لینے کا بہانہ ہیں؟“ ابن سعد نے کہا: خدا کی قسم! سخت ترین جنگ کروں گا اور اس جنگ کا آسان ترین کام یہ ہے کہ بدن سے سر اور ہاتھ جدا کر دیں گے۔

حُر نے فرمایا: جو چیز پر فاطمہ نے تم سے خواہش کی تھی اس پر عمل نہ کرو گے؟
ابن سعد نے کہا: اگر میرے پاس جنگ کا اختیار ہوتا تو ضرور حسینؑ کی خواہش کو پورا کرتا لیکن کیا کروں ابن زیادہ میر کا حکم ہے کہ حسینؑ بیعت کریں ورنہ ان سے جنگ کرو۔

جناب حُر کا چہرہ زرد ہو گیا اور سر پیچے کر لیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ٹھنے لگا اور اپے مقام پر آ گیا۔ حُر نے اپنے چپا زاد قدرۃ بن قیس سے کہا کہ کیا تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں پلا لیا۔

حُر نے کہا: کیوں کوتا ہی کی اب جاؤ اور پانی پلاو۔

قرہ نے کہا: میں اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلاوں گا۔

حُر نے کہا: میں جاتا ہوں اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا ہوں۔ حُر اسی خیال میں تھا کہ دوبارہ امام کے استغاثے کی آواز حُر کے کافنوں میں گنجی: *إِنَّمَا مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا*، *إِنَّمَا مِنْ مُعِينٍ يُعِينُنَا* جوں ہی حُر نے دوبارہ یہ استغاثہ سننا تو اپنے چپا زاد

قرہ بن قیس کی طرف منہ کر کے کہا: اے چچا زاد! کیا تم امام ابرا اور سلطان بے یار کی غربت کا استھان نہیں سن رہے ہو؟
ھل لکَ أَن تَسْبِيَنَا إِلَيْهِ وَنُقَاتِلَ بَيْنَ يَدَيْهِ "کیا تم ہمارے ساتھ آسکتے ہو۔ اس لشکر کو چھوڑ دو اور اس عالم کو چھوڑ کر اکٹھے مصطفیٰ کے جگر گوشہ کے پاس اکٹھے جائیں اور اگر جنگ ہو تو ہم ان کی مدد اور نصرت کریں۔"

فَإِنَّ النَّاسَ عَنْ هَذِهِ الدِّينِيَا رَاجِلَةٌ وَكَرَامَاتُ الدِّينِيَا نَرَافِلَةٌ فَلَعِلَّنَا نَفُوذُ بِالشَّهَادَةِ ثَكُونُ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ "اے میرے چچا زاد! دنیا رہنے کی جگہ نہیں، دنیا کی نعمتیں کسی پر ہمیشہ نہیں رہتیں، شاید اس غریب امام کی بدولت ہمیں شہادت کی دولت مل جائے اور ہم الہی سعادت سے شمار ہو جائیں اور روز قیامت فرزندِ پیغمبرؐ کے ساتھ محسوس ہوں گے اور ہمیشہ کی نعمتوں سے مسرور ہوں۔"

قرہ بن قیس بے سعادت نے کہا کہ مجھے ان کی نعمتیں نہیں۔ خُر بن ریاحی نے بیگانوں سے منہ چھپاتے ہوئے اپنے بیٹے کے پاس آیا اور کہا: یا بُنیَّ لَا صَبَرُ لِي عَلَى الدُّنْيَا وَلَا عَلَى غَضَبِ الْجَنَّابِ وَلَا أَن يَكُونَ عَدًا حَسَنَتِي أَحَبَّدُ الْمُخْتَارِ "اے فرزندِ ایں چہنم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور جبار اللہ کا غصب برداشت کر سکتا ہوں اور نہ اس کی طاقت رکھتا ہوں کہ کل قیامت کے دن پیغمبرؐ سے میری دشمنی ہو۔"

تم نے جگر گوشہ بتولؓ فرزندِ رسولؐ کا غربت کا استھان نہیں ہے۔ جس قدر مدعاگ رہے ہیں کوئی ان کا حاجی و ناصر نہیں۔ تم آؤ میرے ساتھ تاکہ حسینؑ کی خدمت میں جائیں۔ خُر کے فرزند ارجمند نے کہا: بابا! آپ کا حکم میری آنکھوں پر ہے۔

فَجَعَلَاهُ يَدِنُوا مِنَ الْحُسَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا "پس دونوں سلطان العالمین کے حضور میں شرفیابی کے قصہ سے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ این سعد کے لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے اوس مهاجر کے پاس سے عبور کیا۔

اوں مهاجر نے پوچھا: اے بہادر! کیا خیال ہے؟ کیا میدان میں تم پہلے شجاعت اور بہادری دکھانا چاہتے ہو؟ جناب خُر نے مهاجر کا جواب نہ دیا جبکہ زین پر خُر کا بدن بیدگی طرح اس قدر کاپ رہا تھا کہ بدن کی ہڈیوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔

مهاجر نے کہا: اے خُر! خدا کی قسم! میں تمہاری حالتِ درگوں دیکھ رہا ہوں، میں نے مجھے بڑے میدانوں میں دیکھا ہے، تیری بہادری اور شجاعت کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اگر کوفہ کے شجاہوں کے متعلق مجھ سے کوئی سوال کرتا تھا تو تیرانام لیتا تھا اور آج یہ آپ کی حالت ہے۔ کیوں پریشان اور خوف زدہ ہو؟

جناب خُر نے کہا: اے مهاجر! خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو جنت و ہجنم کے درمیان پاتا ہوں لیکن میں نے جنت اختیار

کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ کہا اور گھوڑے کے کو ایسا تازیانہ لگایا کہ گھوڑا ہوا میں اڑنے لگا۔

مرحوم سید یہود میں لکھتے ہیں: وَيَدُهُ عَلَى رَأْسِهِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَنِبَتَ فَتُبْ عَلَيَّ فَقَدْ أَرَغَبْتُ قُلُوبَ أُولَئِنَّا لَكَ وَأَوْلَادَ بَنِتِ نَبِيِّكَ ”جنابِ خُرَفے سر پر ہاتھ رکھ کر اور حالت زار و گریہ میں مجرم و نیاز سے کہہ رہے تھے: پور دگارا میں تپری طرف لوٹ آیا ہوں، میری توبہ قبول کر۔ میرے گناہ معاف کر کیوں کہ میں نے تیرے پیاروں کوڑا لیا ہے اور پیغمبرگی بیٹی کی اولاد کو پریشان کیا ہے۔“

آج ان کی یہ حالت دیکھ کر میں شرمندہ ہوں اسی طرح زمزمه کرتا ہوا، روتا ہوا حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کی صفت کے قریب پہنچا۔ اصحاب نے راستہ دیا، اس مرد دین دار کی نظر جوں ہی جمالی پر ملا جیسی پر پڑی تو دل سے فریاد کی اور خود کو گھوڑے سے گرا دیا، چہرے پر خاک لگائی اور امامؑ کے قدموں پر گر پڑا۔ قدموں کو بوسے دیئے اور زار و قطار روتے ہوئے عرض کیا: یا ابن سَمْوَلَ اللَّهِ التَّوْبَةَ ”میری غلطی معاف کرویں“ شُفَّعَ بَنْكَی بِكَاءَ اهْدِیَاً وَقَالَ الْإِلَامُ ارْفَعْ رَأْسَكَ یَا شَیْخَنَ اور پھر بہت بلند بلند آواز سے رویا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے بزرگوار! اپنا سر بلند کر بلکہ روایت میں ہے کہ حضرت امامؑ خود بھی اور خدا سر خود خاک سے اٹھایا اور اپنے پاک ہاتھوں سے خ رکھ کر چہرے پر لگی خاک کو صاف کیا۔

کفر اور ایمان کی جنگ کا آغاز

روز عاشور جب دونوں شکر آئے سامنے تھے اور کئی بار امام علیہ السلام نے اس غدار اور مکار قوم کو وعظ و نصیحت کی جس کے نتیجے میں شکر ابن سعد سے جنابِ خُرَفے بن ریاحی، اس کے بیٹے اور غلام پر اثر ہوا اور وہ تائب ہوئے اور امامؑ کے ساتھ ملخت ہو گئے۔

عرب بن سعد کو اس بات کا علم ہوا تو سخت غصہ آیا اور جنگ کا ارادہ پختہ کر لیا اور نعرہ لگایا: یا دَمِيدُ اُدنَ رَأَيْتَكَ ”اے درید علم کو قریب لا، پس وہ قریب لایا اور پہلی صفت میں کھڑا ہو گیا۔“ ابن سعد بھی ساتھ کھڑا تھا۔ پھر شکر سے باہر آیا اور اپنے بیٹے حفص سے تیر کمان لے کر تیر کو کمان میں رکھا اور بلند آواز سے کہا: اے کوفہ والو! بوزٹے اور جوان سب ابن زیاد کے سامنے یہ گواہی دینا کہ میں نے جنگ کا آغاز کیا تھا اور سب سے پہلا تیر امام حسینؑ کی طرف تھیں مار رہا ہوں اور پھر تیر کو امامؑ کی طرف پھینک دیا۔

صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ امامؑ کے اصحاب نے بلند آواز سے کہا: ہاں ابن سعد! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس

لشکر میں سے سب سے پہلا جہنم جانے والا تو ہے۔

ابن سعد کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ جس شخص کے پاس تیر کمان ہے تیروں کی پارش کر دے۔ وَاقْبَلَتِ السَّهَّامُ مِنَ الْقَوْمِ كَانَهَا الْقَطَرُ حضرت نے حضرت سے اصحاب باوقا سے فرمایا: قُومُوا رَحِيْكُمُ اللَّهُ إِلَى التَّوْتِ الَّذِي لَأَبْلَغْتُ مِنْهُ "اے انصار اللہ تم پر رحمت نازل کرے۔ جہاد میں ثابت قدم رہو کیونکہ موت سے چھکا را تو ممکن ہی نہیں ہے اور یہ جو تیر آ رہے ہیں یہ موت کا پیغام لانے والے ہیں۔"

پس امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جہاد کی اجازت دی تو انہوں نے بھی اپنے تیر کمانوں میں ڈال کر ابن سعد کے لشکر پر پارش بر سادی۔

محمد بن ابی طالب سے مقول ہے کہ لشکر ابن سعد کے تیر اندازوں کی تعداد آنحضرت نفر تھی جبکہ امام حسین کے لشکر میں تیر اندازوں کی تعداد صرف پچاس نفر تھی۔ ان لیے جب ابن سعد کے لشکر نے تیر چلانے تو زمین و آسمان کر بلہ کی زمین سیاہ ہو گئی تھی اور دشمنوں کے تیروں سے امام کے کئی صحابی رُثی و مجروح ہوئے۔ جب لشکر حسینی کے سالار قمر بن ہاشم سلام اللہ علیہ نے یہ حالت دیکھی تو علم آگے لائے اور لشکر کفر کی طرف حملہ اور ہوئے اور اپنے آپ کو دشمن کے قلب میں ڈال دیا اور دوسری طرف شجاعت کے شیر شہزادگان امام جتاب قمر بن ہاشم کے پیچھے پیچھے ایسے حملہ کر رہے تھے جیسے بھوک شیر بھیڑوں کے روپ پر حملہ کرتے ہیں۔ ان پیغمتوں کے وسط میں داخل ہو کر کشتؤں کے پیٹے لگا دیے۔

زہیر نے لشکر کے میمنہ اور جبیب نے میرہ کو حرکت دی تو دو لشکروں نے دوفولادی پیاراؤں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ وہ سر ہوا میں اڑ رہے تھے اور خون کی ندیاں پانی کی طرح بہہ رہی تھیں۔ سردار لشکر ایمان، مرتعی کے غضب کا وارث حضرت عباس اپنی شجاعت کے صحیح عاشر جو ہر دکھار ہے تھے کہ لوگوں کو ایک مرتبہ پھر علیٰ کی شجاعت اور جنگ یاددا دی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غصہ نفس حضرت امیر المؤمنین اسد اللہ الفالب ہیں کہ اس لشکر کے دریا میں گھس کر بغیر کسی ہراس اور ڈر کے ان بدکاروں کی زندگیوں کو تواریکی آگ سے جلا رہے ہیں۔

دوسری طرف سے شہزادہ علی اکبر سلام اللہ علیہ اس لشکر کیٹر سے خم ٹاپ اوڑ کو کب طارق کی طرح چک رہے تھے اور تواریکی خون بہانے والی بخیل تھی۔ کبھی اور پر سے، کبھی نیچے سے، کبھی مشرق سے، کبھی مغرب سے اس کی چک نظر آتی تھی اور مسلسل سپاہ کفر کو جہنم میں بیج رہے تھے۔

تیسرا طرف سے حضرت قاسم بن حسن سلام اللہ علیہ بذریعہ منیر کی طرح اس تاریک اور غبار آلود ماحول میں چک رہے

تھے اور دشمنوں سے امان ختم کر دی تھی اور ہر حرکت کی مجال چھین لی تھی۔ وہ ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر چینک رہے تھے، سرتھے کہ ہوا میں اڑتے نظر آتے تھے اور جس کو کمر میں توار مرتے تھے اس کے تازہ کھیرے کی طرح دو گلڑے کر دیتے تھے اور جسے سر میں توار مارتے، تو توار کی بجلی اور برق سے ناک کی سیدھہ میں دو حصے کر دیتے۔ دوسرا شہزادوں نے سخت لڑائی کی لیکن افسوس کہ یہ تمام شہزادے بھوکے اور پیاسے تھے۔

مرحوم سید یاوف میں لکھتے ہیں: روز عاشورہ دن کے نکلنے کے بعد ایک گھنٹہ تک جنگ مغلوبہ برپا تھی اور پہلے درپے جملے دونوں لشکر ایک دوسرے پر کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں لشکر کفر کے کافی سپاہی واصل جہنم ہوئے اور امام حسینؑ کے پاک لشکر سے بھی کچھ صحابہ منزل شہادت پر فائز ہوئے۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں: لشکر حسینؑ کے اصحاب اور غلاموں سے شہداء کی تعداد ۵۲ تھی اور باقی اصحاب رضی ہو گئے تھے لیکن حضرت علی اکبرؒ کو ایک زخم بھی نہ لگا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دوں نفر غلاموں نے حضرتؐ کے ارد گرد حلقہ ڈالا ہوا تھا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت علی اکبرؒ کے جسم پر زخم لاسکے۔

صاحب کتاب ہزار قم کرتے ہیں کہ اس پہلے جملہ میں ۵۲ یا ۵۳ اصحاب اور غلام و رجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بعض نے ۵۶ نام لکھے ہیں۔

پہلے جملہ کے شہداء کے اسمائے گرامی

صاحب مشنی الامال نے یہ نام ۵۶ لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جناب نعیم بن عجلان یہ نعمان بن عجلان کے بھائی ہیں جو امیر المؤمنینؑ کے محابی تھے اور بحرین و عمان میں حضرتؐ کی طرف سے عامل بھی تھے۔

(۲) جناب عمران بن کعب بن حارث الابجی

(۳) جناب حظله بن عروشیبانی

(۴) جناب قاسط بن رہیم

(۵) جناب مقطط بن رہیم جو قاسط کے بھائی تھے، البتہ شیخ مفیدؒ نے اپنے رجال میں اس مقطط کے بابا کا نام عبد اللہ لکھا ہے نہ کہ رہیم۔

(۶) جناب کنانہ بن عقیق تغلی۔ جو کوفہ کے بہادرزوں، قاریوں اور عابدوں میں شمار ہوتے تھے۔

(۷) جناب عمرو بن ضبیعہ بن قیس۔ یہ بہادر شجاع شہسوار تھے۔

- ۸ جناب ضرغامہ بن مالک تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد مبارزتِ طلبی میں نکلے اور شہید ہو گئے۔
- ۹ جناب عامر بن مسلم العبدی
- ۱۰ جناب سالم۔ جو عامر بن مسلم کے غلام تھے اور یہ دونوں بصرہ کے شیعہ تھے۔
- ۱۱ جناب سیف بن مالک العبدی
- ۱۲ جناب ادھم بن امیرہ
- ۱۳ جناب یزید بن شبیط (تاریخ چار لوگ امام کی مدد کے لیے آئے تھے، جو پہلے حملے میں شہید ہو گئے)۔
- ۱۴ جناب عبد الرحمن بن عبد اللہ الارجی الہمدانی۔ یہ وہ شخص ہے جسے اہل کوفہ نے قیس بن مسحر کے ساتھ مکہ میں امام حسینؑ کے پاس خطوط دے کر بھیجا تھا۔ یہ ۱۲ رمضان کو مکہ میں حضرت امامؑ کے پاس پہنچ چکے۔
- ۱۵ جناب جباب بن عاصم الحنفی۔ یہ کوفہ کے شیعوں میں سے ہیں جنہوں نے جناب مسلم بن عقل کی بیویت کی تھی، لیکن جب کوفیوں نے جناب مسلم پر ظلم کیا تو یہ امام حسینؑ کی خدمت کے قصد سے کوفہ سے نکلے اور راستے میں کسی مقام پر امام حسینؑ سے ملت ہو گئے۔
- ۱۶ جناب عمرو الجدی۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ زخمی پڑے تھے۔ ان کی قوم میدانِ جنگ سے انہیں باہر لائی اور ایک سال تک مریض رہے اور پھر گھر میں ہی وفات پائی۔
- ۱۷ جناب خلاس بن عمر والازدی
- ۱۸ جناب نعمان بن عمرو۔ یہ خلاس کے بھائی تھے۔ یہ دونوں گوفنی تھے اور حضرت علیؑ کے صحابی تھے بلکہ خلاس تو حضرت علیؑ کے کمانداروں میں سے ایک تھے۔
- ۱۹ جناب سوار بن ابی عمیر، یہ پہلے حملہ میں محروم ہوئے اور شہداء میں پڑے تھے، ان کو قید کیا گیا اور ابین سعد کے پاس لے گئے۔ عمر سعد نے حکم دیا اسے قتل کر دیا لیکن ان کی قوم نے ان کی سفارش کی، اس طریقہ پر ان کی جان فتح گئی لیکن قید میں محروم تھے اور جھٹے ماہ کے بعد وفات پا گئے۔
- ۲۰ جناب موقع بن شامہ۔ یہ بھی زخمی ہو کر مقتولین میں گرفتے تھے، ان کی قوم انہیں کوفہ لائی اور چھپا دیا لیکن ابین زیادگو اطلاع مل گئی۔ اس نے قتل کا حکم دیا لیکن ان کی قوم نبی امسد نے سفارش کی تو وہ قتل سے بچ گئے۔ البته سخت قید میں رہے بلکہ زارہ نامی مقام جو عمان میں تھا، پر جلاوطن کر دیا اور شدید زغموں کی وجہ سے مریض ہو گئے اور ایک سال بیماری اور عالمِ غربت میں جان جان آفرین کے پرد کر دی۔

- ۱۱) جناب عمار بن سلامۃ الدالانی الہمدانی۔ یہ اصحاب امیر المؤمنینؑ مکہ حضرتؐ کے مجاہدین میں سے تھے
- ۱۲) جناب زاہر جو عمر و بن الحسنؑ کے غلام تھے۔ یہ محمد بن سنان کے جدا مجدد تھے اور ۶۰ ہجری میں حجؑ سے مشرف ہوئے اور وہاں سے امام حسینؑ کی صحابیت میں آگئے اور حملہ اولیٰ کے شہداء میں شامل ہو گئے۔
- ۱۳) جناب جبلہ بن علی الشیعیانی جو کوفہ کے بہادروں میں سے تھے۔
- ۱۴) جناب مسعود بن الحجاج ائمہ
- ۱۵) جناب عبدالرحمن بن مسعود بن حجاج۔ یہ اور ان کے باپ شجاع اور جانے پہچانے تھے۔ یہ دونوں کربلا میں ابن سعد کے ساتھ آئے تھے۔ دونوں ابن سعد سے اجازت لے کر امام حسینؑ کو سلام کرنے آئے لیکن ان کا سلام کرنا ان کے لیے سعادت مند ثابت ہوا اور یہ امام حسینؑ کی خدمت میں ہی رہے اور پہلے جملے کے شہداء میں شامل ہو گئے۔
- ۱۶) جناب زہیر بن بشرا حنفی
- ۱۷) جناب عمار بن حسان بن شریح الطائی جو مخلص شیعہ تھے اور امام حسینؑ کے ساتھ مکہ سے کربلا تک رہے۔ حسان اصحاب علیؑ سے تھے اور صفتیں میں شہید ہوئے اور یہ عمار حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔
- ۱۸) جناب مسلم بن کثیر ازدی کوفی تابی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے تھے اور کسی جنگ میں ان کے پاؤں پر رخم آگیا تھا۔ یہ کوفہ سے آئے اور کربلا میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور روزِ عاشور پہلے جملہ کے شہیدوں میں شامل ہو گئے۔
- ۱۹) جناب زہیر بن سیم ازدی، یہ وہ بزرگ ہیں جو فہرست امام عالی مقام میں ملحق ہوئے ہیں۔
- ۲۰) جناب عبد اللہ بن یزید شہبیط
- ۲۱) جناب عبد اللہ بن یزید شہبیط
- ۲۲) جناب جندب بن حجیر کندی خوارانی۔ یہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے صحابی تھے۔
- ۲۳) جناب جنادہ بن کعب النصاری۔ یہ مکہ سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ امامؑ کے ساتھ شامل ہوئے۔
- ۲۴) جناب سالم بن عمرو۔
- ۲۵) جناب قاسم بن حسیب ازدی
- ۲۶) جناب بکر بن حی ائمہ
- ۲۷) جناب جوین ابن مالک ائمہ

- ۱۳ جناب امیہ بن سعد الطائی
- ۱۴ جناب عبد اللہ بن بشر، جو مشہور بہادروں میں سے تھے۔
- ۱۵ جناب شری بن عمرو
- ۱۶ جناب جوان بن بدر بصری۔ یہ مسعود بن عمر کا خط بصرہ سے لائے تھے۔
- ۱۷ جناب قعب بن عمرو نمری بصری
- ۱۸ جناب عائز بن مجیع بن عبد اللہ عائذی۔ ان کے علاوہ امام حسینؑ کے دل غلاموں نے شہادت نوش کی اور دو غلام حضرت امیر المؤمنینؑ بھی اسی حملہ میں شہید ہوئے۔ ان کے اسماے گرامی درج ذیل ہیں:
- ۱۹ جناب اسلم بن عمرو۔ یہ امامؑ کے کاتب تھے۔
- ۲۰ جناب قارب بن عبد اللہ دکلی۔ ان کی ماں امامؑ کی کنیز تھیں۔
- ۲۱ جناب مجیع بن سہم جو امام حسینؑ کے غلام تھے اور حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے۔
- ۲۲ جناب سعد بن احرث، یہ حضرت علیؑ کے غلام تھے۔
- ۲۳ جناب فخر بن ابی نیزر۔ یہ بھی حضرت علیؑ کے غلام تھے اور ان کے والد مولا امیر المؤمنینؑ کے پانچ میں کام کرتے تھے۔
- ۲۴ جناب حرب بن مخان۔ یہ حضرت حمزہ سید الشہداء کے غلام تھے۔
- ۲۵ جناب اشعف بن سعد
- ۲۶ جناب قمیں بن ریح
- ۲۷ جناب سعد بن ریح
- ۲۸ جناب عبد اللہ بن ربی وجاشہ
- ۲۹ جناب محمد بن مقداد
- ۳۰ جناب سلیمان
- ۳۱ جناب کرش بن رہیم

لشکرِ اسلام پر لشکرِ کفر کا دوسرا حملہ

محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں: فَمَا يَقْيَ من أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَحَدٌ إِلَّا أَهْبَأَهُ مِنْ سَهَامِهِمْ

”پہلے حملہ کی یلغار کی وجہ سے اصحابِ حسینؑ سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے لشکرِ کفر کا کوئی تیر نہ لگا ہوا رہ زخمی نہ ہوا ہو۔“ چونکہ امامؑ کے لشکر کی تعداد کم تھی لہذا شہدا کی شہادت بہت نمایاں تھی لیکن لشکر کوفہ کی تعداد بہت زیاد تھی اس لیے ان کے کثیر تعداد میں متولیین کے باوجود ان متولیین کی کمی نمایاں تھی۔

جو اصحابِ امامؑ پانی فیض گئے تمام زخمی، تھکے ماندے، پیاسے تھے لیکن اس کے باوجود کمال قوت سے خیام کے آگے دوسری مرتبہ صفت بستہ ہو گئے۔ اپنے میمنہ اور میسرہ کو آراستہ کیا۔ اس طرف لشکر ابن سعد نے پہلے حملے کے بعد صرف گھوڑوں کو پانی پلایا، اپنی زردہ اور اسلوک کو صاف کیا اور گھوڑی سی دیر کے بعد پانی وغیرہ پی کر انھوں نے بھی دوبارہ اپنی صفائی میں مرتب کیں اور خیام کی طرف کی پیاری سے آئے والے سیلانی ریلے کی طرح یہ لشکرِ کفر برہمنے لگا اور شیر اندازی شروع کر دی۔

مرحوم شیخ صدوق اپنی امامی میں لکھتے ہیں: اس دن امام حسینؑ کا سن مبارک ستاون سال سے زیادہ تھا۔ حضرتؐ نے اس ناگفتوں پہ حالت میں اپنی ریش مبارک کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور بدعا کی جس میں بتایا کہ چند مرتبہ خدا کا غصب مخلوق پر بہت شدید تھا۔

غَضَبَ اللَّهُ عَلَى الْيَهُودِ حَيْنَ قَالَ حَذِيرُ ابْنُ اللَّهِ فَضَبَ اللَّهُ عَلَى النَّصَارَى حَيْنَ قَالُوا
الْمَسِيحُ بْنُ اللَّهِ وَأَشْتَدَّ غَضَبَةُ عَلَى هَذِهِ الْعَصَابَةِ الَّذِينَ يُرِيدُهُ قَتْلَ ابْنِ نَبِيِّهِمْ
”ایک مرتبہ اس وقت اللہ غضب ناک ہوا جب یہود نے عزیر کو ابن اللہ کہا۔ پھر اس وقت غضبناک ہوا جب نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے اور آج تو اللہ کا غصب شدید ہے کہ یہ قوم اپنے خیبر کے بیٹے کو قتل کر رہی ہے۔“

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں لکھا ہے کہ اس دوران میں تنی قسمیں کا ایک ناپاک شخص عبداللہ بن خوزہ ابن سعد کے لشکر سے کلا اور امام حسینؑ کے خیام کی طرف روانہ ہوا۔ پیچھے سے ابن سعد کے لشکر نے اسے آوازیں دیں اور کہا: عبداللہ موت کی طرف کیوں جاتے ہو؟ کیا اپنی شجاعت پر نماز ہے کہ اس طرح بے پروا جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: اپنی آقدم علی رَبِّ رَحِيمٍ وَشَفِيعٍ مُطَاعٍ امامؑ نے پوچھا: یہ شخص کون آرہا ہے؟ عرض کیا گیا: یہ عبداللہ بن خوزہ ہے۔ حضرتؐ نے سرآسمان کی طرف اٹھایا اور بارگاہِ الہی میں بدعا کی: اللَّهُمَّ جَرِّهُ إِلَى النَّارِ ”میرے اللہ! اس سرگش کو جہنم میں ڈال وسے۔“ ابھی امامؑ کی بدوعا کمکل نہ ہوئی تھی کہ اس کا گھوڑا کو دا اور چلاںگ لگائی تو یہ ناپاک خلک نہر میں سرگوں

ہو گیا لیکن اس کیفیت سے کہ اس کا بایاں پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا اور دایاں پاؤں ہوا میں تھا جب کہ اس کا چہرہ لٹک رہا تھا۔ اس کا گھوڑا کو دتے ہوئے اس کے سر، چہرے اور شکم میں اس قدر پاؤں مار رہا تھا کہ اس کے سر، چہرے اور شکم کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اسی اثناء میں جناب مسلم بن عوجہ نے اس کی کمر پر تکوار سے ضرب ماری اور اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ لشکرِ کوفہ نے امام کی بدعا کے ذر سے پھر اس وقت کوئی جارت اور بے محنتی نہ کی اور کسی کو میدان میں قدم آگے بڑھانے کی طاقت نہ رہی۔

عمرو بن سعد نے جب لشکر کی یہ حالت دیکھی تو غصباں کو کر لشکر کو گالی بکنے لگا اور کہا: امام سے جنگ کرنے آگے کیوں نہیں بڑھتے اور میدان میں کیوں نہیں نکلتے؟ کیا اس قلیل لشکر سے جو تمام رُخی، بھوکے اور بیساے ہیں، سے ڈرتے ہو؟ لشکرِ کفر ابن سعد کی ترغیب اور تحریک سے حرکت میں آیا اور امام کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عمرو بن جاجع سردار میمنہ نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ امام کے لشکر کے مینہ پر حملہ کر دو۔ امام کے لشکر کے مینہ کے سردار ڈیپر بن قیس تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر اسی طرح لشکرِ کفر نے ہمارے اور پر حملہ کر دیا تو ایک لمحے میں ہمارا لشکر شہید ہو جائے گا، تو بہتر سمجھا کہ خود اور دیگر تمام ساتھی گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہو کر آگے کے بڑھیں اور اس لشکر کو روکیں۔

پس اس فرمان پر سب سوار اُترے اور نیزے لے کر دشمنوں کے آتے گھوڑوں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جوں ہی گھوڑے نزدیک آئے تو گھوڑوں کی آنکھوں میں نیزے مارے جس کی وجہ سے گھوڑے رُک گئے اور آگے نہ بڑھ سکے۔ اس ترکیب سے دونوں لشکرِ حیران ہوئے کہ یہ کیسی تدبیر ہے کہ اس قلیل تعداد نے لاکھوں کے لشکر کو روک لیا ہے۔ علامہ قزوینی نے ریاض الاحزان میں لکھا ہے کہ یہ تدبیر جنگوں کی تاریخ میں عجیب و غریب ہے جو ڈیپر نے اپنی اور آنٹک ایسی تدبیر نہ کی نے سنی تھی اور نہ دیکھی۔

اس رُجل سے عمرو بن جاجع کسی مانگزیدہ کی طرح اچھلا اور بلند آواز سے لشکر کو آواز دی: اے بے غیر تو! مجھے اور خود کو ذلیل و خوار کر دیا ہے، یہ بہت قلیل جماعت ہے ایک ہی حملہ سے ان کو گھوڑوں کے ستموں میں روند سکتے ہو، کیوں رُک گئے ہو، حملہ کرو۔

اس لشکرِ کفر نے دوبارہ اپنے گھوڑوں کو بھیز لکھا ہا کہ گھوڑے آگے بڑھیں لیکن گھوڑے ایک قدم بھی آگے نہ اٹھاتے تھے اور اسی حالتو وحشت میں آرام سے کھڑے تھے۔ عمرو بن جاجع دوسرا مرتبہ پھر شرمندہ ہوا اور اس کے دماغ سے تکبر اُز گیا اور کمالِ ذلت سے میدان جنگ سے واپس چلا گیا اور اپنے لشکر کو بھی واپس روانہ کیا۔

مروم مندرجہ فرماتے ہیں کہ جوں ہی لشکرِ کفر نے امام کے لشکر کی طرف پشت کی اور عقبِ شنی کی تو اصحابِ حسین نے

اس فرصت سے فائدہ اٹھایا اور نیزوں کو زمین پر چینک دیا اور کمانوں میں تیر لگائے اور واپس جاتے ہوئے لشکر کفر پر تیروں کی بارش برسادی اور کافی لشکر یوں کو جہنم میں پہنچا دیا، جب کہ باقی لشکری اپنے لشکر میں شامل ہو گئے۔ ادھر اصحاب حسین اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وقار و عزت سے اپنی صفائی کو دوبارہ منظم کر لیا۔

جناب خُر کا مکار قوم کو وعظ و نصیحت کرنا اور بھائی پر اثر

جب دوسرے جملے کے بعد میدان میں سکون اور آرام ہوا اور دونوں لشکروں نے اپنی صفوں کو پھر مرتب کیا تو خُر اپنے گھوڑے سے اترے اور مرکب کا نگہ کھینچا اور پھر خشم آلو دشیر کی طرح سوار ہوئے اور جلدی سے دنیا و آخرت کے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”میں قربان جاؤں، میں ایک شرمندہ اور رو سیاہ بندہ ہوں کہ سب سے پہلے آپ کا راستہ میں نے روکا تھا اور یا بیانوں میں غیر معروف راستوں پر آپ کو چلنے پر مجبور کیا اور مقام پر چلتی کی کہ یہاں رکیں۔ اب میں اپنے اس نرے کردار پر شرمندہ ہوں۔“

اے فرزندِ غیرِ اخدا کی قسم امیں نہیں جانتا تھا کہ آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا، مجھے معاف کر دیں اور اجازت دیں کہ اپنے سر کو آپ کے قدموں میں رکھ دوں کہ شاید میری گنوئی ہوئی عزت واپس آجائے۔ یہ کہہ رہے تھے اور آنسو برادر جاری تھے اور ایسے زار و قطار رورہے تھے جیسے ساون کے بادل کی بارش کے قطرات ہوتے ہیں۔

امام نے فرمایا: اے خُر! تم ہمارے مہمان ہو، ابھی تمہاری تھکان بھی دو رہیں ہوئی ہوگی۔ گھوڑے سے اتر آؤ اور آرام

کرو۔

خُر نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، مجھے زیادہ شرمندہ نہ کریں۔ کاش میرا نام و نشان اس صفوٰہستی سے مت جانتا اور یہ عمل مجھے سے سرزد نہ ہوا ہوتا۔ مجھے اب اجازت دیں کہ ابھی میدان میں جاؤں۔

بنابر روایت ابوف خُر نے عرض کیا: اے فرزندِ رسول! میں پہلا شخص ہوں جس نے آپ کے خلاف خروج کیا لہذا میری خواہش اور التماس ہے کہ مجھے میدان جانے کی اجازت دیں تاکہ میں پہلا شخص شمار ہوں جو آپ کے قدموں میں شہید ہو۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں: جناب خُر کا اس مقصد سے کہ میں پہلا شہید شمار ہوں، مراد یہ تھا کہ مبارزہ طلبی کرنے والوں سے پہلا شخص ہوں اور شہید ہو جاؤں ورنہ جملہ اولی میں امام کے مچین چھپن ساتھی شہید ہو چکے تھے اور جناب خُر ان کو جانتے تھے جناب خُر کے پار پار التماس اور خواہش کرنے کے بعد حضرت امام حسین نے ایک سختی سائنس لی اور روئی آنکھوں سے

خُر کو اجازت دی۔ جب اذن جہاد ملتویہ شجاع، دلیر اور بہادر شخص اپنی خوش قسمی اور خوشحالی کو سنچال نہ سکتا تھا۔ تیزی سے میدان میں آئے اور اپنے مرکب کو جولان دی۔ دونوں لشکر خر کو دیکھنے میں مشغول تھے کہ اس رسید دل اور نے دل کی گہرائیوں سے ایک گرج دار نعرہ لگایا اور اپنا نام و نسب بیان کیا اور بادا ز بلند بار بار یہ جملہ دہراتا رہا کہ میر امیر ہے تو صرف حسین۔

امیری حسین و نعم الامیر - لَهُ لِمَعْهُ كَالسَّرَّاجُ الْمُنِير

پھر فرمایا: اے اہل کوفہ تمہاری ماں میں تمہارا غم منا میں اور ان کے آنسو ہمیشہ جاری رہیں۔ اے ملائیں! کیا تم نے اس نیک، صالح، شاہستہ بزرگوار کو پہلے دعوت دی۔ جب وہ تمہارے علاقہ میں آئے تو ان کو تباہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ تمہارے دعوے تو یہ تھے کہ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ اب یہ کیا انصاف ہے کہ لشکر لے کر آگئے ہو اور ان کو قتل کرنا چاہتے ہو اور ان کے اطراف میں ٹپے جانے کے راستے بند کر رکھے ہیں؟؟ اُنہیں اپنے وطن کی طرف اور نہ کسی اور طرف جانے دیتے ہو۔ اے بے وفا لوگو! اس سے بولا ظلم کون سا ہو سکتا ہے کہ جس پانی سے حیوان اور بیہود و محوس سیراب ہو رہے ہیں لیکن ساتھی گوڑا اور ان کی آں پر پانی بند کر دیا ہے اور اولاد رسولؐ کا خون بہانے جارہے ہو۔ تم بہت غلط راستے پر چل نکلے ہو، خدا تمہیں روز قیامت سیراب نہ کرے اور این سعد بر باد ہو کہ اولاد رسولؐ کا خون بہانا چاہتا ہے۔

جب جناب خُر کا کلام یہاں تک پہنچا تو فَحَمَلَ عَلَيْهِ رَجَالٌ يَرْمُونَهُ بِالنَّبَلَةِ تو این سعد کے لشکریوں نے تیر کی بارش برسا دی۔ جناب خُر نے امام اور اصحاب باوقا کی تفہیقی پر بہت اُوچی آواز سے گریہ کیا۔ اپنے خطی نیزے کو ہاتھ میں سنچال کر گھوڑے کو ایسا تازیہ لگایا کہ گھوڑا اپنے لشکر میں جاگا۔

اکی دوران میں جناب خُر کے بھائی مصعب بن یزید بھی وہ لشکر کفر سے لکھا اور گھوڑا دوڑا کر جناب خُر کے پاس آپنپا۔ لشکر کفر نے بھی سمجھا کہ مصعب جناب خُر سے جنگ کرنے جارہے ہیں لہذا تمام گروہیں لمبی کر کے فور سے دیکھنے لگے۔ جناب خُر اپنے سگ بھائی کے قریب آنے سے پریشان ہوئے اور چھرے کارنگ زرد ہو گیا کیونکہ اسے کبھی یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ میرا بھائی مجھ سے لڑے گا لیکن جوں ہی مصعب جناب خُر کے سامنے آئے تو اپنے گھوڑے سے اترے اور بھائی کے پاؤں پر منہ رکھ کر رکابوں کو بو سہ دیا اور عرض کیا:

اے بھائی جان! تم دونوں جہاؤں میں سرفراز ہو کہ میری ہدایت کا باعث بن گئے اور مجھے راہ راست پر لانے کا سب بنے۔ نیز مجھے لشکر خدا میں شامل کر دیا تاکہ بھائی جدائہ ہو سکے۔ خدا کی قدم! اگر زمین اور آسمان سے مجھ پر تیر و شمشیر کے وار ہوتے رہیں تو بھی میں آپ سے جدائہ ہوں گا۔

جناب خُر نے خوش ہو کر بھائی کو گلے لگایا اور گھوڑے پر بیٹھے ہوئے بھائی کی پیشانی پر بو سہ دیا اور فرمایا: اب تم میرے

ساتھ ہو جاؤ اور ہم لکر اس بے حیا شکر سے جہاد کریں کیونکہ ان کا فروں سے جہاد اور اس راہ میں قتل ہو جانا موحّد سعادت اور سچائی ہے۔

صعب نے عرض کیا: آپ جو فرمائیں گے میں اطاعت کروں گا البتہ میرا دل چاہتا ہے کہ شہادت سے پہلے بے مثال جمال حسینی کی زیارت کروں۔ مجھے ان کی خدمتِ اقدس میں لے جاؤ تاکہ ان کی قدم یوسی کرلوں اور اپنی تقصیروں کی معافی مانگ لوں۔ جنابِ خُر نے قبول کیا اور بھائی صعب کو کائنات کے سلطان کی خدمت میں لے آئے۔ جب حضرت کی خدمت میں پہنچ تو فوراً صعب نے اپنے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا اور پھر دوڑ کر حضرت کے قدموں پر بوسے دیئے۔ جنابِ خُر امام کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنے بھائی صعب کی تقصیروں کی معافی مانگی۔

حضرت امام نے خُر کی تحسین و آفرین کی اور صعب کی تقصیریں معاف کر دیں اور دونوں بھائیوں کے حق کی طرف آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس بنا پر جنابِ خُر کے میدانِ کارزار میں وعظ و نصیحت کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک اور شخص یعنی خُر کا بھائی بھی را حق پر آگئے۔

جنابِ خُر کا اپنے بیٹے کو میدان میں بھیجننا اور بیٹے کی شہادت

مقتل ابو الحسن میں ہے کہ جنابِ خُر نے جہاد کی اجازت مانگی اور حضرت نے اجازت دی تو جنابِ خُر نے اپنے بیٹے علی سے کہا: اے بیٹے! ان ظالموں پر حملہ کرو اور اپنی جان امام حسین پر قربان کرو۔

علی نے قبول کیا اور خطی نیزہ ہاتھ میں لیے مرکب پر سوار ہو کر شکر کفر کی طرف روانہ ہو گیا۔ خُر اپنے بیٹے کی جگہ دیکھتا رہا کہ اس کا بیٹا شیر غریان کی طرح ان لومڑی صفت انسانوں پر حملے کر رہا تھا۔ کبھی ان کے میمنہ پر اور کبھی ان کے میسرہ پر جس طرف بھی رخ کرتے تھے ان پست فطرت لوگوں کی لاشیں ایسے گرتی تھیں جیسے فزان کے موسم میں ہوا سے درختوں کے پتے گرتے ہیں۔ اس لڑائی میں علی نے اپنے نیزہ سے ۲۳۰ لوگوں کو جہنم کے حائل کر دیا۔ پھر کسی کو ان کے سامنے آنے کی ہر اُت نہ ہو رہی تھی۔ وہ شجاع اور دلیر میدان میں گھوڑے کو جولان دے رہا تھا اور مبارزہ طلبی کر رہا تھا۔ جو شخص بھی ان ناپاک لوگوں سے اس کے مقامِ لکھتا تو فوراً بے دھڑک ہو کر توک نیزہ سے اسے زمین پر پچھاڑ دیتا تھا اور بعض اوقات ایسا زمین پر گرا تاکہ اس کی ہڈیاں تک ٹوٹ جاتیں۔

ابو الحسن کے مقل کے مطابق اس میدانِ شجاعت کے شیر جوان نے ستر نفر این سعد کے قتل کیے اور باقی کوئی شخص مقابله کے لیے نہ لٹکا۔ یہ جوان واپس محض مبارک امام میں آیا اور عرض کیا: مولا! اب ہم سے راضی ہیں؟

امام نے فرمایا: خاتم سے راضی ہے۔ پھر حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اللہمَ إِنِّي أَسْتَلُكَ أَنْ تَرْضِيَ عَنْهُمَا فَكَلَّا رَأْضِيَ عَنْهُمَا ”خدایا! ان باب بیٹے پر راضی ہو جا، میں تو ان پر راضی ہوں۔“

پھر خونے بیٹے کو حملہ کرنے کا کہا اور خود بھی ساتھ گیا۔ دونوں نے اپنے آپ کو قلب لشکر میں ڈال دیا اور قلب لشکر کو دونوں باب بیٹے نے تبرکر کر دیا اور مینہ میں محلی مجاہدی۔ پھر میرہ پر حملہ کیا تو اس میں افراتقری پا کر دی۔ مختصر یہ کہ لشکر اب سعد کو آگ لگادی اور تھوڑے سے وقت میں دوسو نفر کو جہنم میں پہنچا دیا۔

جناب حُر کے فرزند حملہ کرتے وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

أَنَا عَلَىٰ وَإِنَا بِالْحُرْ أَفْدَى حُسَيْنًا مِنْ جَهَنَّمِ الظَّرِ

أَرْجُو بِذَلِكَ الْفُونَرَ يَوْمَ الْحُشْرِ - مع النَّبِيِّ وَالْأَقَامِ الطَّهْرِ

”میں علی ہوں اور فرزندِ حُر ہوں۔ ہر شکل اور ہر تنقیف کے باوجود حسین پر جان قربان کروں گا۔“

اس کے بدلتے قیامت کو کامیابی ملے گی اور نبی و امام کا ساتھ ہوگا۔“

پھر خونے بیٹے نے حملہ کیا اور لشکر میں گھس کر ایسا حملہ کیا کہ پچاس بہادروں کو جہنم واصل کر دیا۔ لشکر اس کے آگے سے فرار کر رہا تھا۔ یہ واپس آنے لگا کہ حُر سے ملاقات ہو گی۔

حُر نے کہا: کہاں جاتے ہو واپس آؤ حملہ کرو اور سعادتِ ابدی حاصل کرو۔

علی نے دوسرا سخت حملہ کیا اور حملہ کرتے کرتے تھک گیا، پیاس اور بھوک نے اسے مزید جگ کرنے سے روک دیا۔ اب لشکر کفر نے دیکھا کہ وہ تھک چکا ہے اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے ڈھال ہے کہ اچاک سب نے یکبارگی اس پر حملہ کر دیا۔ ہر شخص نے وار کیا۔ کسی نے توک نیزہ سے، کسی نے تلوار سے، کسی نے گرز اور عمود سے غرض علی پر اس قدر ضریبیں لگائیں کہ بدن لٹکنے لکھنے ہونے لگا۔

علی نے کوشش کی کہ اپنے آپ کو باب تک پہنچائے لیکن دشمنوں میں گھر چکا تھا، اس لیے باؤز بلند کہا: یا البتہ ادِر کنی ”بابا میری مدد کرو“۔ میں دشمنوں میں پھنس چکا ہوں۔ جب علی کی آواز بہتاب حُر کے کانوں میں پہنچی تو حُر اور اصحاب علی کی مدد کو جانے لگئیں ان کے پہنچنے سے پہلے علی کے ہونے کو تکمیل اور نیزوں سے چھلنی کر دیا گیا اور سر کاٹ کر نیزہ پر سور کر دیا۔ جب حُر نے بیٹے کا سر نیزہ پر دیکھا تو کہا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ لَمْ تَمْ تَجَاهِلًا وَاسْتَشْهَدَتْ بَيْنَ يَدَيِ الْحُسَيْنِ ”خدا کا شکر ہے کہ تم دنیا سے بے دین اور جاہل نہیں گئے بلکہ امام حسین کے سامنے شہادت کی منزل پر فائز ہوئے۔“

جنابِ خُرکی شہادت

جنابِ خراپنے بیٹھی کی شہادت کے بعد خلوصِ دل سے سلطانِ عالمین کے پاس آئے، سر جھکائے، اذنِ جہاد مانگا۔ امام نے اجازت دی اور وہ میدان کی طرف روانہ ہو گئے اور اصحابِ حسینؑ میں ان جیسا کوئی بیدار اور شجاع کوئی نہ تھا کیونکہ انہوں نے شجاعت کے وہ جو ہر دکھائے کہ عقولِ جیران رہ گئیں۔ جنابِ خر کے بارے میں اربابِ مقابل نے لکھا ہے کہ وہ ابن زیاد کے سالار تھے اور تمام شیخوں سے شجاع اور نامور تھے۔ ایسے شجاع تھے کہ تن تھا ایک ہزار گھنٹ سوار کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ پس پر شجاع اجازت لے کر لٹکر کفر پر اس کیفیت سے چمٹا اور ہوئے کہ دونوں لشکروں کے ہوش اُڑ گئے کہ کون لڑ رہا

مرحوم ملا حسین کاشنی نے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ جب عمر بن سعد نے جانبِ حُرَّ کے اس جلال اور عظمت کو دیکھا تو اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا کیونکہ وہ حُرَّ کی شجاعت کو اچھی طرح جانتا تھا، لہذا پریشان ہو کر عصوان بن حظله جو عرب میں شجاع شمار ہوتا تھا، سے کہا کہ جاؤ اور حُرَّ کو فتح کرو اور نرمی سے بات کر کے اسے ہماری طرف لے آؤ ورنہ ان سے جنگ کرو اور ان کے سر گوتی سے جدا کر کے لاؤ۔

صفوان نے خود کو جناب خُر کے پاس پہنچایا اور کہا: اے خُرا! آپ تو عقل مند اور صاحبِ دل شخص ہیں اور سب سے بڑے مبارز ہیں، آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ یہ زید کو چھوڑ کر حسینؑ کی طرف چلے جاؤ۔

جانبِ خُر نے فرمایا: اے صفوان! تجوہ جیسے عقلِ مند اور سمجھ دار سے اس قسم کی بات عجیب ہے کیا تم نہیں جانتے کہ یہ زید
نیپاک خالم اور فاسق و فاجر ہے۔ اور زام حسین پاک و پاکیزہ ہیں جن کی ماں کی شادی بہشت میں ہوئی اور جو بنتیں خود ان
کے گھوارے کی ڈوری ملانے والا تھا اور پیغمبر ان کو اتنی خوبصورتی تھے۔

صفوان نے کہا: میں یہ تمام باتیں جانتا ہوں اور بہت زیادہ آگاہ ہوں لیکن دولت اور مقام و منصب یزید کے ساتھ رہنے میں میرے ہے۔ ہم سپاہی ہیں اور مال، منصب اور مرتبہ کے خواہش مند ہیں۔ تقویٰ و طہارت اور علم فضیلت ہمارے کیا کام آئیں گی؟

جنابِ حُر نے فرمایا: اے خاکسارِ حق کو پہچانتا ہے اور اس پر پردہ ڈالتا ہے۔ صفوان کو غصہ آیا اور نیزہِ حُر کے سینے میں مار دیا۔ پھر جنابِ حُر نے نیزہ مارا۔ کافی مرتبہ ردو بدل کے بعد صفوان کا نیزہ ٹوٹ گیا اور حُر نے پوری گرمی اور جوش سے اس کے سینے میں نیزہ مارا کہ ایک گز کی مقدار کے مطابق اس کی پشت سے نیزہ نکل آیا۔ پس اس نیزے سے وہ زین پرندہ بیٹھ کر اور شیخ گرا۔ دونوں لشکر دکھر رہے تھے کہ وہ زمین پر لائے زور سے گرا کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں سے

آوازیں بلند ہوئیں۔

صوفان کے تین بھائی تھے، اس کے قتل ہونے کے بعد ان تینوں نے جنابِ خُر پر حملہ کر دیا تو جنابِ خُر نے گرج دار غرہ بلند کیا اور عظمتِ خدا کو یاد کیا، اللہ اکبر کہا اور ایک کے کمر بند سے کپڑا اور زمین پر مارا اور ایسا زمین پر مارا کہ اس کی گردن لوث گئی۔ اب دوسرے کے سر پر ایسی تکوار کی ضرب لگائی کہ سینہ تک چیڑ کر رکھ دیا۔ تیسرا بھائی بھاگا تو جنابِ خُر نے اپنے ڈکار کو بھاگنے میں کامیاب نہ ہونے دیا اور ڈکاری کی طرح اس کی پشت میں ایسا زور سے نیزہ مارا کہ نیزے کی نوک سینہ پر کینہ سے نکل آئی۔ وہ بھی جہنم واصل ہوا۔ پھر خُر نے امام حسینؑ کی طرف رُخ کیا اور بلند آواز سے عرض کیا: میرے آقا! اب مجھے بخش دیا ہے، اب مجھ پر راضی ہو؟

امامؑ نے فرمایا: نعم آنت خُر کیا سیستک اُمُلک ”ہاں میں راضی ہوں تو ویسے ہی خُر جیسے تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے“ تم جہنم کے عذاب سے آزاد ہو۔

جب جنابِ خُر نے امام حسینؑ کی طرف سے یہ بشارت سنی تو بہت خوش ہوئے اور جنگ کی تحکماں دُور ہو گئی اور تازہ دم ہو کر پھر حملہ آور ہوئے۔ آپ جس طرف حملہ کرتے کشتوں کے پیشے لگاتے جاتے تھے اور جس طرف رُخ کرتے تھے سواری سواری کے زمین پر گر جاتے تھے۔ اسی دوران میں ایک پیادہ شخص آیا اور اس نے خُر کے گھوڑے کو رُخی کر دیا تو خُر نے پیادہ جنگ شروع کر دی اور ہر طرف برادر حملہ کر رہے تھے۔

جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ خُر پیدل لڑ رہے ہیں تو تازہ گھوڑا بھجا جس پر سوار ہو کر پھر خُر نے جولان دی اور جو لٹکر آپ پر اُمُلک آیا تھا اسے دُور کیا اور متفرق کر دیا۔ ابھی خُر چاہتے تھے کہ امام حسینؑ کی زیارت کو آئیں تو اسی وقت ہاتھ فیضی کی آواز آئی: اے خُر! آگے آؤ، حوریں تیرے جنت میں آنے کی منتظر ہیں اور جلدی شہادت حاصل کرو۔ پس خُر نے امام حسینؑ کی طرف رُخ کیا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! آپ کی جد کے قریب جا رہا ہوں اگر کوئی پیغام ہو تو میں پہنچا دوں گا؟

امام حسینؑ نے روکر فرمایا: اے خُر! خوش رہو ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

جوں ہی امامؑ نے یہ جملہ فرمایا تو اصحاب کی آہ وزاری بلند ہوئی۔ خُر نے اپنے آپ کو لٹکر کفر میں ڈالا اور اس قدر جنگ کی کہ نیزہ لوث گیا، پھر جنابِ خُر نے تکوار چلائی جس کے سر پر تکوار ماری اسے سینے تک چیڑ دیا اور جس کو کمر میں تکوار ماری اس کے دو گھوڑے کر دیئے۔ کبھی میمنہ پر اور کبھی میسر پر ٹکڑے گئے ہیں۔ پورے لٹکر کو متفرق کر دیا اور لڑتے لڑتے ابن سعد سالار لٹکر کے قریب پہنچ گئے تاکہ اس پر چم دار کفر کے دو گھوڑے گھوڑیں کہاچاک شر نے آواز دی کہ اے سپا ہیو! اہم کرو، خُر کو گھیر لو اور ان کو یہاں سے نکلنے نہ دو۔ پس لٹکر نے یکبارگی حملہ کیا اور غلبہ کیا اور جنابِ خُر کو کافی زخم لگائے۔ خُر ان کے درمیان جوش و

خروش سے لڑتے رہے اور شجاعت کے جو ہر دکھاتے رہے کہ اچانک قصورہ بن کنانہ نے چھپ کر خُر کے سینے میں نیزہ مارا جو سینہ میں پیوسٹ ہو گیا۔ جناب خُر جنگ میں گرم تھے، اپنے زخموں کا خیال تک نہ تھا۔ جب قصورہ نے یہ ضرب لگائی تو قصورہ کے سر پر توار ماری جس نے اس کے سینے تک چیر دیا اور وہ قصورہ گھوڑے سے گرا اور خُر بھی کافی خون بہہ جانے کی وجہ سے زین پر سُنجل نہ سکے اور گرتے ہوئے نهر لگایا۔ یاَبَنَ رَسُولِ اللَّهِ أَدْرِكَنِي۔

امام حسین گھوڑے پر سوار ہوئے اور خُر کو لشکرِ کفر سے نکال کر اپنے لشکر کے سامنے لے آئے اور گھوڑے سے اترے اور بیٹھ گئے۔ پھر خُر کے سر کو جھوٹی میں لیا اور چہرے پر مجھے گرد و غبار کو اپنی آشین سے صاف کیا۔ اس وقت تک خُر میں رمن جان باقی تھی، آنکھیں کھولیں تو اپنے سر کو امام کی جھوٹی میں دیکھا اور مسکرا کر عرض کیا: اے فرزید رسول! اکیا آپ مجھ پر راضی ہیں؟

امام نے فرمایا: میں راضی ہوں اور خدا بھی راضی ہے۔

جناب خُر اس بشارت سے خوش ہوئے اور اسی خوشی میں روح پرواز کر گئی۔ امام حسین نے خُر کی شہادت پر آنسو بھائے اور اصحاب بھی روتے رہے۔ امام نے یہ مرثیہ پڑھا: لِيَعْلَمُ الْحُرُّ خُرُّ بْنُ رِيَاحٍ، صَبُورٌ عِنْدَ مُخْتَلَفِ الرِّياَحِ "یعنی خُر ہو تو خُر بن ریاح کی طرح کہ جو ہر مصیبت پر صابر تھا۔"

پھر فرمایا: خدا کی قسم! تیری ماں نے تیرا نام صحیح رکھا ہے تو دنیا و آخرت میں آزاد ہے۔ جناب خُر کس قدر اچھے جوان تھے میرے اللہ جناب خُر کو رضوانی جنت میں مقام عطا فرم اور حوروں کو ان کا خدمت گزار بنا دے۔

مرحوم سید جزاںی نے لکھا ہے: جب امام حسین کی نظر پاک جناب خُر کی شگافتہ پیشانی پر پڑی کہ جاندے کے فرص کی طرح شگافتہ ہے تو حضرت کو بہت دُکھ ہوا اور اپنی جیب سے رومال نکلا اور خُر کے سر پر باندھ دیا۔

صاحب معالی اسٹبلین نے لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل صفوی نے خُر کی قبر کو دنے کا حکم دیا تاکہ جو رومال امام حسین نے باندھا تھا وہ بطور تبرک اور تمین کھول لیا جائے اور خزانہ میں محفوظ رکھا جائے اور غزووات اور جنگوں میں کامیابی کے لیے اس سے استمداد کی جائے لیکن جوں ہی وہ رومال جناب خُر کے ماتحت سے کھولا گیا تو تازہ خون جاری ہو گیا۔ شاہ اسماعیل نے حکم دیا کہ کوئی اور رومال باندھا جائے تاکہ خون رک جائے لیکن خون بند نہ ہوا۔ کافی رومال بدل کر باندھے گئے لیکن خون بند نہ ہوتا تھا تو مجبوراً وہی رومال جناب خُر کی پیشانی پر باندھ دیا گیا۔ خون فوراً بند ہو گیا۔

مرحوم خاڑی نے لکھا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب خُر کا سر بدن سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔

شہادت مصعب بن یزید ریاضی

جب مصعب نے بھائی کی شہادت دیکھی تو امام سے اجازت لی اور میدان میں گئے۔ لٹکر کفر پر حملہ کر دیا۔ شجاعانہ طور پر لڑتے رہے اور کشید شمنوں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شربت شہادت نوش فرمایا اور اپنے بھائی سے جا ملے۔

جناب حُر کے غلام عروہ کی شہادت

جناب حُر، ان کے بیٹے، اور بھائی کی شہادت کے بعد جناب حُر کا غلام عروہ جذبائی ہو کر میدان میں پہنچا اور جنگ کی، ملعونوں کو فی النار کیا اور اپنے سرداروں کی شہادت کا بدله لیا۔ پھر میدان سے واپس آیا اور امام کے سامنے آیا اور امام کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا: مولانا! مجھے معاف کروں، میں آپ سے اجازت لیے بغیر میدان جہاد میں چلا گیا تھا۔ اپنے سرداروں کی زخمی لاشوں نے مجھے بے اختیار کر دیا، میں جذبائی ہو گیا تھا۔ اب میں معافی یافتگا ہوں اور آپ سے اجازت جہاد مانگنے آیا ہوں۔

امام نے اجازت دی، اذن ملنے کے بعد اس نے گھوڑے کو جو لان دی اور اپنے آپ کو لٹکر کفر میں ڈال دیا۔
اپنے سحد نے حکم دیا کہ اس کا محاصرہ کرو، محاصرہ کر کے لٹکر کفر نے ہر طرف سے وار کیا اور اس کے بدن کے گکڑے گکڑے کر دیے اور وہ منزل شہادت پر پہنچا۔

امام کا تیسرا مرتبہ اتمامِ حجت اور تین امور سے ایک کا اختیار دینا

جناب حُر، ان کے بھائی، غلام اور جناب حُر کے بیٹے کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ دشکنوں کے درمیان آئے اور وعظ و نصیحت کی۔ حضرت نے فرمایا: اے قوم! خدا سے ڈرو، رسول اللہ کا حیا کرو، بے قصور میرا خون نہ بہاؤ، میرے باقی اصحاب کو قتل نہ کرو۔

اے قوم! میں نے جنگ کا آغاز نہیں کیا بلکہ تم نے پہلا تیر میری طرف پھینکا ہے، اور میرا ایک گروہ قتل کر دیا ہے، باقی میرے صحابہ کو خوبی کر دیا ہے، جناب حُر، ان کے بھائی، بیٹے اور غلام کو جو تمہارے لٹکر سے نکل کر میرے ساتھ ملچ ہوئے تھے کو شہید کر دیا گیا ہے لیکن ابھی وقت ہے، فرصت ختم نہیں ہوئی۔ میں تین راستے بتاتا ہوں ایک کو اختیار کرو۔

۱] مجھے راستہ دو میں خود یزید کے پاس جا کر اس سے بات کرلوں گا۔

۲] یا مجھے راستہ دو اور میں حرم خدا یا حرم رسولؐ کی طرف پلٹ جاتا ہوں۔

۳ یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو پانی دے دو۔

اس بے حیا اور بے شرم لشکر نے جواب دیا: جہاں تک پہلا راستہ ہے کہ یزید کے پاس جانے دو تو اس کا بالکل امکان نہیں کیونکہ آپ کی شیریں اور سحر آمیز ہیں، ممکن ہے کہ یزید کو اپنا گروپہ بنالیں اور اس کے ہاتھ سے کل جائیں اور دوبارہ امت میں فتنہ ڈال دیں اور جہاں تک دوسرا راستہ ہے کہ مدینہ یا مکہ پلٹ جاؤں تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ آگروہیں گئے تو کسی لوگ تمہارے پاس جمع ہو جائیں گے اور تم دوبارہ خلافت کا دعویٰ کرو گے اور پھر فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور جہاں تک تیسرا راستہ ہے کہ پانی دے دو تو ہمارا وہی سابقہ ہے کہ جب تک یزید کی بیعت نہیں کرو گے آپ اور آپ کے اہل بیت کو ایک گھوٹ پانی بھی نہیں دیں گے۔

امام علیہ السلام نے ان کے جواب میں ان کی انتہا درجے کی شفاقت دیکھی تو فرمایا: جب ان تینوں راستوں سے ایک بھی اختیار نہیں تو جنگ و قتال میں ایک ایک میدان میں نکلو اور مقابلہ کرو۔

لشکر کفر نے کہا: ہاں! آپ کی یہ بات ہمیں قبول ہے۔

امام نے اپنے لشکر کی صفائحہ اور فرمایا: اے میرے صحابیو! اب مبارزہ ٹھیک کرو اور شجاعت کے جو ہر دکھاو۔

سامر ازوی کا زہیر بن حسان اسدی سے قتل ہونا اور جناب زہیر بن حسان کی شہادت

روضۃ الشہداء اور اس کے بعد ریاض القدس میں ہے کہ پہلا مبارز جو لشکر کفر سے نکلا اور ہل من مُبَارَزہ کا نعرہ لکیا، سامر نامی شخص تھا اور لشکر حسینی سے جناب خر، ان کے بیٹے، بھائی اور غلام کے بعد میدان میں نکلنے والے زہیر بن حسان اسدی تھے۔ سامر نامی غدار مبارز اہن سعد نے بھیجا۔ تیز رو گھوڑے پر سوار، شاہزاد اسلحہ لگائے، گھوڑے کو جولان دی اور اپنا رب جاتے ہوئے اپنا نام بتایا اور ہل من مُبَارَزہ کا نعرہ لگایا۔ جب کہ لشکر حسینی سے زہیر بن حسان نکلے۔ یہ عرب کے بہادروں اور بڑے شہسواروں میں سے شمار ہوتے تھے اور انتہائی تجربہ کرتے اور بہت سی جنگوں میں کامیابی حاصل کی تھی۔

امام علیہ السلام کی قدم بوی کر کے انہوں نے عرض کیا: مولا! جو شخص میدان میں آیا ہے میں اس کو جانتا ہوں بہت بڑا شجاع، بے باک اور شفاک ہے۔ اس لیے مجھے اجازت دیں کہ میں غدار کے لاف گراف کو اپنی تکوار کی جیزی سے ختم کر دوں۔ حضرت نے اجازت عطا کی اور یہ میدان میں آئے۔ آتے ہی سامر کا راستہ روک لیا۔

جونہی سامر نے زہیر بن حسان کو اپنے مقابلہ دیکھا تو کامپ گیا کیونکہ زہیر کی شجاعت کو جانتا تھا اس لیے اس نے صیحت کی کہ اے شہسوار نامارا آپ کیوں میدان میں آگئے؟ کیوں اپنے مال، منال، اہل دعیال کو ضائع کرتے ہو اور بے

یارو مدگار حسینؑ کی حمایت کرتے ہو کہ عاقبت قتل ہونا ہی ہے۔

زہیر نے فرمایا: اے بے حیا! تجھے شرم نہیں آتی کہ فرزید بخشیر پر توار چانے آگیا اور اہل بیت رسالت کو قافی دنیا کے واسطے تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ان کی آپس میں تلخ کلامی ہوئی اور ایک درسرے کوبت و شتم کرتے رہے۔ پس زہیر نے فرصت نہ دی اور اس کے منہ میں ایسا نیزہ مارا کہ اس بے ایمان کی گردن سے نکل آیا۔ ثقَبُ الرُّمْحَ فَاهَ وَخَرَجَ السَّنَانُ مِنْ قَفَاهَ فَأَتَ الدَّمَرَ مِنْ فَيْهِ وَقَعَدَتْ أُمَّةٌ فِي مَاتِيمَهُ ”یعنی نیزے نے اس کے منہ میں سوراخ کر دیا اور نیزہ گردن کی طرف سے نکل آیا۔ اس کے منہ سے خون جاری ہوا اور اس کی ماں اس کے ماتم میں مصروف ہو گئی اور وہ جہنم پہنچ گیا۔“

پھر زہیر نے لشکرِ کفر کے سامنے آواز دی: یا اہلَ الْعِرَاقِ یا اہلَ الْغَدَرِ وَالنَّفَاقِ یا اُمَّرِبَابِ الْمَكَرِ وَالشَّقَاقِ ”ابے الہی عراق! اے منافقوا! اے مکارو! اے شقیر! اگر مجھے نہیں جانتے تو پیچاؤ میں زہیر ابن حسان ہوں اور جنت کی طرف چارہ ہوں!“۔

ایک کوفی رئیس اور مشہور عرب نصر بن کعب میدان میں نکلا اور اس نے صحیح کرنا شروع کر دی کہ اے بہادر و اور دلیر نوجوان! کیوں عبید اللہ ابن زیاد جو تمام نعمتوں کا والی ہے، سے ڈور ہو؟ میں جانتا ہوں کہ تجھے ابن زیاد کے پاس شرم و حیا نہیں آئے دے رہی تو آؤ میں تمہیں اپنے امیر کے پاس لے جاتا ہوں جو تمہارا فقرہ دو کر دے گا۔

دلیر و شجاع نے غلبناک شیر کی طرح جگر کی گہرائیوں سے نعرہ لگاتے ہوئے کہا: اے ولد الزنا! میں نے سلطانِ دنیا و آخرت کی خدمت میں معرفت کے پھول پھنے ہیں اور تجھے یہ معلوم تھا نہیں۔ یہ کہتے ہی آگ بر سانے والی توار اس کے سر پر ماری اور سر کو شکافتہ کر دیا اور اس کے دو حصے ہو گئے۔

پھر نصر کا بھائی صالح بن کعب اپنے بھائی کا خون بھائیے کے لیے میدان میں نکلا اور زہیر کو گالیاں بکیں۔ زہیر نے فرصت نہ دی اور آتے ہی نھیں نیزہ اس کی طرف مارا تو صالح گھوڑے سے ایک طرف گراتا کہ زہیر کے نیزے سے نکل کے اس کا گھوڑا رُک گیا اور اسے گرا دیا لیکن اس کا پاؤں زکاب میں پھنس گیا اور وہ پیدا وہ نہ ہو سکا۔ پھر گھوڑے نے چھلانگیں لگانا شروع کر دیں اور گھوڑے کے سُموں میں رومندا چارہا تھا اور اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

صالح کے بعد اس کا بیٹا طلحہ میدان میں آیا اور اپنے باپ اور بیچا کا انتقام لیتے کے لیے گفتگو کر رہا تھا کہ زہیر نے اس کی ناف پر زور دار نیزہ مارا جس کی نوک پشت سے نکل آئی اور وہ جہنم میں پہنچ گیا۔ اسی طرح کافی دشمن آتے رہے اور زہیر ان کو جہنم بھیجنے رہے۔ پھر ابن سعد نے مجرم بن جمار سے کہا کہ کیا تم اس زہیر کی دلیری اور بہادری کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر مبارزت کر رہا ہے ان کی کوئی فکر کرو؟

جرنے کہا کہ تین سو ساریں مقامات پر کمین لگائیں، اور میں میدان میں اس کے مقابل جاتا ہوں جب وہ مجھ پر حملہ کرے گا تو میں فرار کر جاؤں گا اور ان کمین گاہوں کے قریب سے گزوں گا۔ جب رُہیر میرے پیچے دوڑے گا تو کمین گاہوں میں چھپے ساہی یکبارگی اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیں۔ پس تین صد نفر کمین گاہوں میں بیٹھ گئے اور حرب بن چار میدان میں آیا اور دوسرے فریاد کی: اے رُہیر! میں تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ تجھے نیحت کرنے آیا ہوں تاکہ تجھے اہن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

جناب رُہیر نے ایک گرج دار نرہ لگایا کہ اے بے دین! کیا کہتے ہو؟ یہ کہا اور اس ملعون پر حملہ کریا۔ اہن جبار دوڑا اور رُہیر اس کے پیچے حملہ کرنے کے لیے دوڑے۔ جب ان کمین گاہوں کے پاس پہنچنے والے تین سو سپاہیوں نے کمین گاہوں سے نکل کر رُہیر کو گھیر لیا اور دھوکے سے اس گروہ میں پھنس گئے۔ یہ بھوکے شیر کی طرح، بھوکے اور پیاسے لڑتے رہے اور ان تین صد افراد سے کافی ملعونوں کو زمین پر گردایا۔ ان کے سلاح کے آلات گرم تھے اور بدن چاندی کی طرح چک رہا تھا۔ ان کے کشتؤں کے پشتے لگا دیئے۔ لہذا لشکر کفر نے فیصلہ کیا کہ دُور کھڑے تیروں کی بارش بر سائیں۔ پس تیروں کی بارش شروع ہو گئیں اور تھوڑے ہی وقت میں ان کے بدن پر اس قدر تیر تھے کہ جیسے خارپشت پر ہوتا ہے۔ ان زخموں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ نیزوں، تیروں کے نوے زخم تھے جو سب ملک تھے، اس وجہ سے رُہیر پر ضعف غالب آ گیا اور وہ زین پر کبھی واکیں اور کبھی باکیں جھک جاتے تھے۔

صحابہ امام حسینؑ نے جب رُہیر کو لشکر کفر میں پھنسا دیکھا تو ان کی مدد کے لیے آئے اور ان کو لشکر کفر سے نکال کر اپنے لشکر کے پاس لے آئے۔ اس وقت رُہیر میں جان باقی تھی، انکیں زمین پر لیٹا دیا، سانس تیز چل رہی تھی۔ امامؑ نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے رُہیر کو دیکھا اور ان کے سر کو اپنی گود میں رکھا۔صحابہ اردوگرد کھڑے تھے اور امامؑ کے اس کے ساتھ نرم اور دھیمے سلوک کو دیکھ رہے تھے۔ ایک مرتبہ رُہیر کی آنکھ کھلی اور حضرتؐ کو اپنے سرہانے میٹھا دیکھا تو مسکراتے۔ حضرتؐ نے دیکھا کہ رُہیر اپنے لبوں کو حرکت دے رہے ہیں تو فرمایا: اے میرے بہادر جوان! کوئی حاجت ہے تو بتاؤ؟ عرض کیا: میں قربان جاؤں، ابھی میرے لیے جنت سے پانی آ گیا ہے۔ پانی پی لوں۔ آپ تھوڑا اوقف کریں تاکہ پھر میں اپنی حاجت بتاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے میرے اصحابہ! رُہیر کو جنت دکھائی گئی ہے اور وہ بہشت کی شراب ہے جو اسے پلاں جا رہی ہے۔ پس رُہیر نے منہ کو ایسے بند کیا جیسے کوئی شے پی رہا ہو۔ پھر ایک لمبی سانس لی اور ان کی روح کا طوطی (یہ ناقوں فریحین) پرواز کر گیا۔

امام حسینؑ نے بہت گریہ کیا اور فرمایا: خوش قسمت ہے ؟ ہیر کہ جنت میں میرا ہمسایہ ہو گا۔

جواب عبد اللہ بن عمیر کی شہادت

جواب ظہیر بن حسان اسدی کی شہادت کے بعد دونوں شکروں کی نظریں میدان پر لگی ہوئی تھیں کہ اب کون میدان میں لکھتا ہے۔ اسی دوران میں شکرِ کفر سے دوسوار نکلے، ایک کا نام بیار اور دوسرے کا نام سالم تھا۔ دونوں اپنے سامان جگ سے مسلئے ہو کر میدان میں آتے۔ بیار نے اپنا تعارف کر لیا۔ میں بیار، زیاد بن اربیہ کا غلام ہوں اور سالم نے کہا: میں عبد اللہ ابن زیاد کا غلام ہوں۔ کون ہے جو اپنی زندگی پوری کر چکا ہو، آئے میدان میں۔

شکرِ امام سے بُریر اور حبیب نے میدان میں آترنے کی غرض سے امام کے پاس اذن لینے آئے۔ حضرتؐ نے فرمایا: ذرا صبر کرو۔ اسی دوران میں عبد اللہ بن عمیر کلبی خدمتو امام میں آئے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! مجھے اجازت دیں کہ ان دونوں بے دینوں کو جہنم میں پہنچا دوں۔ حضرتؐ نے ایک مرتبہ عبد اللہ کو دیکھا کہ بلند قامت، گندمی رنگ، قوی بازو، کشاورہ سینہ مجھ سے ہے۔ فرمایا کہ تم ہی ان دونوں غلاموں کو قتل کرنے والے ہو، جاؤ اجازت ہے۔ میدان میں آئے اور اپنا حسب و نسب بنایا۔ ان دونوں غلاموں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانتے میدان سے واپس چلے جاؤ اور ظہیر بن قیم، بُریر یا حبیب کو بھیجو۔

عبد اللہ نے ان کو لکارا کہ اے بدجنت غلامو! تم اس قدر بے عزت ہو چکے ہو کہ شجاع و دلاور اور سردار شکر کو اپنے مقابل بلا تے ہو؟ یہ کہا اور ان پر حملہ کیا۔ پہلے بیار کو ایک اسی کاری ضرب لگائی وہ خاک پر گرا لیکن چالاکی سے سالم تک جا پہنچا۔ سالم نے پیچھے سے آ کر توار کھینچی۔ اصحاب امام نے عبد اللہ کو خبردار کیا کہ دشمن پشت سے حملہ آور ہے، لیکن عبد اللہ نے توجہ نہ کی اور توار بیار کے سینے پر رکھی اور قوت لگائی کہ توار پشت کی طرف سے نکل آئے۔ بیار تو واصل جہنم ہو گیا لیکن اس دوران میں سالم نے پشت سے عبد اللہ کو توار سے رنجی کر دیا۔ عبد اللہ کو فرصت نہ ملی کہ ڈھال سے اپنی پشت کا دفاع کر سکیں، ہاتھ توار کے آگے کیے جس کی وجہ سے انگلیاں کٹ گیں۔ عبد اللہ اس زخم سے نہ گھبرائے بلکہ اسی شدت اور گری سے توار بیار کے سینے سے نکالی اور سالم کے پیچھے آئے اور اسے ایک ہی ضربت سے فی النار کر دیا۔

جب ابن زیاد کے غلاموں نے دیکھا تو سب میدان میں آئے اور عبد اللہ کو لگھرے میں لے لیا۔ اس شیرخدا نے کچھ غلاموں کو موت کے گھاث اٹا دیا۔ آخر تھنگی، بھوک اور خون ریزی نے ان کو کمزور کر دیا۔ ان کے بدن پر زیادہ زخم آگئے، گھوڑے سے گرے اور شربت شہادت نوش فرمایا۔

جب امامؐ کو اطلاع میل اور حضرتؐ نے روئے ہوئے فرمایا: میں اپنا اور اصحاب کا حساب اپنے رب کے پاس کروں گا

کہ انہوں نے مجھے کیا کیا تکلیفیں پہنچائیں۔

جناب مُریب بن خیر ہمدانی کی شہادت

عاشورہ کا سورج چڑھ آیا۔ گرفنی بڑھ گئی۔ پیاس نے اصحاب، اہل بیت اور پھوٹوں کو بہت شک کر رکھا تھا۔ ان کی حالت تشیش ناک ہونے لگی تو بے اختیار اعطش اعطش کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جب پھوٹوں اور مستورات کی یہ آواز اصحاب اور جوانوں کے کافوں تک پہنچی تو تمام زندگی سے شک اور موت کے لیے جلدی کرنے لگے۔ البتہ تمام اصحاب اور جوانوں نے اس دنیا سے آنکھیں بند کر لی تھیں اور آختر پر نظریں تھیں، لہذا ہر ایک دوسرے سے پہلے میدان میں جانے کے لیے تیار تھے۔ بار بار خدمت امام میں آتے اور عرض کرتے: السلام عليك يابن رسول الله! ”فرزید رسول! آپ پر سلامتی ہو، ہم جا رہے ہیں۔“

حضرت ان کے جواب میں یہی فرماتے: علیکم السلام وَنَحْنُ خَلَقْنَا میں بھی تمہارے پیچے آ رہا ہوں۔ تم جاؤ سلامتی سے۔ پھر آیت پڑھتے: وَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظَرُ دِيْنِي بعض چلے گئے اور بعض جانے کے لیے تیار ہیں۔“

نو رالامہ میں ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر کی شہادت کے بعد جناب مُریب میدان کارزار میں آئے۔ مُریب بن خیر ہمدانی بہت بڑے زادہ، عابد اور قاریٰ قرآن تھے اور یہ بزرگوار حضرت امیر المؤمنین کے اصحاب میں سے تھے اور کوفہ کے اشراف لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پس یہ بزرگوار نہ غم دل اور دلگی وجدان سے امام کی خدمت میں آئے۔ میدان میں جانے کا اذن چاہتا کہ مولانا میں چاہتا ہوں کہ آپ کے جدید امجد کی خدمت میں جاؤں اور اس قوم کی شکایت کروں، کیا اجازت ہے؟

حضرت نے فرمایا: ہاں اجازت ہے۔

ان بزرگوار کے کسی مقلد کی کتاب میں وضاحت نہیں کہ سوار ہو کر میدان میں آئے یا پیدا ہتھے؟ بھر حال جب میدان میں آئے تو یہ رجزہ پڑھا: ”اے لوگو! میں مُریب فرزید خیر ہوں اور خیر کو اہل خیر ہی جانتے ہیں۔ میں تم پر تکوار چلاوں گا اور کوئی نری نہ کروں گا اور مُریب کا بھی کا خیر ہے۔“ پھر اس مکار اور منکر خدا قوم پر حملہ کر دیا۔ جس طرف ریخ انور کرتے سر جدا ہوتے نظر آتے، آپ ایسے حملے کر رہے تھے کہ بہرام فلک کو حیران اور مردغ کو پریشان کر دیا۔ لشکر کفر کے سپاہی ان سے ڈور ڈور بھاگ گئے جب کہ مُریب پورے جوش اور جذبہ سے حملہ بھی کر رہے تھے اور یہ رجزہ پڑھ رہے تھے:

"اے مومنین کے قاتلوں ایمیرے قریب کیوں نہیں آتے؟ اور اے بدر کے مقتولین کی اولادو! آؤ بھائی کیوں ہو؟ اسی دوران میں لشکر کوفہ سے ایک بدجنت ان کے سامنے آیا اور کہانیں گواہ ہوں کہ تم گمراہوں سے ہو۔

بُری نے فرمایا: تو فاسق و فاجر ہے اور فاسق و فاجر کی گواہی معترض نہیں ہے۔ اگر تو گواہی میں سچا ہے تو یہاں ہی میہلہ کرتے ہیں تاکہ حق و باطل کی تیزی ہو سکے اور باطل حق کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے۔ یہ فاسق فاجر یزید بن معقل مبلہ پر راضی ہو گیا۔ دونوں آپس میں ٹکرایا گئے۔ ابن معقل نے بُری پتوار کا حملہ کیا لیکن وہ کارگر ثابت نہ ہوا، اب بُری کی باری آئی تو تلوار اٹھائی اور اس کے سر پر باری جس نے اس کے سر کو شکافتہ کر دیا اور سر سے آگے تلوار چلتی رہی۔ دونوں لشکروں نے یہ حالت دیکھی کہ تلوار نے اس حرام زادے کے سینہ پر کیہی تک شکاف کر دیا ہے اور وہ جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ بُری اس بے عتاب نعمت سے خوشحال ہوئے کہ جنگ کا معیار یہ ہے کہ ہر شخص پر حق و باطل کی تیزی روشن اور ظاہر ہو گئی۔

اس فاسق کے قتل کرنے کے بعد بُری بن خیر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ایک مرتبہ جمالی الہی کی زیارت کر لیں اور زیارت کو آخرت کا تو شہر قرار دیں۔ حضرتؐ نے بُری کو بہشت کی بشارت دی۔ پھر دوبارہ جناب بُری میدان میں آئے اور غصباں کا شیر کی طرح اس لشکر کفر پر حملہ کر دیا اور بیشتر گھوڑے کے لشکر میں گھس گئے اور پوری قوت اور رحمت سے پیاس اور بھوک کو برداشت کرتے ہوئے پیاس سے حسینؑ کی نصرت کرتے رہے اور کافی خون ریزی اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے کمزوری غالب آگئی۔ جب ان بزرگ لشکریوں نے بُری کی کمزوری اور ضعف کو دیکھا تو ارددگر آگئے اور اسی دوران میں بھیر بن اوس نے پیچھے سے سر پر تلوار کاوار کیا اور بُری شہید ہو گئے۔

کتاب نورالاًئمہ میں ہے کہ بھیر بن اوس کے چچا اور عبد اللہ بن جابر بھیر کے پاس آیا اور اس کی ملامت کی اور کہا: اے بدجنت! کیا تو نے اچھا کیا ہے کہ جس پر فخر بھی کر رہا ہے؟ خدا کی قسم اُبُری قہمان اور خاصان خدا سے تھے اور قاری و حافظ قرآن تھے۔ بہت بڑے صائم، قائم، عابد اور تہجُّر گزار تھے اور تھوڑا پاک کے علاوہ کوئی ان کے خون ناچن کوئہ بہانتا۔

بھیر اپنے اس کام سے شرمندہ ہوا اور نادم و پریشان میدان جنگ سے نکل گیا اور افسوس کرتا رہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب بُری کی ضرب سے یزید بن معقل مارا گیا تو ایک ناپاک شخص رضی بن محدث عبدی نے بُری پر حملہ کیا اور بُری نے اس پر حملہ کیا۔ ایک گھنٹہ ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے بالآخر بُری نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ رضی نے اپنے لشکر کی طرف دیکھ کر استغاثۃ کیا تاکہ نجات ملے تو کعب بن جابر نے بڑھ کر جناب بُری پر حملہ کر دیا اور اپنا نیزہ جناب بُری کی پشت میں مارا۔ جب بُری نے نیزہ لگنے کا احساس کیا تو اپنے آپ کو رضی پر گردایا اور اس کے چہرے کو دانتوں میں لیا اور ناک کو کاٹ دیا۔

دوسری طرف کعب بن جابر نے زور سے نیزہ مارا جو بُری کی پشت میں چلا گیا اور وہ رضی کے جسم سے گر پڑے اور کعب نے بار بار جناب پُری پر تکواں کے وار کیے جس سے جناب پُری شہید ہو گئے۔ رضی زمین سے انٹھ بیٹھا اور کعب سے کہا کہ مجھے نعمت عطا کی جو زندگی بھرنہ بھولے گی۔ جب کعب بن جابر والپس آیا تو اس کی بیوی یا بہن نواز نے کہا کہ تو نے قاریوں کے سردار کو قتل کر کے ایسا کام کیا ہے خدا کی قسم! اب تم سے عمر بھر کلام نہ کروں گی۔

وہب بن عبد اللہ بن حباب کلبی کی شہادت

جناب پُری بن نھیر ہمدانی کے بعد وہب بن عبد اللہ بن حباب کلبی کی مبارزت طلبی ہے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خوبصورت، خوش نیرت، سرخ رخسار، چہرہ مثل چاند، بال مثل مشک سیاہ، موزوں قد رشید تھے۔ وہب پہلے نصرانی تھے لیکن جب منزل شعلیہ سے امام حسینؑ کا گزر اس کے خیسے کے پاس سے ہوا اور پانی کا میٹھا چشمہ ظاہر کیا تو پھر وہب نے چشمہ دیکھا اور ماں نے پورا واقعہ سنایا تو اس کے دل میں نور ایمان نے روشنی پیدا کر دی اور اپنا خیسہ اکھاڑ کر ماں اور نبی وہن (بیوی) کو لے کر امامؑ کے پاس آیا، مسلمان ہوا۔ اس کی ماں کا نام قمر تھا۔ جب روزِ عاشورہ امامؑ کی غربت دیکھی تو اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا: اے میری جان! تم جانتے ہو کہ مجھے تم سے اس قدر محبت ہے کہ تمہارے بغیر ایک گھنٹہ گزارنا بھی مشکل ہے لیکن اس کر بلہ کے صحراء میں عزیز زبراءؑ کی تہائی اور غربت قابل برداشت نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنی جان قربان کروں تاکہ میں مادری حق بخش دوں اور قیامت تک راضی ہوں۔

وہب نے عرض کیا: اے مادرِ مہرباں! آپ مسلمان رہیں میں اطاعت کروں گا اور اپنی یہ جان شاہدِ دو عالم پر قربان کروں گا۔ لیکن ماں اس فویاہتا بیوی کا کیا بنے گا کہ جس نے غربت میں ہمارے ساتھ موافقت کی اور ابھی تک اس نے ہمارے وصال سے کوئی میوه بھی حاصل نہیں کیا۔ ماں اگر اجازت دیں تو اپنی بیوی کو اپنی شہادت پر راضی کروں اور اپنی شہادت پر اس کی ولداری کروں۔

ماں نے کہا: اے میری آنکھوں کے نورا بے شک جاؤ لیکن یہ یاد رکھو کہ عورتیں ناقص الحقل ہوتی ہیں، مجھے کسی انسانہ میں فریب نہ دے کیونکہ عورتیں مردوں کو لوٹتی ہیں، خیر دار ابیوی کی باتوں میں آ کر سعادتِ ابدی اور ہمیشہ کی دولت سے محروم نہ ہو جاتا۔

وہب نے کہا: ما درا آپ مسلمان رہیں میں نے محبتِ حسینؑ پر ایسی کرمائی ہے کہ کوئی فریب کی انگلی اسے نہیں کھول سکتی۔ پس وہب اپنی بیوی (جس کی ابھی شادی ہوئی تھی) کے پاس آیا، دیکھا کہ وہ خیسہ کے کونے میں زانو پر سر رکھے ہوئے

غمناک اور پریشان ہے اور دریائے غم میں ڈوبی ہوئی ہے اور خساروں پر آنسو متیوں کی طرح گر رہے ہیں۔ جوں ہی زوجہ کی نظر وہب پر پڑی تو کھڑی ہو گئی اور استقبال کیا۔ وہب نے زوجہ کا ہاتھ پکڑا کھلے چھرے اور نرم زبان سے کہا: اے میری دل نواز اور ہمدرد و مونس! اے میری جان! تجھے معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ کا اس بیان کرنا میں لشکر کفر نے محاصرہ کیا ہوا ہے اور حضرتؐ کی غربت کی حالت میں نہیں دیکھ سکتا، لہذا میں چاہتا ہوں کہ اپنی جان ان پر قربان کروں اور شہادت کی منزل پر فائز ہو جاؤں تاکہ برلن قیامت خدا کی رضا اور رسول اللہ کی شفاعت، بقول عذر را کی خوشنودی اور مولا علیؐ کی عنایت حاصل کر سکوں اور ان کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔

زوجہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے عرض کیا: اے میرے غم گسار! اے میرے وفادار ائمہ! میری ہزار جان امام حسینؑ کے غلاموں پر قربان! کاش کہ اگر شریعت میں عورت کو جنگ کی اجازت ہوتی تو میں بھی اپنی جان آقا و مولا حسینؑ پر قربان کر دیتی کیونکہ یہ ایسے بزرگوار ہیں کہ نہ تو ان سے جان پیاری کی جاسکتی ہے اور نہ ان کو غربت میں چھڑا جاسکتا ہے، تو ان حالت میں کیسے تجھے روک سکتی ہوں۔ البتہ میں جانتی ہوں کہ جو شخص آج اس گرم صحرائیں اپنی جان اس مظلوم پر قربان کرے گا تو ہماری، نشاۃ اور سرور سے استقبال کریں گی اور ان کی تمنا ہو گی کہ تم جنت میں ایسی جنتی کے ساتھ رہیں۔ مجھے یہ وہم ہے کہ جیسے دنیا میں آپ سے محروم ہو رہی ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت میں بھی آپ کے جہاں سے محروم رہوں اور آپ ہماروں کے جہاں کی وجہ سے مجھے بھول جائیں۔ لہذا میری خواہش ہے کہ دونوں فرزندوں رسولؐ کی خدمت میں جاتے ہیں، ان کے حضور میں میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھو گے جب تک مجھے ساتھ نہ لے جاؤ۔

وہب نے قبول کیا اور دونوں فرزندوں نہ راءؐ کی خدمت، القدس میں آئے۔ زوجہ نے گریہ وزاری، تضرع سے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں نے سنا ہے کہ جو شہید بھی گھوڑے سے زمین پر آتا ہے، جنتی ہوں اس کے پاس بھی جاتی ہیں اور قیامت تک اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ یہ میرے شوہر آپؐ پر اپنی جان قربان کرنا چاہتے ہیں، میری نبی شادی ہوئی ہے، ابھی تک میں نے اس سے کوئی استغفار نہیں کیا اور اس صحرائیں غریب اور لاچار ہوں۔ یہاں نہ میرے ماں باپ، نہ بھائی، نہ خاندان، نہ مونس نہ ناصر، کوئی بھی نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ روز قیامت میرے شوہر میرے بغیر جنت میں قدم نہ رکھیں۔ میری دوسری گزارش ہے کہ مجھے آپؐ کے سپرد کردے اور آپؐ مجھے اپنے خانوادے کی سردار جناب نہیں خاتون۔ کے پرد کریں تاکہ جب تک زندہ رہوں میں جناب نہیں۔ کبری اور آپؐ کی نیٹیوں کی توکری کرتی رہوں۔

امام حسین علیہ السلام اور اصحاب اس نبی دہن کی اس تمنا پر بہت روئے۔ وہب نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! مجھے یہ شرط قبول ہے کہ روز قیامت اپنی زوجہ کو طلب کروں گا اور جب آپؐ کے چڑا احمد رسولؐ گرامی کی شفاعت سے جنت میں

جانے کی اجازت ملے گی تو اپنی اس زوجہ کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گا، پس میں اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ اسے اپنے خانوادہ کی مدد راتی عصمت کے سپرد کر دیں۔ یہ کہا اور اجازت چادا طلب کی۔

اجازت می تو اپنے خیمہ میں آ کر جنگی اسلحہ اٹھایا اور داؤ دی زرہ پہنی۔ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے چہرے سے خود سر پر رکھی، نیزہ ہاتھ میں لیا اور ملی ڈھال انھائی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اچانک میدان میں نکل آیا۔ پہلے امام حسین کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا پھر گھوڑے کو اس دشت کر بلایں جو لان وی اور ایسے کرتب دکھائے کہ ہر واقف دنا واقف اور ہر دوست دشمن نے آفرین کی۔ پھر مبارزہ بڑی کی اور جو بھی مقابل میں آیا تو نیزہ سے گھوڑے کی پشت سے زمین پر پھینکتا جاتا اور کبھی تکوار سے دو گڑے کرو دیتا تھا جب بہت سے دشمنوں کو جہنم پہنچایا اور کشتوں کے پیغام لگا دیئے تو ایک مرتبہ میدان سے ماں کے پاس آیا اور عرض کیا: ماں! اب مجھ پر راضی ہو یا نہیں؟

ماں نے کہا: ہاں راضی ہوں، بڑی جوانی و دگنگ سے جنگ کی ہے تم نے لیکن میری خواہش ہے کہ جب تک تمہاری جان میں جان ہے جنگ میں سُستی نہ کرنا۔

بیٹے نے عرض کیا: ماں! آپ کے حکم پر عمل کروں گا لیکن اگر اجازت ہو تو ایک مرتبہ اپنی بیوی کو الوداع کہہ دوں؟ ماں نے اجازت دی، وہب خیمہ میں آیا تو دیکھا جو نظر نہیں آئی لیکن دکھی بین کی آواز آرہی ہے۔ ترپ کر کہا: کون ہے اس قدر دکھی انداز سے رونے والا، تو ایک کونے سے آواز آئی: میں اجڑی اپنے سہاگ کے لئے پر گریہ کنایا ہوں کہ چند لمحوں کے بعد میری دنیا تاریک ہو جائے گی۔

وہب نے زوجہ کو تسلی دی اور الوداع کہہ کر خیمہ سے نکلے اور دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ لوگوں میر امیر حسین ہے اور وہ وہی بہترین امیر ہے۔ پھر مبارزہ بڑی کی تو حکیم بن طفیل میدان میں آیا۔ جوں ہی وہ آیا۔ آتے ہی وہب نے اس پر حملہ کیا۔ نیزہ سے اسے زمین پر پھینکا اور اس قدر زور سے زمین پر مارا کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور ہر دلخکروں سے ہائے کی آواز آئی۔ پھر کوئی میدان میں نہ لکلا تو وہب نے گھوڑے کو نہیز لگائی اور لشکر کفر پر حملہ آور ہو گیا۔ دائیں بائیں دونوں طرف لڑتا رہا، گھوڑوں کو نیزہ کے مار کر زمین پر گرا دیتا تھا حتیٰ کہ وہب کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ پھر تکوار سے حملہ آور ہو گیا۔ اس قدر جنگ کی کفر شتوں نے ہزار زبان سے تکوار کی رفتار پر آفرین کی۔

لشکر کفر اس جوان سے بہت خوفزدہ ہوا تو عمر بن سعد نے فریاد کی: اے مرد نما ہور تو! کیا ہو گیا ہے ایک تازہ جوان کی تکوار سے اس قدر دور بجاگ رہے ہو، یہ لوہے کا بنا ہوا تو نہیں کہ اس پر کوئی تکوار اور تیر کا گرفتار ثابت نہیں ہوتا۔

عمر بن سعد کی یہ لکھر کفر نے وہب کو گیسرا لیا اور تکواریں، تیر، نیزے اور پھر مار کر ان کے جسم کو چلائی کر دیا۔

فَوَقَعَتْ بِهِ سَبْعُونَ ضَرِيْبَةً وَنَبَلَةً وَجَعْلُوْةً وَجَوَادَةً كَالْقَنْدُلَةَ مِنْ كَثْرَةِ النَّبْلِ وَالسَّهَامِ ”یعنی تکوار کے ستر زخم تھے، نیزوں اور تیروں کے زخم اس کے علاوہ تھے اور وہب اور ان کا گھوڑا کثرت تیر و نیزہ لگنے کی وجہ سے خارپشت کی طرح ہو گیا تھا۔“ اسی دوران میں ایک بد بخت نے کمین لگا کر تیز تکوار سے گھوڑے کی چاروں ٹالکیں کاٹ دیں اور گھوڑے کے گرنے سے وہب بھی زمین پر گرے اور دونوں خاک و خون میں غلطان ہو گئے۔

جناب مرحوم مجلسی نے بخار اور سید نے یہوف میں لکھا ہے: اَخَذَتِ اِمْرَاتُهُ عُمُودًا وَأَقْبَلَتِ نَحْوَهُ كَوَهْبٍ كَيْ زَوْجٍ نَّے اپنے شوہر کی یہ حالت دیکھی تو ایک عمود اٹھایا اور خون میں غلطان اپنے شوہر کے پاس پہنچی اور پرونوں کی طرح اپنے شوہر کے اردوگرد بھاگتی تھی اور لوگوں کو وہب سے دُور کرتی تھی۔ اب وہب میں امتحنہ کی سخت شرمندی تو پیوی کو آستین میں پکڑ کر اسے خیسے میں جانے کی تاکید کی لیکن وہ کسی صورت اس حال میں اپنے شوہر کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس لیے عرض کیا ہے میرے منوں اور غنم خوار اجھ پر اشوس کر جائے اس حالت میں چھوڑ کر پڑی جاؤں۔

امام حسینؑ نے جب ان دونوں کی گفتگو سنی کہ وہب اپنی زوجہ کو خیمه میں بھیجا چاہتا ہے اور وہ جدا ہوئے کو تیار نہیں تو وہیں سے امامؑ نے آواز دی: إِنْجِعْنِي رَاحِمُ اللَّهُ ”اے زوجہ وہب اخدا تھوڑ پر رحمت کرے ان عورتوں کے پاس واپس آ جاؤ۔“

زوجہ وہب امامؑ کا حکم سن کر وہب سے مایوس ہو کر خیمه کی طرف واپس آئی اور وہب کی ماں کے پاس پہنچی اور اپنے شوہر کے فراق میں پر گر پڑی اور سر میں خاک ملا۔

مرحوم شیخ صدقہ نے امالی میں یہ روایت بیان کی ہے کہ زوجہ وہ عمود لے کر لشکر کفر پر حملہ آور ہو گئی اور جب ایک ظالم نے وہب کے دائیں طرف ضرب لگائی اور دایاں بازو جدا ہو گیا تو وہب نے وہی عمود باسیں ہاتھ میں لے کر حملہ کر دیا جبکہ دائیں ہاتھ سے خون کافوارہ بہہ رہا تھا تو جس ملعون نے ضرب لگا کر وہب کا دایاں بازو شہید کیا تھا، اسی پر حملہ کیا اور اس کو فی الناز کر دیا۔ اسی دوران میں ایک ملعون نے جناب وہب کا بایاں بازو جدا کر دیا۔ وہب زمین پر گر گئے اور لشکر کفر نے وہب کے اردوگرد چھٹاڑا اڑا اور ان کو قیدی کیا۔ ابھی جان باقی تھی، ان کو عمر بن سعد کے پاس لائے۔ اس ملعون نے چند گالیاں لئے کے بعد حکم دیا کہ ان کا سر جدا کر کے اس کی ماں کے قدموں میں پھینک دو۔ انہوں نے ایسا کیا، تو وہب کے سر کو زوجہ سے اٹھا کر اپنے زانو پر کھا اور میل سرمد سے اپنے شوہر کے خون سے اپنی آنکھوں کو خونی سرمد لگایا اور پھر خدا اپنے شوہر کے بے سر بدن کے پاس آئی اور لاش پر گر پڑی اور اس قدر بیان کیے کہ ہر دوست دشمن کو زلا دیا۔ شر ملعون نے اپنے غلام کو بھیجا کہ وہب کی زوجہ کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے۔ یہ بد بخت غلام آیا تو جیسے ہی وہ شوہر کی لاش پر گر کیہ کیا تھی تو عمود سے اس قدر زور

سے اس مظلومہ کے سر پر ضرب ماری کہ سر شدید زخمی ہو گیا اور زوجہ کی روح شوہر کی لاش پر ہی پرواز کر گئی۔ وہب کی ماں میدان میں آئی، اپنے بے سر بیٹے کی لاش کو دیکھا تو ایک لظہ کو ماتم کیا، پھر اٹھ کر ملعونوں کو خطاب کر کے کہا: اب میرے لیے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اے ملعونو! میں گواہی دیتی ہوں کہ یہودی اور نصرانیٰ تم سے بہتر ہیں، تم نے اپنے پیغمبر کے بیٹے کو قتل کرنے کا پختہ عزم کیا ہوا ہے۔

ابو جھف کی روایت کے مطابق اپنے بیٹے کا سر اٹھا کر لشکر کفر کی طرف اس قدر زور سے مارا کہ ایک ملعون کو فی النار کر دیا اور کہا: اے بے حیا لوگو! ہمارے نزدیک جو سر قربان کیا جاتا ہے واپس لینا وفا کے خلاف ہے۔ پھر یہ ماں اپنے بیٹے کے خیمہ میں آئی تو خالی خیمہ کو اکھڑ دیا اور خیمہ کی چوب کو اٹھایا اور میدان میں آگئی اور ان ملعونوں پر حملہ کر دیا اور دو ملعونوں کو فی النار کر دیا۔

امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو آواز دی: اے مستورِ مدینہ! وابس آجاؤ، حورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، میں ضامن ہوں کہ تم اور تمہارا بیٹا دونوں میرے ننانا کے پاس ہوں گے۔ مادر وہب وابس آئی اور روتی ہوئی لوٹی۔ امامؑ نے اپنی مستورات کو فرمایا کہ مادر وہب کو تسلی دیں۔ کبھی کبھی جب مادر وہب کے بیٹن بلند ہوتے تھے تو خود امام حسینؑ اسے تسلیاں دیتے تھے۔

وہب کے بعد عمرو بن خالد شہید ہوئے۔ ان کے بعد خالد بن عمرو بن خالد شہید ہوئے۔ ان کے بعد سعد بن حظہؓ تھی شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب عیمر بن عبد اللہ مذہبی شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب حماد بن انس شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب دقاصل بن عبید شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب شریح بن عبید شہید ہوئے۔

جناب ہلال بن نافع کی شہادت

بقول ابی حتفہ یہ بزرگوار حضرت علیؓ کے پروردہ ہیں اور تیر اندازی میں اس قد رمشہور زمانہ تھے کہ ہر تیر پر اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھتے تھے تاکہ جہاں تیر لگے معلوم ہو جائے کہ کس کا تیر ہے۔ ان کا تیر کبھی خط انہیں ہوا بلکہ رات کی تاریکی میں بھی کسی کی آنکھ کو نشانہ بناتے تھے۔ چند صحابہ کی شہادتوں کے بعد ان کی رگوں میں جوش آیا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہاد کی اجازت ملی اور یہ کامیاب دلیر اور شجاع، غصہ فر میدان میں آئے۔ لشکر کفر پر نگاہ کی تو لشکر کفر گھبرا گیا۔ انہوں نے تیر کی ان سیدھی کی اور ابو جھف کے مطابق ستر ملعون کو تیروں کا نشانہ بنایا اور ان کو ہنہم کے پروردگر دیا۔ اور یہ رجز پڑھ رہے تھے: ”اے ملعونو! میں یعنی بھلی جوان ہوں۔ میرا دین حسینؑ اور علیؓ کا دین ہے۔ آج میری جنگ میری آزو ہے اور میری اس رائے پر میرا

عمل دیکھ رہے ہو۔

جناب قزوینی نے ریاض الاحزان میں لکھا ہے کہ جب ترکمان کے سارے تیر اپنے نشانے پر مار دیئے تو تیر کمان کو توڑ دیا اور افسوس سے لوؤں کو کامٹتے ہوئے تلوار اٹھائی اور غلاف سے نکالی اور اس برق رفتاری، شر بار سے محلہ شروع کیا۔ رکابوں پر زور دیا اور لگام ڈھیلی کر دیا اور قلب لٹکر پر حملہ کر دیا۔ آپ کی تلوار کے شعلے دشمن کے دلوں کو جلا رہے تھے۔ کثیر تعداد کو واصل چہنم کیا لیکن ہائے افسوس کہ یہ شاہسوار پیاس کی آگ میں جل رہا تھا۔ توک زبان سے ناف تک خشکی تھی اور ہوا کی گرمی نے ان کے بدن کی چاندی کو زردی مائل کر دیا تھا۔ اگرچہ یہ شیر دل بہت بہادر، چالاک اور ذلیر تھے لیکن دشمن کی تعداد اس قدر زیاد تھی کہ جس قدر ان کو قتل کرتے ان کی تعداد میں فرق محسوس نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح اڑتے اڑتے ان کے بدن سے خون ریزی ہوتی رہی جس سے وہ کمزور ہو گئے۔ اسی دوران میں ایک ظالم نے چھپ کر گزر سے وار کیا اور آپ کا دایاں ہاتھ بے کار کر دیا۔ جناب ہلال نے خستی سے تلوار بائیکیں باتحمیں لی اور اس ملعون کو مارنا چاہا تاکہ اس سے انتقام لیں لیکن ایک اور ملعون نے چھپ کر بائیکیں بازو پر وار کر دیا اور وہ بازو کٹ گیا۔ جب دونوں بازو کٹ گئے تو ان کو گرفتار کر لیا۔ جناب ہلال کے نزدیک روز روشن تاریک ہو گیا۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھتے اور جس طرف دیکھتے اور جہاں تک نظر جاسکتی تھی دشمن ہی دشمن ہے اور کوئی یار و مددگار نہ ہتا۔

ان ملعونوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے دونوں بازو کٹ گئے اور اب یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو ان پر ہجوم کر دیا اور پکڑ کر گھیث گھیث کر اہن سعد کے پاس لے گئے۔ اہن سعد نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ اسی اثناء میں شہر نے اس مظلوم کی گردن پر تکوamarی اور سرتن سے جدا کر دیا۔

شہادت جناب نافع بن ہلال بھلی

زیارت شہداء میں ہے: السلام علی نافع بن ہلال البجلی المرادی تو یہی مراد ہیں کہ اپنے بابا ہلال کی شہادت کے بعد میدان میں آئے۔ مرحوم واعظ قزوینی نے حدائق الانس میں شہادت کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ نافع بن ہلال کی نبی نبی شادی ہوئی تھی، زوجہ بھی کربلا میں ساتھ تھی۔ یہ اپنے بابا کے بعد امام کی خدمت میں حاضر ہوتا چاہتے تھے کہ زوجہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور میدان میں جانے۔ نافع اپنے بابا کی شہادت اور شہنشاہ کربلا کی پیاس و غربت کو برداشت نہ کر سکتا تھا، اس لیے اس نے کہا: لَكَ الشَّكْ وَالْوَقْلَ أَهْمَأْنَى الْحُسَيْنَ وَعَيَّالَهُ وَأَلَادَهُ "اے زوجا! کیا تم امام حسین اور ان کی اہلی بیت کی غربت کی حالت نہیں دیکھتی؟ کہ کس طرح دشمنوں کے چنگل میں گھر چکے ہیں"۔

اگر آج میں ان کی نصرت نہ کروں تو پھر میری غلامی بے کار ہے۔ امام کے سعی مبارک تک ان کی آپس کی گفتگو پہنچی تو فرمایا: یابن هلالِ لَا تُكْتَسِ عَيْشَ الْعِيَالٍ ”اے ہلال! آپ نے نازہ شادی کی ہے، آپ کی زوجہ آپ کی وجہ سے بہت پریشان ہو رہی تھی لہذا اس کی زندگی کو دکھی اور پریشان نہ کرو۔“

نافع نے عرض کیا: میں قربان جاؤں اگر آج آپ کو اس حالت میں دیکھ کر خاموش رہوں تو کل آپ کی جذبہ احمد رسول کو کیا جواب دوں گا؟ آپ کو غیربرگی روح کا صدقہ مجھے اذن چہاد عطا فرمائیں تاکہ اس حقیر جان کو آپ کے اوپر قربان کروں۔

حضرت نے اجازت دی اور داعی داروں کے ساتھ یہ جو جوان خیسے سے لکلا۔ صاحبِ ریاض الانزان لکھتے ہیں: فَبَرَّتْ
مِنْ بَعْدِ إِذْنِ الْإِمَامِ مِنْ حَصَارِ الْخِيَامِ كَالضَّرَّاغَمِ الْعَبُوشِ مِنَ الْأَجَامِ مَعَ الرُّؤْمَ وَالْحَسَامَ وَالْقَوْسِ
وَقُنْدِيلَ السَّهَامِ ”لیختی جوں ہی امام نے اجازت دی تو خیسے سے ایک بہادر جوان، غضبناک شیر کی طرح باہر نکلے جبکہ
نیزہ، تلوار، تیر کمان الحلقے ہوئے تھے۔ جب میدان میں آئے تو لٹکرا بن سعد کی طرف دیکھا اور پریزین پڑھا: ”میں یعنی بھلی
جوان ہوں، میرا دین حسین اور علی کا دین ہے۔ میں تمہیں بہادر جوان کی طرح ماروں گا اور خدا مجھے شہادت دے گا۔“
ابن سعد کے لٹکر سے مژاہم بن حریرت نے جواب دیا کہ میں تو عثمان کے دین پر ہوں۔

نافع نے فرمایا: تم شیطان کے دین پر ہو، ابھی تھاری گروں جدا کرتا ہوں اور ایک کاری ضرب سے اس عثمانی ملعون کا
سر جدا کر دیا اور تلوار کو آفرین کہا۔ پھر جب میدان میں کوئی نہ لکلا تو انہوں نے لٹکر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ یہ جوان پیاسا تھا اور
لڑتے تھک گیا تو لٹکر نیزہ نے ان کا پنے گھیرے میں لے لیا اور ہر طرف سے ان پر حملہ شروع کر دیے۔ کسی نے تیر
مارا، کسی نے تلوار ماری، کسی نے نیزہ مارا اور شست میں سورخ کر دیے۔ کثیر خون ریزی کی وجہ سے کمزور ہو گئے اور ہاتھ فیضی
کی آواز آئی کہ اے جوان! امر بحقی امر بحقی ”آ جاؤ، آ جاؤ“ اور جان پر واڑ کر گئی۔ نافع کی روح اپنے باپ ہلال کی روح
سے جاتی اور دونوں جنت کے سماں ہو گئے۔

جنابِ مسلم بن عوجہ کی شہادت

صاحب ارشاد نے لکھا ہے کہ جب اصحابِ حسین کی شجاعت اور دلیری اور جوانمردی سے لٹکر ابن سعد کے بہت
سے سپاہی قتل ہو گئے تو عرب کے جنگ کے دستور کے مطابق اور امام حسین سے طریقہ جنگ (مبارزہ طلبی) کو توڑ دیا گیا اور عمر
بن حجاج نے لٹکر کفر کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے احمد! نادانوا کیا تم جانتے ہو کہ کن لوگوں سے جنگ کر رہے ہو۔ کب تک ان شیروں سے لڑتے رہو گے، یہ تو موت کو شہادت کی سعادت سمجھتے ہیں اگر اسی طرح مبارزہ طلب کا طریقہ جاری رہا تو یہ ہمارے سارے لشکر کو ختم کر دیں گے، لہذا اب کوئی بھی ان کی مبارزہ طلبی کے حوالہ میں میدان نہ جائے بلکہ جنگ مغلوبہ (غلبہ کردینے والی) کی جائے یعنی جو شخص بھی لشکر اصحاب حسین سے آئے اس پر یکپارگی حملہ کر کے قتل کر دو۔

عمربن سعد نے عمرو بن جحاج کی اس تجویز پر آفرین کہا اور یہی اعلان میدان میں ہوا۔ اس وقت اصحاب حسین پر تشکیل غالب تھی اور ہر شخص زندگی سے اکتا پکا تھا بلکہ ایک مرتبہ تو امام حسین نے تلوار کھینچ لی کہ میدان میں جاؤں اور اس قدر جنگ کروں کہ شہید ہو جاؤں۔

اصحاب حسین سامنے آئے اور عرض کیا: آپ اپنی مند پر تشریف رکھیں جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو کوئی گزندہ بچپنے دیں گے۔ ابھی ہم زندہ ہیں، آپ آرام فرمائیں۔

امام نے اصحاب کے جذبات دیکھے تو گریہ فرمایا اور دعا فرمائی: ابن سعد نے مبارزت طلبی کے طریقہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا کیونکہ اصحاب حسین میں سے ہر صحابی جب تک پانچ سو، ہزار کو قبول کو قتل نہ کر دیتا شہید نہیں ہوتا تھا۔ پس عمرو بن جحاج لشکر کفر سے ذرا ذور ہو کر لشکر حسینی کے قریب آیا اور آواز دی: اے الہ! کوفہ! ذرا خاموش ہو جاؤ اور میری یات سنو کہ اپنے امام زید (حسین) کی اطاعت پر ثابت قدم رہو اور جو اس سے پیچھے ہٹا وہ دین سے خارج ہو جائے گا۔ پس یہ حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ یہ اور ان کے ساتھی دین سے خارج ہیں، لہذا ان کا قتل کرنا واجب ہے۔ سُقْتی نہ کرو اور ان کے قتل میں جلدی کرو۔

جب امام نے عمرو بن جحاج کی یہ تقریر سی تو فرمایا: اے فرزندِ جحاج! لوگوں کو میرے خون بہانے اور قتل کرنے کی ترغیب دے رہے ہو؟ اے ظالم! کیا ہم دین سے خارج اور تم دین پر ثابت قدم ہو؟ خدا جانتا ہے اور تم بھی سارے اچھی طرح جانتے ہو کہ کون دین پر اور کون دین سے خارج ہے۔ اے بے مروت! میرا خون بہا کر تمہیں کچھ نہ ملے گا۔

عمرو بن جحاج نے امام کے یہ جملے سننے تو غضبناک ہوا اور اپنے لشکر کفر کو یکپارگی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ابن سعد کے تیر اندازوں نے امام کے اصحاب پر تیر پر سانے شروع کر دیے اور خیسہ پر شدید جنگ شروع ہو گئی۔ امام کے اصحاب نے الہی چانوں کی پر را کیے بغیر لشکر کفر کے سامنے آگئے اور دشمنوں نے تیر و شمشیر کے حملوں کو اپنے چہروں اور جسموں پر لیا تاکہ کوئی تیر حسین کی طرف نہ جانے پائے۔

مسلم بن عوجہ اسدی نے پیچے سے اس لشکر کفر پر حملہ کر دیا اور ان کے ساتھ باقی اصحاب نے لشکر کفر پر شدید حملہ

کر دیا۔ اس حملہ میں مسلم کے کچھ ساتھی شہید ہو گئے۔ جب مسلم نے دیکھا تو اپنے باقی ساتھیوں کو لالکارا کہ میری جان تم پر قربان ہو جاؤں کہ ثابت قدی سے ان روواہ صفت لوگوں پر شدید حملہ کروں۔

لشکر کفر نے مسلم کا ححاصرہ کر لیا لیکن مسلم نے شجاعت کے دلخواہ کھانے کے دشمن جیران ہو گیا اور ان کے صبر اور استقامت پر تجھب کیا کیونکہ لشکر پر حملہ کرتے اور کبھی بیچھے بہت کر دشمنوں کے تیر و ٹکوار کے حملوں کو سینے میں لیتے۔ مسلم بن عوجہ پیاسے تھے، بوڑھے تھے لیکن جوانوں کی طرح ہر طرف حملہ کر رہے تھے اور جس طرح جنگ آذر بامیجان میں دشمن کو مجبور کر دیا تھا اسی طرح کربلا میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

اس زاہد، عابد، شب زندہ دار نے روز عاشورہ شجاعت و کھانی کہ آج تک کسی شجاع نے ایسی شجاعت نہیں دکھائی۔ پچاس ملعونوں کو اپنے نیزے سے واصل جہنم کیا، سات ملعونوں کو تکوار سے قتل کر دیا۔ ان کے علاوہ بیکروں کو زخمی اور پامال کیا۔ ہائے افسوس کہ وہ ایک شخص تھا اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلم کو لڑتے لڑتے بہت زخم آئے، تیروں کے کثرت سے لگنے کی وجہ سے خار پشت کی طرح ہو گئے تھے۔

جب خالموں نے مسلم کو کمزور اور ناقلوں دیکھا تو اطراف سے جملے تیز کر دیئے۔ اس قدر تکاروں اور نیزوں کے وار کیے کہ بلند قامت اور سخت جان مسلم کو گھوڑے سے گرا دیا۔ جب زمین پر گرے تو ان ملعونوں نے اس قدر رزم لگائے کہ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں اور پھر چھوڑ دیا۔

جب امام کو اس کیفیت کی خبر ملی تو امام کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے اور ٹوٹے دل سے جبیب بن مظاہر کو ساتھ لے کر مسلم کے سرہانے پہنچے۔ ابھی مسلم کی جان باقی تھی۔ جب امام کی نظر مسلم ابن عوجہ کے زخمی جسم پر پڑی کہ چہرہ خاک آسودہ ہے تو ان کے سر کو اپنی گود میں لیا اور فرمایا: وَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظَرُ "یعنی اے مسلم! مطمین رہو! ہم تمہارے بیچھے آرہے ہیں اور اکٹھے خدمت رسول میں جائیں گے۔"

جب مسلم نے یہ آواز دنوسرنی تو آنکھیں کھولیں اور حضرت کو دیکھ کر بہت روئے۔ جبیب آگے بڑھے اور کہا: اے بھائی مسلم! اخدا کی قسم امیرے لیے آپ کو اس خالت میں دیکھنا بہت مشکل ہے لیکن تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ برادر مسلم! اگر میں نے تیرے بعد زندہ رہنا ہوتا تو تجھے ضرور کہتا کہ مجھے وصیت کروتا کہ اس پر عمل کروں، لیکن مجھے یقین ہے کہ میں بیچھا آ رہا ہوں۔

مسلم نے کہا: برادر جبیب! میری ایک وصیت یاد رکھنا۔ جبیب نے کہا: بتائیں کیا وصیت ہے؟
مسلم نے کہا: وَصَيْتِي عَلَيْكَ أَنْ لَا تَدعَ هَذَا الغَرِيبَ وَأَسَارِ الْحُسَيْنَ "میری بیکی وصیت ہے کہ اس

غُریب کو اکیلانہ چھوڑنا اور اشارہ امامؐ کی طرف کیا۔

حبيب نے کہا: اے باراد! مطمئن رہو کہ خدا نے مجھے آج کے دن کے لیے پیدا کیا ہے، اسی اشام میں مسلم کی روح پر فتوح بدن سے پرواز کر گئی اور طوبی پر پہنچ گئی۔ حضرت امامؐ کچھ وقت مسلم کی لاش پر ماتم کر کے پھر حبيب کے ساتھ واپس آگئے۔

جناب مسلم بن عوجہ کے فرزند کی شہادت

جناب مسلمؓ بن عوجہ کو تین ملعونوں نے مل کر شہید کیا۔ یہ ملعون عبد اللہ ضبائی، عبد اللہ بن خشکارہ اسدی اور مسلم بن عبد اللہ ضبائی تھے جو ہمیشہ میدان گنگ میں فخر و مبارکات کیا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمؓ بن عوجہ جیسے بہادر کو شہید کیا ہے جب کہ شبیث بن رہبی جو اگرچہ خود بھی بڑا ملعون اور شقی تھا، ان تینوں کو گالیاں دیتے ہوئے کہتا تھا کہ اے طالمو! تمہاری ماں میں تمہارے خم میں ماتم کریں تم نے تو اپنی عزت کو قطع کر دیا اور اس پر فخر کرتے ہو؟ تم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس نے اسلام میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔

جناب محمد بن الی طالبؑ کی روایت کے مطابق جب مسلم عوجہؓ کی شہادت کا علم ان کی زوجہ کو ہوا تو اس نے ماتم کیا اور نوحہ کرتے ہوئے کہا: واسیتہ‌ها و اوسیجہ اسے گریہ و ماتم کا شور بلند ہوا تو تمام اصحاب اور مخدرات عصمت بھی ضبط نہ کسیں اور ہر طرف ماتم ہی ماتم پر پا ہو گیا۔

فُوراً الائمه میں خوارزمی نے روایت نقل کی ہے کہ جناب مسلم عوجہؓ کے بیٹے بالکل نوجوان تھے۔ جوں ہی انہیں معلوم ہوا کہ وہ تیم ہو گئے ہیں تو نالہ و زاری کی پھر فرط خم میں ٹھہرال تکوار اٹھائی اور باپ کا بدله لینے میدان میں نکلے۔ حضرت امام حسینؑ نے جب اس تازہ خم دیدہ جوان کو میدان میں جاتے دیکھا تو فرمایا: بیٹے! کہاں جاتے ہو؟ تمہارے باپ شہید ہو چکے ہیں۔ اگر تم بھی آگے بڑھے تو شہید ہو جاؤ گے، تمہاری ماں تمہارے باپ کے خم میں ٹھہرال ہے، بے موں ہے، اپنی ماں کے پاس واپس آ جاؤ۔

وہ نوجوان فرمائیں امامؐ پر واپس آرہے تھے کہ ماں پہنچ گئی اور پوچھا: بیٹا! کیا ارادہ ہے؟ اگر تم نے جہاد سے جی چرا یا تو میں تم پر راضی نہ ہوں گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! واپس آؤ ممکن ہے کہ تمہاری ماں جہاد کرنے پر راضی نہ ہو۔ اس تازہ جوان پہنچے نے عرض کیا: مولانا! میری ماں تو جہاد کا حکم دے رہی ہے۔ امامؐ اور اصحاب امامؐ کے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے کہ پہنچے بھی محابت

اسلام میں شہید ہونا چاہتے ہیں۔

پس یہ نوجوان پچھہ میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھ کر دشمن کو لکارا: ”میرے امیر حسین ہیں اور وہ بہترین امیر ہیں جو محمدؐ بشر و نذری کے دل کا سرور ہیں، جو علیؐ اور فاطمہؐ کے فرزند ہیں۔ کیا دنیا میں ان کی مثل کوئی ہے؟ یہ رجز پڑھ کر لشکر کفر پر حملہ آور ہو گئے۔ پہلے حملے میں میں افراط کو واصل جنہیں کیا۔ لڑتے لڑتے پیاس نے قتال کر دیا اور دشمنوں نے بھوم کر دیا اور زخمی کر دیا جس کے باعث زمین پر گر گئے اور ان کا سر جدا کر لیا گیا۔ دشمنوں نے ان کا سر امام حسینؐ کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ ان نوجوان کی ماں دوڑی اور سر کو انداز کر بوسہ دیا اور کہا: اے میری آنکھوں کے نور! آفرین ہے تم پر کہ تو نے مجھے جناب زہراءؐ کے سامنے سرخو کر دیا ہے۔ پھر اپنے بیٹے کے سر کو لشکر ابن سعد کی طرف پھینکا اور ایک کو قتل کر دیا۔ پھر خود خیمه کا عمود لیا اور کہا کہ اب شوہر اور بیٹے کے بعد زندگی بے کار ہے اور پھر ان ملعونوں پر حملہ کر دیا اور یہ رجز بھی پڑھا: ”میں بورڈی ہوں، ذکھی ہوں، کمزور ہوں لیکن ایسے حملہ کروں گی کہ آخر دم تک بنی قاطمہ زہراءؐ کا وفا قع کرتی رہوں گی۔“ یہ رجز پڑھا اور عمود خیمه کی ضرب سے دملعونوں کو قتل کر دیا۔

اُن شہر آشوب کی روایت کے مطابق اس ضعیفہ داع و دیدہ کو لشکر نے حاصلہ کر کے اپنے بیٹے اور شوہر سے ملتی کر دیا۔

ظہر عاشورہ سے پہلے لشکر ابن سعد کے حملے

کتبِ معتبرہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ طلوع آفتاب سے دونوں لشکروں کی ایک دوسرے کے مقابل صاف آرائی تھی لیکن ظہر کے نزدیک لشکر ابن سعد نے اپنا زور لگا کر چار حملے کیے کہ جلدی سے امام حسینؐ کو قتل کیا جائے، ان کی تفصیل یوں ہے:

- پہلا حملہ: جب عمر بن زبیدی حاج اور ابن سعد نے ایک ایک کی مبارزہ طلبی کے معاہدے کو توڑنے کا حکم دیا تو لشکر ابن سعد میں جوش و خوش پیدا ہوا اور سوار اور پیڈل دتوں حرکت میں آگئے۔ پیادوں کا امیر شرحتا اور سواروں کا امیر عمر بن حاج زبیدی تھا۔ کبھی میرہ سے شر اپنے پیادہ لشکر کو ولوہ دیتا تھا اور کبھی عمر بن حاج میمنہ کو جولان دیتا تھا۔ کبھی شر میرہ سے امام کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کرتا اور کبھی عمر بن حاج اپنی فوج سے امام کے لشکر پر حملہ کرتا ہے لیکن حملہ کا گر تباہت نہیں ہوا کیونکہ امام کے اصحاب گھوڑوں سے اُتکر زانو زمین پر نیک لگا کر اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے نیزے پکڑتے اور آنے گھوڑوں کی آنکھوں میں مارتے تھے جس سے گھوڑے رُک جاتے اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے تھے لہذا لشکر کفر ذلت اور خفت سے پہا ہونے پر مجبور ہوا اور ٹکست کھائی اور پیچھے بھاگنے لگا تو اصحاب نے نیزے زمین پر رکھ دیے اور تیر چلانے شروع کیے جس سے

کافی بیزیدی قتل ہو گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

● دوسرا حملہ: پہلے حملے کے ناتاکام ہونے پر شرمنے عمرو بن جاج کی سرفوش اور ملامت کی اور خود امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا۔ شرمنے اپنے پیادہ لشکر کو لاکارا، سواروں کو پیادہ کی مدد کے لیے بلا یا اور دونوں کو جنگ پر براہینختہ کر کے امام کے مسیرہ پر حملہ کر دیا۔ جبکہ میسرہ کے سردار جناب حبیب بن مظاہر اسدی جیسے شجاع تھے، انہوں نے ایسا مقابلہ کیا کہ اس کیش لشکر کے مقدمے کو روکا اور بلند نیزوں سے لشکر کے تکبر کو توڑ دیا حالانکہ امام کے لشکر میں صرف ۷۲ سوار تھے۔ انہوں نے ایسا جواب دیا کہ مٹڑی دل لشکر ایک دوسرے کے اوپر گر رہا تھا اور شر کے حملے کو ناتاکام بنا یا اور وہ ذیلیں و خوار ہو کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔

● تیسرا حملہ: جب ان دو حملوں سے پسپائی عروہ بن قیس نے دیکھی تو عمر سعد کو پیغام بھیجا کہ امام کے لشکر کا مقابلہ کرنا آسان نہیں البتا اور سوار اور پیادہ دوستہ مجھے دو تو میں حملہ کرتا ہوں۔

علامہ قزوینی نے ریاض الاحزان میں لکھا ہے کہ یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ اس میں امام علیہ السلام کے اکثر اصحاب شہید ہو گئے اور باقی جو پچھے سب زخمی ہوئے اور تھک گئے تھے۔ جب یہ کیفیت علیؑ کے غصب حضرت عباسؑ نے دیکھی کہ عروہ بن قیس تازہ لشکر لے کر شرکی حمایت سے ہمارے لشکر کو تار و بار کر رہا ہے تو اللہ کے شیر کی غیرت نے جوش مارا اور ہاشمی جوانوں کو حکم دیا کہ ڈھال، تکواریں لے کر نکلیں اور حبیب بن مظاہر کی نصرت کریں۔

جب عروہ نے دیکھا کہ اب حضرت عباسؑ بھی اصحاب امام کی نصرت کے لیے آ رہے ہیں تو ان سعد کے لشکر کے دن کی روشنی رات کی تاریکی بن گئی اور مجبوراً لشکر کفرنے فرار کرنے میں اپنی نجات بھی۔ ابن سعد کو جا کر کہا کہ امام حسینؑ کی یہ تھوڑی سی جماعت کس قدر شجاع ہے کہ ہمیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا، اس قلیل جماعت کی فکر کرو۔

● چوتھا حملہ: ابن سعد نے عروہ اور شرکی درخواست پر تیر اندازوں کا تازہ لشکر حسین بن حمیم کی سرداری میں مدد و نصرت کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ جاتے ہی اصحاب حسینؑ پر اس قدر تیروں کی بارش بر سائیں کہ ان کا لشکر صبور ہستی سے مت جائے۔ اب چوتھے حملے میں لشکر کفرنے ایک طرف سے تکواروں کا حملہ کیا تو دوسری طرف سے تیر اندازوں نے تیروں کی پارش کر دی۔ ایک طرف سے پتھر مارنے والوں نے ہجوم کر کے لشکر حق کا حصارہ کر لیا اور پیادہ فوج گھوڑوں کو گرانے کے لیے کہیں گاہوں میں پیش گئی۔

مرحوم مفتی گرماتے ہیں: اس ترکیب سے لشکر حق کے گھر سوار زمین پر گرتے گئے اور وہ ملعون ایک ایک کامیابہ کر کے شہید کرتے رہے۔ لشکر حق کے پیادوں پر تیر بر سائے گئے، جس سے ان کے خون بیٹھے رہے۔ یہ اصحاب پھر بھی بڑی ولیری

نے لڑتے رہے اور جوانردوں کی دکھاتے رہے۔ جب کچھ اصحاب شہید ہو گئے تو اصحاب کا گریہ و زاری بلند ہوا۔ امام حسینؑ نے یہ گریہ و زاری کی آوازیں سنیں تو خود اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے اصحاب کی نصرت کے لیے میدان میں آئے تو اصحاب نے اسداللہ الفالبؑ کی طرح جنگ کرتے امام حسینؑ کو دیکھا کہ لشکر کفر کو کیڑوں کی طرح مار رہے ہیں تو اصحاب میں اور زیادہ طاقت اور جرأت پیدا ہوئی اور بھوکے شیروں کی طرح لشکر کفر پر حملہ کرو یا، اس طرح کوفہ و شام کے لشکر کو خیام سے دور کر دیا۔

کچھ اصحاب امامؑ پر واؤں کی طرح امام علیہ السلام کے ارد گرد پھر لگاتے رہے۔ اگر کوئی شخص امامؑ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو اصحاب سامنے آجاتے اور اس کے حملے کو اپنے اوپر لیتے اور تیروں کو اپنے سینوں پر لیتے تھے۔ عمر بن فخر ط انصاری حضرتؐ کے ارد گرد پر وانہ وار پھر لگاتے کہ ہر آنے والے تیر کو اپنے ہاتھوں پر لیتے اور اگر توارکا وار ہوتا تو یہ جوان اپنے سینہ میں لیتا۔

لشکر کفر کا یہ حملہ شدید تر تھا بلکہ کربلا کی جنگ سے پہلے اور بعد میں اس قسم کا شدید حملہ نہیں دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔ اس حملہ میں زہیر بن قیس اور حسیب بن مظاہر نے اس قدر ثابت قدمی اور بہادری سے جنگ لڑی کہ آج تک اس قسم کی شجاعت اور ثابت قدمی نہیں دیکھی گئی۔

اصحاب امامؑ نے عمر بن جاجح پر جنگ اس قدر جنگ اور شدید کردار اور شر پر اس قدر سختی آئی کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حسین بن قیم پتھر مارنے والوں کے سردار تھے اور تیر اندازوں کے سردار عروہ بن قیس نے جس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش سے اصحاب امامؑ کو خیام سے دور کرنے کی کوشش کی وہ ناکام رہے اور اصحاب نے خیام امامؑ کی حفاظت کو نہ چھوڑا۔

یہ لڑائی دوپہر تک ہوتی رہی۔ اصحاب حسینؑ کے گھوڑے مارے گئے اور اصحاب پیدا ہو گئے۔ عمر سعد نے دیکھا کہ خیام کی ایک سمت اصحاب اور انصار سے خالی ہے تو شر سے کہا کہ پیدا ہو فوج لے جاؤ اور خیام کے قریب جا کر امام حسینؑ کے پہلوں اور عورتوں کو ڈرا کر ان کے گریہ کی آوازوں کو بلند کروتا کہ امام حسینؑ اور اصحاب پریشان ہو کر جنگ سے پیچے ہٹ جائیں۔

پس لشکر اہل سعد کے دو حصے کیے گئے، ایک گروہ امام حسینؑ اور اصحاب سے لٹکتا رہا اور دوسرا گروہ خیام کی طرف آیا اور خیمیوں کی آگے والی طنابیں کاٹ دی اور خیمیوں کو اندر کی طرف گردایا۔ جب خیمے گرے تو پچھے اور عورتوں جو خیمیوں میں تھے، خیام سے باہر نکلے اور ایک دوسرے سے دوسرے کی خیمے میں پناہ لینا چاہی لیکن جس خیمے میں جاتے وہ خیمہ گر جاتا تھا۔ بالآخر

پچوں کا گریہ وزاری بلند ہوا اور عورتوں نے سید الشهداء کے خیمے میں پناہ لی اور سب ماتم کر رہے تھے اور ہر مستقر و اصحاب دعا و اعلیٰ کے میں بلند کر رہی تھی۔ جب یہ نوحہ و ماتم کی آواز امام اور اصحاب کے کافوں میں گونجی تو اصحاب کو علم ہو گیا کہ دشمن خیام کے پاس پہنچ گیا ہے لہذا چاہتے تھے کہ واپس آ کر خیام کی حفاظت کریں لیکن دشمنوں نے راستے بند کیے ہوئے تھے۔ ان اصحاب سے دو یا شین نفر بہت غربت اور حیثت سے دشمن کی صفوں کو چیر کر خیام کی طرف آتے تو شرکی فوج ان پر تیر بر ساقی اور وہ شہید ہو جاتے۔

جب امام علیہ السلام نے اہل بیت کے رونے کی آواز سنی اور اپنے اصحاب کا حال بھی دیکھا کہ اہل بیت کے گریہ کی وجہ سے نہ تو اصحاب جنگ کر سکتے ہیں اور نہ خیام کی طرف جاسکتے ہیں کیونکہ ایک گروہ لٹکر خیام اور اصحاب کے درمیان حائل تھا، اگر ایک گھنسٹہ اور اسی حالت میں رہے تو تمام اصحاب گرفتار ہو جائیں گے اور تمام مظلومانہ شہید ہو جائیں گے لہذا امام نے ان اصحاب کو حکم دیا کہ تم خیام کی لٹکر کرو، خدا کے سپرد کرو، ان کا خدا محافظ ہے تم جنگ میں مشغول رہو اور دشمنوں پر تابرو توڑ ایسا حملہ کرو کہ خیام کے سامنے سے یہ لٹکر ہٹ جائے اور تم پھر خیام کی طرف آئ۔

امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق، اصحاب ایک جگہ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے پشت لگا کر اور غربت اور حمیت سے شدید بھنگ شروع کر دی۔ اور ہر شر نے اعلان کیا کہ خیام کو آگ لگادو۔ حضرت امام نے جب یہ سناتے ٹھنڈی سائنس لی اور آسمان کی طرف تجسس کر کے بدعا کی: اللہم لا یَحْرِكَ الشَّمْرَ ان تُحرقْ جَسْدَهُ فِي الدَّارِ یَعْمَلُ الْقِيَامَةَ

اسے اللہ ا تو شر کو اپنے غصب کی آگ میں جلا دے، تیری راہ میں سب مصیبتیں برداشت کر رہا ہوں لیکن میری اہل بیت تیرے حوالے ہیں۔ امام میدان میں جنگ بھی کر رہے تھے اور مناجات بھی کر رہے تھے جب کہ پچھے اور عروشِ صوب میں گریہ و زاری کر رہے تھے۔ جوں ہی خیمه کے ارد گرد آگ کے شعلے بلند ہوئے تو ہاشمی جوان بھرے، ہر بیٹے کو ماں، بھائی کو بھین، باپ کو پھوپ کی فکر ہوئی تو حملہ شدید کر دیا اور ہزاروں کو قتل کر کے خیام کی طرف آنے کا راستہ بنا لیا۔ ان جوانوں کے آگے آگے ڈھیر بن قیمن بھلی راہ کھولتے آرہے تھے اور باقی ان کے پیچے دائیں بائیں جملہ کرتے آرہے تھے۔ اسی دوران میں جناب خزینہ اور انس بن الی جنم شہید ہو گئے۔

اس لڑائی کے دوران میں ابو عدرہ نے زہیر کو کہا کہ ہم نے خیام کو آگ لگادی ہے تو زہیر نے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب شرمنے ان اصحاب کو اس قدر شدید لڑائی کر کے خیام کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فرار ہو گیا۔ زہیر کے ساتھ دیں اصحاب نے شر کے بھائیتے ہوئے گروہ پر حملہ کر دیا۔ بہت سارے ملعونوں کو قتل کر دیا۔ باقی زخمی ہو کر دوڑ رہے تھے کہ کچھ اصحاب امام نے ان کو فی العار کر دیا۔

مhydrat عصمت کو جب معلوم ہوا کہ زہیر چند اصحاب کے ساتھ خیام کے پاس آگئے ہیں اور شر کا گروہ فرار کر گیا ہے تو گریہ وزاری سے افاقتہ کیا لیکن جوانان بنی ہاشم کے لیے فکر مند تھیں۔ اسی دوران میں علم عباس نظر آنے لگا اور بنی ہاشم کے جوانوں کے نعروں کی آوازیں hydrat عصمت کے کانوں میں پہنچیں۔ تمام بیویوں کی نظریں خیام کے دروازے کی طرف تھیں کہ اپاچک امام حسین، حضرت علی اکبر، شہزادہ قاسم، جناب حون، جناب جعفر، جناب عبد اللہ اور دیگر باشی جوان سب خیام کے پاس پہنچ گئے۔

اول ہبیث بن رنجی نے شمر کی سرنش کی اور کہا کہ اے بد بخت ان بچوں اور عورتوں کا کیا تصور ہے، تو نے ان کو اس قدر رُلا�ا ہے کہ ہمارے مگر بھی کتاب ہو گئے ہیں؟ ہبیث کی ندمت سے شر رسوأ ہوا اور کہا گیا کہ اب عورتوں اور بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے صرف مردوں سے ہماری جگہ ہے۔

ظہر عاشورہ کے واقعات

• نماز ظہر کی مہلت: جب زوالی عاشورہ ہوئی تو ابوثامہ صائدی یا ابوثامہ صید اوی کہ جن کا نام عمرو بن عبد اللہ تھا، اپنے بیانے امام کے پاس آئے اور انگلی، ہستگی اور مجرور حالت کے باوجود عرض کیا: مولا! ہمارے قتل ہو جانے میں کوئی عکس نہیں۔

بروایت مجلسی کہا کہ جب تک ہم ان دشمنوں کو قتل نہ کروں ہم شہید نہیں ہوں گے البتہ ہماری ولی خواہش ہے کہ جب ہم اللہ کی ملاقات کو جائیں تو نماز ظہر آپ کی افتادا میں پڑھی ہوئی ہو کیونکہ نماز کا وقت ہورتا ہے۔

فَرَقَعَ الْحُسَيْنَ رَأْسَهُ إِلَى السَّيَاءِ وَقَالَ ذَكَرَتِ الصَّلَاةُ جَعَلَكَ مِنَ الْمُصْلِيَنَ

”امام نے آسان کی طرف سراہیا اور فرمایا: تو نے اس وقت نماز کو یاد کیا، خدا تجھے نمازوں میں سے اخھائے۔“

اس وقت امام علیہ السلام نے اصحاب سے فرمایا: ان ظالموں سے اس قدر مہلت مانگو کہ تیر یا حملہ روک دیں تاکہ ہم نماز ادا کریں۔ بروایت ابو الحسن امام نے ابوثامہ صید اوی سے فرمایا کہ اذان کہوا اور بعض روایات کے مطابق حضرت نے خود اذان پڑھی۔ پھر امام علیہ السلام نے ابن سعد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أَنْسَيْتَ شَرِائِعَ الْإِسْلَامَ الْأَتَقْفَ غَنَّا الْحَرْبَ حَتَّى نُصَلِّي وَنَعُودُ إِلَى الْحَرْبِ

”ابن سعد اکیا تو نے شریعتو اسلام کو بالکل ترک کر دیا ہے؟ ہمیں اتنی بھی چھوٹ نہیں کہ ہم کم ازکم نماز کا فریضہ ادا کر لیں پھر جنگ کریں گے۔“

ابن سعد نے جواب نہ دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: لَا حُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

شہادت جانب حبیبؒ بن مظاہر اسدی

جب امام علیہ السلام کی فرمائش پر ابن سعد نے کوئی جواب نہ دیا تو حسین بن نمير نے بلند آواز سے (طنز) کہا:
یَا حُسَيْنَ صَلَّی فَلَنْ صَلَوَاتَکَ لَا تُقْبَلُ ”اے حسین! نماز پڑھ لو یکین آپؒ کی نماز قبول تو نہ ہوگی۔“

امحاجاً حسینؑ نے یہ سنا تو سب ترپ کر رہے گئے خصوصاً حبیبؒ بن مظاہر اسدی جو امامؑ کے ساتھ کڑے تھے اور اس ملعون کے جواب میں کہا: وَيَلَكَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحُسَيْنِ وَتُقْبَلُ صَلَاةُكَ يَابْنَ الْحَمَارِ ”اے بدجنت! امام حسینؑ کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تمہاری نماز قبول ہوگی۔“

حسینؑ کو حبیبؒ کا کلام سن کر غصہ آیا اور خزیری کی طرح غضباناً ہو کر حبیبؒ سے کہا: اے حبیب! آدم تم میرے ساتھ جنگ کرو۔ جانب حبیبؒ نے امامؑ سے اجازت لیتے ہوئے عرض کیا: اے میرے مولا و آقا! میں نماز بہشت میں ادا کروں گا اور وہاں آپؒ کے سلام آپؒ کے جدا امجد، والد گرامی اور بھائی کو پہنچاؤں گا۔

اگرچہ بخار میں مجلسی نے حبیبؒ کی شہادت نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد لکھی ہے لیکن ابو الحسن اور ابن شہراً شوب وغیرہ نے نماز ظہر سے پہلے شہادت لکھی ہے کیونکہ ان کو نماز ادا کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جانب حبیبؒ نے حسین بن نمير پر حملہ کیا اور تکوار اس کے سر پر اس قدر زور سے ماری کہ اس ملعون نے گھوڑے کی لگام کھینچی اور اپنے سر کو پیچھے کر لیا جس سے ضرب گھوڑے کے سر پر گلی اور گھوڑے کا دماغ چھٹ گیا۔ گھوڑے نے بدک کر ملعون حسین کو زمین پر گرا دیا۔ حبیبؒ نے بڑھ کر اس کے سر کو جدا کرنے کی کوشش کی کہ حسین کے ساتھیوں نے حسین کو حبیبؒ کے چنگل سے چھڑایا۔ اس وقت حبیبؒ نے یہ بجز پڑھا: ”میں حبیبؒ بن مظاہر ہوں، میدان کا شجاع اور شیر غفتر ہوں۔ تم تعداد میں بہت زیادہ ہو اور ہم قلیل ہیں لیکن ہم تم سے زیادہ طاقتور ہیں۔ ہم تم پر جنت تمام کرتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیں اور تم سے زیادہ متین ہیں۔“ پھر حملہ کیا اور ۱۳۵ افراد کو ایک ہی محلہ میں فی النار والستقر کر دیا۔ بلکہ محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق ۶۲ ملعونوں کو واحد جنم کیا۔ حبیبؒ نے سخت جنگ کی، سیکڑوں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے کثیر تکواروں، تیروں، نیزوں کے زخم لگ گئے اور خون جاری رہا جس کی وجہ سے کمزوری اور ضعف غالب آ گیا۔

اسی وقت تین قسم کے پرہلیں بن صریم نے ان پر حملہ کیا اور تنوار سے جبیب کے سر پر ضرب لگائی اور ایک ملعون نے نیزہ مارا جس سے جبیب ڈین سے زمین پر آئے۔ جبیب امتحنا چاہتے تھے مگر زخموں اور پیاس نے مٹھاں کر دیا تھا۔ آپ کی حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسین بن نعیم جو پہلے بچوں اور عورتوں کی طرح میدان سے بھاگ گیا تھا، نے آپ کے سر پر تنوار کی ضرب لگائی اور جس ملعون نے نیزہ مارا تھا اپنے گھوڑے سے اتر اور جبیب کا سر مبارک جدا کر دیا۔

حسین نے اس تینی سے کہا کہ میں جبیب کے قتل میں شریک ہوں لہذا ان کا سر مجھے دوتا کہ گھوڑے کی گردان میں لکاؤں اور گھوڑے کو دوڑا اُس اور لوگ دیکھیں کہ میں نے اس قتل میں شرکت کی ہے۔ پس گھوڑے کی گردان میں جبیب کا سر لٹکایا اور اپنے لشکر کو دکھایا اور پھر اس تینی کو سرو واپس کر دیا۔

جب یہ لشکر کفر کوفہ آیا تو اسی تینی شخص نے جبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردان میں لٹکایا اور ابن زیاد کے دربار کی طرف چارہ تھا اک جناب جبیب کے بیٹے قاسم (جونازہ جوان تھے) نے بابا کے سر کو دیکھا تو اس گھر سوار کے پیچے پیچے چلتے رہے اور اس سے جدا نہ ہوئے۔ جب وہ ملعون ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوا تو قاسم بھی دربار میں چلتے گئے۔ جب وہ ملعون باہر آیا تو قاسم بھی باہر آگئے۔ اس ملعون کوٹک ہوا اور کہا کہ اے بچے! تمہیں کیا ہے کہ میرے پیچے پیچے آتے ہو اور مجھ سے جدا نہیں ہوتے۔

قاسم نے کہا: کچھ بھی نہیں۔

ملعون تینی کہنے لگا: یہ بلا وجہ نہیں، بتاؤ کہ تم میرے تعاقب میں کیوں ہو؟

قاسم نے کہا: یہ سر جو تیر گھوڑے کی گردان میں ہے یہ میرے بابا کا سر ہے؟ کیا مجھے یہ سر دیتے ہو کہ اس کو دفن کر دوں؟

ملعون تینی نے کہا: ابن زیاد راضی نہیں ہو گا کہ اسے دفن کیا جائے اور میں ابھی اس قتل پر انعام لینا چاہتا ہوں۔

قاسم نے کہا: خدا مجھے نبی سزا دے گا، خدا کی قسم اتنے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو ہر لحاظ سے تم سے بہتر تھا۔ یہ کہا اور گریپ زاری کی اور دل میں تمنا کی کہ کاش انتقام لے سکتا۔ پس خدا نے اس کی تمنا پوری کی اور مصعب بن زبیر کی کفر کی گورنری کے دوران میں اس ملعون کو خود قاسم نے قتل کر کے اپنے بابا کا انتقام لے لیا۔

جناب رَہِیر بن قِین بْنِ بَجْلَی کی شہادت

جناب جبیب کی شہادت کے بعد جمال امامت پر تھکان اور دل ٹکشی کی کیفیت دیکھی تو رَہِیر بن قِین نے عرض کیا: میں

آپ کے قدموں کی خاک پر قربان جاؤ۔ مَا هَذَا الْإِنْكَسَارُ الَّذِي أَرَاهُ فِي وَجْهِهِ؟ ” آپ غمگین کیوں ہیں اور دل کیوں دلکی ہے؟ آپ کے چہرے پر حزن و ملال ہے حالانکہ ہم تو حق پر ہیں۔“

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم واقعًا حق پر ہیں۔

زہیر نے عرض کیا: یا مولای آتا ذن لی فی البوان ” مولًا! مجھے اذن بجاوں سکتا ہے؟ ”

امام علیہ السلام نے اجازت دی تو زہیر نے یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ کر لکارا: ” میں زہیر بن قین ہو، میں تواریخ امام حسین کا دفاع کروں گا کیونکہ حسین فرزید رسول ہیں اور مجھے کوئی عار محسوس نہ ہوگا۔ ”

پھر لشکر کفر پر حملہ کیا اور ان کو مولی گا جر کی طرح کاشا شروع کر دیا یہاں تک کہ پہلے ہی حملے میں پچاس شجاعوں کو ہلاک کر دیا اور زہیر کے حملہ کی شدت کو دیکھ کر لشکر کفر ٹھابت قدم نہ رہ سکا۔ انہوں نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اس وقت زہیر کے دل میں خیال آیا کہ شاید امام علیہ السلام نے نماز ظہر پڑھنے لی ہو اور میں جماعت سے محروم رہ جاؤں گا اس لیے جلدی میدان سے امام پاک کے حضور ہو گئے۔

امام کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز کے ختم ہوتے ہی جناب سعید بن عبد اللہ کی شہادت ہو گئی تھی تو پھر زہیر میں شہادت حاصل کرنے کا جذبہ اٹھا۔ امام کے سامنے گھرے پر سوار ہو کر آیا اور خم ہو کر عرض کیا: اے سلطان اقیم ایمان و یقین! مجھے آپ کی جگہ اور پاک بابا کی زیارت کا از حد شوق ہے، مجھے اجازت دیں۔

امام نے اجازت دی اور میدان میں آئے، آپ کو لشکر کفر میں ڈال دیا۔ بے پرواہ کر قلب لشکر کی طرف تجھے کی، ہنفوں کو چیرتا ہوا اور لاشوں کو گراتا اور سروں کو اڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ابی تھف کے مطابق ستر بھادروں کو حاصل جہنم کر دیا اور خدا جانتا ہے کہ اس لشکر کفر کو تھس نہیں کر دیا۔

جب تک نیزہ ہاتھ میں رہا اور نیزہ کام کرتا رہا تو اس نیزے سے قتل کرتے رہے۔ جب نیزے نے کام کرنا چھوڑ دیا تو آتش بار تکوar کو ہاتھ میں لیا اور لکار کر کہا: اے بے حیا لوگو ارسول پاک تمہاری اس بے حیا کی کو دیکھ رہے ہیں اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پیغمبر اکرم کے سامنے فرزید پیغمبر کو قتل کر رہے ہو؟ یہ رجز پڑھتے تھے اور وائیں باسیں جملہ کرتے ہوئے لشکر کفر میں عظیم ہنگامہ اور ہائل مجاوی۔

بروایت محمد بن ابی طالب ایک سویں شجاعانی کفر کو قتل کر دیا لیکن افسوس کہ پیاس کی شدت، ہنفوں کی کثرت، بڑھاپے کی کمزوری اور میدان کی حدت نے اس شجاع پر ضعف کا غالبہ کر دیا اور دوڑتے گھوڑے سے گر پڑے، ہنفوں نے احاطہ کر لیا اور کثیر بن عبد اللہ سعی و مہاجر بن اوس تھی نے دائیں بائیں سے زہیر پر حملہ کر دیا اور تکوar اور نیزوں سے چھلنی کر دیا۔

جب زہیر زین سے زمین پر گرے تو امام علیہ السلام کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے اور حضرت میں کر کے فرماتے تھے: لَا يَبْعَدُكَ اللَّهُ يَا زُهيرٍ، لَعَنَ اللَّهِ قاتَلَكَ لَعَنَ اللَّهِ الَّذِينَ مَسَخُوا قِرْدَةً وَخَنَافِيرَ "اللہ لعنت کرے ان پر جنہوں نے تمہیں قتل کیا، اللہ ان کو بندرا اور خنزیر کی شکلوں میں سخ کر دے۔"

اسے زہیر ا تو نے میری نصرت کی اور حضرت کاظم ادا کر دیا اور ہمیشہ میرا پشت پناہ رہا ہے۔ تم میرے لشکر میمنہ کے سردار تھے حقیقتاً آپ میری دائیں آنکھ تھے۔ آپ اور جبیبؑ کے چلے جانے سے میرے دوپر ثبوت گئے اور میری طاقت خشم ہو گئی۔

نمایز ظہر کی ادا میگی اور جناب سعید بن عبد اللہ کی شہادت

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ جناب جبیبؑ بن مظاہرہ کی شہادت کے بعد اس دھنی آشوب میں نماز خوف ادا کی گئی۔ نماز خوف و نماز ہے جو دشمنوں کی کثرت اور ان کے موقع محلہ کی صورت میں پڑھی جاتی ہے۔ نماز پڑھنے والوں کے دو گروہ کیے جاتے ہیں، ایک گروہ امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اور دوسرا امام کے آگے کھڑا ہو کر امام اور نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(از مترجم: امام نے بھی اپنے نمازوں کی دو صیفیں بنا کیں ایک صف امام کے آگے اور ایک امام کے پیچے تھی اور نماز پڑھتے رہے)

جب عمر بن سعد حرامزادے نے دیکھا کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں تو حکم دیا کہ تیر انماز ان پر تیروں کی بارش برسا دیں۔ امام نے جب ان بے شرم کی بے شری دیکھی تو نمازوں میں سے دو دشمنوں کو منتخب کیا: ایک جناب سعید بن عبد اللہ الحنفی اور دوسرے زہیر بن قین۔ حضرت نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم آگے کھڑے ہو جاؤ اور ہر آنے والے محلہ کا دفاع کروتا کہ ہم نماز ادا کریں۔

لپیں دونوں اپنی جانوں کی پرواکیے بغیر دائیں بائیں امام کے آگے کھڑے ہو گئے۔ جدھر سے نیزہ یا تیر آتا، آگے بڑھ کر ہاتھوں اور سینوں سے استقبال کرتے اور امام سے ہر محلہ کو روکتے رہے۔ جناب سعید کو تیرہ تیرے تیڑے لگے، البتہ نیزروں اور تکواروں کے زخم ان کے علاوہ تھے اور اس جان مرد نے حضرت امام حسینؑ کا اس قدر دفاع کیا کہ دشمن بھی حیران رہ گئے بلکہ ان کی استقامت سے غصب ناک ہوئے اور قریب آئے اور تکواروں کے کمی وار ان پر کیے حالانکہ تیرہ تیر تو پہلے ان کو لوگ چکے تھے اور تکواروں اور نیزروں کے زخم الگ تھے۔ ان تکواروں کی ضربیوں، تیروں اور نیزروں کے زخمیوں اور تیرے تیر سینے میں لگنے

کے باوجود سعید نے استقامت دھائی اور امام کے آگے کھڑے ہو کر سکندری کی طرح مقاومت کی۔ پھر دشمنوں نے قریب آکر نیزوں سے زخمی کرنا شروع کر دیا لیکن پھر بھی وہ کھڑے رہے اور جناب سعید کی استقامت اور کھڑے رہنا اس وقت تک رہا جب تک امام نماز پڑھتے رہے تاکہ کوئی تیر مولاً کونہ لگے۔ جوں ہی نماز ختم ہوئی اور امام نے السلام علیکم ورحمة اللہ پڑھا تو جناب سعید بن عبد اللہ زخمی کی تاب نہ لارز میں پر گرے۔ آپ مجاہات میں مشغول تھے اور دشمنوں پر یوں لعنت کر رہے تھے:

اللَّهُمَّ اعْنُمْ لَعْنَ عَادٍ وَّتَوَوِّدُ اللَّهُمَّ أَبْلِغْ نَبِيَّكَ عَنِّي السَّلَامَ وَأَبْلِغْهُ مَا لَقِيتَ مِنَ الْمَجْرَاحَ فَإِنِّي أَرَدُتُ بِذَلِيلَكَ نُصْرَةً ذُرِّيَّةَ نَبِيِّكَ

”اے خدا! اس قوم پر لعنت کر جیسی لعنت عاد و ثمود پر کی ہے۔ خدا! اسی حال میں میرے سلام نبی پاک کو پہنچا دے اور انھیں میرے حال سے مطلع فرمادے کہ اب یہ حالت ہو گئی ہے اور جگر سوز زخمیں کو اپنی جان پر لیا ہے۔ خدا! یہ تمام مصیتیں ذریت پیغمبر کی راہ میں برداشت کی ہیں اور ان تمام کا مقصد رسول اللہ کے مظلوم اور غریب فرزند کی نصرت ہے۔“

بعض مقاتل کی کتب میں ہے کہ سعید زخمی ہو کر زمین پر گرے تو خان اور خاک میں غلطان اپنے آپ کو امام کے قدموں تک کھینچ لائے اور سر امام کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حال میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

دو بھائیوں جناب عبد اللہ غفاری اور عبد الرحمن غفاری کی شہادت

امام علیہ السلام کی غربت کی حالت دیکھ کر یہ دونوں بھائی روئے ہوئے آئے۔ امام نے پوچھا: یا یعنی آخری ما یُبَیِّکِیْکُمَا فَوَاللَّهِ إِنِّي أَرْجُو أَنْ تَكُونَنَا بَعْدَ سَاعَةٍ قَرِيرِيِّ الْعَيْنِ ”اے میرے بیٹوں روئے کیوں ہو، خدا کی قسم ایک گھنٹے کے بعد تم بہت خوش اور مسرور ہو گئے اور تمہاری آنکھوں کا نظارہ جمالِ مصطفیٰ ہو گا۔“

دونوں بھائیوں نے عرض کیا: یا بین فاطمۃ البکتوں جعلنا وَاللَّهُ فَدَّاکَ ”اے فرزندِ قاطر! خدا ہماری بے حقیر جاؤں کو آپ کا فندیہ بنائے۔“

خدا کی قسم! ہم اپنے اوپر نہیں روئے، ہماری تو ہزار جائیں آپ کے ایک بال پر قربان ہیں، ہم روئے ہیں تو آپ کے حالات کا آپ اس قدر مختلفات میں گھر چکے ہیں اور ہم آپ کو اس مشکل وقت میں فائدہ نہیں دے سکتے۔ ہماری تعداد کم ہے اور لشکر کفر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہمارے دل آپ کی مظلومیت اور غربت پر کتاب ہو رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے

بعد آپ کی حالت زار کیا ہوگی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے وفادارو اونتی ہو گا جو خدا کو منظور ہو گا۔ بھائیوں نے ہاتھ جوڑ کر جہاد کی اجازت طلب کی۔ امام نے اجازت دے دی اور فرمایا: بیو! تم چلو، تم قہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ پس دونوں بھائیوں نے امام سے الوداع کہا اور میدان کی طرف لٹکے۔ میدان کی حالت، دشمن کی کثرت دیکھ کر آپس میں یہ بات طے کی کہ ایک دوسرے سے پشت ملا کر اکٹھے جنگ کرتے رہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ پس دو شیروں کی طرح فوج پر ان دو بھائیوں نے حملہ کیا، اور چند نادرتوں کو واصلی جہنم کیا۔ لڑتے لڑتے پیاس کی شدت زخموں کی کثرت اور میدان کی حدت سے ضعف کا غلبہ ہوا اور بازو سست ہو گئے اور لڑتے لڑتے زمین پر گرے اور ان کی رو جیں پرواز کر گئیں۔

شہادت طرماج بن عدی

دوسرے داروں جناب حبیب اور جناب زہیرؑ کی شہادت کے بعد لشکرِ امام پر تھکان اور گھبراہٹ مکمل طور پر چھا گئی تھی کیونکہ باقی ماندہ اصحاب تمام رُخیٰ حالت میں تھے اور اتنی کمزوری پیدا ہو چکی تھی کہ حرکت کرنے کی سہمت و طاقت بھی ختم ہو رہی تھی۔

دوسری طرف پیاس اور بھوک کی شدت نے اہل بیت میں صبر اور برداشت کی طاقت ختم کر دی تھی کیونکہ آزادی کی ایجادی، بچوں کی اعطش کی آوازیں آرہتی تھیں۔ غم و اندوہ کا غبار، امام کے لشکر اور خیام کا احاطہ کیے ہوئے تھا کہ ہر دیکھنے والا خود بخود مظلومیت اور غربت حسین پر روبرہا تھا۔ اسی دورانِ حاتم طائفی کے قبیلے کے چشم و چراغ یعنی طرماج بن عدی سے برداشت نہ ہوا اور جان قربان کرنے کے لیے بے تاب ہو گیا۔ یہ طرماج زمانے کے مشہور شجاعوں سے تھے اور حضرت علیؓ کے شاگردوں میں تھے، یہ بلند قامت، جسمیں، فصیح و بیغ اور بہت طاقتور تھے۔ شبِ عاشورہ اپنے قبیلہ کو جھوڑ کر امام حسینؑ کے پاس آئے تھے اور حضرتؑ سے درخواست کی تھی کہ مولاؑ میں آپؑ کو حفظ مقام پر لے جانا ہوں۔ لیکن امامؑ نے کسی حفظ مقام پر جانا قبول نہ کیا۔ جب طرماج نے دیکھا کہ امامؑ کی طور اس مشن کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو یہ خود امامؑ کے اصحاب بادشاہی میں شامل ہو گئے اور ظمیر عاشورتک اصحاب کے ساتھ رُخی بھی ہوئے اور اصحاب کے ساتھ ہر دکھ میں شامل رہے۔ روزِ عاشورہ بعد از نمازِ ظہرِ المطہ اٹھایا، بڑی تیرکمان پاڑو میں لٹکائی، تیروں کا تھیلہ اٹھایا اور شیر ببر کی طرح میدان میں وارد ہوئے۔ آپؑ یہ رجز پڑھ رہے تھے: ”میں طرماج ہوں جس کی ضرب کی شدت معروف ہے، میں تمہارے سر ہوا میں اڑانے آ گیا ہوں“۔

لشکر کفر نے جب طرماج کا نام سناتا کاپنے لگے اور دو رجہ بھانگنے لگے۔ این سحد نے لشکر کو لاکارا کرائے قوم ادنی میں نفر

اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے لہذا ایک بارگی سب حملہ کر دوں کہ شاید کامیاب ہو جاؤ۔ جس لشکر کفر نے بھڑوں اور سکھیوں کی طرح ان پر حملہ کر دیا لیکن اس شیرخوار کو ذرا بھر خوف لا حق نہ ہوا، تو اپنے ایک اور حصیت کی طرح دشمن پر لے کر پھر کیا تھا؟ سر ہوا میں اذربے تھے، ہاتھ کٹ کٹ کے زمین پر گر رہے تھے جس کر میں ضرب لگاتے تو کٹوں کے طوطے اڑ جاتے تھے اور جس سر میں ضرب لگاتے، سینے تک چیڑ دیتے۔ کربلا کے میدان میں محشر کا سامان تھا۔ جو شخص ان کی جگہ کو دیکھتا اس کے طوطے اڑ جاتے تھے۔ اس پہلے حملہ میں ستر یزید یوں کو جہنم پہنچایا اور بادل کی طرح گرتے، اور جوش کھاتے آگے بڑھتے جاتے تھے کہ پیدل فوج کے کثیر گردہ کو جہنم رسید کر دیا۔ طراح گھوڑے کو پار پار جولان دے رہے تھے کہ اتفاقاً گھوڑے کو ایسا نیزہ لگا کہ گھوڑا زمین پر گرا جس سے بلند قد و قامت طراح خاک میں غلطان ہو گئے۔ تھکے ماندے، پیاس، بھوکے اور رُغْنی تھے اور خون بہہ جانے کی وجہ سے صحن نے غلبہ کر لیا تھا۔ اس لیے اب وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے۔ جسے قیمت بخت ہوئے لشکر کفر نے احاطہ کر لیا اور ہر طرف سے وار کیے اور سر پلن سے جدا کر دیا اور اپنی سعد کے پاس سر لے گئے۔

بعض مقائل میں ہے کہ جب طراح زخمی کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے تو بے ہوش ہو گئے اور لشکر نے موت کا لیقین کر کے چھوڑ دیا اور ان کو گیارہ محروم کی رات کو ہوش آیا۔

پھر ان کے بعد عبدالحق بن عبد اللہ یعنی شہید ہوئے، پھر بیجی بن سلیم مازی، ان کے بعد مالک بن انس بن مالک، ان کے بعد جناب عمرو بن مطران، ان کے بعد جناب قیس بن معہب، ان کے بعد جناب عمرو بن فرطہ الصاری شہید ہوئے۔

شہادت حظلہ بن سعد شیبانی

نمایا ظہر کے بعد اصحاب کافی تعداد میں شہید ہو چکے تھے، جو گھوڑے بہت باقی تھے وہ بھی رُغْنی، پیاسے، بھوکے، جن کی حالت بیان کرنے کی قلم میں جرأت نہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے کرم دوستو! اے اولادِ آدم کے نجیبو! تم نے مال و منال، فرزند و عمال، جان و جلال سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ چند لحظات اور اس مصیبت پر پرداستگامت دکھاو۔ شربت شہادت تمہیں بھی مل جائے گا اور موت ایک میل ہے جس سے گزر کے وادی رحمت میں پہنچ جاؤ گے اور جنت کے اعلیٰ درجوں میں مقیم ہو گے۔ اور ابھی اس زمان سے دارالجلال میں منتقل ہو جاؤ گے۔

اسی دوران میں ابن سعد نے آواز دی: اے میرے لشکر! جلدی کرو کہ وہن گزرنے والا ہے۔ اس تحوڑی سی جماعت کی

زندگی کے چراغ بجھا دو، ان کا اور کوئی ناصر نہیں ہے۔ بس یہی کچھ ہیں، حملہ کرو اور تکواروں کا ایک لمحہ بنا دو۔ پس لشکرِ کفر نے حملہ کر دیا۔ تیر، پھر اور نیزے مارنے لگے۔ اس وقت حظله بن سعد شیبانی امام کے آگے آگئے اور اپنے سینے کو آنے والے تیروں اور نیزوں کے لیے پیش کر دیا تاکہ کوئی وار امام حسینؑ تک نہ پہنچے۔ جنابِ حظله نے حفاظتِ امامؑ کی بہت کوشش کی اور لالکار کر لشکرِ کفر کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

اے بد بخنو! اے ظالمو! اس کام سے باز آ جاؤ۔ روز قیامت تمہارا وہی حال ہو گا جو جنگ احزاب کے وقت رسول اللہ کے مقابلین کا ہوا تھا، یا جو حال قومِ ثمود اور عاد کا ہوا تھا۔ اے قوم! اخدا سے ڈرو اور اس مظلوم پر اس قدر ظلم نہ کرو۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ حضرت امامؑ نے حظله سے فرمایا: خدام پر رحمت کرے، تم نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے لیکن یہ قوم اب خدا کے سخت عذاب اور ناراضکی کی مستحق ہو چکی ہے، ان پر کسی نصیحت کا اثر نہیں ہو گا؟ بلکہ ان کی شقاوتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

حظله نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، آپؐ کو کیا انتظار ہے؟ کیا آپؐ خدا کے حضور نہیں جانا چاہتے اور اپنے روحانی بجا گیوں سے ہم ہمیں جا کر طیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، جس تم جاؤ ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

اجازت ملتے ہی حظله شیر کی طرح میدان میں آئے اور ایک کثیر تعداد کو جہنم میں بھیجا۔ پھر رات تی نو تی گر گئے گرے تو خدا سے مناجات کی اور ظالموں پر لعنت کی۔ اسی دوران میں ایک ظالم آیا اور مناجات والی زبان کو کاٹ دیا اور کہا کہ تیری یہی زبان ہمیں نصیحت کرتی تھی اور ان کی روح پر واڑ کر گئی۔

شہادتِ جاج بن مسروق

جاج امام حسین علیہ السلام کے مودوں بھی تھے اور امامؑ کے گھوڑے کی رکاب پکڑنے والے بھی تھے۔ یہ بہت زیادہ نمازی، روزہ دار، قاریٰ قرآن اور حافظِ فرقان تھے۔ جاج بن مسروق نے جب امام حسینؑ کی یہ حالت غربت و مکہ تو دیبا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور اپنی جان کے اب تک سالم ہونے پر شرمندہ ہوئے، لہذا امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں قربان جاؤں، میری قربانی کا ابھی وقت نہیں آیا، مجھے بھی اجازت دیں۔

حضرتؐ نے روتے ہوئے اسے اجازت دی۔ جاج دکھی دل اور پریشان حالت سے میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ ”میں حسینؑ کی طرف آیا ہوں جو ہادی بھی ہیں اور مہدی بھی ہیں۔ میں ابھی حسینؑ کے ناناؤ بھی پاک کی ملاقات کو جا رہا۔

ہوں۔ پھر حملہ کر دیا اور پہلے ہی جملے میں پندرہ بھادروں کو جنم میں بچا دیا اور پھر کشیر پیادہ فوج کو زندگی سے محروم کر دیا۔ محدث قمی نے مشنی الامال میں لکھا ہے کہ مجاج نے دشمن کے ۲۵ نفر بلک کر دیے، وشن ان کی تلوار کی ضرب سے ٹک آگئے اور دُور و نزدیک سے تیزبارانی کر رہے تھے۔ لڑتے لڑتے آپ رخی ہو گئے۔ عسکری اور پیاس نے غلبہ کیا، کمزور ہونے لگئے دشمنوں نے محاصرہ کر لیا اور نیزروں اور تلواروں نے بدن کے سوراخ اور گلزارے کر دیے۔

شہادتِ ہاشم بن عقبہ بن وقار

صاحب روضۃ الشہداء نے اس جوان کی شہادت کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ جب نمازِ ظہر کے بعد امام حسینؑ کے اکثر اصحاب شہید ہو گئے اور لمحہ لمحہ سخت ہوتا گیا تو اچانک بیباں کربلا سے ایک سوار آیا اور بڑے رعب سے میدان میں آیا۔ اپنے گھوڑے کو خوبصورت جولان دے رہا تھا، جبکہ سوار زہرا اور مرنخ کی طرح چمک رہا تھا۔ سر پر خوبصورت خود لگائے تھا، ایک لمبا نیزہ پا تھا اور بڑی خوبصورت کمان اور تیروں سے بھرا ترکش کاندھ سے پرانگار کھا تھا۔ اس نے اپنی یمنی تلوار کو زہراً لود کیا ہوا تھا اور میدان میں غرائے ہوئے ہملہ آور ہوئے اور کہا کہ جو مجھے جانتا ہے تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں ہاشم بن عقبہ بن وقار ہوں، سعد بن ابی وقار کا بھتیجا ہوں اور عمر بن سعد منافق کا بچپن ازاد ہوں۔

پھر لشکرِ امامؑ کی طرف مخاطب ہوا: السلام عليك يابن رسول الله

اگرچہ میرا بچپن اداشمن کے ساتھ ہے لیکن میں تمہارا محبت اور وفادار ہوں۔ اس ہاشم نے صفين میں جنگ کی اور جم کے ساتھ جنگ میں اپنے بچپن کے ساتھ شجاعت کے وہ جو ہر دکھائے کہ تاریخِ صحابہ میں معلوم ہے۔ پھر لشکر ابن سعد کی طرف منزہ کر کے کہا: مجھے اس لشکر میں سے کسی سے غرض نہیں مجھے صرف میرے بچپن ازاد سے کام ہے وہی میرے مقابل آئے۔

عمر بن سعد نے یہ بات سنی اور ہاشم کا طعنہ سناؤ وہ کاپنے لگا کیونکہ وہ ہاشم کی شجاعت اور لڑائی کے انداز کو جانتا تھا اس لیے لشکر کو لکار کر کہا: اے بھادر وابی سوار میرے بچپن ازاد ہے، میرا اس کے مقابل جانا مصلحت کے خلاف ہے، تم میں کون ہے جو اس کے مقابل جا کر میرے دل کو شفاذے۔

امیر حلب سمعان بن مقائل میدان میں آیا۔ یہ دمشق کے قریبیں ملاقی سے ہزار سواروں کے ساتھ ابین زیاد کی بدد کے لیے آیا ہوا تھا۔ یہ شخص تجربہ کار تھا اور اس نے دنیا کی سردی گرمی دیکھی ہوئی تھی۔ جب یہ میدان میں آیا تو ہاشم کو لکارا۔

اے بزرگ عرب! اتیرے بچپن ازاد کو ابین زیادت کیا برابی کچھی ہے؟ اب تو تے اور طبرستان کی ولایت اسی کے نام ہے اور یہ عمر بن سعد پورے لشکر کا سالار ہے۔ اس بچپن ازاد کو چھوڑ دیا اور حسینؑ سے جاملا جس کے پاس نہ حکومت، نہ مقام، نہ

خزانہ، نہ نوکر چاکر ہیں۔ پس دولت اور دنیا سے منہ نہ پھیر اور اپنے بخت پر لات مت مار۔
ہاشم نے کہا: اے بد بخت! تو اس چند روزہ زندگی کو دولت سمجھتا ہے اور اس بے اعتبار دنیاوی وقار کو بخت کا نام دیتا ہے
حالانکہ نہ دولت قابل اعتبار ہے اور نہ اس کے بخت واقعی کو دوام ہے۔
اے سمعان! اور انصاف کرو اور بہشت کی ہیئت کی نعمتوں کو اس مردار دنیا سے ترجیح دو۔ دنیا کتوں کی غذائے، اے
چھوڑ دو اور فرزیدِ مصطفیٰ کی خدمت میں آ جاؤ اور رضاۓ الہی اور سعادت سرمدی کی دولت حاصل کرو۔
سمعان کو یہ یاتھ سن کر غصہ آیا اور کہا: اے ہاشم! تمہیں نہ اپنے چجاز ادکی شرم ہے، نہ ابن زیاد کو خاطر میں لاتے ہو، تم
بہت مغروہ ہو چکے ہو، تمہیں غرور نے عقل سے ڈور کر دیا ہے۔

ہاشم نے کہا: میں ابن زیاد پر لعنت کرتا ہوں جس نے میرے چجاز ادکو دھوکا دیا ہے جس کی وجہ سے عمر بن سعد نے دین
کو دنیا کے بد لئے بحق دیا ہے۔ میں بالآخر ہست ہوں، دنیا کو آخرت کے بد لے قربان کرتا ہوں، فانی کو ضارع اور باقی کو حفوظ کرنا
ہوں۔ یہ فانی دنیا جس پر تم فخر کرتے ہو، جلدی ختم ہو جائے گی اور تم عذاب عظیم میں گرفتار ہو جاؤ گے۔
سمعان پھر بات کرنا چاہتا تھا کہ ہاشم غضب ناک ہو گئے اور اُسے لکارا کہ تم مجاہدہ کرنے آئے ہو یا مقابلہ کرنے
آئے ہو؟ پھر سمunan پر حملہ کر دیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر نیزوں سے وار کیا۔ پھر ہاشم نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار اٹھائی
اور سمunan کے سر پر مارنا چاہی تو سمunan نے ہاشم کے سینہ کی طرف نیزہ سیدھا کیا۔ ہاشم نے تلوار کی پشت نیزہ پر ماری، نیزہ
سمunan کے ہاتھ سے گر پڑا، وہ تلوار مارنا چاہتا تھا کہ ہاشم نے مہلت نہ دی اور بر قریار تلوار اس کے سر پر مار دی اور وہ زمین
پر تی دو گلڑے ہو گیا۔

اس وقت الحکمر حسینؑ نے نفرہ تکمیر بلند کیا اور ہاشم نے الحکمر کفر کے سامنے گھڑے ہو کر کہا: اے چجاز اد عمر بن سعد!
تیرے باب سعد بن وقاں نے جنگ احمد میں رسول اللہ کے دفاع میں دشمنوں کو تیر مارے اور دشمنوں کے شر سے دفاع کیا اور
تیغہ بیگ نے انہیں دعا دی تھی اور میرے باب تقبہ بن ابی وقاں نے رسول پاکؐ کے دندان مبارک کو پھر مارا تھا اور دشمنوں کی مدد
اور نصرت کرتا رہا۔ آج عجیب حالت ہے تو ایسے باب کا پیٹا ہو کر دشمن کا ناصر ہے اور فرزیدِ مصطفیٰ پر تلوار کھینچ رکھی ہے۔ میں
اپنے تقبہ جیسے باب کے باوجود اسی بیتؑ کی حمایت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اہل بخش و نفاق کو بیماروں سے ختم کر دوں اور
یہاں یُخْرِجُ الْحُجَّ وَيُخْرِجُ النَّبِيَّ وَيُخْرِجُ الْمُؤْمِنَاتِ وَيُخْرِجُ الْمُؤْمِنَوْنَ كارا صحیح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس دن سید کائنات رسول
پاکؐ کی زبان تیرے باب کو دعا دے رہی تھی اور آج تھجھ پر زبان رسولؐ لعنت کر رہی ہے۔ اس دن زبان رسولؐ میرے باب
پر لعنت کر رہی تھی اور آج مجھ پر آفرین کر رہی ہے۔

عمربن سعد نے یہ کلام سنا تو شہنشی آہ کھنچی اور اپنا سر بھکالیا اور بے شرم آنکھوں سے ندامت کا پانی بہنا شروع ہو گیا۔ سمعان کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے بھائی نعمان بن مقائل اپنے ہزار جوانوں سے ہاشم پر حملہ آور ہو گیا۔ ہاشم نے ذرا بھر خوف محسوس نہ کیا اور ان کے حملہ کے جواب میں اپنے ہاتھ اور بازوؤں کو کام میں لائے اور ایسے جو ہر دھکائے کہ ہشیم انصاف حیران ہو گئی۔

شهادت فضل ابن علیؑ

جب امام علیہ السلام نے دیکھا کہ ہاشم پر ہزاروں سپاہیوں نے یک بارگی حملہ کر دیا ہے تو اپنے باقی ماندہ اصحاب کو حکم دیا کہ جاؤ اور ہاشم کی مدد کو پہنچو تو جناب فضل بن علیؑ امام حسینؑ کے بھائی ۹ اصحاب کے ساتھ ہاشم کی مدد کو لکھ لیکن عمر بن سعد نے فوراً دو ہزار سپاہی آگے روانہ کیے کہ اصحاب حسینؑ جناب ہاشم کی نصرت کو نہ پہنچ سکیں۔

عمر بن سعد کے دو ہزار گھر سواروں نے جناب فضل بن علیؑ کا راستہ روکا اور ان سے جنگ شروع ہو گئی، جنگ کا شور و غل، تلواروں کی مار کی آوازیں آسان تک پہنچ رہی تھیں۔ جنگ شدید ہوئی، لشکر کفر نے اصحاب حسینؑ کے ۹ افراد کو شہید کر دیا۔

جناب فضل بن علیؑ چونکہ اپنے باپ علیؑ کی طرح ذوالفقار حیدری میں مصروف کا رتھے اور کبھی کبھی نیزہ علوی بھی استعمال کرتے اور دشمنوں کے سینوں کو چیر رہے تھے اور کبھی اپنی تلوار سے سر اڑا رہے تھے۔ اور اس قدر شجاعت دکھائی کہ دو ہزار کا لشکر پہنچے ہے لگا اور اعلان ہوا کہ ذور سے تیروں کی بارش کرو، تو تیروں کی بارش میں ان کا گھوڑا شدید رُخی ہونے کی وجہ سے گر گیا۔ حضرت فضل بن علیؑ نے پیدل لڑنا شروع کر دیا، لڑتے لڑتے رُخی ہو گئے تو دشمنوں نے گھیرا ڈال لیا اور طالبوں نے ظلم سے شہید کر دیا۔ اور امام حسینؑ کے بھائیوں سے سب سے پہلے شہید ہیں جو تشنہ لب اور سوختہ جگر سے ساقی کوڑ بآپ سے جا گئے۔

جب ابن سعد کے لشکر نے دس اصحاب کو شہید کر لیا تو پھر نعمان بن مقائل کی مدد کے لیے آیا جو اپنے ہزار سپاہیوں کے ساتھ جناب ہاشم کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور تھا ہاشم ان سے لڑ رہے تھے اور سواروں اور پیادوں کو پتہ پہنچ کر رہے تھے۔ جس طرح گھوڑے کو جولان دیتے تو ہر طرف مُردار کی بوآتی تھی اور جس طرح حملہ کرتے تو مخالفوں کا خون ہی خون نظر آتا تھا۔ نعمان بن مقائل نے اپنی سپاہ کو لکھا کہ آگے بڑھو اور میرے بھائی کا بدلہ لو، اس وقت ہاشم نے ہاتھ لمبا کیا اور اسے کمر بند سے پکڑا اور زین سے زمین پر گرا دیا جس سے اس کی پٹیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فی النار ہوا اور اس کے علم دار کو نعمان بن مقائل کے

ساتھ ملخت کر دیا اور علم گر گیا۔ جب نعمان بن مقائل کی فوج نے اسے مقتول اور اس کے علم کو سرگوں دیکھا تو پیچے دوڑے اور بچاؤ بچاؤ کی آوازیں دیتے جا رہے تھے۔ اب اس مقام پر ابن سعد کا لشکر پہنچ گیا اور ان دوڑتے ہوئے فوجیوں کو واپس کیا اور اب ہاشم کا حصارہ تین ہزار کے لشکر نے کر لیا۔ اس وقت ہاشم کثرت رخ، شدت پیاس اور حدت میدان کی وجہ سے بدنا پر ضعف غالب آ گیا۔ نہ بھاگنے کی طاقت تھی، نہ جنگ کرنے کی صلاحیت۔ اس کے باوجود جوش میں تھے اور شوق رکھتے تھے کہ جنگ کریں لیکن کمزوری نے مذہب کر دیا اور اسی حالت میں شربت شہادت نوش کیا اور عارضی دنیا سے یہیگی کی طرف چلے گئے۔

*.....شہادت جناب جنادہ بن الْخَارِث الْأَنصَارِي

*.....شہادت جناب عمرو بن جنادہ

*.....شہادت جناب معلی بن الحعلی

*.....شہادت جناب معلی بن حظله الغفاری

*.....شہادت جناب جابر بن عروہ الانصاری

*.....شہادت جناب انس بن معلقہ

*.....شہادت جناب علی بن مظاہر اسدی

*.....شہادت داؤد بن مالک

*.....شہادت جناب یزید بن شعاء

*.....شہادت ابو عمر و الحصلی

*.....شہادت جناب شوذب غلام عابس بن شہیب شاکری

*.....شہادت جناب عباس بن شہیب شاکری

اولہ کافی اصحاب حسینؑ کی شہادت کے بعد چند اصحاب باقی رہ گئے تھے، جو تھکے ماندے، زخمی، گھبرائے ہوئے، مر جھائے ہوئے بھوکے پیاسے تھے۔ اولہ لشکر کفر کے درندے انتظار میں تھے کہ اب کون شجاع میدان میں آتا ہے تاکہ جنگی درندوں کی طرح اسے چیر پھاڑ کھائیں۔ اس وقت زمانے کے شجاع اور نامور جناب عابس بن شہیبؑ میدان میں جانے کے لیے تیار ہوئے۔ آپؐ حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے اور جھک کر سلام کیا اور کہا: خدا کی قسم از میں پر کوئی شخص آپ سے زیادہ مجھے کوئی عذر نہیں، اگر میرے پاس یہ طاقت ہوتی کہ ظلم و ستم کو آپ سے دور کر سکوں تو ضرور کرتا۔

میں قربان جاؤں اور آپ گواہ رہیں کہ میں آپ اور آپ کے بابا کے دین اور آئین پر ہوں اور اس عقیدہ سے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پس اجازت لینے کے بعد تواریخ میدان میں اترے۔ جب میدان کے وسط میں پیچھے تو لشکر کفر کے ریچ بن تمیم کی روایت ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب عابس پیر شیر کی طرح تواریخ میدان سے قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ آپ کو میں نے غزوات اور جنگوں میں بہت دیکھا تھا اور ان کے جملوں کو بہت پسند کیا تھا۔ وہ بہادروں کے مردار تھے۔

میں نے آواز دی: *أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا أَسْدُ الْأَسْوَدِ هَذَا ابْنُ شَبَّابَ لَا يُخْرِجُنَّ إِلَيْهِ أَحَدٌ*
 ”اے لوگو! یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شبیب ہیں، ان کے مقابل جو بھی لکلا وہ مارا جائے گا۔“ جوں ہی عابس وسط میدان میں آئے تو بادل کی طرح گرجے اور مبارز طلب کی لیکن کسی کو باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔

عمر بن سعد نے لکار کر کہا: اے لشکر یا! جب ان سے جنگ نہیں کر سکتے تو ذور و نزدیک سے تیر اور پتھر بر سار۔ لشکر کفر نے موسم برسات کی بارش کی طرح پتھر اور تیر برسائے۔ جب عابس نے یہ حالت دیکھی تو خود اور زرہ کو بدن سے اٹار لیا اور پتھروں اور تیروں کی بارش کی پرواکیے بغیر لشکر پر حملہ کر دیا۔ کبھی عمود سے کام لیتے، کبھی تواریخ چلاتے اور کبھی نیزے سے جنگ کرتے۔ لشکر بن سعد کے سپاہی آپ کی دلیری، جانثاری پر حیران تھے اور بعض ان کی شجاعت اور جرأت پر تجب کرتے تھے۔ ریچ بن تمیم راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے عابس کو دیکھا کہ دوسرا سپاہیوں کو آگے لگا کر بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک رہے تھے۔ میں نے آواز دی: اے عابس! اس قدر کیش لشکر میں بغیر خود اور زرہ کے لٹور رہے ہو، کیا آپ کو موت کا ذر نہیں؟

عباس ہے کہا: میں بھر کے سمندر میں ہوں، مجھے خونریزی کا کوئی خوف نہیں۔ جس کے سر سے تواریخ گزرتی رہی ہوں وہ تیروں کی بارش سے کیا خوف کھائے گا۔ یہ کہا اور مجھ سے گزر گئے اور خود کو تواریخ، نیزوں اور تیروں میں ڈال دیا۔ آپ بھوکے شیر کی طرح گڑاتے تھے۔ صفوی لشکر کو چیرتے جا رہے تھے لیکن لشکر کفار بھی اذیت دینے سے بازنہ آ رہا تھا۔ کافی لڑائی کے بعد میں نے دیکھا کہ سر سے پاؤں تک خون میں غلطائی ہیں، سر میں کئی ضریبیں لگی ہوئی ہیں۔ آپ کا جنم شہد کے چھتے کی طرح سوراخ سوراخ ہے۔ آپ کثرت پیکاں کی وجہ سے خارپشت کی طرح ہو گئے تھے اور زین پر ریحان کی شاخ کی طرح کبھی دائیں جھک جاتے اور کبھی سیدھے ہو جاتے۔

خون ریزی کی وجہ سے ضعف کا غلبہ ہو گیا۔ آپ کی روح اڑنے والی ہو گئی، اشقیاء نے یہ حالت دیکھی کہ آپ کی زندگی کا سورج غروب ہونے والا ہے تو غنیمت سمجھتے ہوئے نزدیک آئے اور اس تھکے ماندے شیر کا حاصہ کر لیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چند سپاہیوں نے عابس کا سر بدن سے جدا کیا اور پھر آپس میں جھگڑا کیا۔ ایک کہتا

تھا کہ قاتل میں ہوں اور دوسرا کہ قاتل میں ہوں۔

یہ اطلاع عمر بن سعد کو ملی تو اس نے کہا کہ تم بے وقت جھگڑا کرتے ہو۔ اسے ایک شخص تھا قاتل کر بھی نہیں سکتا تھا۔

شہادتِ جنابِ جون ٹلام ابی ذرغفاری

(از مترجم: یہ جناب ابی ذرغفاری کے غلام تھے جسے انہوں نے رسول پاک کو بخشنا تھا، رسول پاک نے علی کو ہدیہ کیا۔ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو تخدیج دیا۔ حضرت امام حسنؑ نے اسے حضرت امام حسینؑ کو بخشنا اور روزِ عاشور حضرت امام حسینؑ نے حضرت امام جوادؑ کو بخش دیا)۔

جب جنابِ جونؑ نے دیکھا کہ اصحاب کیے بعد دیگرے شہادت کے مستر پر سوتے جا رہے ہیں اور دشمنوں نے ان کے سفید چہروں کو سرخ کر دیا ہے اور اُوھر بزید لٹکر امام حسینؑ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہے اور حضرت امام حسینؑ کی ہدک حرمت کی گئی اور یہ لوگ فرزند رسولؐ کو گالیاں اور طعنے دے رہے ہیں تو آپؑ کی غیرت میں جوش آیا۔ رگوں میں خون ٹیزی سے دوڑنے لگا، گویا صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا ہے۔ صبر کا بند روشنے کو تھا کہ امام حسینؑ کی نظر ان کے چہرے پر پڑی۔ آپؑ کے چہرے پر اضطراب دیکھا تو فرمایا: اے جونؑ! کیا سوچ رہے ہو، کیا خیال آیا ہے، آپ کا اختیار میرے پاس ہے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟

جنابِ جونؑ نے دست بستہ عرض کیا: قربان جاؤں، میرا خیال ہے کہ میں اپنا سر آپؑ کے قدموں میں رکھ دوں کیونکہ اب مجھ میں طاقت نہیں رہی کہ آپ کا یہ حال دیکھا رہوں، آپ کی غربت پر خاموشی سے نظر جمائے رکھوں اور دشمن کی بکواسات کو ستاروں۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: ائمَّا تَبَعَّتَنَا طَلَّا لِلْعَافِيَةِ فَلَا تَبَلَّى بِطَرِيقَتِنَا آپ اس سفر میں ہمارے ہمراہ ہوئے کہ عافیت اور سلامتی حاصل رہے لیکن یہ زمینیں بلا ہے۔ اپنے آپ کو ہماری وجہ سے مصیبت اور بلا میں نہ ڈالو۔

جب غلام نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ مہریاں اور کرم کی وجہ سے مجھے مخدوڑ فرمारہے ہیں تو اپنے آپ کو مولا کے قدموں پر گرا دیا اور عرض کیا: مولاؑ میں جان دینے سے گھرانے کی وجہ سے اب تک خاموش نہیں ہوں بلکہ دیکھ رہا ہوں کہ خوشحالی کے زمانہ میں آپ کے دروازے کا نوکر رہوں اور آج مشکل وقت اور آپؑ غربت کے وقت میں آپ کو تھا چھوڑ دوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

میں قربان جاؤں، چانتا ہوں کہ مجھے جان قربان کرنے سے کیوں مخدوڑ فرمایا ہے اور مجھے اجازت نہیں دے رہے ہیں

کیونکہ میں سیاہ ہوں، میرے خون سے بدبو آتی ہوگی۔ میں پست نسب ہوں۔ اِنَّ رَبِيعَ الْمُتْبَعِ لَمْ يَنْتَهِ وَإِنَّ حَسَبِيَ اللَّهُمَّ
وَلَوْنِي الْأَسْوَدُ ”میرے خون میں بدبو ہے، چہرہ سیاہ ہے، اے مولا! میری ان صفات کی وجہ سے مجھے بہشت سے کیوں محروم
فرماتے ہیں حالانکہ بہشت میں میرا چہرہ سفید، میری بومعطر اور حسب اعلیٰ ہو جائے گا۔“

اے مولا! میں آپ کے قدموں سے سراس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک اپنا یہ سیاہ خون آپ کے خون سے ٹلوٹ
نہ کر دوں۔ حتیٰ اختلطَ هَذَا الدَّمُ الْأَسْوَدُ مَعَ دَمَائِكُمْ یہ کہتا رہا اور قدموں پر سر رکھ کر زار و قطار روتا رہا۔ جوں اس قدر
رویا کہ حضرت امام حسینؑ اس کی محبت کے جذبہ پر گریہ گناہ ہو گئے اور فرمایا:

اے نیک انجام غلام جوں! اجازت ہے جاؤ ہم بھی تمہارے پیچے آ رہے ہیں۔ پھر جوں نے ایک مرتبہ اہل بیت
عظام کے خیام پر چلا کی نظر دوڑائی اور درد اگبیز مخدوشی آہی اور کہا: اے اہل بیت! جوں غلام کو اجازت مل گئی ہے۔ میں خدا
حافظ کہتا ہوں اور میری عرض ہے کہ میری فوکری میں اگر کوئی یا کوئی نقش آیا ہو تو مجھے امام حسینؑ کے صدقے معاف کرو یا
جناب جوں کی آواز سنتے ہی خیام سے پھول اور مخدرات کے گریبی کی آواز بلند ہوئی کیونکہ پھول کو جناب جوں سے بہت محبت
تھی، اس لیے پیچے باہر نکل آئے اور جوں کے ارد گرد حلقة ڈالا اور ماتم کرنا شروع کر دیا۔ حضرت جوں ایک ایک پیچے کے
قدموں پر بوس دیتے اور سلی و دلداری کرتے تھے اور ایک ایک کاماتھا چوم کر ان کو خیمہ میں روانہ کرتے تھے۔

پھر امام حسینؑ علیہ السلام کی قدم بوی کر کے غصب ناک شیر کی طرح میدان میں نکلے اور یہ رجز پڑھا: ”اب کفار اس
سیاہ کی تکواری تیز رفتاری کا مزہ چھیس گے۔ میں سیط نبیؑ کا دفاع کرتا ہوں اور زبان اور ہاتھ سے دفاع کرنے آیا ہوں اور اس
دفاع کے صدقے قیامت کو نجات ملے گی۔“

یہ رجز پڑھ کر تیزی سے دشمن پر حملہ کر دیا اور جنگ کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے اور دشمنوں کو جنم پہنچانا شروع کر دیا
اور لڑتے لڑتے بہت زخم آئے اور خون بہہ جانے اور پیاس کی شدت سے کمزوری آگئی۔ دشمنوں نے معاصرہ کر لیا۔ آپ جب
زین سے زمین پر آئے تو ہر شہید کی طرح امام پاکؑ کو فریاد کی جس طرح ہر شہید آخری وقت امام حسینؑ کو پکارتا تھا اور امام اس
شہید کے سرہانے جاتے، سر گود میں لیتے، مہر بانی فرماتے۔ لہذا جوں کو بھی یہ غواہش ہوئی کہ میں بھی آخری وقت میں امام کی
زیارت کرلوں لہذا زین سے گرتے ہوئے ایک دفعہ خیام کی طرف نکلا کی اور عرض کیا: اللَّمَّا عَلِيْكَ يَامُولَىٰ يَا أَيَا
عَبْدَ اللَّهِ أَدِرِكْنِي

”آقا جان! میرا اسلام ہو، حضرت امام حسینؑ خون بار آنکھوں سے جوں کے سرہانے پیچے اور جوں کا سراپا گود میں لیا
اور بلند آواز میں گریہ کیا اور اپنا مخصوص ہاتھ جناب جوں کے سر اور چہرے پر پھیرا اور یہ دعا فرمائی: اللَّهُمَّ بِتِيسْ وَجْهَهُ وَطَيْبِ

سَرِيْحَةُ وَاحْشُرُهُ مَعَ الْأَبْرَارِ ”میرے اللہ اجوان“ کے چہرے کو سفید نورانی فرماء، اس پوکو معطر فرم اور بروز محشر اہرار کے ساتھ
محشر فرم۔۔۔۔۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعا سے جناب جون کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانی ہو گیا۔ آپ کے خون
سے عطر و عبر کی خوبی آئے گی۔ (از مرجم: کربلا کی خاک سے جو خوبی آتی ہے وہ اسی جون کے متعلق دعا کا اثر ہے)
جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: بابا بزرگوار کی شہادت کے بعد جب غاضریہ کے لوگ شہدا کے
لاشون کو دفن کرنے آئے تو جناب جون کی لاش دن کے بعد نظر آئی اور اس وقت ان کا چہرہ نورانی و سفید اور عطر کی خوبی
آرہی تھی۔۔۔۔۔

..... شہادت حریرہ غلام

..... شہادت جناب زید محاجر جعفر

..... شہادت سیف بن حارث

..... شہادت جناب مالک بن عبد رحمن

..... شہادت جناب سوید بن عمرو بن ابی الطاع

..... شہادت جناب احمد بن محمد باشی

حضرت امام حسینؑ کے قو غلاموں کی شہادت

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھر کے تین غلام جناب محمد بن مقداد، جناب
عبدالله، جناب ابو وجانہ اجازت لے کر نیوں اکٹھے میدان میں آئے اور کفار سے بخت جنگ کی۔ جب دوسرا غلاموں نے
ان کو فرزدہ اعداء میں گھر اہوا دیکھا تو جو جناب قیس بن رقیع، جناب اشعث بن سعد، جناب عمر بن قرطبة، جناب عطیہ،
جناب کمار، جناب سعد میدان میں ان کی مدد کے لیے پہنچے، ان سب نے اکٹھی جنگ کی، جنگ بہت گرم ہو گئی۔ لڑتے لڑتے
یہ قو غلام زخمی ہو گئے اور تواروں، نیزوں کی ضربوں کی کثرت اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ستر شہادت پر ہمیشہ کے لیے
آرام کرنے پہنچ گئے۔۔۔۔۔

ترکی غلام کی شہادت

جب تمام اصحاب اور غلام شہید ہو گئے تو ایک غلام ترک جو قاریٰ قرآن اور حافظ فرقان تھا، امام حسین علیہ السلام کے

دروازے کا غلام تھا، پچھے ان سے بہت ماؤں تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ جب اس غلام نے حضرت امام حسینؑ کی غربت اور تہائی دیکھی تو برداشت نہ کر سکا اور درخشاں ماتھے اور روشن چیرے سے شہنشاہ و ولایت کی خدمت میں آیا اور ادب و احترام کے بعد عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو، ہمارے لئکر میں سے کوئی بھی میرے علاوہ نہیں رہا گویا اب اہل بیٹت کے جوانوں کی باری آگئی ہے اور مجھے میں طاقت نہیں کہ اپنے خادم کیم اور محروم زادوں کو خدا نہ کرے زخمی دیکھوں، مجھے اجازت دیں تا کہ اپنی جان کو قربان کروں۔ حضرت نے ان پر نگاہ کرم کی اور فرمایا: اے غلام! میں نے تجھے اپنے بیار بیٹے کو بخش دیا ہے اور آپ کا اختیار ان کے پاس ہے لہذا یہاں امامؐ سے اجازت لیں۔ غلام امام زین العابدینؑ کی خدمت میں آیا اور حضرت کے بستر کے گرد طواف کیا اور حضرت کے قدموں پر بوسہ دیا۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے چشم مبارک کھولی تو ترکی غلام کو دیکھا اور فرمایا: کیوں رور ہے ہو؟

غلام نے عرض کیا: میں نے آپ کے والد سے جنگ کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا: تم میرے فرزند امام زین العابدینؑ کے اختیار میں ہو، ان سے اجازت لو۔

پس میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مجھے محروم نہیں کریں گے اور مجھے جنگ لڑنے کی اجازت دیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا ہے، لہذا اپنی مرضی کے خود مالک ہو۔

اس نیک صفات غلام نے حضرت امام زین العابدینؑ سے خدا حافظ کی اور خیمہ سے باہر آیا۔ جب خیام اہل بیٹت کے سامنے سے گزر ا تو دکھی آواز میں فریاد کی: اے مندر رات عصمت! مجھ پر راضی رہنا، اگر کوئی نادانست کو ناہی ہو تو معاف کرو یا اور قیامت کے دن مجھے اور خدمت گزار کو یاد رکھنا خدا تمہارا حافظ ہو۔

اہل حرم کا شور و غل بلند ہوا۔ چھوٹے چھوٹے پچھے خیام سے باہر آگئے اور اس غلام کے ارد گرد حلقت پانیا اور ماتم کرنے لگے۔ غلام نے بچھل کو تسلیاں دیں اور ان کو خیام میں واپس بھیجا۔ پھر روئی ہوئی آنکھوں سے میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھا:

”سمندر میرے نیزوں اور تکواروں کی ضربتوں سے موژان ہوتا ہے اور فضا میرے تیروں اور بھالوں سے پُر ہو جاتی ہے۔“

اس رجز سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام کے پاس تیر، کمان، تکوار اور نیزہ وغیرہ تھا اور انہی ہتھیاروں سے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ جو شخص بھی مقابلے میں لکھتا اسے قتل کر دیتا جن کی تعداد کافی ہو گئی، پھر گھسان کی لڑائی میں لڑتے رہتے تھے تھنگ اور قکان کے غلبے نے کمزور کر دیا۔

ایک مرتبہ اپنے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں آیا اور امامؐ نے اسے آفرین کہا۔ اس کے مبارزہ طلبی کو پسند کیا اور

بہت تعریف کی اور شربت کوڑ کی بشارت دی۔ پس غلام نے امام زین العابدینؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا اور دوبارہ مخدرات عصمت کو خدا حافظ کہا اور ان کی خدمت سے دُوری پر بہت گریہ کیا اور پھر میدان میں آیا اور لشکر پر ایسا حملہ کیا کہ دشمنوں کی کثیر تعداد کو تباہ کر دیا اور لڑتے لڑتے زخمی ہو گیا۔ پھر زخموں کی کثرت، پیاس کی شدت اور میدان جنگ کی حدت نے ظلمہ کر کے اس کو کمزور کر دیا اور اسی کمزوری کی وجہ سے زمین پر گرا اور گرتے ہوئے خیام کی طرف نظر دوڑائی تو امام حسینؑ اس کے پاس موجود تھے۔

حضرت امام حسینؑ اسے امام سجادؑ کے خیمے میں لائے، اس کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھا، امام سجادؑ اس کے پاس تھے۔ غلام نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سر کو امام حسینؑ کی جھوٹی میں پایا اور امام زین العابدینؑ کو اپنے سرہانے دیکھا تو مسکراتے ہوئے باپ بیٹھے پر سلام کیا اور اسی حالت میں اس کی روح پرواز کر گئی۔

بنی ہاشم کے جوانوں کا آپس میں الوداع کرنا

جب تمام اصحاب اور محبت، غلام درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ حضرت خامس آل عباد اپنے جوانوں کے ساتھ تھا رہ گئے اور ان جوانوں کے مشام میں جداگانی اور فراق کی تو پہنچی تو ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر یعنی گلے لگا کر ایک دوسرے کو اوپنی آواز سے روٹے ہوئے الوداع کہا۔

جناب مرحوم واعظ قزوینی لکھتے ہیں: ان جوانوں کے ایک دوسرے سے وداع کرنے، خدا حافظی کہنے کا راز یہ تھا کہ ان جوانوں کو فراق اور جداگانی کا یقین تھا لیکن وصال کا محضِ انتقال تھا اور احتمال یہ تھا کہ ان جوانوں میں کوئی ایک زندہ رہ جائے گا تو اس کی شہادت میں بداحصل ہو جائے گی۔

بنی ہاشم سے پہلا شہید کون؟

صاحبین مقاتل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب تک اصحاب اور غلام زندہ تھے اس وقت تک بنی ہاشم سے کوئی شہید نہیں ہوا لیکن اصحاب اور غلاموں کی شہادت کے بعد بنی ہاشم کی قربانیاں دینے کا وقت آیا اور ایک ایک کر کے میدان جاتے رہے اور شہادت پاتے رہے۔ البتہ جس چیز پر تاریخ میں شدید اختلاف ہے وہ بنی ہاشم کے پہلے شہید پر ہے کہ پہلے میدان میں کون گیا اور شہید ہوا؟

اس مسئلے میں دو نظریے ہیں:

① پہلے شہید جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل ہیں۔ اور یہ قول ابن شیرآشوب کا مناقب میں ہے۔ علامہ مجلسی کا

بخار الافوار اور جلاء العيون میں، حبیب الاسیر، ابوالفتوح رازی حروی اور ابی تحف کے مقابل میں بھی بھی ہے۔
 ① پہلے شہید جناب حضرت علی بن احسین علی اکبر ہیں۔ اور یہ قول غفار جناب محمد بن اوریس، صاحب مقام
 الطالین، صاحب یہوف سید بن طاؤس، صاحب ارشاد شیخ مفید، صاحب تاریخ طبری اور صاحب روضۃ الصفا کا ہے۔
 ہمارے خیال میں دوسرے نظریے کا مودود زیارت ناجیہ کا وہ پاک جملہ ہے جو جناب علی اکبر کی زیارت کے بازے
 میں ہے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلَ قَتَيلٍ مِّنْ نَسْئَلٍ خَيْرٌ سَلِيلٌ مِّنْ سُلَالَةِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ
 وَعَلَى آبَيِكَ "سلام ہو تھا پرانے ابراہیم خلیل کی پاک نسل کے پہلے شہید"۔



بَنِيٰ هَاشِمٰ کِی قُرْبَانِیاں

حَفَرْتُ عَلَیٰ أَكْبَرِکَیْ تَقْصِيلِی شَهادَت

تمام اصحاب اور انصار بادشاہ کی شہادت کے بعد بنی هاشم کی باری آئی کہ ان ہاشمی جوانوں کی تعداد ۲۳ نفر تھی، ان کے میدان میں جانے سے پہلے خود حضرت امام حسینؑ میدان میں جانے کے لیے آمادہ ہو گئے تو ان جوانوں نے امام عالی مقام کے گرد گھیرا اور حضرت کے پاؤں پر اپنے آپ کو گرا دیا اور عرض کیا: آپؑ کے قدموں کی خاک پر قربان ہو جائیں جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہو گا آپؑ کو میدان میں نہیں جانے دیں گے۔

ان تمام جوانوں میں سب سے زیادہ جودگی دل تھے اور امامؑ کی غربت پر تڑپ رہے تھے وہ آپؑ کے رشید جوان، دلیر، فرزند ولہند حضرت علی اکبر سلام اللہ علیہ تھے۔ پس انہوں نے اپنا سر بابا کے قدموں پر رکھ دیا اور عرض کیا: یا آبَةَ لَا أَبْقَانِي اللَّهُ بَعْدَكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ ”اسے میرے مظلوم بابا! اللہ مجھے ایک لختہ بھی آپؑ کے بعد زندہ نہ رکھ۔ آپؑ ایک گھنٹہ صبر کریں اپنی جنگ کو موخر کریں تاکہ میں آپؑ پر جان قربان کرلوں۔ پھر آپؑ کی جو مرضی ہو ویے کرنا۔“

جب امام حسینؑ نے اس انداز میں بیٹھے کی بات سنی تو رنگ تبدیل ہو گیا اور طبیعت مر جانے لگی۔ حضرت علی اکبرؑ کے سر کو قدموں سے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا اور پاک خوبصورت چہرے پر بو سے دینے اور گریہ کرتے ہوئے فرمایا: علی! اب یہ کیا سوچ رہے ہو، کیا چاہتے ہو؟

جواب علی اکبر سلام اللہ علیہ نے عرض کیا: بابا! اب زندہ رہنا میرے لیے حرام ہو گیا ہے، ابھی خیمنہ میں گیا تو پھول کو تسلیاں دیں اور مخدرات تو عصمت کو گریہ زاری کو بڑی مشکل سے روکا ہے۔ یہ جملہ کہا اور علی اکبرؑ بلند آواز سے زار و قطار روئے گئے۔

امام حسینؑ نے بیٹھے کو پھر سینے سے لگایا اور بو سہ دیا۔ پھر جواب علی اکبر سلام اللہ علیہ نے محروم اکسار اور شدید اکسار کے ساتھ چہادر کرنے کا اذان چاہا۔

فَلَئِنْ كَثُرَتْ مُبَالِغَتُهُ فِي الْإِسْتِيَّادَانِ وَأَشَدَّ جَزَعَهُ وَهُوَ عَطْشَانٌ أَذْنَ لَهُ الْحُسَيْنُ وَهُوَ
وَلَاهُان

”یعنی جب اذنِ جہاد لینے میں بہت مبالغہ کیا اور شدید جزع کی جب کہ وہ پیاس سے بھی تھے تو امام
حسین نے انھیں اجازت دی لیکن امام اس وقت حیرت زده تھے۔“

جب اجازت ملی تو جناب اکبر سلام اللہ علیہ بہت خوش اور مطمئن ہوئے اور میدان جانے کی تیاری کی۔ جب امام نے
بیٹے کو جنگ کی تیاری کرتے دیکھا تو اپنے عزیز کو پاس بایا اور خود اپنے ہاتھوں سے جنگ کا لباس پہنایا۔
وَرَاتَبَ عَلَى قَاتِمَتِهِ أَسْلَحَةُ الْحَرْبِ وَالْبَسْتَةُ الدِّسْرُ وَشَدَّادُ فِي وَسْطِهِ وَمِنْطَقَةِ لَهُ مِنْ
الْأَدِيمِ فَوَضَعَ عَلَى مَفْرَقِهِ مَغْفِرًا فَوَلَادِيَا وَقَلَدَهُ سَيِّقًا مَصْرِيَا وَأَرَكَبَهُ الْعَقَابَ بُرُاقًا
شَلَوَيَا

”یعنی امام پاک نے اپنے فرزند ولیم کے جسم مظہر پر جنگ کا اسلحہ پہنایا، زرہ پہنائی، چڑے
کا کمر بند جو رسول اللہ کا تھا، کمر پر باندھا، سر پر ایک فولادی خود رکھا، مصری ٹوار جہائل کی اور برق
رفقاً عقاب پر سوار کیا۔“

اب فرمایا کہ بیٹا جاؤ اور میں حرم سے الوداع کر کے آؤ۔ حضرت علی اکبر سلام اللہ علیہ روتی آنکھوں اور سکیوں سے
خیام میں آئے اور آواز دی: السَّلَامُ عَلَيْكُنِ يَا بَنَاتَ رَسُولِ اللَّهِِ الَّلِيْلِ بَيْتٌ نَّفَرَ نَفِيْشٌ
آواز کوستا اور ستاروں کی طرح اپنے خیام کے بروج سے لکھا اور جناب اکبر کے رخساروں کی شیخ کے گرد پروافوں کی طرح جمع
ہو گئے۔ پھر علی اکبر کی جنگ کی تیاری دیکھ کر خیام سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ پھوپھیاں، بیٹیں، سب چھوٹے ہوئے
زیارت اکبر کے لیے اکٹھے ہو گئے اور جناب علی اکبر کے گھوڑے کے اروگر دھلتے بنایا۔

فَأَخْدَتْ عَنَائِكَ وَأَخْوَاتِهِ بِرَكَابِهِ وَعِنَابِهِ وَقَوَافِلَ مَرِكَابِهِ وَامْطَرَنَ عَلَيْهِ سَحَابَ الْعَيْنِ

الْهَاطِلَه

”پھوپھیوں نے گھوڑے کی رکابوں اور گام کو پکڑا اور چھوٹے بچوں اور بہنوں نے گھوڑے کے
پاؤں کو پکڑا اور ساون کے بادلوں کی طرح آنسو بہانا شروع کیے۔“

اسی وقت بڑے دل گردے اور جگر کی مالک جناب لیلی سلام اللہ آکے آئیں اور اپنے بیٹے کی گردان میں ہاتھ ڈال کر
زبان حال سے فرمایا: اے اکبر! مجھے قیامت تک پریشان اور دکھی شہ کر، یہ وادی بلاہے۔ تیرے بابا کے ناصر چلے گئے ہیں۔

تیری روائی دیکھ کر میری آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی ہے۔

جناب علی اکبر سلام اللہ علیہ نے ماں کے جواب میں زبانی حال سے فرمایا: اماں! میرے بابا کیلئے ہو گئے ہیں، میں بابا کی غربت اور آپ کی بے کسی نہیں دیکھ سکتا۔

شہزادے کی میدان میں آمد

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے اہل بیتؐ کو تسلیاں دے کر الوداع کیا اور میدان کی طرف آئے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں: حضرت علی اکبر سلام اللہ علیہ الحادہ سال کے کٹیل جوان تھے۔ چہرہ آفتابی، خلق اور خلق میں شہید تھے۔ جب آپؐ میدان میں آگئے تو ان کے رخساروں کی شعاع سے میدان جنگ منور ہو گیا اور ان سعد کا لشکر جمال اکبر دیکھ کر اس قدر حیران ہوا کہ ان سعد ملعون سے سپاہی پوچھتے تھے کہ اے ظالم! تو ہمیں ایسے خوبصورت جوان سے جنگ کے لئے لایا ہے؟ جب عمر سعد نے دیکھا کہ شہزادہ عقاب گھوڑے پر سوار ہے تو کہا کہ یہ امام حسینؑ کا بیٹا ہے جو شکل و صورت میں شہید تھیغیر ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو جناب رسول اکرمؐ کی زیارت کا شوق غالب آ جاتا تو آپؐ جناب علی اکبرؐ کے چہرے کی زیارت کرتے اور جب رسول پاکؐ کے انداز کلام کو سنتے کا شوق مجبور کرتا تو شہزادے کے کلام اور گفتگو کو سنتے تھے۔ اس پاکیزہ شہزادے نے میدان میں گھوڑے کو جولان دی اور یہ رجز پڑھا: ”مَنْ عَلَىٰ بَنَ الْحُسَيْنَ بَنَ عَلَىٰ هُوَ اُوْرَهُمْ جَبِيْرُ“ کے اقرب ہیں۔

ابوالمویید خوارزمی لکھتا ہے کہ حضرت اکبر سلام اللہ علیہ بڑی شان سے میدان میں آئے، اور مبارزہ طلبی کی لیکن کوئی بھی لشکر اہم سے باہر نہ کلا، بار بار مبارز طلب کرنے کے پاوجو دکوئی نہ آیا۔ پس شہزادے نے خود لشکر پر حملہ کر دیا اور میمنہ و میسرہ اور قلپ لشکر کو ایسا درہم کیا کہ دشمن کے سپاہی آگے سے بھاگ رہے تھے اور الامان الامان کی آوازیں آرہی تھیں۔ پس شہزادہ علی اکبر و اپنی بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا جان! مجھے پیاس نے مار دیا ہے اور لوسے کے ان ہتھیاروں نے مجھے آزدہ کر دیا ہے۔ پس فہل لی شربتہ من سبیل“ کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے۔ اگر ایک گھونٹ مل جائے تو میدان لشکر اہم سے صاف کر دوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: بیٹا! میرے قریب آؤ۔ جناب علی اکبر قریب آئے تو امامؑ نے بیٹے کے لبوں اور منہ سے خاک کو صاف کیا اور حضرت رسول پاکؐ کی انکوٹھی بیٹے کے منہ میں رکھ دی تاکہ چوتے رہیں اور لشکری سے تکسین مل جائے۔ علی اکبر دوبارہ میدان میں آئے اور مبارز طلب کیا۔ ان سعد نے طارق بن شہیث کو بھیجا کہ جاؤ اور حسینؑ کے بیٹے کا کام تمام کر دو۔

تاکہ ابن زیاد سے تمہیں رقد اور موصل کی حکومت لے کر دوں۔

طارق نے کہا کہ مجھے یہ ذر ہے کہ میں فرزند رسولؐ کو بھی قتل کر دوں اور تو اپنا وعدہ بھی پورا نہ کرے۔ عمر سعد نے تم کھائی کر وعدہ وفا کروں گا اور یہ میری انگوٹھی لے لو اور صفات کے طور پر رکھ لے۔ طارق نے عمر سعد کی انگوٹھی کو پہن لیا اور رقد و موصل کی حکومت کے لائق میں جناب اکبرؐ سے جنگ کرنے آگئی۔ یہ کمل اسلحہ سے مسلح تھا، اس نے پہلے نیزہ سے شہزادہ علیؐ اکبرؐ پر دار کیا۔ شہزادے نے اس کے وار کو رد کرتے ہوئے اپنا نیزہ اس کے سینے میں ایسا مارا کہ دو باشست پیغت ملعون سے کھل آیا۔ طارق گھوڑے سے زمین پر گرا تو شہزادے نے اپنے عقاب نامی گھوڑے سے اُسے روک دیا جس سے اس کے بدن کے اعضا ٹوٹ گئے۔ پھر اس کا بیٹا عمر بن طارق آیا تو وہ بھی اسی انداز سے باپ سے ملحق ہوا۔ پھر طارق کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کے غم میں آگ کے شعلے کی طرح جوش مارتا ہوا پکا اور شہزادے کا گربان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تاکہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑیں لیکن اسم اللہ کے فرزند کا ہاتھ ملعون کی گردان میں ایسے آیا کہ اس کی گردان کی رگوں اور ہڈیوں کو توڑ دیا اور زین سے زمین پر دے مارا۔ یہ دیکھ کر لشکر میں ہائے ہائے کی آوازیں بلند ہوئیں اور شہزادے کی طاقت، بیہت اور شوکت کے پیش نظر لشکر کفر کے قدم اکٹھ رکھے۔ عمر سعد خوفزدہ ہو گیا اور مصraع بن غالب سے کہا کہ تم جاؤ اس ہائی جوان کو ٹکست دو۔

مصطفیٰ مقالہ میں آیا تو شہزادے نے نیزہ سے حملہ کیا اور دادا علیؐ کی طرح نرہ بلند کیا جس سے تمام لشکر خوفزدہ ہو گیا کیونکہ اکبرؐ کو اپنے بابا اور دادا سے شجاعت ورثی میں ملی تھی۔ مصراع جان کے خوف سے اور شہزادے کی بیہت سے گھمرا گیا تھا۔ شہزادے نے اپنی تکوار سے اس کے نیزے کو کاٹ دیا جب مصراع نے تکوار اٹھائی اور حملہ کرنا چاہا تو شہزادے نے اللہ اور رسول کا نام لے کر اس کے سر پر تکوار سے ایسے وار کیا کہ زین تک چیز دیا اور اس کے دوکھے کر دیے۔ جب دونوں ٹکڑے زمین پر گرے تو دشمن کے لشکر سے ہائے ہائے کی آوازیں بلند ہوئیں۔

عمر بن سعد نے حکم بن طفیل اور ابن نوبل کو بلایا اور ہر ایک کو ہزار ہزار سپاہی دے کر شہزادے کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں سرداروں ہزار کا لشکر لے کر آگئے اور حملہ آور ہو گئے۔ شہزادے نے ان کا حملہ بھی روک لیا اور پھر ان پر حملہ کیا اور ایسا شدید حملہ کیا کہ یہ دو ہزار کا لشکر فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ شہزادہ علیؐ اکبرؐ نے ان کا تعاقب کرتے کرتے لشکر تک جا پہنچ۔ آپؐ بھوکے شیر کی طرح ان کو قتل کرتے ہوئے تھے۔ اس قدر قتل کیا کہ لشکر میں شور بلند ہوا اور پورے لشکر نے حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے مارو مارو کی آوازیں آرہی تھیں۔ اسی شور و غل میں جناب علیؐ اکبر مسلم اللہ علیہ کی آواز امام حسینؑ کے کانوں تک پہنچی۔ اس وقت امامؓ بھی الحجت پتھے اور کبھی پتھتے تھے اور فرماتے تھے: اکبرؐ! تیرا بابا تیرے زور بازو پر قربان۔

لکھر نے ہر طرف سے حملہ کر دیا تھا لیکن شہزادے کے سامنے جو آتا وہ فتح کرنے جاتا تھا۔ اس حملہ میں شہزادے نے ایک سواتی ملعون واصل جہنم کیے۔ لیکن رُغم زیادہ لگ پچھے تھے اور پورا جسم رُغمی ہو گیا تھا۔ چنانچہ زخموں کی کثرت، پیاس کی شدت اور جنگ کی خدت سے اس شہزادے کے ہاتھوں کی حرکت میں ضعف اور کمزوری آنے لگی۔ ایک مرتبہ پھر لکھر سے نکل کر بابا کے پاس آئے اور بھی عرض کیا: یا آئۃ العَظِیْمَ قَدْ فَتَّلَنِی فَهَلْ إِلَیٰ شُرُّرَبٍ مِنَ النَّاءِ سَبِّیْلٍ ”بابا! پیاس نے مجھے بہت کمزور کر دیا ہے کیا کچھ پانی ملنے کی امید ہے کہ پانی پی کر کچھ طاقت حاصل کروں اور دشمنوں سے پھر جنگ کروں؟“

امام نے اپنے جوان بیٹے کو کوئی جواب نہ دیا البتہ فرمایا: بیٹا! میں شرمندہ ہوں کہ تجھے اس حال میں پانی نہیں دے سکتا۔ پس بیٹے کو سینے سے لگایا، عرق آلود چہرے کو بوسرہ دیا اور فرمایا: حبیبی اصبر قلیلاً حتیٰ یُسْقِیْكَ رَسُولُ اللَّهِ

بِكَاهِ

”میرے جگہ گوشے اور میرے میوہ دل امیرے دل کی ٹھنڈک اور سکون! تھوڑا صبر کرو آپ کو رسول پاک اپنے جام سے سیراب کریں گے۔ اس بشارث پر شہزادے کے دل کو خوشی محسوس ہوئی اور سکون ملا۔ آپ تازہ دم ہو کر پھر میدان میں گئے اور حملہ آور ہوئے۔

لکھر اعداء نے میمین دیوار سے شہزادے پر یکبارگی حملہ کر دیا جس سے حضرت کو بہت زیادہ رُغم آئے۔ اس کے باوجود ایک کیش گروہ کو واصل جہنم کیا۔ جب پیاس کی شدت نے حملہ کیا تو پھر بابا کے پاس آئے اور پانی مانگا۔ حضرت امام حسین نے (محض) تسلیاں دیں۔ شہزادہ علی اکبر نے مدینہ کی طرف رُخ اور کر کے فریاد کی: یا بختہ العَطَشِ پھر بخف کی طرف رُخ کر کے اپنے دادا کو فریاد کی: یا عَلَیِ الْعَطَشِ امام حسین نے جب بیٹے پر شدت پیاس کے اثر کو دیکھا تو فرمایا: یا بُنَیَّ بِعَزَّ عَلَیِ
جَهَنَّمَ مُحَمَّدٌ مُصْطَفَىٰ وَعَلَیِ عَلَیِ اَنْ تَدْعُوهُمْ فَلَا يُحِبِّيْوْكَ وَتَسْتَغْيِيْثُ بِهِمْ فَلَا يُعْتَيْلُوْنَ ”میرے بیٹے!
تیرے باپ پر یہ بات کس قدر گراں ہے کہ آپ اسے بلا کیں اور وہ جواب نہ دیں۔ آپ ان سے فریاد کرتے ہیں اور فریادری نہیں کرتے۔ بیٹا! اپنی زبان باہر نکالو، جناب اکبر نے اپنی خلک زبان نیم سوختہ کتاب کی طرح نکالی تو امام حسین نے اکبر کی زبان کو اپنے منہ میں رکھ لیا کہ شاید پیاس کی کمی ہو جائے لیکن پیاس کی کمی نہ ہوئی۔ پھر حضرت نے انگوٹھی جناب علی اکبر کے منہ میں رکھ لیکن پیاس کم نہ ہوئی۔ آخر کار فرمایا: بیٹا! تمہارے لیے اب دنیا کا پانی ختم ہو چکا ہے، اب جاؤ اور شام سے پہلے اپنے ناٹا سے کوڑ پر سیراب ہو جاؤ۔

جناب علی اکبر سلام اللہ علیہ مایوس ہوئے اور میدان کی طرف لوٹے۔ شہزادہ علی اکبر جنگی قواعد کے مطابق گرج کر حملہ کر رہے تھے اور کشتیوں کے پیشے لگا رہے تھے۔ حضرت کے چہرے پر پیشہ تھا اور رخسارِ محمل کے پھول کی طرح سرخ

ہو گئے تھے۔ اسی دوران میں ایسی جگہ حملہ کرتے ہوئے گزرے جہاں مرہ بن محدث کمین گاہ میں کھڑا تھا، اسی ملعون نے اپنی زہر آسودہ تک روگی کا آبرو تک رخم ہو گیا۔ ابھی اس رخم سے آسودہ نہیں ہوئے تھے کہ اسی مرہ بن محدث نے آتش فشاں نیزہ شہزادے کے پہلو میں مارا جس سے آسان و لایت کا یہ چاند زین پر سنبھل نہ سکا۔ شہزادے نے گھوڑے کی گردن میں پائیں ڈال دیں۔ جب لشکر نے علی اکبر سلام اللہ علیہ کی یہ حالت دیکھی تو بھاگتے ہوئے قریب آگئے اور شہزادے کا محاصرہ کر لیا۔ فَقَطْعُوهُ بِأَسْيَاهُمْ ”اور تکواروں سے آپ کے جسم کے گلزوں گلزوں کر دیے۔“

مرحوم سید یہود میں لکھتے ہیں: ایک ملعون نے زہر آسودہ تیر شہزادے کے حلق میں مارا جس سے شہزادے کی توانا یا ختم ہو گئیں، ایک ہاتھ سے ڈھال اور دوسرا ہاتھ سے تکوار گرگئی۔ شہزادے نے گھوڑے کی گردن میں پائیں ڈال دیں تاکہ گھوڑا خیام کی طرف لے جائے لیکن ہر طرف سے لشکر کی کثرت تھی اور گھوڑا خیام کا راستہ کھوبیٹھا تھا اور بجائے خیام کی طرف جانے کے دشمنوں کے لشکر میں چلا گیا۔ جہاں سے گھوڑا گزرتا ہر ملعون تکوار کاوار کرنا تھا بلکہ جس ملعون کے ہاتھ میں جو کچھ معاوہ مارتا تھا۔ لشکر اعدا نے اس قدر مارا کہ علامہ مجتبی لکھتے ہیں: فَقَطْعُوهُ بِسَيِّفِهِمْ إِمَّا إِمَّا إِمَّا ”انہوں نے شہزادے کے گلزوں گلزوں کر دیے۔“

جناب علی اکبرؑ کی لاش کا خیام میں پہنچا

جوئی جناب علی اکبر سلام اللہ علیہ زین سے زمین پر آئے تو بابا کو پکارا: یا آبۃ هذَا جِدِی قد سَقَانِی ”بابا! میرا سلام، مجھے ناٹا نے سیراب کر دیا ہے۔“ امام حسینؑ بیٹے کے پاس پہنچے، جب لاش پر نظر پڑی تو دیکھا کہ خون میں لٹ پٹ ہے۔ جسید اطہر کو سیدھا کیا اور سر اپنی گود میں رکھا۔ پوری محبت نے جوش مارا تو کافی دیر تک بیٹے کے جسم پر لگے زغمون کو دیکھتے رہے۔

عَلَامَةُ قَرْوَىنِيُّ رِيَاضُ الْأَزْوَانِ مِنْ قَرْمَ طَرَازِ بَنِيِّ
كَانَ الْحُسَيْنُ عَلَى تِلْكَ الْحَالَةِ جَالِسًا حَلَّى التَّرَابَ كَهْيَةً
الثَّاِكِلُ الْمُلْتَهَبُ فَوَادَهُ

”حضرت امام حسینؑ اپنے جوان کے پاس ایسے بیٹھے تھے بیسے وہ باپ بیٹھا ہو جس کا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہو، اور دل دھی ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ بیٹھے میں تم کا نزیدہ ہے۔ آنکھوں کی نظر کمزور ہو گئی تھی۔ اعضاء شل ہو گئے تھے۔ بڑیاں کا نپ رہی تھیں۔ دنیا سے منہ موڑ لیا تھا۔ روشن ولی امامؑ کی نظروں میں تاریک رات ہو گئی ہے۔ زندگی سے علک ہو گئی، کبھی بیٹے کو آوازیں دیتے تھے اور جواب نہیں ملتا تھا۔ پوچھتے تھے، تم کہاں ہو تو وہ بولتے نہ تھے، کبھی دشمنوں پر لعنت کرتے

ہیں، کبھی لوں اور منہ سے خون صاف کرتے ہیں۔ کبھی اپنے چہرے کو بیٹھ کے زخموں پر رکھتے ہیں اور کبھی فرماتے: بیٹا! اب تو راحت میں ہو۔ کبھی فرماتے: بیٹا تم باپ کو تھا چھوڑ گئے ہو۔ کبھی فرماتے: الدانیا بعدك العفا، تمہارے بعد دنیا تاریک ہے، میں بھی تمہارے پچھے آ رہا ہوں۔

ان تمام بیرون اور نوحوں کے بعد سر اٹھایا تو دیکھا سترہ جوان ایک ایک کر کے آ رہے ہیں اور سب نے جناب اکبر سلام اللہ علیہ کے سر پر اپنے حلقہ ماتم برپا کر دیا ہے۔ سید زینی کرتے ہیں اور زار و قطار رورہے تھے اور ایسا ماتم کر رہے تھے کہ زمانے نے ایسا ماتم نہیں دیکھا ہوگا۔ ان کے مر والد کی طرح کے آنسو مسلسل جاری تھے۔ آہ و گریہ زاری آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ وہ اس بیان میں خون پسند بارہے تھے اور ایسے سروں میں خاک ڈال رہے تھے۔

حضرت نے فرمایا: آدمیرے جوان کا جنگازہ اٹھاؤ اور خیام میں لے جاؤ تاکہ سب بھیاں ماتم کریں۔ جوانوں نے ااش اٹھائی اور کلکڑے کلکڑے سڑھ جسم کو خیام کی طرف لے گئے، جب لاش اٹھائی تو ان جوانوں کا گریہ اس قدر بلند ہوا کہ خیام میں مستورات نے سن کر ماتم شروع کر دیا۔ اہل حرم کا گریہ بہت بلند ہوا اور اس قدر ماتم ہوا کہ ملائکہ ملائے اعلیٰ میں رونے لگے۔

امام حسینؑ کبھی جنازے سے آگے اور کبھی جنازے سے پیچے چلتے تھے۔ کر خیدہ تھی، رنگ اُزا ہوا تھا۔ گمامہ ڈھلا ہوا تھا، رسیش مبارک میں خاک طائی ہوئی تھی اور ولدی و ولدی کے بین کرتے آرہے تھے۔ ایک طرف سے جناب عباسؑ علمدار اور دوسرا طرف سے جعفر بن علیؑ نے امام حسینؑ کو بغلوں سے سہارا دیا ہوا تھا، حضرت کبھی اکبر کے جنازہ پر نظر کرتے اور کبھی سر حکما کر کرہے کرتے۔

علامہ قزوینی لکھتے ہیں: خیام کے دروازے تک جناب علی اکبر کے جسم میں جان کی رمق تھی اور کسی کسی وقت بولتے بھی تھے لیکن جوں ہی خیام کے دروازے پر پہنچ تو اکبر کی گفتگو بند ہو گئی، غور سے دیکھا گیا تو روح بھی پرواز کر گئی تھی۔ اسی اثناء میں ایک بچہ خیام سے لکھا۔ حیرت زدہ کبھی دائیں دیکھتا، کبھی باسیں دیکھتا کہ اچاںک جب علی اکبر کی لاش پر نظر پڑی تو بچوں نے روٹے ہوئے اپنے آپ کو لاش پر گراوایا اور لمبی گریزی زاری کی کہ ہر شنے والا روپڑا۔

جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ کی شہادت

تمام اصحاب کی شہادت کے بعد بنی ہاشم کے جوانوں نے ایک دوسرے سے الوداع کرنا شروع کر دیا اور الوداع الوداع، الفراق الفراق کی صدائیں بلند ہوئیں تو آل عقیل سے جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل سامنے آئے۔ یہ بہت

خوبصورت جوان تھے۔ عبداللہ اپنے ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام کے قدموں پر سر رکھ کر بوس دیا، پھر عرض کیا: اے مند ولایت و امامت کے مالک! مجھے اجازت دیں تاکہ اپنی ہمت کے گھوڑے کو آخرت کی طرف جولان دوں اور جناب مسلم بن عقیلؑ کو آپؑ کا سلام پہنچاؤں۔

حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ شہزادہ میدان میں جانے کے لیے ترب رہا ہے تو فرمایا: بیٹا! ابھی تو تمہارے بابا مسلمؑ کے فرق کا غم بھی تازہ ہے۔ تم بھی مجھے اپنے فرق میں ترپانا چاہتے ہو۔ تم مسلم کی یادگار ہو۔ تمہارے بابا کا دکھ میرے لیے کافی ہے، اگر کر سکتے ہو تو یہ کرو کہ اپنی ماں رقیہ خاتون کو اس دھیث کر بلائے ڈور لے جاؤ کیونکہ اس لئکر کفر کا ہدف صرف میں ہوں۔

جناب عبداللہ بن مسلم نے دل شکستہ امام کو قسم دی اور عرض کیا کہ میں قربان جاؤں۔ آپؑ کے مشن پر آج سب سے پہلے قربانی میرے والد مسلم تھے، اس لیے آپؑ کے اقرباً میں سب سے پہلے میں جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: بیٹا! میری آنکھیں تمہیں دیکھ کر مٹھنڈی اور دل خوش ہوتا ہے۔ میں آپؑ کا فرقاً کیسے برداشت کر سکتا ہوں، تمہارے بغیر میری زندگی تاریک ہے۔ اگر ضرور اجازت لینا چاہتے ہو تو نعم اللہ جاؤ، ہم بھی تمہارے پیچے آ رہے ہیں۔

جناب عبداللہ بہت خوش ہوئے، اور ماں اور بہنوں سے الوداع کر کے میدان میں آئے۔

ابن الحشف نے لکھا ہے کہ شہزادہ ہلائی تکوار لیے دشمن کے سامنے آیا اور اپنے گھوڑے کو جولان دی اور مبارز طلب کیا۔ جو سامنے آیا سے اپنی تیغ کی ضربت سے خاک و خون میں ملا دیا، کبھی تکوار چلاتے اور کبھی شہابی ٹاقب جیسے نیزے کو کام میں لاتے اور اپنے پا کے خون کا انتقام لینے کے لیے لشکر کو زور دے رکرتے۔ یوں کشتوں کے پشتے لگا ریے۔

جناب عبداللہ کے سامنے ایک شجاع قدامہ بن اسد فراری آیا۔ یہ بڑا جنگجو، تجربہ کار، نیزہ زنی میں مشہور تھا۔ کبھی شہزادے پر حملہ کرتا اور کبھی فرار کر جاتا، کبھی عبداللہ کو لکارتا اور کبھی ڈور ہو جاتا اور مسکراتا تھا اور جنگ سے گریز کرتا تھا۔ اس طریقے سے جنگ کرنے کا مقصد جناب عبداللہ کو تھا دینا تھا۔ حالانکہ عبداللہ پہلے ہی بھوک اور پیاس کی شدت کے سبب بہت تھکے ہوئے تھے۔ پس حملہ کرنے کی ہمت نہ رہی اور ایک جگہ پر رُک گئے۔ جوں ہی قدامہ آگے آیا تو غربت ہاشمی کے جوش سے زین پر کھڑے ہو کر اس کے سر پر ایسی تکواری کہ آڑھا گلہ کٹ گیا اور پھر کربند میں ہاتھوں اس کو اس طعون کو واصل زمین پر دے مارا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوئے۔ شہزادے نے تین حلول میں اٹھانوے دشمنوں کو واصل چہنم کیا۔ جب این مدد نے جناب عبداللہ کی شجاعت کو دیکھا تو کہا: اے لشکر والو! اس شہزادے کے مقابل نکلو لیکن کوئی مقابل نہ آیا۔ عبداللہ ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ کوئی مبارز کو سامنے نہ آیا لیکن پیاس کی شدت کے باوجود یہ نکر پر حملہ کر دیا۔ پھر

میمنہ کو میرہ پر پلٹ دیا اور کافی سواروں کو ہلاک کیا۔ ان ہلاک شدگان میں حمیر بن حمیر بھی تھا جو نہروان کے خارجیوں سے ایک تھا۔ اس کے ہمراہ اُس کا پیٹا کامل بن حمیر بھی ہلاک ہو گیا۔ اب شہزادہ اپنے مرکز کی طرف آنا چاہتے تھا کہ سواروں اور پیادوں نے گھیر لیا اور محاصرہ نگ کر دیا۔

اسی دوران میں خدائ عشقی نے کمین گاہ سے نکل پر اپنے سواروں کے ساتھ عبد اللہ پر حملہ کر دیا اور شہزادے کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جس سے شہزادہ زین سے زمین پر آئے اور لشکر میں تھا گھر گئے۔

صاحب ارشاد شیخ مفید لکھتے ہیں: اسی وقت عمرو بن صبیح نے جناب عبد اللہ کی نورانی پیشانی پر تیر مارنا چاہا تو عبد اللہ نے اپنے ہاتھوں کو چہرے پر رکھ لیا۔ تیر ہاتھوں کی پشت پر گا جس نے ہاتھ کو پیشانی سے متصل کر دیا۔ عبد اللہ نے کوشش کی کہ ہاتھ کو پیشانی سے ہٹا سکیں لیکن ممکن نہ ہوا کیونکہ ہاتھ کو تیر نے پیشانی سے پر دیا تھا۔ اسی دوران میں ایک ملعون نے شہزادے کے سینے میں نیزہ مارا اور جناب عبد اللہ کی شہادت واقع ہوئی۔

جناب جعفر بن عقیلؑ کی شہادت

جعفر بن عقیلؑ نے جناب عبد اللہ بن مسلمؓ کی شہادت کو دیکھا تو اپنے عم زادؑ کی مظلومانہ شہادت پر بہت روئے اور امام حسینؑ سے اجازت مانگی کہ نیدان میں جانا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے اجازت دی اور یہ تقدیم اور ذخیر جسم شیر فرمیداں میں آئے اور یہ رجز پڑھے: ”میں اٹھی و طابی جوان ہوں، اور ہاشم کی اولاد سے ہوں۔ ہم تمہارے سردار ہیں اور یہ حسینؑ تمہارے کائنات کے امیر ہیں۔“ تکوار لہرائی اور گرج دار آواز سے لکارا کہ کوئی مبارز ہے تو آئے میں جو بھی مقابلے میں آیا فوراً جنم کو پنچا۔ جناب جعفر نے پدرہ ملائیں کو ہلاک کر دیا جبکہ ابو الحسن نے اپنے مقتل میں پینتالیس ملائیں کی ہلاکت لکھی ہے۔ شہزادے نے تقدیم جگہ اور خختہ جسم کے باوجود شجاعت کے جو ہر دکھائے۔ لڑتے لڑتے تھک گئے تو ایک شخص بشر بن سوط الہمدانی کمین گاہ سے نکلا اور تکوار کی ضرب سے جناب جعفرؑ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر ایک اور ملعون نے عمود جناب جعفرؑ کے سر پر مارا جس سے شہادت واقع ہوئی۔

ان کے بعد جناب عبد الرحمن بن عقیل، ان کے بعد محمد بن ابی سعید بن عقیل اور ان کے بعد جناب موسیٰ بن عقیل شہید ہوئے۔

شہادتِ اولاً جعفر بن ابی طالبؑ

جناب عقیلؑ کی اولاد کی شہادتوں کے بعد جناب جعفر بن ابی طالبؑ کی اولاد کی شہادت میں شروع ہو گیں۔ اہل تاریخ

نے لکھا ہے کہ جناب جعفرؑ کے دو بیٹے تھے جناب محمد بن جعفرؑ اور جناب عون بن جعفرؑ لیکن صاحب عمدة الطالب نے لکھا ہے کہ جناب جعفر طیارؑ کے آٹھ بیٹے تھے: ① جناب عبدالله بن جعفر طیارؑ ② جناب عون بن جعفرؑ ③ جناب محمد الکبر بن جعفرؑ ④ جناب محمد اصغر بن جعفرؑ ⑤ جناب مسید بن جعفرؑ ⑥ جناب سین بن جعفرؑ ⑦ جناب عبد اللہ الاصر بن جعفرؑ ⑧ جناب عبد اللہ بن جعفرؑ

ان آٹھ فرزندوں کی والدہ جناب اسماء بنت عيسیٰ تھیں۔ ان آٹھ بیٹیوں سے دو کربلا میں شہید ہو گئے اور وہ جناب محمد اصغر اور عون بن جعفر ہیں۔

صاحب ارشاد شیخ مفیدؒ نے ان دو شہیدوں کو جناب عبدالله بن جعفر کے فرزند لکھا ہے کہ حضرت عبدالله بن جعفر نے یہ دو بیٹے مکہ سے باہر امام کے ساتھ شامل کیے تھے کہ اگر جنگ ہو جائے تو یہ دونوں امام پر اپنی بان قربان کر دیں اور ان دونوں شہزادوں کو سفارش کی کہ اپنی ماں کے ساتھو رہنا۔

شہادت جناب محمد بن عبدالله بن جعفر طیارؑ

صاحب روضة الشہداء لکھتے ہیں: اولاً عقیلؑ کی شہادت کے بعد اولاد جعفر طیارؑ کی باری آئی اور اولاد جعفر طیارؑ میں سے سب سے پہلے جناب محمد بن عبدالله بن جعفر طیارؑ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور جہاد کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اذن جہاد عطا فرمایا اور جناب محمد میدان میں آئے اور رجز پڑھ کر شہنوں کو یوں لکارا: ”اے شہنو! میں تم سے جنگ کرنے آیا ہوں اور امام حسینؑ پر اپنی بان قربان کرنے آیا ہوں، میں تمہارے ہاتھ کات دوں گا اور جعفر طیارؑ کے پاس تمہاری شکایت کروں گا۔“

آپ یہ رجز بھی پڑھتے تھے اور حملہ بھی کر رہے تھے اور اس مکار بدکار قوم کو ہلاک کر رہے تھے، آخر لڑتے تو نتے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جناب زینب خاتونؓ نے اپنے بیٹے کے فراق میں گریہ کیا اور امام حسینؑ نے انہیں تسلی دی۔ جناب مجلسیؓ بخاری میں لکھتے ہیں: یہ شہزادہ امام سے اجازت لے کر ماں اور بھائی کے ہاتھوں اور جہروں کے بوئے لے کر میدان میں آئے اور دوں ملاں میں کو واصل جہنم کیا۔ آپؑ نے سخت جنگ کی اور میدان جنگ کو ملاں میں کے خون سے رنگیں کر دیا۔

اب عامر بن عثمانؓ نے شہزادے پر حملہ کیا تو موت نے جناب زینب خاتون کے دل کے میوہ کی شاخ خیات کو خٹک کر دیا۔ جب بی بی زینب کو اپنے بیٹے کی شہادت کی اطلاع میں توبہ کے اطمینان سے فرمایا: اگر میرا جوان بیٹا چلا گیا ہے تو

کوئی غم نہیں کیونکہ میرے بھائی کا تو بال بھی بیکا نہیں ہونے دیا۔

جَنَابُ عَوْنَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَيْ شَهَادَتْ

جناب عون بن عبد اللہ بن جعفر طیار نے بھائی کو جب کشش اور خون میں لٹ پٹ دیکھا تو میدان کا رزار میں آئے۔ آپ نے اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھا کہ جناب محمد کی لاش کے پاس کھڑا ہے اور خون آسودگوار ساتھ میں ہے تو جناب عون نے ایک کاری ضرب لگا کر قاتل کو ہلاک کر دیا اور دوسرے جوانوں کی مدد سے بھائی کی لاش کو خیمد میں لے لائے۔ پھر امام حسین سے عرض کیا: اے آقائے بندہ نواز! میں نے اپنے بھائی کی موت کو دیکھا تو بے اختیار ہو گیا۔ اب آپ سے اجازت لینے آیا ہوں تاکہ بھائی کے پاس بچت جاؤں۔

امام حسین نے بھائی کو سینے لے لگایا، چہرے پر بوس دیا اور روئی آنکھوں سے جہاد کی اجازت دی۔

جناب مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ محمد کے بعد عون افسر دل اور شکستہ قلب سے میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا: ”اگر تم نہیں جانتے تو سنو میں جعفر طیار کی اولاد سے ہوں جو جنت میں پرواز کرتے ہیں اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔“ پھر شمشیر آڑ ری لہرائی اور دشمنوں کے کشتؤں کے پیشے لگا دیئے اور آتش فشاں نیز سے کافروں کے گدر کو چیرتے ہوئے سواروں کو بھگا دیا تھی کہ تیس سواروں اور اخبارہ بیادوں کی موت کے گھاث انہار دیا۔

شدید لڑائی کے دوران میں اچانک عبد اللہ طائی شجاع نے کہیں گاہ سے نکل کر جناب عون کی پشت پر محمود مارا جس سے ان کی کمر کے مہرے ٹوٹ گئے اور جناب عون گھوڑے پر منجل نہ سکے۔ آپ زین سے زین پر آئے تو روح پرواز کر گئی اور امام حسین کے جوانوں نے جا کر خون آسود اور خاک آسود لاش کو بھائی کی لاش کے ساتھ سلا دیا۔

امام حسنؑ کی اولاد کی شہادتیں

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھانجوں کی شہادت کے بعد امامؑ کے بھتیجوں کی باری آئی۔ جناب امام حسنؑ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن حسنؑ میدان میں آئے۔

جناب عبد اللہ بن امام حسنؑ کی شہادت

مرحوم ملا حسین کا شفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں: جناب عبد اللہ بن حسنؑ ابھی نوجوان تھے۔ اپنے بچپا امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: اے چھا بھچھے اجازت دیں کیونکہ اب میری طاقت برداشت ختم ہو گئی ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہیں کس طرح جگہ کی اجازت دوں کہ تم میرے بھائی کی نشانی ہو اور مجھے بہت

پیارے ہو۔

جناب عبداللہ نے امام کو تسلیم دی اور اجازت لیئے میں اصرار کیا۔ بالآخر امام سے اجازت مل گئی اور میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا: ”اگر مجھے نہیں پہچانتے تو نجیک ہے ورنہ سن لو میں امام حسنؑ کا بیٹا ہوں؟“ میدان میں آئے اور ذرا بھر تو قف نہ کیا اور بے درنگ ابن سعد کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور صفوون کو منتشر کر دیا اور بڑھتے بڑھتے انہیں سعد تک جا پہنچے۔ ابن سعد شہزادے کی تکوار کے خوف سے اپنے سواروں میں چھپ گیا۔ جناب عبداللہ میدان میں آئے اور مبارزہ طلبی کی۔

ابن سعد لشکر کے سامنے آیا اور لشکر یوں کو اس شہزادے سے جنگ پر ترغیب دی۔ خلعت، غلام، گھوڑے اور درہم و دینار دینے کا وعدہ کیا۔ اس وقت بختی بن عمرو شامی سامنے آیا اور کہنے لگا: اے ابن سعد! تو لشکر کا سردار ہے اور سالاری کا دھوکے دار ہے لیکن اس شہزادے کی تکوار کی ضرب کا سامنا کرنے سے کیوں فرار ہوتا ہے۔ خود اس کے مقابل جاؤ۔

ابن سعد شرمندہ ہوا اور کہنے لگا: اے بختی بن ایک کو عزیز ہے اور اگر میں اس شہزادے سے دوسرے بھاگتا تو قع سکتا ہے، یوں اپنی عمر ختم کر دیتا ہے۔ اگر میری بات پر شک ہے تو ابھی یہ شہزادہ میدان شکھ رہا ہے تم جاؤ تاکہ تمہیں ہاشمیوں سے جنگ کا پتہ لگ جائے اور تم ان سے جنگ کا ہزارہ چکھ لو۔

بختی بن سعد کی بات سن کر غضب ناک ہوا اور اپنی قیادت میں پانچ سو سواروں کے ساتھ جناب عبداللہ سے جنگ کرنے لکھا۔ اس وقت لشکر امام سے امام حسنؑ کے غلام، محمد بن انس، اسد بن ابی دجانہ اور پیروزان شہزادے کی نصرت کے لیے لٹکے۔ جناب پیروزان نے اپنے آپ کو بختی کے سامنے پیش کیا۔ بختی نے غصباں کو کوکر پیروزان پر حملہ کیا۔ پیروزان نے بھی حملہ کا جواب دیا۔ شہزادے نے اپنے غلام پیروزان کی نصرت میں سواروں کو تیز سے روکا، اسد اور گھر بن انس نے بھی حملہ کر دیا۔ جب پیروزان نے دیکھا کہ شہزادے نے حملہ کر دیا ہے تو بختی کے مقابل سے ہٹ کر غلاموں اور امام سے مل گیا اور ایک حملہ کر کے پانچ سو سواروں کے پاؤں اکھڑ دیئے اور وہ اس طرح بھاگے کہ قلب لشکر میں جا پہنچے۔

اس وقت شیخ بن رعنی نے پانچ سو سواروں کے ساتھ بختی کو لکارا کہ تھے شرم نہیں آتی کہ اس قد سواروں کے ہم را ہونے کے باوجود بھی ان چار بھوکے پیاسوں سے بھاگ رہے ہو، پس اسے اپنے لشکر کی طرف واپس موڑا اور خود بھی پانچ صد کا لشکر لے کر حملہ آور ہو گیا اور ان چار فحشوں کو اپنے گھرے میں لے لیا۔

جناب عبداللہ سلام اللہ علیہ نے شب پر حملہ کیا، محمد اور اسد ساتھ تھے جبکہ پیروزان نے پھر بختی پر حملہ کیا اور اس کے لشکر کو زیروز بر کر دیا۔

عمر بن سحنون نے کہا: میں بیروزان کی جنگ دیکھ رہا تھا۔ خدا کی قسم! اگر اسے ایک گھوٹ پانی کا دیا جاتا تو وہ پورے لفڑ کے لیے کافی رہتا کیونکہ وہ بہت بڑے شجاع تھے، اور میں شمار کر رہا تھا کہ بیروزان نے ایک سوتیس بیزیدوں کو نیزہ سے اور میں بیزیدوں کو توار سے ہلاک کیا۔ بیروزان جنگ کرتے کرتے تھک گئے اور واپس آنا چاہتے تھے کہ امام حسینؑ کے پاس واپس پہنچ چاکیں لیکن اسی دوران میں عثمان موصیٰ پیچھے سے چھپ کر آیا اور نیزہ بیروزان کی کرم میں دے مارا جس سے وہ گھوٹ سے گر گئے تو سر پر خولی اور توار سے جنگ شروع کر دی۔

جب اسد بن الودجانہ نے دیکھا کہ بیروزان پیدل لڑ رہے ہیں تو اپنے گھوٹے کو جوانان دی اور اس گروہ پر حملہ کر دیا جس نے بیروزان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ان اشقیا کے چودہ ملائیں کو قتل کر دیا جب کہ باقی بھاگ گئے۔ اسد جناب بیروزان کے قریب آئے اور کہا: اے بھائی! ہمت کرو میرے گھوٹے پر سوار ہو جاؤ۔ بیروزان سوار ہونا پاچھے تھے کہ اپنا بیک ڈمنوں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ شروع کر دیا۔ اسد نے بیروزان کو چھوڑ دیا اور ڈمنوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے۔

اسی دوران میں بختی جناب اسد کے دائیں طرف سے آیا اور ان کے پہلو میں نیزہ مارا جس کی لوگ دوسرے پہلو سے نکل آئی اور جناب اسد کے ہاتھ سے اپنا نیزہ گر گیا۔ آپؐ نے چاہا کہ توار چلا کیں لیکن ہاتھوں نے کام نہ کیا اب اس حالت کو غیبت سمجھتے ہوئے ازرق بن ہاشم آیا اور ایک ضربت سے اسد کو شہید کر دیا۔

شہزادہ جناب عبداللہ بن حسنؑ شہید بن ربیعؑ سے مصروف جنگ تھے۔ حضرت کے جسم پر سترہ بڑے بڑے رخم لگ چکے تھے لیکن اس قدر شدید جعلے کیے کہ دشمن فرار ہو گیا۔ پھر شہزادے نے دیکھا کہ لفڑ نے اسد اور بیروزان کا محاصرہ کر لیا ہے تو ان کی نظر کے لیے ان کے پاس پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو اسد شہید ہو چکے تھے۔ جناب عبداللہؑ نے جناب اسد کے قاتل کو ہلاک کیا اور بختی کو زخمی کیا جبکہ اس کا لفڑ فرار کر گیا۔ پھر جناب عبداللہؑ جناب بیروزان کے پاس آئے اور ہاتھ لمبا کر کے ان کو زمین سے اٹھایا، زین پر اپنے آگے رکھا اور روانہ ہو گئے۔

شہزادے کا گھوڑا چند قدم تک چلا، پھر رُک گیا کیونکہ اس گھوٹے کو بیکڑوں تیر لگے تھے۔ پھر یہ گھوڑا اپیسا، بھوکا اور تھکا ہوا تھا۔ اس لیے جب دو شخص زین پر سوار ہوئے تو دونوں کو اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ شہزادہ عبداللہؑ گھوٹے سے اترے اور بیروزان کو زین پر سوار رکھا۔ شہزادے کے پچھا جناب عون بن علیؑ کی نظر پڑی تو انھوں نے شہزادے کو تازہ دم گھوڑا دیا اور عبداللہؑ سوار ہو گئے اور بیروزان کو جناب عون کے پرد کر دیا۔ عون چند قدم ہی چلے تھے کہ بیروزان زمین پر گرفتار ہو گئے اور روح پرواز کر گئی۔

شہزادہ عبد اللہ بہت روئے، عون بھی روئے۔ عبد اللہ دوبارہ میدان میں آئے اور خالف لشکر سے مبارز طلب کیا لیکن کسی کو شہزادے کے مقابل لٹکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابن سعد کو غصہ آیا اور اپنے لشکر کو گالیاں دیں، لعنت کی کہ تم اس شہزادے کے مقابل کیوں نہیں لڑتے۔

یوسف بن اچجار نے ابن سعد سے کہا: تے کی جا گیرم نے لئی ہے اور لشکر کی سالاری کا علم بھی تو نے سنجاہا ہوا ہے تو خود ان کے مقابل کیوں نہیں جاتا جبکہ ہماری کیوں نہ ملت کرتا ہے۔

عمر بن سعد نے جواب دیا: مجھے اپنے امیر نے حکم نہیں دیا کہ میں خود دشمنوں سے لڑوں بلکہ اس لشکر کو میرے اختیار میں دیا کہ اس لشکر میں سے جسے چاہوں جنگ پر بھیجوں۔ تو میرے فرمان کے تابع ہے نہ کہ میں تیرے فرمان کے تابع ہوں۔ اب جاؤ اور اس شہزادے سے جنگ کرو ورنہ ابن زیاد کے پاس تمہاری شکایت کروں گا۔

یوسف بن اچجار عمر بن سعد کی شکایت کے خوف سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے جناب عبد اللہ کے مقابل آگیا اور آتے ہی حضرت کے سینے میں نیزہ مارا۔ لیکن شہزادے نے اس کے وارکو رد کر دیا اور اس کے حلقوم میں ایسا نیزہ مارا کہ توک نیزہ گروں سے کل آئی۔ وہ حقیقی گھوڑے سے گرا اور واصل ہجوم ہو گیا۔ جب اس کے بیٹے طارق بن یوسف نے باپ کی یہ حالت دیکھی تو اتفاق لینے کے لیے عبد اللہ پر حملہ آور ہوا۔ وہ بے ہودہ زبان بول رہا تھا اور حیا اور بکار کیلی اور جناب عبد اللہ کے

جناب عبد اللہ برداشت نہ کر سکے اور طارق پر نیزے کا وار کیا۔ طارق نے چشمی سے تکوار کالی اور جناب عبد اللہ کے نیزے کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اب طارق نے اسی تکوار سے (بھوکے پیاس سے تھکنے والے) شہزادے کے سر پر کاری ضرب لگانا چاہتا تھا کہ عبد اللہ زین میں کھڑے ہوئے اور طارق کے تکوار والے ہاتھ کو ایسا مشبوطی سے پکڑا کہ جوں ہی اس کے ہاتھ کو مرودا اس کی آستین کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور تکوار ہاتھ سے گر پڑی۔ جناب عبد اللہ بن حسن نے دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اور زین سے زمین پر ایسے زور سے گرایا کہ بدن کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔

طارق کے پچا مدرک بن سہیل نے جب اپنے پیشجے کے مرنے کی حالت کو دیکھا تو غم والم سے بھرتے دل سے غضب تاک ہو کر میدان میں آیا اور جناب حیدر کرزا اور ان کی اولاد کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ شہزادے سے برداشت نہ ہوا لہذا جوں ہی آیا شہزادے نے تکوار سے حملہ کر دیا جس سے اس کا سر، اور دو ہاتھ تھے جدا ہو گئے۔ اس کے بدن کا آدھا حصہ زمین پر گرا اور آدھا حصہ زین پر رہا۔ شہزادے نے پاؤں سے پکڑ کر اس کے آدھے زین والے حصے کو گھوڑے سے ڈوپھینک دیا اور اس کے قیمتی گھوڑے پر خود سوار ہوئے اور مبارز طلب کی۔ لشکر کفر نے شہزادے کی تکوار کی ضربوں سے خائف تھا۔ اس لشکر پر شہزادے کا رعب بیٹھ گیا تھا لہذا مبارز طلبی کے باوجود کوئی مبارز نہ لکھا۔ شہزادہ عبد اللہ لشکر پر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ اچانک

صراب میں ایک مضبوط نیزہ آیا، حضرت نے اسے اٹھایا اور سر کے اوپر گھما کر لشکر کے مینہ پر حملہ کر دیا اور لشکر کی صفت توڑ دی۔ آپ نے نیزہ سے بارہ ملاعین کو ہلاک کیا۔

اب پیاس کی شدت، زخموں کی کثرت اور گرم میدان کی حدت نے مجبور کیا کہ ایک مرتبہ خیام کے پاس حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: يَا أَعْمَأُهُ الْقَاطِشَ

حضرتؓ نے فرمایا: اے چچا کی آنکھوں کی روشنی! اب تمہیں تمہارے دادا اور باپ آپ کوثرؑ سے سیراب کریں گے۔ اور آپ کے دل کے زخموں پر راحت کی مرہم لگائیں گے۔

پس اس بشارت سے جناب عبداللہ کو سرور آیا اور پیاس کی شدت کا احساس کم ہو گیا، وہ پھر میدان میں آگئے۔ اس دفعہ پانچ ہزار زیدیوں نے شہزادے پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ وہ تیروں، تکاروں، نیزوں اور بختروں سے شہزادے کو زخم لگا رہے تھے، زخم اسی قدر لگے کہ آپ حملہ نہ کر سکتے تھے حتیٰ کہ ان کے گھیرے سے نکل بھی نہ سکتے تھے۔

حضرت عباسؓ علیمدار نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو عبداللہ کے پاس آئے اور لشکر کے محاصرے کو توڑ کر میدان میں لا رہے۔ جناب عبداللہ کو بہت زیادہ زخم لگ چکے تھے اور آہستہ آہستہ چل رہے تھے کہ پیچے سے بخان بن ذہیر نے اکر کاندھوں پر ضرب لگائی جس سے شہزادہ زین پر گر گئے اور روح پرواڑ کرنی۔

جناب عباسؓ علیمدار نے یہ دیکھا تو گھوڑا دوڑایا اور بخان بن ذہیر کے سر پر پیچھے اور ایک ضرب سے اس کا جس سر کاٹ دیا۔ اس کے پیٹے حمزہ بن بخان نے حملہ کیا تو عباس غازیؓ نے اسے بھی ہلاک کر دیا اور عبداللہ کو اٹھا کر خیام کے پاس

لے آئے۔

شہادت حضرت قاسم بن احسانؓ

روز عاشور حضرت قاسم بن حسنؓ بڑے دکھی دل، پُر درد حاضر سے قبلہ عالم امکان حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: يَا عَمَّ الْإِجَانِةِ لَامْضِي إِلَى قِتَالِ هُولَاءِ الْكُفَّارِ "چچا! مجھے میدان میں جا کر کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ اب مجھ میں روز عاشور کی عزیز مصیبتیں برداشت کرنے کی طاقت ختم ہو گئی ہے۔"

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی کی جان! تمہیں میدان میں جانے کی اجازت کیسے دوں اور تمہارے فرائق کو کیسے برداشت کروں۔ میں تمہارے لطیف اور نرم و ناڑک پیکر کو تیروں اور تکاروں کے میدان میں کیسے بھیجوں۔ میرا دل (یہ سوچ کر بھی) کا پتا ہے۔

قاسم نے پچا کا دامن پکڑا اور بہت روئے۔ جناب قاسم اس قدر ذکری بین کر رہے تھے اور زار و قطار رورہے تھے کہ امام کے صبر کے بندوقٹ گئے اور قاسم کے گلے میں بانیہیں ڈال کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ دونوں پچا بھتija کو ایک دوسرے کے گلے میں بانیہیں ڈال کر روتے ہوئے جب دوسرے جوانوں نے دیکھا تو وہ بھی زار و قطار رونے لگے۔ اور جب ان کے رونے کی آواز خیام میں گئی تو خدراتِ عصمت اور اطفالِ اہل بیت کا گریہ بلند ہوا۔

قاسم رورو کر جس قدر انجا کرتے تھے اجازت نہ ملتی تھی۔ جناب قاسم پریشان حالت اور روتی آنکھوں سے اپنے خیمے کے ایک کونے میں آبیٹھے اور غم کے زانو بغلوں میں رکھ کر ببابا کے فراق، ماں کی تہائی، پچا کی غربت، بھائیوں کی شہادت اور مستورات کی بے چینی کی وجہ سے اس قدر افسردہ اور غمگین تھے کہ موت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے جب کہ ایک طرف دیکھ رہے تھے کہ باقی تمام جوان میدان جانے کے لیے حاضر کھڑے ہیں اور اذن لے کر باری باری اپنی جانیں قربان کرتے جا رہے ہیں۔

جناب طریحی نے فتحِ التاریخ میں لکھا ہے کہ جب جناب قاسم اجازت ملنے سے مایوس ہوئے فوجِ جلس مغموماً حزینَ القلبِ مُتَالِماً وَقَعَ رَاسَةً عَلَى رَكْبِتِيَّهِ

”زانوں پر سر کر غمگین اور پریشان ایک طرف جا بیٹھے اور اپنی بے کسی ویتنی پر زار و قطار روتے اور ہر سانس کے ساتھ بابا بابا کہتے رہے۔ اسی غمگینی کی حالت میں یاد آیا کہ بابا نے بازو پر ایک تیویز باندھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اے قاسم! جب غم و اندوہ کا پھاڑ تھا رے اور پر غلبہ کرتے تو اس تیویز کو کھولنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہو اس پر عمل کرنا۔ اپنے دل میں خیال کیا کہ آج تک پچا کے زیر سایہ رہا ہوں، بھی کوئی غم اور اندوہ نہیں دیکھا اور آج تک ایسا مشکل وقت بھی مجھ پر نہیں آیا۔ اور یہ حالت کبھی نہیں دیکھی، آج دھکوں کے پھاڑ میرے اور آرہے ہیں۔ بہتر ہے کہ آج تیویز کھولوں اور اس کے مضبوط کو پھوٹوں اور عمل کروں۔ تیویز کو کھولا تو دیکھا کہ بابا نے اپنی تحریر میں یہ لکھا تھا:

يَا وَلَدِي يَا قَاسِم إِذَا رَأَيْتَ عَيْنَ الْحُسَيْنِ بِكَرِيلَاءٍ وَقَدْ أَحَاطَ الْأَعْدَاءَ فَلَا تَتُرُكُ
الْبَرَاءَ وَالْجِهَادَ لِأَعْدَاءِ اللَّهِ وَأَعْدَاءِ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَنْتَحِلُ عَلَيْهِ بِرُوْجَكَ وَكُلَّنَا
ثَصَاكَ عَنِ الْبَرَاءَ عَاوِدَه لِيَادِنَ لَكَ

”اے نور دیدہ قاسم! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے پچا شمنوں میں گھر جائے تو کوشش کرنا کہ اپنے سارے کے قدموں پر قربان کرو۔ اگر وہ تمہیں جان قربان کرنے کی اجازت نہ دیں تو بار بار اجازت مانگنا تاکہ اجازت دے دیں کیونکہ حسین پر جان قربان کرنا ابدی سعادت کی نجی ہے۔“

جناب قاسم سلام اللہ علیہ نے بابا کی وصیت پڑھی تو خوشی سے آرام نہ کر سکے بلکہ فوراً چچا کے پاس آئے اور بابا کی لکھی تحریر دکھائی۔ جوں ہی حضرت امام کی نظر بھائی کی تحریر پڑھی اور مضمون نظروں سے گزرا بُگی بُکاءً شدیداً تو اوپنی آواز سے رونے لگے۔

عقدِ قاسم سلام اللہ علیہ

(نوٹ از مرجم: بعض کتب میں عقد کی روایات موجود ہیں اور امام کے فعل میں کئی مصالح ہوتی ہیں لیکن ذاکرین نے جناب قاسم کی شادی کی جو بنا رکھی اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے)

جب شہزادہ نے بابا کی تحریر بیچا کو دی تو امام متاثر ہوئے اور روکر فرمایا کہ یہ وصیت تھی جو آپؐ کو بابا نے کی تھی اور ایک وصیت میرے بھائی نے بھی مجھے کی تھی لہذا اس پر بھی عمل ہونا چاہیے۔

منتخب التواریخ میں ہے کہ فَأَخَذَ بِيَدِ الْقَاسِمِ وَأَدْخَلَ الْخِيمَةَ وَطَلَبَ عَوْنَ وَعَبَاسًا "امام نے جناب قاسم کا ہاتھ پکڑا، خیمه میں تشریف لائے، جناب عباسؐ علمدار اور جناب عون وغیرہ کو بایا۔" جناب قاسم کی ماں کو بایا اور فرمایا: یا اُمَّ وَلَدُ أَلِيَّسَ لِلْقَاسِمِ ثِيَابٌ جُدَدًا قَالَتْ لَا "اے جوان کی ماں! کیا قاسم کے لیے نئے کپڑے موجود ہیں؟"۔ بی بی نے عرض کیا: نہیں۔ امام نے بہن جناب نسبؐ سے فرمایا: اے بہن بھائی حسن کی امانتوں والا صندوق لے آئیں۔ بی بی وہ صندوق لائیں، کھولا اور امام حسنؐ کا عمامہ اور قبانکاں کر جناب قاسم کو پہنائے۔ پھر فرمایا: میری بیٹی فاطمہ جو جناب قاسم سے منسوب ہیں کو بایائیں۔ مخدرات عصمت روئی آنکھوں اور وکھی دلوں سے جناب فاطمہؓ نو لاائیں۔ جناب فاطمہؓ کے پیچھے پیچے تمام مخدرات عصمت تشریف لائیں۔ حضرت امام نے ایک ہاتھ جناب فاطمہؓ کا پکڑا اور دوسرا ہاتھ میں جناب قاسم کا ہاتھ پکڑا اور جناب عباسؐ و عونؐ کو گواہ بنا تے ہوئے تمام مخدرات عصمت میں عقد کا خطبہ پڑھا اور روئتے ہوئے جناب فاطمہؓ کے ہاتھ کو جناب قاسم کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: یہ میرے پاس تمہاری امانت تھی۔ پھر حضرت نیز آپؐ کے بیٹوں اور مخدرات عصمت نے اس خیمہ کو خالی کر دیا۔

صاحب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جناب قاسم نے جناب فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑا اور دیکھ رہے تھے اور سر حکایا ہوا تھا کہ لشکر ابن سعد کی آواز جناب قاسم کے کانوں میں پیچی کر دہ کہہ رہے تھے: اے حسینؐ! تمہارا کوئی مازنی گیا ہے یا سب ہلاک ہو گئے ہیں؟

کتاب حدائق الانس میں ہے کہ جب قاسم (وفاطمہؓ) نے هل من مبارزہ کی آوازی تو دونوں امام کی غربت پر

روئے گے۔ جناب قاسم کے صبر کا پیانہ لبریز ہو چکا تھا، میں اُٹھے اور جناب فاطمہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

جناب فاطمہ نے عرض کیا: یا بین اللعْم این ترید؟ ”اے پچاڑا کہاں جاتے ہو؟“

جناب قاسم نے فرمایا: میں اپنے سر کو بچا کے قدموں پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔

لبی بی نے جناب قاسم کے دامن کو پکڑا اور زار و قطار روک رکھ عرض کیا: اے قاسم! مجھے کس کے پر در کر کے جا رہے ہو؟

جناب قاسم نے روک رکھ فرمایا: مجھے خدا کے پر در کر کے جا رہا ہوں، اب ہم شادی کی خوشیاں آخرت میں منا کیں گے اور وہاں ملاقات ہوگی، مگر انہیں ہر مصیبت پر صبر کرنا۔

جناب فاطمہ نے روک رکھ عرض کیا کہ قیامت کو کہاں ملاقات ہوگی اور کیسے پہچانوں گی کوئی نشانی تو بتاؤ۔

جناب قاسم نے فرمایا: مجھے اپنے بابا اور دادا کے پاس پاؤ گی اور اپنی آشیں سے کچھ کپڑا چاڑا اور فرمایا: یہ میری نشانی ہے کہ جس کی آشیں پہلی ہوئی ہوں وہ قاسم ہو گا۔

جناب قاسم میدان میں

علام مجسی لکھتے ہیں: جب امام عالی مقام نے دیکھا کہ جناب قاسم مبارزہ کے لیے باہر آئے ہیں اور جگ کرنے کے لیے اذن چاہئے تو قاسم کو گلے لگایا اور کافی دریک دلوں پہچا بھیجaroتے رہے۔ دلوں اس قدر روئے فوجعلاء یبکیان حتّی غُشی عَلَیْهِمَا کہ دلوں کو ش آگیا۔

صاحب غثب التواریخ لکھتے ہیں: گریہ وزاری کے بعد امام نے پوچھا: یا وَلَدِی اَتَسْهِی بِرِجْلَکَ إِلَى الْمَوْت ”اے میرے نو نظر! کیا خود موت کی طرف چل کر جاتے ہو؟“

جناب قاسم نے عرض کیا: میری روح آپ پر قربان، میری جان قربان، میں کیسے موت کی طرف نہ جاؤں۔ کیف یاکم انتَ بَيْنَ الْأَعْدَاءِ وَجِيلًا فَرِيدًا ”جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دشمنوں کے درمیان غریب و تھا ہوں۔“

فلَم يَرَلِ الْفَلَام يَقْبَلُ يَدِيهِ وَرِجْلَيْهِ شَهَادَه بَار بَار كَبِي مُولَّا کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا اور کبھی پاؤں پر گر کر بوسہ دیتا تاکہ اجازت مل جائے۔ جب امام نے جناب قاسم کے شدید اشتیاق اور بار بار کا انتہا دیکھا تو قمَّ اَنَّ الْحُسْنَ شَقَّ اَذِيَاقَ الْقَاسِمَ وَقَطَّمَ عَيَّامَتَهُ نَصْفِينَ خود جناب قاسم کی قیص کے دامن کو دلوں طرف سے پھاڑا اور عماء کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ سر پر باندھا اور دوسرا حصہ کفن کی ٹھیک بنا کر گلے میں ڈال دیا۔ اس طرح جوان کو آراستہ کر کے روانہ کیا تاکہ جو بھی اس حالت کو دیکھے ان پر حرم کرے اور اس کا دل ان کی تیزی اور جوانی پر دکھی ہو جائے۔ تواریخی کر میں لکھتی اور پھر فرمایا:

اب پہلے خیمه میں جا کر خدرات کو الوداع کرلو۔ شہزادہ قاسم خیام میں آئے اور سب نبیوں کو الوداع کہا۔ جناب فاطمہ نے پوچھا کہ قیامت کو کہاں لو گے اور نشانی کیا ہوگی تو جناب قاسم نے فرمایا: اے میری پچارا! آخرِ فتنی بہذا الرگن المقطوعۃ ”مجھے شہداء کی صفائی دادا اور بابا کے نزویک اس پہنچی ہوئی آستین سے پہچان لیں۔“ علامہ مجلسی بخار اور جلاء العین میں لکھتے ہیں: کَانَ وَجْهَهُ كَفْلَةُ الْقَبْرِ ”کہ جناب قاسم کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور تھا۔“

لکھرا بن سعد کا سرکاری سورخ حیدر بن مسلم کہتا ہے: میں ابن سعد کے لشکر میں تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ امام حسین کی طرف سے ایک چودھویں کے چاند کی طرح درختاں چڑھے والے جوان نے طلوع کیا جس نے تکوار لکائی ہوئی تھی اور لمبا پھر ان پر بننا ہوا تھا اور نظیں کا ایک تکہ کھلا ہوا تھا۔ جب میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھا: ”زَكْرِيَّتْ مُحَمَّدْ نَبِيُّنَا مُصَاحِّيْنَ فَرَزِيْدَ حَسَنَ هُوْنَ جَوْهَرَتْ بَنِيْرَزَرِيْنَ۔ اِمَامَ حَسَنَ تَمَّ عَالَمُوْنَ مِنْ گُرْنَارِيْنَ، مِنْ اَنَّ كَوْنَاعَ مِنْ لَرَنَ آیَا هُوْنَ۔ اے ابن سعد! اولادِ مُثَبِّرِ اس قدر بیسای ہے کہ دنیا ان کی نظر میں تاریک ہے۔“ جناب قاسم کی اس (پرسوز) گفتگو سے ابن سعد کے دل کو آگ لگ گئی۔ خود ہمیشہ رویا اور لشکر والے بھی روئے رہے۔ ابن سعد نے کہا: اے لشکر والو! اس شیر میں نوجوان کو جانتے ہو؟

لکھریوں نے کہا: ہم نہیں جانتے۔

ابن سعد نے کہا کہ یہ امام حسن کا یتیم ہے کہ اس فصاحت و بلاغت سے بات کر رہا ہے، شجاعت اور رشادت اس کے جسم سے ظاہر ہے۔ یہ تم سے جنگ کرنے آیا ہے تاکہ لشکر کے ایک گروہ کی زندگی چاہ کر دے، پس بہتر یہ ہے کہ اس کا محاصرہ کرو اور موت کے گھاٹ آثار دو۔

لکھریوں کا دل نہ جانتا تھا کہ اس نوجوان پر تکاروں اور نیزوں کے وار کریں، اس لیے پیادہ لوگوں کو ابن سعد نے حکم دیا کہ پتھروں کی بارش کروں۔ اچانک ہمزاوے نے دیکھا کہ ہر طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی ہے۔ روز عاشورہ ان چار اشخاص پر پتھر بر سارے گئے۔

◇ جناب حرب بن یزید ریاضی ◇ جناب عابس بن غیب شاکری ◇ جناب شہزادہ قاسم بن حسن ◇ جناب سید الشهداء حضرت امام حسین علیہ السلام۔

پھر ابن سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا: اَمَا تَخَافُ اللَّهَ أَمَا تَرَاہِبُ اللَّهَ يَا أَعْمَى الْقَلْبِ أَمَا تَرَاعِيَ رَسُولَ اللَّهِ ”اے عمر بن سعد! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو؟ اے دل کے اندر ہے رسول اللہ کی حرمت کی رعایت کیوں نہیں کرتے؟“

صاحب روضة الشهداء میں ہے کہ شہزادے نے فرمایا: وَيَلَّكَ قَتَلَكَ الشَّبَابُ وَأَفَنِيَتِ الْكُهُولَ وَقَطَعَتِ
الْفُرُوعَ وَاجْتَثَثَتِ الْاَصْوَلَ وَهَذِهِ بِقِيَةُ اللَّهِ سِرْدَمَةُ قَبْلَيْهَا مُسْتَأْصِلَةً "انہوں ہے تم پر اے ابن سعد! اے بے جیا!
تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا ہے، ہمارے بزرگوں کو پریشان کر دیا ہے۔ ہماری اصل فرع کو کاٹ دیا ہے، ذریت پیغمبرؐ
کے اب گھوڑے سے افراد باقی ہیں"۔

آفلا تکُفْ عَنِ الْجَعْلِ وَسَفَلُ الدِّيمَاءِ "کیا تم بھی جنا کو جاری رکھو گے کیا بھی خون بھارتے رہو گے؟" کیا
ان بچوں اور مخدرات کو جن کے باپ، بھائی، بیٹے مارے گئے کو اپنے ملن جانے نہیں دو گے تاکہ وہ ایک طرف ہو کر زندگی
گزار سکیں۔

عمر بن سعد ملعون نے کوئی جواب نہ دیا۔
جناب قاسم نے پھر فرمایا: اے ابن سعد! ہم اے انہوں تو دعویٰ تو مسلمانی کا کرتا ہے لیکن اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا ہے
اور نواسہ رسولؐ کو پیاسا رکھا ہے اور پانی بچوں پر بھی بند کر دیا حالانکہ بچوں اور مخدرات کی حالت شدت پیاس سے تشویشاں
ہے۔

جناب قاسمؐ کی شجاعت و شہادت

ابو الحسن نے لکھا ہے کہ جناب قاسمؐ روز عاشورا ۶۱ ہجری میں چودہ سال کے تھے۔ میدان میں آئے، گھوڑے کو جولان
دی اور مبارز طلب ہوتے۔

ابن سعد نے ادھر اور دریکھا، ازرق شامی پر نظر پڑی، اسے بلوایا۔ یہ ملعون بڑا مغرور تھا، اس نے اس وقت تک جنگ
کا استحکام اٹھایا تھا کیونکہ اس قسم کی جنگ کو معمولی سمجھتا تھا۔ ابن سعد نے کہا: اے ازرق! ہر سال امیر کوفہ سے انعام لیتے
رہتے ہو اور اپنی شجاعت کے قسم آسانوں تک پہنچاتے ہو، اس کر بلکہ جنگ میں بھی تک تم نے ذرا بھر شجاعت نہیں دکھائی۔
یہ جوان مبارز طلب ہے اور کوئی شخص میدان میں نہیں جاتا، لہذا تم اس جوان سے جا کر جنگ کرو۔

ازرق ابن سعد کی بات سن کر غصے میں آگیا اور کہا کہ اے ابن سعد! شام کے شہ سوار مجھے ہزار سواروں کے برابر
سمجھے ہیں، اب تم مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو اور اپنے پیچے جنگ کرنے کے لیے بھیتے ہو!! یہ بچہ ہے اس کے منہ سے ابھی
دو دھوکی خوشیو آ رہی ہے، کسی اور کو اس کے مقابلہ پہنچو۔

ابن سعد نے کہا: اس بچے کو معمولی مت سمجھو، خدا کی قسم! اگر یہ پیاسا نہ ہوتا توتن تباہ ہزاروں لشکروں کے لیے کافی۔

ہوتا اور تمام کو قتل کر دیتا۔ خصوصاً یہ جوان جو تجھے بچ نظر آتا ہے، اسے شجاعت چیخیر سے ورش میں ملی ہے۔ حسن کا فرزند ہے، علیٰ کا پوتا ہے، تم جاؤ اور اس کی بپاروی کا نظارہ کرو۔

ازرق نے سمجھا کہ اب کوئی چارہ نہیں، اس لیے جانا پڑے گا۔ این سعد نہیں چھوڑتا۔ ازرق کے چار بیٹے تھے جن میں سے ہر ایک شجاعت و تہجور میں مشہور تھا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور غصب ناک ہو کر کہا کہ جاؤ اور اس نوجوان کا سر کاٹ دو۔ یہ بڑا بیٹا تمام جنگی السلاح سے آراستہ ہو کر شہزادے کے مقابل آگیا۔ اپنی تکوار بلندگی اور حیدر کے پوتے پر حملہ کر دیا۔ جناب قاسم نے جب دیکھا کہ ایک سوار تکوار لہرائے میرے سر پر آں پہنچا ہے تو ڈھال اپنے چہرے کے سامنے کی اور چاند جیسے چہرے کو چھپا لیا۔ ازرق کے بیٹے نے تکوار کی ضرب لگائی جس سے جناب قاسم کی ڈھال کے دلکشی ہو گئے اور حضرت کا بیباں ہاتھ بھی زخمی ہو گیا۔

جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا تو جناب محمد بن انس کو ایک اور ڈھال دے کر شہزادہ قاسم کی نصرت کے لیے سمجھا۔ جب محمد بن انس پہنچے تو قاسم نے اپنے عمامہ کا ایک حصہ پھاڑا اور اپنے ہاتھ کے رخصم پر باندھا۔ نئی ڈھال میں تو شہزادے کو اپنے پھاڑ کی گھر بانی پر خوش ہوئی۔ ڈھال لے کر تکوار سے ازرق کے بیٹے پر ایک ایسی ضرب لگائی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا اور ٹھوڈاں کے سر سے گر پڑی۔ اس کے سر کے بال بہت بے تھے اس لیے شہزادہ قاسم گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے نیچے بھکے، ہاتھ لمبا کیا اور اس طعون کے بالوں سے پکڑ کر اپنے گھوڑے کو حرکت دی اور اس طعون کو گھسیٹا، پھر اسے بالوں ہی سے پکڑ کر اٹھایا اور زور سے زمین پر مارا۔ یوں وہ واصل جہنم ہوا۔

قاسم نے اس طعون کو قتل کر کے اس کی قیمتی تکوار کو اٹھایا اور مبارز طلب ہوئے۔ ازرق نے دوسرا بیٹا سمجھا، وہ آیا اور شہزادے کو گالی دی تو شہزادے نے اسے مہلت ہی نہ دی اور اس کے پہلو میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر ازرق کا تیرا بینا صرصر کی طرح میدان میں بھائیوں کا بدله لینے آیا، بدزبانی کی اور گالیاں بکنا شروع کیں کہ اے بے رحم اتو نے میرے دو بے مثل بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔

جناب قاسم نے فرمایا: پریشان نہ ہو، اگر بھائیوں سے محبت ہے تو تجھے بھی ابھی ان کے ساتھ ملحق کر دیا ہوں۔ اس طعون نے غصہ میں آ کر جناب قاسم کو نیزہ مارنا چاہا۔ جناب قاسم نے جلدی سے اس کے بھائی کی تکوار سے اس کا وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا جس سے نیزہ پھینکنا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ طعون میدان سے بھاگ گیا۔ قاسم اس کے پیچے حملہ آور ہوئے اور اسے تکوار کی ایسی ضرب لگائی کہ زین تک دلکشی ہو گیا اور یوں جہنم میں پہنچ گیا۔

پھر ازرق کا چوتھا بینا میدان میں آیا، ابھی اس کی آمد سے اُڑنے والی گردشہ پیشی تھی کہ تکوار کی ایک ضرب سے

شہزادے نے اسے جہنم واصل کر دیا۔ لشکر نے شہزادے کی قوت بازو اور شوکت اور انداز جنگ پر حیرانی کا اظہار کیا تو جناب قاسم نے یہ حیر پڑھا: ”اے بیزید بیوی! میں قاسم ہوں اور علیؑ کا بیٹا ہوں۔“

اُدھراً زرق نے اپنے چار بیٹوں کے قتل ہو جانے پر گربیان چاک کیا، خیسے میں گیا، جنگ کا اسلحہ اٹھایا اور تیز فقار گھوڑے پر سوار ہو کر سیلا ب کی طرح میدان میں آیا۔

صاحب منتخب التوانخ لکھتے ہیں: ازرق کے چار بیٹوں سے لاٹائی کی وجہ سے اگرچہ قاسم کے بازوؤں میں کمزوری آئی تھی، بیاس کی شدت تھی۔ فہم بالرجوع الی الخیمة خیام کی طرف سانس لینے اور تحکام دُور کرنے کے ارادے سے چنانا چاہتے تھے کہ اچانک ازرق شایی نے راستہ روک لیا اور لالکار کر کہا: تو نے میرے چاروں بیٹوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا جن کی دنیا میں کوئی نظر نہ تھی! اب جاتے کہاں ہو؟ میں بدله لینے آیا ہوں۔

جناب قاسم والیں آئے، دیکھا کہ پہاڑ کے اوپر ایک پہاڑ رکھا ہے یعنی یہ ملعون آلات حرب اور اسلحہ جنگ سے مکمل آرائستہ ہے۔ جناب قاسم کے دل میں ذرا بھر خوف نہ آیا اور بے خطر فرمایا: اے بدجنت! تیرے یعنی جہنم میں تیرے منتظر ہیں، ابھی ان کے پاس بیچ دیتا ہوں۔

جناب ملا حسین کا شفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں: جب امام حسینؑ نے ازرق ملعون کو قاسم کے مقابل آتے ہوئے دیکھا تو اپنے شہزادے پر رحم آیا کیونکہ ازرق کی شجاعت پوری دنیا میں مشہور تھی لہذا امامؑ نے ہاتھ اٹھائے اور شہزادے کی کامیابی کے لیے دعا مانگی۔ اُدھر خیام میں جب پتہ چلا کہ ازرق شایی مقابل آگیا ہے تو تمام خندرات عصمت نے حکم امامؑ سے روئی آنکھوں اور پریشان دلوں کے ساتھ جناب قاسم کی فتح و نصرت کی دعا کی۔ گویا خیام میں گریہ اور افطراب کا دلو لہ آگیا۔ اُدھر لشکر کفر کی تمام صفائح غور سے دیکھ رہی تھیں کہ ان دو میں سے کون غالب آتا ہے؟ ازرق نے پہلے نیزے سے جناب قاسم پر وار کیا۔ شہزادے نے بھی مقابلے میں نیزہ اٹھایا۔ دونوں کے درمیان بارہ مرتبہ نیزوں کا رود بدل ہوا۔ ازرق غضبنگا ہوا اور نیزہ جناب قاسم کے گھوڑے کے پیٹ میں دبے مارا، گھوڑا ازخی ہو کر گرا تو قاسم پیدل ہو گئے۔ امام حسینؑ نے دیکھا تو محمد بن انس یا بقول قزوینی جناب عباسؑ کو تازہ دم بہترین گھوڑا دیا کہ قاسم کو پہنچاؤ۔ قاسم کے رخسار مجبوس امام میں چک اُٹھے۔ رکابوں کو چومنا اور گھوڑے پر سوار ہوئے، تکوار کھنچی اور ازرق پر حملہ آور ہوئے۔ ازرق کی نظر توار پر پڑی تو (دھوکا دینے کے لیے) کہا: اے جوان! یہ تو میرے بیٹے کی گزار ہے، ہر ایسا بیٹا کے پاس پہنچانا ہوں۔ اے ازرق! یہ کیا جواز ہے کہ اپنے آپ کو دنیا کے بڑے شجاعوں میں شمار کرتے ہو اور گھوڑے کا سکھ کھلا ہوا ہے اور جنگ کرتے

پس جوں ہی ازرق جھکا کر ٹنگ کو دیکھے، جناب قاسم نے اس قدر زور سے تکوار کا اور کیا کہ ہرے ملائم کھیرے کی طرح دو گھوڑے ہو گیا اور ہر گھوڑا گھوڑے کے دونوں جانب پیچے گر گیا۔ اب قاسم نے دیکھا کہ ازرق کا گھوڑا بجا گنا چاہتا ہے تو چلا بگ لگا کر فوراً اس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے چپا کے پیچے ہوئے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تمام کر خیام کی طرف چپا کے حضور پیچے اور عرض کیا: يَاعُمُ الْعَطَشَ الْعَطَشَ "مچا جان! ایک گھونٹ پانی مل جائے تو اس لشکر کو تہہ پیچ کر دوں"۔ امام عالی مقام نے جناب قاسم کو سینے سے لگایا اور اپنی انگوٹھی قاسم کے منہ میں رکھ دی۔

جناب قزوینی لکھتے ہیں: اس انگوٹھی سے پانی کا چشمہ لکلا اور قاسم سیراب ہو گئے۔ پھر میدان میں جانے لگے تو امام نے فرمایا: ایک مرتبہ خیام میں جاؤ اور الوداع کرو۔ خیام میں آئے تو مان نے استقبال کیا اور فرمایا: قاسم! میں تم پر بہت راضی ہوں پھر چہرے پر بلوسے دیئے۔

جناب قاسم نے جناب فاطمہ بنت حسینؑ کو دیکھا کہ سر کوز انوکھی پر رکھے رو رہی ہیں تو فرمایا: ها آنا چنٹک! "اے چپازادا! گریہ مت کرو، زندگی ختم ہونے والی چیز ہے۔"

جناب فاطمہ نے آوازی تو جلدی سے سر بلند کر کے استقبال کیا اور عرض کیا: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرَانِي وَجَهَهَ قبلَ النَّوْتَ "خدا کا شکر ہے کہ شہادت سے پہلے آپؑ کی زیارت ہو گئی"۔

جناب قاسم نے فرمایا: اے میری چپازادا! فرست نہیں کہ بیٹھوں اور باقیں کروں۔ شہزادے نے ماں اور چپازادو کو تسلیاں دیں اور الوداع کر کے میدان کی طرف نکلے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ جب قاسم نے میدان میں جانے کا ارادہ کیا تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدان میں آئے۔ جوں ہی میدان میں پہنچے ہر یہی لشکر سے آوازیں آرہی تھیں کہ وہ دیکھو ازرق شامی کا قاتل دوبارہ میدان میں آگیا ہے، لہذا بگ کے طبل بنتے شروع ہو گئے اور ہر طرف سے حملہ کرنے کا اعلان ہو گیا۔

شہزادے کی نظر علم پر پڑی جو عمر بن سعد کے ہاتھ میں تھا، لہذا شہزادے نے حملہ کر کے حامل علم تک پہنچنے کی کوشش کی جب کہ حامل علم قلب لشکر میں قوال۔ پس پہلی صاف پر حملہ کر کے آگے بڑھے، پھر دوسرا صاف پر حملہ کر کے اسے چڑا۔ پھر تیسرا صاف پر حملہ کر کے راستے سے ہٹایا، پھر پوتھی صاف اور پانچویں صاف تک جا پہنچے۔

حال یہ تھی کہ صاحب حدائق الانس لکھتے ہیں: آپ جس صاف کے پاس پہنچتے تو وہ صاف خود بخوبی شہزادے کے رب اور بہت سے کھل جاتی تھی۔ دشی خائف ہو کر جناب قاسمؑ کو راستہ دیتے اور قاسمؑ گزر جاتے۔ پھر پہنچنے سے صاف بند

ہو جاتی۔ جب پانچوں صاف پر پہنچے تو قاسم نے اپنے آپ کو لشکر کے درمیان گمراہا ہوا پایا۔ آپ ابھی اس (کیش لشکر کے) علمند ارٹک نہ بیٹھ سکے تھے کہ تمام لشکر نے شہزادے کا محاصرہ کر لیا، ہر طرف سے نیزوں اور تکواروں سے حملہ آ رہا ہے۔ زخموں سے خون جاری تھا۔ لڑتے لڑتے قاسم تھک گئے۔ بازوؤں کی طاقت کمزور ہو گئی۔ جب لشکر اعداء نے دیکھا کہ قاسم جنگ کر سکتے ہیں اور نہ والپس جاسکتے ہیں بلکہ اب تو ان کی آواز بھی خیام تک نہیں پہنچ سکتی تو اس خمن میں صاحب روضۃ الشہداء رقطراز ہیں کہ تب پیادہ فوج نے ان کا راستہ بند کر دیا ہے۔ حضرت جنگ میں مشغول تھے کہ کمی گھر سواروں نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے اور تیروں، نیزوں، گرزوں اور تکواروں سے حملہ آ رہا ہے۔

جناب قاسم نے ایک شدید حملہ کیا جس میں پیدل فوجوں اور پچاس گھر سواروں کو گرا دیا، جس سے اس صاف سے راستہ لگا، لہذا چاہتے تھے کہ لشکر کے درمیان سے باہر فکل آئیں لیکن شہزادے کے گھوڑے کو اس قدر نیزے اور تیرے لگے کہ گھوڑا اگر گیا۔ جناب قاسم پیدل ہو گئے۔ اسی دوران میں شہبٹ بن سعد نے جناب قاسم کے سینے میں ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے نکل آیا۔

اس قسم کے گھرے رُخ (تقریباً ستائیں تھے) جن سے کیش مقدار میں خون بہہ گیا۔ آپ نے آواز دی: یَا عَمَّا
آدِمِ اکنی "پچا جان! میری بدد کو آئیے۔"

جیسے اسی امام نے بیتچ کی آوازی، تیزی سے میدانِ جنگ میں آئے۔ لشکر کی صفوں کو حملہ کر کے پشاور اور وسط لشکر میں جناب قاسم کو خاک و خون میں غلطائی پایا۔ ہبیث ملعون شہزادے کے سر پر کھڑا سر کاٹے کے انتظار میں تھا۔ حضرت امام نے ایک ہی ضرب سے ہبیث ملعون کو جہنم میں رسید کیا۔ پھر قاسم کو اٹھایا اور خیموں میں لے آئے۔ ابھی قاسم کی کچھ سائیں باتی تھیں۔ حضرت نے سر کو گودیں لیا اور چہرے پر بوئے دیے۔ جناب قاسم کی ناں اور دمگہ پیماناً گری پر روزگاری تھیں۔ جناب قاسم نے آنکھیں کھولیں، سب کو سرہانے دیکھا تو مسکرانے اور آپ کی روح پر واڑ کر گئی۔

مؤلف کتاب ہذا کے مطابق کسی صاحبوں مقلل نے جناب قاسم کا قاتل ہبیث بن سعد کو نہیں لکھا سوائے روضۃ الشہداء کے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت قاسم کا قاتل عمر بن سعد از دی تھا۔

جناب شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں: حمید بن مسلم جو عاشور کے دن تاریخ نویں تھا، کہتا ہے: "جب جناب قاسم کا قاتل عمر بن سعد ایک نفیل از دی تھا اور امام حسین نے اس پر حملہ کیا تو یزیدی لشکر اس عمر بن سعد بن نفیل کی حمایت میں امام پر حملہ آ رہا۔ وَحَنَّلَ خَيْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْقُذُوا فَتَوَطَّأَهُ بِأَرْجِلِهَا حَتَّىٰ مَاتَ كہ عمر بن سعد بن نفیل از دی کو امام حسین سے بچالیا۔ لیکن جب جنگ کا گروغبار بیٹھ گیا تو نہیں نے دیکھا کہ امام

حسین قاسم کے سر کے پاس کھڑے ہیں اور قاتلوں پر لعنت کر رہے ہیں، جبکہ قاسم خاک و خون میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے اپنے شہزادے کے کھڑے کھڑے جسم کو سینے سے لگایا اور خیام میں لائے اور میں نے دیکھا کہ جناب قاسم کے قدم زمین پر لگتے آرہے تھے۔ آپ نے قاسم کو خیام میں جانب علی اکبر اور دیگر شہزاداء کے ساتھ رکھ دیا۔ مرحوم طریقی نے منتخب اتوارخ میں لکھا ہے کہ جب قاسم کو حضرت امام حسینؑ خیمه میں لائے تو ویہ رہماق قفتہ عینیہ فجعلَ مِكْلِیْہ

”قاسم نے آنکھیں کھولیں اور پچھا، پھوپھیوں، ماں اور دیگر محدرات کو دیکھا کہ سب کھڑے رو رہے ہیں۔ پھر سب کو سلام کیا اور آپؐ کی روح پرواز کر گئی۔ ان کے بعد جناب احمد بن حسن مجتبیؑ شہید ہوئے اور ان کے بعد جناب ابو بکر بن حسن مجتبی کی شہادت ہوئی۔

جناب حسن شفیٰ کا میدان میں جانا، رُجیٰ ہونا اور قید ہونا

امام حسن مجتبی علیہ السلام کے تمام فرزندوں کی شہادت کے بعد صرف حسن شفیٰ باقی بچے۔ یہ جلیل القدر، عظیم المزلاۃ، فاضل، بارع، متمنیٰ و پرہیزگار تھے اور حضرت علیؑ کی طرف سے صدقات کے والی رہ بچے تھے۔ سید مرحوم نے لہوف میں لکھا ہے کہ ان کا تذکرہ کتب مقائل میں نہیں ہے صرف مجلسی، ابن شہر آشوب، صاحب عمدۃ الطالب اور سید نے لہوف میں لکھا ہے کہ جناب حسن شفیٰ نے واقعہ کربلا میں اپنی جان قربان کی اور جب تک طاقت اور قوت انی تھی، اپنے پچھا کی حمایت کی۔

قردوں نی مرحوم نے کتاب مصائق سے نقل کیا ہے کہ جناب حسن شفیٰ نے میدان جنگ میں سترہ بیزید یوں کو ہلاک کیا اور سترہ دخم جسم پر سہے۔ آپؐ زخموں کی کثرت اور قوت کے ضعف کی وجہ سے بے حال ہو کر زمین پر گر گئے اور بے ہوش ہو گئے اور شہزاداء میں بے ہوش پڑے تھے۔

صاحب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں: جب امام حسینؑ اور انصار اور بنی هاشم سب شہید ہو گئے تو این سعد نے حکم دیا کہ تمام شہزاداء کے سر تن سے جدا کیے جائیں۔ جب حسن شفیٰ کے سر پر آئے تو ان میں کچھ رعنی جان باتی تھی۔ ابن سعد کو اطلاع دی گئی کہ ان کے بارے کیا کیا جائے تو اسماء بن خارجه بن عقبہ بن عصیرہ بن حدیثہ بن بدر الفرازی ابوحسان نے سن لیا۔ وہ ابن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابن سعد! حسن بن حسن شفیٰ میرا بھاجا ہے لہذا مجھے بخشنا جائے۔ عمر بن سعد نے قبول کیا اور اس کو اختیار دے دیا۔

مرحوم مجلسی نے بخار میں لکھا ہے کہ جوں ہی اسماء نے سفارش کی اور وہ قبول ہوئی تو اس نے فریاد کی: تمہیں خدا کی قسم کوئی شخص میرے بجانجے حسن بن شفیٰ کو ہاتھ نہ لگائے۔

صاحب عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ اسماء نے ابن سعد سے کہا کہ حسن بن شفیٰ میرا بجانجے ہے، میں اسے ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا، سفارش کروں گا اور اس نے قبول کی تو تمکہ درستم اسے قتل کر دینا۔

ابن سعد مان گیا اور کہا کہ حسن بن شفیٰ کو اسماء ابو حسان کے پرد کر دو۔ ابی حسان اسماء جناب حسن شفیٰ کو زخمی حالت میں خیرہ اٹھا لایا۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ رخنوں کی کثرت سے بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو آنکھیں کولیں، دیکھا کہ نہ امام حسین ہیں، نہ چچا عباس، نہ جوانان بی بی ہاشم اور نہ خیام۔ پوچھا میں کہاں ہوں اور اہلی بیت کہاں ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ کوفہ ہے اور تمہارے تمام چچا اور بھائی مارے گئے ہیں۔ اب ان کے مردوں کو نیزون پرسوار کر کے اور خواتین کو قید کر کے کوفہ میں لا لایا گیا ہے۔

جب ابی احسان اسماء نے ابن زیاد کے سامنے اپنے بجانجے حسن شفیٰ کی سفارش کی تو اس حرام زادے نے کہا: ہمارا مقصود تو صرف (نحوہ باللہ) خارجی کا قتل تھا اور حسن شفیٰ تیرا بجانجے ہے، لہذا اسے قتل نہیں کرتے بلکہ قیدیوں کے ساتھ شامل کر کے شام بھیجنے ہوں۔ حسن شفیٰ کو شام بھیجا گیا اور انہوں نے شام سے اپسی پر مدینہ میں وفات پائی۔

شہادت اولاد علی

شہادت جناب ابو بکر بن علی

امام حسین کی اولاد کی شہادت کے بعد اولاد علی کی باری آئی۔ حضرت علیؑ کی اولاد سے پہلے جوان جو عازم میدان ہوئے اور شہید ہوئے وہ جناب ابو بکر بن علیؑ ہیں جن کا نام عبد اللہ ہے۔

مرحوم شیخ علی نے اپنے رجال میں لکھا ہے کہ ان کی ماں مسعود بن خالد دارمیہ کی بیٹی بیٹی ہیں اور ان کا خالو ابوالاسود الدکشی ہے۔

مرحوم کاشی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں: جناب ابو بکر بن علیؑ کی حضور مشرف ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں تاکہ ان ظالموں سے اپنے عزیزوں کا انتقام لے سکوں۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: آپ ایک ایک کر کے جا رہے ہیں اور مجھے تھا چھوڑتے جا رہے ہیں، آپ ان مددرات

عصمت کوکس کے پرداز کے جا رہے ہیں۔

امام کا کلام سن کر ابو بکر بن علیؑ زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا: اے میرے آقا اور مولا! آج تک ہم نے جو دیکھا آپؑ کی بزرگی اور آقا تیؑ ہی دیکھی ہے لیکن آپؑ کی ظاہری عزت کا آفتاب زوال پذیر ہے جو ہم غلاموں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ کافی مدت سے مجھے خواہش تھی کہ آپؑ کی خدمت میں تخفہ دوں لیکن آپؑ کے شایان شان تخفہ نظر نہیں آ رہا تھا، اب آج دیکھ رہا ہوں کہ جان قربان کرنے سے بڑا تخفہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ مجھے اجازت دیں کہ اپنی جان آپؑ کے قدموں پر قربان کر سکوں۔

جناب امام علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ اجازت ہے ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ

وہ شجاع اجازت ملتے ہی بھائیوں سے الوداع کر کے میدان میں آئے اور پہلے اسی کوفہ و شام کو وعظ و صیحت کی کہ اے بے دین اور سگ دل لوگوں اتم نے دین کو حق دیا اور غصب الہی کو خریدا۔ نیز چند روزہ عیش کی خاطر ابدی عذاب کو قول کیا ہے تم نے ایسے شجاع جوان قتل کر دیے ہیں جن کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ اب تم جان رسول اور سیوہ باغی ہوتا ہو جی گا و خون میں ملانا چاہتے ہو اور ارکانِ توحید کو گرانا چاہتے ہو۔ پھر تواریکی اور حیدر کراں کی طرح قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور ملعون کا قتل عام کیا، حتیٰ کہ کثیر ذمتوں اور پیاس کی شدت سے کمزوری پیدا ہو گئی تو ایک ملعون عبد اللہ بن عقبہ غزوی نے حملہ کر دیا اور انھیں شہید کر دیا۔

مرحوم مجلی نے بخار میں لکھا ہے کہ ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا۔ صاحب ارشاد شیخ مفتیہ لکھتے ہیں: عبد اللہ بن علی اور ابو بکر بن علی دوں حضرت علیؑ کے فرزند ہیں اور ان کی ماں مسعودت قفری کی بیٹی لیلما تھیں۔

قزوینی مرحوم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میری تحقیق یہ ہے کہ عبد اللہ اور ابو بکر دو بھائی تھے اور ابو بکر بن علیؑ کر بلا میں شہید ہوئے۔

ان کے بعد جناب عمر بن علیؑ شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب عثمان بن علیؑ شہید ہوئے۔

شہادتِ عون بن علیؑ

اپنے بھائیوں ابو بکر بن علیؑ، عمر بن علیؑ اور عثمان بن علیؑ کے بعد جناب عون جو بہت خوبصورت جوان تھے۔ امام کی خدمت میں آئے اور اجازت لینے کے بعد عرض کیا کہ مجھے دشمنوں سے جنگ کرنے کی بہت جلدی ہے۔

امام نے فرمایا: کیا شمن کا لشکر بہت زیادہ ہے اور وہ سوار ہیں؟

عون نے عرض کیا: فرزند رسول! شیر کو کبھی لومڑیوں کی کثرت کا خوف نہیں ہوتا۔ اجازت ملی، میدان میں آئے۔ گھوڑے کو جولان دیا اور قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ ابن جبار نے دو ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کر لیا۔ عون نے توار سے ان کی صفوں کو حیر اور لشکر کو اپنے آگے لا کر بھاگا دیا۔ جنگ کرتے کرتے آپ مجروح ہوئے تو خیام کی طرف آئے۔ امام نے شباباش ذی اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مجروح ہو اور کثرتِ خشم میں خیام میں جاؤ اور مر ہم لگاؤ۔

عرض کیا: اے برادر! آپ کو اپنے جد رسول پاک کی روح کی قسم! مجھے جنگ سے نہ روکو۔ ممکن ہے کہ میں پیاس کی شدت سے مر جاؤں۔ مجھے علم ہے کہ ساقی کو ش جام اٹھا کر کھڑے ہیں۔ وہ مجھے اشارہ کرتے ہیں الہذا میں جلدی جانا چاہتا ہوں۔

امام حسین نے فرمایا: اس گھوڑے اور ہم پر سوار ہو جاؤ جو مولا علیؑ نے تمہیں دیا تھا۔ عون کے لیے وہ گھوڑا آیا۔ خود حضرت امام حسینؑ نے سوار کیا، زرہ پہنائی، تیغی مانی جماں کی، روپی نیزہ عطا کیا اور عون میدان میں آئے۔

جب صالح بن یسار کی نظر پڑی تو وہ کاپنے لگا اور اس کے دل کا دیرینہ کینہ تازہ ہو گیا۔ کیونکہ حضرت امیرؒ کی حکومت میں اس نے شراب پی تھی اور مستی کی حالت میں حضرتؐ کے پاس لا یا گیا تو حضرتؐ نے عون کو فرمایا تھا کہ اسے اسی کوڑے لگاؤ۔ عون نے حکم امام پر عمل کرتے ہوئے اسے اسی کوڑے مارے۔ اس کے دل میں عون کے خلاف کینہ چھپا ہوا تھا۔ جب عون میدان میں آئے تو یہ نام کا صالح اور عاقبت کا طالع انتقام لینے کے لیے توار کھینچنے اور گالیاں لکھنے ہوئے عون پر حملہ آور ہوا۔ چونکہ وہ زبان و رازی کر رہا تھا اس لیے جناب عون نے اسے مہلت نہ دی اور اس کے منہ پر نیزہ مارا جو گردن سے نکل آیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت یمنہ اور میسرہ سے ہزار ہزار کے دستوں نے جناب عون پر حملہ کر دیا۔ جو قریب آتا جناب عون اُسے موت کی واڈی میں پھیج دیتے۔ جنگ کرتے کرتے بہت رشم آئے اور توہانی میں ضف آ گیا۔ شدت پیاس نے دنیا تاریک کر دی اور بھوک نے بہت کمزور کر دیا تھا تو اس وقت ایک ملعون خالد بن طلحہ نے ایک ایسا نیزہ مارا کہ آپؒ زین پر نہ سنبھل سکے اور جب زین پر آئے تو پڑھا: بِسَمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى وَلَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ "اے فرزند رسول! میں آپؒ کی حمایت کے لیے دنیا میں آیا تھا اور آپؒ کی وفاواری میں آختر کی طرف چاہا ہوں"۔ یہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔

عون کے بعد جناب جعفر بن علیؑ شہید ہوئے اور ان کے بعد جناب عبد اللہ بن علیؑ شہید ہوئے۔

جناب محمد بن عباس علمدار بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی شہادت

صدر قزوینی مرحوم کتاب حدائقِ الانس میں لکھتے ہیں: جن شہداء نے امامؑ پر جان قربان کی ان میں جناب محمد بن عباس

بھی ہیں۔ حضرت عباس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کے تین بیٹے تھے ان میں ایک محمد نامی بیٹے کر بلاں اپنے بیبا کے ساتھ موجود تھے۔ جناب قرآنی ہاشم کو ان سے بڑی محبت تھی اور کبھی انھیں خود سے جدا نہ کرتے تھے۔ یہ جوان عبادتو خدا میں اس قدر رجہدہ رہ ز ہوتے کائنات پر بیانِ عینیتیہ اثر السُّجُود ”پیشانی پر وجود کے آثار نمایاں تھے، ان کی نماز شب کبھی قضانہ ہوئی تھی“۔

جب جناب قربیٰ ہاشم نے بھائی حسینؑ کی حالت زار دیکھی تو پہلے اپنے بھائیوں کو امام پر قربان کیا اور پھر اپنے بیٹے کے محمدؑ کو بلایا، کفن پہنایا، توارکر سے لٹکائی اور امامؑ کے پاس لائے۔ امامؑ کا پہلے طواف کیا اور حضرت امامؑ سے اپنے بیٹے کے جہاد کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت امامؑ نے فرمایا: اے میرے نور ادنیا سے آخرت کی طرف جاؤ، ہم بھی آرہے ہیں۔

جناب محمدؑ نے چچا کے ہاتھوں اور پاؤں پر بوسہ دیا، پھوپھیوں سے الوداع کیا اور میدان میں اترے۔ ان کی جنگ کی کیفیت اور مبارزہ طلبی کا اندر ارج کتب مقلل میں مذکور نہیں۔ پس صرف ان شہر آشوب وغیرہ نے ان کو کربلا کے شہداء میں شمار کیا ہے۔ ان کا قائل تقبیلہ متن دارم کا ایک بدجنت شخص ہے جس نے قربیٰ ہاشم کے دل پر جوان بیٹے کی موت کا داعی لگایا۔

جب حملہ بن کامل کو فہم آیا تو اس نے جناب محمد بن عباس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کا سر لٹک رہا تھا جس کے گھوڑے کی گروپ میں قدم علّق فی لبد فَرَسِهِ رَأَسَ غُلَامَ أَمْرَءَ اِيْكَ ایسے جوان کا سر لٹک رہا تھا جس کے پھرے کے ابھی بال نہیں اگے تھے لیکن حسن اور درخشندگی میں چڑھوئیں کے چاند کی طرح وہ چمک رہا تھا۔ وَالْفَرْسُ يَبْرَحُ فَإِذَا طَاطَ رَأَسَهُ لَعْقَ الرَّاءُ الْأَرْضَ یہ سوار اس سر کے ساتھ تخر اور مراجح کرتا تھا کہ جب گھوڑے کا منہ نیچے کرتا تو وہ زمین سے رگڑا جاتا اور خاک پر گھسیتا جاتا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس سوار سے پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے؟ تو مجھے جواب ملا کہ یہ جناب محمد بن عباس کا سر ہے۔ پھر مر حوم صدر قزوینی لکھتے ہیں: اس قبر عذاب کی روایت کو جس نے بھی لفظ کیا ہے انہوں نے اسے عباس بن علیؑ کا سر لٹکا ہے اور جس ذاکر اور واعظ نے منبر پر پڑھا ہے، وہ عباس بن علیؑ پڑھتے ہیں لیکن کسی نے غور و فکر نہیں کی کہ یا کاتب سے سہو ہوئی یا ناقل روایت سے بھول ہوئی کہ محمدؑ کی جگہ پر عباس لکھ دیا اور محمدؑ کو بھول گئے۔ جس سے اشتباہ واقع ہو گیا ورنہ حضرت ابوالفضل العباس قربیٰ ہاشم کے دو یا تین فرزند تھے اور آپ ایک بیٹی کے باپ تھے، لہذا کم از کم عباس بن علیؑ علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کی عمر پیٹھا یہیں سال ہو گی اور اگر پیٹھا یہیں سال ہو تو وہ کیسے غلام امرد ہو سکتے ہیں۔

اس روایت کے اس لفظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد محمد بن عباس بن علیؑ ہیں نہ کہ عباس بن علیؑ۔ پس اگر کسی مقام پر عباس بن علیؑ لکھا ہے تو یہ ناقل کی غفلت ہے یا کاتب کی بھول۔

بہر صورت راوی قاسم بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سر کو پچان لیا لیکن سوارہ پہچانتا تھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے پوچھا کہ یہ سوار کون ہے؟ تو جواب ملا: یہ حرمہ بن کامل اسدی ہے۔

راوی کہتے ہیں: گھوڑے عرصے کے بعد میں نے اسی حرمہ کو دیکھا جس کا چہرہ سیاہ تارکوں کی طرح ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: اے بدجنت و پلید! اس دن بارہ محرم کو قیمتی گھوڑے کی لگام تیرے ہاتھ میں تھی اور تو بڑی شان و شوکت سے چل رہا تھا۔ تیرے گھوڑے کی گرد میں چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوا چہرہ لٹک رہا تھا تو خوش و خرم تھا۔ تیر اچھرہ بڑے چمک دار تھا۔ آج یہ حالت کیسے بن گئی کہ قیچی ترین اور بد صورت ترین ہے؟

قاسم کہتا ہے کہ حرمہ نے زار و قطار روتا شروع کر دیا اور کہا: اے قاسم! خدا کی قسم! جس دن سے یہ فعل کیا (محمود بن عباس کے سر کو لٹکانا) ہر رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ دو شخص غلبناک ہو کر آتے ہیں، میرے گرباں کو پکڑتے ہیں اور پھر کتے ہوئے آگ کے شعلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ آج تک ہر رات یہی ہوتا ہے اور کبھی مجھے ان سے خلاصی نہیں ملتی کیونکہ میں نے امام حسینؑ کے ساتھ آئے ہوئے ایسے شہزادے کو قتل کیا تھا جس کے چہرے پر، بھی ریش کے بال تک نہیں آگے تھے اور پیشانی پر آثار تھوڑے تھے۔ اس دن سے لے کر آج رات تک وہی شہزادہ خواب میں مجھے جہنم میں غوطے دیتا ہے اور جو شخص اس وقت بیدار ہو وہ میری جیخ و پکار بھی سنتا ہے۔

سردار کر بلا، علمدار کر بلا قبریٰ ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ کی شہادت

جو کچھ کتب مقاتل سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قبریٰ ہاشم ظہر عاشورہ کے بعد تمام بھائیوں کی شہادت کے بعد شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کی کیفیت کے بارے میں کتب میں چار روایات ہیں۔

① ہمیں روایت بہ نقل شیخ مفید: جب روز عاشورہ تمام اصحاب شہید ہو گئے، انصار و اقرباء، شہزادگان تمام خاک و خون میں غلطان ہو گئے تو اہل بیت حسینؑ میں سے صرف حضرت عباسؓ باقی تھے۔ جب بے شکر عمر سعد نے امام کو تھا اور غریب دیکھا تو جسارت کی اور گالیاں بکنا شروع کیں۔ وہ خیام کے قریب آگئے اور ایک جماعت نے امام پر حملہ کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ، عترت طاہرہ کے تحفظ اور حفاظت کے لیے ذوالقدر حیری لہرائی اور بادل کی طرح گرجے اور جوش سے نعروں بلند کیا۔ حضرت عباسؓ بھی امامؑ کے ساتھ دشمنوں پر حملہ میں شامل ہو گئے۔ اسد اللہ کے ان دو فرزندوں نے ایک ہی حملہ حیری سے ان اور مژیوں اور خرگوشوں کے شکر کو خیام سے دور بچا دیا۔

حملہ کے دوران حضرت امام حسینؑ پر لٹکی کی شدت ہوئی، آپ شکر کے درمیان میں آئے ہوئے تھے، الہذا عزم بالجرم

کیا کہ فرات پر جاؤں اور اپنے اور بھائی کے گلکو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کی مدد سے فرات کی طرف روانہ ہوئے اور بھوکے شیروں کی طرح عالم سے آنکھیں بند کر کے لشکر کو ریڑ کی طرح آگے لگا رکھا تھا۔ ان کو قتل کرتے اور چینکتے جاتے تھے اور مکڑی کی طرح لشکر کو متفرق کرتے جاتے تھے۔

حضرت امام حسینؑ تکوار کا وار کرتے اور فرماتے: افَا اینَ رَسُولُ اللَّهِ اور حضرت عباسؓ علمدار تکوار چلاتے تو فرماتے: آنا ابْنَ أَسْدُ اللَّهِ کنارہ فرات تک پہنچ گئے۔ عباسؓ آگے آگے تھے۔ امام فرات میں اترنا چاہتے تھے کہ لشکر نے حملہ کر دیا اور فرات میں داخل ہونے کا موقع نہ دیا۔ ایک بی داری لشکر کو ان الفاظ سے لکار رہا تھا: وَيَلْكُمْ خُولوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْفُرَاتَ وَلَا تُدْكِنُوهُ مِنَ السَّاعَ

”اے لشکر والو! اخبار حسینؑ اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور کسی صورت پانی تک نہ پہنچ دو۔ حضرتؐ نے اس لکار نے دا لفظ کو بدعا کی: اللَّهُمَّ أَعْطُهُمْ مِّيرَةَ النَّاسِ سے پیاس کا مژہ چکا۔“

داری کو غصہ آیا اور تیر کمان میں ایک زہر آسودہ تیر لگایا اور امامؐ کے حلق کا نشانہ لگایا۔ وَرَمَاهُ بِسَهِمٍ أَثْبَتَهُ فِي حَنْكِهِ اس ملعون کا تیر حلق میں لگا۔ امامؐ نے ہاتھ سے تیر کو کالا تو خون کا فوارہ لکلا۔ لشکر نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے دونوں ہاتھ اپنے حلق پر رکھے ہیں۔ وَبَسْطَ يَدَيْهِ تَحْتَ حَنْكِهِ فَامْتَلَاتَ رَأْخَتَاهُ بِاللَّدَمِ دونوں ہاتھوں سے خون لیا اور چینک دیا اور فرمایا: اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ مَا يُفْعَلُ بِابْنِ بَنْتِ نَبِيِّكَ ”اے خدا! میں تیرے پاس ٹھکایت کرتا ہوں تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے سے یہ امت کیا سلوک اور روپی اختیار کیے ہوئے ہے۔“

حضرت عباسؓ علمدار نے جب اپنے غریب بھائی کی یہ حالت دیکھی کہ حلق میں تیر لگ جانے کی وجہ سے پانی بھی نہ پی سکے دل کو شدید دکھ ہوا اور فوجِ اشقاء پر غلبناک ہو کر ایسا حملہ کیا کہ سروں لوگیند کے مثل اور خون کو مکمل نہر کے جاری کر دیا۔ حضرت عباسؓ اسکی لڑتے رہے تھے، جو شخص آگے بڑھتا قتل ہو جاتا تھا کہ تمام لشکر نے فرزندِ علیؑ پر یک بارگی حملہ کر دیا اور حضرت عباسؓ کو اپنے محاصرے میں کر لیا۔

امامؐ اپنی خوبیاً آنکھوں سے علم کو دیکھ رہے تھے کہ علم قائم ہے تو میرا دل قائم ہے۔ حضرت عباسؓ نے شجاعت کے جو ہر دلکھائے جب تک طاقتِ تھی لڑتے رہے تھے میں زید بن ورقہ، حیم بن طبل میں سے ایک نے حضرتؐ کا دایاں ہاتھ اور ایک نے بایاں ہاتھ قلم کر دیا۔ علم سرگوں ہوا تو امامؐ کی انسیدیں ختم ہو گئیں اور کمرٹوٹ گئی۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت جناب عباسؓ علمدار کو اتنے زخم لگائے گئے کہ کمزوری اور ضعف سے گر پڑے اور پھر اٹھنے کی بہت نہ ہوئی اور روح پرواہ کر گئی۔

(۱) دوسری روایت: ابن شہر آشوب و مجلسی: مرحوم مجلسی نے بخار الانوار کی دسویں جلد میں ابن شہر آشوب سے شہادت حضرت عباس علدار کو اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت عباس ستائے الہ بیت، حملہ اسی تینی قمری ہاشم اپنے مادری بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ چونکہ شجاعوں کے سردار تھے الہذا امام حسین نے علم ان کے پسروں کیا تھا۔ حضرت عباس پانی لینے فرات کے کنارے پہنچے، جب لشکر کو آپ کے مقصد کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت کا راستہ روکا اور حملہ کر دیا۔ حضرت نے جواباً حملہ کیا اور ان کی جماعت کو بکھیر دیا۔ لڑائی کے دوران میں زید بن ورقہ نے ایک کھجور کے پیچھے چھپ کر حملہ کیا اور زبر آلوں تکواڑ سے دیاں ہاتھ کاٹ دیا۔ قمری ہاشم نے تکواڑ بائیں ہاتھ میں رکھ لی، لڑائی رہے حتیٰ کہ کمزوری پیدا ہو گئی۔ بائیں ہاتھ سے قتل کرتے رہے۔ جب ذرا ضعف آیا تو حکم بن طفیل طائی نے ایک کھجور کے پیچھے سے نکل کر بائیں بازو کو شہید کر دیا۔ حضرت زندگی سے مایوس ہو گئے اور موت کا انتفار کرنے لگے۔ جب لشکر نے دیکھا کہ اب دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں الہذا ب قریب آئے اور گھیرا دالا۔ اس وقت حضرت عباس یہ شعر پڑھ رہے تھے: ﴿لَنَّتَشْهِدُ إِلَيْكُمْ أَنَّكُمْ مُّغْرَبُونَ﴾ کفار سے مگر انہیں، تجھے جنت کی بشارت ہو۔

فرزند سید عمار کے ساتھ میرے دونوں ہاتھ قلم ہو گئے ہیں۔ حضرت عباس کئے ہوئے بازوؤں سے ایک مقام پر رک گئے۔ بازوؤں سے خون چاری تھا اور غربت کی حالت میں کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھ رہے تھے۔ اشقاء بے غیرت آئے اور رُواب کی نیت سے آپ کو گالیاں بکتے تھے اور تکواریں، نیزوں کی ضریب لگاتے۔ پھر ایک ملعون آیا، گالیاں لگنے کے بعد ایک گز حضرت کے سر پر مارا کہ جس سے آپ زین سے زین پر آئے اور روح پرواز کر گئی۔ جب امام نے نہر فرات کے کنارے علدار کو اس حالت میں دیکھا تو بہت روئے اور لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا: ”اے قوم! تم اپنے غیربر کی اولاد پر جسارت، تجاوز کیا، جلدی سزا ملے گی۔“

(۲) تیسرا روایت: فتح التواریخ طریحی: جناب عباس علدار امام حسین کے بھائی تھے جب آپ نے دیکھا کہ تمام بھائی، عزیز اقارب، انصار اور اصحاب شہید ہو گئے ہیں تو آپ خون کے آنسو روئے اور در دن اک آیں بھرنے لگے۔ آپ شہیدوں کے غم میں زار و ظار روئے تھے اور رب الدارجات کی طلاقات کے لیے بے ثاب ہو گئے۔ فَحَمِلَ الرَّأْيَةَ وَجَاءَ نَحْوَ أَخْيَهِ الْحُسَيْنِ وَقَالَ هَلْ مِنْ رُّحْصَةٍ رُوتَيْ آنکھوں سے علم اٹھایا اور بھائی کے پاس آئے اور عرض کیا: اب مجھے بھی اجازت دیں تاکہ میں بھی اپنی جان قربان کر دوں۔ فَبَكَى الْحُسَيْنُ بُكَاءً اشْدِيدًا ختنی اُمُریاقۃ یہ سن کر حضرت امام حسین اس قدر شدت سے روئے کہ قیص بھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا:

كُنْتَ عَلَمَةً مِنْ عَسْكَرِي وَمَجْمَعِ عَدَدِنَا فَإِذَا أَنْتَ مَضَيْتَ يُولَ جَمِيعَنَا إِلَى الشَّتَّاتِ وَعِمَارِنَا

تَنَبَّعَ إِلَى الْحَرَاب "اے بھائی! تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو، تمہارے پاس تو افراد اور میرا لشکر جمع رہتا ہے۔ جب تم چلے جاؤ گے تو ہمارا جماعت افتراق میں اور ہماری آبادی برپا دی میں پدل جائے گی"۔ فَقَالَ العَبَاسُ فَدَّاكَ هَرَوْحَ أَخِيكَ يَاسِيَّدِي قَدْ ضَاقَ صَدَارِي مِنَ الْحَيَاةِ الدَّانِيَةِ حَفَظَ عَبَاسُ سَلَامَ اللَّهِ عَلَيْهِ نَعْرَضَ كَيْا: میری روح آپ پر قربان ہو جائے میرا دل دنیا سے اکٹا چکا ہے۔ منا اس زندگی سے بہتر ہے کہ آپ اور اہل بیت کو دشمنوں کے ہاں اس طرح پریشان اور خواز دیکھوں، بچوں کی اعطش اعطش کی آوازیں سنوں۔ مجھے اجازت دیں کہ ان ظالموں کو انتقام کی تلوار کا مزہ چکھاؤں۔

امام نے اجازت دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا تو فرمایا: اے بھائی! اگر آپ کا مفقود میدان میں جانا ہے تو پہلے ان کو وہ پیغام دینا چاہیں دیتا ہوں۔ اگر انہوں نے اس کو نہ سن اور اس پر عمل نہ کیا تو پھر ان سے جنگ کرنا۔ جب شجاعوں کے سردار کو قبلہ عالم سے اجازت طی تو محکم پیڑاڑا یے بدی اور محکم دل کے ساتھ میدان میں قدم رکھا۔ کائن فَارِسًا هَمَامًا وَبَطَّلًا ضَرَغَامًا وَكَانَ جَسُورًا عَلَى الطَّعْنِ وَالصَّرْبِ فِي مَيْدَانِ الْكِفَاحِ وَالْحَرَبِ وَهُوَ بِرَبِّهِ شَهِيدٌ، شَجَاعٌ، شَيْفُونٌ، تجربہ کار نیزہ زن اور تلوار چلانے کے ماہر تھے۔ اپنے مخصوص گھوڑے پر سوار ہو کر مصری تلوار، روئی خود اور مگنی ڈھال لے کر میدان میں اُترے۔

میدان کے درمیان گھوڑے کو روکا اور رکابوں سے پاؤں نکال کر ایک نعرہ لگایا: يَا قَوْمَ أَنْتُمْ كَفَرُوا أَمْ مُسْلِمُونْ "اے بے جای گروہ! تم کافر ہو یا مسلمان؟" اگر تم مسلمان ہو تو اسلام کا یہ طریقہ نہیں کہ پیغمبرؐ کی اولاد اور جناب قاطرہ زہراءؑ کی ذریت اور ساقیؓ کوڑ کے فرزندوں کو نہر فرات کے کنارے پیاسار کھکھل کر ظلم کیا جائے۔ پھر حضرت عباسؓ نے امام حسینؑ کا پیغام پہنچایا۔

يَقُولُ إِنَّكُمْ قَتَلْتُمْ أَصْحَابَهُ وَ إِخْوَتَهُ وَبَنَى عَوْهَ وَبَقَى فَرِيدًا مَعَ عَيَالِهِ وَأَطْفَالِهِ
وَأَصْلَوْا إِلَى الْهَلَالِ

"امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ تم نے میرے اصحاب، بھائی، بچاڑا سب شہید کر دیے، اب میں اپنے اہل و عیال، بچوں کے ساتھ تھارہ گیا ہوں اور میرے بچے پیاس سے دنیا سے گزرنے والے ہیں"۔

وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَقُولُ لَكُمْ دَعْوَنِي أَنْ أَخْرُجَ إِلَى طَرَفِ الرُّومِ أَوِ الْهِنْدِ وَأُخْلِي لَكُمْ
الْجِحَاجَرَ وَالْعِرَاقَ

"اس کے باوجود امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ تم مجھے چھوڑ دو، میں روم یا ہندوستان کی طرف چلا جاؤں

گا اور جاز و عراق کو خالی کر دوں گا۔۔۔

اگر میری یہ خواہش پوری کرتے ہو تو وحدہ کرتا ہوں کہ کل قیامت کو تمہاری ہٹکایت نہیں کروں گا اور اپنے جوانوں کے خون کا بدلہ نہیں مانگوں گا۔ خدا کی جو مرضی آئے گی تمہارے ساتھ کرے گا۔ اے بدجنت لوگو! میرے بھائی کی یہ خواہش پوری کرو، میں تمہیں تصحیح کرتا ہوں۔

اس بے حیا قوم نے باب المراد کی تصحیحتیں نہیں تو کچھ رونے لگے اور کچھ خاموش کھڑے رہے۔ پھر کچھ لوگ ایک طرف ہو کر گھوڑوں سے اترے، سر میں خاک ملائی اور رونے لگے۔

اے بے النصاف لوگو! اگر یہ خواہش بھی پوری نہیں کر سکتے تو پانی وے دو جوان کی ماں فاطمہ زہراء کا حق ہر ہے تاکہ چھوٹے چھوٹے بچے مرنے سے فتح جائیں۔ یہ بات سن کر اکثر لوگ رونے لگے۔

شرنے شہبز بن رعنی کو ساتھ لیا اور دونوں ایک طرف ہو گئے۔ پھر چلتے ہوئے قمریٰ ہاشم کے قریب آئے اور آہستہ سے کہا: اے ابو تراب کے فرزند! جاؤ اپنے بھائی سے کہہ دو کہ تمام دنیا پر پانی آجائے اور ہمارے اختیار میں ہو تو بھی ایک قطرہ نہیں دیں گے تھیں اور نہ تمہارے الہی بیت کو اور نہ بچوں کو، البتہ یہ زید کی بیعت کر لینے سے سب کچھ مل سکتا ہے۔

جانب قمریٰ ہاشم مالیوں ہو کر واپس بھائی کے پاس آئے اور ان ملائیں کا جواب بتایا اور روتے رہے۔ حضرت نے سر نیچے کر لیا اور اس قدر روتے کہ گریبان سک قیص بھی تر ہو گئی۔ جانب قمریٰ ہاشم بھی کھڑے روتے رہے لیکن روں نے شور پھیلا اور گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ ہم سورج کی گری میں جل رہے ہیں، جلدی میدان میں لکوں لشکر کی زبان دراز یاں پر خیام میں مخدرات عصمت کی آہ و بکاتی۔ بچھو! العطاش الفطاش کر رہے تھے۔

حضرت عباس علمدار اپنی زندگی سے یہ رہ چکے تھے اور حزید جینا پسند نہ کرتے تھے، اس لیے روک امام حسین سے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیں کہ شاید تواریکی گری سے ان چھوٹے بچوں کے لیے پانی لاسکوں، اجازت میں کہ جاؤ (صرف) پانی لے آؤ۔ جانب عباس ملک لینے کی خاطر خیام میں آئے اور زبان حال سے فرمایا: اے بچھا! خدا حافظ! میری خدمت پر راضی رہئا۔

جب مخدرات عصمت نے الوداع کی آواز سنی تو تمام بیباں پریشان اور اضطراب زدہ ہو گئیں اور اسی کیفیت میں جانب نہ شب سلام اللہ طیہہا غسل کر گئیں اور باقی مخدرات کا گریہ بیٹھ دوا۔ بچوں نے بچپا کے دامن میں پناہ لی اور گریہ یا کیا اور ایک مشک ملک لائے اور علمدار سے پانی طلب کیا۔

حضرت قمریٰ ہاشم نے آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کیا:

اللَّهُ وَسِيْدِيْ أُمِّيْدُ اعْيَدْ بِعِدَتِيْ وَأَمْلَى لِهُؤُلَاءِ الْأَطْفَالُ قُرْبَةً مِنَ النَّاءِ
”اے میرے اللہا میری امید کو نا امیدی میں نہ بدلنا، کاش ایک ملک پانی ان بچوں کے لئے
لاسکوں۔“

فَرَكِبَ فَرَسَةً وَأَخْذَ رُمَحَةً وَالْقُرْبَةَ فِي كَتْفِهِ

”پس اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، نیزہ اٹھایا، ملک کندھے سے لکھا اور سفر آختہ پر روانہ
ہو گئے۔“

عمر سعد ملعون نے دریائے فرات پر چار ہزار سواروں کو بطورِ موكل مقرر کر کھاتھا کہ امام حسینؑ کا کوئی شخص فرات کے
پانی کو دیکھ بھی نہ سکے۔

فَلَمَّا تَرَأَتِ الْعَبَاسَ قَاصِدًا تَحْوِي الْفُرَاتَ أَخْاطَوَا بَهُ منْ كُلِّ جَانِبٍ وَمَكَانٍ

”جب لشکر نے حضرت عباسؑ علمدار کو فرات کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو ہر طرف سے راستہ روک
لیا۔“

حضرت عباسؑ نے نعرہ حیدری لگاتے ہوئے فرمایا: اے بدجنت قوم! کیا یہی مسلمانی ہے کہ اس پانی کو سور، بھیڑیے
اور یہود و نصاریٰ توپی رہے ہیں لیکن اولاد وغیرہ پیاسی مردی ہے؟ اس کے بعد حضرتؑ نے حملہ کر دیا:

فَشَدَّ عَلَيْهِمْ بِالْفَوْجِ الْمُتَقَابِلِ بِالسَّهَرِيِّ الدَّاهِيلِ وَهُوَ يَهْمِمُهُمْ كَالْأَسدِ الْبَاسِلِ
وَكَشَفَهُمْ عَنِ الْمَشَرَعَةِ بِالصَّوْلَةِ الْحَيْدَرِيَّةِ وَالسَّوْدَةِ الْفَضَنَفِرِيَّةِ

اور نعرہ حیدری بلند کر کے ان کو فرات کے کنارے سے ہنادیا تو ان ملاعین نے تیروں کی بارش کر دی۔ حضرتؑ کے
دریائے غیرت میں جوش آیا اور تھاریت کا سمندر موجزن ہو گیا۔ آپؑ نے ایک لمحہ میں لومڑی صفت لشکر کو متفرق کر دیا۔
لشکر والے ایسے بھاگتے تھے جیسے لومڑی شیر سے بھاگتی ہے۔ نہ فرات پر عباسؑ کا قبضہ ہو گیا۔ آپؑ فرات میں داخل ہوئے تو
پانی سے آنے والی نیم حضرتؑ کے مشام میں پہنچی۔ آپؑ نے رکابوں کے نیچے والے پانی کو ہاتھوں میں اٹھایا اور پانی کو دیکھتے
رہے، پیاس کی شدت تھی۔ فَذَكَرَ عَطَشَ الْحُسَيْنِ، لیکن پھر امام حسینؑ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پیاس یا وآئی تو
آپؑ نے پانی کو دریا میں پھینک دیا اور ملک بھر کر کندھے پر لکھا اور فرات سے باہر نکل آئے۔

جب لشکر نے دیکھا کہ حضرت عباسؑ فرات سے پانی کی ملک بھر کر خیام میں لے جانا چاہتے ہیں تو ایک دم سب نے
حملہ کر دیا اور حضرتؑ کے خیام کو جانے والے راستے بند کر دیئے بلکہ ہر طرف احاطہ کر لیا۔ فخارِ یہمُ مُحَارِبَةً عَظِيمَةً بہت

شدید جنگ کے دوران میں نو فل بن ازرق ملعون نے کمین گاہ سے نکل کر تکوار سے حملہ کیا جس سے جانب عباس علمدار کا دایاں بازو دکٹ گیا۔ یوں باب الرادی آدمی امیدیں لوث گئیں۔ فَحَتَّى الْقُرْبَةِ عَلَى كَفِيفِ الْإِسْرَارِ حضرت نے نیزہ اور مشک باسیں بازو میں کر لیے۔ ایک ملعون نے کمین گاہ سے تکوار کا وار کیا جس سے حضرت غازی کا بایاں بازو بھی قلم ہو گیا۔ اب ابوفضل العباس کی امیدیں نامیدی میں بدل گئیں۔

ہزاروں مشکل سے مشک کو اپنے دانتوں میں لیا اور اسی حال میں ایڑیاں لگا لگا کر خیام کی طرف گھوڑے کو تیز دوڑا رہے تھے کہ دو تیر دشمن کی طرف سے آئے۔ فَجَاءَ سَهْمٌ فَاصَابَ الْقُرْبَةَ ثُمَّ جَاءَ سَهْمٌ آخَرُ فِي صَدَرِهِ كہ ایک تیر مشک میں لگا اور دوسرا تیر سینہ مبارک پر لگا اور وہیں پیوست ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پھر ایک اور تیر آیا جو سیدھا حضرت کی دائیں آنکھ میں لگا۔ لیکن آپ کے ہاتھ نہ تھے کہ تیر نکالتے۔

ارباب مقائل نے لکھا ہے: ان تیروں کے لگنے سے شدت درد کی وجہ سے آپ نے زمین پر اس طرح بیچ و ثم کھائے۔ فَأَنْقَلَبَ عَنْ قَوْسِهِ إِلَى الْأَرْضِ كہ زین سے زمین بوس ہو گئے اور امام کو آواز دی: يَا أَخْيَ الْحُسَيْنَ أَدْرِكْنِي "بھائی حسین میری مدد کو پہنچئے۔"

جب آواز گوشی امامت میں گنجی لاخدا گواہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام بہت مشکل سے اٹھے اور بڑی مشکل سے بھائی کے پاس پہنچے اور جب بھائی کی حالت دیکھی تو خاک و خون میں غلطان پایا۔ ہاتھ کٹ چکے تھے، سینہ زخمی تھا، امام حسین نے یہ بین کر کے ماتم کیا:

وَأَعْبَاسَاهُ وَأَقْرَأَهُ عَيْنَاهُ وَأَقْلَأَهُ نَاصِرَاهُ

مرحوم صدر قزوینی حدائقِ الانس میں لکھتے ہیں: اس روایت کی سند کے مرحوم طریحی بھی معتقد ہیں کہ امام بھائی کی لاش کو خیام میں لائے۔ جبکہ اسی روایت کے آخر میں لکھتے ہیں: فَجَدَهُوا الْأَحْزَانَ وَأَقْلَمُوا الْعِزَاءَ جب لاش خیام میں آئی تو پھر ماتم اور گریز اسی کی تجدید ہو گئی اور اس طرح مhydrat عصمت اور بچوں نے عزاداری کی اور سوگ منایا۔ ابو الحسن اور مرحوم طریحی کا اس روایت یہ اعتماد ہے لیکن مشہور عندها چور بیکی ہے کہ امام نے جس تدریکوں کی کہ لاش کو خیام میں لے جائیں، نہ لے جاسکے۔

چوتھی روایت از ابو الحسن و طریحی: ابو الحسن اور طریحی اس روایت کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ مرحوم طریحی لکھتے ہیں:

لِيَا التَّقَىَ الْعَسْكَرَانِ وَأَمْتَأَرَ الرِّجَالَةَ مِنَ الْفُرَسَانِ

لیعنی روز عاشور جب حق و باطل کے لشکروں کا مقابلہ ہوا تو صیفیں ایک دوسرے کے سامنے لگ گئیں۔ سوار اور پیادتے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ مبارزہ کا آغاز ہوا اور دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی، جب کہ جناب امام حسینؑ کے لشکر پر بیاس کا غلبہ تھا، اس لیے حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو بلاایا اور فرمایا کہ بھائیوں اور بھیجوں کو بلا کر کنوں کھو دیں کہ شاید بیاسوں کے لیے پانی حاصل ہو جائے۔

حضرت عباسؑ نے امامؑ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور کنوں کھو دیکھا لیکن پانی نہ لکھا چانچہ اس کنوں کو بند کر دیا اور دوسرا کنوں کھو دیا اس سے بھی پانی نہ لکھا۔ اس کنوں کو بھی بھر دیا۔ فَتَزَّ أَيْدِيُ الْعَطَشِ عَلَيْهِمْ
اب پیاسوں کی پیاس میں مزید شدت آگئی تو حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے بھائی! ہماری پیاس، بہت شدید ہو گئی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو گئی خصوصاً بچوں اور تازہ جوانوں کی حالت بہت تشویش ناک ہے، ان کے لیے پانی کی کوئی اور فکر کرنی چاہیے۔

حضرت امامؑ نے فرمایا: بھائی! ہست کریں اور نہر فرات پر جائیں میں شاید پانی لانے میں کامیاب ہو جائیں۔
حضرت عباسؑ نے عرض کیا: سبیعاً و طاعۃ اور حضرت نہر فرات کو جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت امامؑ نے اپنے چند صحابی جناب عباسؑ کے ساتھ روانہ کیے۔ نہر فرات پر حضرت عباسؑ علمدار مع اصحاب کے پہنچے۔ وَسَارُوا حَتَّىٰ أَشَرَّفُوا عَلَىٰ الْمَشْرَقَةِ جب نہر فرات پر پہنچا تو مخالفین فرات جوش و غوش میں آگئے اور راستہ روک کر پوچھا کہ تم کیوں اور کیسے آئے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہم امام حسینؑ کے لشکر سے ہیں اور بیاس سے مذہل میں خصوصاً امام حسینؑ کے الٹی حرم بہت پیاسے ہیں، ہم عترت رسولؐ کے لیے پانی لینے آئے ہیں۔

ابن زیاد کے لشکر نے نامناسب جواب دے کر اصحاب حسینؑ پر حملہ کر دیا۔ جب علیؑ کے فرزیدہ رشید نے کوفیوں کی بے جیائی دیکھی تو آگ برسانے والی تلوار نکالی اور نفرہ حیری لگا کر لشکر پر حملہ کر دیا۔ اب یہ حال تھا کہ موسم خزاں میں جس طرح درختوں سے پتے گرتے ہیں اسی طرح ان ملاعین کے سر گر رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ان ملاعین نے فرات کا کنارہ چھوڑ دیا تب حضرت عباسؑ علمدار نے بلند آواز سے فرمایا: ہم موت سے ذرف نے والے نہیں اور بہت جھاکش ہیں۔ پھر نہر فرات میں داخل ہوئے۔ پہلے اپنی مشک بھر لی، پھر چلو میں پانی لیا کہ تھیں فَدَكَ عَطَشَ الْحُسَيْنَ لیکن اپنے بھائی کی بیاس کو یاد کر کے فرمایا: خدا کی قسم! جب تک امام حسینؑ پیاسے ہیں میں اپنے خشک لبوں کو ترنسیں کروں گا۔ پھر مشک بھر کے مولا لٹکے اور اپنے آپ سے کہا کہ اے عباسؑ اگر امام حسینؑ کے بعد زندہ رہنا چاہتے ہو تو ذیل اور خوار ہوں گے اور اگر امام حسینؑ سے

پہلے پانی پینا چاہتے ہو تو یہ نامکن ہے کہ ہم خنثا پانی نہیں اور امام حسینؑ موت کا ناگوار شربت، یہ کوئی دین داری نہیں۔ جب حضرت عباسؑ نہر کے کنارے پر آئے تو لشکر ابن سعد کی نظر حضرت عباسؑ اور ان کی مشک پر پڑی۔ انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ ہر طرف سے جناب عباسؑ کی طرف تیر آ رہے تھے اور حضرت عباسؑ خیام کی طرف جا رہے تھے، اور بڑی وقت سے مشک کو سینے سے لگائے ھنگات کر رہے تھے، جب کہ دشمن کی طرف سے آئے والے تیر اپنے جسم سے لے رہے تھے تاکہ مشک کو کوئی تیر نہ لگنے پائے۔ اس دوران میں آپؐ کا جسم خارپشت کی طرح ہو گیا۔ پھر برس بن شیبان نامی ملعون نے چھپ کر تکوار کا وار کیا۔ فَطَاهَتْ مَعَ السَّيْفِ لَا حَزْرَةً كَادِيَانِ هَاتَحُوكَثْ گیا لَهُذَا حَزْرَةً نَبَّ نَبَّ زَمِنَ نَبَّ زَمِنَ پر گرتی ہوئی تکوار اٹھائی اور باہمیں بازو سے جنگ شروع کر دی اور یہ رجز پڑھا:

”اے ملاعین! اگر تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے تو بھی میں دین کی حمایت کرتا رہوں گا اور

اپنے صادق امام سے وفا کرتا رہوں گا جو نبی معلمؐ کے سبط امین ہیں۔“

ابو الحسن اور طریقؒ نے لکھا ہے کہ جنابؐ نے باہمیں ہاتھ سے (قتَّلَ مِنْهُمْ بِجَالًا وَنَكَسَ إِبْطَالًا) کی بہادروں کو قتل کیا اور کافی دلبروں کے قریب تھے کہ عمر بن سعد نے اپنی سپاہ کو لکارا۔ وَيَلَكُمْ أَمَّا شَقَّوْا الْقُرْبَةَ بِالنَّبِيلِ، ”اے لشکر یو اتم پر افسوس ہے، ایسا کام کرو کہ عباسؑ یہ مشک خیام میں نہ لے جائے۔“ تم مشک پر تیروں کی بارش بر سادو۔ فَوَاللَّهِ إِن شَرَبَ الْحُسَيْنَ الْمَاءَ أَفَنَا كُمْ عَنْ أَخْرِ كُمْ أَمَا هُوَ الْفَارِسُ أَبِنُ الْفَارِسِ“ خدا کی قسم! اگر حسینؑ نے پانی بی لیا تو وہ تمام لشکر کو قتل کر دیں گے کیا تم نہیں جانتے کہ وہ میدان شجاعت کے زوردار اور مقامِ رشادت کے شہسوار کے فرزند ہیں۔“

ابن سعد کی اس تحریکیں و ترغیب سے تمام لشکر نے حضرت عباسؑ پر ہجوم کر دیا۔ حضرت عباسؑ نے باہمیں ہاتھ سے اُن پر حملہ کیا اور اسی ملاعین کو جہنم واصل کیا۔ اسی دوران میں عبداللہ بن یزید شیبانی نے چھپ کر حملہ کیا اور حضرتؐ کا ہاتھ بھی شہید کر دیا۔ آپؐ کی تکوار زمین پر گر پڑی۔ فَانْكَبَ عَلَى السَّيْفِ بَفِيهِ، گھوڑے سے جھک کر تکوار منہ کے ساتھ اٹھائی اور دانتوں میں تکوار پکڑ کر حملہ جاری رکھا۔ اس حالت میں بھی تکوار کی لوگ سے اور کبھی رکابوں کے کونوں سے حملہ کرتے تھے جب کہ آپؐ کے بازوؤں سے خون جاری تھا۔

جب ابن سعد کے لشکر نے دیکھا کہ اب عباسؑ کوئی حملہ نہیں کر سکتے تو سب نزدیک آئے اور فَحَمِلُوا عَلَيْهِ بِأَجْمِعِهِمْ جَبِيجًا انہوں نے مل کر باب الحوان پر حملہ کر دیا۔ ہرگز اپنے باپ، بھائی، چچا اور بیٹے کا بدلتے لینے کے لیے ضریب لکارہا تھا۔ یوں عباسؑ خطدار کے نازنین بدن کو نیزہاں سے گھٹی کر دیا گیا۔ اسی دوران میں ایک ملعون نے لوہے کا گرزا آپؐ کے سر پر مارا۔ فَضَرَبَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ بِعُودٍ مِنْ حَدِيدٍ فَلَقَ هَامَتَهُ وَانْصَرَعَ غَفِيرًا عَلَى الْأَرْضِ کہ حضرتؐ کا

دماغ بابر نکل آیا اور حضرت زین پر گر پڑے اور عرض کیا:

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ، بِحَالٍ إِمْ لَمْ جَارِهِمْ هُوَ، مِنْ رِيْ وَفَاقُولِ كَرَنَا۔ يَهُ آذِنَامِ حَسِينٍ كَعَانُونَ مِنْ كَبِيْتِيْ تِلْخِيَامَ سَيِّدِيْ يَهِيْ بَيْنَ كَرَتَهِيْ لَكَنَهُ وَأَخَاهُ وَأَعْبَاسَهُ۔
امام روتے ہوئے آئے اور عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کرو دیا اور ان کو حضرت عباس سے ڈور پہنا کر حضرت عباس کے سرہانے بیٹھے اور ایک نوحہ پڑھا اور ماتم کیا۔ پھر حملہ علی ظہر جوادہ واقبل إلى الخیمه بھائی کی لاش کو گھوڑے پر سوار کیا اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلتے ہوئے خیام کی طرف چلتے آئے۔ خیام میں لاش اتاری اور لاش پر بیٹھ کر بہت گریہ زاری کی۔ تمام حاضرین نے ماتم شروع کیا۔ پھر حضرت امام حسین نے فرمایا: اے بھائی! خدا تمہیں جزاۓ خیر دے تم نے خوب چہا دکیا۔

علماء قزوینی لکھتے ہیں، لاش کا خیمه لانے والی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ جاہرے علیاء اور جاہرے میانشین کی اکثریت نے یہ روایت نقل نہیں کی بلکہ علماء نے قصرت عکی ہے کہ حضرت عباس کی لاش کفرتو رحم اور جسم کے لکڑے لکڑے ہو جانے کی وجہ سے قابل حال نہ تھی اور شہداء کو فون کرنے والی شخصیت نے ان کو وہاں ہی فون کر دیا جہاں وہ شہید ہوئے تھے کیونکہ ان کا بدن لکڑے لکڑے ہو گیا تھا۔

امام حسین کی تہائی اور جہاد کے لیے تیاری

علامہ مجلسی بخار الانوار میں لکھتے ہیں:

شِ التَّقْتَ الْحُسَيْنِ عَنْ يَسِينِهِ قَلَمْ يَرَا حَدْدُ مِنَ الرِّجَالِ وَالتَّقْتَ عَنْ يَسَارِهِ فَلَمْ يَرَا حَدًّا
کہ امام حسین نے دائیں طرف دیکھا تو کوئی مرد نظر نہ آیا پھر باسیں طرف نظر کی تو ادھر بھی کوئی مرد نہ تھا اور تمام یارو انصار شہید ہو چکے تھے۔ اور امام سجاد علیہ السلام کی اس غربت کی حالت میں پڑی تو آپ نے اسے آسان کی طرف غربان نگاہ کی، دکھی دل سے آہ بھری اور اپنے مقام سے اٹھی، تکوا را بھائی، اگرچہ باوجود کمزوری اور ضعف کے چلنے کی طاقت بھی نہ تھی اور کمزوری اور ضعف کی وجہ سے تمام اعضاء و جوارح کا پتتے تھے لیکن اس حالت میں بھی اپنے بیمار کے پاس گئے۔ جب امام نے اپنے بیٹے کو مرکر دیکھا تو امام سجاد علیہ السلام کا پتتے ہوئے آرہے تھے۔ امام حسین نے بیٹے سے فرمایا: اے میرے نور نظر!
واپس چلے جاؤ، آپ تجھت خدا ہیں اور میرے خلیفہ ہیں۔ پھر امام حسین اپنے اس بیٹے کو خود خیمه میں لائے اور بیمار کے پاس بیٹھے اور اسرار امامت ان کے پر درکیے نیز وصیتیں فرمائیں۔

مرحوم طریقی نے منتخب میں لکھا ہے کہ حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کہ بابا اپنی شہادت سے ایک گھنٹہ پہلے میرے خیسے میں تشریف لائے اور میرے دل کی تسلی کی خاطر یہ حدیث فرمائی: اے میرے نور نظر! ایک دن جبرئیلؑ جنابِ دجید کلہی کی صورت میں ہمارے ناناؤ کے پاس آیا، میں اور بھائی حسنؑ اپنے ناناؤ کے کاموں پر بیٹھتے اور اترتے تھے کہ جبرئیلؑ نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک انار، ایک بھی اور سیب لیا اور ہمارے ہاتھوں میں دے دیا۔

رسول پاکؐ نے فرمایا: اے میرے نور نظر! اب گھر چلے جاؤ، ہم گھر آگئے اور اپنے بابا اور تمہارا دادا کو یہ واقعہ سنایا تو بابا نے فرمایا: یہ مت کھاؤ! جب تک رسول پاکؐ تشریف نہ لے آئیں۔ ہم نے ان جنتی میوں کو حفظ رکھا یہاں تک کہ رسول پاکؐ ہمارے گھر تشریف لائے، ہم پانچ نجاء ایک جگہ جمع ہوئے اور وہ میوے درمیان میں رکھے۔ سب نے ان پھلوں کو اس قدر کھایا کہ سب سیر ہو گئے لیکن انار، بھی اور سیب پھر بھی اسی حالت میں تھے اور ہم ان پھلوں سے جب اور جس قدر بھی کھاتے وہ ویسے کے ویسے رہتے، یہاں تک کہ ناناؤ کا اس دنیا سے وصال ہو گیا۔ *فَقَدِنَا الرُّؤْمَانُ وَبَقَنَ السَّفَرُ جَلَّ وَالثُّقَاحَةُ*
جب رسول گرامیؐ کا انتقال ہو گیا تو انار غالب ہو گیا اور بھی اور سیب باقی رہے۔ جب بابا علیؑ شہید ہوئے تو بھی بھی غالب ہو گیا اور سیب باقی رہا جو آج تک اپنی لطافت اور تازگی کے ساتھ موجود ہے۔

جب سے ظالموں نے پانی بند کیا ہے، مجھ پر ٹکنگی کا قلبہ ہوتا ہے تو اس سیب کی خوبیوں لیتا ہوں اور میری ٹکنگی دُور ہو جاتی ہے۔ اے میرے نور نظر! آج اس سیب کا رنگ تبدیل ہو گیا ہے اور اس کی تراوت و تازگی ختم ہو گئی ہے۔ *أَيَقْنَثُ بِالْفَنَاءِ اسْ* لیے مجھے اپنی موت کا لیقین ہے اور میرے جانے کے ساتھ وہ سیب بھی غالب ہو جائے گا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: جب میں مقتل میں گیا اور اس سیب کو تلاش کر رہا تھا تو وہ سیب قونہ مل سکیں اس کی خوبیوں ہو رہی تھی، اب جب بھی باباؑ کی زیارت کو جاتا ہوں اس سیب کی خوبیوں کرتا ہوں اور ہر زوار جو کہ بلا میں جاتا ہے اُسے سحری کے وقت قبر مطہر سے اسی سیب کی خوبیوں ہوتی ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا: اے میرے نور نظر! آپؑ میرے خلیفہ اور جانشین ہیں، آپؑ جب خدا ہیں، یہ آپؑ کو قتل نہیں کریں گے لیکن آپؑ قیدی ضرور ہوں گے اور شام جاؤ گے، پھر مدینہ آؤ گے، میرے شیعہ اور دوست آپؑ کی زیارت کے لیے آپؑ کے گھر آئیں گے، آپؑ ان کو میرا سلام پہنچا دیں اور کہتا: جب میرے غریب باباؑ میدان میں جانے لگے تو تمہیں سلام سمجھتے تھے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہاری راہ میں سر قربان کیا ہے، خود قربان ہوا، اکبرؑ، انصارؑ قربان کیے، بہنوں اور بیٹیوں کی چادریں قربان کیں لیکن تم سے اجر کوئی نہیں مانگا، بس میرا پیغام یاد رکھنا کہ جب بھی ٹھنڈا اپنی پینا، میرے خنک لبوں کی پیاس کو یاد رکھنا۔

شیعوی مَهِیَا شَرِیْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُونِی "شیعو اجب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے یاد کرنا۔"

امام حسینؑ کا اہلی حرم سے پہلا وداع کرنا

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم سے

سب نہیں لپٹیں شہش والا کے قدم سے

جب امام عالی مقام کے تمام یار و انصار اور اقربا شہید ہو گئے اور سب کو خاک پر سویا پایا تو اُخْرَدُشْن کی طرف سے بار مبارزہ طلب کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپؐ خود میدان میں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس لیے اہل حرم سے الوداع کرنے خیام میں آئے اور بلند آواز سے کہا:

يَا سَكِينَةُ يَا رُقْيَةُ يَا تَرِينَبُ يَا أُمُّ كَلْثُومَ اَعْلَيْكُنَّ مِنِي السَّلَامُ

اَسَكِينَةُ اَرْقِيَةُ اَرْنِبُ اَمَّ كَلْثُومُ اَتُمْ پَمِيرَ اسلامُ هُو، خدا حافظُ!

اہل حرم یہ آواز سنتے ہی حضرتؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور بقول صاحب بیت الاحزان سب سے پہلے سکینہ باپ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا ابَتَاهُ اسْتَسْلِمَ لِلْمَوْتِ بَابًا! کیا آپؐ نے موت کو قبول کر لیا ہے۔

امامؐ نے فرمایا: کیف لا یَسْتَسْلِمُ مَنْ لَا نَاصِرًا لَهُ وَلَا مُعِينٌ، اے بیٹی! میں کس طرح شہادت سے گھبراوں اور شہید ہونے پر راضی نہ ہوں جب کہ میرا کوئی یار و انصار نہیں ہے۔

جانب سکینہؓ نے عرض کیا: یا ابَتَاهُ رُدَنَا إلَى حَرَمٍ جَلِيلًا، اے بابا! اگر آپؐ بھی شہید ہونے جا رہے ہیں تو پھر ان تمام عورتوں اور بچوں کو ہمارے جد کے حرم پر پہنچا دو۔

امامؐ نے فرمایا: لو تُرُكَ الْقَطَا لَنَامَ وَغُنْفي، یعنی ہائے افسوس! اگر مرغ قطا کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کبھی اپنا آشیانہ نہیں چھوڑتا یعنی اگر مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں تو کبھی اپنا طمن اور ناتا کا حرم نہ چھوڑتا۔

جب حضرتؐ نے اظہار فرمایا تو خواتین مضطرب ہوئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت شہادت کو جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ لہذا سب عورتوں اور بچوں نے یک بارگی گریہ زاری اور آہ و فریاد شروع کر دی۔ امامؐ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور ان کو خاموش کیا اور وداع کو ناکمل چھوڑ کے میدان کی طرف چلے گئے۔

امام علیہ السلام کی عمر بن سعد سے گفتگو

امام عالی مقام جب میدانِ جنگ میں آئے تو آواز دی کہ کہاں ہے عمر بن سعد؟ وہ ملعون نزدیک آیا تو حضرتؐ نے

فرمایا: تجھے تین کاموں میں اختیار دیتا ہوں کہ ایک کو انجام دو۔

اُس بے حیانے کہا کہ وہ تین کام کون سے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: تتر کنی ختنی امیر جم علی المدینۃ الی حرم جدی ”پہلا یہ ہے کہ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو تاکہ میں مدینۃ اپنے جد کے پاس واپس چلا جاؤں۔ قال: مالیٰ لیٰ ذلک من سبیل، عمر بن سعد نے کہا: یہ کام تو میں نہیں کر سکتا کیوں کہ اپنے امیر ابن زیاد کی طرف سے مجھے اجازت نہیں کہ آپؐ کو چھوڑ دوں۔ قال اسقینی پشریۃ من الماء امام عالی مقام نے فرمایا: میری دوسری خواہش ہے کہ مجھے پانی کا گھونٹ دیا جائے کیوں کہ میں بہت پیاسا ہوں۔

قال اللعين بن اللعين ولا إلى الثانية من سبيل اس لعون عمر بن سعد لعين بن لعيم نے جواب دیا کہ یہ دوسرا حاجت بھی پوری نہیں کر سکتا۔

امام زین العابدینؑ سے امام حسینؑ کا وداع برداشت صدر قزوینی

مرحوم صدر قزوینی نے ”حدائقِ انس“ میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کے تمام یارو انصار اور اقرباء زمین کر برا میں شہید ہو گئے تو امام تمام شہداء کے لیے دکھی تھے، اب حضرتؐ کے علاوہ کوئی باقی نہ تھا، پس حضرتؐ نے دکھی دل سے هل من ناصیرؐ یعنی نصرتؐ کی، اور هل من ذاًب یذُبْ عن حَرَمٍ رَسُولُ اللّٰهِ کی صدائیں بلند کیں۔

فَخَرَجَ عَلَيْهِ بْنُ الْحُسَيْنِ ثَرَيْنِ الْعَابِدَيْنِ وَكَانَ مَرِيضًا لَا يُقْدِرُ أَنْ يَهْلِكَ سَيْفَةً وَأُمَّةً

كَلْشُومْ تُنَادِي خَلْفَه يَابْنَه ارْجَعُ

”بابا کے یہ استغاثے سن کر امام زین العابدینؑ خیمہ سے لکھے جبکہ وہ مریض تھے اور توکار بھی شہ اٹھا سکتے تھے۔ جناب اُم کلثومؑ نے دوڑ کر اپنے پیشجے کے دامن کو پکڑا اور روکر فرمایا: اے میرے نور نظر! کہاں جاتے ہو اور اس حالت میں کیوں جاتے ہو؟ آپ تو جنگ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھئے۔“

جناب امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

فَقَالَ يَا عَمَّتَاهُ ذَرِينِي أُقْاتِلْ بَيْنَ يَدَيِّ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ

”اے پھوپھی اماں! مجھے چھوڑ دیں میں اپنی جان فرزدِ رسول پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔“

فقال الحسین یا ام کلثوم خذیلہ لئلاً تبقى الارض خالیاً من نسل آل محمد

”یہ حالت دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: اے کلثوم! میرے بیٹے کو پکڑ لو، تاکہ زمین نسل آل محمد سے خالی نہ ہو جائے۔“

پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بازو سے جناب ام کلثوم نے پکڑا اور دوسرے بازو سے جناب نبی کبریٰ نے پکڑا اور خیمه میں لا کیں اور اپنے بستر پر ملا دیا، کیونکہ امام زین العابدین بیمار تھے اور بیماری کی وجہ سے ان کے بدن میں لرزہ تھا، سانس بند ہو چکا تھا لہذا جوں ہی بستر پر لیٹیے، غشی طاری ہو گئی۔

ہفت سے جو اعدا کی ہوئی شہ پر چڑھائی بیمار کو پانی نہ ملا کیسی مشہداتی
عاشور کو غش تھا کہ یہاں کیک خبر آئی شہ ذبح ہوئے لٹکنی زہراء کی کمائی
ہوش آیا تو گھر آگ سے جلتے ہوئے دیکھا
یاں بہنوں کو بکوئے میں نکلتے ہوئے دیکھا

شہادت جناب علی اصغرؑ

س کر یہ صدا گردِ تسلیم جھکائی
تموار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
جب خاک میں وہ چاندی تصوری چھپائی
تعویذ پہ منہ رکھ دیا رفت بہت آئی
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغرؑ
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغرؑ

جناب علی اصغرؑ کی شہادت میں، ان کے رعن میں اختلاف ہے اس لیے دونوں روایات بیان کر دی ہیں۔ پہلی روایت یوں ہے: عاشور کے غم زدہ اور دلکھی دن جب امام حسینؑ کا کوئی بیار اور ناصرباً نہ رہا تو حضرت خود میدان کی طرف جائے کے لیے تیار ہوئے۔ آپؑ نے خیام کے دروازے پر آ کر خدا حافظی کا سلام کیا۔ جوئی عورتوں اور بچوں نے حضرت کا وداعی سلام سن تو سب حضرت امامؑ کے گروجھ ہو گئے۔ امامؑ ہر ایک کو تسلیاں دیتے رہے اور صبر و حوصلہ کی تلقین کرتے رہے۔

اسی دوران میں جناب علی اصغر کی آواز امام کے گوشی امامت میں پہنچی۔ سید نے لہوں میں لکھا ہے کہ حضرت امام نے بہن سے فرمایا: میرے چھوٹے بچے کو لاوتا کر ان کو بوسہ دے کر خدا حافظی کروں۔

جناب نبی سلام اللہ علیہما جناب علی اصغر کو لاائیں جو شدت پیاس سے رو رہے تھے اور آرام نہ کر سکتے تھے۔ بارش کی طرح آنسو جاری تھی۔ آنکھیں اندر کی طرف حصہ چکی تھیں۔ پیٹ پشت سے چنان ہوا تھا اور لب سوختہ تھے۔ امام نے علی اصغر کو ہاتھوں پر لیا اور چاہتے تھے کہ بیٹے کے خلک ہونٹوں اور آنسوؤں سے آلوہ چہرے کو بوسہ دیں کہ اچاک گرملہ ملعون نے ایک تیر مارا جس نے علی اصغر کے گلے کو کاٹ کر ذبح کر دیا۔ امام نے بہن کو بلایا اور فرمایا: بچے کو لے لو اور اس کی غرائبی کرو۔

جناب نبی سلام اللہ علیہما نے روتی آنکھوں، دکھی دل اور سوختہ جگر سے بچے کو اٹھایا تو امام نے اپنے دونوں ہاتھوں پر بچے کے گلے سے بہنے والے خون کو لیا اور چلو بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا: بہن! یہ مصیبت بہت بڑی مصیبت ہے البتہ خدا دیکھ رہا ہے۔

قال الباقي فَلَمْ يَسْقُطُ مِنْ ذِلِّكَ الْكَمْ قَطْرَةً عَلَى الْأَرْضِ

”حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امام حسین نے علی اصغر کا جو خون آسمان کی طرف پھینکا اس کا ایک قطرہ واپس زمین پر نہیں گرا۔“

شہادت علی اصغر کی دوسری روایت

مرحوم مجلی بخار الانوار میں لکھتے ہیں: جب زمینی کربلا میں حضرت امام حسین کے تمام یارو انصار شہید ہو گئے اور آپ نے تمام جوانوں کو خاک و خون میں فلطاں دیکھا تو دل پر تمام کے فراق کا داغ لگ گیا۔ چنانچہ امام نے یہ استغاثہ بلند کیا۔

هَلْ مِنْ ذَٰبٌ يَذْبُثُ عَنْ حَمْرٍ رَّسُولُ اللَّهِ هَلْ مِنْ مُّؤْخِدٍ يَخَانُ اللَّهَ فِينَا وَهَلْ مِنْ مُفْيِثٍ يَرْجُو اللَّهَ فِي إِغَاثَتِنَا

”حضرت نے اپنے دکھی دل سے آواز دی کہ کوئی ہے جو اس صحرائیں حرم پیغمبر کا شر سے دفاع کرے؟ آیا کوئی موحد ہے جو خدا سے ڈرتا ہوا اور ہمیں نہ ڈرائے؟ آیا کوئی ہے جو فی سیل اللہ آلیٰ محمد کی فریاد رسی کرے؟“

جب امام کی آواز خیام کے اندر پہنچی تو تمام اہل حرم کا گریہ وزاری بلند ہوا، امام یہ آہ وزاری سن کر خیام میں آئے۔

فَقَالَ نَّاوْلُونِي عَلَيْهِ ابْنِي الطَّفْلَ حَتَّى أُوْدَعَهُ، حَفَرَتْ نَّةً تَامَ الْأَلْ وَعِيَالَ كُوْخَامُوشَ كَرَا دِيَا لِكِينَ عَلَى اصْفَرِ مُسْلِلَ رُورَہِ

حضرت نے فرمایا: میرے اصغر گوئیزے پاس لاوتا کہ ان سے الوداع کروں۔ جناب علی اصغر حضرت کے ہاتھوں پر آئے، امام نے دیکھا کہ پیاس سے مٹھاں ہیں تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جس سے تمام مستورات روئی گئیں اور عرض کرنے لگیں: اے مولا! دو دن ہو گئے ہیں کہ پانی اور غذائے ہونے کی وجہ سے اصغر کی ماں کے سینے میں دودھ خشک ہو گیا ہے اور یہ بچہ پیاسا اور بھوکا ہے۔

حضرت پچے کی حالت سے بہت متاثر ہوئے اور آپ نے دیکھا کہ پیاس کی شدت میں جل رہا ہے اور مسلسل آنسو بھار رہا ہے تو حضرت امام جنت کے لیے ذوالجناح کی زین پر سوار ہوئے اور اپنے بیٹے کو لیے میدان میں آئے اور پچے کو دونوں ہاتھوں پر انداخ کر بلند کیا۔ پھر بلند آواز سے کہا: ان اکنْ اَنَا اَمِّ الْمُرْسَلِينَ، اگر تمہارے اعتقاد کے مطابق میں قصور و اوار ہوں تو اس پچے کی کوئی تغیری نہیں ہے۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کس طرح پیاس ہے اور اب پیاس سے مر رہا ہے۔ اے لشکرو والو! ایک گھونٹ پانی دے دو تاکہ اس پچے کی جان نجی جائے۔ اگر مجھے پانی نہیں دیتے تو آؤ یہ پچھے لے جاؤ اسے خود پانی پلا دو اور پھر مجھے واپس کرو دتا کہ اس کی ماں کے حوالے کروں۔

ماعین نے جواب دیا: اذنِ امیر کے بغیر ایک گھونٹ پانی آپ کو اور آپ کی اولاد و ذریت کو نہیں دیں گے۔ اسی دورانِ حملہ بن کامل نے تیر مارا۔ فاستهدف خلق الرضیع و عبیرۃ النشابة من حلقہ الرَّأی عضُل الحسین، حملہ کا تیر علی اصغر کے گلے سے گزرتا ہوا امام حسینؑ کے کامد ہے میں جاگا۔ امامؑ نے اصغرؑ کے گلے سے خون چٹو میں لیا اور آسان کی طرف پھینکا۔ پھر بچے کو خیسے میں لائے اور مال کو دیا اور فرمایا:

آخرجي وخندي ابنك الشهيدا فان جده سقاها ان الكوثر

”اپنے بیچ کو لو اس کے دادا نے کوئی پلا دیا ہے۔“

شہادت علی اصغر کی تیسری روایت

ابوحنف نے لکھا ہے:

إِنَّهُ أَقْبَلَ إِلَى أُمِّ كَلْثُومٍ وَقَالَ لَهَا يَا أُخْتَاهُ أَوْصِيكَ بِوَلَدِي الْأَصْغَرَ فَإِنَّهُ طِفْلٌ صَغِيرٌ
وَلَهُ مِنَ الْعِرْسَةِ أَشْهُرٌ

”امام غریب و مظلوم نے تمام عورتوں میں سے جناب ام کلثوم سے فرمایا: اے بہن! میں آپ کو اپنے شیرخوار علی اصغر کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کی حالت کی رعایت کرنا اور حفاظت کرنا کیونکہ وہ چھے ماہ کے ہیں۔“

ام کلثوم نے عرض کیا: اے بھائی! تین دن ہو گئے ہیں کہ یہ پچھے پانی اور مال کے دودھ سے محروم ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس پچھے کے لیے قومِ اشتیاء سے پانی مانگیں تاکہ اس کی تھنگی دور ہو جائے۔

حضرت نے فرمایا: میرے شیرخوار پچھے کو میرے پاس لاو۔ پس پچھے کو لایا گیا اور امام کے حوالے کیا گیا تو امام گھوڑے پر سوار ہوئے، عباۓ مبارک بندھے پڑا اور چھوٹے پچھے کو اپنی عبا سے ڈھانپا تاکہ سورج کی گرمی اور حرارت سے محفوظ رہے کیوں کہ سورج کی گرمی اور خون ریزی سے پیاس میں شدت آ جاتی ہے۔

راوی کہتا ہے: طلوغ آفتاب سے اس وقت تک امام کئی مرتبہ خیام میں گئے اور پھر میدان میں آئے اور ہر مرتبہ امامِ جنت کے لیے کوئی چیز اپنے ساتھ لائے۔ ایک مرتبہ قرآن لائے اور فرمایا: اے قوم! کیا یہ وہی قرآن نہیں جو میرے جد احمد پر نازل ہوا؟ اور میں فرزند پیغمبر نہیں ہوں۔

دوسری مرتبہ رسول گرامی کا عمامہ بہن کر آئے اور فرمایا: اے قوم! کیا یہ عمامہ، زرہ اور اونٹ رسول پاک کے نہیں ہیں؟

سب نے کہا: ہاں یہ سب نشانیاں رسول اسلام کی ہیں۔

پھر میدان میں آئے تو اپنے حسب و نسب کا اٹھا کیا۔ پھر آئے تو خطبہ و سیحت و موعظہ کر کے امامِ جنت کیا۔ ایک مرتبہ سر پر عبا کیے ہوئے میدان میں آئے۔ لوگوں نے کہا: خدا معلوم اس مرتبہ کون سی نشانی لائے ہے۔ لشکر ابن زیاد و کوہرہا تھا کہ اچانک حضرت نے عبا سے ہاتھ ٹکالے اور ایک شیرخوار پچھے کو جو قدر اسے میں لپٹا ہوا تھا، اس قدر بلند کیا کہ تمام لشکر والوں نے دیکھا اور حضرت نے بلندہ واڑ سے فرمایا: اے کفووا! اما ترکونہ سَكَبَتْ يَتَّلَقَ عَطَشَا“ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شدت پیاس سے اس کی حالت کیا ہو گئی ہے، یعنی قریب المrg ہے۔ فَاسْقُوْهُ شُرْبَةً مِّنَ النَّاء“ اس پچھے کو پانی پلا دو۔ کتاب معجم الدواع میں ذکر ہے کہ لشکر کے سپاہی ایک دوسرے کی رحمت کرتے تھے کہ اگر اس پچھے کو ایک گھونٹ پانی دے دوں تو کیا ہو جائے گا؟ لشکر سے ایک ہمہ بلند ہوا یعنی ترم کے لیے ہائے ہائے کی آوازیں آئیں۔

ابن سعد نے سوچا کہ کہیں لشکر میں بقاوت نہ ہو جائے لہذا حملہ کو لکار کر کہا: اقطع کَلَامَ الْحُسَيْنِ“ حسین کو سخت جواب دو۔ حملہ نے کہا: اے امیر ابا پ کو جواب دوں یا بیٹی کو؟ یہ کنایہ تھا کہ باپ کو نشانہ بناؤں یا بیٹی کو اپنے تیر کا نشانہ بناؤں؟

عمر بن سعد نے کہا: کیا تمہیں بچے کے گلے کی غیری نظر نہیں آتی؟ حملہ اپنے گھوڑے کو ایک میلے پر لایا اور پھر گھوڑے سے اتر کر تیر کمان میں رکھا۔ راوی کہتا ہے: جب تیر کے چلنے کی آواز آئی تو میں نے امام کے ہاتھ پر نگاہ کی، وہ بچہ ذبح شدہ مرغ کی طرح تریپ تریپ کر اپنی جان دے رہا تھا۔

الوَجْهُ نَسْكَهُ الْطَّفْلُ مِنَ الْأَذْنِ إِلَى الْأَذْنِ "اس زہرآں لوڈ تیر نے ایک کان کے بیچے سے لے کر دوسرے کان کے بیچے تک بچے کو ذبح کر دیا۔" پھر امام نے بچے کا خون ہاتھوں پر لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا: اے میرے اللہا گواہ رہنا کہ گویا انہوں نے منت مان لی ہے کہ ذریت پیغمبر کی کوزمہ نہ چھوڑیں گے۔

ثُمَّ رَاجَمَ بِالظَّفَلِ مَذَبُوحًا حَادِمَةً يَجْرِي عَلَى صَدَرِ الرَّحْمَنِ

پس حضرت دل پر حضرت سے اپنے مذبوح بیٹے کو واپس خیام میں لائے، ایک ہاتھ میں قدراتھ تھا اور دوسرے ہاتھ سے جلد سے لٹکر کوپکڑے ہوئے تھے جبکہ خون علی اصرہ امام پاک کے سینے پر جاری تھا۔ امام نے جانب ام کشموم کو بلا ہا اور بچے کو ان کے پرداز کیا۔ بی بی پاک نے خشنی آہ بھری اور پھر میں کیے اور تمام مستورات جمع ہو کر ماتم کرتی رہیں۔

شہادت علی اصرہ کے بارے میں فاضل دربندی کی چوتھی روایت

مرحوم دربندی لکھتے ہیں:

لما سمع هذا النور النير والقمر المنير استفادة أبيه قطع القماط والنقي نفسة
"جب امام حسین کے استقاش کی آواز نو رتایاں اور ماہ درخشان شزادہ علی اصرہ لے سنی تو اپنے
قداسے کو چھاڑ دیا اور خود کو گھوارے سے زمین پر گردادیا۔"

وبَكَى وَضَمَّ حِيرًا بِذَلِكَ رَوْحِي وَأَرْوَاحِ الْعَالَمِينَ فَدَاهُ إِلَى إِجَابَةِ دُعَوةِ أَبِيهِ فَرَجَعَ
الإِمَامُ إِلَى نَحْوِ الْخِيَامِ وَسَئَلَ الصَّدِيقَةَ الصَّغِيرَى اعْنِي مَرِينَبْ عَنْ سَبَبِ يَلْكَ
الحَالَةِ فَأَخْبَرَتْهُ بِمَا صَنَعَ الظَّفَلُ بَعْدِ اسْتِغْاثَتِهِ وَاسْتِضَادَهُ

زمیں پر خود کو گرانے کے بعد بلند آواز سے گریہ و نالہ اور آہ و زاری کی اور اس طریقے سے بیبا کے استغاش کا جواب دے رہے تھے۔ اصرہ کی حالت دیکھ کر خیام میں کھرا مل گیا۔ امام نے یہ آواز خمنی تو خیمه میں آئے اور جناب صدیقہ صفری اور حضرت زینہ بنت کبری سے خیام میں کھرا برباہونے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے بھائی! اجب سے آپ نے استغاش بلند کیا ہے اس شیر خوار نے قدراتھ کے بندوقڑ دیئے اور خود کو گھوارے سے گردادیا اور وہ کہتا ہے: بابا میں آ رہا ہوں،

اس کی یہ حالت اور آپؐ کی غربت پر تمام مستورات میں گریہ و زاری ہوا۔

امام نے فرمایا: میرے شیرخوار پچے کو لاو۔

جتاب علی اصغر امام کے ہاتھوں پر آئے۔ حضرت نے زین پر اپنے آگے گود میں سنگالا اور میدان کی طرف آگئے۔

مرحوم طبری احتجاج میں لکھتے ہیں: جتاب علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ خیام کے عقب میں گھوڑے سے

اترے اور توار سے گڑھا کھودا اور اپنے خون آلو دبیئے اصغرؑ کو اس گڑھے میں دفن کر دیا۔ پھر بارگاہ الہی میں روکر عرض کیا:

خداوند! اہم انتقام ان دشمنوں سے خود لے۔

مرحوم شیخ جعفر شوستریؓ اپنی کتاب خصائص میں لکھتے ہیں: حضرت امام حسینؑ نے شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کیا، جب کہ

اور کسی شہید کو دفن نہیں کیا، اسی کی پانچ وجہوں ہو سکتی ہیں:

① شیرخوار پچے کا فتن کرنا ایک شخص کے لیے ممکن تھا۔

② جگ کے بعد دوسرا شہیدوں کی طرح شیرخوار کا سرنش کئے۔

③ دوسرے شہداء کی طرح تین دن تک دھوپ اور گرثی میں شہ پڑا رہے۔

④ شیرخوار پچے کا جسم پامی سے فی جائے۔

⑤ دوبارہ اس خون آلو قدر اقد پر نظر نہ پڑے اور دل کو مزید دکھنے ہو۔

حضرت امامؑ کے لیے جنوں کی آمد

جتاب طرسی منتخب میں لکھتے ہیں: جب امام حسینؑ کر بلہ کی سرزی میں پرے یار و مردگار اور تھما ہو گئے تو چون فوج در فوج

امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کے بعد عرض کیا:

یَا حُسْنِيْنَ نَحْنُ أَنْصَارُكَ فَمُرْنَا بِأَمْرِكَ مَا تَشَاءَ فَلَوْ أَمْرَتَنَا بِقَتْلٍ كُلُّ عَذَّابٍ لَكُمْ لَفَعْلَنَا

”کہ اے مولا حسینؑ! ہم آپؐ کے مد دگار اور ناصر ہیں، جو چاہتے ہو ہمیں حکم دو۔ اگر آپؐ اپنے

تمام دشمنوں کے قتل کر دیئے کا حکم دیں تو ہم تمام کو قتل کر دیں گے۔“

حضرت امامؑ نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

جَوَّاْكُمُ اللَّهُ خَيْرًا إِنِّي لَا أَخَالِفُ قَوْلَ جَدِّي

”خداتھمیں جزاۓ خیر دے، میں اپنے ناناؑ کے فرمان کی خلافت نہیں کر سکتا کیونکہ انہوں نے مجھے یہ

فرمایا تھا:

إِنَّ اللَّهَ شَاءَ أَنْ يَرَكَ مَقْتُولًا مَلْطَخَا بِدِمَالِكَ مَخْضِبًا شَيْبِكَ بِدِمَالِكَ مَذْبُوحًا مِنْ قَفَالَ
شَيْئِتْ خَدَى يَبْهِ كَعَمِلِ مَقْتُولُ اُورْخُونُ وَخَالِكَ مِنْ غَلَاطَانِ دِيكَيْهِ، دِارِمِيَّ كُوخُونَ سِرْقَنِ اُورْسِ
كُوبِسِ گُرُونَ كَثَنَهُ هَوَى دِيكَيْهِ۔

پس حضرت امام نے جنوں سے فرمایا: یہ میرے بارے میں خدا کی چاہت ہے، البتہ میرے ناموں اور اہل کے
بارے میں میرے پاک نائے فرمایا تھا:

وَقَدْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرَى حَرَمَكَ شَبَابِيَاً عَلَى أَقْطَابِ الْمَطَابِيَا وَإِنِّي وَاللَّهِ سَأَصْبِرُ
”خدا کی چاہت یہ ہے کہ اہل بیت قیدی ہو کر بے پالان اُونٹوں پر سوار دیکھے۔“

اے جنوں کے سردارا میں خداوند عالم کی چاہت اور رسول پاک کے اشارہ پر عمل کرتے ہوئے صبر کروں گا اور شہید
ہونے کے لیے تیار ہوں اور اہل بیت کے قیدی ہونے پر بھی آمادہ ہوں اور خدا حکم الحاکمین ہے۔

لَفْكَرِ كَفْرِ پَرِ اِمَامِ حَسَنٍ كَا اِتَّهَامِ جَحْتِ

ابِلْحَفَ لکھتے ہیں:

ثُمَّ فَرَأَلَفَ نَحْوَ الْقَوْمِ وَقَالَ: يَا وَيْلَكُمْ عَلَى مَا تُفَقَّاتُونِي؟ أَعْلَى حَنَّ تَرْكَتُهُ أَمْ عَلَى
سُنْنَةِ غَيْرِ تَهْهِي أَمْ عَلَى شَرِيعَةِ بَدَلَتُهَا؟

”امام لفکر کفر کے پاس گئے اور فرمایا: اے سپاہ کوفہ و شام! اے گروہ خون آشام! میرے ساتھ کیوں
لڑتے ہو؟ میرا قصور کیا ہے؟ میرے گناہ کون سے ہیں؟ کیا کسی کا حق غصب کیا ہے یا کسی کے مال
کو پاؤں تسلی پا مال کر دیا ہے یا تشبیر کی شریعت کو بتدریل کر دیا ہے؟ یا دین میں نے کوئی
بدعت جاری کر دی ہے؟ آختم کیوں میرے خون کے پیاسے ہو؟“

فوج اشیاء نے جواب دیا:

نُقَاتِلُكَ بُغْضًا مِنَّا لَأَبِيكَ يَا حُسَيْنَ

”اے حسین! ہم تم سے جنگ بھی کریں گے اور تمہارا خون بھی بھائیں گے۔“

کیونکہ ہم سب کے دلوں میں تمہارے بابا علی کا بغض موجود ہے، علی نے ہمارے والدین کو قتل کیا ہے۔

فَلَئِنْ سَمِعَ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْهِ كَلَامَهُمْ بَلَّغَى بُكَاءً شَدِيدًا فَاجْعَلَ يَنْظُرُ يَوْمَيْنَا وَشَيْمَالًا
فَلَمْ يَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ وَأَنْصَارِهِ إِلَّا مَنْ صَافَعَ التُّرَابَ جَبِينَهُ وَقَطَاعَ الْحَمَامِ أَنِيْنَهُ
”جَبَ الْأَمَّ نَفَرَ إِنَّ كَيْ بَاتَ سَنِيْ تَوْهِيْتَ بَلَندَاؤَزَ سَرَفَ، دَائِسَ يَا سَيْسَ دِيكَهَا لِيْكَنْ كُوكَيْ يَارَوْمَدَهَارَ
نَظَرَهَا يَا مَكْرُوهِيْ نَظَرَآءَ جَنَّ كَيْ جَبِينُونْ پُرْمَيْ اُورَ حَسْوَنْ سَرَوْحَنْ كَلْ بَچَلَ تَحْنِي“
پس دَكْهِيْ دَلَ سَبَلَنَدَاؤَزَ سَرَفَ رِيْمَايَا:

يَامُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ يَا هَانِي عَرْوَةٍ، يَا حَبِيبَ بْنَ مَظَاهِرٍ، يَا نَهَيْرَ بْنَ قَيْنَ، يَا يَزِيدَ
بْنَ مَظَاهِرٍ، يَا يَحْيَى بْنَ كَثِيرٍ، يَا هَلَالَ بْنَ نَافِعٍ، يَا إِبْرَاهِيمَ بْنَ الْحَصَيْنِ، يَا عَبْيَرَ
الْمَطَاعِ، يَا اسْدَالَكَلَبِيِّ..... إِلَى اخْرِ

كَيْ سَنِيْ جَوَابَهُ دِيَا، بَهْرَانِيْ اقْلَابَ كَوْنَادَوِيْ اُورَ فَرِيْمَايَا: اَنَّهُ عَلَى مِنْ اَحْسَنِ اَنْ مِيرَنْ رَشِيدَ
جَوَانَ، اَنَّهُ مِيرَى اَمْدِيَ، اَنَّهُ اَكْبَرَ اَنْخَوَارَ اَنْ غَرِيبَ بَايَا كَيْ حَالَتَ زَارَ كَوْدَيْخَوَ، اَنَّهُ مِيرَنْ
عَلِمَدَارَ، اَنَّهُ مِيرَى پَشْتَ پَنَاهَ، اَنَّهُ مِيرَى بَهَانَى عَبَاسَ! اَنْهُ مِيرَى غَرِيبِيَ اَورَ پَيْ كَيْ كَيْ حَالَتَ
دَيْخَوَ، انَّكَيْ طَرَفَ سَهَّلَتَهُ مَلَاتَهُ بَهْرَانِيْ فَرِيْمَايَا:

مَالِيَ اَنَّا دِيْكُمْ فَلَمَّا تُجِيْبُونِي وَادْعُوكُمْ فَلَمَّا تَنْتَصِرُونَ

اَنَّهُ مِيرَنْ يَا رَوْا نَصَارَ! اَنَّهُ مِيرَنْ رَوْحَانِيَ مَدَگَارَوَا مِلْ تَمَهِينَ پَكَارَتَا هَوَنَ تَمَ جَوَابَهُنْ دِيَيْهَ
(عَبَ عَاشُورَهُ وَكَيْتَهُ تَهْ، هَمَ اَكِيلَهُ چَحُوَهُ کَنْهِيْنَ جَائِيْسَ گَيْ) ”مِلْ بَلَاتَا هَوَنَ تَمَ مِيرَنْ مَدَکَنِيْسَ آَتَهَ“
اَنْتُمْ نِيَامُ اَمْرَجَوْكُمْ تَنْتَهِيْهُونَ

”تَمَ سَوَّيَهُ ہَوَنَے ہُوَتَوَ مِيرَنْ خَواهِشَ ہَے کَہ بَیدَارَ ہُوَکَمِيرَنِیَ غَرِبَتَ کَيْ حَالَتَ کَوْدَيْخَوَ“

اَمْ مَالَتَ مَحْبِتَكُمْ عَنْ اِمَامِكُمْ

”کِيَا تَهَارِيِ محْبَتَ اَنْ اَمَّ سَهَّلَتَهُ کَمْ ہُوَگَنِيَ ہَے اُورَ دَلَوَنَ سَهَّلَتَهُ اَفْتَ خَتمَ ہُوَگَنِيَ ہَے جَوَابَ
نَهِيْنَ دِيَيْهَ“

هَذِهِ بَنَاتُ الرَّسُولِ لِفَقِيرِكُمْ قَدَّهُ عَلَاهُنَّ النَّحْوَ

”اَنَّهُ مِيرَنْ عَزِيزَهَا! خَاکَ سَهَّلَتَهُ سَرَأْخَهَا کَرَاهِلِ بَيْتَ کَيْ نَالَهَ وَزَارِيَ، آَهَ وَبَے قَرَارِي کَيْ جَهِيْنَ سَوَوَکَهَ
تَهَارَے لَيْهُ گَرِيْهَ کَرَهَے ہَیْنَ، تَهَارَے فَقَدَانَ کَيْ جَهَے سَهَّلَهَا زَارِيَ بَلَندَہَ ہَے کَيْوَنَهَا تَمَ ہَیَ توَقَهَ جَوَ

کہتے تھے: جب تک ہم زندہ ہیں ہم اہل بیت کی حفاظت اور حمایت کریں گے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان کو روتا چھوڑ کر خود چلے گئے اور آرام سے سو گئے۔

قُومُوا عَنْ نَوْمَتِكُمْ أَيْتُهَا الْكَرَامَ وَأَرْفَعُوا عَنْ حَرَمِ الرَّسُولِ الطُّفَّالَ اللَّذَانِ
”امْحُوا نَيْنَدَ كَوْجَوْزَ وَرَسُولَ خَدَا كَيْ اَوْلَادَ كَوَانَ كَافِرُوْنَ اُوْرَفَاسَقُوْنَ كَيْ ظَلَمَ سَبَاجَاتَ دَوَارَ عَرَتَتَ
تَغْبِيرَ سَيْنَدَ اَنَّ كَيْ شَرِكَوْ دَوَرَ كَرَوْ“۔

پس حضرت نے اپنی کرامت، شرافت اور وسیع عنایت سے زبان شہداء سے مhydrat کی اور یوں فرمایا: اے عزیز دا سوتے رہو سونا اب تمہارا حق بھی ہے۔

صَرَعَكُمْ وَاللهُ رَبِّ الْمَنَوْنَ وَغَدَرَ بَكُمُ الدَّاهِرُ الْخَنُونَ وَإِلَّا لَيْلَكُمْ كُنْتُمْ عَنْ دَعْوَتِي
تُقْبِرُونَ وَلَا كُنْتُ نُصْرَتِي تَحْتَيْجِيُونَ

”یکوئکہ خدا کی قسم ازمانے نے تمہیں یہ دن دکھایا ہے، خیانت کا روزانے نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے، ورنہ تم ایسے صاحبہ نہ تھے کہ حسینؑ کو تھا چھوڑ دیجے اور ناموی تغیر کو تمہیں کے پردہ ہونے دیتے۔“

فَهَا نَحْنُ عَلَيْكُمْ مُفْتَجِحُونَ وَإِنَّكُمْ لَا يَحْقُونَ

”پس آگاہ رہو کہ میں بھی تمہاری طرح سے ان بیات رسول اور فوجوں میںیوں کے فم میں بہت دکھی ہوں اور جبجو ہوں کہ میں بھی ان کو تھا چھوڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں“۔

ثُمَّ صَفَقَ صَفَقَةً وَقَالَ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ

پھر حضرت امامؑ نے افسوس کے ہاتھ ملے اور کلمہ استرجاع پڑھا اور پھر اپنے اصحاب و فاکا مرشدہ پڑھتے رہے۔

خامس آل عبّا کا مبارزہ اور اظہار شجاعت

حضرت کے تمام جنت کے بعد جب کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کی سرگشی میں اضافہ ہوا تو امامؑ نے عمر بن سعد سے فرمایا:

أُخْيِرُوكَ فِي ثَلَاثِ خَصَالٍ

”میں تجھے تین کاموں میں اختیار دیتا ہوں ان میں سے ایک کو اختیار کرو۔“

ابن سعد نے کہا: وہ تمیں کام اور خواہشیں کیا ہیں؟

حضرت نے فرمایا: تمن کام یہ ہیں:

یا مجھے چھوڑ دوتا کہ اپنے الہی بیت کو ساتھ لے کر روضہ رسول پر چلا جاؤں یا پھر شدت پیاس کی وجہ سے میرا جگر اور لب خشک ہیں، مجھے پانی دے دو یا میدان جنگ میں میرے مقابل ایک ایک شخص آئے۔

عمر بن سعد نے کہا: آپ کی تیسری خواہش پر عمل کروں گا اور اس پر امام کا ابن سعد سے معافیہ ہوا۔
مرحوم مجلیٰ نے بخار الانوار میں لکھا ہے:

ثُمَّ ذَكَرَ النَّاسَ إِلَى الْبَرَاءِ

”یعنی امام بخیر فوج کے میدان میں گئے اور مبارزت طلبی کی اور رجز میں اپنے حسپ و نسب کو بیان کیا۔

ثُمَّ وَقَتَ قِبَالَ الْقَوْمِ وَسَيِّفَةُ مُصْلَّتُ اِيْسَاً مِنَ الْحَيَاةِ عَانِِيْمَا عَلَى الْمَوْتِ

”یعنی پھر امام سپاہ کوفہ و شام کے مقابل آئے۔ آپ نے تکوار کو غلاف سے نکالا ہوا تھا، زندگانی سے مایوس تھے، موت کے لیے تیار تھے تو اس حالت میں امام نے قوم کو خطاب کیا:

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ قُبَّحَا لَكُمْ وَنَرَحَا وَبُؤْسًا وَتَعَسًا فَهَيْنَ اسْتَصْرَخْتُمُونَا وَاللَّهُمَّ فَاتَّبِعْنَاكُمْ مُوْجِيْنِ.....الخ

”اے بے وفا کو فیما تم پر افسوس ہے کہ اس قدر مجھے ذلیل و خوار کرنے پر آتا ہے ہو، قیامت کے عذاب سے پچھا جو تمہیں کہنا تھا وہ کہہ دیا ہے تاکہ بروز قیامت تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نہیں جانتے تھے۔

پھر امام نے مبارزہ طلب کیا۔

روضۃ الشہداء میں ملا حسین کاشفی نے لکھا ہے کہ شہن کی فوج سے قیم بن حطبہ جو شام کا مشہور شجاع تھا، وہ آیا اور کہا:

اے فرزند الوراب! کب تک دشمنی کرو گے، تمہارے سب فرزند شہید ہو گئے ہیں اور تمام یارو انصار اور غلام تمہیں چھوڑ کے ہیں۔ آپ ابھی تک جنگ کرتے ہو۔ ایک تھا شخص کیسے ۲۰ ہزار کا مقابلہ کرے گا؟

امام حسین نے فرمایا: اے شامی! کیا میر تم سے جنگ کرنے آیا ہوں؟ یا تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو؟ میں نے تمہارا راستہ روکا ہے، یا تم نے میرا راستہ روکا ہے؟ تم نے میرے بھائی، بیٹی اور انصار سب قتل کر دیے ہیں۔ اب میرے اور تمہارے درمیان تکوار چلنے کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟ پس زیادہ بکواس مت کرو اور جس کام کے لیے آئے ہو وہ کرو۔ یہ کہہ کر دل سے

ایک نفرہ لگایا کہ لشکریوں میں سے کافی لوگوں کے دل بیٹھ گئے اور یہ تمی خاموش کھڑا رہا۔ جیسے اُس کے ہاتھ شل ہو چکے ہوں۔ امام نے اس کی گردان پر تنقیح چلائی جس سے اس کا سر پچاس قدم ڈور جا پڑا۔ پھر لشکر پر حملہ کیا تو آپ کی تکوار کی ضرب اور ہاتھ کی ضرب سے لشکر گھبرا گیا۔ یزید اُطھی نے لشکر کو لکارا اے بے بہت اور بے غیرت لوگوں تم سب گھبرا گئے ہوں، اب دیکھو میں تھا کس طرح یہ کام کرتا ہوں۔ پھر اس طبقاً کہ امام حسینؑ کے سامنے آیا۔ یہ شخص شام، عراق، مصر، روم کے علاقوں میں بہت مشہور جرأت مند، دلیر اور بہادر تھا۔ سپاہ عمر نے جب اس یزید اُطھی کو امام حسینؑ کے مقابل دیکھا تو خوشی سے ایسے نفرے لگائے کہ الہ بیت ان نعروں کی آوازوں سے گھرا گئے۔

فَلَمَّا رَأَاهُ فَرَأَعْنَقَ عَلَيْهِ فَرَعَقَةً عَلَوِيَّةً وَحَمَلَ عَلَيْهِ حَمَلَةً هَاشِمِيَّةً

جب وہ امام حسینؑ کے مقابل آیا تو امام نے اسے لکارا، کیا تم مجھے نہیں جانتے، اس طرح گستاخی کر کے میرے مقابل

آئے ہو؟

اُطھی نے جواب نہ دیا اور امام حسینؑ پر تکوار سے حملہ کر دیا۔ حیدر کرادرؑ کے فرزند نے ذوالقدر نیام سے کافی اور اس کی کمر پر ایسی ضرب لگائی کہ تازہ کھیرے کی طرح دو ٹکڑے ہو گیا۔ لشکر حضرت امامؑ کے ہاتھوں کی طاقت اور تکوار کی ضربات سے حیران ہوا اور ہر طرف سے الحذر الخذر کی جنہیں بلند ہونے لگیں۔ امام عالی مقام میدان میں گھوڑے کو جولان دیتے اور مبارزہ طلبی کرتے رہے۔

مرحوم سید یاوف میں لکھتے ہیں:

كَانَ يَقْتُلُ كُلُّ مَنْ بَرَّهُ إِلَيْهِ حَتَّىٰ مَقْتَلَةً عَظِيمَةً

”کہ جو بھی امامؑ کے مقابل آیا اسے امامؑ نے قتل کر دیا حتیٰ کہ امام نے بہت سے یزیدی لشکریوں کو قتل کیا۔“

پھر میرہ پر حملہ کر دیا اور فرمایا:

الْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ رَأْكُوبِ الْعَامِ

وَالْعَامُ أَوْلَىٰ مِنْ دَخْولِ النَّارِ

”کہ موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اور ذلت جہنم میں داخل ہونے سے بہتر ہے۔“

جب میرہ پر حملہ کیا تو یہ رجز پڑھ رہے تھے:

”میں حسینؑ بن علیؑ ہوں، اپنے بابا کے مشن کو آگے چلاوں گا اور میں دینِ مصطفیٰ پر جل کر عترت ہیں جی۔“

کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

صاحبہ نبھی الامال لکھتے ہیں: بعض روایت نے کہا ہے: خدا کی قسم اہم نے ایسا شخص آج تک نہیں دیکھا، جس کا لشکر نے احاطہ کر رکھا ہو، اس کے بھائیوں، بیٹوں، مددگاروں کو قتل کر دیا گیا ہو۔ اس کے اہل بیت محصور ہو کر رہ گئے ہوں اور جو پھر بھی امام حسینؑ کا سازیادہ شجاع ہو، کیونکہ ان ناگفته بہ حالات میں امام حسینؑ نے وہ شجاعت کے جو ہر دلخواہ کے لوگوں کو علیؑ کی شجاعت بھول گئی۔

تمام مصائب امامؑ کے دل پر پھر تکشی، گرمی کی شدت، زخمیوں کی کثرت کے باوجود گرد و اضطراب اور اضطرار ان کے دامن پر نہ پہنچی اور کسی قسم کے تزلیل کے آثار ان کے وجود پر نظر نہ آئے۔ اسی حالت میں آپ ضریب لگاتے اور دشمنوں کو قتل کرتے جا رہے تھے۔ کبھی بہت بہادر سپاہی حضرتؐ پر حملہ کروئیتے تو ان کو ایسا جواب دیتے۔ وہ ان بھیڑوں کی طرف بھاگتے نظر آتے جن کو اپنے شکار ہو جانے کا ذریعہ تھا اب این سعد امامؑ کے حملہ کے آگے اس طرح بھاگتے تھے۔ پھر دوبارہ یہ شیں ہزار کا لشکر جمع ہو جاتا تھا اور ایک دوسرے کی پشت کو مغبوط کرتے تھے لیکن جب امامؑ حملہ کرتے تو مکڑیوں کے منتشر جہنم کی طرح اڑتے اور بھاگتے جاتے اور اطرافِ دشمن سے خالی ہو جاتے۔ آپ قلب لشکر سے اپنے مرکز کی طرف دیکھتے اور یہ حکمہ مبارکہ پڑھتے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

مرحوم فزوئی ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں:

وَنَهَمَ مَفْرَقَةُ الشَّرِيفِ إِلَى الْقَدْمِ بِالنَّاقِعِ مِنَ الدَّامِ يَرَى شَخْصَةً فِي الْجَوَادِ كَانَهُ

شَجَرَةُ الْأَرْجُونَ

”امامؑ کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک خون سے لت پت تھے، حرکت اور جolan

دیتے وقت حضرتؐ کے قدما قامت اخوان کے درخت کی ناخنوں کی طرح رنگیں ہوتے۔

وَهُوَ مَعَ ذِلِكَ يَطْلُبُ الْمَاءَ

”اس کے باوجود کہ حضرتؐ اپنی پیاس کی شدت کا ذکر فرماتے تھے“

سورج کی گرمی، حرکت کی گرمی، السحر کی گرمی، روزہ دار چہرہ، کثرتِ زخم، شیر عاشور کی بیداری، بچوں اور اہل بیتؑ کا دکھ درد، جوانوں کی شہادت کا داغ، سب نے حضرتؐ کو اس قدر مذہل کر دیا کہ حضرتؐ کو یہ دنیا دھوئیں کی طرح (وہم و خیال) نظر آتی تھی۔

عمر سعد کی عہد شکنی

روز عاشورہ ابن سعد نے دو مرتبہ امام سے عہد شکنی کی اور اپنی خبائث، خیانت کا انٹھار کیا۔ پہلے اس وقت عہد توڑا کہ جب ظہر عاشورہ سے پہلے طرفین کے درمیان عہد ہوا تھا کہ لشکرِ اسلام لشکرِ ابن سعد کے ساتھ ایک ایک کر کے جنگ کرے گا، یعنی ایک ایک شخص دونوں طرف سے میدان میں نکلنے گا اور دونوں یا ہم توڑیں گے۔ اس معاملہ پر کچھ دیر تک عمل ہوتا رہا لیکن جب ابن سعد کے لشکر نے دیکھا کہ اس قلیل لشکر کا جو سپاہی بھی آتا ہے جب تک کثیر سپاہیوں کو قتل نہ کر لے مارنے میں جاتا تو لشکرِ ابن سعد سے عمر و بن جاج زبیدی نے لکارا:

يَا حَقِّي أَتَدْرُونَ مَنْ تُقَاتِلُونَ ، تُقَاتِلُونَ قَوْمًا مُسْتَكْبِنِينَ لَا يَبْرُرُونَكُمْ أَحَدٌ
”اے احقر اتم جانتے ہو کہ کن لوگوں سے لڑ رہے ہو؟ یہ الٰہی ججاز کے شجاع ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں
جن کی تمنا (محض) شہادت ہے۔“

یہ لوگ ہیں کہ میدان رزم کو مجلسِ بزم سمجھتے ہیں، روز جنگ کو فریضہ زفاف جانتے ہیں۔ تم اس قوم سے اس عہد پر عمل نہیں کر سکتے لہذا یہ عہد توڑ دو اور اب تم ایک ایک میدان میں نہیں جاؤ گے، صبر کرو کہ جب حسینؑ کا کوئی صحابی بھی میدان میں آئے تو بجائے ایک ایک نکلنے کے کیبارگی ہر طرف سے حملہ کرنا ہے، پس عہد توڑ دیا گیا۔

دوسری مرتبہ اس وقت عہد توڑا گیا جب ابن سعد نے امام حسینؑ سے عہد کیا تھا کہ اپنے لشکر سے ایک ایک بہادر کو امام کے مقابل بھیجے گا لیکن جب چند شجاع اور نامور شہزادیوں میں تقطیبہ اور زبید ایٹھی وغیرہ امام حسینؑ کے ہاتھوں حریت اگیز طریقے سے واصل جہنم ہو گئے تو شر غصب ناک ہوا اور ابن سعد کو ملامت کر کے کہا: یہ کیا عہد ہے جو حسینؑ سے کیا ہے؟ اگر دنیا کے اول سے عالم کے ختم ہونے تک تمام روئے جہان کے مبارز امام حسینؑ کے مقابل جاتے رہے تو تمام گروہ ہلاک ہوتے جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور حکم جاری کر کہ اب لشکر کیبارگی امام حسینؑ پر حملہ کروئے اور ان کا کام تمام کروئے۔

ابن سعد نے شر کی تجویز کو قبول کیا اور حکم جاری کیا کہ تمام لشکر توار، نیزہ، چھپر، لکڑی، عمود، گرز، لکنگ، ساٹور وغیرہ سے امام مظلوم پر حملہ کروئے، لہذا ان ملائیں نے چاروں طرف سے امام سے امام پر حملہ کرویا اور بارش کے قطرات کی طرح آلاتِ حرب امام سے سر، چہرے اور بدن پر برس رہے تھے۔ حمید بن مسلم کو فی کہتا ہے:

فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَكْتُورًا قَطُّ وَقَدْ قُتِلَ وَلَدُهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهِ أَمْ بَطُ جَاسَا وَلَا

امضی جنآنہ منہ

”خدا کی قسم! میں نے عالم کائنات میں امام حسینؑ سے زیادہ دل خکش نہیں دیکھا۔ جس کے بھائی، بیٹے اور انصار شہید ہو چکے ہیں لیکن جنگ کے وقت قوت قلب اور ثبات قدم اس قدر زیادہ ہے کہ مثال نہیں ملتی۔“

مرحوم سید یہود فرماتے ہیں:

حَتَّى قَتَلَ مِنْهُمْ قَتْلَةً عَظِيمَةً يَنْهَزِمُونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ كَانُهُمُ الْجُرَادُ الْمُنْتَشِرُ

”حضرتؐ نے اس قدر دشمنوں کو قتل کیا کہ کشتوں کے پتھے لگادیے اور لشکر آپؐ کے حملہ سے اس طرح پر اگنده ہو گیا جیسے کمزوری بیابان میں پر اگنده ہو جاتی ہے۔ زمین کریلا دشمنوں کے وجود سے خالی ہو گئی۔ حضرتؐ اپنے مرکز پر نیزہ پر بیک گائے ذرا خستگی ڈور کر رہے تھے کہ دشمن کا لشکر در بارا ہیں سعد کے لکار نے اور شر کے دشام کرنے پر بچ ہو گیا اور چاروں طرف سے حضرتؐ پر حملہ کر دیا۔ حضرتؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے بیٹھن و بیمار پر ایسا حملہ کیا کہ سر گیند کے مثل اچھنے لگے اور خون ندی کے مثل جاری تھا۔“

اگرچہ لشکر نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا لیکن اس قدر شجاعت سے جنگ کی کہ زین پر بیٹھ کر بیچ و تاب کھاتے تھے کہ ہر شخص حضرتؐ کو اپنے سامنے دیکھتا تھا۔ اس لیے ایک رخم بھی حضرتؐ کو پشت پر نہ لگا۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے جد حسینؑ پر جس قدر رخم تھے وہ سب جسم کے اگلے حصے میں تھے کیونکہ حضرتؐ نے دشمن کو بھی پشت نہیں دکھائی البتہ ایک رخم جو سامنے سے تھا اتنا گہرا تھا کہ پشت کی طرف بھی سوراخ ہو گیا اور وہ سر فتحہ تیر کا رخم مقاوم حضرتؐ کے سینے میں لگا۔ اس تیر کو جس قدر کوشش کی آگے سے نکالیں وہ سر فتحہ ہونے کی وجہ سے نہ نکلا تو مجبوراً اس کو پشت سے نکلا گیا۔

پس امام حسینؑ نے چند گھنٹوں میں اس قدر دشمنوں کو قتل کیا کہ ضعیف فہم اور ناقص عقول عوام اس کا انکار کرتے ہیں کہ ایک شخص اس قدر کیے تقلیل کر سکتا ہے؟

صاحب مناقب کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نے بارہ حصے کیے اور ہر حصے میں وہ ہزار ملائیں سے زیادہ کو جہنم پہنچایا۔ بعض موخرین نے لکھا ہے کہ بے نظیر و دلیر امامؑ نے ان حملوں میں اخخارہ ہزار بے دینوں کو واصل جہنم کیا۔

طریقی مرحوم ن منتخب میں لکھا ہے:

فَتَارَةً يَحِيلُ عَلَى الْبَيْنَةِ وَأُخْرَى عَلَى الْمَيْسِرَةِ حَتَّى قَتَلَ مَا يَزِيدُ عَلَى عَشَرَةِ

آلَفَ فَارِسٍ

”آپ اب کبھی میں پر حملہ کرتے اور کبھی میرہ پر، حتیٰ کہ دل ہزار سوار سے زیادہ ملاعین کو موت کے گھاٹ آتا رہیا۔“

مرحوم مجذبی نے تمام ارباب مقاتل سے کم تر تعداد مقتولین نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت نے زخمیوں کے علاوہ فو صد بچاں ملاعین کو تھے تنقیح کیا۔ اس وقت ابن سعد نے سمجھا کہ اس کائنات میں کسی کی جرأۃ اور طاقت نہیں کہ امام حسین سے جنگ کرے اور اگر اس طرح جنگ رہی تو تمام لشکر باری باری ختم ہو جائے گا۔

تفصیل کی وجہ سے ضعف اور کمزوری

صدر قزوینی مرعوم اپنی کتاب حدائق الانس میں لکھتے ہیں: جو کتب مقاتل کی عبارتوں سے مستفاد ہے وہ یہ ہے کہ امام عالم امکان حضرت امام حسین جب تک سوار اور مشغول جنگ رہے تو اوار کی ایک ضرب بھی جسمدار ک پرنہ لگی البتہ تیر، نیزہ، پتھر، عمود کے زخم بدن پر زیادہ تھے اور تیر کی کثرت زرو کے حلقوں میں پوسٹ تھی اور بدن اطہر کا کوئی مقام زخم سے خالی نہ تھا لیکن اس وقت تک تو اوار کا ایک بھی زخم جسم پر نہ لگا تھا کیونکہ کسی کو جرأۃ نہ تھی کہ نزدیک آئے اور تو اوار کی ضرب لگائے۔

وَالسَّهَمُ يَأْخُذُهُ مِنْ كُلِّ نَاجِيَةٍ وَهُوَ يَتَقْبِيَهَا بِضَدِّهِ وَنَحْرِهِ وَيَقُولُ يَا أُمَّةَ السُّوءِ

بِئْسَ مَا حَلَقْتُمْ مُحَمَّدًا فِي عِتَرَتِهِ

”جب کہ تیر بارش کی طرح ہر طرف سے آتے تھے اور امام ان تیروں کو اپنے سینے، چہرے اور گلے میں برداشت کرتے رہے اور فرماتے کہ تم بہت روی امت ہو، تم نے اپنے پیغمبر کی عزت سے مہما سلوک کیا ہے۔“

حضرت نے جس قدر بھی نصیحت فرمائی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ان کی بے شری اور بے حیائی میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت امام میں جس قدر قوت و قدرت تھی اُس کے مطابق چاد میں سُستی نہ کی بلکہ فلم بیڑل یُقَاتِلُ حَتَّى أَصَابَتْهُ بِهَا حَاتَّهُ عَظِيمَةٌ قَدْ ضَعَفَ عَنِ الْقَتَالِ مُسْلِل جنگ و جدال، قتل و قتال میں مشغول رہے حتیٰ کہ زخمیوں کی کثرت اور زخمیوں سے خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری اور ضعف ہونے لگا۔ اس کمزوری کی حالت میں ماک این السیر الکنڈی ملعون ذرتے ذرتے قریب آیا اور امام کا امتحان یعنی کی خاطر پہنچے گاہی بکی (امتحان اس چیز کا لیا کہ شاید امام حسین کمزور نہ ہوں بلکہ

محض کمزوری کا اظہار کر رہے ہوں اور اچانک حملہ کر دیں اور میں جنم واصل ہو جاؤں) جب اس ملعون نے دیکھا کہ امام کا جواب دینے کا حال بھی نہیں ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ حضرت میں قوت اور قدرت جگ کمزور پڑ گئی ہے اس کا دل مضبوط ہوا، زہراً لود توار غلاف سے ٹکالی اور اس قدر زور سے تکوار حضرت کے سرِ القدس پر ماری کہ سر پر موجود عمامے کے دو حصے ہو گئے اور عمامہ سر سے گزپڑا اور سر سے آبرو تک شگاف ہو گیا۔ حضرت نے اُسے بدعما کی کہ اس ہاتھ سے نہ کھائے اور نہیں۔

صاحب مقام لکھتے ہیں: مالک بن النسیر الکندي قریب آیا۔ اُس نے امام کو گالی بیکی اور تواری کی ضرب لگائی۔ سرمبارک پر آبرو تک شگاف ہو گیا۔ حضرت نے زخم کو کپڑے سے باندھا اور دوسرا عمامہ اس پر باندھا اور بدعما کی:

لَا اكْلَتِ بِيَمِينَكَ وَلَا شَرِبَتِ بِهَا وَحَشَرَكَ مَعَ الظَّالِمِينَ

”اس ہاتھ سے نہ کھائے گا نہ پی گا اور جسے خدا ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا۔“

امام علیہ السلام کی بدععا کے اثر سے اس کے ہاتھ ملہ ہو گئے گویا کہ لکڑی کے ہوں اور مسلسل فقیر ہوتا گیا اور اپنی ذات کی حالت میں واصل جہنم ہوا۔

مرحوم مجلسی فرماتے ہیں: حضرت کے عوامے کے نیچے ایک ریشمی ٹوپی تھی۔ کندی نے وہ ٹوپی چڑا۔ جگ کے بعد گھر آ کر اس نے بیوی سے طشت مانگا اور ٹوپی کو دھونے میں مشغول ہو گیا۔ طشت خون سے پر ہو گیا۔ اس کی بیوی نے رونا شروع کیا اور کہا: ہے افسوس تھوڑ پر کفر زمین پیغمبر کو قتل کیا اور ان کے سر کی ٹوپی کو چڑا کر گھر لا لیا ہے۔ خدا کی قسم! اب اس گھر میں نہ رہوں گی۔

منتخب طریقی میں ہے کہ وہ ظالم اخہا اور عورت کے پیچھے آیا، چاہتا تھا کہ طالبِ نجاح مار کر عورت کو واپس لائے۔ اسی وقت اس کے ہاتھ جسم سے کٹ گئے اور حضرت کی بدععا پوری ہو گئی۔

اہل حرم سے امام حسینؑ کا دوسرا وداع

ارباب مقاتل کی کتب سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے اہل حرم سے دو مرتبہ الوداع اور عذر حافظی کی۔ اگرچہ امام علیہ السلام اپنی مرتبہ خیام میں آئے اور میدان میں گئے لیکن باقاعدہ وداع دو مرتبہ کیا اور دوسری مرتبہ اہل حرم سے گھنگوکی اور یہ وداع اس وقت کیا جب میدان میں جہاد کر کے قنگی کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور جسم پر کثیر زخم لگے ہوئے تھے، اور سرِ القدس بھی مالک ابن النسیر الکندي کی تکوار کی ضرب سے شگاف نہ ہو چکا تھا اور حضرت نگے سرِ خیام اہل بیتؑ

میں آئے اور اہل حرم سے ایک رومال کے ذریعے زخم کو بندھوا�ا اور اپر مسماۃ بالندھ دیا۔ آپ کا چہرہ خون آ لودھا، اسی حالت میں فرمایا:

يَا مَرِينَبْ يَا أَمَرَ كَلْثُومْ يَا سِكِينَةُ يَا رُقِيَّةُ يَا فَاطِمَةُ عَلَيْكُنَّ وَنِتَّ السَّلَام
جب اہل حرم کی لگاہ حضرتؐ کے خون آ لودھرے پر پڑی تو سب نے گریہ کیا کیونکہ اہل حرم نے پہلے وداع میں امام کو صحیح و سالم دیکھا تھا لیکن اس دفعہ دیکھا تو سر مبارک شکافت تھا، پہلو رخی تھا، سینہ جلا ہوا تھا، بدن کا عپتا تھا، دل مجروح اور تمام اعضاء و جوارج سے خون جاری تھا۔

سب سے پہلے جس ہستی نے اٹھ کر امامؐ کا استقبال کیا اور امامؐ کے پاس آئیں وہ جناب نہیں سلام اللہ علیہا تھیں۔

آپؐ بھائی کے پاؤں میں گر گئیں اور روکر فرمایا:

أَخِي يَا أَخِي يَا خَيْرَ ذُخْرِ فَقَدْتُهُ وَانفُسُ شَيْءٍ صَانِنِي مِنْهُ نَافِسٌ

”اے بھائی! اے بھن کے بہترین ذخیرہ بھائی! آج آپؐ میرے ہاتھ سے جا رہے ہو اور آج میں آپؐ جیسے جواہر کو کھو رہی ہوں۔“

أَخِي الْيَوْمَ مَاتَ الْمُصْطَفَى وَوَصَّيْهِ وَلَمْ يَقِنْ لِلإِسْلَامِ بَعْدَكَ حَسِيرًا

”میرے برادر! حقیقت میں آج پتیر خدا، علی مرتضیؑ دنیا سے جا رہے ہیں۔ آپؐ کے بعد دین

اسلام کا نگہبان کون ہوگا؟“

أَخِي مَنْ لَأَطْفَالِ النَّبُوَّةِ يَا أَخِي وَمَنْ لِلْيَتَامَى إِنْ قَضَيْتَ نَوَالِسِ

”میرے بھائی! آپؐ کے بعد ان بچوں کا نگہبان کون ہوگا؟ اور ان شیموں کی سرپرستی کون کرے

گا؟“

پھر جناب ام کلثومؓ آئیں، اپنے بھائی کے دامن کو پکڑا اور گریہ وزاری سے عرض کیا:

قَدْ كُنْتَ لِي ذُخْرًا وَلِكُنَ الْفَقْتَ أَبَدًا إِلَيْهِ حَمَامَهُ مَجْلُوبٌ

فَالآنَ بَعْدَكَ ظَلَّ مَجِيدَيْ قَالْصُنْ وَلِيَاءَ وَجِهَى حَفَّةَ وَنُضُوبَ

”اے بے کسوں کی پناہ گاہ! ہم پر رحمت کا سایہ آپؐ تھے، اب آپؐ کا سایہ ختم ہو رہا ہے اور ہماری

عظمت بر باد ہو جائے گی۔ ہمیں آپؐ کے بعد زندگی کی کوئی خواہش نہیں، پس روکر مر جائیں

گے۔“

پھر جناب سکینہ خاتون سلام اللہ علیہا نے دھکی اور نہ در و انداز میں بابا کے دامن سے پکڑا اور سوز و گداز سے عرض کیا:

أَبِي يَا أَبِي مَا كَانَ أَسْرَعَ فُرْقَتِي لَذِكْرَ فَمَنْ لِي بَعْدَكَ الْيَوْمَ يَكْفُلُ

وَمَنْ لِلْيَتَامَى بَعْدَ فَقِيلَكَ سَيِّدَى وَمَنْ لِلْيَتَامَى كَافِلٌ وَمُكْفِلٌ

”اے بابا جان! ابھی میری شیئی کا وقت نہ تھا، آپ کتنی جلدی مجھ سے جدا ہو رہے ہیں؟ آپ کے

بعد ان یوگان کا جو شہنوں کے درمیان محصور ہیں، کون مجھہاں ہو گا؟“

فَعَذْبُ حَيَاةِي بَعْدًا فَقِيلَكَ وَالْيَدِي وَمَا دُمْتُ حَتَّى لِلْقِيَامَةِ حَنْطَلٌ

بابا جان! جب تک آپ کا پرمجھت سایہ رہا، ہماری زندگی میٹھی (خوش گوار) اور اچھی تھی، اب ہماری

زندگی تلخ اور نامناسب ہو گئی۔“

اسی طرح باقی تمام مخدرات عصمت نے امام کے گرد ہالہ ڈالا ہوا ہے جیسے پانچ ستارے عطا رہ، زبرہ، مرغ، مشتری،

زلزلہ، چودھویں کے چاند کا احاطہ کیے ہوتے ہیں۔ تمام مستورات مضطرب، پریشان، کانپتی ہوئی اور سہی ہوئی تھیں کہ چند ساعت کے بعد ہم پر کیا کیا مصیبتوں کے پہاڑ آنے والے ہیں۔ ان تمام کی پناہ گاہ تو امام تھے جو ابھی جاری ہے تھے۔

چونکہ خواتین تھیں، کسی نے امام کے دامن کو پکڑا، کوئی امام کا طواف کر رہی تھی، کوئی غمکن چہرے سے آنسو بہاری تھی، کوئی ماتم کر رہی تھی، غرض اس قدر مدد بے وغفلتہ تھا کہ ملائکہ میں بھی گریہ برپا ہو گیا۔ حضرت کبھی دائیں اور بھی بائیں دیکھتے تھے اور مسلسل آنسو جاری تھے۔

امام ان مخدرات اور بچوں کی مظلومیت اور غربت پر گریہ فرمائے تھے اور الہی بیت امام کی غربت اور مظلومیت، تہائی اور خون آسود جسم پر رورہے تھے۔ ایک قیامت برپا ہو گئی تھی کہ سوائے خدا کے اس پر حقیقت کوئی واقع نہیں اس لیے وداع دوم کوڑے مصائب میں شمار کیا گیا ہے۔

بہر صورت امام اب تو خیام میں پھر سکتے تھے اور نہ میدان میں جا کر جگ کی طاقت رکھتے تھے کیونکہ اگر خیام سے باہر جاتے تھے تو مخدرات لپٹ جاتی ہیں اور باہر نہیں آنے دیتی تھیں۔ اگر خیام میں پھرتے ہیں تو انکر بے حیائی کرتا ہے اور خیام کی طاہبوں کے قریب آتا چاہا ہے اور آوازے لگاتا ہے کہ اے حسین! اکب تک خیام میں رہو گے؟ کیوں باہر نہیں آتے؟ ہم گری میں تمہارے انتظار میں کھڑے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں یہاں ہوں کہیں چلا تو نہیں گیا، ابھی آ رہا ہوں، پھر خود کو مخدرات سے باہر کالا اور سفارش کی کہ رونے کی آواز بلند نہ ہو، کیوں کہ تمہارا دنہ دشمن کی شناخت کا باعث ہو گا، لیکن اگر میری شہادت کے بعد گریہ وزاری بلند

ہوئی تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

شیخ جعفر شوستریؒ خاص میں لکھتے ہیں: جب امام نے مستورات کو خاموش کیا اور بہنوں کو صبر و سکوت اور بچوں کی دیکھ بھال کی وصیت فرمائی تو جناب نبی نبی سلام اللہ علیہ اپنے جو اپنا گریہ روک نہ سکتی تھیں اور بہت داغ دیدہ تھیں، جب دیکھا کہ امام کی مرضی ہمارے صبر و سکون میں ہے تو عرض کیا: بھائی جان امیں صبر کروں گی، گریہ کو اپنے گلے میں روکتی رہوں گی، خیرتی میں بیٹھی رہوں گی، بچوں کی نگہداری کروں گی اور میں اس قدر صبر کروں گی کہ مجھ سے عاجز آجائے گا۔ پھر امام نے فرمایا: میں میری دوسری یہ خواہش ہے کہ بے تابی اور بے قراری نہیں کرنی۔ بی بی نے عرض کیا: اس پر بھی عمل کروں گی۔

پھر امام نے فرمایا: میں ایک پرانی قیص مجھے دو جس پر کوئی طمع نہ کرے۔

بی بی نے عرض کیا: برادر پرانی قیص کو کیا کرنا ہے؟

امام نے فرمایا: میں قتل جو جاؤں گا تو یہ میرا لباس بھی لوٹ لیں گے اور میرے بدن کو برہنہ کریں گے، اس پرانے لباس کے نیچے پہننا چاہتا ہوں، تاکہ کوئی اس پرانے لباس کو نہ آتا رے۔ جب مخدرات عصمت نے یہ سنا کہ آقا امام نے پرانا لباس طلب کیا ہے جو اس لباس کے نیچے پہنیں گے اور وہی ان کا کھن ہو گا تو بلند آواز سے پھر رونا شروع کر دیا۔

ثُمَّ أتَى بِثُوبِ عَتِيقٍ فَخَرَقَهُ وَمَرَّقَهُ مِنْ أَطْرَافِهِ وَجَعَلَهُ تَحْتَ ثِيَابِهِ

”پرانا لباس لایا گیا تو حضرت نے اسے کئی جگہوں سے چھاڑ دیا اور پھر اپنے لباس کے نیچے اس پرانے پٹھے لباس کو مہن لیا“

امام حسینؑ کا امام زین العابدینؑ سے وداع

جب امام حسینؑ کی شہادت کا وقت آیا تو امام مخدرات عصمت سے الوداع کر کے دکھی دل سے خیر سے لٹکے اور ذوالجناح پر سوار ہوئے تاکہ میدان میں جائیں کہ اچانک چونٹھے عروتوں اور بچے روتے ہوئے حضرتؐ کے ذوالجناح کے اروگر جمع ہو گئے۔ جب رونے کی آواز حضرت امام سجاد علیہ السلام کے کاٹوں تک پہنچے تو وجہ پوچھی، ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بابا مژرا خرت پر عازم ہیں اور مخدرات عصمت اور پچھے ان سے وداع کر رہے ہیں اور گریہ وزاری ہو رہی ہے تو امام زین العابدینؑ بہت بھی متاثر اور مضطرب ہوئے اور بہت کمزور اور ضعیف آواز سے عرض کیا:

یا آئَةَ مَهْلًا مَهْلًا ”بَا صَرَكَرَیں، صَرَكَرَیں !!“

امام حسینؑ نے جب اپنے بیمار بیٹے کی آواز سنی تو خیہ میں آئے۔ امام زین العابدینؑ نے دیکھا کہ بابا ان کے خیہ میں تشریف لے آئے ہیں تو پھر بھی سے عرض کیا کہ مجھے سہارا دیں تاکہ اٹھ کر بابا کا استقبال کروں۔ امام حسینؑ بیٹے کے خیہ میں آئے اور امامت ولایت کی انگوٹھی اپنی انگشت مبارک سے آثاری اور امام زین العابدینؑ کی انگشت میں پہننا دی۔

جناب محمد بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ ولایت کی انگوٹھی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کہاں گئی؟ کیا وہ بھی لٹ گئی تھی تو امام صادق علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ انگوٹھی پیغمبرؐ کی میراث میں سے ہے۔ جب امام حسینؑ جناب امام زین العابدینؑ کے خیہ میں آئے اور اپنے بعد بیٹے کو اپنا دسی اور جائشیں مقرر فرمایا تو وہ انگوٹھی بھی بیٹے کو پہننا دی اور اسرا اور امامت ان کے پرد کیے جس طرح یہ کام رسولؐ مقام نے حضرت علیؑ سے کیا تھا اور حضرت علیؑ نے آخری وقت یہی انگوٹھی امام حسینؑ کو پہنائی اور امام حسینؑ نے اپنے آخری وقت میں امام حسنؑ کو پہنائی اور امام حسینؑ نے اپنے بیٹے زین العابدینؑ کو پہنائی اور امام زین العابدینؑ نے آخر وقت میں وہ انگوٹھی میرے بیان امام محمد باقر علیہ السلام کو پہنائی اور بابا نے وقت آخر مجھے پرد کی اور اب وہی انگشتی میرے ہاتھ میں ہے اور جمع کے دن نماز جمعہ کے وقت وہ انگوٹھی پہن کر نماز جمعہ پڑھتا ہوں۔

جناب محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن خدمت امامؐ میں مشرف بہ زیارت ہوا۔ حضرت نماز میں مشغول تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرتؐ نے اپنا ہاتھ لہما کیا اور مجھے وہ انگوٹھی پہنی ہوئی دکھائی۔ اس انگوٹھی کی چک نے میری آنکھوں کو خیر کر دیا اور اس انگوٹھی پر نوش تھا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدْدُ الْلِقَاءِ وَاللَّهُ

بہر صورت امام حسینؑ نے امامت کے اسرار اپنے بیٹے امام زین العابدینؑ کے پرد کرنے کے بعد بیٹے کو سینے سے لگایا، پھر سے پر یوسدیا اور مصائب اور مشکلات میں صبر کرنے کی وصیت کی اور یوں بیٹے سے الوداع کیا۔

فَحَرَّكَ ذُو الْجَنَاحَ فَطَوَى الْعَرَصَةَ كَأَنَّهَا يَطْبِرُ بِالْجَنَاحِ وَقَدْ مَلَأَهَا مِنَ الصَّهَيْلِ وَالْعَصَيْلِ
”پس ذوالجناح کو حرکت دی تو وہ کبوتر کی طرح اڑ کر میدان میں جا پہنچا۔ امام علیہ السلام کو میدان کے درمیان پہنچایا۔“

جب انگل کفرنے فرزید پیغمبرؐ کو میدان میں دیکھا تو ہر طرف سے مکڑی کے غول کی طرح حملہ کر دیا اور اس ہجد کو توڑ دیا کہ ایک کر کے لڑتا، حضرتؐ نے باوجود حشیشی، ٹکشی، بیکوں اور قنگلی کے ایسے حملہ کا جواب دیا کویا تازہ دم ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کی شجاعت کا ظہور

جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کر بلہ میں کوفیوں اور شامیوں کے لشکر کے درمیان گھر گئے اور مبارزہ طلبی سے ایک ایک شجاع کو واصل جہنم کر چکے حتیٰ کہ دشمن کی صفووں سے کوئی مقابلہ کے لیے نہ تکال تو شمر نے این سعد کو تجویز دی کہ ایک ایک مبارز والا عہد توڑ دے اور جنگ مغلوبہ کا اعلان کر دے ورنہ تمام لشکر کفر دستِ حسینؑ سے ضائع ہو جائے گا۔ این سعد نے بھی حالات کو دیکھتے ہوئے یکبارگی حملہ کرنے کا اعلان کر دیا اور جو چیز جس کے ہاتھ میں تھی اس سے حملہ آور ہوا اور جنگ کے مختلف حرب استعمال کیے گئے۔ پس زمانہ میں واحد فرزند شعبہ رضا پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے عمادہ سر پر باندھا اور ہاتھوں پر ریشمی دستافے پہنھائے اور ذوالفقار کو نیام سے نکال کر ہاتھ میں لے کر حملہ کیا۔ آپؐ کبھی میسنه پر اور کبھی میرہ پر حملہ کرتے تھے، آپؐ جس طرف حملہ کرتے لشکروں لے کر ہڑی دکھا کر بھاگ جاتے تھے کبھی کبھی قلب لشکر پر حملہ کیا اور تمام کوتاروں کو تاروں کر دیا۔ چونکہ این سعد نے عہد توڑ دیا کہ ایک ایک نکل اور جنگ مغلوبہ کا اعلان کیا۔ اس کے باوجود فرزندِ حیدر کرزا کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا تھا۔ این سعد نے دیکھا کہ میرے لشکر کا شیرازہ بکھر نے والا ہے تو پریشان ہو کر اپنی ڈاڑھی کو نوچنے لگا اور لشکریوں کو لکارا:

أَتَدْرُونَ بِمَنْ يُقَاتِلُونَ هَذَا اِبْنُ أَنْزَعِ الْبَطِينِ هَذَا اِبْنُ قَتَالِ الْعَرَبِ
”کیا تم جانتے ہو کہ کس شخص سے جنگ کر رہے ہو، یہ حیدر کرزا کا فرزند اور عربلوں کو قتل کرنے والے کا بیٹا ہے۔“

لشکر والوں نے کہا: اے امیر! اب کیا کریں؟ جو تو نے حکم دیا وہ ہم نے کر دیا، اب جو حکم دو گے اس پر بھی عمل کریں گے۔

ابن سعد نے کہا: امام حسینؑ کے دل کو کبھی کروتا کہ ان پر فتح حاصل ہو۔
لشکریوں نے کہا: ہم کس طرح ان کے دل کو کبھی کریں؟

ابن سعد نے کہا: اس پر حملہ کروتا کہ وہ تم پر حملہ کریں۔ پھر تم پیچھے ہٹتے جاؤ۔ حسینؑ تمہارا تعاقب کرے گا تو اس طریقے سے اسے خیام سے ڈور کر دیتا۔ جب وہ خیمہ سے ڈور ہو جائے تو تم حسینؑ اور خیام کے درمیان حائل ہو جانا اور اہل بیتؑ کو زجر اور ایذا کی دھمکیاں دینا شروع کر دینا۔

جب ان کے گریہ کی آواز بلند ہو گی تو وہ آوازِ حسینؑ کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ اس طرح ان کا دل ٹوٹ جائے گا

اور وہ پریشان حال ہوں گے جس سے ان کے ہاتھ کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

پس ان بد بخنوں نے شیر پیشہ شجاعت پر حملہ کر دیا۔ امام نے ان کا مقابلہ کیا اور برابر ان ملعونوں کو خیام اہل بیت کے اطراف سے دور بھگاتے رہے۔ جب ان کی بے حیائی حد سے بڑھ گئی تو امام نے ان پر بھر پور حملہ کیا۔ لٹکر این سعد فرار ہو گیا۔ امام نے تعاقب کیا اور خیام سے دور ہو گئے۔ اس وقت شر ملعون کے ایک ہزار سوار پیادہ لشکر کو ساتھ لے کر خیام اور امام حسین کے درمیان حائل ہو گئے۔ وَمَا لُوَّا بَيْنَهُ وَرَاهِلَةً۔ جب مخدراتِ عصمت نے امام حسین کو خیام کے پاس نہ دیکھا اور شر ملعون کے لشکر کو دیکھا تو خیام میں جیچ و پکار شروع ہو گئی۔ ہائے ہائے کی صدائیں گوئیں گوئیں لگیں اور وامحمدہ واعلیاء واحسنہ واحسینہ کے بین بلند ہوئے۔ جب ان بینوں کی آواز امام حسین نے سنی تو اپنے خیام کی طرف آنا چاہا لیکن شر نے راستہ روک لیا تھا۔ اس وقت امام نے غضب اور غیرت سے فرمایا:

يَا شِيعَةَ الْأَبِي سُفِيَّانِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دِيْنٌ وَلَا كُنْتُمْ تَخَافُونَ الْعَالَمَ فَكُوْنُوا
أَحْرَارًا فِي دُنْيَاكُمْ

”اے ابوسفیان کے پیروکارو! اگر تمہارا کوئی دین ہے اور تم نجک و عار سے غائب نہیں ہو تو پھر دنیا
میں آزاد مرد ہو۔“

شر ملعون نے کہا: مَا تَقُولُ يَا بَنَنَ فَاطِمَةُ الْبَتُولُ ”اے فرزندِ فاطمہ! کیا کہہ رہے ہو؟“
حضرت نے دوبارہ فرمایا:

أَنَّا الَّذِي أَقَاتِلُكُمْ وَأَنْتُمْ تُقَاتِلُونِي وَالنِّسَاءُ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ جَنَاحٌ

”میں تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہوں تم میرے ساتھ جنگ کرو، عورتوں کا کیا گناہ ہے کہ خیام کی
طرف تملہ آور ہو رہے ہو، میرے حرم کے خیام سے دور ہو جاؤ۔“

شر نے لشکر سے کہا:

إِلَيْكُمْ مِنْ حَوْرَمِ الرَّجُلِ فَلَعْبِرِي أَنَّهُ كُفُوْكَرِيم

”اس شخص کے حرم سے دور ہو جاؤ، مجھے اپنی ذات کی قسم کہ یہ شخص کریم کفوہ ہے اور اس کی مثل
کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے۔“

پس سپاہی حرم اہل بیت سے دور ہو گئے اور حضرت پر حملہ کر دیا اور حضرت امام نے بھی خوبنداں شیر کی طرح جلتے کا جواب دیا اور امکی تکوار چالی کہ اہل لشکر کے سراپے گر رہے تھے جیسے موسمِ خزاں میں درختوں سے پتے گرتے ہیں۔ جس

طرف بھی حملہ کرتے دشمن بھاگ جاتے اور حضرت گردو غبار میں اپنی خلک زبان خلک ہوتیوں پر پھیرتے ہوئے فرماتے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

پھر سپاہ ابن سعد پر حملہ کر دیا اور ان کو مولی گاجر کی طرح کامٹتے جاتے تھے۔

حَتَّىٰ أَصَابَتْهُ مِنْ تَكَاثُرِهِمْ وَتَجَاسُرِهِمْ جَرَاحَاتٌ مُنْكَرٌةٌ وَنَسْبَتْ فِي قُبَابَاتٍ دَمْرَعَهَا
سَهَامٌ كَثِيرٌ

”حتیٰ کہ لشکر کی کشت اور جہالت کی وجہ سے، بہت زیادہ زخم لگے حضرت امام باقر علیہ السلام کی روایت میں ہے کہ تین صد بیس سے زیادہ زخم لگے تھے اور یہ تمام زخم امام کے جسم کے اگلے حصے پر تھے۔“

آپ کا اس قدر خون زمین پر بہہ گیا کہ جہاد کرنے میں حضرت نکرور ہو گئے تھے۔ چنانچہ کچھ وقت تو قف کیا تاکہ کچھ استراحت کر سکیں کہ اچانک ایک ناالم نے پھر مارا جو امام کی پیشانی پر لگا اور سجدہ کے وقت پیشانی کی زمین پر لکھنے والی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے خون امام کے چہرہ پر اور چہرہ سے ریشم مبارک پر اور ریشم مبارک سے سینہ پر گرد رہا تھا۔ امام نے چاہا کہ اپنی قیص کی آستین سے پیشانی اور چہرے کے خون صاف کر دیں تو اچانک زہر آسودہ شعبہ تیر حضرت کے سینہ مبارک یا دل پر ڈور پڑا۔ حضرت نے اس وقت فرمایا: بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَىٰ مَلَكَةِ رَسُولِ اللَّهِ۔ پھر آسان کی طرف چہرہ اٹھا کر فرمایا: خدا یا! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں کہ زمین پر جس کے علاوہ کوئی فرزند غیر بُنیں ہے۔ پھر ہاتھ تیر میں ڈالا اور پشت سے تیر کو نکالا کیوں کہ سہ شعبہ تیر تھا اس لیے تیر والے سوراخ سے ایسے خون جاری ہوا جیسے موسلا دھار بارش میں پرنال سے پانی گرتا ہے۔ اس گرتے خون کو ہاتھوں میں لے کر آسان کی طرف پھینکا تو ایک قطرہ والی نہ آیا۔ آپ اس خون کو لے کر چہرے اور سر کو خفاہ کرتے تھے اور بھی خون سے اپنی ریشم مبارک کو لکھن کرتے اور فرماتے تھے۔ میں اسی کیفیت میں اپنے نانے سے ملاقات کروں گا اور اپنے قاتلوں کے نام ان کو بتاؤں گا۔

ای دو ران میں ایک اور تیر آیا اور امام کی سواری کو لگا۔ گھوڑا خون میں غلطان ہو کر زمین پر گزرا۔ یہ گھوڑا امر تجوہ تھا کہ ذوالہجاح، امام پیدا ہو گئے۔ اب لشکر نے بہت بے حیائی کی اور حضرت پر حملہ کر دیا۔ حضرت دشمن کو اپنے سے دور کرتے رہے، حملہ کرتے اور پھر واپس اپنی جگہ آ کر رُک جاتے اور تھکان ڈور کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن الحسن الجیجی کی شہادت

صدر قزوینی مرhom نے حدائقِ الانس میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی خلک نہیں کہ امام حسنؑ کے عبد اللہؑ کی دو بیٹے تھے۔

ایک عبد اللہ اکبر اور دوسرے عبد اللہ اصغر تھے۔ ایک کی ماں اُم اسحاق بنت طلحہ ہے اور دوسرے کی ماں اُم ولد ہے۔ دونوں بھائی کر بلا کے شہید ہیں۔

موزخیں کے مطابق امام حسن مجتبی کے پندرہ بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں: بیٹوں کے نام یہ ہیں:

^{١١} حسن بن حسن ^{١٢} عمرو بن حسن ^{١٣} حسين بن حسن ^{١٤} زيد بن حسن ^{١٥} عبد الله بن حسن ^{١٦} عبد الرحمن بن حسن

الله بن حسن ^٨ اسماويل بن حسن ^٩ محمد بن حسن ^{١٠} يعقوب بن حسن ^{١١} جعفر بن حسن ^{١٢} طلحة بن حسن ^{١٣} جعفر ^{١٤}

بن حسن (٤) ابوال Becker بن حسن (٥) قاسم بن حسن

حـ مـ حـ كـ

شهادت جناب عبداللہ اصغر

بعض موئر خیں کے مطالبی یہ شہادت امام حسینؑ کے پہنچنے جملہ کے موقع پر واقع ہوئی۔ بعض نے دوسرے جملہ کے دوران میں لکھی ہے، بعض نے امام حسینؑ کے سواری کے وقت اور بعض نے امام حسینؑ کے سواری سے گئے کے وقت لکھی

جناب امیر محمد، روضۃ الصفا میں اور طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: جب مقابلہ کے دوران میں امام کے گھوڑے کو تیر لگا اور گھوڑا اگرا تو امام حسین میدان میں پیدل مبارزہ طلبی کر رہے تھے لیکن پھر بھی کوئی آگے آئے کی وجہ سے کرتا تھا حالانکہ حضرت نہایت تھکے ہوئے اور پیاس سے نہ تھا۔ اسی دوران میں ایک بچہ خیام سے پاہر نکلا جو عبد اللہ بن حسن تھا۔

وَدَعَ أَهْلَهُ وَأَوْلَادَهُ وَدَاعَ مُفَارِقٍ لَا يَعُودُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ الزَّرْكِيَّ وَاقِفًا
بِأَمْرِاءِ الْخَيْرَيَّةِ هُوَ يَسْمَعُ وَدَاعَ الْحَسَنِ فَخَرَجَ فِي اثْرِهِ وَيَبْكِي وَيَقُولُ وَاللَّهِ لَا
أَفَارِقُ.....الغ

”جب امام حسینؑ اہل خیام اور مخدراستی عصمت سے وداع کر رہے تھے اور اپنی اولاد اور بیٹیوں سے خدا حافظی کر رہے تھے تو جناب عبداللہ بن حسنؑ یہ گفتگو سن رہے تھے کہ امامؑ نے فرمایا: اے مستورات اب دوبارہ مجھے نہ دیکھو گی میرا یہ آخری وداع ہے۔ اب تم میری آواز ہمیں سننگی کیونکہ میں جا رہا ہوں اور وادیٰ نہیں آؤں گا“

امام خیام سے لے کے تو عبد اللہ بھی آپ کے پیچے لگئے اور زار و قطار رکھ کر کہتے جا رہے تھے، خدا کی قسم! میں اپنے چچا کو اکیلانہ چھوڑوں گا۔ اے چچا جان! جہاں بھی جاؤ بھجے ساتھ لے جاؤ، میرا بابا نہیں، چچا بھی چلا گیا تو کہاں جاؤں گا۔ آپ چچا سے جدا نہ ہوئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ البتہ اکثر الہی تاریخ نے امام کے جہاد کے دوران میں جناب عبداللہ کی شہادت لکھی ہے نہ کہ امام کے گرجانے کے وقت ہے ذا کرین میں مشہور ہے۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت پیول تھے اور پیادہ صورت میں جنگ اور دفاع میں مشغول تھے۔ بھی ٹھہر جاتے اور تھکان ڈور کرتے اور کبھی حملہ کرتے۔ اسی حالت میں عبداللہ نے اپنے آپ کو چچا کے پاس پہنچایا ہو۔

مرحوم سید کی ”لہو ف“ سے یہ استقادہ ہوتا ہے کہ حضرت پیادہ تھے اور کھڑے تھے تاکہ تھکان ڈور کر لیں۔ فَلَبِثُوا
هَنِيَّةً ثُمَّ حَادُوا إِلَيْهِ يَزِيدِ الْكَشْرِ بھی کچھ وقت آرام کرتا تھا، لیکن دوبارہ حملہ کرتا اور حضرت کا محاصرہ کر لیتا تھا۔ فَخَرَجَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ بْنُ حَسَنٍ عَلَى تَوَاسِعِ وَقْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ خِيَامَ سے لَئِنْ۔

مرحوم سید نے ”لہو ف“ میں لکھا ہے:

فَلَجِحَتْهُ نَبِيَّ بَنْتُ عَلَى لِتَحِسَّةٍ فَابَيٍ وَامْتَمِنَعَ إِمْتَنَاعًا شَدِيدًا

”جناب نبیب نے عبداللہ کو روکنا چاہا کہ نہ جاؤ لیکن عبداللہ راضی نہ ہوئے اور یہ کہتے تھے کہ خدا کی

قسم! میں اپنے چچا کو اکیلانہ چھوڑوں گا جہاں بھی وہ جائیں گے میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔“

اس وقت حرم سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو امام کے جہاد میں کمزوری عارضی ہو گئی اور امام زین پر بیٹھ گئے۔ نظر خیام کی طرف لگائی اور غور سے سنا کہ مخدرات کے رونے کی آواز سے اور جب عبداللہ کے بار بار باہر آنے کے اصرار کو نہ کہ عبد اللہ باہر نکلنا چاہتے ہیں اور جناب نبیب عبداللہ کے ہاتھ سے پکڑ کر خیمنہ کی طرف چھکتی ہیں اور میدان میں جانے سے روکتی ہیں۔ بالآخر عبداللہ نے اپنا ہاتھ جناب نبیب کے ہاتھ سے چھڑایا اور دوڑتے ہوئے چچا کے پاس پہنچ گئے۔ عبد اللہ نے دیکھا کہ اب گر بن کعب زین سے جھک کر توارکی ضرب سے امام حسین کو قتل کرنا چاہتا ہے تو عبداللہ نے غصہ اور بلدا آواز سے کہا:

وَيَلَكَ يَا يَابَنَ خَدِيْقَهُ أَنْتَ قُتُلُ عَمَّى فَضَرِيْهُ بِالسَّيْفِ فَاتَّقَاهَا الْغَلَامُ بِيَدِهِ فَأَطْلَنَهَا إِلَى

الجلد

”اس ملعون ابجر نے توارکی ضرب امام کے سر پر لگائی تو عبداللہ نے اس ضرب کے آگے اپنے ہاتھ کر دیے تاکہ چچا کو ضرب نہ لگے لیکن توارکی ضرب سے پچھے کے ہاتھ کٹ گئے اور صرف جلد کا چڑا

نق جانے کی وجہ سے لٹکنے لگے۔ شہزادے نے فریاد کی: ”اے اماں! میری بدوکرو۔“ امام نے عبداللہ کو اپنی آغوش میں بھایا اور فرمایا: ”آج ریابی نہیں، بیٹا صبر کرو ابھی تکلیف ختم ہو جائے گی۔“ اسی دوران میں فرماء حُرْمَلَه بِسَهِمٍ فَذَبَحَهُ وَهُوَ فِي حِجَرٍ عَنْهُ حُرْمَلَه نے تیر پارا جو عبداللہ کے حلق میں لگا اور عبداللہ اپنے چچا کی آغوش میں ہی ذبح ہو گئے۔

امام حسینؑ کا زین چھوڑنا

حائری مرحوم معالیٰ اسطین میں لکھتے ہیں: امام حسینؑ کے سقوط کے کئی اسباب بیان ہوئے ہیں۔ مرحوم سید نے لہوف میں لکھا ہے کہ جب امام دشمنوں کے تیروں سے خارپشت (سمی) کی طرح ہو گئے تو صالح بن وہب نے حضرتؐ کے پہلو میں نیزہ پارا اور حضرتؐ زین سے زمین پر آگئے، جب کہ گرتے ہوئے یہ فرمادی ہے تھے: بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَقَدْ بِسَمِيلِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ مرحوم صدوق امامی میں لکھتے ہیں: حضرتؐ کے گلے میں تیر لگا جس کی وجہ سے زین چورا پڑ گئی اور زمین کو زینت بخشی اور تیر کو نکال کر بھینک دیا۔

ابو الحسن لکھتے ہیں: خوبی نے حضرتؐ کو تیر پارا جو حضرتؐ کے سینے القدس میں پیوسٹ ہو گیا اور حضرتؐ زین سے زمین پر آگئے۔ آپؐ خون میں غلطان تھے، تیر نکلا تو خون کا فوارہ چھوٹا۔ لحظہ لحظہ حضرتؐ کے ہاتھ خون سے پر ہو جاتے اور خون کو سر، چہرہ اور لش مبارک پر لیتے تھے اور فرماتے کہ میں اسی حالت میں ننانا سے ملاقات کروں کا اور امت کی شکایت کروں گا۔

امام نے امام حسینؑ کے زین سے زمین پر آنے کا انداز ادا کیا۔ ایک مقاتل نے امام حسینؑ کے زین سے زمین پر آنے کے انداز میں اختلاف کیا ہے۔ مرحوم سید ”لہوف“ میں لکھتے ہیں:

وَلَمَّا أَتَخَنَ الْحُسَيْنَ بِالْجَرَاحِ وَبِقَيْقَى كَالْقَنْفَدِ طَعْنَةً صَالِحٌ بْنُ وَهْبٍ الْمَرْيَى عَلَى خَاصِرَتِهِ طَعْنَةً فَسَقَطَ الْحُسَيْنُ عَنْ فَرْسِهِ إِلَى الْأَرْضِ عَلَى خَدِيَّةِ الْأَيْمَنِ

”لیکنی جب امام زخمون کی کثرت کی وجہ سے کمزور ہو گئے اور تیروں کی کثرت کی وجہ سے بدن قنفذ کی طرح ہو گیا تو اس حالت میں صالح بن وہب مری نے حضرتؐ کے پہلو میں اس قدر زور سے ضربہ پا کر حضرتؐ دائیں رخار کے مل زین سے زمین پر آئے۔“

مرحوم صدوق امامی میں لکھتے ہیں:

رَأْمَى بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي نَحْرِهِ وَخَرَّ عَنْ فَرَسِهِ فَأَخَذَ السَّهْمَ فَرَمَى بِهِ وَجَعَلَ يَتَلَقَّى
اللَّدَّمَ بِكَفِيهِ فَلَمَّا امْتَلَأَتِ لَكَنْ بِهَا رَأْسَهُ وَلَحِيَتَهُ وَيَقُولُ أَلَّا إِلَهَ غَرْبَلْ وَإِنَّا
مَظْلُومُ مُتَلَطِّغٌ بِدَامِي ثُمَّ عَلَى خَدِّهِ الْأَيْسِرَ صَرِيعًا

”عَمَرٌ حَفَرَتْ كَمْ لَوْكَيْ مَبَارِكَ پُرْ لَكَاتْ تَيْرَ كُوكَالَا، دُونُونْ هَاقَوْنَ پُرْ خُونَ لِيَا اُورْخُونَ سَمِّر، صُورَتْ
اوَرْ رِيشَ مَبَارِكَ كُوكَنْتَابَ كِيَا اوَرْ فَرَمَايَا: مِنْ اسِي حَالَتْ سَمِّيَ خَدَا كَمْ پَاسَ جَاؤَلَ كَا اوَرْ مِنْ اسِي مَظْلُومَ
هُوَلَ جَوَانِيْ خُونَ مِنْ رَكْلِيْنَ هُوَلَ۔ پَھَرْ زِينَ سَمِّيَ زَمِينَ پُرْ بَايْسِيْنَ رَخَارَ كَمْ بَلَ آئَے“۔

مَرْحُومُ قَرْوَيْ رِيَاضُ الْأَزَانَ مِنْ لَكَنْتَهُ هُنْ: حَفَرَتْ كَازَمِينَ پُرْ گَرَنَا اِيكَ يَا دُوْرَمَرْتَبَهَ نَهْ تَحَا بَلَكَهُ كَمْ كَزَرْدَوَيْ كَيِّيْ وَجَسَهَ
زَمِينَ پُرْ گَرَپَهَ، پَھَرَأَتْهَتَهُ هَيِّ اِيكَ مَرْتَبَهَ دَائِيْسِيْنَ رَخَارَ كَمْ بَلَ گَرَهَ، دُوْرَمَرْتَبَهَ بَائِيْسِيْنَ رَخَارَ كَمْ بَلَ گَرَهَ اُورْ پَھَرَسَجَدَهَ كَيِّيْ
حَالَتْ مِنْ گَرَهَ۔

جنابِ زینؑ کا اضطراب اور استغاشہ

جب امام عالی مقام زین سے زمین پر آئے تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور گلے سے تیر کالا۔ بی بی زینؑ نے جب بھائی کو اس
حال میں دیکھا تو غم زدہ ہو کر ابن سعد سے کہا:

يَا عُمَرُو أَيْقَنَتُ أَبُو عَبْدُ اللَّهِ وَأَنْتَ تَنْظُرُ إِلَيْهِ

”اے ظالم امیرے بھائی امام حسینؑ! قتل ہو رہے ہیں اور تم تماشا دیکھتے ہو۔“

ابن سعد نے اس وقت اس قدر گریہ کیا کہ دُمُوعَهَ يَسِيلُ عَلَى خَدَّيْهِ وَلَحِيَتَهِ آنسو اس کے رخساروں اور
داڑھی پر بہنچے لگے۔ لیکن اپنا چہرہ دوسری طرف پھیل لیا اور بی بی کو جواب نہ دیا۔

جب بی بی نے دیکھا کہ ابن سعد نے بے پرواہی کی اور جواب نہیں دیا تو مجبوراً لشکر کی طرف دوڑیں اور فرمایا: آما
فِيْكُمْ رَاجِلٌ مُسْلِمٌ ”کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے؟“

لشکر سے بھی کوئی جواب نہ آیا تو ناچار اس مقام پر آئیں بھائی گرے ہوئے تھے، بھائی کا طواف کیا اور کسی کو
بھائی کے قریب نہ آئے دیا۔

حَفَرَتْ نَمِنَ سَمِّيَ فَرَمَايَا:

أَخْتَى لَقَدْ كَسَرَتْ قَلْبِيْ إِرْجِيجِيْ إِلَى الْخَيْرِ

"اے بُن! میرا دل ٹوٹ گیا ہے تم جلدی خیمنہ میں پلت جاؤ۔"

ذوالجناح کی وقارداری

روایت میں ہے جب امام حالت تیریان نزدہ کے سبب زین سے زمین پر آئے کچھ وقت تو سجدہ کی حالت میں پڑے رہے، پھر زین سے اٹھے، تواریخ میں لی اور جس قدر بہت تھی جہاد کیا۔ اس دوران میں ذوالجناح امام کا طوف کرتا رہا اور بے یار و مددگار غریب مظلوم کی حمایت کرتا رہا اور جب تک امام لڑتے رہے یہ امام کی حفاظت کرتا رہا۔

الْعَجْفُ لَكُمْ هُنَّ

لَنَا أَصْرَعَ الْحُسَيْنَ فَحَمَلَ فَرْسُهُ يُحَمِّلِي عَنْهُ وَيَشَبَّ عَلَى الْفَارِسِ فَيَهِبِطُهُ عَنْ
سَرْجِهِ وَيَدُوْسَهُ حَتَّى قَتَلَ الْفَرْسُ أَمْ بَعْدِنَ هَذِهِ جُلُّا

"جب امام زین سے زمین پر آئے تو ذوالجناح آپ کی حمایت کرتا رہا، سواروں پر حملہ کرتا تھا، دانتوں سے شہسواروں کو گریبانوں سے پکڑتا اور زین سے زمین پر سچھ لیتا اور زمین پر دے یار تھا۔ پھر انہیں سموں تک رکڑ دیتا اور اس طریقے سے اس قوم بدجنت کے چالیس افراد کو واصل جہنم کیا۔"

ذوالجناح کی خیام میں آمد

ابن شہر آشوب اپنے مناقب میں روایت کرتے ہیں:

ذَوَالْجَنَاحَ تَتَرَّغَ فِي دَمِ الْحُسَيْنِ وَقَصَدَ نَحْوَ الْخَيْبَةِ وَلَهُ صَهَيْلٌ عَالٌ وَيَضْرِبُ
بِيَدِيْهِ الْأَرْضَ

"ذوالجناح نے اپنے اسرار اور چہرہ امام کے خون میں نگین کیا پھر خیام کا قصد کیا جب کہ ہنہاں ہٹ غم زدہ تھی، روتا، آنسو بھاتا اور دوڑتا ہوا آیا تو ذوالجناح کے زخموں سے خون جاری تھا۔ اپنے پاؤں زمین پر مارتا تھا اور دوڑتا تھا کہ خیام سے کوئی تسلیب حسین کے مددگار کو لے جائے۔"

اسی حالت میں خیام کے قریب آیا۔ جب خیام کے دروازے پر آیا تو فراق کی فریاد کی اور خدرات عصمت تک اپنی آواز پہنچائی۔ جو نبی اہل حرم نے ذوالجناح کی آواز سئی قبیلے اختیار سب خیمنہ کے دروازے پر آگئیں تاکہ دیکھیں کہ امام تشریف لائے ہیں یا خالی ذوالجناح آیا ہے۔ جب نبیوں نے مرکب کو بغیر راکب کے دیکھا اور یہ ملاحظہ کیا کہ ذوالجناح کی لگائیں کئی ہوئی، زین ایک طرف ڈھلی ہوئی، چہرہ اور سرخون سے غلطان ہے ایک فریاد کرتا ہے، کبھی زمین کو اپنے سموں سے کوئی

ہے اور کبھی سر کو زمین پر مارتا ہے تو یہیوں کی آہ و زاری اور گریہ و فریاد بلند ہوئیں، سب کو معلوم ہو گیا کہ امام پر بڑی مصیبت نازل ہو گئی ہے، چنانچہ تمام یہیاں خیام سے باہر آئیں اور ایک ولولہ و نزلہ برپا ہوا۔ ہر بی بی اپنے چہرے پر امام کر رہی تھی، ہر خاتون برہنہ پا تھی، بال بکھرے ہوئے تھے اور میں کر رہی تھی۔ وا اماماہ و اسیداہ۔ پھر یہیوں نے ذوالجناح کے مگر دھلقہ بنالیا۔ چونکہ مستورات اور بچوں نے ذوالجناح کو ٹھیر لیا، بعض نے ذوالجناح کی لگام کو پکڑ کر مولا کے متعلق پوچھا۔ بعض نے رکابوں کو بوسرہ دیا اور بارش کے قطروں کی طرح ان کے آنسو جاری تھے اور بعض نے خم ہو کر گھوڑے کے سموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ بعض اس ذوالجناح کے بدن سے تیر کال رہی تھیں۔ بعض اس ذوالجناح کے چہرے سے جو خون امام اپنے ہاتھوں پر لگا کر اپنے بالوں اور چہرے کو خضاب کر رہی تھیں۔ ذوالجناح بھی مستورات کے ساتھ گریہ و زاری کر رہا تھا اور پاشور انسان کی طرح آنسو بھارتا تھا۔ ذوالجناح سے یہیوں نے کہا کہ ہمیں وہاں لے چل جہاں حسینؑ کو اٹھا رہے تو ذوالجناح آگے آگے اور تمام مستورات، پچھے اور کنیتیں ذوالجناح کے پیچے پیچے ماتم کرتے ہوئے مقتل کی طرف روانہ ہو گئیں۔ امام زین العابدینؑ ان کے ہمراہ موجود تھے کیونکہ وہ بیمار تھے اور ان کے علاوہ کوئی خیمه میں باقی نہ تھا۔

جب یہ سب مقتل میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک ظالم کی کاسر کاٹ رہا ہے۔ جناب نبی سلام اللہ علیہ اور ذوالجناح کے علاوہ کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ جو مظلوم خاک و خون میں غلطان ہے اور جس کا سر کاٹا جا رہا ہے وہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔

امام حسینؑ کو شہید کرنے کے لیے کتنی لوگوں کو بھیجا گیا

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن پر تیروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں کی کثرت کی وجہ سے ایک وقت ایسا آیا کہ آپؑ زین سے زمین پر آگئے۔ ان سعدی طرف سے دودو، یا تین تین شخص امام حسینؑ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آتے تھے لیکن وہ واپس چلے جاتے تھے کیونکہ جو بھی حضرتؐ کو اس حالت میں دیکھتا اس کو حرم آ جاتا تھا اور قتل کا ارادہ ترک کر دیتا تھا۔

کتاب ریاض الشہادت اور روشنۃ الشہداء میں امام علی بن خماری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امامؑ کے قتل کے ارادے سے امامؑ کے قریب آیا۔ حضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

إنْصَرِفْ، لَسْتَ أَنْتَ بِقَاتِلِي

”تم واپس چلے جاؤ تم میرے قاتل نہیں ہو، میں نہیں چاہتا کہ تم جہنم میں جاؤ۔“

وہ شخص بہت روایا اور عرض کیا: اے فرزید پیغمبر! میں قربان جاؤں آپؑ اس حالت میں بھی ہماری فکر کرتے ہیں، اس

شخص کے اندر انقلاب برپا ہو گیا۔ اس نے اپنی ننگی تواریخ میں لیے عرب بن سعد کی طرف رخ کیا اور روک کر کہا کہ اس غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ سب لشکر تواریخ بدلے کر کھڑا ہے۔ اس مظلوم نے کیا گناہ کیا ہے کہ پانی بند کر دیا گیا اور اسے قتل کرنے کے درپے ہو گئے ہو۔

اس بے دین لشکر نے کوئی جواب نہ دیا تو اس شخص نے اپنی تواریخ میں عرب بن سعد کی طرف ماری لیکن ابن سعد نے اپنے آپ کو پیچھے کر لیا اور اپنے غلاموں اور فرودگروں کو اس شخص پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے اس شخص پر ہجوم کر دیا اور گزر، عمود، تواریں، نیزے اور پتھر مار کر کے شہید کر دیا۔

اس جوان نے زندگی کے آخری لحظات میں امام کی طرف منہ کر کے عرض کیا: اے فرزیدِ پیغمبر! گواہ رہنا کہ یہ مجھے آپ کی محبت کے جنم میں قتل کر رہے ہیں اور کل بروز قیامت میری شفاعت کرنا۔

امام نے کامیقی اور صیحی آواز سے فرمایا:

طَبْ نَفْسًا فَلَتَّى شَفِيعَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ

”تجھے خوشخبری ہو میں تمہاری اللہ کے پاس شفاعت کروں گا“

لشکر ابن سعد نے اس جوان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ لیکن امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے کوئی شخص آمادہ نہ تھا بلکہ ہے بھی قتل کے لیے بھیجا جاتا تھا زد دیک آ کرو حشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ جاتا تھا اور اس ہولناک خیانت سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس حالت پر ابن سعد اپنے لشکر سے غصب ناک ہوا اور گالیاں دیں۔ لشکروں نے کہا کہ تم خود قتل امام کے لیے کیوں نہیں جاتے اور فرزیدِ پیغمبر کے خون بھانے کے جنم کو اپنے دوش پر کوئی نہیں لیتے۔

ابن سعد حرام زادہ گھوڑے سے اُترا اور برهمنہ خیبر لے کر امام کے قریب آیا۔ امام نے جب قدموں کی آہت سنی تو خاک سے اپنا سراٹھیا اور عمر سعد کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

یَا عَمِرو أَنْتَ جِئْتَ بِقَتْلِيِّ ”اے عمر! تو میرے قتل کے لیے آیا ہے، تجھے جیسا اور کوئی بے رحم نہیں ہے“

عمر ملعون کو شرم آئی اور وہ واپس آ گیا۔ ہر طرف دوڑ دوڑائی کہ کس شخص کو اس مقصد کے لیے بھیجا جائے کہ اچانک اس کی نظر ایک نصرانی پر پڑی جو اپنا سر نیچے کیے ہوئے اپنے خیٹے میں جا رہا تھا۔ اس نصرانی کو ابن سعد نے بلایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جو شخص بھی قتل کی نیت سے امام کے قریب جاتا، شرمذہ ہو کر واپس آ جاتا۔ نصرانی کو کہا گیا کہ وہ شخص غریب زخمی جو دیکھ رہے ہو، وہ تمہارے دین کا دشمن اور ہمارے زد دیک مغضوب ہے اگر اسے قتل کر دو تو یقیناً عینی کے مقرب بندے بن جاؤ گے۔

نصرانی نے اس خیال سے کہ یہ شکرِ اسلام ہے اور اسلام پیغمبرِ خاتم کی طرف سے منسوب ہے اور ان کا رہبر اولیاً یعنی خدا میں سے ہوتا ہے، الماسی خبیر عمر بن سعد سے لیا اور فرزند پیغمبرِ قتل کرنے کے قصہ سے قتل گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب امام کے قریب پہنچا، اور اس کی نظر امام غریب پر پڑی کہ تیروں، نیزوں، تکواروں کے اس قدر زخم لگے ہوئے ہیں کہ بدن کا کوئی مقام خالی نہیں اور چہرہ باوجود خون میں غلطان ہونے کے اس قدر نور کبیریائی سے درخشاں ہے کہ آنکھیں ان کے چہرے کو دیکھ کر شرم جاتی ہیں۔ بے اختیار حضرتؐ کے جمال اور کمال میں محیت ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور نہایت عاجزی سے عرض کیا۔ اے عالم کے سردار! اے اولادِ آدمؐ کے محبوب! میں تمہارا نام اور خاندان نہیں جانتا لیکن تمہارے جلال میں حیران ہوں۔ تمہیں خدا کی قسم اپتا تو سہی کہ تم کون ہو؟ اور بدن پر اس کثرت سے زخموں کی کیا وجہ ہے؟

نصرانی نے دیکھا کہ یہ مظلوم غریب خاک پر سوئے ہوئے ہیں اور اپنے خدا سے مناجات کر رہے ہیں اور جواب نہیں دیتے لیکن آنکھ کھوئی اور ایک کمیا اثر نظر اس نصرانی پر ڈالی کہ ایک نظر سے اس کا وجود کی خاک سونے میں بدل گئی۔ اس نے دوبارہ عرض کیا: آپ کو صحیح کی قسم اور مریم مقدس کی قسم! مجھے جواب دو کہ آپ کون ہیں اور کیوں زخمی ہیں؟ پھر بھی جواب نہ شاپھراپنے دین کے تمام مقدسات کی تسمیں دیں۔ پھر بھی جواب نہ سننا، پھر ایک قدم آگے بڑھا، دائیں اور باکیں کو دیکھا۔ کربلا کے دشت میں شہداء کی لاشیں دیکھیں کہ تمام خاک و خون میں غلطان تھیں۔ جوان، بزرگ، چھوٹے بڑے، سب خاک پر پڑے تھے۔ حضرت کو ان شہداء کے کربلا کی قسم دے کر پوچھا لیکن پھر بھی جواب نہ ملا تو عرض کیا: اے غریب و بے نوا اے یار و مددگار شہید! خدا را مجھے جواب دو۔ اس مرتبہ بھی نصرانی کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی دوران میں اس نصرانی نے دیکھا کہ ایک معظمه خاتون جوں ہی خیر میں نکلی اس غریب نے پریشان ہو کر خاک سے مر اٹھایا اور اسے خیر میں پلٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اس نصرانی نے اسی معظمه خاتون کی قسم دی تو اس حضرت پرداشت نہ کر سکے، سرخاک سے اٹھایا اور اپنا تعارف کرایا۔

امام نے فرمایا: مجھ سے نہ پوچھو بلکہ ان لشکروں سے پوچھو کہ میری تفسیر کیا ہے؟

نئے عرض کا میر قربان حافظ، میں نے بہت سلے خواہ دیکھا تھا اور اس کی تعبیر دیکھ رہا ہوں۔

حضرت نعمت‌الله: میر تمہار سخاون کو بھی حاجتزاں ہوں، کہ وہ کون سا خواب تھا۔

نص افغان نے عرض کیا: میں رقبہ ان احاطوں سے اخراج ہان فرمادیں۔

حضرتؐ نے فرمایا: تم نے خواب میں میرے جدے کو دیکھا کہ میرے غم میں تمام پنج بڑوں میں سر کو زانوئے غم پر رکھے

ہوئے ہیں، اس دوران میں حضرت عیسیٰ نے تجھے فرمایا: مجھے پیغمبروں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا یعنی اپنے ہاتھ فرزید پیغمبر کے خون سے آلوادہ نہ کرنا۔

نصرانی نے عرض کیا: أَشَهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ جَدِّكَ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ میں مسلمان ہوا اور توارث کمال کر ابن سعد کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا اور چند ملاعین کو قتل کر دیا۔ لشکریوں نے اس تو مسلم کو گھیر لیا اور اسے قتل کر دیا۔ جب یہ جوان گرا تو امام کی طرف دیکھا اور امام سے عطا بست کا تقاضا کیا۔ امام علیہ السلام نے چالا کہ اٹھیں لیکن اٹھنے سکے اور فرمایا: اے جواب! میری معرفت قبول کرنا کیونکہ میں اٹھنہیں سکتا۔

مصاحبت مقدس امام حسینؑ کی لشکر کی طرف سے توہین

جب امام علیہ السلام زخمیوں کی کثرت اور پیاس کی شدت سے زمین پر گرد پڑے تو ابن سعد کو یقین ہو گیا کہ اب امام کے اندر طاقت اور قدرت نہیں رہی گے اٹھ سکتیں، لہذا شر ملعون نے خیام کا رخ کیا اور خیمه پر نیزہ مارا اور کہا: آگ لے آؤ تاکہ ان خیام کو مع ان کے ساکنوں کے جلا کر راکھ کر دوں۔

مستورات نے شر کی آوازن کر نالہ وزاری کی اور اس قدر دکھی بین کیے کہ لشکر ابن سعد کے سپاہی بھی ان کی مظلومیت اور غربت پر رونے لگے۔ پھر شبیث بن ربعی آگے بڑھا اور شر کو واپس پہنالیا۔ خیام میں مخدرات عصمت ان ظالموں کے خوف سے خاموش ہو گئیں اور کانپتی اور ڈرتی ہوئی آواز بھی نہ کالتی تھیں۔

اس وقت شر نے لشکر سے کہا: تمہاری ماں کیسی تمہارے غم میں روئیں کس کا انتظار ہے؟ کیوں کھڑے ہو؟ یہ شخص تو گر پکا ہے نہ معلوم اس میں جان ہے یا روح پر واکرچکی ہے؟ تمام مل کر اس پر حملہ کرو اور اسے ہمیشہ کی نیند سلا دو۔ پس یہ سنتے ہی لشکریوں نے ہر طرف سے امام پر ہجوم کیا اور حضرتؐ کا محاصرہ کر لیا۔

ابوالحق ملعون نے امام کی پیشانی میں تیر مارا کہ پہلے فرات کے کنارے پر بھی اسی مقام پر تیر مارا گیا تھا۔ ابوالیوب غنوی نے امام کے گلوئے مبارک پر تیر مارا۔

صاحب ریاض الاحزان رقطار ہیں: تکوار کی ضریبیں، نیزے کے زخم اور وجود مقدس پر اعدا کی جنایات اس قدر تھیں کہ قوت امامت کے علاوہ ان کو برداشت کرنا ناممکن ہے کہ اس وقت زندہ رہے۔ اسی دوران میں سنان ابن حرامزادے نے (کہ اسے شر کے برابر اہل فتن حرب سمجھا جاتا تھا) ایک لمبے نیزے سے حضرت پر حملہ کیا اور نیزے کی نوک گلے کی گودی میں لگائی۔

محمد بن جریر طبری لکھتا ہے: جب سنان نے گلے کی گودی میں نیزہ مارا اور باہر نکلا تو امامؐ کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ اس لیے بعض صاحبو مقائل سنان بن انسؐ کو امامؐ کا قاتل سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی بعد بھی نہیں، کیونکہ اس ملعون کے نیزے نے امامؐ پاک کے گلوئے مبارک کو کاث دیا گوا حضرتؐ پخر ہو گئے، اس لیے تو امام زمانہ زیارت ناجیہ مقدسہ میں فرماتے ہیں: ﴿السلامُ عَلَى مَنْ هُوَ نَحْرَةٌ مَّنْخُورٌ﴾
 لیکن محمد بن شہرآشوب نے لکھا ہے کہ ایک اور ملعون نے حضرتؐ کے کاندھے پر تواری ضرب لگائی اور زرد بن شک نے ہاتھ کی ہتھیں کو جدا کر دیا اور عمرو بن خلیفہؓ بھی نے گروں کی رگوں پر تواری ضربیں لگائیں۔

قاتل امام کون؟

جب امامؐ میدان میں رُخی جسم سے زمین پر گر پڑے تو ابن سعد نے ایک امیر لشکر سے کہا کہ تم محظل کیوں کھڑے ہو، حسینؑ کا کام ختم کرو۔ خوی نے جلدی کی کہ وہ امامؐ کا سرجدا کرے۔ جو نبی یہ رامزادہ امامؐ کے قریب پہنچا تو اس کا بدن کا پیٹے لگا کیونکہ جب امامؐ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کے اندر لرزہ پیدا ہو گیا لہذا وہ اپنے مقصد شوم میں کامیاب نہ ہوا۔ کتاب تبر المذاہب میں لکھا ہے: جب خوی کا گپتا اور ہانپتا ہوا اپس آیا اور شر نے اس کی یہ وحشت زدہ صورت دیکھی تو کہا کہ تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کاغذیں کیوں ہے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم امیں فرزید رسولؐ کو کبھی قتل نہیں کروں گا۔ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

شرمزرازادہ نے کہا: گلَحْتَ هَلْنَهُ الْلَّهِيَّةُ لَا تَهَا تُثْبِتُ عَلَى عَيْرِهِ مَجْلُ لِيْسَ بُرَءَ ہے ہیں تیرے بال جو چہرے پر ہیں، کیونکہ تو مرد نہیں اور تیرے چہرے کے بال (ڈاڑھی) ایک نامرد کے بال ہیں۔

مرحوم طریحی لکھتے ہیں: جب امامؐ وصالی حق کے قریب تھے تو چالیس سواروں نے حضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا اور ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ امامؐ کا سرتن سے جدا کرے۔ ان میں سے ایک ہبیث بن ربیع تھا جب وہ آگے آیا تو حضرتؐ نے آدمی آنکھ سے دیکھا، ہبیث کے ہاتھوں سے تواری گر گئی اور وہ بھاگ گیا۔

سنان ابن انس نے کہا: حسینؑ کو قتل کیوں نہیں کیا؟ اپنی تواری مجھے دے دو۔ ہبیث نے اپنی تواری سے ذے دی۔ سنان قتل گاہ میں آیا، جو نبی امامؐ کے قریب گیا اور امامؐ نے جلالت کی آنکھ سے اسے دیکھا تو اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ ڈر گیا۔ تواری اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ وہاں سے چلا گیا۔

مرحوم سید یحییٰ میں لکھتے ہیں: سنان بن انسؐ اتحدی گھوڑے سے اتر اور توار حضرتؐ کے گلو مبارک پر ماری اور کہا: خدا

کی قسم کہ میں تمہارا سر بدن سے جدا کرنے آیا ہوں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تو فرزندِ رسول ہے اور تیرے والدین تمام کائنات سے بہتر ہیں۔ اُس نے امام کا سر جدا کر دیا۔
لیکن ارباب مقاٹل میں مشہور ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا قاتل شرذی الجوش ملعون ہے۔

شر کے قتل کرنے کی کیفیت

الحاج مرزا رفع گرم و دی اپنی کتاب ذریحة الحجۃ میں لکھتے ہیں: جب امام علیہ السلام غشی کی حالت میں زمین پر پڑے تھے تو شر قریب آیا اور جو توں سمیت حضرت کے سینہ اقدس پر بیٹھ گیا۔ امامؑ نے جب اس ملعون کو اپنے سینے پر بیٹھا محسوس پایا تو فرمایا:

يَا وَيَلَكَ مَنْ أَنْتَ فَقَدْ أَنْتَ تَقْيَيْتَ مُرْتَقَّاعَظِيمًا
”ہائے وائے ہو تھوڑا تو کون ہے؟ تو بہت بلند اور عظیم مقام پر بیٹھا ہے۔“
اس ملعون نے جواب دیا: میں شر ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں کون ہوں؟

شر نے کہا: تم حسینؑ بن علی ہو، تمہاری ماں فاطمہ الزہراؑ اور جد محمد مصطفیٰ ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اے ملعون امیرے حسب و نسب کو بھی جانتا ہے اور پھر بھی مجھے قتل کرنے آیا ہے؟

شر بولا: اگر تمہیں قتل نہ کروں تو یزید کا انعام کیسے وصول کروں گا؟

امامؑ نے فرمایا: تیرے خود یک یزیدی انعام بہتر ہے یا میرے جد کی جنت کی شفا عت؟

شر نے کہا: یزید کا انعام ایک جو کے دانے کے برابر بھی میرے لیے تم سے اور تمہارے جد کی شفا عت سے بہتر ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اب اگر تو نہ ہی مجھے قتل کرنا ہے تو ایک گھوٹ پانی پلا دے۔

شر نے کہا: ایک گھوٹ پانی بھی ہرگز نہیں دوں گا بلکہ پیاسا ماروں گا۔

امامؑ نے فرمایا: اپنے سینے سے قیص ہٹانا کہ میں اپنے قاتل کی شفافی دیکھ لوں۔

شر نے اپنے ٹکڑم اور سینے سے قیص ہٹائی تو امامؑ نے دیکھا کہ یہ ملعون اہل ق (ڈیتا) اور مبروس ہے اور اس کا چہرہ کتوں اور خنزیریوں کے مشابہہ لگتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میرے ننان رسول پاکؐ نے مجھ فرمایا تھا۔

شر نے کہا: تمہارے نانے کیا کہا تھا؟

امام نے فرمایا: میرے نانے میرے بابا علیؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ! تمہارے اس بیٹے کو ایک بروڈ اور البتق اور کتوں اور خنزیروں کے مشابہ شخص قتل کرے گا۔

شر ملعون غصب ناک ہوا اور کہا: مجھے کتوں اور خنزیروں سے تشفیہ دیتے ہو۔ خدا کی قسم! میں پس گروں سے تمہارے سر کو جدا کروں گا۔ پھر اس ملعون نے امام کو منہ کے بل لٹایا اور پس گروں ضربیں مار مار کر سر کو تن سے جدا کر دیا۔

شر حرام زادہ جب سر جدا کر رہا تھا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

(مفهوم اشعار): ”آج تجھے قتل کر رہا ہوں حالانکہ مجھے علم الحین ہے کہ تیرا باب پیغمبرؐ کے بعد سناری دنیا سے بہتر تھا۔“

”آج میں تجھے قتل کرتا ہوں حالانکہ جانتا ہوں کہ عقریب پشمیان ہوں گا اور میراٹھ کا نہ ہم ہو گا۔“

یہ ملعون حضرت امامؑ کے حلقوم کی جس رگ کو کانتا تھا، امامؑ کی یہ ندا آئی:

وَمَحْمِدًا وَاجْدَاهُ وَاحْسَنَاهُ وَاجْعَفَرَاهُ وَاعْقِيلًا، وَاعْبَاسَاهُ، وَاقْتِيلًا وَاقْلَةً نَاصِرَاهُ

مرحوم طریحی لکھتے ہیں: جب اس ملعون نے امام علیہ السلام کا سرجدا کیا تو سر کو نیزہ پر پلند کیا اور تکبیر پڑھی تو لشکر نے بھی اس کے بعد تکبیر میں کہیں۔

ابو الحسن خیری فرماتے ہیں: لشکر نے تین بار تکبیر کی، زمین میں زلزلہ آیا، شرق و غرب عالم تاریک ہو گئے۔ بر ق در عد نے لوگوں کو ڈرایا، آسمان سے تازہ خون کی بارش ہوئی اور منادی نے آسمان سے ندادی: خدا کی قسم امام فرزند امام، برادر امام اور آئمہ کے باپ حسین بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کو شہید کرو یا گیا۔ قد قتل الحسین والقد ذبح الحسین

شمر ملعون کا امام حسینؑ کو شہید کرنا

مرحوم علامہ مجلسی بخار الانوار میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ جَاءَ شِيرُ وَ سَنَانَ بْنَ أَنَسَ وَالْحُسَيْنِ بْنَ أَبِي حَمْيَرٍ يَلُوكُ لِسَانَةً مِنَ الْعَطْشِ
وَيَطَلَّبُ النَّاءَ

”شر، سنان بن انس کے ہمراہ امام حسینؑ کا سرجدا کرنے کے لیے آیا تو امامؑ کے آخری سانس تھے، شدت پیاس کے سبب سے زبان منہ میں ہی زخی ہو چکی تھی اور حضرتؐ اس کیفیت میں پانی

ماں رہتے تھے۔

فَضَرَبَهُ شِمْرٌ لِعْنَةَ اللَّهِ بِرِجْلِهِ

اس ملعون نے بجائے پانی دینے کے پاؤں سے ٹوکر ماری اور کہا:

يَا بْنَ أَبِي تُرَابِ الْسَّتَّ تَزَعَّمُ أَنَّ أَبَاكَ عَلَى الْحَوْضِ النِّيَّ يَسْقِي مَنْ أَحَبَّهُ فَاصْبِرْ
حَتَّى تَأْخُذُ الْمَاءَ مِنْ يَدِهِ

”اے ابو راب کے بیٹے! کیا تیرا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ تیرا باپ علیٰ ساقی کوڑ ہے؟ جس کو چاہے گا
پلائے گا۔ اگر یہی عقیدہ ہے تو ذرا صبر کرتا کہ میں تمہیں قتل کر دوں اور تجھے تیرے باپ علیٰ پانی پلا
 دے۔“

شَقَالَ لِسَنَانٍ إِجْتَزَرَ أَسْنَهُ قَفَاءً

”پس شمر نے سنان سے کہا: جس حالت میں حسین زمین پر پڑا ہے، میں گردن سے سرکاٹ لے۔“

سنان نے کہا: میں یہ کام نہیں کرتا اور فرزید غیر کے خون کو اپنے ذمے نہیں لیتا۔ شمر غضبناک ہوا اور سنان کو گالیاں
دیں۔ پھر غصہ میں آکر اپنے محسوس جتوں سمیت حضرت کے سینے پر سوار ہو گیا اور پر خون ریش مبارک میں ہاتھ ڈالا، اس وقت
امام نے فرمایا:

يَا شَمَرْ تَقْتَلُنِي وَلَمْ تَعْرِفْ مَنْ أَنَاءَ

”مجھے قتل کر رہے ہو تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟“

شمر نے کہا کہ جا عطا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے نانا، بابا اور ماں تمام کائنات سے بہتر ہیں۔ پھر ان کو
گالی بکی اور کہا: میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور میرے دل میں خوف ہے اور نہ رحم ہے؟

فَضَرَبَ بِسَيِّفِهِ إِثْنَيْ عَشَرَ ضَرَبَةً ثُمَّ جَزَرَ أَسْنَهُ الشَّرِيفِ

”اس ملعون نے پارہ ضربیں لگائیں اور سر کو پدن سے جدا کر دیا۔ اس وقت زمین کو زلزلہ آیا اور
سرخ آمدی چلی۔“

تمہیں و توجیہا قتل امام کی کیفیت روایات میں مختلف ہے اور جو مرک معتمد استدی ہے وہ یہ ہے

اولاً: حضرت امام حسین کو ذبح کیا گیا۔

ثانیاً: حضرت امام حسین کو ذبح کیا گیا۔

اما اولاً: مدرک ذبح تو امام زمانؑ کی زیارت کا وہ جملہ ہے جس میں ذبح سمجھا جاسکتا ہے اور زیارت کا فقرہ یہ ہے:

وَالشَّهْرُ جَالِسٌ عَلَى صَدَرِكَ وَمُولُغٌ سَرَّكَهُ عَلَى نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلَى شَيْبِتَكَ بِيَدِهِ
ذَابِجٌ لَكَ بِهِنْدِهِ (بخار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۳۲۲)

”میرا اسلام ہواں مظلوم پر جس کے سینے پر شرم بیٹھا تھا اور تکوار کو مقام خر پر مار رہا تھا اور اُس نے خون
آلو دریش مبارک کو ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا اور تکوار سے ذبح کر رہا تھا۔“

اس کے علاوہ متعدد روایات ہیں جو صراحتاً دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابا عبد اللہ الحسینؑ ایک طریقے سے ذبح / شہید ہوئے۔ ان روایات میں سے ایک ریان ابن شعیب کی ہے کہ امام رضا طیبہ السلام نے فرمایا:

يَأَبْنَ شُبَيْبَ إِنَّ كُنْتَ بِأَكِيلًا لِشَيْءٍ فَابْلِكِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ دُبِّحَ
كَمَا يُدَبِّحُ وَالْكَبِشُ (بخار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۰۳، مطر)

”اے فرزند ہشیب! اگر دنیا میں کسی چیز پر رونا چاہتے ہو تو پس امام حسینؑ کے مصاحب پر روایا کرو
کیونکہ آپ کو ایسے ذبح کیا گیا ہیسے گو سنند کو ذبح کیا جاتا ہے۔“

ثانیاً سرمبارک کے پس گروں جدا کرنے کا مدرک بہت سی روایات ہیں یعنی جو اس معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان روایات سے ایک روایت علامہ مجتبیؒ نے بخار میں نقل فرمائی ہے، جس میں جناب نسبؑ کے وفاکروں میں تصریح ہے کہ فرماتی ہیں:

هَذَا حُسَيْنٌ مَحْرُوزُ الرَّأْسِ مِنَ الْقَفَادِ مَسْلُوبُ الْعَيْمَةِ وَالرِّكَدَا..... الْخ
”یہ حسینؑ ہے جس کا سر پس گروں سے جدا کیا گیا.....“

دوسرے مقام پر یوں فرماتی ہیں:

هَذَا حُسَيْنٌ بِالْعِرَاءِ صَرِيعٌ بِكَرِبَّلَا ، مَحْرُوزٌ الرَّأْسِ مِنَ الْقَفَادِ مَسْلُوبُ الْعَيْمَةِ
وَالرِّدَاءِ..... الْخ

”یہ خاک آلو حسینؑ ہے جو کربلا میں مارا گیا، اور سر پس گروں جدا کیا گیا جس کا عمامہ اور چادر اور
کپڑے بھی لوٹ لیے گئے۔“

شرملعون کا امام حسینؑ کے سر کو نیزے پر بلند کرنا

شرملعون نے سر تن سے جدا کیا تو امامؑ کے سینے سے اتر اور بلا فاصلہ خون میں الت پت سر کو ایک لمبے نیزے پر جڑھا

کر بلند کیا اور بلند آواز سے نفرہ تکمیر لگایا۔ ابن سعد کے لشکر کی نظر جب سر پر پڑی تو انہوں نے بھی نفرہ ہائے تکمیر بلند کیے۔ شرط ملعون کا نیزہ پر سر مقدس کو بلند کرنے کا راز یہ تھا کہ تمام لشکر دیکھ لے اور مطمئن اور خوش ہو جائے، اسی وجہ سے سب نے تکمیریں کھیلیں۔ جو نبی امام کا سر جدا ہوا، زمین میں زلزلے شروع ہو گئے اور فضائے بہت شور و غل بلند ہوا اور کئی قسم کی آوازیں آئے لگیں۔

وَنَزَّلْتَ الْأَرْضَ وَأَطْلَمْتَ السَّمَاوَاتِ وَإِنَّكَسَسْتَ الشَّمْسَ بِحَيْثُ بَدَأَتِ الْأَنْجُم
”زمین کو زلزلہ آیا، آسمان تاریک ہو گیا۔ سورج کی روشنی اسی تاریکی میں بدلتی کہ ستارے نظر آنے لگئے۔“

وَقَطَرَ مِنَ السَّمَاءِ اللَّامُ سَبَعَ قَطَرَاتٍ
”سات قطرے خون کے آسمان سے گرے اور آسمان سے ندا آئی۔“
قَدْ قُتِلَ وَاللَّهُ الْأَمَامُ بْنُ الْأَمَامِ أَخُ الْأَمَامِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلَى قُتِلَ وَاللَّهُ الْهَمَّامُ بْنُ
الْهَمَّامِ الْحُسَيْنِ بْنُ عَلَى

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر سے ایک شخص نے نفرہ لگایا تو انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے خود اپنی آنکھوں سے رسول پاک گودیکھا ہے کہ وہ ایک نظر امام حسین پر ڈالتے ہیں تو وہ مری نکالہ لشکر پر کرتے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ ابھی عذاب الہی نازل ہونے والا ہے، اس لیے نفرہ لگایا ہے۔ لوگوں نے اس کی ندمت کی اور کہا کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔

راوی نے امام سے سوال کیا کہ یہ نالہ و گریہ کرنے والا کون تھا؟

حضرت نے فرمایا: میں تو اسے جربیل سمجھتا ہوں کہ اپنے سردار کی شہادت پر نالہ کیا اور اگر چاہتا تو ایک حق سے تمام کائنات کو برپا کر دیتا۔

حضرت امام حسین کا لباس لوٹنا

امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگ ایک گھنٹہ تک تجیر ہو گئے، کیونکہ زمین کو زلزلہ آگیا تھا۔ فضا میں ہولناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں، سورج کو گہن لگ گیا، ہوا تاریک ہو گئی، ستارے ظاہر ہو چکے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آسمان سے خون ہر سماں، سرخ اور سیاہ آندھی چلی، دنیا نے عالم کی حالت بدل گئی۔ لوگوں میں عجیب وحشت پیدا ہو گئی کہ ابھی آسمان سے کوئی

عذاب آنے والا ہے یا زمین اپنے اہل کو غرق کرنے والی ہے۔

ایک گھنٹے کے بعد آہستہ آہستہ فضاروش ہوئی، گرد و گمار بیٹھ گیا۔ سرخی ہر طرف ہوئی، زمین کا زلزلہ رُک گیا۔ لوگوں کی حالت معمول کے مطابق ہونے لگی اور حیرت و درمانگی سے لٹکے تو ملائیں نے پھر سے سرکشی شروع کر دی۔ ظلم اور تجاوز کرنا شروع کر دیا، شرارت اور فساد کا اعادہ کیا اور امام مظلوم کی لاش پر بھوم کر کے حضرت کے لباس تک کلوٹ لیا۔

◇ پیراہن امام اسحاق بن حیوة حضرتی نے اخھایا اور جب پہننا تو برص کے مرض میں بنتا ہو گیا اور اس کے سر اور چہرے کے بال گر گئے۔

مرحوم سید لہوف میں لکھتے ہیں: امام کے اس پیراہن میں ایک صد تیرہ سوراخ تھے جو نیزوں، تیروں اور ٹکواروں کی وجہ سے ہوئے تھے۔

◇ حضرت کاعلامہ اخشن بن عرشد یا جابر بن یزید اوری نے لوٹا اور جب سر پر باندھا تو وہ دیوانہ اور مجذوب ہو گیا۔

◇ حضرت کی نعلین مبارک اسود بن خالد نے چائی۔

◇ اور حضرت کی انگشتی بحدل بن سلیم نے لوٹی اور انگوٹھی اتنا نے کے لیے امام کی انگلی بھی کاٹ ڈالی۔

ارباب تاریخ نے لکھا کہ اس انگوٹھی کو اتنا نے اور امام کی انگلی کاٹنے کے جرم میں جناب مختارِ حقی نے اس ملعون بحدل بن سلیم کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے اور وہ اپنے خون میں ترپتہ رہا اور ترپتے ہوئے واصل جہنم ہوا۔

◇ ایک رشی کپڑا قیس بن اشعث نے لوٹا، یہ ملعون جذام میں بنتا ہوا اور گھروں کو نے اسے دو کر دیا اور اسے گندگی پر ڈال دیا اور اسی یہ زندہ تھا کہ کہتے اس کے گوشت کو ٹکرے ٹکرے کر کے کھاتے رہے۔

◇ حضرت کی زرہ عمر بن سعد نے لوث لی اور جب عمارتِ حقی نے عمر بن سعد کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل ہو گیا اور جہنم میں پہنچ گیا تو اس کے قتل کو زرہ دی گئی۔

مرحوم محدث قمی متنی الامال میں لکھتے ہیں: حضرت کی دو زرہیں تھیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ امام کی دوسری زرہ مالک بن یسیر نے لوٹی اور وہ دیوانہ ہو گیا۔

◇ حضرت کی ششیر (بروایت شیخ مفید در ارشاد) اسود بن حللہ نے لوٹی۔

مرحوم محدث قمی متنی الامال میں لکھتے ہیں: یہ ٹکوار ادری ذوالقدر کے علاوہ تھی۔ کیونکہ ذوالقدر تو نبوت و امامت کے مواد بیش سے ہے جو حفظ اور مامون رہی۔

◇ مرحوم سید لہوف میں لکھتے ہیں: اوپر والی شلوار ابجر بن کعب تھی نے لوٹی، اور نیچے والی شلوار کے بارے میں اہل

حُرُم سے سوال کیا اور اس نے اس کو پارہ پارہ کر دیا۔

﴿ مُنْتَخِبُ طَرِيقِي نے لکھا ہے کہ اس ملعون کے ہاتھ اسی وقت شل ہو گئے اور وہ اُسی وقت مر گیا۔

شہادتِ امام کے بعد ذوالجناح کی خیام میں آمد

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کا سرکاٹ لیا گیا، عبا لوٹ لی گئی اور امامؑ کو تھا چھوڑ دیا گیا۔ اس وقت امام حسینؑ کا مخصوص گھوڑا لیعنی ذوالجناح جو امامت کے مواریثؑ سے تھا، آپ سے تھا، آپ سے تھا، آپ سے تھا۔ آقا کے بدن کا طاف کرتا رہا اور جو شخص اس کو پکڑا کر مال غنیمت بنانے کے لیے آگے بڑھتا ہوا اپنی رانگریز سے اسے رکن دیتا۔ لفکروں اولوں نے جس قدر بھی ذوالجناح کو پکڑنے کی کوشش کی کہ مالی غنیمت بنانے کیلئے وہ ناکام رہے کیونکہ یہ حیوان امانت امامت میں سے تھا اور کوئی شخص امامت کی مخصوص امانت کو نہیں رکھ سکتا (جو چیزیں امام کے لباس سے لوٹی گئیں مثلاً عمار، شمشیر، انگوٹھی وہ امامت کے مواریثؑ میں سے نہ تھیں)۔

یہ ذوالجناح خستگی، لکھنی اور بدن میں کثیر تیروں کے پوسٹ ہونے کے باوجود امامؑ کی لاش کا طاف کر رہا تھا اور آرام اور سکون نہ کرتا تھا۔ کبھی داکیں اور کبھی باکیں طرف آ جاتا تھا اور دکھی بین کرتا تھا اور آنسو بہاتا تھا۔ نیز دشمنوں کو پاؤں سے مارتا اور امامؑ سے دور کرتا۔ چونکہ اس ذوالجناح کو امام حسینؑ سے بہت محبت تھی، لہذا امامؑ کے بدن کو چھوڑنے کے لیے تیارہ تھا۔ دشمنوں نے اس کو ”مُحْر“ سے تشییہ دی۔ (حضرت گھوڑے کا وہ بچہ ہوتا ہے جو کسی صورت میں جد نہیں ہوتا)

مرحوم طریقی منتخب میں لکھتے ہیں: جب امام شہید ہو گئے تو ذوالجناح میں کرتا اور شہیدوں میں پھر تارہ تھا۔ عمر بن معد نے کہا کہ اس گھوڑے کو پکڑا لو کیونکہ یہ تجیب اور اسیل گھوڑا ہے۔ جو شخص پکڑنے آتا وہ اسے دانتوں سے کاتا اور پیروں سے مارتا اور مجسم میں پہنچا دیتا۔

ابن سعد نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں رہا تو حکم دیا کہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور دیکھو کر کیا کرتا ہے۔ لفکروں لے دور ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ذوالجناح امام حسینؑ کی لاش پر آیا اور نالہ وزاری اور بیان کرنے شروع کر دیے۔ سب نے دیکھا کہ ذوالجناح حضرت امام حسینؑ کی خوبیوں سے لگتا ہے اور حضرتؑ کے زخموں پر منہ رکھ کر چوتھا ہے اور ایسی ماں کی طرح روتا ہے جس کا نوجوان بیٹا مر گیا ہو۔

پھر انہوں نے دیکھا کہ ذوالجناح میدان سے واپس آیا اور خیام میں مخدرات کی طرف سے رخ کیا۔ خیام کے دروازے پر روتا ہوا نہنہ نیا تو تمام مخدرات بے سرو پا برہنہ باہر دوڑیں۔ جب ذوالجناح کو خالی دیکھا تو دل سے سرد آئیں تھیں

اور چھوٹ پر ماتم کرنے لگیں اور یہ بیان کیے: وَاسِيَدَاهُ وَاحْسِيَنَاهُ... اور ذوالجناح کے ارد گرد ماتھی حلقة بنالیا۔ ہر کوئی ذوالجناح سے اپنی زبانی حال میں باقی کر رہا تھا۔ البتہ ان سب کا ایک سوال مشترک تھا اور وہ یہ تھا کہ اے ذوالجناح! تم تو اپنے مالک کے بڑے و فدار تھے، انھیں کیوں چھوڑ آئے ہو اور واپس نہیں لائے ہو؟

ذوالجناح بہت شرم کرنے والا تھا لہذا شرم کے مارے اپنے دلگیں ہاتھ کو پیٹ کے نیچے کر لیا اور باکیں ہاتھ کو آگے لمبا کر لیا اور اپنے سر کو شرم دیگی کی وجہ سے باکیں ہاتھ کے نیچے چھپا لیا جب کہ آنسو مسلسل بارش کی طرح جاری تھے۔ اور چھوٹ، تھدرات کی غربت اور حالت ذوالجناح کو مزید بے قرار کر رہی تھی اور ان مظلوموں کا دلکی انداز میں اس قدر گریہ و زاری سنی تو دیوانہ وار کبھی اس طرف جاتا اور کبھی اس طرف جاتا نیز دکھ اور پریشانی کی وجہ سے اس قدر اپنا سرزین پر مارا کہ روح پر واڑ کر گئی۔ چنانچہ امن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے:

إِنَّهُ رَأَطَى بِنَفْسِهِ عَلَى الْأَرْضِ وَجَعَلَ يَصَهُّلُ وَيَضُرُّ رَأْسَةَ الْأَرْضِ عِنْدَ الْخِيَمَةِ
حَتَّى مَاتَ

مرحوم قزوینی حدائقِ انس میں لکھتے ہیں: ذوالجناح کی حالتِ موت کے بارے چار روایات اور بھی ہیں:

(۱) صاحب روضۃ الشہداء ابوالموید خوارزمی سے نقل کرتے ہیں کہ ذوالجناح امام کی شہادت کے بعد بیان کی طرف چلا گیا اور کسی نے اس کو پھر نہ دیکھا اور غائب ہو گیا۔

(۲) مرحوم دربندی لکھتے ہیں: جناب شہر بانو اس ذوالجناح پر سوار ہوئیں اور وہ شہر تے آئیں البتہ یہ روایت نہایت ضعیف اور ناقابلی اعتبار ہے۔

(۳) ابو الحسن نے عبداللہ بن قيس سے نقل کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کا ذوالجناح ششنوں کو امام سے گود کر رہا تھا، پھر خیام کی طرف آیا۔ وہاں سے فرات کی طرف گیا اور خود کو فرات میں ڈال دیا اور اس میں ڈوب گیا پھر اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

(۴) بعض نے لکھا ہے کہ یہ ذوالجناح کر بلاء سے مدینہ آیا اور مسجد نبویؐ کے سامنے پہنچ کر امام کی شہادت کی خبر رسول پاک گودی اور اب ذوالجناح امام زین العابدین کے پاس موجود ہے۔

پامائی لاش سید الشہداء

مرحوم کلینی اپنی کتاب شریف 'کافی' میں ادریس بن عبد اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لَيْلَةُ قُتْلَ الْحُسَيْنِ إِذَا دُرْأَانِ الْقَوْمَ أَنْ يُوطِنُوا الْخَيْلَ

جب امام شہید ہوئے تو ابن سعد کے لشکر نے امام کی لاش پر گھوڑے دوڑانے چاہے، جناب فضہ نے جناب نہب سلام اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ دشمن پامالی کرنا چاہتے ہیں۔ اے بی بی نہب! سفینہ جو رسول پاک کا آزاد کردہ غلام تھا، جب دریا میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی اور تیرتے ہوئے ایک بزریہ میں پہنچ گئی تو ایک شیر نے سفینہ کو بلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ سفینہ نے فوراً کہا:

يَا أَبَا الْحَارَثَ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ

”اے شیر! میں رسول اللہ کا آزاد کردہ غلام ہوں، مجھے اذیت نہ دینا۔“

فَهُمْ هُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّىٰ أَوْقَعُهُ بَيْنَ الطَّرِيقِ

جونی شیر نے رسول پاک کا نام سناتا تو سفینہ کو اذیت نہ دی بلکہ سفینہ کو اشارہ کر کے اپنے اوپر سوار کیا اور راستے پر لے آیا۔ پھر جناب فضہ نے عرض کیا: اے بی بی نہب! میں نے سنا ہے کہ اس علاقے میں بھی ایک شیر رہتا ہے، اگر مجھے اجازت ہو تو میں جاؤں اور اس شیر کو اس واقعہ شہادت امام کی اطلاع دوں تاکہ اس غربت اور بے بی کی حالت میں وہ ہماری فریاد کو پہنچا اور مولا کے جسم کی حفاظت کرے۔

بی بی نہب سلام اللہ علیہا نے اجازت دے دی۔ جناب فضہ صحراء کی طرف گئیں اور خود کو شیر کی کچھارک پہنچایا، نزدیک گئیں اور بلند آواز سے کہا:

يَا أَبَا الْحَارَثَ فَرَقَمَ رَأْسَهُ أَبْلَوَ الْجَارَثُ! شِيرَ نَسَرَ أَخْتَاهَا تَوْقِفَهُ نَسَرَ كَهْبَأَتْدَرِي مَا يُرِيدُونَ أَنْ يَعْمَلُوا
غَدَّاً بَابِيْ عَبْدِ اللَّهِ ”اے شیر! تم جانتے ہو کہ خدا سے بے خبر اس گروہ کا کل کیا ارادہ ہے اور سلطانِ دین و دنیا کے جسم کے بارے میں کیا سوچ ہے؟“ يُرِيدُونَ أَنْ يُوطِنُوا الْخَيْلَ ظَهَرَهُ ”ان ملاعین کا ارادہ ہے کہ امام کے بدن پر گھوڑے دوڑا دیں اور سینہِ القدس اور پیش بارک کی ہڈیوں کو جوڑ پور کر دیں۔“

جب شیر نے یہ دھکی خبر سنی تو غراتا اور آنسو بہاتا ہوا سید الشہداء علیہ السلام کے مقفل میں آیا اور پور حضرت نگاہوں سے شہداء کو دیکھا، زار و قطار روتا اور شہیدوں کے بدنوں میں جسم مطہر سید الشہداء کو مٹلاش کر کے اس طرح کرتا کہ ہر شہید کو دیکھتا اور آگے گز رجا تا بالآخر امام کے زخمی بدن کو مٹلاش کر لیا۔ یہ ایسا بدن تھا جس کے تمام اعضاء و جوارح زخمی تھے اور کوئی عضو سالم نہ تھا۔ شیر نے اپنے دونوں ہاتھوں اس شہید کے بدن پر ایسے رکھے کہ بدن شیر کے ہاتھوں کے نیچے چھپ گیا اور محفوظ ہو گیا۔

لشکر کو فرنے گھوڑے بدن پر دوڑانے چاہے تو دیکھا کہ شیر لاش پر بیٹھا ہے۔ ابن سعد کو خبر دی تو اس ملعون نے کہا کہ

یہ ایک امتحان اور آزمائش ہے، اسے آشکار و ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ پھر شکریوں کو حکم دیا کہ فی الحال لاش پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں کیون کہ اس میں مصلحت نہیں۔ یہ ملعون پامالی سے مخفف ہو گئے اور شیر گیارہویں کی رات شہداء کے پاس رہا اور لاش امام کی حفاظت کرتا رہا۔ پھر گیارہ محرم کو قتل کو چھوڑ کر چلا گیا۔

گیارہ محرم کی عصر کے وقت جب ابن سعد نے اپنے فوجیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا تو شیر کے چلے جانے کی وجہ سے چند لوگوں سے کہا کہ اب حسینؑ کے بدن پر گھوڑے دوڑا دو، تاکہ ان زیاد کے حکم پر عمل درآمد ہو جائے۔

علامہ مجلسی نے بخار (ج ۲۵، ص ۵۹) میں پامالی کرنے والوں کے نام یہ لکھے ہیں: ① اسحاق بن حیوہ الحضری ② اخن بن مرشد ③ حکیم بن طفیل السنی ④ عمرو بن صبیح الصید اوی ⑤ رجاب بن منقذ العبدی ⑥ سالم بن خیثہ ⑦ صالح بن وصب ابی الحفییان ⑧ واحظ بن ناعم ⑨ ہانی بن ثابت الحضری ⑩ اسید بن مالک

ابو عمر و زاہد سے روایت ہے کہ میں نے ان لوگوں کے نسب کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دن کے دن حرام زادے ہیں۔ جب عمار ثقیفی نے انہیں پکڑا تو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کو زمین پر پھیلا کر بیخیں شوک دیں اور پھر ان خیشوں کے ابدان پر اس قدر گھوڑے دوڑائے کہ یہ سب داخل جہنم ہو گئے۔

تشمیسہ و توجیہہ: متعدد روایات موجود ہیں جن میں حضرت امامؑ کے بدن مطہر کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرنا ثابت ہے۔ ان روایات سے ایک روایت امام باقر علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور اس حدیث کا آخری فقرہ ہمارا شاہد ہے:

وَلَقَدْ قُتِلَ بِالسَّيِّفِ وَالسَّيْنَانِ وَالْحِجَارَةِ وَالْخَشْبِ وَبِالْعَصَابَةِ وَلِقَدْ وَطَوَّ الْخَيْلُ بَعْدَ ذَلِكَ

”فرمایا: حضرت سید الشہداء ائمتواروں، نیزوں، پھروں، نکڑیوں اور عصا سے قتل ہوئے اور شہادت کے بعد گھوڑوں سے بدن کو پامال کیا گیا۔“

شام غریباً اور غارت خیام

امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب شکر والے امامؑ کی لاش لوٹنے سے فارغ ہوئے تو سوار اور پیادہ ظالم سپاہیوں نے خیام کی طرف ہجوم کیا اور لباس، چادریں، گھر کے سامان، سواریاں، آلات و اسابیب حرب لوٹنے لگے اور اس لوٹ میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے رہے۔

ارباب مقابل نے لکھا ہے کہ پہلے تو فوج اشقياء تکواریں نکال کر خیام میں داخل ہوئی اور لوٹنا شروع کیا۔ جب تمام سامان لوٹ لیا تو پھر مزید تجاوز کرتے ہوئے مخدرات اور بچوں کے لباس لوٹنے شروع کیے۔ چند لمحوں میں بچیوں کے

گوشوارے چھپے گئے، کانٹے اتر گئے اور مستورات کے سروں سے چادریں چھین لی گئیں۔

اللٰہ بیت سید الشہداء کے لیے سخت ترین مصائب کا وقت یہی تھا جب یہ پاک لوگ ان کمینہ صفت اور پست فطرت

کو غلوں کے چنگل میں پھنس گئے۔ غلوں کی فوج کے ایک صحافی حمید بن مسلم نے کہا ہے:

فَوَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَرَى الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَبَنَاتِهِ وَأَهْلِهِ تُنَاهِي عَنْ تُوبَهَا وَعَنْ ظَهَرِهَا

حَتَّى تَغْلِبَ عَلَيْهِ فَيَذَهِبَ إِلَيْهَا

”کہ خدا کی قسم امیں نے شام غربیاب امام حسینؑ کی عورتوں، بیٹیوں اور الیں بیت کو دیکھا کہ جب

ان کی چادریں چھیننا چاہتے تھے تو یہ مخدرات عصمت قبل اس کے کہ ناحرم ان کی طرف چادر چھیننے

کے لیے ہاتھ دراز کریں خود ہی اپنی چادریں، زیورات اور سامان زمین پر پھینک دیتی تھیں تاکہ

ناحرم مال لوٹ کر چلے جائیں اور مفترض نہ ہوں۔“

صاحبہ بیت الاحزان نے لکھا ہے: سب سے پہلے جس لشکر کفار نے لوٹا وہ بی بی جناب زینب سلام اللہ علیہا ہیں کہ ان

کے سر سے چادر اور مقعہ چھین لیا گیا۔ گوشوارے کاؤں سے کھینچ لیے۔ ان کے بعد جناب اُم کلثومؑ، جناب فاطمہؑ کے

گوشوارے اس قدر جلدی سے کھینچ کے ان کے کان بھی زخمی ہو گئے۔

کتاب مصائب المخصوصینؑ میں لکھا ہے: شمر ملعون جب امام سجاد علیہ السلام بیمار کر بلا کے خیمه میں داخل ہوئے، شمر

کے ساتھ چند اور بھی منافق تھے جنھوں نے امام سجادؑ کو قتل کرنا چاہا۔ شمر نے اجازت دی کہ جس طرح اپنے بستر پر سوئے ہیں

ای حالت میں قتل کر دو۔

حسید بن سلم کہتا ہے: میں آگے آیا اور کہا: سجان اللہ اکیا تم چھوٹے بچوں کو قتل کرتے ہو۔ اے قوم! یہ بزرگوار ا عمر

نوجوانی میں ہے اور اس قسم کا صدمہ اور بیماری دیکھ رہا ہے اسے چھوڑ دو۔ جب میں نے بہت سخت سماجت کی تو وہ ملعون امام

کو قتل سے باز آئے۔ لیکن جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

نَظَرَ إِلَى ثَمَنِ الْعَابِدِينَ فَرَاهُ مَطْرُوحًا عَلَى نَطْعٍ مِنَ الْادِيمِ وَهُوَ عَلِيلٌ فَجَذَبَ النَّطَعَ

وَمِنْ تَحْتِهِ وَالْقَاعَةَ مَكْبُوًباً عَلَى وَجْهِهِ

”دنیلی آنکھوں والے ملعون نے ہمارا سامان لوٹا، پھر اس ملعون کی نظر امام سجاد سید الشادیینؑ پر

پڑی۔ امام چڑے کے گلڑے پر سوئے ہوئے تھے اور سخت بیمار تھے۔ اس ملعون نے چڑے کے اس

گلڑے کو اس زور سے کھینچا کہ امام سجادؑ منہ کے بل زمین پر گر گئے۔“

شیخ صدوقؑ امامی میں جناب قاطمہ بنت الحسینؓ سے روایت لکھتے ہیں: جب فوج اشقياء ہمارے خیام میں داخل ہوئی تو میں چھوٹی سی تھی، میرے پاؤں میں دوسو نے کی پا زیبیں تھیں۔ ایک ملعون آیا اور وہ پا زیبیں میرے پاؤں سے اتارنے لگا اور وہ رو بھی رہا تھا۔ میں نے کہا تو روتا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا: گریہ کیسے نہ کروں کہ دختر رسولؐ کی توہین کر رہا ہوں۔ میں نے کہا: اگر تو جانتا ہے کہ میں دختر رسولؐ ہوں تو پھر لوٹا کیوں ہے؟

ملعون نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں (یہ پا زیبیں) نہ اتاروں گا تو کوئی اور آ کر اتارے گا۔

جناب قاطمہؓ کبڑی فرماتی ہیں: جو کچھ ہمارے خیام میں تھا وہ لوٹ لیا گیا تھی کہ ظالم ہمارے سروں سے چادریں بھی چھین کر لے گئے۔ بی بی فرماتی ہیں: خیام لٹنے کے بعد میں خیام کے دروازے پر کھڑی تھی اور اپنے بابا اور اصحاب کے گھوڑے کلڑے سے ابدان کو ”قربانی“ کے گوشت کی طرح ”زمین پر پڑا دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ بے دین گروہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اور اُنہر جا رہے ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ بابا کی شہادت کے بعد میں امیمہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟ میں قتل کر دیں گے یا یقیدی ہنا کیں گے؟

اچاک میں نے دیکھا کہ ایک بے حیا ملعون گھوڑے پر سوار آیا اور عورتوں کو آگے لگاتے ہوئے نیزے کی آنی سے رنجی کر کے ہاٹک رہا تھا۔ ان بیویوں کی کوئی پناہ نہ تھی اس لیے ایک دوسرے کی پناہ لئی تھیں حالانکہ ان بیویوں کا سامان اور لباس لوٹ لیا گیا تھا۔ ان بیویوں کی فریاد اور آواز یہ تھی:

وَأَعْمَدَاهُ وَأَبْشَأَهُ وَأَعْلَمَهُ وَأَقْلَمَهُ نَاصِرَاهُ وَاحْسَنَاهُ وَاحْسِنَنَا

کبھی کبھی یہ بھی استغاثہ کرتی تھیں:

أَمَّا مِنْ مُجِيزٍ يُجِيزُنَا وَأَمَّا مِنْ مَرَايِنَا يَنْدُوذُ عَنَا

”یعنی کوئی ہے جو رسولؐ زادیوں کو پناہ دے، کوئی ہے جو رسولؐ کی بیویوں کو ظالموں کے شر سے بچ سکے۔“

جناب قاطمہؓ کبڑی فرماتی ہیں: میں یہ حال دیکھ کر پریشان ہو گئی اور میرے ہوش اڑ گئے، میرے جسم میں کچھی طاری ہو گئی اور اس بے حیا سوار کے ڈر سے کبھی پھوپھی اُم کلشوٹم کی دائیں طرف جاتی اور کبھی باائیں طرف جاتی تھی کہ اس ظالم کے شر سے محفوظ رہ سکوں۔ اچاک میں نے دیکھا کہ وہ ملعون میرا تقاب کر رہا ہے اور لختا بعد میں زخمیوں کیا کر اس ملعون کے نیزے کی آنی میرے کندھوں کے درمیان آگئی ہے۔ میں فوراً زیبیں پر گرپڑی۔ وہ بے حیا، بے مروت اپنے گھوڑے سے اڑا اور میرے خلاف اس طرح کانوں سے کھینچ کر میرے کان رنجی ہو گئے۔ پھر میری چادر اور مفہوم اُنہار اور خیام کی جانب چلا گیا۔

میں زین پر گری ہوئی تھی، میرے چہرے سے خون جاری تھا، شدید صدمے اور تکلیف کی وجہ سے غش کھا گئی۔ جب غشی کی حالت ختم ہوئی اور ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ پھوپھی نہب میرے پاس بیٹھی ہیں اور رو رکھ فرماتی ہیں: اے پھوپھی کی جان! اے فاطمہ! اٹھوتا کہ خیمه کے اندر جائیں اور دیکھیں کہ باقی بیٹھوں اور تمہارے بیمار بھائی سجاد پر کیا گزری ہے۔ میں اٹھی اور عرض کیا: پھوپھی اماں! کیا آپ کے پاس کوئی کپڑا ہے کہ نامحرموں سے اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لوں۔

حضرت نہب سلام اللہ علیہا فرمایا: اے فاطمہ! اعْتَلُكَ مِثْلُكَ تیری پھوپھی بھی تیری طرح ہے یعنی میری چادر بھی چھین لی گئی ہے اور سر ڈھانپنے کے لیے کچھ نہیں بچا۔

جناب قاطعہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: جب میں پھوپھی کے ساتھ خیمه میں آئی تو دیکھا کہ خیمه میں جو کچھ تھا وہ لٹ پکا ہے اور بھائی سجاد اسی حال میں منہ کے بل خاک پر پڑے تھے۔ کیونکہ ظالم نے امام سجاد کے نیچے سے چہرے کا فرش ایسے زور سے کھینچا تھا کہ بیمار امام منہ کے بل زین کر بل اپر گر گئے۔ اور ابھی اسی حالت میں پڑے تھے۔ وہ بیمار تھے اور لفگی و خستگی کی وجہ سے ان میں اٹھنے، بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ جب پھوپھی اور میں نے بیمار کو اس حال میں دیکھا تو یہ اختیار گریہ کیا۔ امام سجاد نے بھی بہت گریہ کیا۔ وہ ہماری غربت اور در بدرا پر رور ہے تھے اور ہم ان کی بیماری، پیاس، بھوک اور خاک پر اوندوں سے منہ پڑے ہونے پر رور ہے تھے۔ پس ہم نے سجاد بیمار کے بازو کو کپڑا کر زین سے اٹھایا اور سیدھا کر کے بٹھایا اور سب نے گریہ کیا۔ بیمار مظلوم کے پاس بیٹھ کر سب بیہداں رورہی تھیں نیز خوف و اضطراب اور ماتم کر رہی تھیں۔ امام سجاد کی حالت یہ تھی کہ نہ سو سکتے تھے اور نہ بیٹھ سکتے تھے بلکہ شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے کبھی سرخاک سے اٹھاتے اور کبھی خاک پر رکھ دیتے تھے۔ کبھی پریشان یہیوں کی طرف دیکھتے کہ بہنہ ہیں اور تازیانوں اور نیزوں کی وجہ سے بدن پُر مردہ اور خشک ہو گئے ہیں جس سے امام کو اور زیادہ تکلیف ہوئی۔

شیخ مفید مرحوم حیدر ابن مسلم سے لفظ کرتے ہیں: نبیوں کے لئے اور مستورات کے سر برہنہ ہونے کے بعد ہم بیمار کر بل کے سرہانے پہنچے۔ شر نے ساتھیوں سے کہا: اس بیمار کو قتل کرو۔ حیدر کہتا ہے کہ میں نے شر کو ملامت کی اور کہا: کیا اس گھر میں اس قدر مقتولین کافی نہیں ہیں؟

صاحب اخیار الاول نے لکھا ہے کہ شر نے امام کو قتل کرنے کے لیے خجڑ کھینچا تو ہر طرف سے بچوں اور مستورات کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جناب نہب سلام اللہ علیہا نے اپنے آپ کو امام زین العابدین پر گرا دیا اور امام کو اپنی بغل میں کر لیا اور بہت روئیں لیکن بھائی حسین کی وصیت پر عمل کیا کیونکہ امام حسین نے وصیت کی تھی کہ بہن امیری شہادت کے بعد ظالم کی مرتبہ میرے بیمار بیٹے کو قتل کرنا چاہیں گے، جب آپ سے جس قدر ہو سکے گریہ وزاری کرنا اور آنسو بھاہا کر جت

خدا کی حفاظت کرنا۔

پس جناب نبیت امام سجاد کے اوپر گر پڑیں اور شر سے فرمایا: وَاللَّهُ لَا تَقْتُلُ حَتَّىٰ أَقْتُلَ "خدا کی قسم! میں اپنے پیار کو مقتول نہیں دیکھوں گی، تو یہلے مجھے قتل کروئے۔"

شرطیون خجرا تھے میں لیے ہر طرف ھر ولہ کر رہا تھا اور وکھی عورتیں اور ڈرے ہوئے پچے آہ وزاری کر رہے تھے۔ گریہ وزاری اس تدریش دیدی تھی کہ عمر بن سعد دوڑتا ہوا جبکہ اس ملعون نے سید الشہداءؑ کی زرد بین رکھی تھی، مخدرات کے خذلیک آیا اور گریہ وزاری سنی۔ اہل بیتؑ نے فریادیں کیں اور بچوں نے روتے ہوئے کہا: اے ظالم! اولاً علیؑ پر آخر کس قدر ظلم و تشدد کرتے رہو گے؟ اے بے حرج! ہم کس کس مصیبت پر صبر کریں؟

اپنے عمر اگرچہ براشی القلب تھا لیکن مستورات کے گریب وزاری سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے اصحاب سے کہا:

لَا يَدْخُلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ بَيْوَتَ هَوَالِهِ النِّسَاءِ وَلَا تَعْرِضُوا لِهَا الْغَلَامَ

”کوئی شخص بھی ان عورتوں کے گھروں (خیموں) میں داخل نہ ہو کسی کو اجازت نہیں اور کوئی بھی اس نوجوان سے مفترض نہ ہو۔“

جب پاک مستورات نے اس لعنتی کروار سے ذرا بھر ترجم ویکھا تو ایک خواہش اور کردی:

سَكَلَتُهُ النِّسْوَةُ لِيَسْتَرْجِعَ مَا أَخْدَى مِنْهُنَّ لِيَسْتُرُنَّ بِهِ

”جو شکر نے ہمیں سے لوٹا ہے وہ سامان، خصوصاً چادریں واپس کر دے تاکہ ہم اپنا پردہ بنائیں۔“

اپنے سعد نے لشکر کو بلند آواز سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

مَنْ أَخْذَ مِنْ مَتَاعِنِنَ شَيْئًا فَنَبِرَ كَدَّهُ عَلَيْهِنَ

"جس جس شخص نے ان سروہ داروں کا مال، ومتارع لوٹا سے

لیکن افسوس کہ کسی اک نے بھی کوئی اک شے واپس نہ لوٹا۔

وَكَانَ بِالْفُسْطَاطِ وَتَدْعُوتُ النِّسَاءَ وَعَلَى سِنِّ الْجَسَدِ

الحمد لله رب العالمين رب العرش العظيم رب الوجود رب الوجود

الْمُكَفَّرُونَ إِذَا يُخْرَجُونَ مِنَ الْمَسْجِدِ لَا يَسْتَوْنَ إِلَيْهِمْ

اُنے بعد مسعودے خیام پر ایک جماعت و مقرر لیا کہ ان گورنوں اور پجوں کی حفاظت لئی

تاتا کہ کوئی ان سے باہر نہ لٹک پائے نیز کوئی حص ان کو اذیت نہ دے اور ان کے خیام کی حفاظت کرو۔

یہ حکم دے کر ابن سعد چلا گیا۔

خیام حسینی کو آگ لگانا

جب خیام اور الہی خیام کی حفاظت کے لیے ابن سعد نے ایک جماعت مقرر کی تو شر بہت غصب ناک ہوا اور خوبی و سنان سے کہا کہ آخراں بن سعد اداویٰ علیٰ سے اس قسم کا نرم برناو کیوں کرتا ہے حتیٰ کہ اس نے پیار کی سفارش کی اور تمیں اس کے قتل سے باز رہنے کی تاکید کی۔ تم دلوں دیکھتے رہو اور ان زیاد کے سامنے ابن سعد کے خلاف گواہی دینا ہے۔

جب شر کے نظریے کی اطلاع ابن سعد کو لمبی تودہ خوف سے مارا مارا آیا اور کہا: اے لشکر! ہمارا مقصود حسینؑ تھا، اسے قتل کرو یا ہے لیکن عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں، پھر جو انہوں نے دکھ دیکھ لیے، پریشانیاں دیکھ لیں اور مصیبتوں پر تخلی کیا۔ اب اس پر تم راضی نہیں ہو اور میرے اس حکم پر خوش نہیں ہو تو جاؤ میں یہ حکم واپس لیتا ہوں جو قلم کر سکتے ہو کرو مگر میری شکایت نہ کرنا۔ پس شرملوں چند دشمنوں کے ساتھ خیام کے پاس آیا اور حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو خیام سے نکال دو۔

سید بن طاوس دریبو甫 میں فرماتے ہیں:

قُمْ أَخْرَجَ النِّسَاءَ مِنَ الْخَيْبَةِ وَأَشْتَلُوْ فِيهَا النَّارَ فَخَرَجَنْ حَوَاسِرُ ، مَلْبَاتٌ حَافِيَاتٌ
بَا كَيَّاٌتٍ يَمْشِيَنَ سَبَائِيَاٌ فِي أَسْرِ النَّذَّالَةِ

”راوی کہتا ہے کہ تمام عورتوں اور بچوں کو خیام سے باہر نکالا گیا۔ پھر خیام کو آگ لگا دی گئی۔ مخدرات عصمت نے جب یہ حالت دیکھی تو سر برہنہ اور منگ پاؤں روٹے اور آہ و فریاد کرتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ اس وقت ان بے دینوں نے انہیں قیدی بٹایا اور ذلت و خواری سے لے گئے۔“

مرحوم قزوینی رقم طراز ہیں: راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ تمام مخدرات باہر دوڑیں حتیٰ کہ بچوں کو پاہر ہندہ گرم ریت پر آرام شد آتا تھا، کبھی دائیں بھاگے اور کبھی بائیں بھاگتے تھے اور ہر بچہ یا محمد، یا علیٰ کا ورد کر رہا تھا۔ لیکن میں نے ایک جعلہ معظمه خالوں کو دیکھا کہ آگ لگے خیسے میں تھی، کبھی باہر جاتی اور کبھی خیسہ کے اندر جاتی۔ بہت مخترب اور پریشان تھی۔ میں نے سوچا کہ کوئی چیز خیسہ میں ہے۔ میں نے پوچھا کہ خیسہ سے دور کیوں نہیں جاتی؟ اس معظمه بی بی نے فرمایا کہ اس آگ لگے ہوئے خیسے میں میرا بیار بھیجا ہے۔



گلیا، ہویر نسل

شب شام غریبان کے ہولناک واقعات

اس رات بہت ہولناک واقعات ہوئے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دو بچوں کی شہادت

صاحبہ کتاب ہذا کا بیان ہے: خیام حرم میں آگ لگنے اور کوفی و شامی بھیڑیوں اور کتوں کے وحشانہ حملوں کے بعد خدرات عصمت اور نیچے، ان خونخوار درندوں سے حفاظ رہنے کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ پھر آگ کے بجھ جانے اور ان بے غیر کتوں کے چلے جانے کے بعد اسی حاط میں پھر اہل بیت اور مستورات، چھوٹے بچے دوبارہ جمع ہو گئے اور مل کر حلقہ بنایا۔

بھرال صاحب میں ہے کہ گیارہویں کی پُر در درات جناب نسب کبریٰ نے نبھہ سے فرمایا: میرے بھائی کے بچوں کو ایک ایک کر کے اکٹھا کریں لیکن پتا چلا کہ دو بچے نہیں ہیں۔ دکھی دل سے گریز زاری کی اور اپنے آپ سے کہا: مجھے تو بھائی کی وصیت ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھنا، آج پہلے دن ہی وصیت پر عمل نہ ہو سکا۔ تعجب ہے نسب کی غربت پر۔ آج صحیح ہب بھائی نے دواع کیا تو اہم وصیت تیہوں کی حفاظت کی تھی۔ پھر اپنی بہن اُم کلثوم سے فرمایا: آج ہم سب صاحب میں گرتے رہے، میں نہیں جانتی کہ یہ دو بچے کہاں گئے ہیں؟ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے ہیں؟

پھر دونوں بھین کر بلا کے صحراء میں بچوں کو ٹلاش کرنے کے لیے لکھیں۔ ہر طرف بچوں کو ٹلاش کیا تھی کہ ایک میلے کے قریب پہنچیں جس پر گھاس اُگی ہوئی تھی تو ایک چھوٹے سے پودے کے بیچے ان دونوں تیہوں کو دیکھا کہ ایک دمرے کی گزدن میں بانیں ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک دمرے کے منہ پر منہ رکھا ہوا ہے اور اس قدر یہ شہزادروتے رہے ہیں کہ خاک کر بلاؤ آنسوؤں سے گلی ہو چکی ہے۔

جناب نسب نے بہن اُم کلثوم کو بلایا کہ بچے مل گئے ہیں، دونوں بھینیں ان کے سرپا نے بیٹھی روئی رہیں، پھر جناب نسب نے فرمایا: بہن! اب رونے کا فائدہ نہیں اٹھوایک کشم اٹھاؤ اور ایک کوشہ اٹھائی ہوں، لیکن آہستہ آہستہ اٹھایا کہیں نہیں سے بیدار نہ ہو جائیں کیوں کہ جو کے اور پیاس سے ہیں لیکن جوں ہی ان کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ دونوں شہید ہو چکے ہیں۔

خدا نے حضرت مولیٰ نبی کے پلے یہ روضہ خوانی کی تھی: يَامُوسْلِي صَغِيرُهُمْ يُمِيتُهُ الْعَطَشُ وَكَبِيرُهُمْ جِلَدُهُ
منکش

گویا یہی چھوٹے بچے ہوں گے جو تنگی سے فوت ہو گئے۔

امام حسینؑ کی انگلیاں کا شا

مرحوم صدر قزوینی نے اس کافر کا مفصل حال تین کتابوں بخار، متفق طریقی اور تاج الملوك سے لفظ کیا ہے جو ہم یہاں
محض ایمان کرتے ہیں:

ایک جازی شخص کہتا ہے: ایک دن میں مدینہ کے کوچہ میں سے گزر رہا تھا کہ جناب جابر بن عبد اللہ الصاری سے
ملاقات ہو گئی جن کے ہاتھ کو نظر کی کمزوری کی وجہ سے غلام نے پکڑا ہوا تھا لیکن جابر بہت روتے جا رہے تھے۔ میں آگے بڑھا
اور رونے کی وجہ پوچھی۔

جابر نے کہا: ابھی قبر رسول امیر پر زیارت سے آ رہا ہوں، راستے میں اس غلام نے کہا: ایک شخص کی بیت دیکھ کر مجھ
میں لرزہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے غلام سے پوچھا کہ یہ شخص کس صورت کا ہے؟
غلام نے کہا: یہ شخص ایک گدا ہے جس کا چہرہ تارکوں کی طرح سیاہ ہے، بالوں کو گویا آگ لگی ہوئی ہے، آنکھیں سرخ
اور پھٹی ہوئی ہیں اور ہاتھ خشک شدہ ہیں۔

میں نے غلام سے کہا کہ جاؤ اس شخص کو بلا کر لاؤ۔ غلام گیا اور اس شخص کو بلا لایا۔ جب بازار سے ٹکل گئے تو تھائی میں
اس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اور اس قدر بد صورت کیوں ہو گیا ہے؟
اس شخص نے کہا: اے جابر! میں تمہیں پہچانتا ہوں کہ پاک رسولؐ کے صحابہ خاص میں سے ہو اور تم بھی مجھے پہچانتے
ہو کہ میں بریہ بن والیں ہوں جو امام حسینؑ کے قائلہ کا سار بان تھا۔ ابھی یہ کلام اس کے منڈی تھی کہ بہت رویا۔ جابر نے بھی
جب امام حسینؑ کا نام سنات تو بہت روئے۔

پھر اس بد بخت شخص نے کہا: کربلا کے سفر میں خاصی آل عہبہ مجھ پر محشر بانی کرتے رہتے تھے۔ ایک منزل پر
تجزید و ضم کے لیے شلوار اور قمیص کو اوپر کیا تو میری نظر سہری ازار بند پر پڑی جو باشہا ایران نے اپنی بیٹی جناب شہر بانو کو بطور
ہدیہ دیا تھا اور اس ازار بند میں جواہر پرے ہوئے تھے اور بہت قیمتی تھا۔ میرے دل میں یہ ازار بند لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔
حضرت امام عالی مقام سے مانگنے کا ارادہ کرتا لیکن حضرتؐ کی بیت مانع ہو جاتی۔ انتظار میں تھا کہ امامؐ کے ازار بند کو چوری

کرلوں لیکن چوری کرنے کا موقع بھی نہ ملا اور قافلہ کربلا میں پہنچ گیا۔

شب عاشور جب امام نے تمام صحابیوں، غلاموں اور ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنے وطن پہنچ جانے کی ہر ایک کو اجازت دے دی۔ مجھے بھی فرمایا اور مخدودت بھی کی کہ میرے حالات تبدیل ہو گئے ہیں، معاف کرنا جس قدر میرا کرایہ بتا تھا اس سے زیادہ اور انعام کے ساتھ دیا اور وطن کو چلنے کی اجازت بھی دے دی۔ مگر اس قدر تاکید کی کہ آج رات اس سر زمین سے نکل جا، کیونکہ میرا اور میرے جوانوں کا قبرستان یہاں ہی ہے اور اگر اس صحرائے کربلا میں رہو گے تو تمہارے اوپر بہت مشکل ہو گا۔

میں آگے بڑھا اور آپ کے دونوں ہاتھوں پر بوسہ دیا اور اپنا کرایہ اور انعام وصول کیا۔ آقا زادوں سے خدا حافظی کی، اونٹوں کو آگے لگایا اور روشنہ ہو گیا۔ راستے میں ازار بند کا خیال آیا کہ ازار بند حاصل نہ کرسکا۔ بہت پریشان ہوا اور بہت ہی تکلیف ہوئی کہ ازار بند حاصل نہ ہو سکا۔ بالآخر مصمم ارادہ کیا کہ جس طرح ممکن ہوا ہر صورت ازار بند لوں گا۔ لہذا کربلا کے شرقی سمت کی طرف سے ایک تھانی جگہ تھی اس میں اتر گیا، اونٹوں کو جو اگاہ کی طرف پیچھے دیا، بالآخر دسویں کا دن غروب ہوا البته عصر کے وقت بہت بیک ہوا تاریک ہو گئی، خت آدمی چلی، ولولہ آیا، سورج کی گلی سیاہ ہو گئی تھی، نمرے بلند ہو رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ اس کائنات میں کوئی عظیم حادثہ ہو گیا ہے کہ زمین میں زلزلہ ہے، آسمان سے خون برس رہا ہے، اپنے آپ پر کنشروں نہ کرسکا لہذا اٹھا اور اونٹوں کو ایک دوسرے کے ساتھ پاندھ دیا اور خود نیزوئی میں آیا۔ دیکھا کہ ابن سعد کا لشکر واپس جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: اہل کوفہ نے امام کو شہید کر دیا ہے اور اہل بیت کو قیدی بنالیا ہے۔

میں اپنے مقصد کے حصول کی خاطر قتل گاہ کی طرف گیا۔ میری نظر گلڑے گلوے ہوئے جس میں پر پڑی کے بغیر عسل و کفن کے خاک پر پڑے ہیں۔ ان متفویں کے درمیان گردش کی کہ میری نظر گلڑے گلوے ہوئے نازمیں جسد حسین پر پڑی کہ خاک پر پڑے ہیں اور دمین لباس بھی لوٹ کر لے گئے۔ اس تاریکی شب کے باوجود ان کے بدنبال مبارک سے نور چک رہا تھا جو چاند کے نور پر غالب تھا۔ میں نے وہ شلوار جلاش کی جس میں ازار بند کو کھو لئے میں مشغول ہو گیا، اچانک دیکھا کہ امام نے دایاں ہاتھ پاندھ کیا اور ازار بند پر رکھ دیا۔ میں ڈر گیا اور اپنی جگہ سے اٹھا اور حیران ہوا کہ اگر زندہ ہیں تو پھر سر کیوں نہیں؟ اور اگر زندہ نہیں تو ہاتھ کو کس طرح حرکت دیتے ہیں، ایک لحظہ سوچا اور پھر شفاوت میرے اوپر غالب ہو گئی اور قریب آیا، ہاتھ ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ہاتھ نہ ہٹاسکا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت اسی دائیں ہاتھ سے مجھے اس قدر

شدید مارا کہ میری پڑیوں کے جوڑ اور اعضاء کے جوڑ نئے محسوس ہوئے۔ لیکن میں نے بہت بے شرمی کی اور حضرت کے سینے پر پھر رکھا اور پوری طاقت سے ہاتھ کو جائے خود ایک انگلی کو ازار بند سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن نہ بٹا سکا۔ پس میرے پاس ایک چاقو تھا، اسے نکالا اور کھولا اور چاقو سے امام کے ہاتھ کی پانچ الگیاں کاٹ دیں۔

البیتہ فتح التوانغ میں لکھا ہے: تکوار سے حضرت کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے تھے۔ وہ خالم خود کہتا ہے: میں نے آسمان سے خوفاں صدائیں اور گرج سنی کہ زمین کاپنے لگی، میں نے اب ازار بند کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا کہ اپنے پیچے سے گریہ وزاری کی بہت دکھی آواز سنی جس سے میرا جسم کاپنے لگا۔ آسمانی بجلی چمکی گویا آسمان سے کوئی تارہ ٹوٹ کر گرا ہوا اور مجھے لگا ہو۔ پس اپنے آپ کو اسی قتل گاہ میں گردایا۔ اچانک دیکھا کہ پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہراء اور حسن مجتبی صلووات اللہ علیہم اجمعین اور دیگر بزرگان جن کو میں نہ جانتا تھا آئے ہیں اور امام کے اروگر دلخلاقہ بنا کر ماتم کرنا شروع کر دیا:

فَنَادَى رَسُولُ اللَّهِ يَا سَبِطَ أَحْمَدٍ يَعْرُفُ عَلَيْنَا أَنْ يُرَاكَ مُرْضَضًا

”پیغمبر خدا نے بلند آواز سے فرمایا: اے فرزند دفتر احمد! ہم پر یہ بہت گرائی ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی لاش کو پاال کیا گیا ہے۔“

قُمْ مَدَّ رَسُولُ اللَّهِ يَدَكَ إِلَى نَحْوِ الْكُوْفَةِ

پھر پاک رسول نے اپنا ہاتھ کوفہ کی طرف بڑھایا اور امام کے سر کو کوفہ سے لائے اور بدن سے بحق کر دیا۔“

اور امام اٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے پہلے پیغمبر اکرم پر، پھر امیر المؤمنین پر، پھر قاطمة الزہراء پر اور پھر امام مجتبی پر سلام کیا۔

پیغمبر نے فرمایا: اے میرے دل کی خندک! تجھے اس حال میں کیسے دیکھوں تمہارا جسم کیونکہ اس طرح لکڑے لکڑے اور سوراخ سوراخ ہوا ہے۔ تمہارے جسم کی بڈیاں کس طرح پھر پھر ہو گئی ہیں؟ عرض کیا: اے میرے نانا!

وَمِنْ سَبَابِكَ الْخَيْلِيِّ سَكَنِيَّ وَهَشَّتَ عِظَامِي

”گھوڑوں کے سموں (ٹاپوں) نے مجھے ایسے پیس دیا کہ تمام جسم کی بڈیاں پھر پھر ہو گئی ہیں۔“

پیغمبر خدا بلند آواز سے روئے اور واحسیننا وَا ولدَاه کے بین کرتے رہے۔ پھر حضرت امیر المؤمنین آگے بڑھے اور فرمایا: حسین! امیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ڈاڑھی خون آلود ہے اور چہرہ محروم ہے، تمہیں گوسفند کی طرح ذرع کیا گیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عرض کی: ہاں بایا! اشہر ملعون نے میرا سر پس گردن کاٹا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین نے بہت زیادہ رو لینے کے بعد فرمایا: اے کاش! میں زندہ ہوتا اور اپنی جان تمہارے اوپر قربان کرتا۔ پھر جناب فاطمہ زہراء اپنے شہید بیٹے کے قریب آئیں اور فرمایا: اے میرے نور ایتم حسین! ہو جو خاک پر پڑے ہو، ابھی تک تمہیں دفن ہی نہیں کیا گیا اور تمہاری قبر ہماری قور سے دور کرو گئی۔

فَقَالَتِ الْأَقِيَّةُ اللَّهُ فِي يَوْمِ حَشْرَنَا وَأَشْكُوا إِلَيْهِ مَا الْأَقِيَّ وَمِنَ الْبَلَاءِ ثُمَّ مَرَّتْ فَرَقَتْهَا بِدَاهِهِ

”پس فرمایا: روز قیامت خدا سے جب ملاقات کروں گی تو جو مصیتیں مجھ پر اور میری اولاد پر آئیں

سب کے لیے شکایت کروں گی، پھر اپنے فرزند حسین کے خون سے اپنے سر کے بال خضاب کیئے۔“

منتخب طریقی میں ہے کہ سید الشہداء نے ان کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: اے جد بزرگوار اخدا کی قسم اہما رے جو اولوں کو قتل کیا، ان کے لباس اور اموال کو لوٹ لیا گیا۔ اسی طرح کچھ لمحات جناب سید الشہداء اپنے بزرگوں سے باقیں کرتے رہے اور اپنا حال بتاتے رہے۔ اس وقت جناب زہراء نے رسول پاک کے حضور میں عرض کیا:

یا رسولُ اللَّهِ! آپ کی امت نے میرے فرزند پر یہ مصیتیں نازل کی ہیں؟ اے بایا! مجھے اجازت دو کہ میں اپنے بیٹے

کے خون سے اپنے سر کے بالوں کو خضاب کروں۔

پیغمبر اکرم نے فرمایا: اے قاطرہ! اپنے بالوں کو خضاب کرو۔ میں بھی اپنی ریش کو خون حسین سے خضاب کرتا ہوں۔

پس پیغمبر اکرم، مولا علی، جناب فاطمہ اور حسن جنتی صلوات اللہ علیہم اجمعین نے خون سید الشہداء سے خضاب کیا۔ پھر رسول اللہ کی نظر امام حسین کے ہاتھوں پر پڑی تو فرمایا: اے میرے نور نظر!

مَنْ قَطَعَ يَدَكَ الْيَمْنِيَ وَثَنَى بِالْيُسْرَىِ

”تمہارے ہاتھوں پر کس ظالم نے قلم کیا ہے؟“

امام نے عرض کیا: میرا ایک سارہ بان تھا، ازار کے لامچ میں اس نے میرے ہاتھوں پر ظلم کیا ہے۔ ابھی جب آپ تشریف لائے ہیں اس ملعون نے اسی وقت یہ کام کیا ہے۔ جب آپ کی آواز سن تو اس نے اپنے آپ کو مقتولین میں چھپا دیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول خدا اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے پاس آئے اور فرمایا: اے بے مرود! میرے بیٹے نے تیرا کیا اقصان کیا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ کو ہے جریئل اور ملائکہ چوتے تھے، تو نے شہید کر دیا۔ کیا پہلے زخم اور ضریب کم تھیں کہ تم نے بھی ضریب لگائیں۔ سَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَكَ يَا جَمَالٍ“ اے جمال! تیرا چہرہ سیاہ ہو۔ اب تو کبھی دنیا و آخرت میں اچھائی نہ دیکھے گا۔“ اور خدا تجھے دونوں ہاتھوں سے محروم کر دے گا اور بروز محشر قاتلین کے گروہ میں مشور ہو گا۔

چونکہ رسول خدا نے میرے لیے یہ دعا کی تو اسی وقت میرے ہاتھ مغل ہو گئے، چہرہ سیاہ ہو گیا اور میری یہ حالت بن گئی۔

بعض مقالیں اس واقعہ کے مذکور ہیں اور حکایت سار بان کے بنیادی طور پر انکاری ہیں لیکن بندہ حقیر کی نظر میں کوئی بعد نہیں اور کسی منطق اور بُرہان کے منافی نہیں اور پھر ما ثور اور مروی بھی ہے۔

سر مطہر کا کوفہ پہنچنا

ارباب مقالیں میں اختلاف ہے کہ سر مطہر کو کون کوفہ لے گیا اور کون ابین زیاد کے پاس لے گیا۔ بعض نے لکھا ہے: سر مطہر لے جانے والا شر ملعون تھا۔ بعض نے لکھا ہے: خولی بن یزید ملعون سر کو کربلا سے کوفہ لانے والا تھا۔ صاحب کتاب ہذا کا بیان ہے: امام کا سر مقدس عصر عاشورہ تن سے جدا ہو گیا اور جدا کرنے والا شر تھا۔ اسی وقت کوفہ سے کربلا منتقل ہوا اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ سر کو کوفہ لے جانے والا کون تھا۔ اس میں دو قول اور چند روایات ہیں:

(۱) قول مشہور: ارباب مقالیں کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ عمر بن سعد نے خولی بن یزید اسکی پلید کو سر مقدس امام دیا اور کہا: اسے فوری طور پر امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ صاحب ارشاد، لہوف، روضۃ الشہداء، نفس الہموم و شتنی الالام کا سیکھی نظریہ ہے۔

صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

وَسَرَحَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ وَهُوَ يَوْمُ عَاشُورَةِ أَبِرَّ أَسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مَعَ خُولَى بْنَ يَزِيدَ الْأَصْبَحِيِّ وَحَمِيدَ بْنَ مُسْلِمَ الْأَنْدَلِيِّ إِلَى عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ مُرِيَادِ وَأَمْرَ
بِرْؤُسِ الْبَاقِينِ مِنْ أَصْحَابِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ فَقُطِعَتْ وَكَانُوا إِثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ رَأَسًا
سَرَحَ بِهَا مَعَ شَمْرَ بْنَ ذِي الْجَوْشَنِ وَقَيْسَ بْنَ الْأَشْعَثِ وَعَمْرُو بْنَ الْحَجَاجِ فَاقْتُلُوا
حَتَّىٰ قَدِيمُوا بِهَا عَلَىٰ ابْنِ مُرِيَادِ

”یعنی عمر بن سعد اسی دن روز عاشورہ امام کے سر مقدس کو خولی، حمید بن مسلم کے همراہ عبید اللہ بن زیاد کو بحق دیا اور باقی اصحاب اور بنی ہاشم کے سر کا نئے کا حکم دیا۔ سر کاٹے گئے تو وہ بہتر تھے۔ ان بہتر سروں کو شمر نے قیس بن اشعث اور عمرو بن جاج کی سر پرستی میں عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا اور انہوں نے یہ سر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیئے۔“

◇ لہوف میں روایت سید: عمر بن سعد نے روز عاشورہ امام کے مقدس سر کو خولی اور حمید بن سلم کے ہمراہ عبد اللہ بن زیاد کو بیججا اور باقی شہداء کے سر کاٹ کر شمر، قیس بن الحفث اور عمر بن حجاج کے ساتھ کوفہ بیجھے۔

◇ روایت صاحب روضۃ الشہداء: عمر بن سعد نے سروں کو قبائل میں تقسیم کیا۔ باکیں سر بنی ہوازن کو دیئے، چودہ سر بنی تمیم کو جن کا سردار حسین بن نمير تھا، تیرہ سر بنی کنده کو جن کا امیر قیس بن الحفث تھا، تھجھ سر بنی اسد کو دیئے جن کا سردار ہلال بن اعور تھا، پانچ سر بنی ازو دیئے۔ بارہ سر بنی ثقیف کے حوالے کیے اور ان سب کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور امام کے سر کو ان سے پہلے خولی کے ذریعے کوفہ بیجھ دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ خولی سر مقدس کو کوفہ لا دیا، اس کا گھر کوفہ سے ایک منزل پہلے تھا، الہدا رات گھر میں رہا۔ اسی کی بیوی انصار میں سے تھی اور اہل بیٹھ کی محبہ تھی۔ خولی نے اپنی بیوی کے ذرستے امام کے سر کو تصور میں رکھ دیا اور پڑھکنا دے دیا اور خود سو گیا۔ عورت نے پوچھا کہ چند دن سے کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے کہا: ایک شخص نے یہی سے بغاوت کی تھی، اس سے بہنگ کرنے گیا تھا۔ عورت نے اور کچھ نہ پوچھا اور اسے کھانا دیا اور وہ کھانا کھا کر سو گیا۔ اس مومنہ عورت کی عادت تھی کہ نماز شب پڑھتی تھی۔ اس رات نماز شب کے لیے اٹھی تو اس طرف آئی جہاں تصور تھا تو گھر کو روشن دیکھا گیا لاکھوں شیعین اور چراغ کی روشنی ہے۔ جب غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ روشنی تو تصور سے باہر آ رہی ہے۔ بہت تعجب کیا اور کہا: سبحان اللہ انہ میں نے تصور کو روشن کیا اور نہ کسی اور سے کہا تو پھر یہ روشنی کہاں سے آ گئی؟

اسی حیرت کی حالت میں دیکھا کہ تصور سے نکلنے والا نور آسمان کی طرف جا رہا ہے تو اس کے تعجب میں مزید اضطراف ہوا۔ اچاک اس نے چار خواتین دیکھیں جو آسمان سے آتی ہیں اور تصور کی طرف گئیں۔ ان میں سے ایک تصور کے سر پر گئی اور اس سر کو باہر نکال کر بوسہ دیا اور اپنے بیٹے پر رکھا اور گریہ کیا اور یہ میں کیا۔ اے ماں کے شہید بیٹے! اے ماں کے مظلوم بیٹے! اخدا بروز قیامت تجھے قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو گا عرشِ الہی کا پایہ نہیں چھوڑوں گی۔

دوسری خواتین بھی اس خاتون کے ساتھ ساتھ بہت گریہ کرتی رہیں۔ سب نے سر کو بوسہ دیا اور پھر سر کو تصور میں رکھ کر شاپب ہو گئیں۔ خولی کی یہ انصاری بیوی اٹھی اور تصور سے سر کو اٹھایا اور غور سے دیکھا تو پیچاں گئی کیونکہ یہ حسین ہیں۔ امام حسین کو اس مومنہ نے کئی بار دیکھا ہوا تھا۔ اس نے میں کیا اور بے ہوش ہو گئی۔ اس نے بے ہوشی میں دیکھا کہ ہاتھِ غیبی کی آواز آ رہی ہے: اٹھوائے عورت تجھے تیرے شوہر کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہو گا۔

عورت نے ہاتھ سے پوچھا کہ یہ چار خواتین جو سر مقدس پر روتی رہیں کون تھیں؟ جواب ملا کہ جو بی بی سر کو میں نے پر رکھتی تھیں اور سب سے زیادہ رو رہی تھیں اور امام کو روتی تھیں وہ قاطئہ زہراء سلام اللہ علیہا تھیں اور دوسری عورت جناب خدیجہ

الکبریٰ تھیں، تیری عورت حضرت مریم مادر حضرت عیسیٰ تھیں۔ چوتھی عورت جناب آسمہ زین فرعون تھیں۔ پس یہ انصاری عورت ہوش میں آئی تو کسی کو شدیکھا، تنور سے سر کو کالا، بوسہ دیا، مشک و غیر، کستوری اور گلاب کے عرق سے اسے اچھی طرح دھویا، کافور لگایا، بالوں میں لگنگی کی اور پاک مقام پر رکھا اور خوبی کو بیدار کر کے کہا: اے ملعون! اے پست و بدجنت ایس کا سر ہے کہ جو تو گھر لاایا ہے اور تنور میں رکھ دیا ہے؟ یہ تو فرزند رسول کا سر ہے! اٹھ اور سن کہ آسمان وزمین تک گریہ زاری ہو رہی ہے اور ملائکہ کے گروہ آرہے ہیں اور اس سر مقدس کی زیارت کر کے جا رہے ہیں۔ وہ گریہ وزاری اور ماتم کر رہے ہیں اور تمہر پر لعنت کر رہے ہیں۔ میں اس دنیا میں اور آخرت میں تمہرے بے زار ہوں۔ پس سر پر چادر کی اور گھر سے بھیشہ کے لیے باہر چل گئی۔

خوبی نے کہا: اے عورت کہاں جا رہی ہو؟ پھوپھوں کو کیوں بیتم کر رہی ہو؟

مولودہ نے کہا: اے لعین تو نے فرزند ان مصطفیٰ کو بیتم کیا تو تمہے کوئی خوف نہ آیا لیکن اپنے بھوپل کی بیتی کا بڑا احیاس ہے۔ پس وہ عورت چل گئی اور پھر کسی نے اسے نہیں دیکھا۔

کلامِ حدیث قمی و مشی الامال: عمر بن سعد نے شہادت امامت کے بعد سب سے پہلے کام یہ کیا کہ امام علیہ السلام کے سر کو بذریعہ خوبی اور حمید بن مسلم کو فہریجہ اور خوبی بہت جلدی سفر کر کے کوئی پکنچ گیا لیکن چونکہ رات ہو گئی تھی اور رات کو ابن زیاد کی ملاقات ناممکن تھی اس لیے رات کو سر سمیت اپنے گھر چلا گیا۔

طبری اور ابن نما کی روایت ہے کہ زوجہ خوبی نوار کا کہتا ہے: یہ ملعون سر کو گھر لاایا اور پڑے تفار (یا توکرے) کے نیچے رکھ دیا اور مسٹر پر آرام کرنے لگا۔ میں نے پوچھا: کیا جبراۓ ہو؟ اس نے کہا: ایک دینار لایا ہوں اور سر حسین لایا ہوں۔

میں نے کہا: ہائے قم پر افسوس کہ لوگ گھروں میں سونا چاندی لاتے ہیں اور تو بدجنت فرزند رسول کا سر لاایا ہے۔ خدا کی قسم اب تیرا اور میرا ایک سر ہانے پر اکٹھا نہ ہو گا۔ میں نے یہ کہا اور اٹھ کر اس توکرے کے پاس گئی۔ میں نے دیکھا کہ نور عبودی کی طرح زمین سے آسمان کی طرف جا رہی ہے۔ پھر سفید پرندے دیکھے جو اس سر کے ارد گرد طیار کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور یہ ملعون سر مطہر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

قول غیر مشہور: اور یہ رائے صاحب قبر مذاب و اقدی کی ہے وہ رقم طراز ہے: امام حسین کا سر کر بلاء کے کوڈ لانے والا شر تھا اور جب شر فرزند رسول کے سر کو اپنے گھر لایا تو چونکہ کافی دیر ہو گئی تھی اور رات کو ابن زیاد سے مانا مشکل خالہ بذا گھر میں مٹی پر سر رکھا اور اپر ایک تفار یا توکرہ رکھ دیا اور خود سو گیا۔ شر کی بیوی رات کو اٹھی اور دیکھا کہ اس توکرے سے آسمان کی

طرف نور کی لہر اٹھ رہی ہے۔ وہ اس کے قریب آئی تو روئے والوں کے روئے کی آوازیں سنیں اور شر کے پاس آئی اور کہا: اے شخص! میں نے یہ یہ کیفیت دیکھی ہے، تا اس قمار کے نیچے کیا ہے؟ شر نے کہا: یہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ اب اس کے سر کو یزید کے پاس بیٹھیوں گا تاکہ وہ مجھے کثیر انعام عطا کرے۔

عورت نے پوچھا کہ اس خارجی کا نام کیا تھا کہ جس سے نور کا ظہور ہو رہا ہے اور وہ پریڈہ سر گفتگو کرتا ہے۔

شر نے کہا: اس کا نام حسین بن علی ہے۔

عورت کی ایک جیخ نکلی اور وہ زمین پر گرگئی اور غش کر گئی۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگی: اے شر مجھی! کیا خوف خدا تمہیں لاحق نہ ہوا کہ فرزند پیغمبرؐ کو قتل کر دیا اور ان کے سر کو اتنی ذلت اور توہین سے قمار کے نیچے رکھ دیا ہے۔ پس وہ ضیفہ گریہ زاری کرنے لگی اور سر کے قریب آ کر سر کو اٹھایا، سینے سے لگایا، بو سے دیے، اپنی جھولی میں رکھا اور گھر کی تمام عورتوں کو بلا کر بتایا کہ آؤ اس غریب مظلوم حسین پر مل کر گریہ کریں۔ اگر ان کی ماں زندہ ہوتی تو ان کے سر پر گریہ کر رہی ہوتی۔ تمام عورتیں آئیں اور یاتم کیا۔ آخر شب جب اس ضیفہ کی آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ اس کا گھر و سبق ہو چکا ہے اور ملاںکہ سفید پرندوں کی شکل میں اڑ رہے ہیں۔ پھر وہ معظمه خواتین آئیں، ایک جناب فاطمہ زہراءؓ اور دوسری جناب مریمؑ مادر حضرت عیسیٰؑ تھیں۔ انہوں نے خون آلو دسر کو اٹھایا اور زار و قطار و ناشروع کیا۔ پھر دیکھا کہ کئی شخص خون کے آنسو بہاتے ہوئے آئے، ان کے درمیان نبی اکرمؐ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے تھے، انہوں نے سر کو اٹھایا اور بوسہ دیا۔ پھر ایک دوسرے کو سر دیتے گئے اور زار و قطار گریہ کیا۔ جناب فاطمہ زہراءؓ اور جناب خدیجۃ الکبریؓ میرے پاس آئیں اور فرمایا: تم جو ہم سے چاہتی ہو، ہم تمہیں عطا کریں گے۔ جو حاجت ہے مانگو، ہم دیں گے: فَإِنَّ اللَّهَ عِنْدَنَا مِنْهُ - کیونکہ ہماری گروں پر حق ہے کہ ہمارے بیٹے کے سر کا انتظام کیا۔ اگر چاہتی ہو کہ جنت میں ہمارے ساتھ رہے تو ابھی اٹھو اور اپنے کام کو مکمل کرو اور ہم تک پہنچو۔

شر کی اس مونہہ بیوی کی خواب سے آنکھ کھلی اور دیکھا کہ ابھی سر مقدس ان کے زانو پر ہے تو پھر گریہ زاری شروع کر دی اور پہلے سے زیادہ آزر دہ ہوئی۔

شر نے دیکھا کہ بیوی کو قرار ہے نہ آرام تو وہ آیا اور بیوی سے سر لیتا چاہا لیکن بیوی نے سردینے سے الگا کر دیا اور

کہا:

طَلَقْتُنِي فَلَأَنَّكَ يَهُودِي أَيْ وَلَدَ الزَّنَنِ

”اے خالم! مجھے طلاق دے تجھے جیسے یہودی اور حرام زادے شوہر کے ساتھ میں زندگی نہیں گزارا۔“

سکت۔

شر نے اُسے طلاق دی اور کہا: سر مجھے دے اور میرے گھر سے چلی جا۔

عورت نے کہا: میں تیرے گھر کو چھوڑ رہی ہوں لیکن تجھے سر نہ دوں گی۔ شر نے جس قدر اصرار کیا اور اذیت دی۔ عورت نے سر نہ دیا حتیٰ کہ شر نے اس عورت کو لا توں اور تازیاں توں سے اس قدر مارا کہ وہ شہید ہو گئی اور جناب فاطمۃ الزہراء سے ملخت ہو گئی۔

شہداء کے سر کاٹنے کا حکم

گیارہوں کی پُغم اور اندوہ گیس رات گزرنے کے بعد گیارہ حرم کی صبح جب ابن سعد بنند سے آنحضرتؐ کے چند کام کیے اور بوقت عصر کوفہ کی طرف روانگی کی۔

الف: شہداء کے سر جدا کیے گئے اور قبائل میں سروں کو تقسیم کیا گیا جس کی تفصیل آئے گی۔
ب: اپنی بخش لاشوں کو دفن کرنا۔

ج: شہداء کے لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر پاہل کرنا۔

سروں کو کاٹنے کی تفصیل سید بن طاووس نے لہوں میں یوں لکھی ہے:

عمر بن سعد نے شر کو قیس بن اععث اور عمرو بن جاجج کے ساتھ سروں کو کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچانے کا حکم دیا تو قبائل کے سرواروں نے شور چالایا کہ ہمیں اس خدمت کا موقع دیا جائے تاکہ ہم بھی ابن زیاد کے دربار میں قرب حاصل کر سکیں اور آبرمند بن جائیں۔

ابن سعد نے ان طاعین کی درخواست قبول کی اور شہداء کے سروں کو ان قبائل میں تقسیم کر دیا۔ یہ سر برقرار یا اٹھتر تھے۔

تیرہ سر قبیلہ کنڈہ کے پردویے گئے جن کا سردار قیس بن اععث تھا۔ بارہ سر قبیلہ ہوازن کو دیے گئے جن کا سردار شر بن ذی الجوش ملعون تھا۔ سترہ سر بنی تمیم کو دیے گئے اور دوسرے قبائل کو تیرہ، تیرہ سر دیے۔ ان تمام قبائل نے سروں کو نیزوں پر بلند کیا اور کوفہ کی طرف چلے گئے۔

ب: شرح دفن احساد: مرحوم قزوینی ریاض القدس میں فرماتے ہیں: ابن سعد نے حکم دیا کہ مقتولین کو جمع کیا اور ان پر نماز پڑھی گئی اور پھر ان کو دفن کر دیا گیا۔ کشہر مقائل میں ہے کہ قبیلہ بنی ریاح کے کچھ لوگ ابن سعد کے پاس آئے اور المتس کی کثیر ہمارے قبیلہ سے تھا، اجازت دی جائے کہ اسے دفن کر دیں۔ ابن سعد نے اجازت دے دی اور خر دفن ہو گئے۔

رج: پامی شہداء: صدقہ فرمی لکھتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا: ابن سعد نے شہداء آپی محمدؐ کو دفن نہ کیا اس کی وجہ کیا تھی؟ تو حضرتؐ نے فرمایا: دو وجہیں تھیں:

① یہ لاشے صحرائیں پڑے رہیں تاکہ درندے ان کو نوجیں اور ان کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

② اس لیے دفن نہ کیا کہ وہ کہتے تھے کہ یہ خارجی اور بد دین ہیں جس طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت زنب عالیہ سلام اللہ علیہ نے جناب فضہ کو عمر بن سعد کے پاس پیغام دے کر بھجا کہ ہم اس پر خوش نہیں کہم اپنے لاشوں کو دفن کرتے ہو اور ہمارے شہیدوں کو خاک پر پڑا رہنے دیا۔ ہمیں اجازت دے تاکہ ہم ہورتیں اپنے شہداء کو دفن کر دیں۔

عمر سعد نے جواب دیا کہ دفن کا حکم ہمارے مقتولین کے لیے ہے لیکن تمہارے شہداء کے لیے حکم آیا ہے کہ ان کی لاشوں پر گھوڑا دوڑا کر لاشوں کو پامال کیا جائے۔



بَارِهُوَيْرِ فَصْلٍ

کاروانِ اہل بیتؑ کی کربلا سے کوفہ کی طرف روانگی

جب گیارہویں کا دن دوپھر کو پہنچا تو ابن سعد نے حکم دیا کہ لشکرِ زمین کربلا کو چھوڑ دے اور کوفہ کی طرف حرکت کرے۔ لشکر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس نے دوسرا حکم جاری کیا: اہل بیتؑ کے قیدیوں کو سوار کرو اور ان کی نگرانی کروتا کہ ان سے کوئی قیدی گم نہ ہو جائے۔

کاروانِ اہل بیتؑ میں مردوں سے صرف امام سجاد علیہ السلام، زید و عمر فرزند امام حسنؑ اور امام باقر علیہ السلام تھے۔ خدا معلوم کس طرح مخدراتِ عصمت کو بغیر پالان اور محل کے اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ان ظالموں نے نیزوں اور تازیوں سے بچوں اور عورتوں کو بے پالان اونٹوں پر سوار کیا۔

مرحوم سید ابو ہوف میں لکھتے ہیں: اہل بیتؑ باشرافت کو اونٹوں پر سوار کیا گیا اور وہ اونٹ ایسے تھے جن کی پشت پر نہ محلہ سامبان صرف چھوٹی گدیاں تھیں، ان اونٹوں میں ان کے چہروں پر کوئی پردہ نہ تھا حالانکہ یہ سب پیغمبرِ خدا کی امانتیں تھیں۔ ان کو ترک و روم کے قیدیوں کی طرح سخت ترین سلوک سے لے جایا جا رہا تھا۔

ان قیدیوں میں امام سجاد علیہ السلام بھی تھے جو اس قدر بیماری کی وجہ سے لاغر اور کمزور تھے کہ سب ان کی زندگی سے ناامید تھے۔ اس بے غیرت قوم نے اس حالت کے باوجود ان کے ہاتھ میں گردن باندھے ہوئے تھے اور زیارتِ ناجیہ کے جملے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں میں لشکر یاں ڈالی گئیں اور اونٹ پر بٹھا کر دونوں پاؤں کو اونٹ کے پیٹ کے نیچے سے آپس میں باندھ دیا گیا۔

جب قیدیوں کو ابن سعد کے حکم سے جرا اور قہرا اونٹوں پر سوار کر دیا گیا تو انہیں لشکر کے ساتھ کربلا سے روانہ کیا گیا اور حالت یہ تھی کہ آگے آگے علم تھے، ان کے پیچے شہداء کے سر نیزوں پر سوار تھے۔ ان کے پیچے کاروانِ اہل بیتؑ کے قیدی تھے۔ طبل اور فقارے نج رہے تھے، لشکر کی ”ہا ہو“ اور شوروں اس قدر زیادہ تھا کہ کوئی بات سنائی نہ دیتی تھی۔ اکثر اونٹوں پر عورتوں کی جھولیوں میں دوسالہ، تین سالہ بچے تھے جو سب سے سب سر برہنہ اور ننگے پاؤں پر بیشان حال، بالوں میں خاک اور آنسو پہارہے تھے۔ ان بچوں کو جوں ہی کوئی بہانہ ملتا وہ اپنے غریب، باپ کی جدائی، بھائی اور بچا سے فراق پر بہت روتے

تھے اور شقی القلب فوجی نیزوں کی آئندوں اور تازیاں توں سے انھیں خاموش کرتے تھے۔

قیدیوں کا عبور مقتل ہے

کوفہ کی طرف روانگی کے وقت کاروانی اہل بیتؑ کو مقتل سے گزارا اور اس بات پر تمام مقابل کا اتفاق ہے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ یہ اہل بیتؑ کی خواہش پر مقتل سے گزارا گیا یا ظالموں نے اہل بیتؑ کو زیادہ دکھی اور پریشان کرنے کے لیے مقتل سے گزارا گیا۔ اکثر کتب کی عبارتوں سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ظالموں نے اہل بیتؑ کو زیادہ دکھ، اذیت اور تکیندینے کے لیے مقتل سے گزارا۔

لیکن صاحب تمام نے تصریح کی کہ مقتل سے گزارنا اہل بیتؑ کی خواہش تھی کیوں کہ اہل بیتؑ نے کہا تھا:

بِحَقِ اللَّهِ إِلَّا مَرَأَتْمُ نَبِيًّا عَلَى مَصْرِعِ الْحُسَيْنِ

”خدا کی قسم! ہمیں مقتل حسینؑ سے گزارنا۔“

ان کے علاوہ صاحب ثہی الامال بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ اہل بیتؑ کی اپنی خواہش پر انھیں مقتل سے گزارا گیا۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں: جب ان ملائیں نے خیموں کو آگ لگا دی اور شعلے بلند ہوئے تو فرزدان پیغمبرؐ کر منگھے پاؤں اور سر برہنہ خیموں سے دوڑ کر نکلے اور لکھروالوں کو قسم دی کہ ہمیں مقتل حسینؑ سے گزارنا۔ پھر مقتل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ان دکھی اور غریب مستورات کی نگاہ میں بے سر شہداء کے خاک و خون میں غلطان لاشوں پر نظر پڑی تو تمام شروع ہو گیا۔ سروچہرہ پر تمام کیا گیا اور نوح وزاری کی گئی۔

روایات کے مطابق تمام اہل بیتؑ سے امام سجاد علیہ السلام کی حالت بہت نازک ہو گئی جیسے ابھی روح پرداز کرنے والی ہے۔ امام زین العابدینؑ خود فرماتے ہیں: جب میری یہ حالت میری پھوپھی نیب سلام اللہ علیہ نے دیکھی تو فرمایا: یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔ اے میرے نانا! بابا اور بھائیوں کی یادگار! اپنی جان سے کھیل رہے ہو، اپنے آپ کو سنبھالو۔

میں نے کہا: میں کس طرح جزع فرع نہ کروں اور یہ حالت نہ ہو جب کہ اپنی آنکھوں سے اپنے بابا، بھائیوں، بچاؤں، چچا زادوں اور النصار کو خاک و خون میں لٹ پٹ زمین پر برہنہ دیکھ رہا ہوں، ان کے لباس لوٹ لیے گئے، نعلیں اور ٹماٹے اٹھار لیے گئے، بغیر کفن اور دفن کے پڑے ہیں اور کوئی بھی ان کے پاس نہیں گویا یہ دلکش کے خاندان سے ہیں۔ چھوپھی نے فرمایا: جو کچھ دیکھا ہے اس پر جزع فرع نہ کرو۔ خدا کی قسم! یہ عهد و پیمان تھا جو آپؑ کے ننانے آپؑ کے

دادا علیٰ، باب صَلَیْنُ اور پچھا حسَنٌ سے لیا تھا اور خدا نے اسی امت کے ایک گروہ سے عهد لیا جو آسمانوں پر مشہور ہیں کہ جدا شدہ اعضائے شہداء کو جمع کریں گے اور فن کر دیں گے اور اپنی خاک آلواد بدان اور خاک آلو جسموں سے محبت کریں گے۔ اس سرز میں میں آپ کے بابا کی قبر کی خاص نشانی رکھیں گے جس کا اڑ بھی پرانا اور مٹنے والا نہ ہو گا اور شب و روز اس قبر کے نشان کو نہ مٹا سکیں گے۔

اور اکثریت گمراہ ان رہبرانِ کفر والوں اور نشاناتِ کومنا نے کی پوری کوشش کریں گے لیکن بجائے مٹنے کے روز یہ روز یہ مقدس نشانات کر بلہ واضح اور آشکار ہوتے جائیں گے۔

میں نے پوچھا: پھوپھی امام ایسے کون سا عہد تھا اور کون ہی حدیث ہے؟ پھوپھی نے فرمایا: ہاں مجھے ام ایکن نے بتایا ہے کہ رسول پاک ایک دن جناب زہراء کے گھر تشریف فرماتھے۔ حسین شریفین بھی موجود تھے۔ رسول پاک اور حسین نے خود اور بالائی تقاول فرمائی۔ پھر رسول پاک نے اپنے ہاتھ دھوئے جبکہ مولا علیٰ پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت نے پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور علیٰ وقارتھے، حسن و حسین کی طرف سرور و نشاط کی نظر کی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور ہاتھ اور پر اٹھا کر دعا کی۔ پھر روتے رو تے سجدہ کیا اور (حالتِ سجدہ میں بھی) بلند آواز سے رورہے تھے اور آنسو مسلسل جاری تھے۔

پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور چل پڑے حالانکہ آنسو کا قطرہ قطرہ گر رہا تھا گویا پارش برنسے کی حالت تھی۔ جناب رسول گرامی کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علیٰ، حضرت فاطمہ اور حسین شریفین بہت غمگین ہوئے اور میں بھی بہت متاثر ہوئی اور دکھی ہوئی لیکن ہم میں سے کسی نے بھی غم کی وجہ نہ پوچھی اور سبب گریہ کا سوال نہ کیا۔ پھر یہ حضرت رسول گرامی کا رونا اتنی دیر تک جاری رہا کہ حضرت علیٰ اور فاطمہ الزہراء کو پوچھنا پڑا کہ رونے کی وجہ کیا ہے؟

یا رسول اللہ! کس چیز نے آپ کو اس قدر رُلایا ہے کہ ہمارے دل زخمی اور دکھی ہو رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: برادر جان! تمہاری وجہ سے بہت خوش اور شادمان تھا اور اس قدر مسرور تھا کہ آج تک اتنی خوشی بھی نہیں ہوئی۔ تھیجے دیکھا اور خدا کا آپ جسمی نعمت دیئے پر شکر یہ ادا کیا اور حمد کی۔ اسی وقت جب تین ماذل ہوئے اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تمہارے دل کی حالت کو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ تمہاری خوشی حضرت علیٰ، حضرت فاطمہ اور حسین شریفین کے واسطے سے ہے۔ میں اپنی نعمت کو آپ پر کامل کیا اور عطا یہ خاص کی عنایت کی اور انھیں ان کی ذریعت، ان کے محبوں اور شیعوں کو بہشت میں آپ کا ہمسایہ بنادیا ہے۔ آپ اور ان کے درمیان جدائی نہ ہوگی۔ وہ بغیر کسی منت سماجت کے عطا سے فائدہ حاصل کریں گے جس طرح آپ فائدہ لیتے ہیں اور ان پر بھی عطا ہوگی جس طرح آپ پر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ

آپ اور وہ راضی اور خوش ہو جائیں گے بلکہ حق تعالیٰ ان کی اور آپ کی رضایت سے بھی زیادہ عنایت کرے گا۔ اور یہ عنایت اور لطف ان کثیر امتحانات اور ابتلات کے بدالے ہو گی جو دنیا میں آپ اور ان پر آئیں گے اور وہ مصائب اور دکھ جو آپ کی امت کی طرف سے آپ کو اور ان کو پہنچیں گے۔ وہ لوگ اپنے آپ کو امت رسول میں سمجھتے ہوں گے جب کہ خداوند آپ سے بہت دور ہوں گے اور اس امت کے گروہ کی طرف سے کبھی ضربہ شدید ناقابل برداشت لگے گی اور کبھی وہ آپ کا اور ان کا قتل و کشش بھی کر دیں گے۔ تیری ذریت کی قتل گاہیں مختلف اور پراگنہ ہوں گی اور ان کی قبریں ایک دوسرے سے بہت دور ہوں گی۔ جس اپنے لیے اور ان کے لیے خیر کی تلاش کرو، اور اللہ کی قضاؤقدار پر راضی ہو۔

پس میں نے اللہ کی حمد کی اور اللہ کے ہر فیصلہ پر رضامندی کو اختیار کیا۔ پھر جرج محل نے مجھے کہا: اے محمد مصطفیٰ! آپ کے بھائی آپ کے بعد ملکوب اور دلخوب ہو جائیں گے اور آپ کے دشمنوں سے رنج و غم دیکھیں گے۔ آپ کے بعد تحقق سے بدترین اور شریٰ ترین شخص آپ کے بھائی علیؑ کو قتل کر دے گا، ان کے قاتل کی مثال ناذہ صالح کے پاؤں کا نئے والے کی طرح ہے۔

آپ کے بھائی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک شہر کی طرف ہجرت کریں گے کہ وہ شہر شیعوں کا محل نشوونما ہو گا۔ اس شہر میں اہل بیت پر بہت مصیبیں آئیں گی اور یہ کہ آپ کے سبط امام حسینؑ ایک جماعت اور بیٹوں اور اہل بیت کے سیست فرات کے کنارے کر بلا کی زمین میں قتل کر دیا جائے گا۔ کر بلا کو کر بلا اس لیے کہا جائتا ہے کہ حزن اور دکھ جو دشمنوں سے آپ کے فرزندوں کو دیے جائیں گے ان کا شمار کرنا ناممکن ہے اور جس میں اس قسم کے غم اور دھوکوں کی کثرت ہو گی۔ یہ زمین کر بلا روئے زمین پر پا کیزہ ترین اماکن میں ہے اور تمام زمین کے حصوں سے زیادہ فضیلت کھٹ ہے۔ اس زمین میں آپ (حسینؑ) اور ان کے عزیز اور ساختی شہید کیے جائیں گے۔ کر بلا بہشت کی زمینوں میں سے ایک ہے جب وہ دن آئے گا جس دن آپ کا سبط اور ان کے ساختی شہید ہوں گے اور لشکر ان کا احاطہ کیے ہوئے ہو گا تو آپ کے غصب اور آپ کے فرزندوں کے غصب کی وجہ سے زمین کو لرزہ ہو گا، پہاڑوں میں بھی جنبش پیدا ہو گی۔ دریا کی موجیں مخالط ہوں گی اور ہر چیز خدا سے اجازت چاہے گی کہ آپ کے اس مظلوم اور غریب سبط کی مدد کرے اور خدا وی کرے گا کہ میں قادر ہوں، کوئی شخص ان پر غالب نہیں آ سکتا اور نہ ان کو شکست دے سکتا ہے۔

اور اپنے اولیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں سے انتقام لینے پر بھی قادر ہوں۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جس نے میرے نمایندوں کو چھوڑ دیا اور توہین کی، ان کو قتل کیا، عہد توڑا اور اہل بیت پر ظلم کیا تو ان کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی پر یہ عذاب نہ ہوا ہو گا۔ ان ظالموں پر تمام سماوی اور ارضی موجودات جنچ اٹھیں گے اور جنہوں نے عترت پر ظلم کیا اور توہین کی وہ

ان پر لعنت کریں گے۔ جب آپؐ کے فرزندوں اور اہل بیتؐ کی قبروں کی طرف روانگی ہوگی تو خدا خود ان کی روح قبض کرے گا اور ساتویں آسمان سے فرشتوں کو بھیج گا جن کے پاس:

- ◇ زمردار یا وقت کے ایسے طوف ہوں گے جو آب حیات سے پہنچوں گے۔
- ◇ بہتی لباسوں سے کئی لباس ہوں گے۔
- ◇ جنت کے عطروں میں سے ایک عطر ہوگا۔

پس فرشتے ان کرپلا والوں کو اس آب حیات سے غسل دیں گے اور بہتی لباس پہنا گئیں گے اور جنتی عطر لگائیں گے اور گروہ درگروہ ہو کر ان پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔

نمازِ جنازہ کے بعد آپؐ کی امت کے ایک گروہ کو جن کو کفار نہ جانتے ہوں گے اور نہ وہ خون شہداء میں کردار و گفتار قصد کسی خاطر سے شامل ہوں گے، بیجے گا جوان شہداء کے جسموں کو فتن کریں گے اور سید الشهداءؑ کی قبر کا بہت بڑا نشان بنا گئیں گے تاکہ اہل حق کے لیے یہ نشان حق موجود ہے اور اہل ایمان کے لیے سچائی کا سبب بنے۔ نیز ہر شب و روز ہر مرد آسمان سے ایک لاکھ فرشتے اس قبر کا طواف کرنے کے لیے آتے رہیں گے اور حضرتؐ پر صلوٹ پڑھتے اور تسبیح کرتے رہیں گے اور جناب امام حسینؑ کے زائرین کی بخشش کے لیے دعا کریں گے اور یہ فرشتے ان تمام زائرین کے نام بخوبی و لذیث اور سکوت کے لکھیں گے جو خلوص سے زیارت کے لیے آئیں گے اور ان زائرین کے ماتھے پر نور عرشِ الہی سے یہ عبارت لکھی جائے گی۔ “یہ شخص سید الشهداءؑ کی قبر کا زوار اور افضل الانبیاءؐ کے بیٹے کی قبر کا زوار ہے۔”

روزِ قیامت اس کے ماتھے پر نورِ الہی کی روشنائی سے لکھی گئی عبارت سے نور ساطع ہو گا کہ جس سے آنکھیں شرم اجاں گی اور اسی نور سے یہ زائرین بچانے جائیں گے۔

گویا اے محمدؐ آپؐ میرے اور میکا نئیل کے درمیان ہوں گے اور علیؐ ہمارے آگے ہوں گے اور ساتھ فرشتے اس قدر زیادہ ہوں گے کہ ان کی تعداد بے شمار ہوگی۔ اس نور کے صدقے جوان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوگا، ان کو تمام خلق سے جدا کر لیں گے اور وہ اس دن ہوں گے وہ سخت سے نجات پالیں گے۔

اور یہ حکم خدا ہے ان لوگوں کے بارے جنہوں نے آپؐ کی قبریا آپؐ کے بھائی کی قبریا آپؐ کے دو سبطوں (حسن و حسینؑ) کی قبروں کی زیارت کی ہو گئی اور خلوصِ ول سے قربۃ الـلہ زیارت کی ہوگی۔ البتہ امت کے کچھ لوگ جو لعنت اور غضبِ الہی کے متحقق ہوں گے وہ بھی آئیں گے اور ان قبروں کے نشانات کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن خدا نے تعالیٰ قادر ہے، وہ ایسے نشانات کبھی مٹانی نہیں سکیں گے۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا: اس جریئتؐ کی خبر نے مجھے بہت زلایا اور

اندوہناک کر دیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ابن ملجم نے بابا کو ضرب لگائی اور حضرت کا وقت موت قریب آیا تو میں نے عرض کیا: بابا جان! ام ایمن نے مجھے اس طرح کی حدیث سنائی تھی۔ مجھے یہ پسند ہے کہ وہی حدیث آپ سے سنوں تو بابا نے فرمایا: اے بیٹی! حدیث اسی طرح ہے جس طرح ام ایمن نے آپ کو سنائی ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کے گھر کی پیشیاں اس شہر کو فہ میں اسیر ہو کر آئیں گی اور انہیں ذلت آمیز طریقے سے لایا جائے گا۔ آپ کو ہر لحظے سے خوف رہے گا کہ ظالم مرد ہم پر غلام کریں گے۔ اس وقت صبر کرنا، خدا کی قسم اروئے زمین پر آپ کے علاوہ اور آپ کے محبوب اور شیعوں کے علاوہ کوئی ولی خدا نہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی تو فرمایا: اس روز جب الہلی بیت پر غلام ہو گا، ابلیس خوشی سے پرواز کرے گا اور اپنے تمام شاگردوں اور دوستوں کو اکٹھا کر کے کہے گا:

اے جماعت! شیطانی و ابلیسی! میں نے اپنا بدلہ اولاد آدم سے لے لیا ہے اور ان کی موت سے اپنی انتہائی آرزو کو پکش گیا ہوں اور جو لوگ الہلی بیت پیغمبر کے محبت اور پیرو ہوں تو کوشش کرو کہ لوگوں میں ان پیروکاروں کو مخلوک کر دو اور لوگوں کو ان کی دشمنی پر برآجیختہ کرو تاکہ اس طریقے سے لوگوں کی گمراہی اور ان کا کفر مسلم اور محقق ہو جائے اور ان کو نجات دینے والا بھی کوئی نہ آسکے۔

ابلیس اگرچہ بہت دھوکا باز اور جھوٹا ہے لیکن یہ بات اس نے اپنے شیطان بھائیوں کو حق بتائی ہے۔ اگر کوئی شخص الہلی بیت سے دشمنی رکھے تو اس کا کوئی عمل صالح اُس کے لیے نافذ نہیں ہے اور اگر الہلی بیت سے کسی شخص کو محبت ہو تو کوئی گناہ سوائے گناہ ان کی بھرپوری کے اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔

اس حدیث کو سننے سے جناب سجاد نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آپ کی حالت بہتر ہو گئی۔ اس تمام کارروائی سے جب مقتل سے گزرے تو جناب زینب سلام اللہ علیہا نے وکی آواز اور دلی غم و اندوہ سے رورو کر ہمیں بن کر تھیں:

وَأَحْمَدَهُ أَصْلَى عَلَيْهِ عَلَيْكَ مَلِيكَ السَّمَاءِ هَذَا حُسَيْنٌ مُرْمَلٌ بِالْإِيمَانِ مَقْطَعُ الْاعْضَاءِ
وَبِنَائُكَ سُبَيْلَا وَإِلَى اللَّهِ الْمُشْتَكِي وَإِلَى مُحَمَّدِ الْمُصْطَفَى.....الخ

”وَاحْمَدَهُ! نَانَا آپ پر آسمانوں کے فرشتے صلوٽ پڑھتے ہیں جبکہ یہ آپ کا حسین خون میں لٹ پت ہے، اعضا کے ہوئے ہیں اور آپ کی پیشیاں قیدی ہیں، اللہ ہمارا تیرے پاس ٹکوہ ہے، یہ حسین جو خاک و خون میں غلطان ہے، جسم گرداؤ دو ہے، اسے اولاد نے قتل کیا ہے۔ اے اصحاب

محمد ایہ مصطفیٰ کی ذریت ہے جو قیدی ہیں۔

اس قسم کے ذکر یہیں اس طرح کیے کہ دوستِ دشمن ان کی غربت پر روپڑے۔ جناب سکینہ بایا کے گلزارے بدن پر گر پڑیں اور اس قدر نالہ و فریاد کی کہ جس کی توصیف ممکن ہی نہیں۔

محدث قمی لکھتے ہیں: جناب سکینہ خاتون نے بایا کے جسم کو آغوش میں لیا اور جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ اس سے مجھ پر اسکی حالت طاری ہو گئی گویا میں بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو میں نے سناؤ میرے بایا فرمائے تھے:

شیعَتی مَا إِن شَرَبْتُم مَاءَ عَذْبٍ فَإِذْ كُرُونی

أَو سَعْتُم بَغَرِيبٍ أَو شَهِيدًا فَإِنَّدِيُونی

”اے میرے شیعو! جب مختدا پانی پینا تو میری بیاس کو یاد کرنا اور اگر کسی غریب یا شہید کی مظلومیت دیکھو تو مجھ پر غلبہ کرو اور گریہ کرو، جس قدر کر سکتے ہو۔“



تیرہویں فصل

وْنِ شَهَادَةَ كَرْبَلَا

صاحب ارشاد قم طراز ہیں کہ جب ابن سعد کا لٹکر کر بلا سے کوفہ روانہ ہو گیا تو قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ جو غاضریہ میں آباد تھے، آئے اور امام پاک اور دیگر تمام شہداء پر نماز جنازہ پڑھی اور کلی کلی بکھرے زہراء کے پھولوں کو دفن کیا اور امام کو اس مقام پر جہاں آج قبر مطہر ہے وُن کیا اور حضرت علی اکبر علیہ السلام کو حضرت کے پائیتی کی طرف وُن کیا اور دیگر شہداء کو حضرت امام کی پائیتی کی طرف وُن گز کے فاصلہ پر ایک مشترک قبر میں وُن کیا۔

حضرت عباس علیہ السلام کو جہاں وہ شہید ہوئے، وہاں وُن کیا۔ یہ بنی اسد شہداء کی مدفین کے بعد تمام عرب کے قبائل پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے امام حسین اور ان کے اصحاب اور ساتھیوں کی نماز پڑھ کر انہیں وُن کیا۔

حضرت امام سجاد کا مدفین شہداء میں آتا اور بنی اسد کی رحمتی کرنا

علامہ مجتبی نے بخار میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب میرے جد احمد رضیٰ کر بلہ پورا دھونے تو جناب محمد حنفیہ اور تمام بنی ہاشم کو ایک خط لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلَى إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّهِ وَمَنْ قَبْلَهُ

من بنی هاشم

أَمَّا بَعْدُ! فَكَانَ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ وَكَانَ الْآخِرَةُ لَمْ تَرُدْ وَالسَّلَامُ

”یعنی دنیا قافی ہے اور آخرت ہمیشہ کے لیے ہے۔“

خط لکھنے اور مدینہ ارسال کرنے کے بعد اس زمین کے مالکوں کو بلا یا جواہل غاضریہ تھے اور چار فرجخ ضرب (x) چار فرجخ (چار فرجخ مرلح یا ۴۲ کلو میٹر مرلح) زمین سماں ہر اڑوار میں خریدی اور اس کو وقف کیا اور ان وقف کا مستولی انہی بنی اسد کے مالکوں کو اس شرط پر بنایا کہ آج سے وہ دن بعد وہ بیہاں آئیں گے اور تمام شہداء کے ابدان مطہرہ کو دفن کریں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ جو شیعہ ذور و نزدیک سے قبر مطہر کی زیارت کو آئیں تو ان کا استقبال کریں، ان کو تمیں دن اپنا مہمان نگہدا رکھیں اور ان کو اقامت میسر کریں۔

اللہ غاضریہ کے اسدی لوگوں نے یہ شرطیں قبول کیں اور رقم آپس میں تقسیم کی اور حضرت سے رخصت ہوئے۔ دن دن کے بعد جب لشکر ابن سعد امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر کے، سرجدا کرنے اور لباس لوٹنے کے بعد کوفہ چلا گیا تو شہداء کی لاشیں دھوپ میں پڑی تھیں۔

میں اسد کی عورتوں نے دیکھا کہ ہمارے مردو شہداء کے دفن کرنے سے خوف کھار ہے ہیں تو اپنے شوہروں کو روکر کہا: اے بے مرد! مردو! کیا تم نے فرزندِ رسولؐ کی شرط قبول نہیں کی تھی کہ اجسادِ طاہرہ اور ابدانِ مطہرہ کو دفن کریں گے؟ اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مقتل کی طرف نہیں جاتے اور خاموش ہو۔ کیا خوفِ خدام میں نہیں ہے اور پیغمبر اکرمؐ سے شرم نہیں آتی؟ کیا قیامت کے دن پر تمہارا بیقین نہیں ہے؟

میں اسد کے مردوں نے کہا: ہمیں وہ شرط بھی یاد ہے اور خوفِ خدا بھی لاحق ہے اور قیامت پر بیقین بھی ہے لیکن این زیاد سفاک و ظالم کے ظلم سے ڈرتے ہیں۔ اگر اسے علم ہو گیا کہ ہم نے شہداء کو دفن کیا ہے تو ہمیں قتل کر دے گا۔ عورتوں نے مردوں سے کہا کہ اگر تمہیں جانوں کا خطرہ ہے تو تمیک ہے ہمیں خطرہ نہیں بلکہ اگر خطرہ ہے بھی تو اپنی جانیں میں ہاشم کی عورتوں پر فدیہ کے طور پر قربان کر دیں گی۔

إِنَّا نَذَّهَبُ إِلَى دُفْنِ أَجْسَادِ الشَّهِيدَاءِ أَنْفَسْنَا لَهُمُ الْقَدَاءُ وَاللَّهُ يُعْطِي الْجَزَاءَ
”ہم مقتل میں جاتی ہیں اور اجسادِ مطہرہ کو دفن کرتی ہیں، اس کا اجر ہمیں خدادے گا۔“

پھر عورتوں نے روتا شروع کیا، نالہ و زاری کی، مائیں بیٹھیں اپنے اپنے خیسے سے بیٹھے اور گنگ اور قبر کو دنے کے دیگر آلاتِ اخلاق لائیں اور جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ پس میں اسد کے جانوں نے اپنی عورتوں کی محیت اور بہت دیکھی تو خود کم رہست باندھی اور بیٹھے، گنگ وغیرہ عورتوں سے لے کر خود کر بلا میں پہنچے۔ ان کی عورتیں ان کے پیچے سر و چہرہ پر ماتم کرتی اور روتوی ہوئی آئیں اور کر بلا میں قتل گاہ تک ماتم کرتی رہیں۔

میں اسد کے لوگ قتل گاہ میں حیران اور سرگردان کھڑے تھے اور اجسادِ ابدانِ مطہرہ کو دیکھ رہے تھے کہ گلڑے گلوٹے بکھرے پڑے ہیں۔ سب موسم بہار کے بادولیں کی طرح آنسو بہانے لگے کیونکہ لاشوں کی الگی حالت ہو چکی تھی کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آقا کون ہے اور غلام کون؟ باپ کون ہے اور بیٹا کون؟ وہ پریشان کھڑے تھے کہ ایک ثاقب پوش سوار وہاں پہنچ گیا اور میں اسد کے لوگوں سے پوچھا کہ کیوں حیران و پریشان کھڑے ہو؟

میں اسد کے لوگوں نے آئے کا مقصد بتایا اور عرض کیا: ہم تو کسی کو پہنچانے نہیں کس طرح دفن کریں؟ اس سوار نے کہا: آناً أَعْرِفُهُمْ وَأُغْرِي فُكُمْ أَيَّاهُمْ وَاحِدًا وَاحِدًا ”میں ان سب کو جانتا ہوں اور تمہیں سب کا ایک

ایک کر کے تعارف کرانا ہوں۔“

پھر اس وجود مقدس نے بھی اسد کے گروہ کی نصرت کی اور ان کی رہنمائی میں شہداء کی تجویز و تدفین میں مشغول ہو گئے۔ ایک ایک شہید کے پاس آتے اور اس وجود مقدس سے ان کا نام پوچھتے اور پھر دفن کر دیتے۔

مرحوم مفید ارشاد میں لکھتے ہیں:

وَخَفَرُ لِلشَّهَدَاءِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَاصْحَابِ الْذِيَّنَ صُرِّغُوا حَوْلَهُ ، مَا يَلِي رِجْلَى
الْحُسَيْنِ وَجَمِيعُهُمْ وَكَفُوْهُمْ جَوِيعًا

”یعنی تمام شہداء جواہلی بیٹھ سے تھے، جو امام حسینؑ کے ارد گرد پڑے تھے، ان کے لیے ایک گڑھا کھودا اور تمام کو اس گڑھے میں جمع کیا اور نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔“

پھر جلاشی کے دوران میں ایک ایسے بدن کو دیکھا جو گلزارے ہو چکا تھا، سر ساتھ نہ تھا اور زخم قابل شمارہ تھے تو وجود مقدس

امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کس شہید کا بدن مبارک ہے؟

جوں ہی امام سجاد علیہ السلام کی نظر ذہنی بدن پر پڑی تو روکر اس بدن پر گر پڑے اور بلند آواز سے گریہ کیا: بھی اسد کے مردوں نے بھی گریہ کیا اور پورا گھنٹہ امام اس مظلوم بدن پر آنسو بہاتے اور ماتم کرتے رہے۔ نیز سر میں خاک ملائی، پھر فرمایا:

اے بھی اسد! یہ میرے مظلوم بابا حسینؑ کا بدن مبارک ہے۔ امام نے نماز پڑھائی اور خود اس مبارک بدن کو دفن کیا،
یعنی اس قبر میں جو خود رسول اللہ نے تیار کی تھی، دفن کر دیا اور بڑی حضرت اور دکھ سے قبر پر مٹی ڈالی اور اس قدر آنسو بہائے کہ
یہ خاک گلی کاراہنگی اور پھر کا پتی انجلی سے قبر پر لکھا:

هَذَا قَبْرُ حُسَيْنَ بْنِ عَلَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ

اور اپنے بیان کی وصیت کے مطابق کہ جو آخري وداع کے موقع پر امام حسین علیہ السلام نے کی تھی یعنی اپنے بھائی علی اکبرؑ کو میرے قریب ترین دفن کرنا۔ جناب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے مبارک بدن کو ان کے بیان کے پاسکی کی طرف دفن کر دیا۔

سید الشہداءؑ اور دیگر شہداء کی تدفین کے بعد بھی اسد نے رخصت لی تو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

اے دوستو! آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے اور اپنے احسان کو ختم کر رہے ہو حالانکہ کام ابھی مکمل نہیں ہوئے
کیونکہ ایک شہید باقی ہے جو ان شہداء سے دور جا کر شہید ہوئے ہیں اور وہ سلطان کربلا کے وفادار بھائی حضرت عباس علیہ دار

پیں۔ پس نبی اسد کے لوگ امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ نہر علقدہ کے قریب آئے، لاش کی حالت دیکھی تو سب زار و قادر گریہ کرتے رہے اور ماقم برپا رہا۔ پھر بیہاں قبر کھودی گئی اور حضرت عباس علماڑ کے بدن مطہر کو، کئے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ عبا میں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔



پوچھویں فصل

کوفہ میں اہل بیتؑ کا ورود

گیارہ محروم کی ظہر کے بعد ابن سعد نے کربلا سے کوفہ جانے کا حکم جاری کیا اور تمام لٹکر مع اہل بیتؑ کے قیدیوں کے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوفہ کے نزدیک پہنچ کر ابن زیاد کو اطلاع دی گئی کہ لٹکر قبضہ کامیابی سے کربلا سے آ رہا ہے اور تمام شہداء کے سر اور اہل بیتؑ کے تمام باقی افراد کو قیدی کر کے لارہے ہیں، لہذا ب امیر کے حکم کی انتظار ہے کہ کوفہ میں کس وقت، کس دروازے اور کس حالت اور کس شان میں داخل ہونا ہے؟

جب ابن زیاد کے پاس یہ پیغام پہنچا تو بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ خوشی کے طبل بجائے چائیں، لٹکر کے سرداروں اور سالاروں کو دربار میں دعوت دی جائے اور شہر میں منادی ندا کرے کہ کوئی شخص جنگی آلات لے کر گھر سے باہر نہ نکلے، پس ہر گھنی، کوچہ پر نکھلہاؤں اور سیکورٹی کے افراد کی ڈیوبیٹیاں لگ گئیں تاکہ شہر میں اسی امان قائم رہے اور کوئی شور و شراب نہ ہو۔ پھر خوبی بن یزید اصغریٰ کو بلایا اور حکم دیا کہ امام حسینؑ کے سر مطہر کو قیدیوں کے استقبال کے لیے ابن سعد کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس سر کو ایک لمبے نیزے پر بلند کرے اور تمام سروں کو قیدیوں کے آگے آگے لایا جائے۔ چنانچہ ابن زیاد کے حکم کے مطابق مسلح فوجی تواریخ سے نکالے ہوئے ہر چوک اور موڑ پر تعینات کیے گئے۔ لوگ تماشاد کیکھنے کے لیے گھروں سے باہر نکلے اور شہر کو فوریاً کی موجودی کی طرح جھوم سے جھوم رہا تھا۔

جاسوسوں نے سلطان کربلا کی شہادت کی خبر پورے شہر میں پھیلا دی تھی کہ گھروں میں بیٹھی عورتوں تک خوبی کی گئی کہ امامؑ کو شہید کر دیا گیا اور ان کے اہل بیتؑ کو قیدی بننا کرا ب شہر کو فہ میں لارہے ہیں۔

اچانک کوفہ کے مردوں زن، جیرو جوان، شریف اور بے پرواںوں کی چینیں لکل گئیں اور ہر طرف سے واحسینہ وا امام عاصہ کی فریادیں اور میں بلند ہوئے اور زمان میں شور و غل پیدا ہوا۔ حکومت کے کرایہ داروں اور پولیس کے جوانوں نے رب جہانے اور ہر شورش صدرا کو خاموش کرنے کے لیے طبل اور نقارے بجانے شروع کر دیے اور طبل اور نقارے کی آوازیں شہر کے ہر کوئی سے بلند ہوئیں۔

اسی اشتمائیں شہر کے دروازہ سے خوبی پہنچ گیا جبکہ اس کے بہت لمبے نیزے پر امام حسینؑ کا سر سوار تھا اور وہ سرچاند کی

طرح نیزے پر نور افتابی کر رہا تھا۔ جب سپاہیوں اور دیگر لوگوں کی نظر اس سر مطہر پر پڑی تو ہر شخص کے منہ سے اللہ اکبر کی تکبیر بلند ہوئی۔ قیدی مستورات اور بچوں نے ادھر اور دیکھنا شروع کیا کہ لشکر تکبیریں کیوں لگا رہا ہے۔ اچانک ایک لمبے نیزے پر امام حسینؑ کا سر مطہر سوار دیکھا تو چونچھ متور اور بچوں نے بلند آواز سے گریہ شروع کیا اور ماتم کیا۔

ای وقت جب جناب نسب سلام اللہ علیہما کی نظر بھائی کے سر پر پڑی تو بی بی نے روز عاشور کے بعد پہلی وقہہ اس حالت میں سر کو دیکھا تو آپؐ کی ایسی حالت ہو گئی کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ فقط اس قدر لکھنے کی طاقت ہے کہ بی بی پار ترسی نظروں سے بھائی کے سر کو دیکھتی تھی۔ لوگ پہلی کے چاند کی طرف اس سر کی طرف اشارے کر رہے تھے تو بی بی نے دمکی دل سے یہ میں کیے:

برادرم، اور میرے بیال، تو نے روز عاشور غروب کیا اور میری آنکھوں سے اوچل ہو گئے تو میری دنیا اب تاریک ہو چکی ہے۔

آخری یا آخری ای المصائب اشتکی: فِرَاقُكَ أَمْ هَيْتَكِي وَهَارِي وَغُرِيبَتِي،
”اے بھائی! کون سے مصائب کی ٹکایت کروں۔“

آخری لیست هذا النجر کان بمذخری: وَيَالِيَتْ هَذَا السَّهْمُ كَانَ بِمَهْجَتِي
”بھائی کاش! آپؐ کے بجائے میں نہ ہو بجا تی اور تمیرے قلب پر لگتے۔“

آخری بَلَغَ الْمُخْتَارَ طَةَ سَلَامَنَا: وَقُلْ أَمْ كُلُّهُمْ بَكْرٌ وَمَحْنَةٌ
”اے بھائی! میں کی اس حالت زادے اللہ کے رسولؐ کو آگاہ کر دو کہ میری بہتیں مصائب میں
گھر چکی ہیں۔“

آخری بَلَغَ الْكَرَارَ عَنِ تَحْيَيَةٍ: وَقُلْ تَرِينَبْ أَضْجَعْ تَسَاقِ بِذَلِكَةَ
”اے بھائی! میرے سلام میرے پاک بایا علی کو پہنچا دیا اور کہہ دیتا آپؐ کی یہی نسبت اوزلت
و خواری سے کفارہ شہر میں لائے ہیں۔“

ان بیٹوں کے بعد مخدودہ بی بی نے فرطہم میں انہا سر محمل کی چوب پر مارا تو پیشانی رُنگی ہو گئی جس سے خون جاری ہو گیا۔

اہل بیتؐ کے ورود کوفہ کے حالات

جب اولاد رسولؐ و قاطمة الزہراء سلام اللہ علیہما کو روئی آنکھوں خون شدہ دلوں سے کوفہ میں داخل کیا گیا تو تماشا یوں

کے ہجوم کی وجہ سے گزرنے کا راستہ بند ہو گیا، تقریباً نہیں سرفوک نیزہ پر سوار تھے اور چون شہ عورتوں کو اُنہوں پر سوار کیا ہوا تھا اور محمل ایسے تھے کہ پردہ تک نہ تھایا بعض اُنہوں کے محمل ہی نہ تھے۔ ہر مستور کی جھوٹی میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے، جس کے سر اور پاؤں پر ہشہ تھے اور وہ زار و قطار رورہے تھے۔ کوئی زن و مرد، چھوٹے ہڑے سب تماشائی بن کر کھڑے تھے۔ بعض مسکراتے تھے اور بعض رورہے تھے۔

جدیلہ اسدی کی روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں اکٹھا بھری میں کوفہ تھا لشکر این فرید کرپلا سے واپس آیا اور آل احمد کے قیدیوں کو بازار کوفہ سے لایا گیا۔ میں نے ایسی چند عورتوں کو دیکھا کہ گریبان چاک اور سینے پر ماقم کرتے ہوئے اور چھرے پر طماٹپے مارتے ہوئے، اور آنسو بھاتے ہوئے آرہی تھیں۔ میں نے ایک بوڑھے سے ان دل ٹکلتہ قیدیوں کے بارے پوچھا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیغمبرؐ کے فرزند کا سر اقدس فوک نیزہ پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی دوران میں میں نے ایک عورت کو دیکھا جو نرائی چھرے سے ایک ایسے کمزور اُنٹ پر سوار ہے جسی اُنٹ پر نہ پالان تھا اور نہ بی بی کے چھرے پر جاپ تھا۔ میں نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا کہ یہ محظیہ خاتون کون ہے؟

اس نے کہا: یہ ام کلثوم بنت علیؑ بن ابی طالب ہے۔

جناب ام کلثومؓ کے پیچے ایک بیمار کرخینہ جوان کو دیکھا کہ جو ایک کمزور اُنٹ کی کوہاں پر سوار ہے، پر ہشہ سر، پاؤں پیچے سے باندھے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے پنڈلیوں سے خون جاری تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

بلڑھنے نے بتایا یہ علیؑ بن الحسینؑ ہے۔

ان کو دیکھتے ہی مجھے بے ساختہ رونا آگیا اور بولنے کی طاقت ختم ہو گئی لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ کوفہ کی عورتیں مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ کر اس کا رواں کا تماشا کر رہی تھیں اور ان بچوں کو جو مستورات کی جھولیوں میں تھے، کوئاں اور غرما دے رہی تھیں۔

بی بی ام کلثومؓ نے فرمایا:

خَرَجَ عَلَى مَنْ يَكْصِدُنِي عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ
اے کوئی عورتا یہ ہمدردی جو تم کر رہی ہو بے شک ہمارے بچے بھوک سے مر جائیں لیکن صدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے۔

پھر بچوں سے نان اور کھور لے کر پھینک دیتی تھیں۔ جناب ام کلثومؓ کی اس کیفیت سے مردو زن بہت روئے اور بعض لوگوں کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ یہ اولاد پیغمبرؐ ہیں اور وہ سر مقدس فرزند زہراءؑ کا ہے تو ان لوگوں نے گریبان چاک

کیے اور بلند آواز سے یہ بین شروع کر دیے:

وَابْنَتْ نَبِيَّ اللَّهِ وَاحْسَنَاهَا وَاحْسِنَاهَا

ان مستورات میں ایک ایسی بی بی کو دیکھا جس کا سر زگا، بال پر بیشان اور بالوں سے چہرے کا پردہ بنایا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ بھی چہرے پر رکھے ہوئے تھے تاکہ نام مرموں سے اپنی صورت کو چھپا لے۔

میں نے پوچھا کہ یہ مخدود کون ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ جناب سیکنڈ بنت امام حسین ہیں۔

پھر میں نے ایک اونٹ پر تین بچوں کو میٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے چہرے چاند جیسے تھے لیکن سر برہنہ اور پار برہنہ تھے اور بال پر بیشان تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

جھٹے بتایا گیا کہ ایک رقیہ، دوسری صفیہ اور تیسری فاطمہ صغیری ہیں۔

ان بچوں کی پریشان حالت دیکھ کر میں نے اس قدر ماتم کیا اور سر و صورت پر اتنا پیا کہ میری آنکھوں کا نور ختم ہو گیا۔

اسی طرح دیگر مخدرات ایک دوسرے کے پیچھے آئیں اور گزر گئیں حتیٰ کہ میں نے ایک معظمه خاتون کو دیکھا کہ جو آنسو بھاتے ہوئے فرباد کرتی ہیں:

أَمَا يَغْضُونَ أَبْصَارَكُمْ عَنْ حَرَمٍ رَّسُولُ اللَّهِ

”کیا تم حرم رسول خدا کا تماشا دیکھ رہے ہو؟ شرم کرو اور آنکھیں بند کرو۔“

لوگوں کی ہائے کی آواز لکلی اور پوچھا کہ یہ کون معظمه ہے؟

بتایا گیا: هندیہ غریب بنت علی۔ ”یہ علی کی بیٹی نسبت ہیں۔“

میں نے دیکھا کہ اس بی بی نے فرمایا: اے کفو! تمہارے مردوں نے ہمارے مر قتل کر دیے اور اب تمہاری عورتیں

ہم پر رو تی ہیں تو کون کے مردوں نے ہمیں قتل کیا ہے؟

کوفہ کے لوگ بی بی کا کلام سن کر اس قدر روئے کہ شہر میں آہ و فغاں کی صدائیں تھیں، انہوں نے آنکھیں بند کر لیں

اور ہاتھوں کو دانتوں سے کامنے تھے۔

ایک کوفی عورت کا اہل بیت کی حالت دیکھ کر ہتھاڑ ہوئا

مقائل میں لکھا ہے: ایک ضعیفہ عورت تماشائی بن کر آئی تھی اور قیدیوں کو دیکھ رہی تھی اور اپنے مکان کی جھٹت پر میٹھے کر

قیدیوں کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اسی اشنا کچھ محترم اور معظم خواتین کو دیکھا کہ جو بے جا بے محلوں میں اونٹوں پر پیٹھی تھیں، پریشانی اور نالہ و فغان میں مصروف ہیں۔ اس ضعیفہ نے آواز دی:

اے دل ٹکستہ اور پریشان قیدی عورتو! من آئی الْأَسْمَارِيَ أَنْتُنَ "تم کس قبیلہ، ملت اور شہر کے قیدی ہو؟"
ایک محظہ خاتون نے جواب دیا: یہ کیا سوال کر رہی ہو؟

ضعیفہ نے کہا: میں نے اپنی زندگی میں بہت سے قیدی دیکھے ہیں لیکن کوئی قیدی تمہاری طرح کے نہیں دیکھے کہ آفتاب کی گری نے تمہارے چہرے کی چمک کو ماند کر دیا، گرسنگی اور تکنگی کے صدمات تمہیں آئے ہیں، اس کے باوجود تمہارے چہروں سے نور طلوع ہوتا ہے اور تمہارے روحانی شکل و شہادت دیکھتے دیکھتے دل سیر نہیں ہوتا۔

ایک محظہ خاتون نے جواب دیا کہ نَحْنُ بَنَاتُ آلِ رَسُولِ اللَّهِ وَبَنَاتِهِ وَنِسَاءُ الْحُسَيْنِ "هم رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں، بعض خود سغیر کی بیٹیاں اور بعض فرزندہ غیر بام حسین کی بیٹیاں ہیں"۔

پس جوں ہی اس ضعیفہ کو علم ہوا کہ یہ آپ رسول ہیں تو اپنے دنوں ہاتھ چہرے پر مارے اور فریاد کی:
وَأَمْضِيَّنَاةَ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ "ایے اہل بیت پر مصائب۔ یہ ضعیفہ مکان کی چھت سے نیچے اتری اور اپنی بیٹیوں، بہنوں اور بھائیوں، بھتیجیوں کو خبردار کیا کہ حضرت علیؑ کی بیٹیوں اور اولاد فاطمہ و اولاد رسولؐ کو ابن زیاد نے روم کے قیدیوں کی طرح مظلومانہ انداز میں کوفہ میں داخل کیا ہے کہ جس شہر میں ان بیٹیوں کے والد اور والدہ نے حکومت کی تھی۔ انہوں اور تمہارے پاس جولیاں، چادریں اور مقتنیے ہیں وہ لاؤ، ان قیدیوں کے سر پر چادریں، مقتنے نہیں ہیں اور بے جابی کی وجہ سے بہت شرم مددہ ہیں۔

اس ضعیفہ کی بیٹیوں، بہنوں کے پاس جولیاں اور چادریں تھیں لائیں۔ ان چادروں اور متعتوں کو ضعیفہ نے ایک تکلیف میں بند کیا اور جلدی سے گھر سے نکل کر قیدیوں کے پاس آئی اور جناب ام کلثومؑ کے قریب آئی اور عاجز انہ انداز میں عرض کیا: یَا سَيِّدَاتِي خُذِي فَالِسْتَرِي هَذِهِ النِّسَوَانِ

"اے میری سردار! یہ بیاس اور چادریں لو اور ان سر برہمنہ خورتوں میں تقسیم کروتا کہ اپنا پردہ بنالیں اور پرہنگی کا دکھم ہو جائے"۔

جناب نسبتہ کبریٰ نے فرمایا: اے ضعیفہ! اگر یہ سامان صدقہ کے طور پر لائی ہے تو جان لے کے صدقہ ہم پر حرام ہے۔ اس ضعیفہ نے عرض کی: لَا يَا سَيِّدَاتِي إِنَّا هَيَ هَبَّةٌ مِنِّي إِلَيْكُمْ اِيْنَهَا هَدِيَّةٌ "میں میری سردار بی بی ایے صدقہ نہیں بلکہ ہماری طرف سے ہدیہ ہے جو آپ کو بخش رہی ہوں"۔

بیبوں نے بجوری سے وہ کپڑے اور چادریں قبول کر لیں اور اپنے آپ کو نامہ موں سے چھپالیا۔ جب زجر بن قیس حرام زادے کی نظر اس ضعیفہ عورت پر پڑی کہ اس نے چادریں اور لباس دیئے ہیں تو اس ضعیفہ کو گالیاں دیں اور سخت گھر کیاں دیں مگر ضعیفہ ان زیاد کے ذریعے ہو توں میں چھپ گئی۔

بازار کوفہ میں اہل بیت کے خطاب

روایت تمام: صاحب تمام لکھتے ہیں: اہل بیت کے خطبات کو درج کرتا ہوں ابتدۂ ان کا ترجمہ غلاصہ کے طور پر بیان کیا جائے گا۔

صاحب احتجاج نے حدیم بن شیر سے روایت کی ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے بازار کوفہ میں جناب نسب بنت علیؑ کو دیکھا کہ ان سے زیادہ کسی کا فضیح و بلیغ خطاب نہیں سن۔ گویا وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے لجھ میں یوں رہی تھیں۔ بازار میں شور و ٹھاں، لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا گیا اور پھر حکم دیا کہ خاموش ہو جاؤ، سب لوگ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اونٹوں کے گلے میں بنتے والی گھنٹیاں بھی رُک گئیں تو بی بی نے یہ خطبہ پڑھا۔

جناب نسب کا خطبہ

قَالَتْ بَعْدَ حَبْدَ اللَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِهِ، أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ وَيَا أَهْلَ
الْخَتَلِ وَالْعَدَدِ وَالْخَذَلِ (وَالْمَكِّنِ) إِلَّا فَلَا رَقَبَتِ الْعِبَرَةِ وَلَا هَدَاتِ الرَّفَرَةِ إِنَّمَا
مِنْكُمْ كَمَيْلٌ الَّتِي نَقَضَتْ عَزَّلَهَا مِنْ بَعْدِ قُدْرَةٍ إِنْكَانًا تَتَعَذَّلُونَ إِيمَانَكُمْ دَخَلَاهُ
بَيْنَكُمُ الْأَوْكَلُ فِيهِنَّكُمْ إِلَّا الصَّلَفُ وَالْعَجَبُ وَالشَّنَفُ وَالْكِيدَبُ وَمَلَقُ الْإِمَاءِ وَغَيْرِ
الْأَعْدَادِ..... الخ

”جناب عقیلہ بنی ہاشم حضرت نسب کبریٰ نے یہ خطبہ دیا تو حمد خدا اور نعمت رسول خدا کے بعد فرمایا: اے مکار، خدار، کوئی خدا کبھی تمہارا پر روتا بندہ نہ کر۔ اور فریادیں سماکت نہ کرے، تم نے ایمان کی بنیاد کر دھوکا پر رکھی ہے لہذا تم سے دشمنی، جھوٹ کے علاوہ کیا تو قی کی جاسکتی تھی۔ یہ تمہارا روتا مگر مجھ کا روتا ہے۔ تم اس سے دشمنی کے الی ہو۔ پھر اپنے آپ پر ہنسو کیونکہ برا عیب اور نگ اپنی زندگی میں لگا دیا ہے کہ ہمارے ساتھ دھوکا کیا۔ اور یہ اپنا نگ اور عیب کبھی دھونہیں سکتے ہوئے تم نے فرزید رسولؐ سید جوانان جنت، مستضعفین کے طبا و پناہ، نور ہدایت کو قتل کیا ہے۔ یہ تم

نے آخرت کے لیے ذخیرہ بنانکر آگے بھیجا ہے، یہ تمہاری بیہاں اور وہاں دونوں جہاں میں برپا دی
ہے۔ تم نے بہت بُرا سودا کیا ہے۔ غصب خدا کو خود دعوت دی ہے۔ ذلت و خواری کو خود لے گئی گایا ہے۔

بائے افسوس! تم پر تم نے رسول کے گلہ کو قتل کر دیا ہے اور رسولؐ کی ذریت کو قیدی کر لیا ہے۔

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِذَا تَكَادُ السُّلُوْنَ يَتَفَطَّرُنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُ الْأَرْضُ وَتَتُخْرُجُ الْجِبَالُ هَذَا

”تم نے بہت بُرا اور ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ آخرت کا عذاب بہت سخت ہے جہاں کوئی حادی و ناصر
نہ ہوگا۔ اب تمہاری زندگی چند روزہ ہے جو تمہیں مہلت کے طور پر دی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ
گناہ کرو اور خدا تم سے انتقام لے۔ تم اس کی قدرت سے بھاگ نہیں سکتے۔“

جب یہ خطبہ بی بی نے دیا تو مرد حیران و پریشان ہو کر رورہے تھے۔ ایک بوڑھا جو میرے ساتھ کھڑا تھا، اس قدر رویا

کہ اس کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آسان کی طرف باتھا کھڑا کر کہہ رہا تھا:

بِأَبِي وَأَمِي كَهُولَهُمْ خَيْرُ الْكَهُولِ وَشَبَابَهُمْ خَيْرُ شَبَابٍ وَنَسَّلَهُمْ نَسَلَ كَرِيمٌ وَفَضَلُّهُمْ
فَضَلَّ عَظِيمٌ

”میرے ماں باپ قربان! آپ کے بوڑھے کائنات سے افضل، آپ کے جوان افضل ترین جوان
اور آپ کی نسل کریم ترین نسل ہے۔“

اس مقام پر جناب امام سجاد علیہ السلام نے بی بی کو خطبہ بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

أَنْتَ عَالِيَّةُ عَيْرُ مُعْلَمَةٍ وَفَهِمَةُ عَيْرُ مَفْهَمَةٍ

”آپ عالمِ علم الہی ہیں، کسی اور سے علم حاصل کرنے کے بغیر علم رکھتی ہیں۔“

خطبہ امام سجاد

سید بن طاؤس میں حدیم سے روایت کی ہے کہ ان کے بعد جناب امام سجاد علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حدوثا
کے بعد فرمایا:

قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَإِنَّا عَلَى بَنِ الْحُسَيْنِ
الْمَذْبُوحِ بِشَطِّ الْفَرَاتِ مِنْ غَيْرِ دُخُلٍ وَلَا تَرَاثٍ أَنَا ابْنُ مَنْ أَنْتَهَكَ حَرِيَّةً وَسَلَبَ
نَعِيَّةً وَأَنْتَهَبَ مَالَهُ وَسُبِّيَ عَيْلَهُ أَنَا بْنُ مَنْ قُتِلَ صَبَرًا فَكَفَى بِذَلِكَ فَخَرَأً..... الخ

”امام نے فرمایا: جو مجھے جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ان کو اپنا نام و نسب بتاتا ہوں تاکہ وہ بھی جان لیں۔ میں اس شخص کا بینا ہوں جسے لب فرات بلا جرم و خطا گو مند کی طرح ذبح کیا گیا ہے۔ جس کی مخدرات کو قیدی بنایا گیا ہے، مال لوٹا گیا، مخدرات کی چادریں چھین لی گئیں، خیام کو آگ کا دی گئی تھی حتیٰ کہ میرے بابا حسین کو شہید کر دیا۔“

اے لوگو! بتاؤ کیا تم نے ان کو خطوط لکھ کر کوف آنے کی دعوت نہ دی تھی؟ اور وہو کا اور مکر سے تاکید کی، پھر آشکارا ان کے لیے بیعت بھی کی گئیں جب وہ تمہارے پاس آئے تو بیعت کا عہد فیبان توڑ دیا اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھی کہ شہید کر دیا۔ پس بر بادی ہے تمہارے لیے دونوں جہاںوں میں کیوں کہ تم نے بہت بڑی جہاں بھی گی ہے، بہت غلط تم نے فیصلہ کیا۔ اب رسول پاک کے سامنے کس طرح جاؤ گے اور کیا جواب دو گے؟ ان کی اعترت کو قیدی بنایا، ناخموں میں متعارف کرایا، کیسے جواب دو گے؟“

جب امام علیہ السلام نے خطبہ بہاں تک پڑھا تو لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور کہا کہ ایسا ہی ہے جیسے آپ کہہ رہے ہیں۔ ہم نے دونوں جہاں بر باد کر دیے ہیں۔ ہم نے غلط کیا۔ اب آپ حکم کریں کہ ہم آپ کے دشمنوں کو ابھی ہلاک کر دیں اور رسول پاک کے سامنے سرخو ہوں تو امام سجاد علیہ السلام نے جھڑک کر فرمایا:

هَيَّاهَتْ هَيَّاهَتْ أَيْتُهَا الْغَدَرَةُ الْمَكَرَةُ حِيلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ شَهَوَاتِ الْأَنْفُسِ
أَتُرِيدُونَ أَنْ تَأْتُوا إِلَيَّ لَمَّا أَتَيْتُمُ إِلَيَّ أَبَانِي مِنْ قَبْلٍ كَلَّا وَرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِلَى مِنْ
فَإِنَّ الْجُرْحَ لَمَّا يَنْذَوِلُ قُتْلَ أَبِي بِالْأَسِ وَأَهْلَ بَيْتِهِ مَعَهُ فَلَمْ يَنْسِنِي شُكْلُ رَسُولِ
اللهِ عَلَيْهِ وَصَلَّى اللهُ وَآلُهُ وَصَلَّى أَبِي وَبَنِي أَبِي وَوَجْدُهُ بَيْنَ لِهَا نِمَيِ وَمِرَارَتُهُ بَيْنَ
حَنَاجِرِي وَحَلْقِي وَغَصِصَهُ تُجْرِي فِي فِرَاشِ صَدَرِي

”ہائے افسوس اور ہائے افسوس اے دھوکے بازو! یہ حیلہ گریاں کرتے ہیں، یہ تمہارا ارادہ دھوکا ہے کیونکہ امام حسین سے بھی بھی وحدتے کیے تھے۔ ابھی رسول اللہ کی رسالت بھولی نہیں، رسول کی شہادت کا دکھ، دادا کے سر پر ضرب کا دکھ، چچا حسین کے جگر کے گلڑوں کا درد اور مظلوم حسین کی شہادت تو کل کی بات ہے اور ہمیں بھولی نہیں وہ زخم ابھی باقی ہیں لیکن تم نے ہمارا نقسان ہی نہیں کیا اپنا نقسان کیا ہے۔“

خطبہ جناب فاطمۃ الصغری

احتجاج طبری میں زید بن منوی بن جعفرؑ سے روایت ہے کہ جب کربلا سے کوفہ قافلہ آیا تو جناب فاطمۃ صفری نے یہ

خطبہ باز اکوفہ میں دیا:

فَقَالَتْ أَحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ الرَّمَلِ وَالْحَصْنِي وَرَبَّنَةَ الْعَرْشِ إِلَى الشَّرَى أَحْمَدُهُ وَأَوْمَنُ بِهِ
وَاتَّوَكَّلْ عَلَيْهِ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الطُّغَاءَ ذَبَحُوا أَوْلَادَ بِشَطِّ الْفَرَاتِ مِنْ غَيْرِ
ذَلِكِ وَلَا تُرَاثِ: أَللَّهُمَّ أَنِّي أَخْوَذُكَ مِنْ أَنْ أَفْتَرُكَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَأَنْ أَقُولَ عَلَيْكَ
خَلَافَ مَا أَنْزَلْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَخْنَانِ الْعَهْدِ لِوَصِيَّتِهِ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ السَّلُوبَ حَقَّهُ
الْمَقْتُولَ وَمِنْ غَيْرِ ذَنْبٍ كَمَا قُتِلَ وَلَوْهُ بِالْأَمْسِ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ تَعَالَى وَبِهَا
مَعْشَرُ مُسْلِمَةٍ يَالسِّتَّتِهِمْ تَعَسَّا لِرُؤُسِهِمْ مَا دَفَعَتْ عَنْهُ ضِيَّاً فِي حَيَاةِهِ وَلَا عِنْدَ مَيَاتِهِ
حَتَّى قَبْضَةِ إِلَيْكَ مَحْمُودًا النَّقِيَّةِ طَيِّبَ الْغَرِيْكَهُ مَعْرُوفُ الْمَنَاقِبِ۔ الخ
”بی بی نے حمو خدا اور رسول پاک پر درود وسلام کے بعد اپنے جدہ امجد حضرت علیؑ کے مناقب و
فضائل پڑھے اور چند آثار محمودہ اور دین کے احکام مضبوط کرنے میں ان کے کردار اور شرک کی
بنیادوں کو گرانے اور امتحانات کا شہادت تک مذکورہ کیا۔

پھر اہل بیتؑ کے فضائل پڑھے اور کوئیوں کی نہیت کرتے ہوئے فرمایا: اے کوفہ! خدا نے تمہاری
آزمائش ہمارے ذریعہ سے کی ہے اور ہماری آزمائش تمہارے سلطنت ہو جانے سے ہم کامیاب
ہوئے اور تم ناکام کیونکہ تم نے اللہ کے علم کے خزانوں اور حکمت کے پروانوں کو دھوکے سے قتل
کر دیا۔ ہمارے خون کو حلال اور ہمارے اموال کے لوٹنے کو مباح سمجھا ہے، گویا ہمیں ترک اور
کاہل کی اولاد سمجھا ہے۔

میرے جدہ امیر المؤمنینؑ کو شہید کیا ہے، اور کل میرے بیبا کو شہید کیا ہے اور ابھی ہمارا خون
تمہاری تواروں سے نیچک رہا ہے اور یہ تمہارے پرانے کینے کی وجہ سے ہوا اور تمہارے دل خوش
ہو گئے اور غصہِ الہی کو دعوت دی ہے، خاتم سے انتقام لے گا اور ابھی اللہ کی لعنت اور عذاب کے
مفترر ہو۔ عقریب تمہیں خدا آپس میں الجھائے گا اور ایک دوسرے کا خون بہاؤ گے تمہارے

دلوں پر خدا نے مہرس لگادی ہیں کہ تم حق بات سن سکو۔ شیطان نے تمہارے ان افعال پر پردہ ڈال دیا ہے اور تمہیں حنف اور اچھے اعمال دکھاتا ہے تاکہ تمہیں راہ ہدایت نہیں مل سکے۔

یہاں تک خطبہ دیا تو مکر منزوں نے دو شعر پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ ہمیں علیؑ کے قتل کرنے اور اس کی اولاد کو قیدی بنانے پر فخر ہے۔

پاک بی بی نے فرمایا: تمیرے منہ میں خاک، کہ جس قوم کو خدا نے پاک و پاکیزہ پیدا کیا اور رکھا اور تمام کائنات پر اس کو فضیلت دی اسی قوم کو قتل کر کے اور اس کی اولاد کو قید کر کے فخر کرتے ہو۔ یہ تمہارے دلوں میں ہمارے خلاف حد و بعض اور کیسے ہے جواب کر بلماں میں ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ فضائل خدا نے دیے ہیں۔

ذلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِينَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ، وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَكَانَهُ مِنْ نُورٍ

”جسے اللہ دے اس کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔۔۔ اور جس کے لیے اللہ نور قرار نہ دے اس کو فور نہیں مل سکتا۔۔۔“

لوگوں کا گریہ بلند ہوا اور انہوں نے کہا: یا ابنة الطيبيین، اے بی بی طبیب، صحت بس کرو ہمارے دل جل چکے ہیں، ہمارے اندر آگ بھڑک رہی ہے۔

خطبہ جناب ام کلثوم

مرحوم سید نے اس کا ہدف میں لکھا ہے: اس کے بعد روئی ہوئی آواز سے جناب ام کلثوم نے یہ خطبہ دیا:

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ سَوَّاً لَكُمْ مَا لَكُمْ خَدَّلْتُمْ حُسَيْنًا وَقَتَّلْتُمُوهُ وَأَنْتَهْبِتُمْ أَمَوَالَهُ وَوَرَثَتُمُوهُ وَسَبَيْتُمْ نِسَائَهُ وَنَكِبَتُمُوهَا فَتَبَا لَكُمْ وَسُحْقًا وَلَكُمْ أَتَدْرُونَ إِنِّي كَوَافِرْ
ذَهْتُمْ وَإِنِّي وَمِنْ عَلَى ظُلُومِكُمْ حَمَلْتُمْ وَإِنِّي دَمَاءَ سَفَكْتُمُوهَا وَإِنِّي كَرِيمَةٌ أَصْبَتُمُوهَا
وَإِنِّي صَبِيَّةٌ سَلَبْتُمُوهَا وَإِنِّي أَمَوَالٌ أَنْتَهَبْتُمُوهَا قَتَّلْتُمْ خَيْرَ رِجَالَتِي بَعْدِ النَّبِيِّ وَنَزَعْتُ
الرَّحْمَةَ مِنْ قُلُوبِكُمْ إِلَّا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْفَائِزُونَ وَحِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ
”اے اہل کوفہ! تم بہت نہ رے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ حسینؑ کی مدد کی بلکہ ان کو قتل کیا اور ان کے اموال لوئے اور وارث بن گئے۔ ان کے اہل و عیال کو قیدی بنایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتنی بڑی

زیادتی تم نے کی اور کتنا بڑا بوجھ اپنے اور پر اٹھایا، کس قدر عظیم خون بہائے، اور کتنی عظیم بیٹیوں کو سر برہنہ کیا۔ کیا تمہارے دلوں میں ذرا بھر جنم نہ تھا کہ تم نے ایسا کیا ہے؟ اور بیغیر کے بعد سب سے بہتر اور افضل شخص کو قتل کر دیا ہے۔

اس خلبہ پر کوئی روتے رہے، عورتوں نے بالوں میں مٹی ملائی اور سر و صورت پر اتم کیا۔

مسلم معمار کا آنکھوں دیکھا واقعہ

مسلم کہتے ہیں کہ مجھے ابن زیاد نے دارالامارہ کی اصلاح اور مرمت کے لیے بلایا۔ میں کوفہ میں بنائی، گچ کاری اور دارالامارہ کی تعمیر میں مشغول ہو گیا۔ جب میں دارالامارہ کے دروازوں کی گچ کاری کر رہا تھا کہ (فَإِذَا بِالْعَفَافَاتِ قِدَّ ارْتَفَعَتْ مِنْ جَنْبَاتِ الْكُوفَةِ) اچانک اطراف کوفہ سے خوفناک اور عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں اور اس قدر شور و غل تھا کہ گویا زمین کو زلزلہ آ گیا۔ خادم سے میں نے پوچھا کہ یہ کس قسم کا شور اور آوازیں ہیں؟ خادم نے کہا: ابھی کوفہ میں ایک خارجی کا سر لائے ہیں جس نے یہید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس خارجی کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حسین بن علی ہے۔

جب میں نے یہ نام سنا تو خادم سے ڈور چلا گیا اور لکھمُ بوجہی حتیٰ خشیت علی عینی اُن تذہبیا میں نے منہ پر طماضی مارنے شروع کیے اور اس قدر کچ آؤد ہاتھوں سے ماتم کیا کہ مجھے اپنی آنکھوں کے ختم ہو جانے کا ڈر ہوا۔ اپنے ہاتھوں کو ہو یا اور محل سے باہر نکلا اور محلہ کناسہ کی طرف گیا۔ یہاں تماشائی لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ گزرنے کو راستہ نہ ملتا تھا اور یہاں تمام لوگ قیدیوں اور سروں کے آنے کے انتظار میں کھڑے تھے۔

اسی اثناء میں دیکھا کہ إذا قُبْلَتْ نَحْوَ أَهْرَبِعِينَ شَقَّةً تَحْوِلُ عَلَى أَهْرَبِعِينَ جَمِيلًا فِيهَا الْحَرَمَ وَالنَّسَاءُ وَأَوْلَادُ فَاطِمَةَ كَتَقْرِيْبًا چاپالیں اُوٹ (جن کے پالان چند لکڑیوں کے گلائے تھے جو آپس میں بندھے ہوئے تھے) پر اولاد فاطمہ، ذریت بیغیر اور حرم سید الشہداء کو بٹھایا ہوا ہے اور ہر اونٹ پر لکڑی کی گھٹھٹ باندھے تھے اور ان ول شکرتوں کو حرم کو ان پر بٹھایا ہوا ہے۔

إِذَا بَعْلَى بْنُ الْخُسَيْنِ عَلَى بَعِيرٍ بَعِيرٍ وَطَاءٍ وَأَوْدَاجَةَ تَشَحُّبُ دَمًا

”مسلم کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر بیمار امام پر پڑی کہ انہائی کمزوری اور لاگری سے بیغیر محل کے اونٹ پر بیٹھا ہوا ہے اور پنڈلیوں اور گردن سے خون بہہ رہا تھا۔ (شکب اس پستان کو کہتے ہیں جو

دودھ سے لبریز ہو اور جو نبی ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ ہو تو اس پستان سے دودھ آنا شروع ہو جائے!

مسلم معdar کہتا ہے کہ اسی طرح خون جناب سجادہ بیمار کی رگوں سے بہرہ ہاتھ اور بڑی حالت زاری سے آنسو کے ساتھ

آہستہ آہستہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

يَا أُمَّةَ السُّؤْلَا سَقِيَا لِرَيْعُكُمْ يَا أُمَّةَ لَمْ تَرَطِّلِي جَدِّنَا فِينَا
تَسِيرُونَا عَلَى الْأَقْتَابِ عَادِيَةَ كَانَنَا لَمْ نَشِيدَ فِيكُمْ وَيَنَا

”اے بدترین! خدا تمہیں رسو اکرے کہ تم نے ہمارے جذہ کا ہمارے حق میں لحاظ نہ رکھا، اور اولاً وغیرہ
کو اُنٹوں کی کھڑیوں پر بھایا اور قیدی بنا کر کوفہ شہر میں لائے۔ کیا ہم تمہارے دین کے مرشد نہ تھے؟“

مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کے ان جملات کے بعد کوئی اہل بیٹ کے بچوں کو کھو رہا، نا ان، بادام دیتے تھے اور جناب اُم کلثوم فریاد کرتی تھیں اے مسلمان نما درندو! یہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ ہم آپیں مجھے ہیں اور بچوں سے کھو رہا، نا ان،
بادام وغیرہ لے کر پھیک دیتی تھیں۔ کوفہ کے زن و مردیہ دیکھ کر زار و قطار روتے تھے کہ دیکھو بچے بھوک سے مرنے والے ہیں
اور مخدوہ بی ان کو کھو رہا نہ سے محروم کر رہی ہے۔ جب بی بی پاک نے عورتوں کا گریہ دیکھا تو فرمایا:

تَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبَكِّيَنَا نِسَاءُكُمْ ”تمہارے مرد ہمارے قاتل ہیں اور تمہاری عورتیں ہماری مظلومیت پر روتی
ہیں۔“ فَالْحَاكُمُ بَيْنَنَا وَبَيْنِنَكُمُ اللَّهُ يَوْمَ فَصَلِّ الْقَضَاءَ ”خدا ہمارے اور تمہارے درمیان بروز قیامت فیصلہ کرے گا۔“

مسلم کہتا ہے: جب بی بی پاک اہل کوفہ سے خطاب کر رہی تھی تو اس وقت ایک شور و غل پیدا ہوا۔ جب دیکھا تو شہداء
کے سر لائے جا رہے ہیں۔ یُقَدِّمُهُمْ رَأْسُ الْمُحْسِنِينَ وَهُوَ رَأْسُ الْمُرْهَدِیْنَ ”الله یعنی تمام رسول
سے آگے آگے امام حسین کا سر تھا۔ وہ سر چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور رسول اللہ کے شاہراہ تھا۔ ریش مبارک
ایسے خوبصورت لگ رہی تھی جیسے چاند کے ارگردہ الہ الہ ہوا ہے اور ریش مبارک اپنے خون سے نگین تھی اور جب ہوا چلتی تو
وَالرِّيْحُ يَأْبَعُ يَبِينَأَ وَشِمَالًا“ ریش مبارک بکھی واکیں اور بکھی باکیں طرف ہو جاتی۔“

achaik جناب نسبت نے اپنے بھائی کا سر دیکھا، جو نبی سر پر نظر پڑی جو نیزے پر تھا تو برداشت نہ کر سکیں اور
فَنَطَّحَتْ جَبِينَهَا بِسَقَدَمِ السَّاحِلِ حَتَّى رَأَيْنَا يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ قَنَاعِهَا ”بی بی نے اپنا سر بلند کیا اور پیشانی کو محل
کی ایک لکڑی پر مار گھمل چھتا رہا اور خون گرتا رہا۔“ پھر فاومنت إِلَيْهِ بِخُرْقَةٍ وَجَعَلَتْ تَقُولُ بھائی کی طرف شکشدل
اور شگافتہ پیشانی سے اشارہ کیا اور فرمایا: ”اے نسبت کے پہلی رات کے ہلاں الوگ تیری طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے
ہیں، ابھی تمہارا کمال پورا نہ ہوا تھا کہ بہن کی آنکھوں کے سامنے غروب کر گیا۔“

اے حسینؑ برا درا! میں آپؐ کی مصیبتوں اور دکھوں سے باخبر ہوں لیکن یہ مصیبت کبھی فراموش نہ ہوگی کہ تیرا منوں نیزہ پر ہوا اور نسبت کے سر پر چادر نہ ہو۔

اپنے آپ میں کہتی تھی کہ شاید میرا اور آپؐ کا اس انجام تک موقع نہ آئے گا۔ اب میرے اوپر وہی مصائب آگئے جن کا ذرخہ۔ اے میرے دل کے دکھوے اور نسبت کا جگہ اصرف ایک مرتبہ اپنی بیٹی فاطمہ صفری سے ایک لفظ تو بول دو ورنہ وہ مرجائے گی۔ اے میرے بھائی! آپؐ تو بہت نازک دل تھے اور اپنے بچوں سے بڑی محبت تھی اب ان بچوں سے ایک ایک حرف بات تو کرو۔

زندان کوفہ میں آمد

روایت حدائق اللہ: مرحوم صدر قزوینی جناب شیخ صدقہ کی امامی سے روایت نقل کرتے ہیں: جب اہل بیت رسالت، حرم ولایت ستارے انتہائی مظلومیت کی حالت میں کوفہ داخل ہوئے تو اسی دن ابن زیاد کے دربار میں پیش نہ کیا بلکہ ابن زیاد کا حکم تھا کہ قیدیوں کو زندان میں لے جائیں اور کل دربار عالم ہو گا اس میں ان قیدیوں کو پیش کیا جائے اور دوسرا حکم یہ ہوا کہ امام سجادؑ کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر قید خانہ میں رکھا جائے۔

راوی حاجب کہتا ہے: میں کاروان کے ساتھ تھا اور ان دل عکشہ خواتین کو زندان کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو جہاں سے گزرتے ہرگی اور بازار تماشا یوں سے پڑتے، جو نبی تماشا یوں کی نظر ان بے حال عورتوں اور بچوں کی غربت و مظلومیت پر پڑی تو ایک دم لوگوں کے گریہ کا شور و غل بلند ہوتا تھا، سر و صورت پر طماقچے مارتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ اس حالت میں ان مظلوموں کو زندان میں لے جایا گیا۔

کاش کہ آج کوئی نجف میں خیر پہنچاتا کہ یا علیٰ انہو اور اپنی آنکھوں سے خون بھاؤ کیونکہ آپؐ کی بیٹیوں کو زندان کوفہ میں لے جا رہے ہیں۔ اے کاش! ازہراء آج دیکھتیں کہ نوجوان پیشیاں اور بے کس بچے اور بیمار امام کے ساتھ کس حالت زار میں زندان پہنچے ہیں۔ جو نبی مخدرات عصمت و طہارت کی نظر زندان پر پڑی تو بہت سوز اور گریہ وزاری بلند ہوا اور ہر ایک زندانی کی اپنی زبانی حال تھی۔ فَخُبِسُوا فِي سِجْنٍ وَضَيْقٍ عَلَيْهِمْ

شیخ صدقہ فرماتے ہیں: تمام اسیروں کو ایک انتہائی تک مکان میں زندانی کیا گیا اور ان پر بہت تھتی کی۔ مرحوم علامہ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں: میں نے جس قدر تحقیق کی اور کسی کتاب میں اس زندان کی کوئی تفصیل موجود نہیں کہ اس زندان کی چھت تھی یا نہ؟ ایک کمرہ تھا یا متعدد کمرے تھے؟ ان میں ضروریات زندگی مہیا تھیں یا نہ تھیں؟

لیکن اہل بیت پر حقیقتی اور عینگی کرنے کی کیفیت تو واضح ہے کہ سپاہی زندان میں قیدیوں کو آنے جانے سے روکتے تھے، پانی اور کھانا نہیں دیتے تھے۔ جس طرح مغضوب علیہم قیدیوں سے سلوک کیا جاتا ہے بلکہ ان سے بھی اہل بیت پر زیادہ حقیقتی کی گئی ہے۔

صاحب ریاض الازان لکھتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ أَنَّهُمْ سُجِنُوا ذُكُورًا وَأَنَّا السَّادَةُ وَالْأَمَاءُ وَالخَادِمَةُ وَالْمَخْدُومَةُ فِي سِجْنٍ
وَاحِدٌ لَا يَدْرُونَ مَا يَفْعَلُ وَيَسْتَقْبِلُهُم مِنَ الْخُطُوبِ الْمُتَوَلِّدَةِ مِنَ الْبَغْضَاءِ وَالْحَقْدِ
وَالْأَخْنَ

”یہ اخبار سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اہل بیت کے کارواں کے مرد اور عورت، سردار اور کنیروں، خادم اور خدمہ سب کو ایک ہی زندان میں رکھا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ کل ہن زیاد ان سے کیا سلوک کرے گا۔ تمام قیدیوں پر خوف اور لرزہ طاری تھا۔“

يَتَضَرَّعُونَ وَيَنْوُحُونَ وَيَبْكُونَ وَيَنْدِبُونَ عَلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَالَةِ الْقَادِحةِ
الْعَاصِيَةِ الْكَاغِضَةِ الْمُفْجِعَةِ الْمُفْضِعَةِ

تمام قیدی دل کی گہرائیوں اور بند بند سے روتے، نوحہ کرتے اور ایک نوحہ میں ہوتا تو دوسرا گریہ کرتا۔ ایک آہ اور شہذتی سائیں لیتا تو دوسرا گریہ کرتا، ایک مناجات کرتا اور یاجدہ کی یاجدہ کی کہتا تو دوسرا بابا بابا کر کے فریاد کرتا تھا۔ ایک بھائی بھائی کرتا تو دوسرا دکھلوں پر روتا تھا۔ ایک زمانے کی بے وفاکی پر روتا تو کوئی کوئیوں کی بے وفاکی پر روتا اور سب سے زیادہ دکھنی تو حسین کی بہن تھی جس کے دل تمام کے دکھ اور درد تھے اور تمام کو تسلیاں بھی دیتی تھیں۔ جوانوں کو تسلیاں دیتی حالانکہ جناب نہیں کو تسلی دیتے والا کوئی نہ تھا۔ کیونکہ جب ان کے دل پر مصائب کا اجتماع ہوتا تو ایسی دکھ بھری آہ کھیچتی تھیں کہ عرش بریں کانپ جاتا تھا۔

صاحب ریاض الازان نے لکھا ہے:

فَلِمَا جَلَسَتْ نَرِينَبْ بَنْتُ عَلَى فِي الْمَجَالِسِ وَحَوْلَهَا النِّسَاءُ وَالْبَنَاتُ وَالْيَتَامَى بِحَالَةٍ
تَقْشِيرٍ مِنْهُ الْجَلَودِ بِلِ يَذْوَبُ الْحَجَرُ الْجَلِيدُ

”جب نرینب عالیہ و نتر امیر المومنین زندان میں پہنچیں اور پہنچیں اور ان کے ارد گرد دل خون عیفیف مستورات، عینکن دل بیٹیاں اور دل فکستہ بچے بیٹھے تو دل پانی اور جگر کباب ہو گیا تھا۔“

بی بی کی حالت یتھی:

اَخَذَتْ تَبَكِّي بِحَرَقَةٍ وَتَوَجُّهَ وَتَنَوُّحَ بِشَجَوَهَ وَتَفَضُّعَ وَتَبَكِّي بِبَكَانِهَا الْحَوَاتِينَ
وَالْامَاءَ وَالْأَرْأَامَلَ وَالْيَتَامَى وَالْمُسْلِبَاتَ وَالْأَيَامَى.....الخ

”بی بی نہب اپنی اور دوسری خواتین کی غربت اور مظلومیت پر بہت روئیں کہ زندان میں جگہ نہیں، زن و مرد ایک جگہ، بغیر فرش اور چراغ کے تو بہت گریہ کیا اور دل پر درد سے مختدی سائیں لیتی تھیں۔ بی بی کے آنسو کے قطرات لاٹو کی طرح گرتے تھے۔ بی بی کو روتا دیکھ کر تمام عورتوں میں اتم اور کہرام بیٹھ گیا۔“

جناب نہب نے ام کلثوم بہن سے کہا: اے بہن! ہمارے دن تاریک ہوں گے۔ اس سے زیادہ ہم پر کیا ظلم کرنے ہیں۔ آؤں کر رہوئیں یہکہ اس مظلوم پر رہوئیں جس کے آخری وقت میں سرہانے شھیں اور آنکھیں بند نہ کریں۔ اے حسین! ہمیں تیرے پیاسے ہونٹوں پر قربان ہو جائیں، تیرے بیٹوں اور شیم بچوں پر قربان ہو جائیں۔ مرحوم ریاض الاہزاد میں لکھتے ہیں:

فَلَمَّا سُجِنُوا وَطَبَقَ بَابُ السِّجْنِ عَلَيْهِمْ تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُمْ إِمَّا شَامِيتِينَ فَرِحِينَ أَمَّا
بَاكِينَ مُنْتَجِبِينَ فَمَضَوْا مُسَبِّلِهِمْ

”جب تمام قیدی زندان میں آگئے اور زندان کا دروازہ بند کر دیا تو تماشائی لوگ متفرق ہو گئے، بعض خوش اور مسرو رتھے جبکہ بعض روتے اور غمگین تھے۔ تمام لوگ گھروں کو چلے گئے لیکن الہی بیت کے افراد زندان میں بھوکے پیاسے روتے رہے۔“

شیخ صدوق لکھتے ہیں: جب قیدی ابن زیاد ملعون کے دربار میں تھے تو ابن زیاد نے جناب ام کلثوم بنت امام حسین کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا ہاٹھر ہے کہ جس نے تمہارے مردوں کو قتل کیا، دیکھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کر دیا ہے؟ بی بی پاک نے فرمایا: اَعْذُ بِرَبِّيْ جَوَابًا فَانَّهُ خَصِيلَ عَنَّا ”اے بے حیا! تو میرے جد کے لیے جواب تلاش کر کیوںکہ گل وہ تیرے دشمن ہوں گے اور خدا تھوڑے ہمارے اور پرظہموں کا بدلہ لے گا۔“

عمر بن سعد سے ابن زیاد کی بے اعتنائی

عمر بن سعد نے عظیم جنابت کا ارتکاب کیا اور فرزند پیغمبرؐ کو شہید کیا اور الہی بیت کو قیدی کر کے کوفہ لایا اور زندان میں

پہنچا دیا۔ پھر یہ ملعون بڑے غرور، تکبر، رعب سے عبید اللہ بن زیاد کے پاس گیا اور پورے غرور و نجوت سے اپنی قدرت اور بخت کے اظہار پر بڑا فخر کرتا تھا۔ یہ ابن زیاد سے مدح، تعریف، شاشاں ملنے کی امید میں بیٹھا تھا لیکن اس کا غرور، تکبر، نجوت اٹوٹ گیا جب ابن زیاد نے کوئی محبت کا اظہار نہ کیا اور کوئی تعریف اور شاشاں نہ دی۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ جب بن سعد اور ابن زیاد کی ملاقات ہوئی ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا:

لَيْتَنِي بِكِتَابِ الَّذِي كَتَبْتُهُ إِلَيْكَ فِي مَعْنَى قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَمَلِكَ الرَّأْيِ ”وَهُ حُكْمُ نَامَةٍ مجْهَّهٍ وَابْنٍ كَرُوجَهُ“

امام حسینؑ کے قتل کے بارے لکھ کر دیا تھا۔

عمر بن سعد نے کہا: وہ حکم نامہ تو میں گم کر بیٹھا ہوں، خدا کی قسم! گم ہو گیا۔

ابن زیاد نے کہا: اس حکم نامہ کو ہر صورت حاضر کرنا پڑے گا۔ اگر وہ حکم نامہ مجھے واپس نہ کیا تو کبھی میری طرف سے کوئی انعام نہ ملے گا کیونکہ امام حسینؑ کی طرف چنگ کرنے کے لیے تیرے جانے میں سستی اور کمالی تھی اور کر بلائیں جانا چاہتا تھا اور بوڑھی عورتوں سے زیادہ اپنے آپ کو عاجز شمار کرتے تھے کیا تو وہی شخص نہیں ہے جو کہتا تھا کہ بخدا قسم میں جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہوں۔ ترے کی جا گیر چھوڑ دوں یا امام حسینؑ کا قتل چھوڑ دوں۔

ابن سعد نے کہا: ہاں میں یہ کہتا تھا اور تجھے بھی اس فعل سے روکتا تھا اور نصیحت کرتا تھا کہ میرا باپ بھی مجھ سے ان امور میں مشورہ کرنا تو یہی کہتا اور جو تجھے میں نے کہا تھا وہی اپنے باپ کو کہتا اور پوری حقوق ادا کرتا۔ لیکن تم نے میری نصیحت کو نہ جانا۔

ابن زیاد نے کہا: اے بد بخت تم جھوٹے ہو تم تے مجھے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ اپنی مرضی اور شوق سے کر بلاؤ گیا۔

ابن سعد نے جب ابن زیاد کا یہ روؤیہ دیکھا تو اپنی مذمت اور سرزنش کی اور کہا کہ سب سے زیادہ غلط کام میں نے کیا ہے کہ ابن زیاد کی اطاعت کی اور خدا کی نافرمانی کی ہے اور اپنے رحم کو قطع کیا ہے۔ پس ابن زیاد کے دربار سے مغموم اور غبناک باہر آیا اور بار بار اپنے آپ کو یہ ملعون کہتا تھا کہ میں نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔

اہل بیتؑ کی ابن زیاد کے دربار میں پیشی

۱۲ محرم الحرام کی رات اہل بیتؑ نے ابن زیاد کے زندان میں گزاری۔ پس ۱۲ محرم کی صبح دارالامارہ کا دروازہ کھلا، چہرہ کاڑ کیا گیا اور جھوڑا گیا۔ مدعا مراء، اعیان، وزراء اور حکومتی ارکان دربار میں آئے۔ ابن زیاد فرعون زمانہ بن کرثیر و داور شداد کی طرح دربار میں آیا اور تخت پر بیٹھا تو مخالف، کفار، چاپلوں اور اشرار اور گرد میجھ ہو گئے۔ ہر شخص اپنی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

در بان اور غلام جمع ہو گئے۔ ہر شخص اپنی اپنی کرنی پر بیٹھ گیا۔ در بان اور غلام مج سپاہیوں کے دارالامارہ کے دروازے سے باہر صاف بستہ کھڑے تھے۔

فَأَمَرَ اللَّعِينَ فِي النَّشَائِينَ بِإِحْضَارِ رَأْسِ الْحُسَيْنِ فِي طَشْتٍ مِنَ الْجِنِّينَ ”ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کے سر کو شہری طشت میں رکھ کر میرے پاس لایا جائے۔ فاحضرۃ عنده وسائل الرؤس منصوبۃ علی الاخشاب بالباب“ پس سلطان مظلومینؑ کے سر کو لائے اور اس ملعون کے سامنے رکھ دیا اور دوسرے سر جو تقریباً دو صد تھے۔

یہ سر پہلے دارالامارہ میں موجود تھے۔ تو کب نیزہ پر چکتی شمع اور مشعل کی طرح ہر چہرہ روشن تھا۔ کوفہ کے اور اباش لوگ خوشحالی، خوش گزاری اور تماشا کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ ان سروں کو بھی ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔
فَهُمْ أَمْرٌ بِإِحْضَارِ الْأُسَارَاءِ ذَكُورًا وَأُنَاثًا مِنَ السَّاجِنِ فِي التَّعْلِيسِ ”ایک حکم یہ دیا کہ آل رسولؐ اور اولاد فاطمہؓ بتوںؓ کے قیدیوں کو زندان سے دربار میں لا جائے۔

یہ حکم ملتہ تھی وہن زندان کے دروازے پر پہنچ گئے اور زندان سے نیزوں اور تازیانوں سے آل رسولؐ کے قیدیوں کو لا یا گیا جب کہ قیدی زنجیروں میں بند ہے ہوئے تھے۔ گویا نہایت غربت اور ذلت سے دربار میں لا یا گیا۔

فَادْخُلُوهُمْ عَلَيْهِ وَالرَّأْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَوَاقْفُوهُمْ اجْمَعَ لَدَيْهِ ”اس حالت سے اسیروں کو دربار میں لا یا گیا کہ قیدی ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہو گئے، قیدی مردوں کے سر بھکے ہوئے تھے، چھوٹے بچے کاپ رہے تھے، مستورات نے بالوں سے منہ کو چھپا ہوا تھا اور ایک دوسرے کے پیچے چھپ رہی تھیں۔ فاطرؑ عنده رحالتہ رحالتہ وَاسْتَرَتْ نِسَالُهُمْ بَعْضُهُنَّ بِالشُّعُورِ“ بعض عورتوں نے اپنے چہروں کو آسمیوں سے چھپا ہوا تھا۔

ابن زیاد کے جلاوطنواریں یا میام سے نکالے ہوئے ان قیدیوں کے اردوگرد کھڑے تھے، قیدی ان ظالموں کے خوف سے کاپ رہے تھے۔ عوام تماشا دیکھنے کے لیے بجوم کر رہی تھی کیونکہ ابن زیاد نے اذن للنَّاسِ اذنًا عَالَمًا لوگوں کو دربار میں آنے کا اذن عام دیا تھا اور حاجین کو منع کر دیا تھا کہ کسی آنے والے کو نہ روکا جائے۔ اس لیے دربار کچھ بھرنا ہوا تھا۔ امام سجاد علیہ السلام جو بیمار بھی تھے اور اپنی بیماری کے ساتھ زنجیر پہنے ہوئے ابن زیاد کے سامنے کھڑے تھے، نے

فرمایا:

سَدَقُفُ وَتَقْفُونَ وَنَسْلَلَنَ وَتَسْلَلَنَ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَوْنَ وَلَا تَرَوْنَ لِرَسُولِ اللَّهِ جَوَابًا
 ”عنقریب ہم اور تم رسولؑ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے تو رسولؑ اللہ کیا جواب دو گے؟“

اُن زیاد نے امام کی ذلیل کر دینے والا کلام سن لیکن جواب نہ دیا۔ جناب نبی کبریٰ سلام اللہ علیہا جو بے نقاب تھیں، دربار کے گوشے میں چند چادر والی کنیزوں کے درمیان کھڑی تھیں اور اپنے بالوں سے چہرے کا پردہ بنایا ہوا تھا۔ صاحبو ارشاد لکھتے ہیں:

فَدَخَلَتْ نَبِيَّنَبْ أُخْتَ الْحُسَيْنِ فِي جُمْلَتِهِمْ مُتَنَكِّرَةً وَعَلَيْهَا آرَذَلْ شَيْأَهَا فَكَسَطَ
حَتَّى جَلَسَتْ نَاجِيَةً مِنَ الْقَصْرِ وَحَفَّتْ بِهَا امْلَائِهَا

”لیکن جناب نسب ایسے انداز میں دربار میں وارد ہوئیں کہ کوئی پیچان نہ سکے، پرانے لباس کے ساتھ جو جگہ جگہ سے جلا اور پھٹا ہوا تھا، کنیزوں کے جھرمٹ میں تھیں، محل کے گوشے میں بیٹھ گئیں اور کنیزوں نے حلقہ ڈالا ہوا تھا۔“

اُن زیاد متوجہ ہوا کہ کنیزوں کے درمیان وہ محدرہ معظمہ پوشیدہ ہیں اور خود کو عام عورت ظاہر کر رہی ہیں تاکہ کوئی پیچان نہ پائے اس لیے اس ملعون نے پوچھا:

مَنْ هَذِهِ الَّتِي إِنْخَارَتْ فَجَلَسَتْ نَاجِيَةً مِنَ الْقَصْرِ

”یہ عورت کون ہے جو دربار کے ایک کونے میں کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہے۔“

کسی نے اس ملعون کو جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ اس نے پوچھا تو بھی جواب نہ ملا۔ تیسرا مرتبہ اس نے پوچھا تو ایک کنیز نے جواب دیا:

هَذِهِ نَبِيَّنَبْ بِنْتُ فَاطِمَةَ سَلَامُ اللَّهِ عَلَيْهَا

”یہ نبی بنت فاطمہ سلام اللہ علیہ ہیں۔“

جب اُن زیاد کو علم ہوا کہ یہ محدرہ دختر احمد عمار اور حیدر کراڑ ہے، قبیلوں کی ماں ہے، زہراء بتوئی کی بیٹی ہے، امام حسین کی بہن ہے، خدا کی ناموں ہے، علی اکبری پھوپھی ہے، تو اس کے ذہن میں آیا کہ ان کو کچھوڑ دوں کہ یہ مظلوم ہے، چھ بھائیوں کا داعی موت میئے پر لیے ہے۔ ۱۸ اُنی ہاشم کے جوانوں کی شہادت سے کمر جھکی ہوئی ہے۔ دروازہ کوفہ پر سرخی ہو گیا ہے، فپ گذشتہ زمان میں بھوکے پیاس سے میثم بچوں کی آہ و بکاشی رہی ہے۔ پس اس نے کہا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَحْكُمْ وَقَتَلَكُمْ وَكَذَبَ أَهْدَوْتُكُمْ

”حمد ہے خدا کے لیے جس نے تمہیں ذلیل کیا اور قتل کر دیا اور تمہارا جھوٹ ظاہر کر دیا۔“

بختِ علیٰ برداشت نہ کر سکی اور فوراً جواب دیا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَكْرَمَنَا بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدًا وَطَهَرَنَا مِنَ الرِّجْسِ تَطْهِيرًا إِنَّمَا يَفْتَضُ
الْفَاسِقُ وَيَكْذِبُ الْفَاجِرُ وَهُوَ غَيْرُنَا

”ہم اس اللہ کی حمد کرتے ہیں جس نے ہمیں محمد جیسا نبی دے کر عرم فرمایا اور ہمیں رجس سے پاک
رکھا، ذلیل ہوتا ہے فاسق اور جھلایا جاتا ہے فاجر اور وہ ہم نہیں ہمارا دشمن ہے۔“

ابن زیاد نے کہا: اے علیؑ کی بیٹی! اللہ نے تمہارے اہل بیت سے کیا سلوک کیا اور وہ کس طرح خوار ہوئے؟
بی بی پاکؓ نے فرمایا: كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ فَبَرَزُوا إِلَى مَضَاجِعِهِمْ ”اللہ نے ہمارے لیے شہادت روز اول
سے کھصی تھی جو ہم نے قبول کی اور جو شہید را حق ہو گئے اور وہ مرتبہ عالیہ پر فائز ہو گئے۔“

سَيِّدُ جَمِيعِ الْأَنْبَاءِ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ فَيُبَاحُ جُنُونُ إِلَيْهِ وَيَخْتَصِّسُونَ

”عنقریب خدا تھیں اور ان شہزادوں کو ایک جگہ پر جمع کرے گا اور شہزادوں کے سامنے تم سے انتقام لیں
گے۔“

پھر بی بی پاکؓ نے فرمایا:

فَانظُرْ لِمَنِ الْفَتْحِ يَوْمَئِذٍ شُكْلَتَكَ أُمُّكَ يَا بَنَ مَرْجَانَةَ

”اے مرجانہ کے بیٹے! اس دن دیکھنا کہ کون کامیاب ہوتا ہے تیری مال تیرے غم میں روئے تو
نے بہت بڑی حراثت کی اور خاندانی رسالت گو ویران کر دیا اور اہل بیت کو در بدر کر دیا۔“

فَغَضِبَ ابْنُ زَيْدٍ فَاسْتَشَاطَ

”ابن زیاد کو بی بی کے کلام پر غصہ آیا اور بہت سخت جواب دیے۔“

عمر بن حیرث داروغہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے تخت کے قریب آ کر کہا:

إِلَيْهَا الْأَمِيرُ أَنَّهَا إِمْرَأَةٌ وَالْمَرْأَةُ لَا تُؤَاخِذُ بِشَيْءٍ مِنْ مَنْظِقَهَا

”اے امیر! ایک عورت سے کوئی بحث کرتا ہے اور وہ بھی ایسی عورت جو داشت دیدہ اور ستم رسیدہ ہو۔“

ابن زیاد نے کہا: قَدْ شَقَا اللَّهُ تَفْسِيْرِي مِنْ طَاغِيْتِكَ وَالْعَصَاهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ ”تیرے بھائی کو قتل کر کے
میرے ول کو شفافیل گئی ہے اور تیرے اہل بیت کے نافرمانوں کو کٹوئے کلوئے کر کے مجھے بہت خوشی اور لذت محسوس ہوئی
ہے۔“

بی بی معظمهؓ کو ابن زیاد کے ان بکواسات سے بہت دکھھا ہوا اور اسی دکھکی وجہ سے روکر فرمایا:

لَقَدْ قُتِّلَتْ كَهْلَى وَأَبْرَرَتْ أَهْلَى وَقَطَعَتْ فَرْعَوْنَيْ وَاجْتَثَثَتْ أَصْلَى فَإِنْ يُشْفَكْ هَذَا
فَقَدْ اسْتَفَيْتْ

”اے ابن زیاد! تو نے ہمارے بزرگ (امام حسینؑ) قتل کیے، آل محمدؐ کی عورتوں کے پردے لوٹ
کر ان کو بے جواب کر دیا، ان کے خیروں کو آگ لگادی، ان کو قیدی کر کے بے پالان اُنہوں پر سوار
کر کے دربار میں لے آیا ہے، بازاروں میں ناخموں کے ہجوم میں پھرایا ہے اور اس دربار کے
پر ہجوم اجتماع میں ہمیں حاضر کیا ہے۔

اے ابن زیاد! تو نے ہمارے نوجوانوں کو قتل کیا جن کی مثل کائنات میں نہ تھی جیسے قاسمؑ، علیؑ اکبرؑ،
عباسؑ۔

اے ابن زیاد! تجھے معلوم ہے کہ تو نے کیا جرم کیا ہے خدا کی حرم! تو نے ہمیں اجازہ دیا اور برپا کر دیا
ہے۔ اے ابن زیاد! اگر ان کاموں سے تیرے دل کو شفافیتی ہے تو اے شقی بے حیا! کیا مجھے قتل
کرنے سے بھی تجھے شفافیتی ہے تو شفافیتی حاصل کر لے۔“

ملعون نے یہ کلام سن کر حاضرین کی طرف منہ پھیرا اور کہا: **هَذِهِ شَجَاعَةٌ وَلَقَدْ كَانَ أَبُوهَا شُجَاعًا شَاعِرًا** ”یہ
عورت بہت فصح و بلغ ہے، کلام کا قافیہ، روایت شاعرانہ ہے، اس کا باپ بھی بہر فصح و بلغ تھا اور کلام میں قافیہ روایت کو ظلم کرتا
تھا اور بہت اچھے شعر پڑھتا تھا۔“

جناب زینبؓ کبھی نے فرمایا: اے ابن زیاد! عورت کو فضاحت و بلاغت اور کلام میں قافیہ روایت کو منظم کرنے کی کیا
 ضرورت ہے خصوصاً مجھے جسی دُکھی عورت کو اپیے کلام کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں میرے دل کے غنوں نے مجھے اس بات پر وارد کیا
 ہے کہ اپنے بہت سے زیادہ فضائل سے بہت کم احوال کو بیان کرو۔

اے ابن زیاد! مجھے بہت تعجب ہوا ہے کہ تو ایسا شخص ہے کہ جسے امام کو قتل کرنے سے شفافیتی ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ
 قیامت کو تجھ سے انتقام لیا جائے گا۔

میں جب ابن زیاد نے سمجھ لیا کہ جناب تائب سلام اللہ علیہ سے کلام کر کے اس کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو
 ایسا جواب سنتا ہوں کہ میں خود لا جواب اور شرمندہ ہو جاتا ہوں اور میرا کفر اور منافقت تزید ظاہر ہوتی ہے تو مصلحت اسی میں
 سمجھی کہ اس مظلوم سے باث نہ کی جائے لہذا پھر جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: یہ بی بی کون ہے؟
 کہا گیا کہ یہ جناب ام کلثوم ہیں اور امام حسینؑ کی دوسری بہن ہیں۔

فَقَالَ يَا أُمَّ كُلُومْ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي قَتَلَ رِجَالَكُمْ فَكَيْفَ تَرَوْنَ مَا فَعَلَ بِكُمْ
”اے اُم کلثوم! خدا کی حمد سے جس نے تمہارے مردوں کو قتل کر دیا، پس تمہارا کیا خیال ہے اس
کے بارے میں جو تم سے ہوا؟“

فَقَالَتْ يَا بَنَنْ مَرِيَادَ لَئِنْ قَوْتَ عَيْنُكَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ فَطَالَ مَا قَرَّتْ عَيْنُ جَهَنَّمَ صَلَى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهِ

”جناب اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اگر قتل حسین سے تیری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے، تو جان لے
کرو زمانہ بہت طولانی تھا کہ رسول پاک کی آنکھ امام حسین کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوتی تھی۔“

وَكَانَ يُقْبَلُهُ وَيَلْتَمُ شَفَّتَيْهِ وَيَضْعُهُ عَلَى عَاتِقَهِ

اے ابن زیاد! تجھ پر خدا کی لعنت ہوا تو نے اس ہستی کو قتل کر دیا اور ان کے نازک بدن کو گرم ہوا اور ریت پر صحرائیں
پڑا رہنے دیا اور ان کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کر دیا حالانکہ حسین کے نانا تو ان کے بوئے دیتے اور ان کے بیویوں کو جو آج
تیرے نیزے کی وجہ سے مر جا بچکے ہیں، چوتھے رہتے تھے اور کئی پار ان کو اپنے دوشی مبارک پر سوار کرتے تھے۔

فَقَالَتْ يَا بَنَنْ مَرِيَادَ أَعِدْ لِجَهَنَّمَ جَوَابًا فَإِنَّهُ خَصْنُكَ غَدَا

”اے ابن زیاد! بروز قیامت رسول پاک کا جواب تیار کرو کیونکہ کل وہ تیرے شمن ہوں گے اور
پوچھیں گے۔“

پس اس مکار نے سمجھ لیا کہ جناب اُم کلثوم بھی اپنی بہن کی طرح حاضر جواب ہیں اور انہیں بھی اپنے باپ علیؑ سے
فصاحت و بلاغت و راثت میں ملی ہے۔ اگر وہ ان سے مزید بات کرے گا تو وہ خود شرمندہ اور رسووا ہو گا۔ لہذا اس ملعون نے منہ
امام سجاد علیہ السلام بیمار کر بیلا کی طرف پھیرا اور کہا: یہ بیمار کون ہے؟
 بتایا گیا کہ یہ علیؑ بن حسین ہیں۔

ملعون نے کہا کہ کیا علیؑ بن حسین کر بلا میں شہید نہیں ہوئے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شفیق! میرا ایک بھائی تھا جس کا نام علیؑ تھا، لوگوں نے اسے قتل کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: لوگوں نے نہیں اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔

حضرت امامؑ نے ابن زیاد کے جواب میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی: اللَّهُ يَتَوَفَّ الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا

اب ابن زیاد کو یہ بھی سمجھ آگئی کہ اگر ان سے بات جاری رکھی تو یہ مجھے رسووا کر دیں گے پس غصب ناک ہوا اور کہا:

لَكَ جُرْأَةً عَلَى حَوَابِي ”تم میں اتنی جرأت ہے کہ میری ہربات کا بے باکی سے جواب دینے ہو؟“
إذْهَبُوا بِهِ فَاضْرِبُوَا عَنْقَهُ ”اس کو لے جاؤ اور قتل کرو۔“ جب جناب نسب سلام اللہ علیہا نے امام کے قتل کی بات سنی تو فرمایا:

يَابِنْ نِيَادِ إِنَّكَ تَبْقِي مِنَ الْأَحْدَادِ فَلَمْ يَعْزِمْ عَلَى قَتْلِهِ فَاقْتُلْنَى مَعْنَى
”اے این زیاد! تو نے پہلے ہمارا کوئی مرد زندہ نہیں چھوڑا، تمام کو قتل کر دیا، کوئی ہمارا حرم باقی نہیں رہا، سوائے اس بیمار جوان کے۔

اے این زیاد! اگر اس نوجوان کو قتل کرنا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔“
این زیاد ملعون نے بی بی کی بات پر توجہ نہ کی اور جلاڈ کو پکارا۔ نیلی آنکھوں والا ایک جلاڈ سامنے آیا اور امام سجاد علیہ السلام کے بازو سے پکڑا تاکہ دربار سے باہر لے جا کر قتل کر دے۔ اس وقت تمام مستورات اور بچوں نے آ کر امام سجاد کے اور گرد حصہ بٹا کر ماتم شروع کر دیا۔

صاحب ارشاد لکھتے ہیں: جناب نسب سلام اللہ علیہا نے بیمار امام کے گلے میں بانیں ڈال کر فرمایا:
اے این زیاد! وہی خون کافی ہیں جو تو نے بھا دیے، میں ان کے گلے سے بانیں نہیں نکالوں گی حتیٰ کہ اگر ان کو قتل کرنا ہے تو ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔

روایت میں ہے کہ یہ ظالم ایک لختہ تو آسان کی طرف دیکھتا رہا۔ ساکن، جیران اور متکفر رہا۔ پھر درباریوں سے کہا: مجھے اس رحم اور اپنیوں سے محبت پر تجھ ہے۔ خدا کی تم اجناب نسب سلام اللہ علیہا کو امام بستیجے کے ساتھ قتل ہونا پسند ہے لیکن پھر اس کے دل میں رحم آیا اور کہا: اے جلاڈ! اس بیمار کو چھوڑ دو، یہی بیماری اس کے لیے کافی ہے۔ اس وقت جناب سجاد نے چھوپھی سے فرمایا:

اے پھوپھی جان! آپ خاموش ہو جائیں تاکہ میں اس ملعون سے بات کروں۔ پھر امام سجاد نے این زیاد کو مقابل کر کے فرمایا: اے این زیاد! کیا تو مجھے قتل کر کے ہمیں ڈرانا چاہتا ہے۔ کیا تو یہ بات نہیں جانتا کہ شہادت ہماری کرامت ہے اور قتل ہونا ہماری عادت ہے۔

این زیاد غضبان ک ہوا اور حکم دیا کہ اس بیمار کے گلے میں طوق ڈالا جائے۔ پس طوق ڈالا گیا اور پاؤں میں زنجیر پہنائے گئے اور پھر سب قیدیوں کو زندان میں بند کر دیا گیا۔ ایک راوی جو این زیاد کے ملازمین میں سے تھا۔ کہتا ہے: میں دربار سے زندان تک ان قیدیوں کے ساتھ تھا کہ جس کوچہ اور گلی سے گزرتے۔ تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور تمام مردوں زین

اپنے سرد چہرہ پر ماتم کر رہے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔

مرحوم سید بن طاؤس لکھتے ہیں : جناب زینت سلام اللہ علیہا السلام نے فرمایا :

لَا يَدْخُلُنَّ عَلَيْنَا بِحُرْرَةٍ إِلَّا مُوَكَّةٌ فَإِنَّهُنَّ سَبَبِينَ وَنَحْنُ سَبِيبُنَا

”لیعنی زندان میں کوئی آزادی ہمارے پاس نہ آئے جب کہ کئیزیں آسکتی ہیں خواہ اولاد دار ہوں یا نہ ہوں کیونکہ اسی کیزیں بھی قیدی تھیں اور آج ہم بھی قیدی ہیں۔“

زندان میں گریہ وزاری اور ماتم ہر وقت جاری رہا۔

ابن زیاد کا سر مطہر کو بازاروں میں پھرانا اور امام کے سر کا گلام کرنا صاحب ارشاد لکھتے ہیں : دوسرے دن صبح ابن زیاد کے حکم سے بعثت برائیں الحسین فَدَيْرَ بِهِ فِي سُكُنِ الْكُوفَةِ وَقَبَائِلِهَا ”امام حسین“ کے سر کو کوفہ کے تمام بازاروں، گلیوں اور قبائلی عرب میں پھرایا گیا۔

مرحوم مجلسی علیہ الرحمہ بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر کے کربے میں بیٹھا تھا کہ اچاک میں نے ایک بلند نیزہ دیکھا، جس پر امام حسین“ کا سر نصب تھا۔ جب وہ نیزہ میرے گھر کے سامنے سے گزرا تو میں نے سا کہ سر مطہر یہ آیت قرآن پڑھ رہا تھا :

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْلَحَ الْكَهْفَ وَالرَّقِيمَ كَانُوا مِنَ الْيَتَّنَا عَجَبًا
اس سر مقدس سے یہ آیت سنتے ہی میرے جسم کے روئی کھڑے ہو گئے اور میں کانپ گیا اور عرض کیا :
رَأَسْكَنَ يَابْنَ رَسُولِ اللَّهِ أَعْجَبُ أَعْجَبٍ

اے فرزید رسول! آپ کے سر کا بولنا بہت عجیب و غریب ہے۔“

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے : إِنَّهُ صَلَبٌ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ بِالصَّيَادِفِ الْكُوفَةِ فَتَدْهَنَمُ الرَّأْسُ وَقَرَأَ سُوْرَةُ الْكَهْفِ إِلَى قَوْلِهِ : إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ أَمْنُوا بِرَبِّهِمْ وَنِرَدْنُهُمْ هُدَىٰ
خشی کہتا ہے کہ جب مظلوم کربلا کے سر کو صرافیوں کے بازار میں لٹکایا گیا تو میں نے خود دیکھا کہ سر مقدس نے کھانی کی اور سورہ کھف کو اس آیت تک پڑھا۔ پس کو قبیلوں پر ٹھلات بھی چھائی ہوئی تھی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ سر مطہر نے ایک موقع پر یہ آیت پڑھی جسے تمام خلق نے سنا : وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيْ مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ ○

ایک راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کے بیوی کی حرکت کو دیکھا، میں نے توجہ کی تو سننا کہ یہ آیت پڑھ رہے تھے: فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَئَ مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ ۝

بعض معتبر کتب میں حارث بن وکیدہ سے روایت ہے، اس نے کہا کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے امام کے سر کو نوک نیزہ پر اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے خود سننا کہ سرِ مطہر نے سورہ کہف کی آیت کی تلاوت کی۔ میں تک میں پڑ گیا اور متین ہوا کہ ایک طرف تو امام کی دلربا آواز سے صدائے مبارک سن رہا تھا اور دوسری طرف یہ فکر کرتا تھا کہ یہ سر بغیر بدبن کے کیسے بول سکتا ہے؟ تو مجھے خطاب کر کے سرِ مطہر نے فرمایا:

يَابِنَ وَكَيْدَةَ أَمَا عَلِمْتَ إِنَّا مَعَاصِرُ الْأَنْتَةِ أَحَيَاءٌ عِنْدَ رَبِّنَا تُرْبَقُ

”اے پیر وکیدہ! کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ائمہ علیہم السلام اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔“

جب یہ سننا تو میرا تجھ اور زیادہ ہو گیا اور میں نے دل میں خیال کیا کہ اس سرِ مطہر کو ان بدجھتوں کے پاس نہیں رہنا چاہیے کہ یہ ظالم اسے اس قدر رخفت سے پھرا رہے ہیں اور تو ہیں کر رہے ہیں بس دل میں فیصلہ کیا کہ اس سرِ مقدس کو ان لوگوں سے چاول۔ یہ خیال کرتا تھا کہ سرِ مقدس نے پھر مجھ سے خطاب کر کے فرمایا:

يَابِنَ وَكَيْدَةَ لَيْسَ لَكَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلٌ

”اے فرزند وکیدہ! میرا خون بہانا خدا کے نزدیک بہت بڑا مر عظیم ہے پر نبیت اس کے کہاب یہ میرے سر کو پھرا رہے ہیں، ان کی جو مری ہے کرنے دو۔ عقریب اُنہیں اپنے اس برے عمل کی سزا ملے گی۔“

إِذَا الْأَخْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَالِسُ وَيُسْحِبُونَ

”جب ان کی گردنوں میں آگ کے طوق اور جنم کی زنجیریں ہوں گی۔“

امن زیاد کی تقریر پر عبداللہ بن عفیف کی تعمید اور ان کی مظلومانہ شہادت

امن زیاد اتنا شقی تھا کہ آلِ احمد کے اسیروں کی سرزنش اور تو ہین کر کے زندان بھیج دیا اور وہ قیدی اپنی جان سے میر تھے، امام سجاد علیہ السلام کے پاؤں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال دیا گیا اور روئی آنکھوں سے ان کو اس خاندان (خانہ خراب) میں بھیج دیا گیا جو مسجد کے ساتھ واقع تھا۔ اس کے دورے دن (تیرہ محرم) کو سر اقدس کوچوں اور بازاروں میں پھر لایا گیا اور خود امن زیاد رعب اور بدنبے سے مسجد میں آیا، تمام حکومتی اور خوشامدی افراد اس کے ساتھ مسجد میں آئے۔ اچھا، نہ اہر شخص مسجد میں آیا، مسجد بھر گئی تھی اور یہ شقی بن شقی بے شرمی اور بڑی بے حیائی سے منبر پر بیٹھ گیا اور یہ خطبہ پڑھا:

قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْهَرَ الْحَقَّ وَاهْلُهُ وَنَصَرَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدَا وَجَزَّبَهُ وَقَتَلَ
الْكَذَابِ بْنَ الْكَذَابِ وَشَيْعَتِهِ

”حمد ہے اس خدا کی جس نے حق کو اور اہل حق کو ظاہر کیا اور امیر المؤمنین یزید (معاذ اللہ) اور اس
کے گروہ کی مدد کی اور کذاب بن کذاب (نوفذ باللہ) اور ان کے شیعوں کو قتل کر دیا۔“

جب یہ بکواس اس ملعون کی زبان سے لگی تو ایک مخلص زاہد، عابد شیعہ اور بہادر جناب عبداللہ بن عفیف برداشت نہ
کر سکے اور اپنی جگہ سے اٹھے (یہ امیر المؤمنین کے صحابیوں میں سے ہیں اور ان کی ایک آنکھ جنگ صفين میں حضرت علیؑ کی
نصرت میں ضائع ہو گئی تھی اور دوسرا آنکھ جنگ جمل میں مولا علیؑ کی حمایت میں قربان ہو گئی تھی، اس ناپینائی کے باوجود اکثر
اسی مسجد میں عبادت کے لیے ٹھہرے رہتے تھے اور شب و روز یہاں عبادت کرتے تھے) اور لکار کر کہا: اے ولد اڑنا! انؑ
الْكَذَابِ بْنَ الْكَذَابِ أَنْتَ وَأَبْوُكَ ”بھوٹا اور فرزید کذاب تو ہے اور شیرا باب تھا اور وہ جھوٹا ہے جس نے تجھے اس شہر کا
امیر بنایا ہے اور اہل ایمان کی جان کو آگ لگادی ہے۔“

اے بے دین! فرزند غیربر کو قتل کرتا ہے اور پھر مسلمانوں کے سامنے منبر پر آ کر یہ بکواس کرتا ہے۔ اے بے حیا! منبر
سے نیچے اتر آ تو اس کا اہل نہیں ہے۔

ابن زیاد خپلنگ ہوا اور پوچھا کہ یہ اندھا کون ہے؟ کہ میرے ساتھ اس طرح گستاخانہ کلام کر رہا ہے؟
عبداللہ بن عفیف نے کہا: گستاخانہ کلام کرنے والا میں ہوں، اے شمن خدا تم نے ذریت محمد کو قتل کر دیا جنہیں
اللہ پاک نے پاک و پاکیزہ خلق کیا تھا اور پھر تو مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے؟

جناب عبداللہ بن عفیف نے مزید کہا: ابن زیاد فضّ اللہ وَلَعْنَ اللّٰهُ أَبَاكَ وَعَذَّبَكَ وَأَخْرَاكَ ”خدا تیرے منہ
کو توڑ دے، تیرے باب پر لعنت ہو، تجھ پر عذاب کرے اور رسو اکرے اور تجھے اور تیرے باب اور تیرے امیر کو جہنم کی آگ
میں جلائے۔“

اے زنازوے! کیا امام حسینؑ کو قتل کرنا کافی نہ تھا کہ اب منبروں پر ان پر سب و شتم کر رہا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد کا غصب اور زیادہ بڑھ گیا، اس کی گردان کی رگیں پُرخون ہو گئیں اور اس نے کہا: اس بدجنت
اندھے کو میرے سامنے لا کے۔ غلام اور مخاطب عبداللہ بن عفیف پر ٹوٹ پڑے اور ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کرنا چاہا تو
آن کی قوم اور رشتہ دار اور بزرگان کوفہ ان کے اطراف میں جمع ہو گئے اور ان کی حمایت کی اور ابن زیاد کے محافظوں کو انہیں
پکڑنے نہ دیا۔ اسی اثناء میں ان کے اپنے ایک گروہ نے ان کو چھپا لیا اور ان کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

ابن زیاد غیض و غصب کے ساتھ نمبر سے اُتر آیا اور دارالامارہ چلا گیا اور حکم دیا کہ اس اندھے کو ہر صورت میں گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو۔

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں: جب ابن زیاد دارالامارہ میں بیٹھا اور ارکان حکومت آئے تو ابن زیاد نے جناب عبداللہ بن عفیف کی جرأت اور جسارت کے کمال کی شکایت کی کہ اس اندھے نے آج ہماری شان و شوکت اور غرور و بکری کو خاک میں ملا دیا۔

محاظین نے کہا: حق آپ کے ساتھ ہے اور اس اندھے نے بڑی توہین کی ہے لیکن ہمیں اس سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ ازدی قبیلہ کے بزرگان ہمارے مقابلے میں آگئے اور عبداللہ کو ہم سے محفوظ کر لیا، یہ بات ہم پر بہت گراں گز ری ہے۔ ابن زیاد ان خوشامدیوں کی تحریک سے غصباں کا ہوا اور حکم دیا کہ بنی ازد کے اشراف اور بزرگان کے گھروں پر اچانک چھاپے مارا اور ان کو اپنے عزیزوں کے ہمراہ گرفتار کر کے میرے پاس لاو۔ پس ابن زیاد کے سپاہی ابن بزرگان کے گھروں پر حملہ آرہوئے اور ان تمام کو گرفتار کر لیا۔ ان کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور زندان میں ڈال دیا گیا۔

ان اشراف میں عبدالرحمن محب ازدی بھی تھا جو قبیلہ ازد کا سردار تھا۔ پس ابن زیاد الملعون نے محمد بن اشعف، عمرو بن حجاج اور ہبیث کو بلایا اور کہا کہ جاؤ اور اس ظاہری و باطنی اندھے کو پکڑ لاؤ۔ یہ تین خونخوار سردار اپنے فوکروں، سپاہیوں اور غلاموں کے ساتھ عبداللہ بن عفیف کے دروازے پر گئے۔ ازدی قبیلہ کے کچھ لوگ یہاں موجود تھے انہوں نے مراجحت کی تو جنگ شروع ہو گئی اور ازدی قبیلہ نے ابن زیاد کے سپاہیوں پر ہجوم کیا تو وہ مکانت کھا گئے جب کہ ازدیوں کو فتح ہوئی۔ ابن زیاد کے کچھ سپاہی قتل ہو گئے اور کچھ زخمی ہو گئے۔

ابن زیاد کو خبر طی تو اس الملعون نے مصری قبیلہ کو ان تین سرداروں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ قبیلہ پہنچا تو پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف سے کافی لوگ مارے گئے اور ابن زیاد کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے عبداللہ بن عفیف کے گرد داخل ہونے کے لیے ہجوم کیا اور دروازہ توڑ دیا۔ عبداللہ بن عفیف کی ایک بیٹی تھی جو باب کی خدمت کرتی تھی۔ اس لڑکی نے فریاد کی تھیا اس سپاہیوں نے دروازہ توڑ دیا اور اب اندر داخل ہونے والے ہیں اور آپ کو گرفتار کر لیں گے اور مجھے میتم بناویں گے یہ کہا اور گریہہ و زاری شروع کر دی۔

عبداللہ نے کہا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک ڈر نہیں اور میرے دل کو بھی مت توڑو، پس مجھے تکوار دو اور میرے پہلو میں کھڑی ہو جاؤ اور دیکھتی رہو، جس طرف سے دشمن آئے مجھے بتاتے رہتا۔ بیٹی نے باپ کو تکوار دی اور خود ایک جگہ کھڑی ہو گئی کہ اچانک ابن زیاد کے سپاہیوں کا لشکر تکوازیں اور نیزے لیے شور و غل اور حلحلہ سے اندر رکھنے لگیا۔

ضعیف و نحیف مگر در یادِ عبداللہ ایک نجک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی تکوار کو اپنے گرد گھمایا، پھر حضرت بھری صدا سے کہا: کاش میری آنکھیں ہوتیں تو میں ابن زیاد کے سپاہیوں کی جانبیں ان کے ہاتھوں پر رکھ دیتا۔ ان ملاعین نے عبداللہ کے اطراف سے حملہ شروع کیا۔ بیٹی بتاتی رہی بابا اب دائیں طرف سے آئے ہیں، اب باسکیں طرف سے لیکن بید کی شاخوں کی طرح کانپ رہی تھی اور شجاع ضعیف اسی تکوار بارستے کہ سپاہی گرجانا حتیٰ کہ قول اپنی خفت تیس سپاہیوں کو جہنم واصل کیا۔ آپ لڑتے لڑتے تحکم گئے اور کمزور ہو گئے۔ بیٹی نے جب دیکھا کہ اب اس کے باب پ تحکم چھے ہیں اور لڑنے کے قابل نہیں رہے لہذا گرفتار ہو جائیں گے تو ایک دکھی فریاد کی کہ ہائے میری بے کسی کہ میرے باب کا کوئی حامی اور ناصر نہیں ہے۔

بیٹی پار پار بلند آواز سے میہی کہتی کہ لوگو! میرے بابا کا کوئی مددگار نہیں، بابا میں تیری غربت اور مظلومیت پر بہت دکھی ہوں۔ لیتتی کُنٹ ہر جلا حکتی اخاوصم بین یَدِیَکَ کاش میں مرد ہوتی تو تمہارے سامنے اپنی جان قربان کر دیتی لیکن بابا میں مجبور ہوں کہ تھے اس حالت میں دکھری ہوں، کاش میں مر جاتی۔

بالآخر اس ضعیف عبداللہ بن عفیف کو گرفتار کر لیا گیا، ان کے ہاتھ باندھ دیئے اور گھینپتے اور ناسرا کہتے ہوئے ابن زیاد کے دربار میں لے گئے۔ اسی دوران میں اپنی بیٹی کے رونق کی آواز عبداللہ بن عفیف کے کالوں تک پہنچی تو غیرت میں آگ بگولا ہو کر کہا:

اے مرجانہ کے بیٹے! مجھے جلدی قتل کر دے، میں اپنی بیٹی کا نام حمول میں رونا اور نالہ کرنا برداشت نہیں کر سکتا۔ پس ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو اور اس کے بدن کو لٹکا دو۔ اس سفیدریش، عابد اور شبی زندہ دار کو قتل کیا گیا اور بدن کو لٹکا دیا گیا۔ رات کو ازوی قبل مسجح ہوئے اور فیصلہ کیا کہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی نگہ و عار کی بات ہے کہ ہمارے بزرگ کی لاش لٹکتی رہے اور ہم بستریوں پر آرام سے سوتے رہیں۔ پس مسجح ہو کر اسی رات جناب عبداللہ بن عفیف کا بدن سولی سے اُتارا اور عرش و کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔

شہادتِ امام حسینؑ کی یزید کو اطلاع اور اس کا خوشی منانا

جناب سید الشہداءؑ کے شہید ہونے اور اہل و عیال کو قیدی کرنے کے بعد کوفہ میں مسجد کے ساتھ ایک دریاں گر میں زدنان کے طور پر بند کر دیا گیا۔ سید الشہداءؑ کے سر کو کوفہ کے بازاروں اور کوچوں میں پھرانے کے بعد ہر طرف اپنی قیخت و کامیابی کی بشارتیں بھجیں خصوصاً دینہ اور شام کی طرف امام حسینؑ کی شہادت کی خوشخبری بھجی۔

سید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: ابن زیاد نے یزید کو ایک خط لکھا جس میں امام حسینؑ کی شہادت اور ان کے اہل بیتؑ کو

قیدی کرنے کی بشارت دی۔ جب قاصد شام پہنچا اور یزید کو ابن زیاد کا بشارت نامہ دیا تو یہ ملعون بہت خوش ہوا اور امامؑ کی شہادت سے اس کو بڑی راحت محسوس ہوئی۔

وہ ایک لمحہ کو سوچنے لگا اور بشارت نامہ پر غور کیا اور باطنی سرور کا اظہار کیا۔ اس نے سوچ لیا کہ یہ بہت بڑا سانحہ ہوا ہے جو مسلمانوں کی پریشانی اور غصے کا باعث بن سکتا ہے اور مسلمان اس واقعہ میں تو شخ اور تشنج کریں گے الہذا محسب طاہر اس واقعہ کو ناپسند کیا اور کہا کہ ”ابن مرجانہ فَعَلَ كَذَا“ ابن مرجانہ ملعون نے امام حسینؑ کو شہید کیا اور ظلم کیا۔

میں اس کے افعال پر راضی نہیں تھا اور میں نے اسے امام حسینؑ کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ وَإِنَّا أَمْرَתُهُ بِنَافِعَهُ وَطَرِدَهُ عَنِ حُدُودِ الْإِسْلَامِيَّةِ ”میں نے تو اسے اسلامی حدود سے باہر بھیج دینے کا کہا تھا تاکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف جمع نہ کر سکیں اور اپنی حکومت نہ بنالیں اور وہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ہماری حکومت کو تسلیم کر لیں اور حکومت کے کاموں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔“

ابن زیاد بے وقوف نے جلد بازی میں ان پر ظلم کیا اور انہیں قتل کر دیا اور ان کے اہل بیتؑ کو قیدی کر کے کوفہ لا یا گیا۔

فَفَعَلَ كُلُّ ذَلِكَ بِسُوءِ سِرِيرَتِهِ وَضَعَفَتْ رَأْيَةُ قَبْحَةِ اللَّهِ وَمَا صَنَعَ هُنَّهُ

”یہ تمام کام ابن زیاد نے اپنے بخت باطنی اور بُری صفات کے مالک ہونے کی وجہ سے انجام دیا ہے۔ خدا اس کے چہرے کو سیاہ کرے۔“

اس نے یہ کام بُری اُمیمیہ کی مغلوبی کے لیے کیا ہے۔ کچھ لوگ تو اس کے اس کام کی تعریف کر رہے ہیں لیکن

میں اس کے انانکاموں کو بُری سمجھتا ہوں جب کہ ابن زیاد کی طرف جواب لکھا:

اے ابن زیاد! تمہارا بشارت نامہ اور فرح انگیز خط بہت اچھے وقت میں میرے پاس پہنچا جس سے میرا اعتقاد تم پر اور زیادہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ تم نے میری خوشیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ تم پر آفرین اور ہزار آفرین کہ تم نے آل سفیان کا حق ادا کر دیا اور ہماری سابقہ جنگوں میں بھائے جانے والے خون کا اولاً علیٰ سے انتقام لے لیا ہے۔ جب میرا یہ خط پہنچ تو جلدی سے تمام مقتولین کے سروں اور قیدیوں کو شام بھیج دینا تاکہ عراق میں کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پائے کیونکہ عراق شیعوں کا علاقہ ہے، جب کہ شام مجبان آل اُمیمیہ کا علاقہ۔

یزید نے لکھا کہ سروں اور قیدیوں کو ایسے راستے سے بھیجنा کہ راستے میں اعراب ان کی حمایت پر کمر بستہ نہ ہو جائیں اور جس قدر ان کو ذلیل و خوار کر سکتے ہو، کرو کر یہ ہمارے بزرگوں کی خوشی کا باعث ہوگا۔

زندان میں اہل بیت کو خوف زدہ کرنا

صاحب ارشاد لکھتے ہیں: جب علیین امام حسینؑ کے سر کو کوفہ میں پھرانے سے فارغ ہوئے تو عبد اللہ ابن زیاد ملعون نے سر مطہر کے ساتھ دوسرے شہداء کے سروں کو اہل بیتؑ کے قیدی قائلہ کے ساتھ زجر بن قیس اور ابابر وہ بن عوف، طارق بن الجیان اور شمر کی سر برائی میں شام بھیجا۔

تاریخ کامل میں ہے کہ جب مخدراتِ عصمت کو کوفہ لاایا گیا تو زندان میں رکھا گیا۔ ایک دن زندان کے باہر سے زندان کے اندر پھرڈا کہ جس پھر پر لکھا تھا کہ ابن زیاد نے تمہارے بارے شام قاصد بھیجا ہے جب وہ واسی حکم نامہ لائے گا تو اس پر عمل ہوگا۔ اگر تم نے تکمیریں سنی تو سمجھ لینا کہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا ورنہ اپنی زندگی گزارنا۔ پسند دنوں کے بعد ایک اور خط پھر کے ساتھ باندھ کر زندان میں ڈالا گیا۔ اس خط کا مفہوم یہ تھا کہ شام کی طرف بیجے ہوئے قاصد کے واپس آنے میں تین دن باقی ہیں، بعد اتم صیتیں کرلو۔

قاصد یزید کا خط لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا جس میں یہ یہ نے لکھا تھا کہ امام سجاد اور قیدیوں کو شام میرے پاس بیچ دو۔ ابن زیاد نے مخز بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوش کو بلا یا اور ان کی گمراہی میں قیدیوں کو شام بیچ دیا۔ پھر عبد الملک بن حرث اسلی کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچانے کے لیے عمر بن سعید مدینہ کے والی کے پاس بھیجا۔

ابن زیاد کے حاجب عبد الملک کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابن زیاد کے پیچھے پیچھے میں قصر میں داخل ہوا تو اپا انک دیکھا کہ آگ کے شعلے ابن زیاد کے چہرے کے سامنے آگئے۔ اس نے ان سے پچھے کے لیے اپنی آشین چہرے پر رکھی اور چہرے کو پھیلایا۔

ابن زیاد نے پوچھا: کیا تو نے یہ شعلہ دیکھے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا کہ اس بات کو لوگوں میں مخفی رکھنا اور کسی کو بیان نہ کرنا۔

ابن زیاد نے شہادت امامؑ کی اطلاع مدینہ بھیجی

ابن زیاد نے عبد الملک بن حارث کو مدینہ شہادت امامؑ کی اطلاع کے لیے بھیجا۔ عبد الملک خط لے کر مدینہ وارد ہوا تو ایک قریشی نے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو؟ عبد الملک نے کہا کہ اپنے امیر (عمرو بن سعید) سے سنا۔ اس قریشی نے کہا: إِنَّ اللّٰهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ مَرْجِعُونَ کہ خدا کی قسم! حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ہے۔

عبد الملک مدینہ کے والی عمر بن سعید کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ عبد الملک نے کہا: وہ خبراً یا ہوں

جس سے آپ کو خوشی اور سرور ہو گا اور وہ ہے امام حسینؑ کی شہادت کی اطلاع۔

عمرو بن سعید نے کہا کہ پھر یہاں نہ بیٹھو، باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کرو۔ عبدالملک کہتا ہے کہ جوں ہی میں نے ندا دی تو ہاشمی گھروں سے ایسی آہ و فغافل اور گریز از ای بلند ہوئی کہ اس قدر غم و ماتم میں نے نہ کبھی سننا اور نہ دیکھا تھا۔ میں دوبارہ عمرو بن سعید کے پاس آیا تو وہ بہت خوش تھا اور مسکرا کر کہنے لگا: آج ہاشمی خورتوں کا رونا اس گریز کا بدلتا ہے جو عثمان کے قتل کے موقع پر بھی امیری کی عورتوں نے کیا تھا۔

پس عمرو بن سعید منبر پر بیٹھا اور عوام کے لیے تقریر کی اور یزید کی تعریف کی اور اس نے دوران تقریر میں امام حسینؑ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

إِنَّهَا لَذَمَّةٌ وَصَدَمَّةٌ بِصَدَمَّةٍ كَمْ مِنْ خُطْبَةٍ بَعْدُ خُطْبَةٍ وَمَوْعِظَةٍ بَعْدُ مَوْعِظَةٍ حَكَمَهُ
بِالْفَلَّةِ فَمَا تُغْنِي النَّذَارَ

”هم تو چاہتے تھے کہ حسینؑ زندہ رہیں اور شہید نہ ہوں لیکن وہ مسلسل ہمیں گالیاں دیتے تھے جب کہ ہم ان کی تعریف کرتے تھے۔ وہ ہم سے رشتے توڑتے تھے اور ہم پار بار ان سے رشتہ جوڑتے تھے لیکن بہت کوشش کے باوجود انہوں نے یزید کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا، لہذا ان کو راستے سے دور کرنا ضروری سمجھا گیا۔“

عبداللہ بن الصائب نے کہا: اگر صد یقہ طاہرہ زندہ ہوتیں اور اپنے بیٹے کا کتاب سردیکھتیں تو ہمیشہ روتی رہتیں۔

عمرو بن سعید کو بہت غصہ آیا اور مکارانہ لبجے سے کہا کہ ہم جناب فاطمہؑ کے اقرب و اوپری ہیں کیونکہ ان کے والدہ ہمارے چچا اور ان کا شوہر ہمارا بھائی اور ان کا بیٹا ہمارا بیٹا ہے۔ ہاں فاطمہؑ ضرور بیٹے پر روتی اور ان کے قاتل پر لعنت کرتیں۔

جناب عبداللہ بن حمفر طیار کے ایک غلام نے واقعہ کربلا کے بعد جناب محمد و عون کی شہادت کا افسوس کیا اور کہا: یہ دکھ ہمیں حسینؑ کی وجہ سے پہنچا ہے۔ عبداللہ بن حمفر کو بہت غصہ آیا، انہوں نے غلام ابوسلاسل کو نظریں سے بہت سخت مارا اور کہا: یا ابن اللھٰکَتا لِلْمُحْسِنِينَ تَقُولُ هَذَا

”کیا تم حسینؑ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہو؟ اگر میں کربلا ہوتا تو اپنا خون ان کے قدموں میں پہاڑتا۔ میرے بیٹوں کی شہادت کے بارے میں میرے لیے یہ فخر کافی ہے کہ وہ اپنے ماںوں کی حمایت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔“

مدینہ میں عزاداری کی ابتدا

عمرو بن سعید منبر سے نیچے اترات لوگ متفرق ہو گئے البتہ امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ہر طرف جگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور مدینہ کے تمام محلوں اور گھروں میں گریہ زاری شروع ہو گئی۔ مدینہ کے لوگ گلیوں بازاروں میں آئے، ان کے ہاتھوں میں رومال تھے اور خون کے آنسو روئے تھے۔ بعض لوگوں نے گریبان چاک کیے، بعض نے سر میں خاک ملائی اور پھرے پر ماتم کرتے رہے۔

وَخَرَجَتِ الْمُخَدِّرَاتُ الْمَسْتُوَرَاتُ مِنَ الدُّوِرِ مُشَقَّقَاتٍ لِلْجَيْوِبِ وَالْخُنُورِ لَا طَمَاتٌ
لِلْوُجُوهِ وَالصَّدُودِ وَالنَّادِيَاتِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ

”شہادت امام حسینؑ کی خبر جب مدینہ کی عورتوں تک پہنچی تو مخدرات باعث شام اور مستورات باخترام اپنے گھروں سے دوڑتی ہوئی باہر نکلیں، گریبان چاک کیے اور سروپھرہ پر طما نچے مارے۔ وہ ماتم کرتی تھیں، نوحہ اور گریہ زاری کرتی تھیں۔“

حَتَّى يَرْزُقَ الشَّرْوَسَاتُ مِنَ الْجِبَالِ وَخَلَّتِ أَصْوَاتُ أَبْكَاءِ الرِّجَالِ وَنَوَاحِ الصَّبَيَانِ وَالْأَطْفَالِ
”حتیٰ کہ تازہ شادی شدہ لاکیاں اپنے محلوں سے باہر نکلیں اور ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کے بین کرتی تھیں۔ مدد اور بچے بھی بلند آواز سے روئے تھے۔“

نوجوانان جو جانب علی اکبرؑ کے دوست تھے، نے گریبان چاک کیے اور زمین اور زمان میں اس قدر روئے کہ نالہ و زاری کا ایسا شوروٹ پلنڈ ہو گیا کہ کوئی اور آواز ناکی نہ دیتی تھی۔ آفاق سیاہ ہو گئے، فماں ہاشمیوں پر تھک ہو گیا، سب سے زیادہ دکھ تو ام لمھنیں ہو گوا کہ جن کے چاروں بیٹھ کر بلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ہاشمی نژاد ہاشمیاں اور ابوطالبؑ کی نسلوں سے عورتیں جانب نسبؓ کبریٰ کی بے بی اور جانب سکینہؓ کی تینی پر اس قدر گریہ کرتی تھیں کہ جہاں تھک ہو گیا۔ ان گریہ کرنے والوں میں ایک طرف جانب نسبؓ بنت عقیل بن ابی طالبؓ کا ماتم تھا تو دوسری طرف ام لقمان اور ان کی بہن ام ہافی، اسماء اور ملہ کے ساتھ ماتم کنالا تھیں اور تیسری طرف غیرینہ کی عورتیں جو ننگے پاؤں، بال کھلے بین کرتی ہوئی سرومنہ پر ماتم کرتے ہوئے اور گریہ زاری کرتے ہوئے آتی تھیں۔ یہ عورتیں جس شخص کو دیکھتیں تو یہی کہتی تھیں:

”اے لوگو! آخر رسولؐ پاک کو کیا جواب دو گے اور اس وقت کیا جواب دو گے جب رسولؐ پاک پوچھیں گے کہ میرے بعد میری عترت سے کیا سلوک کیا گیا۔ میں نے اپنی عترت کے بارے کس قدر وصیت اور سفارش کی۔ کیا میری تاکید کا صلم نے یہ دیا کہ میری عترت کو قتل کر دیا اور قیدی بنالیا۔ کیا میری بیوی کی تھیں جزا ہے جو تم نے مجھے دی ہے؟“

اس دن کے بعد جورات آئی اُس رات ہاتھ فیکی کی آواز مدینہ والوں نے سنی جو کہ رہا تھا: لوگو! اب عذابِ الہی تیار ہے، تمہارے اوپر موسیٰ علیہ اور بن داؤڈ کی لعنت ہے۔ اہل آسمان تمہیں بددعا کر رہے ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی مدینہ میں کرام پُج گیا اور شہادت کی خبر نے مدینہ کے تمام چھوٹے بڑے، مردوں، عورتوں، حتیٰ کہ تازہ بیانی لڑکیوں اور بچوں نے گریبان چاک کیے اور اس قدر غم کا اظہار کیا کہ چند گھروں میں تو باقاعدہ مجلسِ عزا برپا ہو گئی۔ مردوں زن و مت و موت آتے، چاک شدہ گریبان سے مجلس میں بیٹھتے، نوحہ کرتے اور پھر ایک گھر سے دوسرے گرجاہ عزا خانہ بنا ہوا تھا، جاتے اور وہاں ماتم اور نوحہ کرتے۔ اس طرح کی عزاداری مدینہ میں چند روز جاری رہی۔

● پہلی مجلس عزا خانہ: ان چند گھروں میں جہاں صف عزا پچھی تھی ان میں سے ایک گھر جناب اُم الحُنینؓ، والدۃ حضرت عباس علیہما الرحمۃ کا تھا کہ جن کے چار جوان بیٹے کربلا میں شہید ہوئے۔

● دوسری مجلس عزا خانہ: دوسرا گھر جہاں صف عزا پچھی تھی وہ حضرت امام حسینؑ کا گھر تھا کہ جناب فاطمہ صفری بیمار یہاں عزادار تھیں۔

مَلَأَتْ دُورَ الْحُسَيْنِ بِالرِّجَالِ مِنْ نِسَاءٍ بَنِي هَاشِمٍ وَحَنْدِيَّهُمْ عِنْدَ فَاطِمَةِ بِنْتِ الْحُسَيْنِ

”امام حسینؑ کا گھر بنی هاشم کی حورتوں اور مردوں سے بھر گیا تھا جو سب تعریت کر رہے تھے اور جناب فاطمہ صفری کو بابا کی شہادت پر ماتم کر کے تسلی دیتے رہے۔“

● تیسرا مجلس عزا خانہ: تیسرا وہ گھر عزا خانہ بنا ہوا تھا جو امام حسنؑ کا تھا لیکن اب اس گھر میں کوئی نہ تھا۔ یہ خالی تھا بس عزادار آتے اور نوحہ و گریہ زاری کرتے اور پھر چلے جاتے۔

وَكَانَتْ بُيُوتُ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَالِيَّةً مُوجَشَةً حَيْثُ أَنَّ أَوْلَادَهُ قُتُلُوا فِي الْوَاقِعَةِ وَأُسْرَ الْبَاقِفُونَ

”امام حسنؑ کے کمرے خالی پڑے تھے اور گھر میں کوئی نہ تھا۔ وحشت ہی وحشت تھی کیونکہ ان کی اولاد واقعہ کربلا میں کچھ شہید ہو گئے اور باقی قید ہو گئے۔“

● چوتھی مجلس عزا خانہ: جناب محمد حنفیہ کا گھر تھا کہ جس میں ہاشمی مردوں زن ماتم کرتے رہے۔ رسول پاک کی قبر سے ماتمی جلوس چلتا اور امام حسنؑ کی قبر تک جاتا اور وہاں سے جناب فاطمہ زہراءؓ کی قبر تک ماتمی جلوس چلتے رہے۔



پندرہویں فصل

سرہائے شہداء اور اہل بیت کی شام روائی

جب یزید کا جوابی خط آیا کہ سروں اور قیدیوں کو شام بھیج دو تو ابن زیاد نے زحر بن قیس کی سربراہی میں شہداء کے سروں اور امام سجاد کو (امام کے ہاتھ پس گردن باندھے گئے تھے) بمحض خدرات عصمت کے بغیر مغل اذنوں پر سوار کیا اور روانہ کر دیا۔

ابن عبدربہ کے قول کے مطابق غاز بن ربیعہ جرسی کہتا ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچاک زحر آیا، یزید نے ڈرتے ہوئے کہا: مَا وَرَأْتَكَ يَا ثَرْيَاجِرُ اے زحر اتیرے یچھے کیا ہے؟ زحر نے کہا: امیر المؤمنین کو فتح و نصرت اور کامیابی کی مبارک ہوا اور کہا:

وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلَى فِي ثَمَانِيَةِ عَشَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَسَيِّدِنَّ رَاجِلًا مِنْ
شَيْعَتِهِ فَبَرَرْنَا إِلَيْهِمْ فَسَئَلَنَا هُمْ أَنْ لَوْيَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ الْأَمِيرِ عَبِيدِ اللَّهِ أَوِ الْقَتْلِ ،
فَاخْتَارُوا الْقَتْلَ فَغَدُونَا عَلَيْهِمْ مَعَ شَرْوَقِ الشَّمْسِ فَاحْطَنَّا يَهُمْ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ حَتَّى
إِذَا أَخْذَتِ السُّبُوقَ مَأْخَذَهَا مِنْ هَامِ الْقَوْمِ جَعَلُوا يَلُوذُونَ بِالْأَكَامِ وَالْحَفَرِ كَمَا
لَا ذِلْجَامَ مِنْ صَقَرِ فَوَاللَّهِ مَا كَانَ إِلَّا جَزَرَ جَزُورِ أَوْ نَوْمَةَ قَافِلِ ، حَتَّى أَيْتَنَا آخِرُهُمْ
فَهَاهِتِكَ أَجْسَادُهُمْ مُجَرَّدَةٌ وَقَيْنَاهُمْ مَرْمَلَةٌ خُدُودُهُمْ مَعْفَرٌ تَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ وَتَسْفِي
عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الخ

”ہمارے پاس امام حسین، بنی ہاشم کے اخبارہ جوان اور سائھ اصحاب کے ساتھ آئے۔ ہم نے پہلے انہیں کہا کہ ابن زیاد کے حکم کی اطاعت کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں تو انہوں نے ذات اختیار نہ کی اور جنگ کو اختیار کیا۔ روز عاشورہ ہر طرف سے اس پر حملہ کیا اور تکواریں چلیں اور جتنا وقت قصاب کے اوٹ خرکرنے میں صرف ہوتا ہے اتنے ہی وقت میں ہم نے امام حسین کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ ان کے بدنوں کو صحرائے کربلا میں برہنہ بغیر دفن کے چھوڑ دیا، ان کے چہرے

خون آلو، سورج کی تپش میں پڑے سوائے پرندوں کے کوئی ان کے پاس نہیں ہے۔

یزید نے ایک لحظہ سر نیچے کیا اور پھر سر اٹھا کر کہا:

قَدْ كُنْتُ أَمَاضِي مِنْ طَاعِتِكُمْ بِدُولِنَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ أَمَّا لَوْلَا أَنِّي صَاحِبُهُ لَعَفَوْتُ عَنْهُ
”میں تم پر امام حسینؑ کے قتل کے بغیر بھی راضی ہوتا اگر میں ابن زیاد کے مقام پر ہوتا تو امام حسینؑ
سے درگزر کہ جاتا۔“

صاحب ارشاد قم طراز ہیں: سر امامؑ کو شام بھیجنے کے بعد اہل بیتؑ کو شہر بن ذی الجوش اور مغفر بن شبلہ کی قیادت میں
شام بھیج دیا گیا۔ البتہ امام سجاد علیہ السلام کے گھے میں لوہے کا خاردار طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہننا کرشام کی طرف روانہ کیا
گیا۔

کوفہ سے شام تک کاروانی اہل بیتؑ کے مقابل

کربلا میں شہؑ والا کے حرم لئتے ہیں	فاقہ کش تشنہ وہن سُکھیہ غم لئتے ہیں
دھنِ الم میں گرفتار نہیں لئتے ہیں	شور برپا ہے یہ راذوں میں کہ ہم لئتے ہیں
قتل وارث ہوئے سامان گرفتاری ہے	یاعلیٰ آؤ کہ اب وقت مددگاری ہے

جب اہل بیت کرامؑ کو بعض شہدائے عظام کے سروں کے شام غم انعام بھیجا گیا تو ہر منزل پر کوئی نہ کوئی کرامت اور
ہر ہان حق ظاہر ہوئی جس سے بعض لوگوں کی تنبیہ ہو جاتی تھی اور بعض کو ہدایت مل جاتی تھی لیکن جو شقیقہ ان کی شقاوتوں میں
اضافہ ہوتا رہا کیونکہ خدا قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا - بَلْ لَمْ يَزِدْهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا وَعَزُورًا

المحض لکھتے ہیں: اس کاروان کو بھاصہ کی شرقی جانب سے قیدیوں اور سروں کو لے کر گئے اور تحریکت کے ایک طرف
سے گزرتے ہوئے کاروان کو لے چلے۔ انہوں نے تحریکت کے عامل کو لکھا: ہمارا استقبال کیا جائے اور لشکر کا کھانا اور گھزوں کا
چارہ وغیرہ لایا جائے، ہماری تعداد زیادہ ہے اور ہم این زیادگی کی طرف سے مامور ہیں۔ ہمارے پاس امام حسینؑ اور اصحاب
حسینؑ کے سریں جن کو کربلا میں شہید کیا گیا ہے اور اب ہم ان کے سریزید کی طرف لے جا رہے ہیں۔

تحریکت کے حام نے یہ خط پڑھا تو حکم دیا کہ لشکر کی غذا اور لشکر کے ساتھ موجود جیوانوں کی خوراک کا انتظام کیا جائے

اور ان کا استقبال کیا جائے چنانچہ بہت سے لوگ استقبال کے لیے گئے جنہوں نے سرخ اور زرد علم اپنے آگے اٹھائے ہوئے تھے۔ یونق فقارہ کی صدا جاری تھی، لوگ ہر جانب اور ہر مکان سے استقبال کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے سے ملے تو ایک دوسرے کو بشارت اور مبارک دی۔ تماشائی لوگ امام کے نورانی سر کے متعلق پوچھتے تو ان کو جواب ملتا: هَذَا رَأْسُ الْخَارِجِيِّ۔

اتفاقاً اس اجتماع میں ایک نصرانی تھا جو کوفہ سے آیا تھا، اُس نے کہا: اے بدجتو! میں بھی کوفہ میں تھا وہاں تو اس سر کا نام راس الخارجی نہ تھا بلکہ وہاں تو ان کا نام حسین بن علی تھا۔ وہی علیٰ جنہوں نے کئی سال کوفہ میں حکومت کی اور وہ ہمارے امیر تھے۔ ان کی ماں جناب پیغمبر نبی مصطفیٰ ہیں اور جد محمد مصطفیٰ ہیں۔ یہ سرائی مصطفیٰ کے بیٹے کا ہے۔ نصرانیوں نے جب یہ شاخ ناقوس بجانے شروع کر دیے اور راہبوں نے اپنے کلکیوں کے دروازے بند کر دیے اور قاتلان حسین پر شب و روز لعنت اور نفرین کرتے رہے تھے اور بار بار بھی کہتے تھے:

إِلَهِي مَعْبُودِنَا بَرِزَنَا مِنْ قَوْمٍ قَتَّلُوا أَبْنَى بَنْتَ نَبِيِّهِمْ

”اے اللہ! اہم اس قوم سے بری ہیں جس نے اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔“

لشکر کے سالار شرتر تک یہ خبر پہنچی کہ نصرانیوں نے یہاں شور و غل مجاہیا ہوا ہے اور عقریب باقی لوگوں کی شورش کا خطروہ ہے تو اب این زیاد کے پاہی ڈر گئے۔ فَلَمْ يَدْخُلُوهَا وَرَحْلُوهَا عَنْ تَكْرِيتٍ ”اور تکریت کے شہر میں وارد نہ ہوئے“۔ وہاں سے وہ باہر باہر سے آگے نکل گئے، چلتے چلتے عروہ نصرانی کے گلیسا کے پاس جا پہنچ وہاں بھی نہ رکے بلکہ وادی خملہ میں رات کا پڑاؤ کیا۔

ابو الحسن لکھتے ہیں: جب قیدی لینا شہر پہنچ تو شہر لینا میں اطلاع دی گئی۔ لوگوں نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا

حتیٰ کہ:

فَخَرَجَتِ الْمُخَدَّرَاتِ مِنْ خُدُورِهِنَّ وَالْكُهُولُ وَالشَّبَانُ يَنْظَرُونَ إِلَى رَأْسِ الْحُسَيْنِ
وَيَصْلُلُونَ عَلَيْهِ وَعَلَى جَلَّهِ وَأَبِيهِ وَيَلْعَنُونَ مِنْ قَتْلِهِ..... إِنَّمَا

”مردو زن، چھوٹے ہوئے، بوڑھے جوان اور عورتیں تک پس پرداہ سے نکل کر امام حسین کے سر کو دیکھتے تھے اور ان پر، ان کے ننانا پر، اور ان کے باپ پر صلوٰۃ پڑھتے تھے۔ نیز قاتل پر لعنت کرتے تھے اور اس لشکر کو گالیاں دیتے ہوئے کہتے تھے:

يَا قَاتَلَةَ أَوَّلَادِ الْأَنْبِيَاءِ أُخْرُجُوا مِنْ بَلَدِنَا

”اے اولادِ انبیاء کے قاتلو! ہمارے شہر سے جلدی نکل جاؤ۔“

جب لشکر والوں نے یہ سناتے بُلنا سے کوچ کر لیا اور کھیلہ نامی منزل پر پہنچ گئے۔

واقعہ منزلِ کھیلہ

جب ابن زیاد کے سپاہی کھیلہ پہنچے تو اس شہر کے اہل کو پیغام بھیجا کہ تم سے ملاقات کرو یعنی استقبال کرو۔ ہماری خدا اور حیوانوں کا چارہ بھی ساتھ لاو، کیونکہ ہمارے ساتھ حسینؑ کا سر ہے اور ہم شام جا رہے ہیں۔ والی کھیلہ نے آذوقہ و علوفہ کا انتظام کیا، لوگوں نے استقبال کیا اور خود تین میل تک استقبال کے لیے باہر آئے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ کیا خبر ہے؟ جواب ملتا کہ خارجیوں کے سروں کے ہمراہ ان کے اہل و عیال کو قیدی بنانے کے لئے شام لے جا رہے ہیں جن کو کربلا میں ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا گیا۔

ایک شخص جو حقیقتِ حال سے واقف تھا اس نے کہا: افسوس تم پر، تمہاری زبان لال ہو، خارجی نہ کہو کہ وَاللَّهُ هَدَا
رَأْسَ الْحُسَيْنِ ”یہ تو امام حسینؑ کا سر ہے۔“

جب آنے والوں نے یہ سناتے گریہ زاری کی اور چار ہزار شاہ سواروں نے آپس میں عہد کیا اور قسمیں اٹھائیں کہ ابن زیاد کے سپاہیوں کو قتل کر دیں گے اور سرچین کر کر بلا لے جا کر ان کے جسموں سے لمحت کر دیں گے اور قیدیوں کو قید سے رہائی دلائیں گے تاکہ قیامت تک ہماری شسلیں ہمارے کارنا سے پر فخر کرتی رہیں لیکن جاسوسوں نے یہ خبر ابن زیاد کے لشکر کی پہنچا دی کہ اوس و خزرخ کی جماعت چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ تم پر حملہ کرنے والی ہے۔ تو جلد ہی لشکر ابن زیاد و ذر کے مارے کھیلہ میں رات نہ ٹھبرا اور وہاں سے چل دیا اور جلدی جلدی سفر کر کے منزلِ حجینیہ پہنچ گیا۔

واقعہ منزلِ حجینیہ

حجینیہ کے عامل کو لشکر ابن زیاد نے اطلاع دی کہ حسینؑ کا سر ہمارے ساتھ ہے اور ہم ابن زیاد کی طرف سے شام میں بیزید کے پاس جا رہے ہیں۔ ہمارا استقبال کرو اور ہماری خدا و علوفہ (پانزیوں کے لیے چارہ) کا بھی انتظام کرو۔ پس عامل نے شہر کو سجا یا اور عُم باند کیے اور لوگ استقبال کے لیے آئے لیکن جب ان کو پتا چلا کہ ان کے پاس امام حسینؑ کا سر ہے تو ۳۰ ہزار لوگ ان کے خلاف جمع ہو گئے اور جگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ سروں اور قیدیوں کو ان سے چھین لیں لیکن لشکر ابن زیاد فوری طور پر وہاں سے فرار ہو گیا۔

واقعہ منزلِ موصل

لشکر ابن زیاد چلتے چلتے موصل کے نزدیک پہنچا تو کسی کو موصل کے امیر کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ شہر کو آراستہ کرو اور جماں استقبال کرو اور جب ہم تمہارے پاس پہنچیں تو روز و دولت مہیا کر کے ہم پر غار کرو اور تمام شہروں کے حکام پر فخر کرو کیونکہ امام حسینؑ اور اس کے بھائیوں اور صحابیوں کے سر اور ان کے خاندان کے باقی افراد کو قیدی کر کے ہم تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ والسلام!

موصل کے حاکم عمال الدولہ نے اہل شہر کو جمع کیا اور حالاتِ حاضرہ بتائے اور کہا: اے قوم! ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرو اور نہ استقبال کرو اور نہ اپنے شہر میں ان کو داخل ہونے دو کیونکہ یہ تمہارے لیے نجک و دمار ہے۔

زیارتی نے کہا: اے امیر! خدا تمہیں خیریت سے روکھے تم ہمیشہ رعایا پر مہربان تھے اور ہیں لیکن آپ جو حکم دیں گے ہم اُس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ پس اہل موصل نے خدا، پانی اور علوفہ (گھاس) لشکر کے لیے بھیج دیا اور پیغام دیا کہ آپ لوگوں کا شہر میں داخل ہونا خلافِ مصلحت ہے یہ غذا لو اور جہاں جانا چاہئے ہو چلے جاؤ۔

لشکر ابن زیاد اس رویہ سے غضب ناک ہوا اور شہر موصل کے باہر ہی سے گزر گیا۔ یوں شہر سے ایک فرشخ کے فاصلہ پر پڑا اور امام حسینؑ کے سر کو نوکِ نیزہ سے اتار کر وہاں موجود ایک بڑے پتھر پر رکھا۔ خون کے چند قطرے اس پتھر پر لگے اور وہ قطراتِ خون اس پتھر کے اندر محفوظ ہو گئے۔ روز عاشورہ ہر سال اس پتھر سے تازہ خون جوش مارتا جاتا ہے اور یوں گرد و نواح کے لوگ وہاں آتے اور اس پتھر کے گرد حلقة بنا کر ماتم کرتے تھے اور یوں رسم عزاداری ادا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عبد الملک بن مروان علیہ ماعلیہ کے زمانے میں اس پتھر کو یہاں سے اٹھایا گیا تو پھر اس پتھر سے روز عاشورہ کوئی نشانی نہ دیکھی لیکن اہل موصل نے اس مقام پر ایک بارگاہ اور گنبد تعمیر کیا اور اس مقام کا نام مشهد القسطہ رکھا۔ مومنین ہر سال روز عاشورہ وہاں آتے ہیں اور رسم عزاداری ادا کرتے ہیں۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں: جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو شر ملعون نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر رات گزاری اور شمع یہ لوگ نصیبیں کی طرف روانہ ہو گئے۔

واقعہ منزلِ نصیبیں

غمِ نیبٹ ہیں بہت اہلِ یقینِ روئیں گے
حشر تک جیت حقِ مہدیٰ دیں روئیں گے

جب اہل بیت کو لشکر ابن زیاد نصیبین شہر کے قریب لائے تو سروں کو صندوقوں سے نکال کر نیزوں پر سوار کیا اور اہل بیت کے سامنے لاایا گیا۔ فَلَمَّا رَأَتِ رَبِيعَ بْنَ حَمَّادَ أَخْبَيْهَا بِكُثْرَتِ جَبَبِيْنِ نَبِيْبِنَ اپنے بھائی کے سر کو دیکھا تو بہت روئیں اور فرمایا: کیا تم ہمیں شہروں میں پھرا تے رہو گے حالانکہ ہم تو اس کی اولاد ہیں جس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی۔ تم نے رب کا انکار اور اپنے نبی کا بھی انکار کیا۔ گویا تمہارے پاس نبی پاک آئے ہی نہ تھے۔

صاحب روضہ لکھتے ہیں: لشکر ابن زیاد نے نصیبین کے حاکم کو قاصد بھیجا اور پیغام دیا کہ شہر کو سجائے اور ہمارے استقبال کو آئے، نیز ہماری سہماں نوازی کا اہتمام کرے۔ پس شہر جایا گیا تو دروازہ شہر پر لشکر ابن زیاد کے قیدیوں کو لایا گیا تو تماشائی آگئے تو فَمَا لَبِثُوا إِلَّا أَنْ بَرَقَتْ سَحَابَةُ عَلَيْهِمْ بِبَرَقٍ مِنَ الْقَهْرِ الْأَلِّهِ "اچاک قہر الہی سے بادل سے بیکاری" جس نے آدھے شہر کو جلا کر راکھ کر دیا۔ شہر میں شور و غل برپا ہوا تو لشکر ابن زیاد بیہاں سے شرمذہ ہو کر آگے کوچلا اور اس شہر کے قریب پہنچا جس کا امیر سلیمان بن یوسف تھا۔

نصیبین کے بعد کا واقعہ

سلیمان کے دو بھائی تھے، ان میں سے ایک جنگ صقین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور دوسرا سلیمان کے ساتھ اس شہر پر حکومت کرنے میں شریک تھا۔ اس شہر کے دروازے تھے: ایک دروازہ سلیمان سے متعلق تھا اور دوسرے کا تعلق اس کے بھائی سے تھا۔ جب ابن زیاد کے لشکر کے آنے کی خبر سن تو خوب اہتمام کیا گیا اور تشریفات کا انتظام کیا گیا لیکن لشکر کے کس دروازے سے ورود ہو، اس بات پر دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ ایک کہتا تھا کہ لشکر میرے دروازے سے داخل ہوا اور دوسرا کہتا کہ میرے دروازے سے داخل ہو۔ پس دونوں ناصیبی بھائیوں کے درمیان جنگ چڑھ گئی۔

فَقَامَتِ الْفِتْنَةُ وَهَاجَتِ الْفَسَادُ فَأَخَذَ السُّلُوفَ مِنْ جَانِبِيْنَ فَأَخَذَهَا وَنَفَذَتِ السَّهَامُ

مِنَ الطَّرَفَيْنِ مَنَافِذَهَا وَانْقَطَعَ الْأَمْنُ وَالآمَانُ فَقُتِلَ سُلَيْمَانُ

"تلواریں چلیں، تیر چلے، اسی داروں کیر میں سلیمان بھی وار و جنگ ہوا اور مارا گیا۔"

اس واقعہ سے لشکر شریہاں سے بھی خاموشی سے آگے نکل گیا اور حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ البتہ راستہ میں یہ عین الورد سے بھی گزر گئے۔

شہر حلب کا واقعہ

طوق ہاتھوں سے سنبھالے جو پس روتا ہے

بیار سے حضرت فہیر کا سر روتا ہے

ابوحنف لکھتے ہیں: شہر طب کو شہداء کے سروں اور اہل بیت کے ورود کے لیے سجا گیا اور سماز اور فقارے بجا کر اہل بیت کو نہایت ذلت و خواری سے شہر میں داخل کیا گیا۔ شہر کو چوپا اور اسیں اہل بیت کی تعمیر کی گئی تھی کہ اقامت گاہ پر پہنچے تو وہاں سروں کو نیزوں سے آتا را گیا اور امام حسینؑ کے سر کو زوال سے غروب نہ کھل جگہ پر رکھا گیا۔ لوگ گروہ در گروہ سرمبارک کو دیکھنے کے لیے آتے تھے اور ان لوگوں میں کوئی نہ کوئی شیخہ اور محبت اہل بیت بھی ہوتا تھا۔ جب یہ پہچان لیتا کہ یہ امام حسینؑ کا سر ہے تو زار و قطار روتا اور آپؐ کے جدا اور باپ پر صلوا پڑھتا اور قاتلین پر لعنت کرتا تھا۔ لیکن جاہل اور پست لوگ سر مقدس کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے لوگوں کو بلاتے اور کہتے کہ ہذا رائش خارجی آدمشاک روپیہ اس خارجی کا سر ہے جس نے بزرگ کے خلاف کربلا میں بغاوت کی اور مارا گیا۔ جب یہی صد اجنب نسب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے کاون سکھیں تو تمام یہیوں نے سر و صورت پر ماتم کرنا اور زار و قطار روتا شروع کر دیا۔

ابوحنف لکھتے ہیں: ابھی تک وہ مقام موجود ہے جہاں امام کا سر رکھا گیا تھا۔ لا یَجُونُ فِيهَا أَحَدٌ إِلَّا تَقْضِيَ لَهُ حَاجَةً۔ ”یہاں جو تھا شخص پناہ لیتا اور مدد مانگتا ہے تو اس کے درود کی دوا اور اس کی حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ لیکن ان زیاد نے یہ رات عیش و عشرت میں گزاری اور کثرت سے شراب پینے کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہے خراب تر ہو گئی۔ وہ ریگ رنگ کے حرام کمان کھانے رہے لیکن اہل بیت نہایاں آنکھوں سے ایک خرابی میں وکی دل اور خستہ جسموں نیز بیماری والا خارجی کی حالت میں مجھ تک بھوکے بیا سے بیٹھے رہے۔ امام سجاد علیہ السلام اپنی غربت پر بار بار درود تھے اور کہتے تھے: اللہ اتو ان سے ہمارا انتقام نہ۔

غیر معلوم مقام کا ایک واقعہ

ابن شرآ شوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ ابوحنفہ نے کہا: میں جب طواف بیت المقدس میں مشغول تھا تو ایک شخص کو پروردہ کعبہ پر کر مناجات کرتے دیکھا، وہ مناجات میں بھی بات کہتا تھا: اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے لیکن میں جانتا ہوں کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ میں نے اس شخص کی مذمت کی اور کہا: اے بندہ خدا! خدا سے شرم کرو! اس طرح کیوں کہتے ہو؟ اگر تمہارے گناہ درختوں کے پتوں کے برابر اور بارش کے قطروں کے برابر بھی ہوں تو بھی تو پر کرو اور محنتی مانگو وہ غور درج مہ۔

اس نے مجھے جواب دیا: میں رحمت خدا سے نا امید ہوں کیونکہ میں نے بہت برا فلم کیا ہوا ہے۔

میں نے کہا: وہ کون سے لگا وہ ہیں؟

اس نے کہا: آؤ ایک طرف بیٹھتے ہیں اور میں تمہیں اپنا حال بتاتا ہوں۔

إِعْلَمُ إِنَّا كُنَّا حَسِينَ نَفَرًا مِنْ سَارِهِمُ الْحُسَيْنِ إِلَى الشَّامِ

”میں ان بیجاں لوگوں سے ہوں جو امام حسین کا سر شام کی طرف لے جائیں ہے“

ایک دن امام علیہ السلام کا سر توک نیزہ پر تھا کہ رات ہو گئی، رات کو ہم امام کے سر کو صندوق میں بند کرو یہ تھے اور اس کے پاس بیٹھ کر شراب پینے لگ جاتے تھے، اس رات شراب پینے اور مسی آجائے کے بعد دوسروں کو نیزہ آگئی لیکن میں جا گئا رہا کیونکہ میں نے اس رات نہ شراب پی اور نہ ان کے ہم رنگ ہوا۔ آجی رات کو جب فضاظاریک ہو گئی تو اچانک میں نے دیکھا کہ گرج چمک ہوئی، پھر آسمان کے دروازے کھل گئے اور ان دروازوں سے حضرت آدم صفحی اللہ، حضرت نوح نجی اللہ، حضرت ابراهیم خلیل اللہ، حضرت اسماعیل ذیق اللہ، حضرت موسیٰ کلم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والد وسلم کے ساتھ آسمان سے اترے۔ جبریلؑ ملائکہ کے گروہ کے ساتھ ان اہیا کے ساتھ تھے۔ سب اہیا اور ملائکہ امام حسینؑ کے سر مقدس والے صندوق کے پاس گئے۔ جبریلؑ نے بڑھ کر صندوق کا دروازہ کھولا اور سر مطہر کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور بیوں پر بوسہ دیا۔ پھر باری باری تمام پیغمبروںؐ کو دیا، سب نے سینے سے لگایا، بیوں پر بوسے دیے، حتیٰ کہ جب پیغمبر اکرمؐ کی باری آئی تو حضرتؐ نے بہت ہی بوسے دیے اور بہت زیادہ گریب کیا، جیسے کوئی باپ اپنے نوجوان بیٹے کی لاش پر آنسو بہاتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بیٹے کے سر پر نوح خوافی کی اور بڑی بے قراری کا اظہار کیا۔ باقی پیغمبر رسولؐ پاک کو تسلیاں دیتے تھے لیکن رسول اکرمؐ ارام نہ کرتے تھے کہ جبریلؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اخدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپؐ کی اتباع کرو اگر آپؐ مجھے حکم دیں تو میں اس زمین کو اٹھا کر دوبارہ پھیکلوں تاکہ زوالہ برپا ہو اور ہمہ لوٹ کی طرح اور والا حصہ نیچے اور نیچے والا حصہ اور پہ جائے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جبریلؑ! آخر قیامت تو ہے؟ میں صبر کرتا ہوں تاکہ اس روز ان سے دشمنی کروں، رسول پاکؐ نے پھر گریہ شروع کر دیا۔ ملائکہ رسول پاکؐ کے گریے سے بہت زیادہ ٹول اور غم زدہ ہوئے ہلدا آگے بڑھے اور امامؑ کے سر کے پاس بانوں کو مارنا چاہا۔ جب میرے پاس پہنچے تو میں نے پکارا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ الْأَمَانِ، الْأَمَانِ، خَدَا كَيْ قِيمِ! مِنْ زَقْلِ حَسِينٍ مِنْ هُمْ، هُمْ نَمِيزُكَيْ خَدَا!

مجھے معاف کر دیں تو رسول پاکؐ نے فرمایا: تم پر افسوس! کیا اب تم ان کے ہمراہ نہیں ہو اور اہل بیٹت کی غربت نہیں ویکھتے!!

میں نے عرض کیا: ہاں! اور کیہ رہا ہوں۔

پس فرمایا کہ خدا تجھے بھی معاف نہیں کرے گا اور پیغمبرؐ نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم اسے چھوڑ دو یہ خود خود مر جائے گا۔ پس اس وحشت سے اس مقام سے انھا، صبح کو دیکھا کہ میرے تمام ساتھی جل کر راکھ ہو گئے اور میرا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے اور ابھی تک میرا چہرہ آگ میں جل رہا ہے۔

واقعہ دیر راہب

غربت ہے رہک بخت سکندر بنی ہوئی
صحراء کی دھوپ خود ہے سمندر بنی ہوئی
دیکھو سر حسین کی بخشش کا مجذہ
نوکی سنان ہے دوش پیغمبر بنی ہوئی

کتاب مدارج الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی سے اور وہ شیخ ابوسعید سے نیز صاحب روضة الشهداء بھی ابوسعید و مشقی سے نقل کرتے ہیں کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا جو امام علیہ السلام کے سر مطہر اور الہی بیت کو شام کی طرف لے جا رہی تھی۔ جب ہم دمشق کے قریب پہنچے تو لوگوں میں یہ خرچیل گئی کہ قعاع خواہی نے ایک لشکر تیار کیا ہے اور وہ ابن زیاد کے لشکر پر شب خون مارنا چاہتا ہے تاکہ سر اور قیدی چھین لے۔

ابن زیاد کے لشکر کا سالار مضطرب ہوا اور بڑی احتیاط سے سفر کیا۔ رات کو وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچ جہاں ایک عظیم راہب کا گیسا تھا جس میں نصرانی رہتے تھے۔ لشکر کی یہ رائے تھی کہ اس گیسا اور پیچی پناہ گاہ بنائیں تاکہ اگر رات کو کوئی شب خون مارے تو کامیاب نہ ہو سکے۔ پس شرملون گیسا کے پاس آیا اور ان کے بزرگ کو بلایا تو چھٹ سے ایک ضعیف شخص نے گیسا کے ذاتیں باسیں دیکھا تو میباں میں ایک لشکر پھیلا ہوا پایا۔ اس نے پوچھا: کیا کام ہے؟
شر نے کہا: ہم ابن زیاد کا لشکر ہیں اور کوفہ سے شام جا رہے ہیں۔

اس ضعیف نے پوچھا: شام خیر سے جارہے ہو؟

شر نے کہا: عراق میں ایک شخص نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی، ہم نے اس سے جنگ کی ہے، وہ اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے، اب ان کے سر اور ان کے اہل بیت کو قیدی بناؤ کر امیر المؤمنین یزید کے پاس لے جارہے ہیں۔
اس ضعیف نصرانی نے سروں کی طرف نگاہ دوڑائی۔

فَرَأَى رَهُوْسًا مُّهِشِّرَةً طَالِعَةً عَلَى الْفَضَاءِ مِنْ أَفَاقِ الْأَسْنَةِ وَالرَّمَاجِ كَلَّا مِنْهَا نَجْمٌ

من السُّنَّةِ ... الْأَخْرَى

روشن کر دے ہیں۔

نصرانی نے پوچھا: ان رسول میں بزرگ اور بڑا کون ہے؟ امام حسینؑ کے سر کی طرف اشارہ کیا گیا اور امامؑ کا سرو دکھایا گیا۔ بوڑھے نصرانی نے امامؑ کے سر کو خور سے دیکھا تو حالتِ مقلب اور وگرگوں ہو گئی۔ امام عالی مقامؑ کے جلاں اور بہبیت نے نصرانی کو مات کر دیا اور اس کے اعضا و جوارح میں مستقیم آگی نیز حرزن و ملال دل میں بیٹھ گیا۔

ضعیف نصرانی نے پوچھا: میرے کیسا سے کیا جاتے ہو؟

شرنے کہا: میں نے سنا ہے کہ اس سرکے محبوب اور عاشقوں نے ایک لئکٹری جمع کیا ہے کہ وہ ہم پر رات کو حملہ کریں اور ہم سے یہ سر مقدس اور قدیم چھین لیں۔ پہلے آج رات آپ کے کیا میں بناہ پڑا ہے یہیں بالی یہاں سے چے جائیں گے۔

نفرانی نے کہا تھا کہ لشکر کی تعداد زیاد ہے اور میرے لیکس میں اس قدر سمجھائش نہیں لیکن دشمن کے حملہ سے پچھے کے لیے سروں اور قیدیوں کو لکھا کے اندر لے جائیں اور لشکر لیکس سے اور گرد پر اور رکھ لے۔ رات کو آگ جلا کر روشنائی حاصل کریں اور بیدار رہیں تاکہ رات کے شبِ خون سے مامون رہیں۔

جب آدمی رات ہوئی تو راہب اپنے مجرے سے باہر لکھا اور روشنائی دیکھ کر اس کرہ کے پاس آیا، جہاں امام کامر کھا ہوا تھا۔ وہ کمرے کا طواف کرتا رہا، اچانک دیکھا کہ وہ کمرہ جس میں چراغِ خاصہ شمع، روشن اور سوہنہ ہو گیا۔ گویا کمرے میں اکتوں شمعیں اور چراغ روشن ہیں۔

فَرَأَهُ اللَّهُ يَسْتَهِرُ كَانَكَ فِيهِ الْفَسَادُ

”راہب نے ان عجیب کو دیکھ کر تھج کسا اور خود سے کہا کہ سرو شنگ کمال سے آرہی رسم ہے۔“

أَيْنَ هَذَا النُّورُ وَالصِّيَاءُ وَلَمْ يَطْلَعْ قَبْرٌ وَلَا يَضْعَاءُ

”جب کہ نہ چاند ہے اور نہ ہم نے کمرے میں جماعت اور شعیں روشن کی ہیں؟“

اے رب العالمین! یہ چمکتا سورج کس ملک سے طلوع ہوا ہے؟ اتنا فا اس کمرہ کے ساتھ دوسرے ملخچہ کمرہ میں اُنک

روشن دان تھا، راہب دوسرے کمرے میں آیا اور اس روشن دان سے جماں کر دیکھا کہ روشنی اس صندوق سے نکل رہی ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی گئی اور اس قدر پھیل گئی کہ دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔

خلاصہ اس نور کے غلبے سے کرتے کی چھت میں عکاف ہو گیا وَهَبَّتْ مِنَ السَّيَّاءَ كُوْدَاجَ وَطَلَّتْ مِنْهُ خَائِشَنَ وَضَيْقَيْتَةً وَاحْتَفَتْ حَوَارِ بِنَكَيْمَ وَالْجَمَالَ

اور آسمان سے نوری سواری اتری، اس سواری سے ایک نورانی روحاںی خاتون برآمد ہوئی، جن کے گرد کنیز دل نے حلقة بیلایا ہوا تھا اور وہ آواز دے رہی تھی: طَرِقُوا طَرِقُوا، یعنی راستہ دوراستہ دو کیونکہ تمام مردوں کی ماں جو اور صنیہ آرہی ہیں۔ اس کے بعد ایک اور نورانی سواری اتری جس میں حوریں اور ایک معظمه بی بی تھی۔ وہ سواری سے باہر آئیں تو حوروں نے طَرِقُوا طَرِقُوا کی آواز دی کہ راستہ دو، راستہ دو، جناب ابراہیم خطیل کا حرم حضرت سارہ آرہی ہیں۔ پھر ایک اور نوری سواری اتری جس سے خوبصورت حوریں باہر آئیں اور کہا کہ راستہ دو کیونکہ جناب ہاتھہ مادر اسکا عیل آرہی ہیں۔

پھر ایک اور نوری عماری اتری کہ جس سے سورج کی طرح چمکتی ہوئی حوریں لٹکیں اور آواز دی کہ راستہ دو کیونکہ جناب یوسف کی ماں راجل آرہی ہیں۔ پھر ایک اور نوری عماری نازل ہوئی جس سے جناب کلثوم خوبی موئی برآمد ہوئیں۔ پھر ایک اور نوری عماری اتری جس سے جناب آسیدہ خاتون زوجہ فرعون برآمد ہوئیں۔ پھر ایک اور نوری عماری اتری جس سے جناب مریم مادر حضرت عیینی برآمد ہوئیں۔ پھر ایک اور نوری محمل اترنا جو بہوت عظیم تھا۔ اس محمل سے جناب خدجمیں الکبری برآمد ہوئیں۔ فاقیلین جبیغا الی الصَّنْدُوق ”یہ سب نورانی مستورات اور حوریں اس صندوق کی طرف گئیں“ اور صندوق کے اور گرد کھڑے ہو کر گریہ وزاری کیا۔ پھر صندوق کا دروازہ کھولا اور خون سے آلو و سر امام کو باہر نکالا، ایک کے بعد دوسری کے ہاتھوں میں امام کا سر آیا تو سب نے زیارت کی اور بوسے دیے اور صلوٰۃ پڑھی۔

فَإِذَا بَصَرَخَةٌ عَالِيَّةٌ صَارَ النَّبِيُّتُ مِنْهَا ضَجَّةً وَاحِدَةً نصرانی راہب کہتا ہے کہ اچانک گریہ وزاری کی صدا بلند ہوئی۔ گویا وہ کہہ گریا ہے جس میں وہ سر مقدس تھا وَحَبَّتْ كُوْدَاجَ تَضَعِيْتَ كَعِينَ الْبَيْضَاءِ ایک نوری عماری کمال روشنی میں چشم خور شید کی طرح اتری جس سے اسی حوریں برآمد ہوئیں جن کے گربان چاک، الیاس میلے اور حریر پہنے ہوئے تھے۔ وہ پریشان حال، بال کھولے حسین حسین کا نوحہ پڑھتے ہوئے اس صندوق کے تربیت گئیں اور میں کہری تھیں کہ اچانک راہب کو چڑک کر کہا:

اے نصرانی راہب، آنکھیں بند کرو اور اب ادھر مت دیکھنا کیونکہ قَانَّ فاطمَةَ سَيِّدَةَ النِّسَاءِ هَابِيَّةً مِنَ السَّيَّاءِ جناب فاطمہ زہراء سیدۃ النساء آسمان سے اترنے والی ہیں۔ ان کے بال کھلے ہوئے ہیں اور وہ بیٹھے کی زیارت کے لیے آرہی

ہیں۔

راہب کہتا ہے: میں تو اس سخت جھٹکی سے بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو اپنی آنکھوں کے سامنے جا ب دیکھا کہ اب مجھے وہ کمرہ اور اس میں آئنے والی عماریاں اور نورانی مستورات پر مجھے بھی نظر نہ آتا تھا۔ لیکن ان مستورات کے نوجہ اور ہدفہ بہ کی آواز سنتا تھا کہ تمام مستورات نالہ وزاری اور بے قراری میں مشغول تھیں لیکن اس قدر زار و قطار رونے اور گردی یہ زاری کے باوجود ایک مستور کی آواز میرے کا توں میں آرہی تھی، وہ ایسے مین کر رہی تھی جیسے ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر میں کرتی ہے۔ وہ رورو کریہ زیارت نامہ پڑھ رہی تھیں:

السلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمَظْلُومُ الْحَرِيبُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الشَّهِيدُ الْغَرِيبُ، السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا ضَيْأَةَ الْعَيْنِ وَمَهْجَةَ قَلْبِ الْأَمْرِ يَا حُسَيْنَ قَتَلُوكَ وَمَنْ شُرِبَ النَّاءُ مَنْفَوْكَ

”اے ماں کے مظلوم! شہید اور غریب بیٹے حسین! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک حسین! تمہیں پیاسا
شہید کیا گیا، گہرا و نیس میں تمہارا انتقام تمہارے دشمنوں سے لوں گی۔“

راہب بی بی کے ان دکھی بیویوں کو بن کر بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو نوری عماریوں اور محلوں میں سے کچھ بھی نہ تھا اور نہ کوئی روئے والا تھا۔ وہ اٹھا اور کمرے سے باہر آیا اور سر مرقدس والے کمرے کے تالوں کو توڑا اور اندر گیا تو صندوق کا دروازہ کھلا ہوا دیکھا اور اس سر سے نور ساطھ اور لام تھا۔ راہب پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ روتے اور زاری کرتے ہوئے صندوق کے پاس زمین پر گر پڑا۔ پھر اٹھا اور سر مرقدس کو صندوق سے نکالا اور خون آلوہ، خاک آلوہ سر کو منٹک وغیرہ اور عرق گلاب سے دھو کر نیس وظیریف سجادہ زمین پر بچھایا اور اس پر رکھا۔

وَأَوْقَدَ عِنْدَهُ شَسَعًا مَعْنِبِرًا كَافُرًا ثُمَّ جَلَسَ عَلَى رَأْكَيْتِيهِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَيَبْكِي
عَلَيْهِ بِدَمِ مَنْسِجمٍ وَتَأْوِهُ مُضطَرِمٍ

”کافوری ٹھیکیں اردو گرد و روشن کیں اور حیرت سے اس نورانی سر کو دیکھا۔ وہ زار و قطار روتا، آنسو پہراتا اور اول طی آہیں بھرتا تھا۔“

پھر زانوئے ادب طے کر کے بیٹھ گیا اور رو کر سر کی طرف دیکھا اور کہا: اے کائنات کے سرور کے سر اور اے آدم کی اولاد سے بہتر راحجے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اس جماعت سے ہیں جس کی صفات میں نے تورات اور انجلیل میں پڑھی ہیں۔ آپ کوستی خدا کی خانیت کی قسم اجس نے آپ کو یہ مقام و میزالت عطا فرمائی کہ تمام محترمات کائنات، خواتین عظام آپ کی زیارت کو آئیں اور آپ پر گردی وزاری کرتی رہیں، مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

فَاجَابَهُ الْكَرِيمٌ بِعِنَاءَةِ الْعَلِيمِ الْحَكِيمِ

”فُوری طور پر ذوالجلال کے حکم سے وہ سر مطہر بولا اور فرمایا: میں زمانے کا قسم رسیدہ ہوں، کوئیوں کی تواریخ کا شہید ہوں، اور شامیوں نے مجھے خون میں غلطان کیا ہے۔ میں اپنے شہر سے اور اپنے خاندان سے ڈور پیغمبر اسلام کا فرزند ہوں۔“

راہب نے عرض کیا: اسے مظلوم امیں آپ کے قربان جاؤں ذرا واضح فرمائیں۔

امام نے فرمایا: اے راہب! امیرے حسب و نسب کا پوچھتا ہے یا میری بیان کے متعلق پوچھتا ہے؟ اگر نب پوچھتا ہے تو میں پیغمبر اکرم کا فرزند اور ولی مدینۃ کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور پھر امام نے اپنے اور پر ہونے والے تمام مصائب نائے کے وہ راہب صحیح تک آہ و نالہ میں مشغول رہا۔ کبھی روتا، کبھی ماتم کرتا اور کبھی نوحہ کرتا تھا اور کبھی افسوس سے ہاتھوں کو رگڑتا تھا۔ صحیح کو یہ راہب اپنے کمرے سے لکھا اور وہاں موجود تمام نصرانیوں کو جمع کیا اور ان کو تمام واقعات سے مطلع کیا، خود بھی روتا رہا اور سب نصرانیوں کو بھی رُلاتا رہا۔ وہ اس قدر روئے کہ فرط غم میں گریبان چاک کر لیے اور سر میں خاک ملای۔ نیز نوحہ کرتے ہوئے تمام نصرانی امام زین العابدین کے پاس آئے۔

وَهُوَ فِي قَيْدِ الْاَسْرِ وَالْذِلَّةِ وَحَوْلَهُ مِنَ الْيَتَامَى وَالثَّوَاكِلِ فِي مَجْلِسٍ عَدِيمِ السَّقْفِ

”جب نصاریٰ کی نظر حضرت امام سجاد پر پڑی تو دیکھا چند قیدی خواتین اور بچے جنہیں زنجروں اور رسیوں سے باندھا ہوا ہے وہ پریشان حال، خاک پر سوئے ہوئے ہیں اور ویران جگہ پر پڑھرے ہوئے ہیں۔“

نصرانیوں نے جب قیدیوں کی یہ حالت دیکھی تو ان کی جنین لکل گئیں اور وہ زار و قادر رونے لگے، گریبان چاک کیے اور امام سجاد علیہ السلام کے قدموں میں گر پڑے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر راہب نے وہ واقعات بیان کیے جو رات کو اس نے دیکھے تھے اور عرض کی کہ میں قربان جاؤں، ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم کیسا سے باہر جا کر لشکر این زیاد پر شہ خون لگائیں، ان کے ظالموں کی وجہ سے ہمارے دلوں میں غصے کو ہم خالی کر سکیں۔ اگر ہم قتل ہو گئے تو آپ کا غدیر ہوں گے۔

امام سجاد علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ تمہارا اسلام لانا قبول ہے اور لشکر این زیاد کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ بہت جلدی ان کو اپنے کیے کی شدید سزا ملے گی۔ ہم تو اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہیں۔ وَ لَا تَخَسِّبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۝

کوفہ و شام کے درمیان غیر معلوم مقام کا واقعہ

جانب قطب راوندی سلیمان بن اعوش سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بیت اللہ کا طوف کر رہا تھا کہ ایک شخص بیوی دعا مانگ رہا تھا: **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَنَا أَعْلَمُ إِنَّكَ لَا تَقْبِرُ الظَّنَّ** "کہیرے اللہ مجھے معاف کر دے جبکہ میں جانتا ہوں کہ تو معاف نہ کرے گا۔"

اس دعا کے سننے سے میرے بدنا میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ حرم خدا رسول میں اور ما محروم میں یہ کیسی نا ایسید کا الطہار کر رہے ہو۔ اس نے کہا: میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔
میں نے کہا: تیرا گناہ بڑا ہے یا کوہ تمام؟
اس نے کہا: میرا گناہ بہت بڑا ہے۔
میں نے کہا: تیرا گناہ بڑا ہے یا روایی کے پہاڑ؟
اس نے کہا: میرا گناہ بہت بڑا ہے۔

میں نے کہا: یہ کون سا گناہ ہے جو اس قدر بڑا ہے؟ مجھے بتاؤ تو سی! اس نے کہا کہ میں انکہ ان زیاد میں سے تھا اور ان پالیں افراد میں سے تھا جو سر حسین کو کوفہ سے شام پہنچانے والے تھے۔ شام کے راستے میں ہم ایک کیسا کے پاس سے گزرے۔ امام کا سروک نیزہ پر سوار تھا، تمہ اس نیزے کے پاس کھانا کھانے لگے تو اسی اثناء میں، یہ کہا کہ غائب سے ایک ہاتھ خاہر ہوا اور اس نے کیسا کی دیوار پر یہ لکھا:

أَتَرْجُوا أُمَّةً قَتَّلَتْ مُحْسِنًا—شَفَاعَةً مُجْلِيَّةً يَوْمَ الْعِصَابِ

"وکیا وہ لوگ جو امام حسین کو قتل کرتے ہیں ان کے ناتاکی شفاعت کی امید کرتے ہیں۔"

یہ دیکھ کر ہمارے اندر خوف پیدا ہوا اور ہم میں سے ایک نے چاہا کہ لکھنے والے ہاتھ کو پکڑ لے لیکن ہاتھ غائب ہو گیا، پھر وہی ہاتھ خاہر ہوا اور یہ جملہ لکھا:

فَلَا وَاللَّهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيعٌ وَمَمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

"یعنی نہیں حدا کی قسم ان کا شفیع کوئی نہیں ہوگا اور وہ عذاب میں بکھر جائیں گے۔"

اسے پڑھتے ہی ہمارے اندر خوف مزید بڑھ گیا لیکن ہمارے ساتھی کمی اور لوگ بھی تھے جن کی مشقاوت میں اضافہ ہوا

اور انہوں نے ہاتھ کو پکڑنا چاہا لیکن وہ غائب ہو گیا۔ ہم پھر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ انہی کھانا ختم نہ ہوا تھا کہ ہاتھ پھر ظاہر ہوا اور دیوار پر یہ شرکھنا شروع کر دیا:

وَقَدْ قَتَلُوا الْحُسَيْنَ بِحُكْمِ حَوْرَاءِ

وَخَالَفُوكُمْ حُكْمُهُمْ حُكْمُ الْكِتَابِ

”انہوں نے ظالمانہ حکم سے امام حسن کو قتل کیا اور ان کا حکم قرآن کے خلاف تھا۔“ ہم پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ ہم نے کھانا چھوڑ دیا۔ اسی دوران میں راہب آیا اور سر مطہر پر نظر کی تو سر سے ایک نور ساطع ہو کر آسمانوں تک پہنچتا دھائی دیا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ پوچھا گیا کہ یہ کس کا سر اظہر ہے؟ اور تم کہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اہل عراق ہیں اور یہ سر حسین بن علی بن ابی طالب کا ہے۔ راہب نے کہا: وہ حسین جو قاطمہ زبراء کا بیٹا اور محمد مصطفیٰ کے چچا زاد بھائی علی کا فرزند ہے؟

ابن زیاد کے لشکر نے کہا: ہاں وہی حسین ہے۔

راہب نے کہا: تبیا لکمْ وَاللهُ لَوْ كَانَ لِعِيسَى اِنْ لَحْمَنَاهُ عَلَى اَحَدٍ اَقْنَا "پس بلاست ہے تم پر اور انہوں

ہے تمہارے آئینا پر۔ اگر حضرت عیسیٰ کا ایک بیٹا بھی ہوتا تو ہم نصاریٰ ان کے بیٹے کو آنکھوں کی پلکوں پر بخاتے۔"

اے بے مرود لوگو! تم نے فرمایا غیر کو شہید کیا ہے اور اسے قتل کرنے پر غریبی کرتے ہو! اب میری تم سے ایک حاجت ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا حاجت ہے؟

راہب نے کہا: مجھے وہ ہزار درہم اپنے آباء سے وراثت میں ملے تھے، پر درہم لے لوادی یہ سر مجھے دے دو تاکہ میرا

مہمان ہو، جب تم جانا چاہو تو ساتھ لئتے جانا۔

انہوں نے کہا: نجیک ہے۔ راہب نے وہ ہزار درہم دے دیے۔ عمر بن حسن نے ترازو منگویا اور ان کا وزن کیا، صرافی کی قیمت لکائی اور درہم اپنے خازن کے حوالے کیے۔ پھر حکم دیا کہ سر اس راہب کے حوالے کرو دا جائے۔ راہب نے سر سے اپنی جان کی طرح بیار کیا۔ فَغَسَّلَهُ وَنَظَفَهُ وَحَشَّأَهُ بِيَرِبٍ وَكَافُورٍ اور سر مقدس کو نجک اور گلاب کے عرق سے دھویا اور کافور لگایا۔ اسے ایک رتیگی کپڑے میں لپٹا اور اپنی آغوش میں رکھا اور نوحہ گریہ زاری کی۔ اس نے گریہ کی حالت میں یہ آواز سنی: طوبی لَكَ وَطُوبی لِتَنْ عَرِفَ حُرْمَتَةً "اے راہب! تمہیں مبارک ہو، تم خوش نصیحت ہو کہ تمہیں معرفت مل گئی۔" پس راہب نے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے یہ دعا کی: یا رَبِّ بِحَقِّ عِيسَى تَأْمُرْ هَذَا الرَّاسَ بِالْتَّكَلِيمِ یعنی "جناب عیسیٰ کے رب اس سر کو حکم دے کرو وہ میرے ساتھ کلام کرے۔"

ابھی دھاختم نہ ہوئی تھی کہ اچانک مثل غنچے گل حضرت کے لب کھلے اور فرمایا: یا راہب آئی شئیٰ ٹریڈ؟ اے راہب تو کیا چاہتا ہے؟“

راہب نے عرض کیا: میں آپ کی معرفت چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

فرمایا: آنا بن مُحَمَّد المُصْطَفَى آنا ابنُ عَلَى الْمُرْضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَآنَا الْمَقْتُولُ بِكَرْبَلَاءِ وَآنَا الْعَطَشَانُ ”میں مصطفیٰ کا بیٹا، علی مرضیٰ کا ولید، فاطمہ زہراء کا جگر گوشہ ہوں اور مجھے کربلا میں پیاسا اور بجوا قتل کیا گیا ہے۔“

پھر راہب نے سر کو اپنے سجادے پر رکھا جیسے نمازی بجھے میں سر رکھتا ہے اور حضرت کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ کر عرض کیا: اے فرزند رسول! بخدا آپ کے چہرے سے اپنا چہرہ کبھی نہ اخواں گا جب تک آپ کی زبان نے یہ نہ سنوں کہ بروز قیامت شفاعت کروں گا۔

لام کے بریہہ سر سے آواز آئی کہ پہلے میرے نانے کے دین کو قبول کر۔ راہب نے شہادتیں زبان پر جاری کیں اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت کے لہوں نے حرکت کی اور فرمایا: اے راہب! وزحیر میں تمہارا شفیع ہوں گا۔ راہب خوش ہو گیا۔ لیکن راوندی کی روایت میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ جب راہب سر مبارک کو جھوپی میں رکھ کر اس کی غربت پر درد رہا تھا اور باشیں کر رہا تھا تو ابن زید کا لشکر آیا اور سر کا مطالبه کیا۔ راہب نے کہا: اے کائنات کے سرور! میں قربان جاؤں میرے پاس سوائے آپ کے اور کچھ بھی نہیں ہے، پس آپ گواہ ہیں کہ میں آپ کے بریہہ سر کی برکت سے فہمہ اسلام پڑھتا ہوں: وَاشْهَدَانَ لِإِلَهٖ إِلَهٖ اللَّهُ وَأَشْهَدَانَ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ۔

اے میرے سردار! میں آپ کا غلام ہوں اور جب تک زندہ ہوں آپ کی مظلومیت پر روتا رہوں گا۔ پھر سر کو اٹھا کر راہب لایا اور کہا کہ لشکر کا سردار کہاں ہے؟ مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔ عمر بن سعد کی طرف اشارہ کیا گیا تو راہب عمر بن سعد کے پاس آیا اور بڑے مجرم سے کہا:

يَا عُمَرُ وَسَلَّمْتُكَ بِاللَّهِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ أَنْ لَا تَعُودُ إِلَيْيَ مَا كُنْتَ تَعْمَلُهُ بِهَذَا الرَّأْسِ

”اے عمر! میری تم سے گزارش ہے کہ تھے اللہ اور رسول اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اب اس مر مقدس کے ساتھ بے اختیاری نہ کرنا۔“

یعنی نیزے پر سوار نہ کرنا اور لوگوں میں دھوپ میں نہ پھرانا اور مر مقدس کو بہنوں، بیٹیوں اور بیٹے کے سامنے نہ کرو بلکہ صندوق سے باہر نہ کالا کیونکہ اس سر کا خدا کے نزدیک بہت برا مقتام ہے۔

عمر سعد نے کہا: ٹھیک ہے اور سرراہب سے لے لیا۔ فَقَعَلَ بِالرَّأْسِ مِثْلَ مَا كَانَ يَفْعَلُ فِي الْأَوَّلِ ”اور سر سے وہی سلوک روا رکھا جو پہلے جاری تھا یعنی سر کو نیزہ پر سوار کیا اور بہنوں، بیٹیوں اور بیٹوں کے سامنے کیا۔“ راہب اسلام قبول کرنے کے بعد بزرگ میں چلا گیا اور جب تک زندہ رہا آقا حسینؑ کی غربت پر روتا اور گریہ زاری کرتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے شام کے نزدیک اپنے خزانچی سے وہ دس ہزار درہم طلب کیے تو دیکھا کہ ان درہموں کا رنگ بدل گیا ہے اور ان پر ایک طرف لکھا تھا:

وَلَا تَخْسِئُنَ اللَّهَ عَافِلًا عَيْنًا يَغْمُلُ الظَّالِمُونَ ۝

اور دوسری طرف یہ لکھا تھا:

وَسَيَعْلَمُ الظَّالِمُونَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

چنانچہ عمر بن سعد شرمندہ ہوا اور کہا: خَسِيرَتُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ کہ جاؤ اور ان کو نہر میں پھیک دو دو نوں جہانوں میں نقصان ہے۔

وائمه منزل حران

صاحب روضۃ الشیداء معین الدین لکھتے ہیں: جب ابن زیاد کا لشکر منزل حران پر پہنچا تو اس شہروالے تماشاد لکھنے کے لیے استقبال کو آئے۔ اس مقام پر ایک میلہ تھا جس پر ایک یہودی کا گھر تھا جسی ہمی حرانی کہتے تھے۔ یہ بھی تماشا یوں میں موجود راستے پر کھڑا تھا۔ وہ سب قیدیوں کو دیکھتا رہا اور سر بھی گزرنگئے۔ ان سروں میں اچاک اس کی نظر امام حسینؑ کے سر القدس پر پڑی جو نیزہ پر چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ فلکتاً أَمَعَنَ النَّظَرَ فِيهِ أَنَّ شَفَتِيَهُ يَتَحَرَّ سُكَّانُ وَسَيِّعَ كَلَامَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ”جب یہودی نے غور سے دیکھا تو امامؑ کے لیوں میں حرکت ہوئی، یہودی نے امامؑ کا کلام سننا تو فرمایا:

وَسَيَعْلَمُ الظَّالِمُونَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

اس یہودی نے تجھب کیا کہ بریوں سر بھی یوتا ہے۔ گویا یہ سر مطہر یا کسی پیغمبر کیا اس کے وصی کا ہے۔ اے لوگو! تمہیں خدا کی قسم! مجھے بتاؤ یہ کس کا سر ہے؟

کہا گیا کہ یہ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا ہے جس کی ماں رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہ زہراءؓ ہے۔

میلی یہودی نے اپنے اپ سے کہا: اگر ان کے جد کا دین حق نہ ہوتا تو یہ برہان (سر کا بولنا) ظاہر نہ ہوتا۔ پس باؤ اے بلند

أشهُدُ أَنَّ لِلَّهِ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهُدُ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَكْبَرُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالشَّهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَّ ابْنَهُ هَذَا مِنْ أَوْلَيَاءِ اللَّهِ
لوگو! گواہ رہنا کے موجب حق اور ان کا شہید بیان بھی حق ہے اور ان کے اہل بیت کو ناقص قیمتی بیان
کیا گے۔

پھر اپنا عمامہ اٹا را اور اس کے گلزارے گلزارے کیے اور مستورات کے قریب آیا اور عمامے کے گلوؤں کو تقسیم کیا تاکہ وہ حجاب کر سکیں۔ پھر اپنا بچہ اٹا را اور امام سجادؑ کے کامدھے پر رکھا اور ہزار درہم امام سجادؑ کی خدمت میں پیش کیے اور عرض کیا: میں قربان جاؤں، یہ رقم سفر کے دوران میں حصہ ضرورت صرف کرنا۔ جب ان زیاد کے لشکر نے یہودی کی دیجت دیکھی تو اس یہودی کی نہست کی اور کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ تم امیر شام کے دشمنوں سے محبت اور ان کی حمایت کر رہے ہوں ان قیدیوں سے ذور ہو جاؤ اور نہ ہم تمہارا سر قم کر دیں گے۔

سُجِّلْ يَهْ سِنْ كَرْبَلَةْ غَضْبَ نَاكْ هَوَا. أَخْذَتْهُ الْغَيْرَةُ وَجَذَبَتْهُ الْمُعْجَبَةُ

اس کی غیرت ایمانی نے جوش مارا اور محبت اہل بیتؐ کے چذبے نے اس کو چذب کیا، اُس نے اُنے فوکروں اور

غادموں کی جماعت سے کہا: میری تکوار لاو اور اسے اسلحے لگاؤ اور بھکر کرہ کر ابن زباد کے ان ساہبوں سر حملہ کر دو۔

سچی کی تکوار لائی گئی تو اس نے غلاف سے نکالی۔ فَسَلَّمَ عَنْ غَيْدِهِ وَنَظَرَ إِلَى فَرَنَدِهِ فَصَاحَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ أَكْبَرُ "تکوار خضا میں ہماری اور بیندر آواز سے بخیر کی اور ان ملعوقوں پر حملہ کر دیا۔"

مجھی نے پانچ معنوں کو واصل جہنم کیا، اس کے غلاموں نے بھی کئی طالبین قتل کیے اور بعض کو زخمی کر دیا۔ فیجا شوا عقلیہ و معلمۃ فی مثل الحلقة ”ابن زیاد کے لشکر نے اس تازہ مسلمان مجھی کو اپسے درمیان لے کر حملہ کیا، اس کے گرد حلقة ڈال لیا اور فضربوہ بالسیف و السنان و رشقہ بالاحجار و النبلان ”اس کو تکواروں، نیزوں، پھرلوں اور تیروں سے ہر طرف سے سورہ نشانہ قرار دیا اور شوروں غل بیدرا ہوا“۔

جب یہ صدائیں اہل بیت کے کانوں تک بھی پہنچیں۔ ادھر تاڑہ مسلمان گواہن زیاد کے لئکر نے گھیر لیا اور قتل و غارت کرنے لگے۔ تیکی نے بہت زخم کھائے اور زخموں سے خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے گزرو ہو گیا اور امام حجاج علیہ السلام بر سلام کے سفر آئرخت پر روانہ ہو گیا اور اسکے سارے مطہر رہ جی کے۔

معین الدین روضہ میں لکھتے ہیں: اس تھی کی مرقد دروازہ حران پر معروف ہے جسے مقبرہ تھی شہید کہا جاتا ہے اور ان کی قبر پر ماگی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اس کے بعد منزل اندزیں پھر منزل معراجہ اسماں، پھر منزل شیزر، پھر کفر طاب کی منازل کو طے کرتے ہوئے سیبور

پہنچ۔

وَقَعَ سَبُورٌ

ابی مخف لکھتے ہیں: سیبور میں ایک بڑا عالم رہتا تھا۔ اس نے اپنے تمام معین، چھوٹے بڑے، بوڑھے جوانوں کو بلایا اور کہا کہ یہ سر امام حسین کا ہے یعنی یہ اولاد آدم کے سردار کے بیٹے اور خاتم الانبیاء کے فرزند کا سر ہے۔ اس قوم نے ظلم سے فرزید پیغمبر مقتول کیا اور سر کو شام لے جا رہے ہیں۔ اگر تم نے اس ظالم گروہ کو اپنے شہر میں آئے دیا تو خدا تم سے موافذہ کرے گا۔ فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَجُوَرُونَ فِي مَدِينَتِنَا "سب نے کہا: خدا کی قسم! ہم اپنے شہر سے گزرنے نہیں دیں گے اور ہم اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے"۔

بوڑھوں نے کہا کہ اللہ کے بندے فتوح فساد کی بند نہیں کرتے۔ اس سر کو تمام شہروں میں لے گئے اور قیدیوں کو بھی تمام شہروں میں پھر لایا ہے کی نے مراجحت نہیں کی تو ہم کوں مراجحت کریں۔ پس وہ آئیں گے اور گزر جائیں گے۔ لیکن اس شہر کے باغیرت جوان جوش میں آ گئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم! ہم اس لشکر کو کسی صورت میں شہر میں نہیں آئے دیں گے۔ پس جوانوں نے تواریں اور نیزے اٹھائے، آلات حرب لگائے اور سرنے مارنے پر عزم بالحزم کر لیا کہ کوفیوں کے لشکر کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے خواہ جس قدر خون بہہ جائے۔

بوڑھوں نے جب جوانوں کی غیرت کا اندازہ لگایا تو وہ بھی جوانوں کی غیرت کے جذبے سے جوش میں آ گئے اور تمام بوڑھے اور جوان شہر کے دروازہ سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے ابن زیاد کے لشکر کا راستہ روک لیا اور حاکم شام کو گالیاں دیں۔ خنوی نے اپنی سپاہ سے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ سیبور کی غیرت مند جمیعت نے مقابلہ کیا اور شاہ سرداران سے مدد طلب کرتے ہوئے خوی کے لشکر پر جوابی حملہ کر دیا۔ تو تھوڑے ہی وقت میں خوی کے لشکر کے چھٹے صد آدمی قتل ہو گئے اور سیبور کے غیرت مند جوانوں کے صرف پانچ جوان شہید ہوئے۔

ایک روایت میں ان جوانوں سے ستر جوان شہید ہوئے اور یہ صحیح ہے کہ اس دارو گیر لڑائی اور فساد میں ستر لوگ شہید ہو گئے کیونکہ اہل سیبور آل پیغمبر کی حمایت اور نصرت کر رہے تھے۔

جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہے کہ یہاں کے لوگ دینی و ایمانی غیرت رکھتے ہیں؟ بتایا گیا: اہل سیبور نامی شہر ہے۔ تو بی بی ام کلثوم نے ان لوگوں کے حق میں دعاۓ خیز فرمائی:

أَعْذِبُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى شَرَابَهُمْ وَأَرْخَصَ اسْعَارَهُمْ وَرَفَعَ أَيْدِي الظَّلَّةَ عَنْهُمْ فَلَوْا أَنَّ
الْأَنْتِيَا مَسْلُوَةً طَلَّمَا وَجُوَرًا لَمَانَ الَّهُمَّ إِلَّا قِسْطًا وَعِدَلًا

"اے اللہ! اس شہر کے پانی کو صاف اور شیریں بنا، اس کے باسیوں کے رزق میں برکت و سعث
اور فراوانی عطا فرم اور ظلم اور ظالموں کے شر سے ان کو حفاظ فرم۔ اگر دنیا ظلم و جور سے پر ہو تو بھی
بیہاں عدل و انصاف قائم رہے۔"

پھر لشکر ابن زیاد نے وہاں سے حرکت کی۔ حتیٰ وَصَلَوا احْمَةً

واقعہ منزل حماۃ

ابوالحق لکھتے ہیں: اہل حماۃ نے لشکر ابن زیاد کے تم گروں کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ شہر کے دروازے بند کر دیے
اور دیواروں اور برجوں پر سوار ہو کر ان سے کہا: خدا کی قسم! ہمارے شہر میں داخل نہ ہو سکو گے، خواہ ہم سارے بھی قتل ہو جائیں۔
لشکر ابن زیاد نے یہ سن کر یہاں قیام نہ کیا بلکہ جuss شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ البتہ ابن شہر اس کام سے یہ
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھر لشکر ابن زیاد میں داخل ہوا۔ وہ پھر جس پر امام کے خون کے قطرات شک.

لیکن علامہ نے ریاض الاخزان میں اپنے معاصر سے یہ حکایت کی ہے کہ میں مکہ کی طرف جاتے ہوئے شہر حماۃ سے
گزر۔ اس کے باعثات میں ایک مسجد دیکھی جسے مسجد الحسین کہتے ہیں۔ میں مسجد کے اندر گیا تو ایک پرودہ لگا تھا۔ میں نے
اسے ہٹایا تو دیکھا کہ دیوار میں ایک پھر نصب ہے۔ میں نے اس پھر پر خشک شدہ خون دیکھا۔ مسجد کے خادم سے پوچھا کہ یہ
پھر کیسا ہے اور اس پر خون کے نشان کیسے ہیں؟ خادم نے کہا کہ یہ پھر وہ ہے کہ جب لشکر ابن زیاد کو فسے شام جا رہا تھا تو اس
شہر میں داخل ہوا اور اس نے امام پاک کا سر مبارک اس پھر پر رکھا تو سر مبارک سے چند قطرے خون کے گرے جو پھر میں
داخل ہو گئے اور آج تک ایسے ہیں جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

میں کئی سالوں سے مسجد کا خادم ہوں اور بغیر کسی وقفہ کے قرأت قرآن کی آواز آتی ہے لیکن نظر کوئی نہیں آتا، اور ہر
سال شب عاشورہ اس پھر سے نور ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر چانغ اور روشنی کے لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس پھر کے
ارد گرد گریہ اور عزاداری کرتے ہیں اور روز عاشورہ اس پھر سے خون جوش مارتا ہے اور پھر وہ خون خشک ہو جاتا ہے اور کوئی شخص
اس خون کو ہاتھ نہیں لگا سکتا یعنی کسی کی جرأت بھی نہیں ہوتی لڑایا کرے۔

مجھے پہلے جو خادم تھا اس نے بھی مجھے بتایا کہ میں سالہا سال سے یہ مظفر دیکھتا آ رہا ہوں اور وہ کہتا تھا کہ جو مجھے سے

پہلے خادم تھا اس نے بھی مجھے بھی بتایا کہ ہر سال ہب عاشورا اور روز عاشورہ یہ مجرہ دیکھتا رہا ہوں۔ جب میں مسجد سے باہر آیا تو اہل شہر سے پوچھا تو انہوں نے بھی وہی بتایا جو مسجد کے خادم نے بتایا تھا۔

واقعہ شہر حص

جب لشکر ابن زیاد شہر حص کے نزدیک پہنچا تو شہر کے والی کو بیغام بھیجا، ہم بیزید کے گماشتبہ کوفہ سے شام جا رہے ہیں، ہمارے ساتھ امام حسینؑ کا سر ہے اور اہل بیتؑ بھی قید ہے، لہذا لشکر کے لیے کھانے پینے اور استقبال کا انتظام کرو۔ حص کا حاکم خالد بن نفیط کا بھائی تھا جو شہر حصہ کا حاکم تھا اور یہ بہاں کا والی تھا۔ جب اس حاکم کو اطلاع میں تو اس نے جنہوں نے نصب کروائے اور شہر کو آراستہ کروایا۔ نیز شہر سے تین میل باہر لکل کراشتقبال کیا۔ تمباشکی اکٹھے ہو گئے۔ ابن زیاد کا لشکر آیا تو انہوں نے سروں کو صندوقوں سے نکال کر نیزوں پر سوار کر لیا اور اہل بیتؑ کے قیدیوں کو نہایت ذلت و خواری سے شہر میں داخل کیا۔

جب اہلی حص کو معلوم ہوا کہ یہ قیدی اور شہداء کے سڑتو حیدر کرز اور شنبیر اسلام کا خاندان ہے تو ان کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی۔ انہوں نے جب اہل بیتؑ کے بچوں کا گریہ اور آہ و زاری سنی تو ان کا خون کھول آئنا۔ اہل حص کی عورتوں نے جب خاندانِ رسالتؑ کی مستورات اور بچوں کی ذلت اور غربت دیکھی تو عورتوں میں گریہ و زاری کا شور بلند ہوا۔ فارس دَحَّتَ النَّاسُ فَرَمَوْهُمْ بِالْحَجَّارَةِ، اہل شہر کی برداشت کی طاقت ختم ہو گئی اور لوگوں نے ابن زیاد کے لشکر کو پھرلوں کا نشانہ بھانا شروع کر دیا اور پھرلوں کی اس قدر بارش برسمانی کہ لشکر ابن زیاد کے چھبیس سپاہیوں کو واصل جہنم کر دیا۔ شہر کے دروازوں کو بند کر دیا گیا اور کہا گیا: یَا أَقُومُ لَا كُفَّارَ بَعْدَ الْإِيمَانِ، ہم تمہارا ایک حص بھی اب زندہ نہیں جھوڑیں گے یا یہ کہ خوبی حرام زادے کو قتل کر دیں اور امامؑ کا سر مقدس اس سے لے لیں تاکہ قیامت تک یہ افتخار ہمارے شہر کو حاصل رہے۔ انہوں نے اس نیت سے قسم اخہانی اور خالد بن نبیلہ گھر کے قریب جمعت کا ازدواج تھا۔ لشکر ابن زیاد نے ان لوگوں سے جنگ و جدال کی اور ان کو جنگ میں مشغول کر کے دوسرے دروازے سے سروں اور قیدیوں کو لے کر بھاگ گئے۔ پھر سوق الطعام آئے وہاں بھی جگہ نہ ملی اور مجیرہ کے راستے کیڑا کے مقام پر پہنچے تو بعلبک کے والی کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔

واقعہ بعلبک

شہر کے حاکم نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کریں اور ابن زیاد کے لشکر کو احترام سے داخل کریں تو لشکر کو دوف اور بینڈ باجوں سے وار کیا گیا۔ جب منزل پر پہنچے تو خوش ہوئے کہ خطرے سے محفوظ ہیں۔

صاحبہ مقتل لکھتے ہیں: با تو بیغلین یعنی انہیں بغیر کھانے پینے اور گپ شپ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ لیکن آل محمد کے اسی روپ پر اس شہر میں بہت مصیبت آئی کہ جب جناب ام کثوم سلام اللہ علیہ اُنے پوچھا ہے کہ جس کے لئے شہر کس قدر بے دین ہیں؟

کہا گیا کہ یہ علیک ہے؟ جناب اُم کلھوم نے ان لوگوں پر لعنت اور نفرین کرتے ہوئے فرمایا:
أَبَدَ اللَّهُ تَعَالَى خَضْرَاتَهُمْ وَلَا أَعْذَبَ اللَّهُ شَرِيْهُمْ وَلَا كَفَعَ أَيْدِي الظَّلَمَةِ عَنْهُمْ إِلَى آخر

”اے خدا! ان کی فصلوں کو برباد کر اور ان کے پانی کو شیریں نہ کر بلکہ تنقیح کر دے اور ان کو ظالموں کے شر سے محفوظ رہنے فرماؤ۔“

حومہ راہ کا واقع

جب انکر ابن زیاد صومعہ راہب کے پاس پہنچا توہاں قیام کیا کہ سر دل کو صومعہ کے ایک کونے میں رکھ دیا اور قید یوں کوکھی جگہ پر شہر لایا۔ انکر انی عیش و عشرت میں معروف تھا اور انی بیت اکٹھے بیٹھے انی غربت و مظلومیت پر آہ و ابا کر رہے تھے۔

ابو الحسن نے کہا ہے: فَلَمَّا كَسَعَ اللَّيلُ سَمِعَ الرَّاهِبُ دُؤْيَا كَدُوِيُ الرَّعْدِ وَتَسْبِيْحًا وَتَقْدِيسًا "کہ جب تاریکی چھائی تو راہب نے ناکر تسبیح و تقدیس کی آواز آہنی بے حرکت حوش پار رہی ہے۔ اور ایک اور پیدا ہوا جس نے عالم کو روشن کر دیا اور اس نور سے اس کے کھینا میں بھی روشنی ہو گئی۔ راہب نے غور سے دیکھا تو وہ نور اس تیزہ سے فکل رہا تھا جس پر امام حسین کا سر سوار تھا اور وہ نور سر سے لے کر عمود آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ راہب نے دیکھا کہ آسمان کا دروازہ مٹا ہے اور بہت سے ملائکہ باہر فکل کر رہے تھے اور آرہے ہیں۔ سر مطہر کے قریب آ کر کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، رَاهِبُ يَعْجَابٍ وَلَكَ كَرَوْنَ لَكَ اُور اسے یقین ہو گیا کہ یہ مردیے شخص کا سر ہے جو زمین و آسمان کا حاکم ہے۔ اپنے گھیسائی جھٹت سے نیچے آیا اور پوچھا: مَنْ تَرْعِيمَ الظُّورِ اس سے رہو گا، اور فرم دار کوان سے؟ خدا کا تسلیماً گما کر دیا۔ کافر ملے تو

خولی سے رامب نے پوچھا کہ یہ مرکس بزرگ ہستی کا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ امام حسینؑ کا سر ہے کہ جن کی مار قاطلہ
لور ہراہ بشت رسول اللہ ہے۔

راہب نے کہا: ہے افسوس تم پر افرزند خیبر کو قتل کر دیا گیا ہے اور ایک بدجنت غیرنجیب ان زیاد اور یزید کی اطاعت میں ہو۔

ہمارے نظرانی علانے تھے بتایا ہے کہ تم مسلمان اپنے خیبر کے فرزند کو قتل کرو گے تو آسمان سے خون بر سے گا۔ آج مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو وسیع خیبر تھے۔ اب میری گزارش ہے کہ یہ سر مجھے دے دو اور جب جانے لگو تو داہم کر دوں گا۔ خویی نے کہا کہ میں سرکی کوئی نہیں دیتا بلکہ یہ سر یزید کو دے کر انعام حاصل کروں گا۔

راہب نے کہا: یزید کا جائزہ اور انعام کتنا ہو گا؟

خویی نے کہا: دو ہزار مشقاب اشرفیاں۔

راہب نے کہا: میں تمہیں دو ہزار مشقاب اشرفی دیتا ہوں، اس کے وضت تم سر مقدس مجھے دے دو۔ پھر راہب نے درہم دکھائے اور درہم اسے دے دی۔ وہ تو علی القناۃ یعنی سر نیزہ پر تھا اُتا را گیا اور راہب نے اپنی جان کی طرح سنھالا۔ فَقَبَّلَهُ وَيَبْكِي وَهُوَ بُوتَهُ بَعْدِ بَعْدٍ وَهُوَ تَحَاوِلُهُ عَلَىٰ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَنْ لَا أُوْاسِيَنَّ پسندی اسے فرزند خیبر اخدا کی حُم اس حالت میں آپ کو دیکھا مجھ پر بہت گراں ہے۔ کاش میں آپ پر جان قربان کرو جائے۔ اے حوالا! جب ناتا سے ملاقات ہو تو میرے اخلاص کو وہاں بیان کرنا اور میری مسلمانی کی گواہی دینا۔

أشهدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَّ عَلَيْنَا قَلَّتِ الْإِيمَانُ

پھر سران ملعونوں کو واہیں کر دیا اور خود روتا ہوا اپنے کیسا میں چلا گیا۔ راہب کے چڑے جانے کے بعد ان ملعونوں نے درہموں کو تقسیم کیا تو ان کے ہاتھوں میں وہ درہم کو ملے بن گئے اور ان پر کہا تھا: وَسَيَقْلَمُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا أَيَّ مُنْكَرٍ يَنْقَبُونَ انہ زیاد کے لکھ کر جمیرت زیادہ ہوئی۔ خویی نے کہا: اس معاشرے کو اب چھوڑ دو اور اس کو ظاہر نہ کرو۔

وَالْعَصْلَانُ

روضۃ الشہداء میں ہے کہ ان زیاد کا لکھر آل رسولؐ کو لے کر عقلان کے قریب پہنچا تو وائی عقلان یعقوب عقلانی تھا جو شام کے امراء میں سے تھا اور کربلا کی جنگ میں موجود تھا، جنک کے بعد وہ اپنے لکھر کے ساتھ واہم عقلان آیا۔ جب اپنے شہر کے قریب آیا تو حکم دیا کہ شہر کو آرائستہ کریں اور تمام شہری فاخرہ لباس زیب تن کر کے خوش منائیں کہ یزید کو فتح حاصل ہوئی ہے۔

فَزَيَّنُوا الْأَسْوَاقَ وَالشَّوَارِعَ وَالْأَبْوَابَ وَاحْضَرُوا الْمَطَرَ بَيْنَ وَآخَذُوا فِي اللَّهِ وَالنَّعِيْمِ

وأظهروا الفرج السرور وأذكوا شرب الابندة والخمور وجلسوا في الغرف

الرّوّاشن والأخالٰي من الدّانٰي والعلٰى

پہنچ شرک میں کیا، اور اذوں کو آراستہ کیا، جو لوں بخداہوں پر سیمار مٹھائے گئے، لہ دینا پڑے والدنا پتھر میں مشغول تھے لوگ بوجب من مصروف تھے، اباش اور کیمپ لوگوں نے تم پر دل

رگ رنگ کے لباس سے ہوئے امتحان، شراب کی محلیں سماں گئی تھیں، گانا بخانہ شروع تھا تھی کہ کہاں بللے۔

کے قید پوں کو جو گرہہ وزاری کی حالت میں تھے، ساز و آواز کی دھخنوں میں شہر میں والوں کیا گلکانڈ ایک

طرف خوشیوں کے شادیا نے بختے لگے، دوسری طرف وطن سے دوں مظلوم اور اسکی قیدیوں کا دروازہ

اور آہ و ناری تھی۔

جنابِ رایت کے میں لیندھوئے اور بنا بکھر کی آہ و غریب کی صدا تھی۔ لایک طرفِ طبل اور موسمی کی وجہ اور

طه و سقية الرياح **الكتاب السادس** **كتاب الحجارة** **كتاب الحجارة**

لوج و رخوا تج و قیمه اگه که هسته هر چیزی که داشته باشد طبقاً نباشد طبقاً نباشد

کامانه ای عرض کنید و آن را که جای تخته را بگیرد تخته نامیده باشند.

کارکلتراف سعی از این است که

اے شخص نیک کالا نیک سب سے کوئی خداوند نہ ہے اس کی وجہ سے کوئی تھجھے نہ ہے

لشامه سکانی و مسکن اغذیه که ممکن است تقویت کارکرد ایمنی کوچک کرده باشد.

بھروسے اس پا یون سے رہوں وہی یا پا۔ اس سے مردیں وہ دن سے بیدار رہے جن سے جنیں بھروسے
بھیاں لائے ہیں اور شام جانا ہے اور یہ خوشی اور سر و کام حاصل ہے یہ کی فتح کا جشن ہے۔

وَرَبِّيْلَهُ بَدْرُوكَ رَسَدِيْلَهُ مَنَّا لَهُ مَنَّا لَهُ

فَنَكِسَ إِغْرِيَّ كَخْرَ كَكَتْهُ

کریے چاہیں یہ ترویج یادی.

ان سے بواب دیا۔ وہ حاربی ہے جسے ہر یوں اور یوں لہا ہے کہ ان سے بھرا رہوں ہوں۔

Entered by www.ziaraat.com

خارجی کہتا تھا کہ میر اتنا زنجیر کھا، بابِ اللہ تعالیٰ، مان قاطعہ بخت رسول تھی للہ اسلطنت و خلافت ہمارا حق ہے۔
بزید کہتا تھا تیرے بھائی حسن نے خلافت کا حق ہمیں دے دیا ہے، اب تمہارا حق ختم ہو گیا ہے۔ جبکہ خارجی کہتا تھا
کہ میرے بھائی نے اپنے حق پر (وقت کے مطابق) مصالحت کی تھی لیکن (اب) میں صلنگیں کرتے بالآخر وہ قتل ہو گیا اور اس
کا سر شام چار ہے۔

لار، ضریب نے کہا: میرا بچہ پانی ہو گیا، مجھے اس کا نام بتاؤ وہ کون ہے؟ جو ہمارا گیا ہے؟

اس شخص نے کہا: اس کا نام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔

ضریب نے جو نبی نام حسینؑ کی لگاؤں میں دنیا تاریک ہو گئی اور گریگو کیس ہو گیا۔ وہ اس دروازے کی طرف دوڑا
جس دروازے سے قیدی لاسے چار ہے تھے تو وہاں دیکھا کہ لوگوں کا اس قدر ہجوم و ازدحام ہے کہ شمارے باہر ہے۔ پھر اس
نے اپاٹک دیکھا۔

إِذَا قَبَّلَ الرَّأْيَيْتُ، وَإِذَا تَفَعَّلَ الْأَصْوَاتُ، وَجَاءَ بِالرَّوْسِنِ، وَالشَّبَّابِ يَا عَلَىٰ، وَكَافِ الْبِغَالِ،

وَأَقْطَابِ النَّطَّالِيَا،

”کہ لمہراتے ہوئے علم آئے جن کو رکھ کر آوازیں بلند ہوئیں، ان کے پیچے شہزادے کے سر تھے،
بودھاٹے جوانی تک، مجھے ملے ہے سے فریضہ رسال تک اسے شہزادے کے سرخیوں پر سوار تھے۔“

ان سروں کے پیچے تھکے ہوئے قیدی پر شکستہ پردوں کی طرح مر جائے ہوئے بے پالاں اوتھوں پر سوار تھے۔ ان
قیدیوں کے آگے آگے جناب علی بن احسینؑ کا اڈت تھا حضرتؐ کے دوپھیں اتحوں میں زنجیر تھی اور پاؤں اڈت کے پیٹ
کے پیچے سے آپس میں بندھے ہوئے تھے، وہ سر جھکائے آرہے تھے۔

ضریب آگے بڑھا اور عرض کیا: سیدی اسلامؓ علیک سلام کیا اور سیاپ کی طرح آنکھوں سے آنکھوں پر جماری ہو گئے۔
حضرتؐ نے بھی گریہ آلوہ آنکھوں سے دیکھا اور دبھر لے الجھ میں فرمایا: اے جوان اڑا کون ہے جو ہماری سربت میں ہم پر
سلام کر رہا ہے؟ تو دوسروں کی طرح ہمکراٹ کیوں نہیں؟

ضریب نے حضرتؐ کیا: میں قربان جاؤں میں آپ انہیں پہنچتا؟ کوئی کوئی اس شہر میں مستادر ہوں۔ کاش میں مر گیا
ہوتا اور یہاں نہ آیا ہوتا اور آپؐ کی یہ حالت نہ دیکھی ہوتی اور جنابِ فاطمہؑ کی اولاد کو اس حال تھا غریب میں نہ دیکھتا۔ اسے
کاش امیرے خانہ ان والے اور میراب دوست آج میرے ساتھ ہوتے تو تمہارا ان لوگوں سے بدل لیتے لیکن میں کیا کروں،
غريب اور تمہاروں، میرا کچھ چاہیہ نہیں چلتا کہ مسافر اور کبھی ہوں دلان۔

فَعِنْدَ ذَلِكَ بَيْكِ الْأَقْامُ وَقَالَ إِنِّي شَمَتُ مِنْكَ رَالْحَةَ السُّبْحَةَ وَأَنْسَتُ فِيلَ سَنِيَاءَ
وَمِنْ نَارِ الْمُحْبَّةِ

”تم سے محبت کی خوبیوں کو رہا ہوں کہ ہماری محبت کی آگ تمہارے سینے میں بھر ک رہی
ہے۔“

ضریر نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، میری گزارش ہے کہ مجھے کوئی حکم دیں تاکہ وہ انجام دے سکوں اور اپنے دل کا
بوجھ پکھا کر سکوں۔

حضرت نے فرمایا: اس شخص کے پاس جاؤ جو رسول کا موکل اور امیر ہے اور اس سے التماس کرو اور اسے اس بات پر
راہنی کرو کہ شہداء کے سروں کو مستورات کی سواریوں سے دور لے جائیں تاکہ لوگ سروں کا نظارہ کریں اور مستورات ان کی
(غایظ) نظروں سے آسودہ ہو جائیں۔ نیز اولاد ہر راء کے پاس لوگوں کا ہجوم کم ہو جائے۔ اے جوان! اس قوم نے چارے اور
ہمارے حرموں کے مقام کو پاماں کر دیا۔ خدا ان پر لخت کرے انہوں نے ہمیں ذہل اور زسوایا ہے۔

ضریر نے عرض کیا: سبیقاً و طائیهٗ فراموشیں کے سردار کو پچاس درہم دیئے اور کہا: میری التماس ہے کہ یہ درہم لے
کر سروں کو محلوں سے ذراً دور لے جاؤ تاکہ یہ کہنے لوگ جناب قاطرہ ہر راء کی اولاد کی طرف نہ دیکھیں۔

اس موکل نے یہ گزارش قبول کی اور سروں کو ذراً دور لے جانے کا حکم دیا۔ ضریر نے پھر دوڑ کر امام کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا: مولا! کوئی اور حکم دیں۔

حضرت نے فرمایا: اے جوان! اگر ان بے جا بست مسchorرات کے لیے چادریں اور بر قلعہ مل جائیں تو خدا تمہیں بہشت
لباس عطا کرے گا۔

ضریر فوراً گیا اور ہر مستور کے لیے دو دو چادریں اور امام سجاد علیہ السلام کے لیے ایک تجھے اور ایک عمامہ بازار سے
خریدا۔ اسی اثناء میں بازار میں فریادیں سنائی دیں، ضریر نے دیکھا کہ شرمندی الجوش اپنے چند شرابی سپاہیوں کے ساتھ خوشی کے
نمرے لگاتے ہوئے آیا۔ یہ سب ملعون شراب کے نفعے میں مت تھے۔ اسی حالت میں شرمندی امام سجاد کو گالیاں بک رہا
تھا۔ ضریر نے یہ بکواس کی تواس سے بہرنہ ہو سکا۔ اس کی غیرت ایمانی نے جوش مارا، وہ آگے آیا اور شر کے گھوڑے کی لگام کو
پکڑ کر کہا: اے بے دین! میں!

يَا أَعْذُّ اللَّهَ رَأْسَ مِنْ نَصْبَتْهُ عَلَى السِّنَانِ وَبَنَاثَ مَنْ سَبَّبَتْهَا بِالظُّلْمِ وَالْعُدُوانِ
”اے دشمن خدا! تم یہ چانتے ہو کہ کس حقیقت کا سروک نیزہ پر سوار کیا ہے اور ان قیدیوں کو چانتے ہو

کہ کس کی اولاد ہیں، جنہیں تم نے بے پالان اونٹوں پر بھایا ہوا ہے۔ خدا تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے اور آنکھوں کو انداز کرے۔

جوں ہی ضریر سے یہ کلام سناؤ اس بدست شیطان نے اپنے غلاموں اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو بے ادبی کی سزا دو۔ سپاہیوں نے ہر طرف سے ضریر پر حملہ کر دیا اور شہر کے لوگوں نے بھی اس کو پتھر، چیڑیاں اور ڈھیلے مارے لیکن ضریر شجاع زمانہ تھا۔ اس نے ایک سپاہی سے تکوار چین کر حملہ کر دیا اور ہر طرف سے شور و غل برپا ہو گیا لیکن آخر سپاہ این زیاد اور شہر کے لوگوں نے مل کر انہیں اس قدر رذی فی کر دیا کہ وہ زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ وہ قتل ہو گئے ہیں حالانکہ وہ بے ہوش تھے اور اس طرح پڑے رہے۔ جب آدمی رات کو ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایسے پایا جیسے کسی پرندے کے پر ڈھینے کے لئے توڑ دیے گئے ہوں۔ لرزتے لکھڑاتے اٹھے اور جل پڑے۔ دہاں سے کچھ فاسلے پر چند عجیب روں کی قبریں تھیں۔ لوگ ان کی زیارت کو آتے جاتے تھے۔ ضریر نے خود کو اس مقبرہ میں پہنچایا تو وہاں دیکھا کہ ایک گروہ بے جو نگے سر، گریباں چاک حلقة بنا کر ماتم کر رہا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

ضریر آگے بڑھا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ ماتم کر رہے ہو جب کہ باقی شہروں ایش و عشرت میں خوشیاں منار ہے ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ تو خارجی خوشیاں منار ہے ہیں اور ہم اہل بیت رسالت کے محبت ہیں۔ اگر تم اہل بیت کے دشمنوں میں سے ہو تو دشمنوں میں جاؤ اور اگر مجبوں میں ہو تو آؤ اور ہمارے ساتھ غم و ماتم میں شریک ہو جاؤ، یعنی اگر در دندا اور دل سوختہ ہو تو ہمارے ساتھ غم مناؤ۔

ضریر نے کہا: میں تو مجبوں سے ہوں اور سیکڑوں چیلے کر کے ان غلاموں سے خلاصی حاصل کی ہے۔ پھر اپنا سارا حال سنایا، پس ان کے ساتھ مل کر ساری رات عزاداری کی اور روتے رہے اور اس وقت کے واقعات ایک دوسرے کو سناتے رہے۔ یوں جی بھر کر غربت آلِ احمد پر گریے کیا۔

یزید کو ورثہ اہل بیت کی اطلاع

لشکر این زیاد عقلان سے نکل کر جلدی جلدی سفر کرتے ہوئے جب شام سے چار فرغ پر پہنچا تو وہاں توقف کیا اور قیام کیا اور خوشیاں منا کیں کہ اب منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ یہاں سے یزید کو خط لکھا کہ ہم کوفہ سے آئے ہیں، شہداء کے سروں اور اہل بیت کو قید یوں کولارہے ہیں، اب تمہارے حکم کے منتظر ہیں کہ کس دن اُسرا اور شہداء کے سروں کو شہر

مشت میں وارڈ کر لیں۔ خط قاصد کو دیا کہ جلدی اس کا جواب لے آؤ اور خود اس تمام پر عیش و نوش میں مشغول ہو گئے۔

قاصد مشت گیا اور یزید کے پاس پہنچا۔ یہ وقت تھا کہ یزید ملعون بی امپی کے زمانے کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا، قاصد آیا۔ سلام کیا اور کہا۔

آیا سلام کیا اور کہا۔

لے افَرَّ اللَّهُ عَيْنِيْلَ يَعْرُوْدَ تَأْلِيْنَ الْعَسَيْنِ

تمہاری آنکھیں بھٹکیں اور روشن ہوں تمہارا سر سلامت رہے، روشنوں کے سر اور قیدی حاضر ہوں۔

لے افَرَّ اللَّهُ عَيْنِيْلَ يَعْرُوْدَ تَأْلِيْنَ الْعَسَيْنِ

تمہارے کہ اس خبر سے خوش نہیں ہوا تو کہا کہ تمہاری آنکھیں روشن ہوں۔ پھر حکم دیا کہ قاصد کو زمان میں ڈال دو۔

بعد ازاں اس نیزاد کا خط پڑھا اور تمام حکمتوں اور قاتلوں سے مطلع ہوں۔ اگرچہ باطن میں بہت خوش اور سروقلاں کی لوگوں کے

سامنے لگی دانتوں میں رکھی اور غصے کا اظہار کیا اور بعد میں کہا: افَلَّا اللَّهُ وَرَبُّنَا إِلَيْهِ رَاجِحُونَ

پھر حاضرین مجلس کو اس نیزاد کا خط پڑھایا اور کہا۔ مر جانشیکر بیانی القلب و بدینکت نہیں اطلاع اور

اجازت کے بغیر کیا کام کر دیا۔

حاضرین نے کہا۔ ابن زیاد نے کوئی اچھا کام نہیں کیا البتہ اس خط سے پہلے ابن زیاد نے ایک اور خط بھی بھیجا تھا اور

یزید کو اس خط میں اپنے تمام کاروائیوں سے مطلع کیا تھا لیکن یزید نے وہ پہلا خط لوگوں کی نظرتوں سے چھپا کر رکھا جانکہ اسی

خط کے جواب میں یزید نے حکم دیا تھا کہ اسراءور شداء کے سروں کو شام بھیجا جائے۔ بہر صورت یہ بہبیزید کو اطلاع مل کر اسی

بیٹھ شام سے چار فریغ کے فاصلہ پر آنکھیں تو اس نے حکم دیا کہ ابن زیاد کا لشکر وہاں ہی قیام کرے اور اسراۓ اور سروں کی

خواست کرے تا قیکہ دوسرا حکم پہنچا۔

پھر یزید نے حکم دیا کہ اس کے لیے جو ہرات سے جزاہو تاج تیار کریں اور قبیلی پتوں سے بھترین عمداً تخت تیار کیا

جائے۔ شہر کو مکمل طور پر آراستہ اور مزین کیا جائے، شیشہ کاری کی جائے اور تمام لوگ اوحصے اور نئے لباس پہنسیں اور

اپنی آرائش کریں، اور شریف، کہنے امیر و غریب، چھوٹے بڑے ملازم، توکر، حربہ، عورت، بوڑھے اور جوان سب کلی کو جوں،

مکلوں اور سروں پر ٹویں کی صورت میں آمد و رفت کریں اور ایک دوسرا کے لئے حکومت شام کی دفع کی مبارکیں دیں۔

جب شہر مزین ہو گیا اور شیشہ کاری کا انتظام مکمل ہو گیا نیز تاج و ختن تیار ہو گیا تو ان بیت رسالت سے شہر میں وارد

ہونے کا ایک دن محن کر دیا گیا اور حکم دیا گیا نیز تاکید کی گئی کہ اس میں روز تمام الی شہر احتقال کو ٹھیک، بطل، ساز اور

سماں نگیاں بجا کیں اور پورے شہر میں جشن کا اعلان کیا جائے تاکہ اہل حجاز حسین جماعت نے ہماری مخالفت پر علم بلند کیا اور ہمیں برپا کر رکھ لے عراق سے بغاوت کا آغاز کیا لیکن وہی کونہ ان زیادتی ان باغیوں کو قتل کر دیا اور انہیں بیٹھ کر قید کر کے شہداء کے سر وال کے ساتھ بھیجا چکے تو اس جماعت کا انعام درکھست کے لیے تمام لوگ جسی ہوں اور جشن منائیں اور حس نے جشن نہ منایا وہ جہاں اُن جشن مقصود ہو گا۔

شام میں کسی ایک شخص کو حققت کا علم ہو گا اور نہ نافذ فصل لوگوں کو حقیقی واقعہ کا علم نہ تھا کہ امام حسین شہید ہوئے اور خانوادہ رضا کش قیدی ہے بلکہ کسی نے فیں میں بھی یہ مگان شہزادہ تھا کہ امام حسین اور ان کے گھرانے پر یہ مصائب واقع ہوئکتے ہیں۔

ہذا شام کی آبادی کی اکثریت کا یہی خیال تھا کہ ایک خارجی اور دین سے خارج شخص بزرگ ملعون کے ظالم و سفاک عیال پر اپنے قتل ہو گیا یہی اتنی لیلا لوگی شوق دل اور کامل سرو سے استقبال کو دو اپنے ہوئے ہیں کہ ان قیدی لوگوں سے اپنی برکات کا اعلان کریں یہ اسی وجہ سے پورے شہر میں ہر طرف سے میل اور ساز، اور گانے بجانے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور لوگوں نے اپنے بکانوں پر رنگ، نگہ کے پرچم لگائے ہوئے تھے ہر راستہ پر شراب کی محلیں ہی ہوئیں اور انواع و اقسام کے گلوکار گانے گار ہے تھے۔ زن و مرد اپنے بیویوں کو ساتھ لیے ہوئے اس میں زن گروہ و دیگر اولاد ان کے تماشے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

خلافت کام دروازہ شام کے اندر اور باہر لوگوں کا اس قدر تجمم تھا کہ روز محشر کا اجتماع محسوس ہوتا تھا دروازہ سے باہر تمام صحراء پیاپی زن و مرد اور بیویوں سے معور تھے۔ مژزوں، عورتوں کا شور و غل اور میل و ساز مرنگوں اور گانے بجانے کی صدائیں اس قریبیں لکھاں کے کاروں کو ہرہ کر دیا تھا۔

هر شخص کی نظریں کوفتے آئنے والے راستے پر گئی ہوئی تھیں اور قیدیوں کے تماشا رکھنے کے انتظام میں ایک دن کھڑی تھی۔ لوگ گھٹے بلکہ لمحے شمار کر رہے تھے کہ کس وقت قیدیوں کو بکھیں گے۔ لوگوں کا شوق و ذوق دائر اور بے اندازہ تھا کہ نیزوں پر سوار سروں اور خارجیوں کو بکھیں کہ اپنا کم قیدیوں کے بے حجاب کجاوے اور سر برہمن ستورات کے نمیں نظر آگئے۔

ہر طرف سے شور و غل بلند ہوا، منادی ہر طرف سے اعلان کیا رہے تھے کہ اگر واخراجیوں کے الی و عیال آگئے، خارجیوں کے سر آگئے۔

جوں ہی مخدراتِ عصمت اور ذریتِ چیخبر نے ان تماشا یوں کو دیکھا کہ فاخرہ لباس پہنے، زینت کیے ہوئے، مسرو و خداں چہروں کے ساتھ، غلب اور قارئے بجا رہے ہیں تو بہت سخت گریہ ہے۔

دوسری طرف سے ابن زیاد کے گماشتوں نے خندرات عصمت اور بچوں کو تازیا نے اور نیزے مار مار کر گریہ و آہ و بکا میں ضریب اضافہ کر دیا۔ جب اہل بیت کو اہل شام کے ہجوم سے گزارا گیا تو شایی نسل حراثی نے اہل بیت کو گالیاں دیتا اور سب و شم کرنا شروع کر دیا۔ اہل بیت اپنی غربت اور مظلومیت پر سر جھکائے خاموش ہو کر جا رہے تھے۔ بعض عورتوں نے اپنے پریشان بالوں سے چیزوں کا پردہ بنایا ہوا تھا اور بعض نے اپنی کلامیوں اور آسمیوں سے چیزوں کو چھپایا ہوا تھا۔

صاحب مقال نے لکھا ہے کہ جانب نسب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: کوفہ سے شام تک میرے بھائی کا سر توک نیزہ پر تھا اور حضرت کی آنکھیں مسلسل کھلی ہوئی تھیں اور ان کی نظر اطفال اور مستورات پر تھی، ویکھتے رہے لیکن شام میں میں نے بھائی کے سر کو دیکھا تو آنکھیں بند ہو گئیں گویا امام حسینؑ پر داشت نہ کرتے تھے کہ اس قدر گانے ناچنے والے، شارب المفر اور طبلہ بجانے والے اہل بیتؑ کے محلوں کے اردوگردنچ ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے بابا امام جواد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ پاپاؑ نے فرمایا: غالبوں نے مجھے ایک بے پالان کمزور اونٹ پر بٹھایا ہوا تھا اور بابا کے سر کو توک نیزہ پر بلند کیا ہوا تھا اور ہماری خندرات عصمت کو بے پردہ محلوں پر سوار کیا ہوا تھا۔ کہیے، او باش لوگوں نے ہمیں گھیرا ہوا تھا، اگر ہم سے کوئی اپنی غربت اور مظلومیت پر روتا تو سر میں نیزہ مارتے تھے اور مسلسل اسی حالت میں ہم نے سفر کیا حتیٰ کہ دشمن پہنچ۔ وہاں منادی عدا کر رہے تھے:

یَا أَهْلَ الشَّامِ هُوَ لَوَاءُ سُبَّاً يَا أَهْلَ الْيَتَمِ

مرحوم سید لہوف میں لکھتے ہیں: اہل بیت رسالت سلام اللہ علیہا نے جب اہل شام کے اس قدر ازدواج اور جمعیت کو دیکھا تو جانب ام کاظم سلام اللہ علیہا نے شہر سے فرمایا: اے شہر! ہماری ایک بات تو مان لو۔ شہر نے کہا: وہ کیا ہے؟ بی بی نے فرمایا: ہمیں اس دروازے سے شہر میں لے چلو کہ جیت کم ہو اور یہ بھی حکم ہو کہ ان سروں کو محورتوں کے محلوں سے ذورے جاؤ تاکہ لوگ ان سروں کا تماشا دیکھیں اور ہم ان کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اس حرام زادے نے کہا: سروں کو محورتوں کے محلوں کے درمیان لے کر چلیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ مستورات کا تماشا کریں۔

عمر بھر سے سچاڑ رہے مجھ بھا
جس نے جس وقت بھی دیکھا انہیں روٹا دیکھا

کہل بن سعید کی اہل بیتؑ سے ملاقات

منتخب التواریخ میں کہل بن سعید حضرت زوری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں اپنے شہر زور سے بیت المقدس کی

زیارت کی خاطر آیا۔ جب شام میں پہنچا تو شہر میں بہت شور و غل تھا۔ شہر کے تمام دروازے کھلے تھے، دکانیں بند تھیں، شہر کی صفائی کی گئی تھی اور مزین کیا ہوا تھا اور لوگ گروہ گروہ فاخرہ بس چکن کر کوچوں اور بازاروں میں شاداں و فرحان ایک دوسرے کو مبارک دے رہے تھے۔ میں نے ایک شامی سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے؟

شامی بولا: کیا تو مسافر ہے؟

ہل نے کہا: ہاں آج یہ اس شہر میں آیا ہوں۔

شامی بولا: لوگوں میں خوشی اس لیے ہے کہ یزید کو عراق میں ایک خارجی پر فتح حاصل ہوئی ہے۔

ہل نے کہا: اس خارجی کا نام کیا تھا؟

شامی بولا: حسین بن علی بن ابی طالب۔

ہل نے کہا: وہ حسین جس کی ماں قاطمہ ذہراء بنت رسول اللہ ہیں؟

شامی بولا: ہاں! وہی حسین۔

ہل نے کہا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ! یہ خوشی دختر چنبر کے فرزند کے قتل پر ہے، کیا اس کا قتل ہو جانا کافی نہ تھا کہ اب اسے خارجی کیا جا رہا ہے؟

شامی بولا: اے غص! اس قسم کے بول مت بولو اور اپنی جان پر رحم کرو کیونکہ اگر کوئی غص حسینؑ کا نام محبت سے لے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

ہل کہتے ہیں: میں نے زبان بند کی اور سانس بھی بند کر لیے اور سر جھکا کر روتا ہوا دروازہ کی طرف پڑھ گیا۔ وہاں دیکھا تو کیف تعداد میں پرچم داخل ہوئے، ان کے پیچے طبلہ اور بینڈ بابجے والے آئے۔ لوگ آگے بڑھتے تھے تاکہ سر مطہر کو نزویک سے تماشا کریں۔ شور و غل زیادہ ہوتا جاتا تھا، اور لوگوں کا مزاج و سرور بھی بڑھتا جاتا تھا۔ اچانک میں نے امام حسینؑ کے سر پر نور کو دیکھا کہ لیوں اور دہن مبارک سے فور ساطھ تھا بلکہ مجھے تو رسول اللہ کا چہرہ دکھائی دیا۔

ہل کہتے ہیں کہ جناب عباس علمدار قمری ہاشم کا سر لوگ نیزہ پر تھا اور چہرہ ایسے تروتازہ تھا گویا مبارک بلوں پر مسکراہٹ ہے جب کہ وَرَأَيْتَ رَأْسَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هَيَّةٍ عَظِيمَةٍ مَعَ نُوْرٍ يَسْطُعُ مِنْهُ سَطْوَعًا عَالَيْهَا وَلِحِينَتِهِ مُذَكَّرَةً قَدْ خَالَطَهَا الشَّيْبُ وَقَدْ خُفِيَّتِ بِالْوَسْيَةِ ”ام حسینؑ کا مصیبۃ والا سر مطہر اور نورانی عظمت والا چہرہ چمکتا تھا اور بیش مبارک گول تھی اور ڈاڑھی کے کچھ بال سفید تھے اور خطاب آثار نمایاں تھے، آنکھوں کی سیاہی سے آسان کی طرف نظر کیے ہوئے خوبصورت آبرو، کشادہ پیشانی،

خواہ سورت اب اور بیوں کی نورانی جک اور ہوا اٹھی کوئی کبھی دیکھی اور کبھی بائیں گویا صورت علیٰ اور نقش رسول نوک خدا پر سوار تھے۔ عمر بن منذر ہدایت میں نیز اٹھایا ہوا تھا۔

صاحب منتخب لکھتے ہیں: کہل نے کہا: حب سر مطہر کو اس انداز میں دیکھا تو میں برداشت کر سکا۔ فَلَمَّا سَمِعَ عَلَيْهِ وَقَطْعُتُ اَطْهَارِي اُور دُفُونَ بَاهُوْنَ سَمَّهُ پَرْجِنَانَا شُرُوعَ كیا، اگر بیان چاک کیا اور نَالَهُ وَفِرَادَ بَلَندَ کَہا ہے افسوس کہ ریش خون آلو دھے۔ بدنا کر بلما میں بے کفن و فن پڑا ہے، ہائے رسول اللہ آپ کہاں ہیں؟ اپنے بیٹے کے سر کی حالت تو دیکھیں، آپ کی بیٹیوں کو بے حجاب مغلوں پر بھاکر تجویج عام میں بازاروں میں پھر لایا جائیا ہے۔ ان کے سروں پر پچاڑیں نہیں۔ تماشا یوں کا ہجوم ہے؟ یا اعلیٰ آپ کہاں ہیں؟ آپ کے بد رحین کے بد لے جائیے ہیں۔ دیکھنے میں بے ایسا دلوزا ک گریہ کیا کہ جو لوگ میرے ساتھ کھڑے تھے وہ بھی رونے لگے لیکن اس قدر ہجوم تھا کہ کوئی میری طرف متوجہ نہ تھا اور لوگ جشن منار ہے تھے۔

کہل کہتے ہیں کہ سروں کے گزرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ قیدیوں کا قافلہ آیا اور میتوڑا شد۔ بے حجاب مغلوں پر سوار تھیں کوئی بی بی کہتی، وامیحدیا ادا کوئی کہتی، واعلیا ادا کوئی کہتی، واخلا کوئی کہتی، واسیدا ادا کوئی کہتی ہے میرے مظلوم بایا۔

اسے رسول اللہ آپ کی بیٹیوں کا ہجوم اور نصادری کے قیدیوں کی طرح قید کیا ہوا ہے۔ کوئی بی بی فرناتی، لیڈنگ ایکابر سے باہر آ کر ہماری حالت دیکھو، ہمارے سروں پر چادریں نہیں ہیں۔

جب جناب ام کلقوم اور جناب زنبک بہری کا محل آنرا تو میں ان اکے محل کے قریب گیا اور محل کے پارے کو پکڑ کر کہا: السلام عليكم یا رسول اہل بیت محمد و برحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بی بی نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: عبد خدا تو کون ہے؟ کہ ان شرمنیں ہمیں سلام کر رہا ہے۔ بیان کے لوگ تو ہمیں دعظام کرتے اور گالیاں لکتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: بی بی میں کیل شہر زدی ہوں اور تمہارے نام کا سماں کا سماں ہوں۔

جب بی بی کو معلوم ہوا کہ میں ان کے بھوپی میں سے ہوں تو فرمائیں: کہل! اے اے دیکھا ہے کہ امت نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا گیا ہے، ہمیں قیدی بانیا گیا ہے جیسے کہم زدی اور غلاموں کو قیدی کیا جائے ہے اور ہمیں بے حجاب مغلوں پر سوار کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا: بی بی اس موقع پر کوئی حکم بے قوایا ہوت کروں؟

بی بی نے فرمایا: اس محلِ کنپنے والے سے کہہ دو کہ ہمارے مخلوں کو بچھے رکھ اور شہداء کے سروں کو آگے لے جائیں تاکہ لوگ سروں کا نماشاد بکھیں اور ہم پر نظریں نہ ڈالیں۔ میں نے امام حسینؑ کے نیزہ دار سے گزارش کی کہ سروں کو آگے لے جاؤ تو اس نے میری بات نہ مانی اور مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ ایک نصرانی نے جنوب ایامِ حسینؑ کے پرنسپیت سنی تو مسلمان ہو گیا اور لا تَحْسِنَ
اللَّهُ أَعْفَلُ عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۝

اس تازہ مسلمان کے پاس تکواری وہ شاہزاد پر محلہ قدم ہوا اور گیئے زاری کرتے ہوئے چند ملاعین کو داخل جنم اور پسکھ کو خی کیا۔ وہ کہتا تھا: خالموں کیا یعنی احرارِ مالک ہے۔ یہ یوں نے اسے گرفنا کر لیا اور اُنہوں کے نیچے رومند کر اسے قتل کر دیا۔ شاید اسے قتل کر کے خوش ہو رہے تھے کہ امام کاظمؑ نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ایک نصرانی آپؐ کی حالت دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر شاہزاد پر محلہ کر دیا اور خود بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ اس پر بی بی نسبت نہ رکھ کرنا، نصرانی تو یعنی المسلم کی حیات کرتے ہیں اور امت محمد اولادِ حنفیہ کو قتل کرتے ہیں اور ان کے عیال کو قید کرتے ہیں۔ پھر اس کو مدد کرنے کا کام اپنے پردازی کر دیا۔ پھر فرمایا: یا رسول اللہ! نصرانی ہماری اس حالت کو برداشت نہ کر سکا اور ہماری حیات میں شہید ہو گیا۔ ہم آپؐ کی بیٹیاں ہیں جو بے چادر ہیں، پچیاں تیکم ہو گئی ہیں۔ عورتیں یہدہ ہو گئی ہیں اور سب ماتم کنائیں ہیں۔ جب کہ کوئی ہمارا مددگار نہیں، کاش آپ ہماری اس حالت کو دیکھتے۔

وزو و شام کے وقت اسراء کی ترتیب
طوقِ باخوں سے سنبھالے جو پسر روتا ہے

پیار سے حضرت شیرؓ کا سر روتا ہے
عقلِ الباطن میں ہے کہ شہداء کے سروں کو حیزان کے دروازے سے داخل کیا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ میں خود دیکھ رہا تھا کہ ننانوے پر جم وار دشہر ہوئے۔ پھر شہداء کے سر اور بعد میں اسرا وارد کے گئے۔ سروں میں سے امام حسینؑ کے سر کو بلند نیزے پر سوار کیا ہوا تھا اور وہ نیزہ خوبی کے ہاتھ میں تھا اور وہ بلند آواز سے کہتا تھا: انا صاحبُ الرُّمَح الطَّوِيلِ انا صاحبُ الْبَجْدِ الْأَصْبَيلِ کر میں وہ حص ہوں جس نے یزید کے دشمنوں کو قتل کیا اور ان کو خاک و خون میں غلطان کر دیا۔ جناب نسبت بربی سلام اللہ علیہ نے آنسو پہنچاتے ہوئے فرمایا: اے دہمن! اس بستی کے قتل کرنے پر خرگز تھے۔

جس کے گوارے کو جریل جلاتے تھے جسے میکائیل اور یا دیتے اور جس کے لیے اسرائیل بستر بچاتے، جس کا نام عرش الہی پر مکتوب ہے جس کے نام محمد مصطفیٰ ہیں، ماں فاطمہ زہراء ہیں اور جس کے باپ شریکین کے قاتل علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

خولی نے کہا: اے اُم کلثوم! یے شک آپ ایک شجاع کی بیٹی اور خود بھی بہادر ہیں۔

کہل کہتے ہیں کہ میں نے جوانوں کے سرشاری کے تواہ اخوارہ سرتھے۔ پہلے امام حسینؑ کا سرخان کے بعد حضرت علی اکبرؑ کا سرخان، ان کے بعد حضرت عباسؑ کا سرخان اور ان کا نیزہ قشمؑ ہمی نے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اسی طرح ترتیب وار سروں کو لا رہے تھے اور آگے لے جا رہے تھے۔ جناب کہل کہتے ہیں کہ ان سروں کے بعد اسرائیلی بیت لائے گئے۔ ان قیدیوں میں سب سے پہلے امام سجاد علیہ السلام تھے جو مجھے ماندے، بغیر پالان کے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے پیچے ایک مندرہ بی بی اونٹ پر سوار تھیں جو یہ کہہ کر ماقوم کر رہی تھیں:

وَأَبْيَاتَهُ وَأَمْحَسَدَاهُ وَأَعْلَيَاتَهُ وَأَحْسَنَاتَهُ وَأَعْبَاسَاهُ وَأَحْمَرَاتَهُ

اور اپنی غربت اور حالت پر گریہ کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا تو اچانک مجھے جھڑک کر فرمایا: کیا تمہیں حیانیں آتی کہ حرمؑ غیر بُر کو بار بار نظریں اٹھا کر دیکھ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے محترمہ خاقوں! میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر میری ناہیں مخلوک ہوں۔

لبی بی نے فرمایا: تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا کہ میں کہل بن سعد ہم زوری ہوں اور آپ کے محبوبوں اور غلاموں میں سے ہوں۔ پھر میں نے امام سجاد علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ کے موالیوں اور شیعوں میں سے ہوں، کاش میں بھی کربلا میں ہوتا اور جان قربان کرتا، پس اگر اب کوئی حکم صادر فرمائیں تو اطاعت کے لیے موجود ہوں۔

امام نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی درہم و دینار ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں ہزار درہم موجود ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: ان درہموں میں سے کچھ رقم سراخانے والے کو دو اور اس سے گزارش کرو کہ سروں کو محلوں سے دور لے جائے تاکہ ناہم اگل مستورات کا اس قدر زیادہ تماشا نہ کر سکیں۔

میں نے عرض کیا: بسم اللہ اور فوراً اس سر بردار کے پاس گیا اور اسے کچھ درہم دے کر گزارش کی کہ سروں کو محل سے ذرا دُور لے جاتا کہ تماشا نی اس سروں کو دیکھیں۔ اس نے قبول کیا اور سروں کو ذرا آگے لے گیا۔ میں واپس امام سجاد علیہ السلام کے پاس آیا۔ امامؑ نے مجھے دعا دی اور ایک دلکھی میں کیا، جس کا معہوم یہ تھا کہ کاش میں مر جاتا اور میں اسے نہ دیکھتا اور یہ مجھے

اس حالت میں قیدی نہ دیکھتا۔

بُوڑھے شامی کی قوبہ

شام کا ایک بُوڑھا اور بُرگ معزز امام سجاد علیہ السلام کے اونٹ کے پاس آیا اور بُلداً واز سے کہا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي قَتَلَكُمْ وَأَهْلَكُمْ وَقَطَعَ قَرَنَ الْفَتَنَةَ

”کہ جو کہ اس خدا کی جس نے تمہیں قتل اور ہلاک کیا اور فتنہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔“

جس سے دنیا کو سکھ محسوس ہوا اور پھر جس قدر گالیاں بک سکت تھا بکیں اور کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جب وہ بولتے بولتے

تھک گیا اور چپ ہو گیا تو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

اے شیخ بزرگوار! جو کچھ تم نے کہا وہ میں نے سنائے، تم نے اپنے دل کی بیڑاں نکال لی ہے اور اب ذرا خاموش ہو کر

میرے دو لفظ غور سے سننا۔

شیخ نے کہا: تم جو کہنا جانتے ہو کہو۔

امام نے فرمایا: قرآن کی حلاوت کرتے رہتے ہو؟

شیخ بولا: ہاں! روزانہ قرأت کرتا ہوں۔

امام نے فرمایا: کیا تو یہ آیت قرآن میں پڑھی: قُلْ لَا إِسْلَامُ كُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمُؤْدَةُ فِي الْقُرْبَىٰ؟

شیخ نے جواب دیا: ہاں یہ آیت پڑھتا رہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: کیا تو نے اس آیت کی حلاوت بھی کی ہے؟ وَأَتَ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

شیخ نے کہا: ہاں یہ آیت بھی پڑھتا رہتا ہوں۔

امام نے کہا: کیا تو نے یہ آیت بھی پڑھی ہے؟

وَأَغْلَبُوا أَنَّهَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ خَمْسَةَ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّهِ الْقُرْبَىٰ

شیخ بولا: ہاں یہ آیت بھی پڑھتا رہتا ہوں۔

امام نے کہا: کیا اس آیت کو بھی قرآن میں پڑھتے رہتے ہو؟

إِنَّهَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَهِّبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

شیخ نے جواب دیا: ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے لیکن ان آیات کا آپ سے کیا رابطہ ہے کیونکہ یہ تمام آیات اولاد رسول

کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور عترت زہراء کے لیے اُتری۔

امام نے روکر فرمایا: واللہ وہ اولاً رسول اور عترت زہراء بتوں ہم ہیں۔

شیخ کو جب معلوم ہوا کہ یہ خارجی تو نہیں بلکہ ذریت پیغمبر ہیں اور جو شخص مجھ سے بات کر رہے ہیں وہ ان کے امام اور رہبر ہیں تو اس نے سر جھکایا اور، بہت روایا، پھر لٹکے بعد عرض کیا: بِاللَّهِ أَنْتَ هُنْمَنْ؟ آپ کو خدا کی شرم! کیا آپ پیغمبر کے اہل بیت ہی سے ہیں؟

امام نے فرمایا: خدا گی قسم! ہم ہی اولاد پیغمبر و فاطمہ ہیں، ہم اہل بیت ہیں۔

شیخ نے کہا: میں قربان جاؤں مجھے معاف کر دو، میں آپ کو نہ جانتا تھا، لہذا کالیاں بکار رہا اب مجھے معاف کرو اور پھر اس شیخ بزرگ معزز شامی سے تین بار کہا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ

اے میرے اللہ! میں نے توبہ کی اور آل محمد کے دشمنوں پر تمرا کرتا ہوں۔ پھر اپنا عمامہ سر سے اٹاتا اور زمین پر پھینکا اور بروایت روضۃ الشہداء خود کو امام سجاد طیبہ السلام کے اونٹ کے پاؤں کے پاؤں کے پاس موت آجائے اور اسی اثناء میں ایک فریاد کی صیخ کو دہراتا ہا۔

امام نے فرمایا: اے بزرگوار! تمہاری توبہ قبول ہے۔ اب زمین سے اپنا سراخاو۔

شیخ نے کہا: اگر میری توبہ قبول ہے تو آپ کے اونٹ کے پاؤں کے پاس موت آجائے اور اسی اثناء میں ایک فریاد کی اور روح بدن سے جدا ہوئی۔ البتہ لہوں میں ہے کہ جب یزید کے سماں ہوں نے اس شیخ کے توبہ کرنے کی بھری یزید کو پہنچائی تو اس نے حکم دیا کہ اس شیخ کو قتل کر دو اور وہ شہید ہو گیا۔

خرابیہ زندان میں وزو دائل بیت

سر برہش اور ملائیں کی میلیں ملک ایڑی اور خالی اگوڈیاں

خاک سر پر زرد چھرے دل تپاں کس کو دکھلتی وہ بروں دیکھاں

یہ بھی ظلم نہ تاروا دیکھاں کیاں لاغذا آئیں

کو شام میں بہنچایا کیا اور ان اذوات مردامت کو لمحاش مناظر میں لاکھوں تماشا ہیوں کے سامنے لاایا گیا

تو کینوں اور اپاٹوں کا ہجوم اسی قدر تھا کہ سر اور امراء باداں میں جملہ رکھنے کے لئے تھے۔ صاحبِ روضۃ الشہداء عین الدین لکھتے ہیں: امیں دیا ورک لشکر کی کوشش تھی کہ اہل بیت کو دروازہ ساعات سے والد کریں لیکن ہجوم مانع تھا اور کوشش کے باوجود یہ ممکن ہو گیا لہذا مجبوراً ان کو دروازے سے داخل کیا گیا اور یہ عین زوالِ شمس ظہر کا وقت تھا کہ حب اہل بیت کو شہر کی مسجد جامع میں پہنچایا گیا اور یہاں لمحے یزید کے دارالامارہ کی طرف کے چاپ گیا۔ (یہ مسجد اور یہی کا نام تھا ملکت ہیں)۔

مرحوم طریقی نے لکھا ہے کہ ان بیت کو دارالامارہ کے دروازہ پر تین گھنٹے رکھ کیا اور اسی وجہ سے اس دروازے کو بابِ العمامات کہا جاتا ہے (کیونکہ بیان کی سماں (گھنٹے) الی بیت کی انتظار میں تو کافی ہے)۔ اسی طرح بعض اہل تحقیق ان کے لئے کہا ہے کہ آئی اون ہل بیت کو دربارِ زیریں میں پیش کیا گیا بلکہ ایک پرانے خراب شدہ مکان میں زندانیوں کے طور پر رکھا گیا اور دوسرا دن ان وجوہاتِ خربات کو یاد کیا جائے اور کاغذِ محضت میں پیش کیا گیا۔ مرعوم علامہ مجلسی نے لکھا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب الی بیت کو امام جعفر علیہ السلام کے ماتحت شام لے گئے تو ان کو ایک خرابی میں رکھا گیا۔ یہ ایسا گھر تھا جس کی چھت گرنے کے قریب تھی اور اسرا ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ میں ان سے لیے اس اور یان گھر میں شہر ایسا ہے کہ مکان کی چھت اور دیواریں ہمارے اوپر گر جاؤں اور جو سایہ ان زندان نما پرانے گھر میں آمد و رفت رکھتے وہ بھی آپوں میں کہتے کہ یہ قیدی ان کی چھت سے ٹوٹتے ہیں کہ شاید ہمارے اوپر گر جائے اور کوئی خیر نہیں کر سکے جب زندگی پیش گوئی تو ہمارے قتل کرنے کا حکم جلدی کرو دے گا۔

اور اس دویں بجے یہیں میں اپنے بھائی کو پکڑ لیا۔ اسی پکڑ کے بعد میں اپنے بھائی کو اپنے سامنے کے تختے پر بٹھانے لگا۔ اسی پکڑ کے بعد میں اپنے بھائی کو اپنے سامنے کے تختے پر بٹھانے لگا۔ اسی پکڑ کے بعد میں اپنے بھائی کو اپنے سامنے کے تختے پر بٹھانے لگا۔

اپنی بیٹت کی یزید کے دربار میں پیشی

جب اہل بیت شام میں وارد ہوئے تو ان کو ایک خراپہ نہاد بیان مکان میں سُبھہ لایا گیا۔ دوسرا بے دل یزید نے پہلا حکم یہ

دیا کہ میرے دربار کو آرستہ و ہیر استہ کیا جائے، رنگ رنگ کے پردے لٹکائے جائیں، چیقی قالین بچائے جائیں، سات رنگے جواہرات سے جڑا تخت صدر بارگاہ میں رکھا جائے اور تخت کے اروگر دنہری کر سیاں لگائی جائیں۔ کشمیری شالیں ان کر سیوں پر ذاتی گنیں اور دوبار سے اس کے گھر کو کھلنے والے دروازے کو کھول دیا گیا اور اس دروازے پر باریک و لطیف سلطانی پردے لٹکائے گئے تاکہ گھر والے یعنی ابوسفیان کے خاندان کی عورتیں میں پردہ سے دربار اور قیدیوں کی آمد کے منظر کو دیکھ سکیں۔

پھر خود یزید نے نئیں تین رشی لباس پہنا، چیقی پادشاہی زیورات سے ایسے آرستہ ہوا، رنگ رنگ کے جواہرات سے مرصع تاج سر پر رکھا اور چیقی تخت پر برآ جان ہوا۔ اس کے حکم کے مطابق شراب کی تمام انواع و اقسام کے جام ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ شترنخ، قمار کے آلات حاضر کیے گئے تھے اور روم کے سفر اور مغرب کے فرقی اپنیوں کو ترتیب سے کر سیوں پر بھایا گیا۔ پھر شام کے اکابر، حکومتی وزراء، بڑی شخصیات اور حکومتی افراد کو تخت کے چاروں طرف کر سیوں پر بھایا گیا۔ گانے بجائے والوں کو بیالیا گیا اور ہر منی اپنے غنا سے مجتمع کو مسحور کر رہا تھا۔ ان تمام انتظامات کے مکمل ہونے کے بعد حکم دیا گیا کہ اب قیدیوں کو دربار میں چیل کیا جائے۔

پس تو کر اور غلام خربہ زندان کے پاس آئے تاکہ اہل بیت گور بار میں لے جائیں تو تمام قیدیوں، عورتوں اور بچوں میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں، ان کا گریہ آسمان تک پہنچ رہا تھا۔ اُنہیں مجبور کر کے ایک زنجیر اور لمبی ری میں باندھ کر دربار کی طرف کھینچا گیا۔ تمام قیدیوں کو گوسندوں کی طرح ایک ری سے باندھا ہوا تھا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ری کا ایک سراہمیری گردن میں تھا اور دوسرا جناب نسبت کبریٰ پھوہی کے بازو میں بندھا ہوا تھا۔ جب چلنے میں وقت ہوتی تو ظالم یزروں اور تازیانوں سے مارتے کیونکہ قیدیوں میں بہت چھوٹی چھوٹی بچیاں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ بلند قامت مستورات بچوں کو اٹھانے کے لیے رکیں تو ظالم انہیں نیزے اور تازیانے مارتے اور بیویوں کی نالہ وزاری کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ جب خدراتِ عصمت جلدی سے چلتیں تو بچے ایک دوسرے پر گر جاتے یا زمین پر گر جاتے تو اس وقت یہ طعون تازیانے مار مار کر بچوں کو زمین سے اٹھاتے۔ اس چال سوز اور دل خراش حالت سے اہل بیت نسبت کبریٰ یزید ملعون کے دربار میں لے جایا گیا۔

شہداء کے سروں کو قیدیوں کے آگے آگے دربار میں چیل کیا گیا اور پھر قیدی داخل ہوئے۔ شای او باش، کہنے لوگوں نے قیدیوں کو گھیرا ہوا تھا۔ وہ تالیاں بجاتے، ناپتے تھے، آوازیں کتے اور گالیاں بکتے تھے۔ شای عورتیں اپنے مکانوں کی چھوٹوں پر بیٹھ کر پھر اور ایٹھیں قیدیوں کو مارنی تھیں۔ نیز خاک اور خاکستر قیدیوں پر ڈالتی تھیں۔

جناب نسبت کبریٰ نے اس مجتمع کے درمیان سے بھائی کو مخاطب کیا اور فرمایا:

یا آخری آئیں صبری و مهبتی قد اذیت بِصَابِ عَلَى الْجَلِيلِ جلیل
”اے بھائی! میرے مصائب پر تو بڑے بڑے صابروں کے صبر پکھل گئے ہیں۔“

قال ابی مخنف: قُمْ أَقْبِلُوا بِالرَّأْسِ إِلَى بَابِ يَزِيدٍ فَوَقَفُوا ثَلَاثُ سَاعَاتٍ يَطْلُبُونَ
الْإِذْنَ مِنْ يَزِيدٍ فَلَا جِلَدَ لِذَلِكَ سُوتَى بَابُ السَّاعَاتِ

”یعنی قیدیوں کو سروں کے ساتھ لا یا گیا اور وہ تین گھنٹے رکے رہے اور یزید سے داخلہ کی اجازت طلب کی جاتی رہی اس لیے اس کو باب الساعات کہتے ہیں۔ الہ بیت کو باب الساعات پر تین گھنٹے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ ابھی یزید کے مہمان نہ آئے تھے اور تو قوف کا وقت الہ بیت پر بہت گراں گزر رہا۔“

کہل کہتا ہے کہ جب قیدیوں کو دارالامارہ کے دروازے پر روکا ہوا تھا تو یزید کے گھر کے نزدیک مکان کی چھت پر بیٹھی پانچ عورتیں دیکھ رہی تھیں۔ ان عورتوں میں ایک بوڑھی اسی تھی جس کی عمر اتنی سال تھی۔ اس کی کمر جھک چکی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ امام کے سر پر نور والا نیزہ اس کے کمرے کے پرایہ ہے۔ فوکبٹ و آخذات حجراً فَثَرَبَتِ يَهُ رَأْسَ
الْحُسَيْنِ تو اس کو جوش آیا اور ایک پھر انھیا اور زور سے اہم حسین کے سر کو مارا تو پھر سر پر لگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ پھر امام کے دندان مبارک کو شہید کر گیا۔

کہل کہتے ہیں: امام زین العابدین یہ مصیبت برداشت نہ کر سکے، لہذا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور خدا کے سامنے عرض کیا: اللَّهُمَّ عَجِلْ بِهَلَالِكُمْ وَهَلَالِكُمْ مَنْ مَعَهَا میرے اللہ! اس بوڑھی کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہلاک کر دئے۔
ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کمرہ کی چھت گری جس پر یہ بوڑھی باقی چار عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی، یوں یہ پانچوں عورتیں واصل جہنم ہو گئیں۔

روایت میں ہے کہ جب قیدی دارالامارہ کے دروازے پر پہنچے تو تمام لوگوں نے بکیری صدائیں کی۔ یزید نے ساتو پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا گیا کہ سر حسین کو دروازے پر لائے ہیں۔ وہ ملعون ہنسا اور سکرا کر کہا: کیا بہترین انتقام لیا ہے، اپنے آباء و اجداد کا کہ ان آباء کے سروں کے بد لے فرزند بکیری کا سر جدا کر لیا ہے۔

صاحب منتخب لکھتے ہیں: جب قیدی سروں کے ساتھ دارالامارہ میں داخل ہوئے اور مروان بن حکم کی لگاہ پڑی تو بہت خوشی اور سرور کا انہصار کیا۔ وہ وجد کے حال میں ناچھتے ہوئے تکبر سے اپنے اطراف میں دیکھنا اور کالیاں بکلا جا رہا تھا۔ لیکن اس مروان ملعون کا بھائی ایک نیک شخص اور الہ بیت کا محبت تھا اور ان کا نام عبد الرحمن تھا، جب وہ دربار میں آیا اور اس کی

نگاہ امام حسینؑ کے بریڈہ سر پر پڑی تو زار و قطار روتے ہوئے ماتم کرتا رہا اور درباریوں سے کہنے لگا: اے ظالمو! کیا تمہیں پیغمبرؐ کے سامنے نہیں جانا ہے؟ جب جاؤ گے تو وہ تمہارے گریبان سے پکڑیں گے اور بدله لیں گے۔ پس مجھے خدا کی قسم! اب میں اس شہر میں آؤں گا اور نہ یزید ملعون کو دیکھوں گا۔

یزید نے امام حسینؑ کا سر طلب کیا تو غلاموں نے نیزہ سے اٹار کر اسے سہری طشت میں رکھا اور یزید کے سامنے تخت پر رکھ دیا۔ اسی طرح دوسرے سر بھی طبق میں رکھ کر یزید کے سامنے رکھ دیے گئے۔

سلسلہ کہتا ہے کہ میں بھی ان کی جماعت میں داخل ہو گیا کہ دیکھوں سر امام حسینؑ پر کیا مصیبت آئے والی ہے؟ سر سامنے رکھا تھا جس پر ریشمی پکڑا ڈال رکھا تھا۔ اور بعض اہل تاریخ نے تو لکھا ہے کہ جب یزید نے امام حسینؑ کا سر ماں گا تو انہوں نے سر مطہرؐ کو عقل دیا۔ بعد آن عَسْلُوْهُ وَسَرَحُوا لِحِيَّتَهُ ”اور ریشم مبارک میں کنگھی کی اور سہری طشت میں رکھ کر اور پریشمی رومال ڈالا، پھر یزید کے سامنے تخت پر رکھ دیا۔ اور باقی امراء کے کوفہ نے بھی اپنے پاس موجود سروں کو یزید کے پاس رکھ دیا اور یزید نے امراء کے کوفہ سے واقعہ کربلا کی تفصیلات سنیں۔

بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ بولنے والا زجر بن قيس تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ متکلم شہزادی الجوش تھا اور حق یہ ہے کہ پہلے زجر ملعون نے کلام کیا کیونکہ وہ فصح و لینغ شخص تھا۔

کامل استقیمہ میں ہے کہ یزید پلید نے ایک ایک سر کے بارے میں پوچھنا شروع کیا کہ یہ کس کا سر ہے؟ وہ ملعون جواب دیتے کہ یہ سر فلاں بن فلاں کا ہے۔ نام واسم سے تعارف کرتے تھے۔ پھر یزید نے اپنا منہ امام حسینؑ کے سر کی طرف کیا اور سر سے مخاطب ہو کر کہا: ہم نے عزیز اور رحظیم لوگوں کے سر جدا کیے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے اوپر بہت بڑے ظلم کیے تھے۔

مروان ملعون کا بھائی اس مجھ میں تھا۔ اس نے یزید کی سرزنش کی تو یزید نے اسے خاموش کر دیا، پس وہ غائب ہو گیا۔

یزید کی سید الشہداء کے سر مطہر سے جسارت

مرحوم ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر سہری طشت میں رکھ کر یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید ملعون کا امام حسینؑ سے خطاب میں پہلا جملہ یہ تھا: کیف رأیت الضربَ یا حسین؟ ”اے حسین! امیر سے ہاتھ کی ضرب کو کیسا پایا؟“

پھر درباریوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یہ شخص جب تک زندہ تھا مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ

سے افضل ہے حالانکہ اس کے باپ نے میرے باپ سے سلطنت اور خلافت کے لیے دشمنی کی اور جنگ کی اور خدا نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔

یہ کہتا تھا کہ میری ماں یزید کی ماں سے بہت بہتر تھیں۔ یہ درست اور صحیح ہے، مجھے اپنی جان کی قسم اجنبی فاطمہ زہراء میری ماں سے افضل تھیں اور یہ کہتا تھا کہ میرے جد یزید کے جد سے افضل ہیں تو جو شخص بھی خدا اور روز جزا الیمان رکھتا ہے وہ رسول پاک کو تمام کائنات سے بہتر سمجھتا ہے اور یہ کہتا تھا کہ میں خود یزید سے افضل ہوں تو یہ درست نہیں کیونکہ قرآن کی آیت ہے کہ:

قُلْ اللَّهُمَّ مَا لِكَ الْمُلْكُ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ..... الخ

صاحب ریاض الاززان علامہ قزوینی لکھتے ہیں: اس آیت سے یزید استدلال کر کے چاہتا تھا کہ لوگوں کو سمجھائے کریم خلافت من جانب اللہ ہے اور یہی استدلال یزید کے کمال چہالت اور نالائقی کی ولیل ہے کیونکہ یزید اور اس کے باپ معاویہ نے خلافت غاصبانہ طور پر حاصل کی ہے، لہذا یہ کبھی خلافت من جانب اللہ نہیں ہو سکتی، بلکہ ان دونوں کی خلافت تو نمرود، شداد، بخت نصر وغیرہ کی طرح تھی۔

ایک دن معاویہ نے اس آیت سے اپنی خلافت کو حق ثابت کرنے کے لیے استدلال کیا تھا تو امام حسنؑ نے فرمایا:

الخَلَافَةُ لِمَنْ عَمِلَ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنْنَةِ نَبِيِّهِ لَيَسِّتِ الْخَلَافَةُ لِمَنْ خَالَفَ كِتَابَ وَعَطَّلَ السُّنْنَةَ

”کہ خلافت اس کی ہے جو کتاب اور سنت پر عمل کرے۔ اور جو شخص کتاب اور سنت کے مخالف عمل کرے تو وہ خلافت اس کی کبھی نہیں ہو سکتی۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس باب میں مثال دیتے ہیں اگر کوئی لباس پہنے ہو اور دوسرا شخص اس کے لباس کو اٹار دے اور غصب کرے تو لباس غصب کر کے پہنے سے وہ غاصب صاحب لباس نہیں ہو جاتا۔

اسی چیز کو حضرت علی علیہ السلام نے خطہ مشقیہ میں بیان فرمایا ہے:

وَأَمَّا وَاللَّهِ أَكْدَرْ تَقْبِصَهَا فَلَمَّا أَنَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ مَكْلُوْلَ مِنْهَا مَكْلُولٌ الْقَطَبُ مِنَ الرَّخْيِ

”خلافت کا گرتا فلاں نے زبردستی پہن لیا حالانکہ خلافت کے بارے وہ میرے مقام کو جانتا ہے کہ

میرا وہ مقام ہے جیسے چکل کے قطب کا مقام ہوتا ہے (خلافت کو غصب کرنے سے کوئی اہل خلافت نہیں ہو جاتا)۔“

صاحب تمہارا بکھر لکھتے ہیں: تاریخ میں عین القناء سے منقول ہے: جب سید الشہداء کے سر کو یزید کے سامنے رکھا گیا۔ کان بیدلا قصیب فکشہ عن شفیتہ و شنایا و نکھٹہما بالقضیب تو یزید کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ اس نے چھڑی سے امام کے ہبوں اور دانتوں سے رومال ہٹایا اور پھر قرآن پڑھنے والے ہبوں اور دانتوں پر چھڑی بھی مارتا تھا اور یہ شعر بھی پڑھتا تھا: کاش آج میرے بدر (میں مارتے جانے) والے بزرگ ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے کیسے آل محمد سے بدلا لیا ہے۔ اس کی اولاد کے سر کاٹ کر اور ان کو قید کر کے سارے شہروں میں پھرایا اور میں نے اپنے باطنی کفر کا اظہار کر دیا ہے۔

کچھ شامی لوگ یزید کے یہ کفریہ کلمات سن رہے تھے تو ان کے چہروں کا رنگ بدلا اور انہوں نے کہا: تو خود کو اسلامی بادشاہ کہتا ہے اور کفر کہتا ہے۔ ان لوگوں پر یہ گزارا کہ امام حسین کے سر کی توہین کرتا رہا، جب یزید نے ان بعض مقامی لوگوں کے چہروں کے تغیر کو دیکھا تو خوف زدہ ہو گیا اور کہا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو یہ کس کا سر ہے؟ یہ حسین بن علی کا سر ہے۔ یہ افتخار کرتے تھے کہ میرے جد، باپ اور ماں یزید کے جد، باپ اور ماں سے بہت بہتر ہیں۔ میں خود بھی یزید سے بہتر اور افضل ہوں کیونکہ رسول اللہ نے مجھے خود اپنے زانوں پر بٹھایا اور میرے بارے میں فرمایا ہے: حسین میرے باغ کی خوبیوں ہیں، جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، میری اولاد کے بارے میں پیغمبر نے دعا فرمائی، لہذا میں یزید سے افضل اور اولیٰ بخلافت ہوں۔

لیکن حسین کو یہ آیت بھول گئی کہ قُلَّ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُعْطِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ اللَّهُ جَبَّهَ حَاجَةً حُكْمَتْ دِينًا ہے اور جھے چاہے ذمِلَ كرتا ہے۔

تو اللہ نے مجھے مقام دیا کہ حکومت دی ہے، لہذا میں حسین سے افضل ہوں کیونکہ اللہ نے مجھے اس انعامِ مملکت کے قابل سمجھا۔ پس اس دلیل سے شامی سرتسلیم خم کر گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہی حق ہے جو یہ کہہ رہا ہے حالانکہ اس آیت کی تاویل یہ نہیں ہے۔

مرحوم سید طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں: جب یزید کے سامنے امام حسین کا سر کھا تھا تو وہ چھڑی سے حضرت امام کے پاک دانتوں پر مارتا رہا اور کہتا تھا: یوْمَ بیوْمٍ بیوْمٍ بیوْمٍ لیعنی آج کے دن بدر کے دن کا بدلہ پورا ہو گیا۔ بعض روایات میں تو یہ ہے کہ دانتوں سے چھڑی کے ساتھ کھیل رہا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ چھڑی مار رہا تھا جیسا کہ حضرتؐ کی زیارت کا ایک جملہ ہے: إِسْلَامُ عَلَى الشَّغْرِ الْمَقْرُوْعِ بِالْقَضِيبِ قرع بمعنی کوٹنے کے ہے لیعنی سلام ہوان دانتوں پر جو چھڑی سے کوٹے جاتے رہے (لیعنی جن پر چھڑی ماری جاتی رہی)۔

کامل حقیقت میں ہے کہ ان الٰی جاء بالطشت کان غشاؤ بغضّه بین یَدَیٰ یَزِیدَ ایک بدخت نے حضرت کے سر کو طشت میں رکھا اور سر مبارک پر کپڑا ادا اور یزید کے سامنے رکھ دیا۔ کان بین یَزِیدَ قَضِيبِ محلّی طرفہ بالذہب تو یزید کے ہاتھ میں اسی چھڑی تھی جس کے دونوں سروں پر سونے کے خول چھڑے ہوئے تھے۔ فَكَشَفَ بالقضيبِ عن الطشت وَرَفَعَ الغشاوةَ اُس نے اسی چھڑی سے طلائی طشت پر سے پردے کو ہٹایا اور امام کے بریہہ سر پر نظر پڑی تو اس کے سینے میں بخشن وحدت کی آگ بھڑک اٹھی۔ فَجَعَلَ يَدْنُونَ شَنَائِيَا اُس ملعون نے امام کے دانتوں پر طلائی چھڑی سے ضربیں مارنا شروع کر دیں۔

اب الحسن اپنے مقتل میں قرع، دق کے لفظوں کے بجائے ان سے بڑا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں:
فَجَعَلَ يَزِيدَ يَنْكُثُ شَنَائِيَا الْحُسَيْنِ ”کہ یزید اپنی چھڑی سے امام کے دندان مبارک کو توڑ رہا تھا۔“
اسی طرح صاحب زبدۃ الریاض لکھتے ہیں: فَضَرَبَ بِهَا شَنَائِيَا الْحُسَيْنَ عَتَّى كَسْرَتْ ”جب یزید کے سامنے امام کا سر رکھا گیا تو اپنی چھڑی سے امام کے دانتوں پر اسی ضربیں مار دیں کہ واث ثُوث گئے۔“

سرہ بن جنڈب صحابی رسول خدا دربار میں تھے، انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اُس نے اور فریاد کر کے کہا:
يَا يَزِيدَ قَطَعَ اللَّهُ يَدَكَ تَضَرُّبُ شَنَائِيَا طَلَيْنَا هَأْيَثَ رَسُولُ اللَّهِ يُقْبَلُهَا وَيَلْمَمُ مَا بَيْنَ شَفَتَيْهِ
”اے یزید! خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے، جن لبوں پر تو چھڑیاں مار رہا ہے میں نے کئی مرتبہ

رسول پاک کو دیکھا کہ ان لبوں اور دانتوں کو بوسے دیتے اور چاہتے تھے۔“

یزید نے حکم دیا کہ سرہ بن جنڈب کو دربار سے نکال دیا جائے اور کہا کہ میں تیری صحابت کا احترام کرتا ہوں ورنہ تیری گردن ابھی کاٹ دیتا۔

سرہ نے جواب دیا: اے ولد الزنا! میری صحابت کا لحاظ رکھتے ہو تو کیا حسینؑ فرزید پیغمبر نہیں؟ ان کی قرابت کا لحاظ کیوں نہیں رکھتے۔

علامہ قرویٰ ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں: وَنَدَانَ تُوْرَنَيْنَ وَالِّي رِوَايَتُ ضَعِيفٌ وَنَحِيفٌ ہے اور مرحوم مفیدؒ نے الفاظ قرع، انکھ اور دوق سے کوئی بھی روایت نہیں کی (البتہ دانتوں پر چھڑی مارنے کا ذکر تو حضرت زینؑ کے خطبہ میں بھی موجود ہے۔ مصیغ)

دربار یزید میں امام حسینؑ سے متأثر لوگوں کی سزا

چند شخص ایسے تھے جنہوں نے یزید پرید کے دربار میں امام حسینؑ علیہ السلام کی حمایت میں زبان کھوئی تاکہ یزید ملعون

سر مطہر سے جسارت نہ کرے۔

◇ راس الجالوت: ابو الحسن اپنے مقتل میں لکھتے ہیں: دربار میں رأس الجالوت بھی تھا۔ یہ یہودیوں کے بزرگ اور اخبار (اکابر علماء) سے شمار ہوتا تھا، جب اس نے یزید پلید کی خرافات سنیں اور ان کے فتح اعمال اور حرکات دیکھیں تو اس کی قوت برداشت ختم ہو گئی اور وہ بول پڑا: اے یزید! میرے سوال کا جواب دو۔
یزید نے کہا: پوچھو جواب دوں گا۔

راس الجالوت نے کہا: تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہ سرس کا ہے اور اس کا گناہ کیا تھا؟

یزید بولا: هذا رأس الحسين بن علي، یہ حسین بن علی کا سر ہے اور اس کی ماں فاطمہ زہراء دختر رسول اللہ ہے۔
راس الجالوت نے کہا: تو نے فرزند پیغمبر کو کس جرم و گناہ کی وجہ سے قتل کر دیا؟

یزید بولا: کوئیوں نے اسے خطوط الکھ کر کوڑا نے کی دعوت دی کہ آؤ اور ہم بیعت کرتے ہیں، اپس کوئیوں نے وہ کا کیا اور یہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ پہنچا۔ میرے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے اس کا راستہ روا کا اور کربلا میں اسے اس کے احباب سمیت شہید کر دیا اور سر میری طرف مجھ دیئے۔

راس الجالوت نے کہا: اگر دختر رسول کا فرزند موجود ہو تو وہی خلافت کا حق دار ہے۔ تمہارے کام کس قدر عجیب ہیں۔
اے یزید! میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ۲۳ پشوں کا فاصلہ ہے (صاحب الہوف نے ستر پشت کا فاصلہ لکھا ہے) اور ابھی تک یہودی میری تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور میرے قدموں کی خاک کو تبرک لکھتے ہیں اور اس خاک کو آنکھوں کا سرمه بناتے ہیں اور بطور تمکن سرو چہرہ پر میرے قدموں کے نشانات کی خاک ملکے ہیں۔

وہ میرے حضور کے بغیر شادی نہیں کرتے اور میرے بغیر کسی معاملے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ لیکن تم کس قدر بے مرمت اور بدجنت امت ہو کہ کل تمہارے پیغمبر نے وصال کیا اور آج تم نے اس کے فرزند کو قتل کر دیا۔ خدا کی قسم! تم دنیا کے عالم کی بدترین امت ہو۔

یزید طعون رأس الجالوت کی نہت سے غصہناک ہوا اور کہنے لگا: اگر پیغمبر کی یہ حدیث نہ ہوتی: من آذی معاہدًا کُنْتُ حَصْنِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (جس نے غیر مسلم کو تکلیف دی، بروز عشر میں اس کا دشمن ہوں گا) تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

راس الجالوت نے کہا: اے یزید! یہ بات اپنے آپ سے کہو، یہ جواب تیرے لفستان میں ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی معاهدہ کرنے والے غیر مسلم کو اذیت دے تو نبی دشمن ہیں اور تو اولاد رسول کو اذیت دینے والا ہے، پاک رسول تیرے دشمن نہ ہوں گے؟

رَأْسُ الْجَالِوتُ نَهَى إِلَيْهِ ابْنَهُ عَلِيًّا السَّلَامَ كَمَا سَرَّ مَقْدُسٌ كُوْنَاطِبَ كَرَكَ كَهْبَ: يَا بَنَى أَبْدُ اللَّهِ! ابْنَتَنَا كَمَا بَلَى بَلَى: پَاسُ گواہی دینا: أَشَهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ جَعْلَكَ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ "كَمِ مِنْ وَحْدَانِيَتْ خَدَا أَوْ رَآءِيَّ كَمِ جَدِّيَ رَسَالَتْ پَرِ ايمَانَ رَكَتَاهُ ہوں" ۝

بَرِيزِدْ بُولَا: تو اپنے دین سے خارج اور اسلام کے دین میں داخل ہو گیا اور میں مسلمانوں کا باوشاہ ہوں پس ایسے مسلمان کی، جو دشمن کی حمایت کرے مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ فَقَدْ بَرِيزَنَا مِنْ ذَمَّتِكَ "اے جلا! اس ذقیٰ شخص کی گردن اڑادے، پس جلا دنے اس نمروذ مانہ کے حکم سے اُس نو مسلم کو شہید کر دیا۔

◆ روایت حائلیق: ابو جھف لکھتے ہیں: دربارِ بیزید میں اس ملعون کی حرکتوں اور ظلم کو دیکھ کر جاثیق نے اعتراض کیا۔ جب بیزید خیز رافی چھڑی سے امام کے دانتوں پر مار رہا تھا تو جاثیق جو بڑی شان و شوکت سے دربار میں آیا تھا، انھا اور بیزید کے تخت کے قریب کھڑا ہو گیا، اس کے پاس عصا تھا، جس کی وہ نیک لگائے کھڑا تھا۔ کان شیخاً سَبَبِیِّا وَعَلَیْهِ شَیَّابُ سُودَ وَعَلَیْهِ رَاهِیَہ بِرَنَسَہ لیعنی جاثیق نصرانی پوڑھا تھا اور سیاہ لباس پہننے ہوئے تھا اور اس کے سر پر کرکلی ٹوپی تھی۔ کچھ دیر تو وہ تخت بیزید کے پاس کھڑا رہا، کبھی بیریدہ سر حسین پر نظر کرتا جو روش مہتاب کی طرح طشت طلا میں موجود تھا اور بیزید اپنے دیرینہ کیسے کی بنا پر چھڑی امام کے دانتوں اور پاک لبوں پر مار رہا تھا۔

جاثیق نے کہا: اے بیزید یہ کس کا سر ہے؟

بیزید نے جواب دیا: ایک خارجی کا سر ہے، جس نے عراق میں ہمارے خلاف بغاوت کی تھی۔

جاثیق نے کہا: ان کا نام و نسب کیا ہے؟

بیزید نے جواب دیا: ان کا نام حسین بن علی ہے۔

جاثیق نے کہا: ان کی ماں کا نام کیا ہے؟

بیزید نے جواب دیا: جانبِ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ!

جاثیق نے کہا: تمہارے بغیر کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرنے کا سبب کیا ہے؟

بیزید نے جواب دیا: اہل کوفہ نے انہیں خلیفہ بنانے کا دعویٰ کیا اور ان سے دھوکا کیا اور یہ کوفہ چلے آئے اور اہن زیاد

گورنگوونے ان کو قتل کر دیا اور سر مجھے سمجھ دیا۔

جاثیق نے کہا: ان کا قصور کیا تھا، اہل عراق نے ان کو دعوت دی اور ان کا کام ہدایت کرنا تھا وہ آئے ہدایت کے لیے تھے اور تمہارے گورنے انہیں قتل کر دیا گویا بے گناہ اور بے قصور قتل کر دیجے گئے۔

اے یزید اِلْرَفَعَةُ مِنْ يَدِيكَ وَلَا أَهْلَكَ اللَّهُ، اب بھی اس سرمقدس کو اپنے آگے سے انھا لے اور اس سرمطہر سے جسارت نہ کر اور چھڑیاں نہ مار ورنہ خدا تجھے ہلاک کر دے گا۔ کیونکہ میں ابھی اپنے کلیسا میں عبادت کر رہا تھا تو باندا آواز آئی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک خوبصورت چکتے ہوئے پیرے والی ہستی نیچے اتری اور ان کے ساتھ نورانی صورتوں والے بہت سارے اشخاص تھے۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ہیں اور یہ نورانی لوگ پیغمبر ہیں۔ آدم سے لے کر عیسیٰ روح اللہ تک سب حضرت محمد سے تعریت کرنے آئے ہیں۔

جائیں کی ان باقتوں سے یزید غضبناک ہوا اور کہا: وَيَلَّكَ جِئْتَ تَخْبِرَنِي بِأَحَلَامِكَ، افسوس تجھ پر کہ تو مجھے اپنے خواب سنانے آیا ہے۔ وَاللَّهِ لَا ضَرِبَنَّ بَطْنَكَ وَظَهَرَكَ میں تیرے پیٹھ اور پشت میں اس قدر ضربیں ماروں گا کہ تو مر جائیں گے۔

جائیں نے کہا: اے یزید تو برا برا ہیا ہے میں تو اس لیے آیا ہوں کہ تجھے باؤں کے تو اپنے پیغمبر کے بیٹے پر ظلم نہ کر اور مجھے قتل کرنے کی دھمکی مت دے۔

یزید نے اپنے غلاموں سے کہا: اس بوڑھے کو پکڑ لو۔ غلاموں نے جائیں کو گریبان سے پکڑا۔ وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ بالسَّيَاطِ اور اس بوڑھے کے سر اور صورت میں تازیانے مارنے شروع کر دیے اور اس قدر تازیانے مارنے کے وہ زخمی اور بہت کمزور ہو گیا۔

جائیں سر امام سے مخاطب ہوا اور کہا: اے ابا عبد اللہ الحسین! اپنے ناتا کے نزدیک میری گواہی دینا کہ میں وحدانیت خدا اور رسول کی رسالت اور قیامت کا ایمان و یقین رکھتا ہوں: اشهد ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ وَإِشْهَدُ أَنَّ عَلَى اللَّهِ وَاللَّهُ وَاحِدٌ ہے، محمد رسول اللہ علیٰ مونموں کے امیر ہیں۔

یزید نے جب جائیں سے اشہدا علی امیرالمؤمنین کا کلمہ سنا تو غضبناک ہو کر پھر جلادوں سے کہا کہ اس بوڑھے کو اور تازیانے گاؤ۔ اسے اس قدر تازیانے مارے گئے کہ اس کے تمام اعضاً ثوٹ گئے۔

جائیں نے کہا: مجھے اور زیادہ تازیانے مار، خدا کی قسم ایں ابھی رسول خدا کی زیارت کر رہا ہوں جو میرے سامنے کھڑے ہیں، نوری پیرا ہیں اور سنہری تاج ہاتھ میں ہے اور فرمائے ہیں کہ یہ نوری پیرا ہیں اور سنہری تاج تمہارے لیے ہے۔ آؤ ہمارے پاس اور پیرا ہیں و تاج اور بہشت میں میرے ساتھی ہیں جاؤ، اس لیے کہ تم میرے الہی بیٹے سے بہت محبت کرتے ہو اور تم نے میرے بیٹے حسین کی راہ میں مصیتیں اٹھائی ہیں۔ پس ایک لمحہ کے بعد جائیں کی روح پرواز کر گئی اور وہ شہید

ہو گیا۔

عبدالوہاب سفیر روم : یزید کا دربار مہماںوں، سفیروں، وزیروں اور معززین شام سے ملوحتا، روم کے نمائندے اور انگریز بھی موجود تھے۔ ان معززین اور مدعوئین میں ملک روم کے ایک سفیر تھے جو دربار میں موجود تھے۔ جب سرطہر یزید کے سامنے آیا تو اس ظالم خدار کے منہ میں جو آیا، بکواس کرتا رہا اور جو چاہتا تھا سر مقدس سے کرتا رہا۔ ان تمام حرکات اور افعال کو دیکھ کر وہ دل برواشنہ ہو گیا۔ خصوصاً فَلَمَّا رَأَى النَّصَارَاءِ رَأَى الرَّأْسَ الْمُحْسِنَ بَكَّى وَصَاحَ وَنَاحَ، جب سفیر روم کی نگاہ امام کے سرطہر پر پڑی تو وہ زار و قطار رونے لگا بلکہ صیحہ اور نوحہ کرنے لگا۔ وہ امام کی غربت پر اس قدر ویسا کہ اس کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

یزید نے کہا: اے سفیر روم! اس قسم کی خوشی کی محفل میں تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟

سفیر روم نے کہا: میں زمانہ پیغمبر میں تجارت کے سلسلے میں مدینہ گیا اور رسول خدا کی خدمت میں تھمہ وہ دیا لے گیا اور یہ تھے مشکل و عظر تھے۔ جب مجھے اندر جانے کی اجازت ملی اور میں نے ان کو دیکھا (فَلَمَّا شَاهَدَتْ جَمَالَهُ إِنْذَابَ عَيْنِي مِنْ لِقَائِهِ نُوَرًا سَاطِعًا وَنَرَى أَكْنَنِي مِنْهُ شُرُورًا وَقَدْ تَعَلَّقَ قَلْبِي بِمُخْكِنَتِهِ) تو میری نظر ان کے جمال پر پڑی بتہ میری آنکھوں کا نور زیادہ ہو گیا اور آنکھوں کی بصارت میں اضافہ ہو گیا اور فی الواقع پودھوں کا چاند بھی ان کے رخساروں کی چک سے روشنی پیدا کرتا تھا اور سورج بھی ان کے جمال کی شمع کے مقابل مقاومت نہ کر سکتا تھا۔ میرے دل میں اس دن سے ان کی محبت اور عشق راست ہو گیا ہے۔ سلام کے بعد بدیہی عذر پیش کیا تو انکھوں نے شیریں زبان سے پوچھا: ما ہذا؟ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ معمولی ہے یہ ہے جو آپ کی خدمت میں لایا ہوں اور میری آزو ہے کہ آپ اسے قبول کریں۔

حضرت نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ عید اشمس۔

فرمایا: اپنا نام تبدیل کرو اور میں تمہارا نام عبد الوہاب رکھتا ہوں۔ اگر یہ نام قبول ہے تو تمہارا ہدیہ قبول کرتا ہوں ورنہ ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

میں نے ذرا فکر کی تو جانتا کہ ان کے حالات اور کردار تو ہی ہیں جو حضرت عیسیٰ بتا کر گئے ہیں، لہذا اسی وقت اسلام قبول کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ حضرت نے مجھ پر بہت سہر پانی فرمائی اور میں چند روز مدینہ میں رہا۔ میں روزانہ ان کی زیارت کے لیے جانتا تھا اور ان سے اسلام کے شرائع اور احکام و مسائل سیکھتا رہا۔ مدینہ سے واپس روم گیا تو میرے بخت نے یاوری کی اور میں باوشاہ روم کا وزیر بن گیا۔ میں نے کسی کو اپنے اسلام لانے کی خبر نہ دی۔ اس مدت کے دوران میں مجھے اللہ نے

پانچ بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی۔ اے یزید! اب تیری مجلس میں گریہ وزاری اس لیے کی ہے جن ایام میں میرا مدینہ میں قیام تھا ایک دن میں غدمت رسول میں گیا تو (رَأَيْتَ هَذَا الْعَزِيزُ الَّذِي رَأَسْتَهُ بَيْنَ يَدِيكَ مُهِينًا حَقِيرًا قَدْ كَحَلَ عَلَى
جَهَنَّمَ) دیکھا کہ یہی عزیز جس کا سرتیرے سامنے ہے اور تو طشت میں رکھ کر اس کی توہین کر رہا ہے اور چھڑی مار رہا ہے پنج بیٹوں کے پاس آئے اور اس شان و شوکت سے آئے۔ جوں ہی پنج بیٹوں کی نظر اس عزیز کے جمال پر پڑی، ان کو اخہدا اور فرمایا:
اے حسین! خوش آمدید۔ پھر اسی عزیز کو اپنے زانو پر بٹھایا (وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ يُقَبِّلُ شَفَتَيْهِ وَثَنَاءِيَا) اور ان کے لبؤں اور دندان مبارک کے بو سے لیے۔ نیز فرمایا: بَعْدَ عَنْ رَاحَةِ اللَّهِ مَنْ قَتَلَكَ وَالْمَأْنَ عَلَيْهِ قَتْلِكَ يَا حُسَيْنَ
”اے میرے نور! وہ شخص رحمت خدا سے ڈور ہے جو تھے قتل کرے یا قتل میں معاونت کرے۔“

پھر سفیر روم نے یزید کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے یزید! تو نے کس جرأت کے ساتھ اس عزیز کے، جو خدا، رسول اور فاطمہ بتوں کے عزیز ہیں، لبؤں اور دندان مبارک پر چھڑی مار رہا ہے۔ افسوس اور بر بادی ہے تیرے اور پر اور تیرے دین پر۔
پھر یہ عبد الوہاب سفیر روم دکھلی دل اور روتوی آنکھوں کے ساتھ اپنی کرسی سے اٹھا اور سر مطہر امام کے پاس آ کر سر مبارک کو سینے سے لگایا اور بو سے دینے لگا اور بہت دریک چوتھا اور روتا بھی رہا۔ اس نے سر مطہر سے حاطب ہو کر عرض کیا: یا بن رسول اللہ! گواہ رہنا کہ جو میں نے کہنا تھا کہہ دیا اور بحث تمام ہو گئی۔
صاحب کامل السقینہ لکھتے ہیں: یزید نے اس سفیر کو بھی قتل کر دیا۔

دربار میں یزید سے امام سجادؑ کی لفتگو

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ہمیں دربار یزید میں لے گئے تو ہم بارہ مرد تھے جو رسیوں میں بندھے ہوئے اور زخمیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہم تخت یزید کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے یزید سے کہا: (یا یزیدُ اَنْشَدَكَ بِاللَّهِ
مَا ظَنَّكَ بِرَسُولِ اللَّهِ لَوْ رَأَنَا عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ) ”اے یزید! تھے خدا کی قسم! بتاؤ اگر رسول اللہ اس حالت میں ہمیں دیکھیں تو ان کی کیا حالت ہو گی اور تو کیا جواب دے گا؟“

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: یزید کے سر پر دڑوں سے جڑا ہوا تھا۔ اس کے اردو گرد قریش کے بزرگان بیٹھے ہوئے تھے جو سب اس کے رشتہ دار یعنی بنی امیہ سے تھے اور وہ تخت پر بڑے غرور و مرور سے بیٹھا تھا۔ ایک دفعہ نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا تو پوچھا: مَنْ هَذَا؟ یہ جوان کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عاشی بن الحسین ہیں۔

اس ملعون نے سا ہوا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے فرزند علی بن الحسین کر بلا میں شہید ہو چکے ہیں لہذا تعجب سے

پوچھا کر مجھے تو بتایا گیا ہے کہ علی بن احسین ان کربلا میں شہید ہو گیا ہے، تم کون ہو؟

امام نے روکر فرمایا: اے یزید! میرا یک بھائی (علی) قہارے لوگوں نے قتل کر دیا۔

یزید نے کہا: تیرے باپ پر تعجب ہے کہ تمام بیٹوں کا نام علی رکھا۔

امام نے فرمایا: میرے باپ کو اپنے باپ سے بہت محبت تھی، لہذا بیٹوں کے نام علی رکھے۔

یزید بولا: تمہارے باپ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا لیکن الحمد للہ یہ خلافت اس کو نصیب نہ ہوئی اور خدا نے مجھے ان پر فتح اور کامیابی دی۔ ان کا سرجدا کیا گیا اور اس کے الٰل بیت کو قیدی کر لیا اور تمام شہروں میں ذمیل کر کے پھرایا ہے اور ہر ایک نے دیکھا ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: دنیا میں کون ہے جو میرے بابا سے زیادہ خلافت کا الٰل ہو کیونکہ وہ تمہارے پیغمبر کے فرزند تھے۔

یزید بولا: خدا کا شکر ہے کہ خدا نے اس کو قتل کیا اور اس کے شر سے مجھے بچالیا۔

امام نے فرمایا: تیرے گماشتوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔

یزید نے کہا: خدا نے قتل کیا ہے۔

امام بولے: خدا العنت کرے اس شخص پر جس نے میرے بابا کو قتل کیا۔ کیا میں استغفار اللہ خدا پر لعنت کر رہا ہوں؟

یزید نے کہا: تمہارے باپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، قطع رحم کیا۔ وہ سلطنت کے معاملہ میں میرے حق کو ضائع کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے تازعہ کیا، پھر خدا نے اس سے انتقام لیا۔

امام نے یہ آیت تلاوت کی:

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَبْرَأُوهَا

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

”جو مصیبت بھی زمین پر یا تمہارے نقوش پر آتی ہے وہ پہلے لکھی جا چکی ہوئی ہے۔۔۔

یزید نے اپنے خالد نامی بیٹے سے کہا: اس قیدی کا جواب وہ جو کہ جواب نہ جانتا تھا۔ اس لیے یزید نے اس کے جواب

میں یہ آیت پڑھی: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِيْ بَيْنَ أَكْسَبَتُ أَنْدِيْكُمْ، ”یعنی جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمہارے اپنے

اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔۔۔

امام نے فرمایا: جو تو نے کہا اس کا جواب سن لیا ہے اب مجھے اجازت دے، ایک بات تجھ سے کرتا ہوں۔

یزید بولا: جو کہنا چاہتے ہو، کوئی نصوص اور ہدایاتی بات نہ کہنا۔

امام نے فرمایا: تماً امَا ظَنْكَ بِرَسُولِ اللَّهِ لَوْ رَأَنِي فِي الْغُلْ تیر ارسول اللہ کے بارے میں کیا گمان ہے اگر وہ مجھے اس حالت کی پری اور زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں تو انہیں کیا جواب دے گا؟

اس سوال پر یزید کا دل گڑھا اور اس نے کہا کہ اس قیدی کی رسیاں اور زنجیریں کھول دو۔

علامہ مجلسی نے حضرت امام حضیر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب یزید نے کہا: اے علی! خدا کا شکر ہے کہ خدا نے تیرے باپ کو قتل کیا تو امام سجاد نے فرمایا: خدا عننت کرے اس پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ یزید نے یہ جواب سن کر غصب ناک ہوا اور حکم دیا: امر بضرب عنقہ "اس پیار کو قتل کر دو"۔

اس پر امام نے فرمایا: فَإِذَا قَتَلْتَنِي فَبَنَاثُ رَسُولِ اللَّهِ مَنْ يَرُدُّهُمْ إِلَى مَنَاءِ رِبِّهِمْ وَلَيَسْ لَهُمْ مَحْرَمٌ غَيْرِي "جو باتی بچا ہے اسے بھی قتل کرتا ہے تو رسول زادیوں اور بتوں زادیوں کو اپنے گھروں اور وطن کی طرف کون بہپڑائے گا؟"

یزید نے کہا: تم ان کو اپنے گھروں اور وطن تک لے جاؤ گے اور قتل کا حکم واپس کر لیا اور زنجیر کھولنے کا حکم دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ زنجیر یزید نے خود کھولے اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے خود زنجیر کھولنے کا کام کیوں کیا

ہے؟

امام نے فرمایا: اس لیے کہ تیرے سو اسکی کامیزے اور پر احسان نہ ہو۔

یزید نے کہا: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِنَّعَةٍ فِيمَا كَسَبْتُ أَيْدِيهِمْ، یعنی جو مصادب تم پر آئے تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہیں۔

امام بولے: تعجب ہے اے یزید! یہ آیت تو ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس سے ہمارے خلاف استدلال کرتا ہے، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِنَّعَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا
إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلًا تَأْسُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَنْفَرُوا بِمَا آتَكُمْ وَاللَّهُ رَءَى
يُرْجِبُ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوبِرٌ ۝

راوندی کتاب "دعوات" میں لکھتے ہیں: یزید کا امام سجاد علیہ السلام کو قتل کرنے کا مضموم ارادہ تھا لیکن امام سے سوال کرتا اور گفتگو کرتا تھا کہ غصہ میں آ کر امام کے منہ سے ایسا ہر ف تکل جائے جس سے قتل کا جواز بن سکے اور لوگ یہ نہ کہیں کر بے جہت قتل کیا۔ لیکن یزید جو بھی بات کرتا اس کا کافی وافی جواب نہ تھا۔ امام نے کوئی ایسا جملہ نہ فرمایا جس سے یزید کو قتل کرنے کا

بہانہ ل جاتا۔ جب امام نے کوئی ایسا موقع نہ دیا تو اس نے فضول باقی شروع کر دیں۔ امام کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تسبیح تھی کہ الگیوں سے اسے حرکت دے رہے تھے۔ یزید نے کہا: بہانہ بناتے ہوئے کہا: اے علی! میں تم سے باقی کر رہا ہوں اور تم مجھے جواب بھی دے رہے ہو تو پھر تسبیح پھیرنا کھلی ہے؟ اور تسبیح کیسے جوأت ہوئی کہ بادشاہ کے سامنے تسبیح بلاتا رہے؟

امام نے فرمایا: میرے بابا نے اپنے نانا رسول خدا سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نمازِ فجر پڑھے اور نماز کے بعد گفتگو و کلام نہ کرے اور تسبیح ہاتھ میں لے کر یہ پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أَسْبَعَ حَلْكَ وَأَمْجَدُكَ وَأَحِيدُكَ وَأَهْلِكَ بَعْدَ مَا أُدِيرَ بِعْنِي مَرْءُ اللَّهِ مِنْ صَحْ كُوْتَرِي
تسبیح، تیری تمجید، تحمدیل اور تہیل ان مکونوں کے برادر کرتا ہوں تو وہ اگر تسبیح کو (محض) ہاتھ میں لے کر پھیرے تو وہ شخص جو بھی کلام کرے گا رات تک اس تسبیح کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں شہرت ہوتا رہے گا اور سوتے وقت ایک مرتبہ بھی ورد کر دے البتہ اصبحت کی بجائے امسیٹ کہے تو دوسری صبح تک تسبیح کا ثواب اس کے لیے جاری رہے گا اور یہ سنت ہم نے رسول پاک سے لی ہے۔

یزید نے کہا: سچان اللہ میں جو اعز ارض کرتا ہوں اس کا جواب حاضر اور تیار ہوتا ہے۔ پس حضرت کے قتل سے منصرف ہو گیا اور امَّا بِإِطْلَاقِهِ حُكْمٌ دِيَا کہ اس کی گردن اور پاؤں سے زنجیریں آثار لی جائیں۔

مخدراتِ عصمت کی یزید کے دربار میں گفتگو

صاحب ارشاد لکھتے ہیں: ثُمَّ ذَعَى بِالنِّسَاءِ وَالصِّبَّيَانِ فَاجْلَسُوا بَيْنَ يَدَيْهِ، پھر یزید پلید نے مخدراتِ عصمت اور قیدی بچوں کو بلایا، سب یزید کے سامنے آئے تو یزید سے ان بچوں کی خشہ حالی نہ کمکھی جاتی تھی۔

علامہ قزوینی حدائقِ الانس میں فرماتے ہیں: شیخ مفید کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملعون یزید نے پہلے امام حجاڑ کو پیش کیے بلایا اور آپ سے کلام کی، اس کے بعد مستورات اور بچوں کو بلایا۔ ہمارے خیال میں گلمہ شم سے مبھی استفادہ ہوتا ہے۔ یزید نے پہلے امام حجاڑ سے گفتگو کی، پھر مستورات اور بچوں کو بلایا۔

جب قیدیوں کی حالتِ ذلت اور خواری دیکھی کہ ترک و دیلم کے قیدیوں سے بھی خشہ حال ہیں تو ظالم یزید کو بھی ان پر حرم آگ لیا اور کہا کہ خدا ابن زیاد کے چہرے کو سیاہ کرے کہ اس نے تمہاری یہ حالت بنادی ہے۔ اگر (وہ) تمہارا رشتہ دار ہوتا تو بھی ذلت و خواری سے اس قدر تمہاری یہ حالت نہ بیانتا۔

صاحب روضۃ الاعظین لکھتے ہیں: جب بچوں اور عورتوں کو یزید ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید کی عورتیں پرده کے پیچے بیٹھی دیکھ رہی تھیں اور تمام دربار کا تماشا کر رہی تھیں۔ جب ان عورتوں کی نظر اہل بیت کی مستورات اور بچوں کی خستہ حال، پریشان بالوں، پرانے لباسوں، رسیوں میں بندھے ہاتھوں، آنسو بھائی آنکھوں پر پڑی توپس پرداہ سے آہ و فریاد بلند کی۔

فَصَحُّنَ نِسَاءُ أَهْلِ يَزِيدٍ وَبَنَاتُ مُعَاوِيَةَ وَأَهْلَنَهُ فَوْلُهُنَّ وَأَقْمَنَ الْمَاتِمَ
”یزید اور معاویہ کی عورتوں نے گریہ زاری اور ہائے ہائے کے غفلہ کی آوازیں بلند کیں اور ماتم شروع کر دیا۔“

مرحوم مجلسی بخار میں لکھتے ہیں: ”ہاشمی عورتوں میں سے بھی جو پرده بیٹھی تھیں، آہل محمدؐ کے قیدیوں کو اس حالت زار میں دیکھا تو دلوں سے آہ کھینچی اور واحسیناہ و اسیڈا اہل بیتہ یا ابن مُحَمَّدَہ ایا ربیع الا رامل والیتامی یا قتیل اولاد الادعیا اور اس قدر گریہ بلند ہوا کہ ہر سننے والا بھی روپڑا۔

یہ قیدی جب یزید کے سامنے پیش ہوئے تو جناب فاطمہ بنت امام حسینؑ نے فرمایا: یا یَزِيدُ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ سَبَّيَا، اے ظالم! اختر ان سینگھر کو کس نے قید کیا ہے؟ کسی اور نے نہیں تم نے قید کا حکم دیا ہے اور اس محلے پر تمام لوگ رونے گئے حتیٰ کہ یزید کے گھر کی عورتوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی تو تمام سننے والے بھی رونے پر مجبور ہو گئے۔

صاحب روضۃ الشہداء معین الدین نے لکھا کہ یزید نے حکم دیا اور اہل بیتؑ کو دربار کے ایک کمرے میں بٹھا دیا اور دروازے پر پرداہ لٹکانے کا حکم دیا۔

لِئَلَّا يَنْظُرُنَ إِلَيْهِ
مرحوم سید لہوف میں لکھتے ہیں: ثُمَّ وُضِعَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاجْلَسَ النِّسَاءَ حَلْفَهِ

پھر یزید کے سامنے امام حسینؑ کا سر رکھا گیا اور اہل بیتؑ کوخت کی پشت پر بٹھا دیا، تاکہ سر مطہر کو نہ دیکھ سکیں نیز یزید کے سر مبارک کے ساتھ اختیار کیے جانے والے روپیہ کو نہ دیکھ سکیں۔ اسی اثناء میں جناب نسبتؓ کبریٰ کی نظر بھائی کے سر پر پڑی تو آپ برداشت نہ کر سکیں اور اپنے گریبان کو چھاڑ دیا اور یوں فریاد کی کہ تمام سننے والے رونے لگے۔ بیٹی نے فرمایا:

يَاحُسَيْنَاهُ يَاحَبِيبَ رَسُولِ اللَّهِ يَابَنَ مَكَّةَ وَمَنِيَ يَابَنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ ، يَابَنَ مُحَمَّدَ
الْمُصْطَفَى

اے حسینؑ، اے رسولؐ خدا کے حبیب! اے مکہ و منی کے فرزند، اے فاطمہ زہراء کے ولد، اے

محمد مصطفیٰ کے بیٹے!

جب سب لوگ رورہے تھے تو یزید خاموش بیٹھا تھا۔ صاحبِ فضولِ الہمہ لکھتے ہیں: (فَجَعَلَتْ فَاطِمَةَ وَسَكِينَةَ تَنْطَا وَلَانَ لِتَنْظَرِ الرَّأْسِ وَجَعَلَ يَزِيدَ تَسْتَرَهُ عَنْهُمَا) جانبِ فاطمہ اور جنابِ سکینہ انہوں کو شکریہ تھیں کہ بابا کے سر کو ایک مرتبہ دیکھ لیں اور یزید کی کوشش تھی کہ سر کو ان کی نظرؤں سے چھپائے رکھے کہ اچانک ان دونوں بیٹیوں کی نظر بابا کے سر پر پڑ گئی۔ ایک مرتبہ فریادیں اٹھیں اور میں بلند ہوئے اور گریہ وزاری سے ماحول غم زدہ ہو گیا۔ تمام عورتوں میں حتیٰ کہ یزید کے گھر کی عورتوں میں بھی کہرام نہ گیا۔

اہل بیتؑ کی یزید کے دربار میں پیشی (بروایت انوار نجمانیہ و منتخب التواریخ)

ان دونوں کتابوں میں ہے کہ مستورات اور بچوں کو ایک ہی رسی میں پاندھا ہوا تھا اور اس یہی کا ایک سراز جرب بن قیس ملعون کے ہاتھ میں تھا۔ وہ انہیں وہاں کھینچتے ہوئے لایا اور یزید کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جوں ہی یزید کی نظر ان قیدیوں پر پڑی تو ایک ایک کے پارے میں سوال کرتے ہوئے کہنے لگا: مَنْ هَذِهِ يَبِي بِيْ كُونْ ہے؟ یہ بی بی کون ہے؟ اسے بتایا جاتا رہا: حَتَّىٰ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ تَسْتَرُ وَجْهَهَا بِرِنْدَهَا لَانَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهَا حِرْقَةٌ تَسْتَرُ وَجْهَهَا " حتیٰ کہ اس کی نظر ایک ایسی مستور پر پڑی کہ وہ اپنے چہرے کو ہاتھوں اور کلاںیوں سے چھپائے ہوئے تھیں کیونکہ کپڑا اس قدر نہ بچا تھا کہ اپنے چہرے کا پردہ کر سکتیں اور شاید اس بی بی کی آستینیں بھی جل چکی تھیں۔

یزید نے پوچھا: مَنْ هَذِهِ الَّتِي لَهَا سَتْرَ أَيْنَ یہ بی بی کون ہے جو اپنے ہاتھوں سے چہرہ کا پردہ بنائے ہوئے ہے؟ جواب ملا: هَذِهِ سَكِينَةٌ بِنَتُ الْحُسَيْنِ یہ سکینہ خاتون ہے جو امام حسینؑ کی ناز پروردہ ہیں۔

یزید نے پوچھا: أَنْتَ سَكِينَةً؟ کیا تو سکینہ ہے؟

بی بی اس سوال و جواب سے اس قدر کجھی ہوئیں کہ گریہ گلوکیر ہو گیا اور آنسو بارش کی طرح برسنے لگے۔ آپ اتنا روئیں کہ ایسا محبوس ہوتا تھا کہ روح ابھی پرواز کر جائے گی۔

یزید نے پوچھا کہ اس قدر زیادہ گریہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟

بی بی نے فرمایا: كَيْفَ لَا تَبِكِي مَنْ لَيْسَ لَهَا سَتْرٌ " وہ کیوں نہ روئے جو نگے سرناحر مولی کے درمیان کھڑی ہو اور کوئی چادر نہ ہو کہ اپنے چہرے کو تم اور ان درباریوں سے چھپا سکوں۔"

فَبَكَى يَزِيدٌ لَعْنَهُ اللَّهُ وَآهَلِ مَجْلِسِهِ " اس وقت باوجود یزید اپنی قساوت قلبی روپڑا اور اس کے رونے سے تمام

اہل دربار بھی روپڑے۔

پھر یزید کہنے لگا: خدا پر مر جانہ کو تباہ کرے، اس نے آپ رسول پر اس قدر ظلم کیا ہے۔
یزید نے جناب سکینہ سے کہا: یا سَکِینَةُ أَبْوَلِ الْذَّيْ أَكَفَرَ حَقَّيْ وَ قَطْعَ رَاحِبِيْ وَ نَانَةَ عَنِيْ فِي مُلْكِيْ "اے سکینہ! اجب تمہارے باپ نے میرے حق کا انکار کیا اور قطع رحم کیا اور میرے ماتھے خلافت میں تباہ کیا۔ پھر یہی نتیجہ لکھنا چاہ جو تم دیکھ رہی ہو۔"

بی بی کا دل یزید کی سرزنش سے دل خون ہو گیا اور فرمایا: اے یزید! کیا تم میرے باپ کے قتل ہونے پر خوشی منا رہے ہو؟

لَا تَفْرَحْ بِقَتْلِ أَبِي فَإِنَّهُ كَانَ مُطْبِيعًا لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ دُعَاءُ اللَّهِ وَ أَجَابَهُ أے یزید! خوشی مت کرو میرے باپ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں تھے، ان کو اللہ نے بلا یا اور انھوں نے یہیں کیا اور کامیاب ہو گئے اور تجھے خدا کو جواب دیتا ہو گا۔

یزید نے کہا: اے سکینہ! خاموش ہو جاؤ تمہارے باپ کا یہ حق نہ تھا کہ مجھ سے ہجڑا کرنا۔ پس ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا: یا یَزِيدَ هَبَ لِي هَذِهِ الْجَاهِرِيَّةَ مِنَ الْغَيْنِيَّةِ لِتَكُونَ خَادِمَةً عَنِّیْ دیے یزید ایک نیز مجھے بخش دوتا کہ میری خدمت کا ربن جائے اور اس نے اشارہ جناب سکینہ بنت احمد بن حسینؑ کی طرف کیا۔ امام حسینؑ کی بیٹی نے جب یہ ساتھی پھوپھی ام کلثومؓ کے دامن سے پٹ کیں اور آنسو برہاتے ہوئے عرض کیا: یا عَنِتَّاهُ أَتُرِيدُ نَسَلَ رَسُولِ اللَّهِ يَكُونُونَ مَمَالِيْكَا لِلَّادِعِيَّا؟ "اے پھوپھی! ماں اکیا آج تک آپ نے کہیں دیکھایا کبھی ساکھ پیغمبرؐ کی اولاد کو کسی زنازادے نے اپنی کنیزیں بیالیا ہو؟"

جناب ام کلثومؓ بنت علیؓ اس ملعون عرب پر غصباں کہوئیں اور فرمایا: اُسْكُتْ يَا لِكُم الرِّجَالِ قَطْعَ اللَّهِ لِسَانَكَ وَأَعْمَى عَيْنَيْكَ وَأَيْسَسَ يَدَيْكَ "اے پست اور گھٹلیا خاموش ہو جا اور بکواس بند کر، اللہ تیری زبان کاٹ دے، تیری آنکھیں انڈھی ہو جائیں کہ تیری نظر اولاد پیغمبرؐ پر نہ پڑ سکے اور ہاتھ خشک ہو جائیں جن سے تو نے ہماری طرف اشارہ کیا ہے۔"

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم اَفَاللَّهُ مَا اسْتَتَّ سَكَلَمَهَا حَتَّى اَجْعَابَ اللَّهَ دَعَاهَا "ابھی بی بی کی کلام ختم نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو پورا کر دیا۔"

اس ملعون کی جنگ تکلی اور اس نے اپنی زبان کو اپنے دانتوں سے کاٹ لیا، اس کے ہاتھ اس کی گردش سے چھٹ گئے

اور آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

جانب ام کلثوم نے فرمایا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَجَلَ عَلَيْكَ الْعَقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْآخِرَةِ "خداء کی حمد ہے کہ اس نے آخرت سے پہلے دنیا میں تجویز پر عذاب نازل کر دیا ہے اور یہ جزا ان لوگوں کی ہے جو شفیر کی مشیوں سے محروم ہوتے ہیں۔"

زہیر عراقی کا واقعہ

تاریخ کامل فی المعرفۃ میں ہے کہ ایک دن یزید کا دربار بھرا ہوا تھا اور اس نے آل محمدؐ کے قیدیوں کو دربار میں بلا یا اور سر مطہر کو اپنے سامنے رکھ کر اس کی جو توہین کر سکتا تھا، کی جب کہ قیدی ایک طرف کفرتے تھے۔ اسی اثناء میں زہیر عراقی دربار میں داخل ہوا۔ یہ شخص مسخرہ اور بدذبان تھا۔ اس کی نظر آل محمدؐ کے قیدیوں پر پڑی اور جب ام کلثوم کو دیکھا تو یزید سے کہا: یاً أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَبْ لَى هَذِهِ الْجَاهِرِيَّةِ "اے یزید یہ گئیز مجھے بخش دو تا کہ میری خدمت کرتی رہے" اور اشارہ جناب ام کلثوم کی طرف کیا۔

جانب ام کلثوم نے غصناک ہو کر فرمایا: إِقْصِرْ يَدَكَ عَنَّا قَطْعَهَا اللَّهُ "کہم سے اپنے ہاتھ کو دود کر، اللہ تیرے ہاتھوں کو قطع کرے۔"

لبی بی کے محض کے بعد میں لرزایدا ہو گیا اور وہ حیران ہو کر حاضرین مجلس سے پوچھا کہ یہ قیدی عربوں کے کس قبیلے کے ہیں کہ عربی میں کلام کر رہے ہیں۔ ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر تو میں نے خیال کیا تھا کہ یہ کافر یا ترک و دہلم کے قیدی ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص! یہ عام مستورات نہیں ہاتھ رسول ہیں، جناب زہراءؑ کی بیٹیاں ہیں گر تمہارے امیر نے انہیں قید کیا اور نامحمدوں کے ہجوم میں پھرایا ہے۔

جب اس زہیر عراقی کو حقیقت حوالی کا علم ہوا تو دربار سے باہر لکھ گیا اور بہت روپا اور کسی سے خبر لیا اور وہ ہاتھ کاٹ دیا جس سے جناب ام کلثوم کی طرف اشارہ کیا تھا۔ پھر اپنے کئے ہوئے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ میں آٹھلیا جب کہ دائیں ہاتھ سے مسلسل خون جاری تھا۔ وہ دربار میں آیا اور جناب امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! میں معافی مانگنے آیا ہوں، میری معافی کو اپنے کرم و جود کی وجہ سے قبول فرمائیے۔

بخارا میں آپؐ کو نہ پہچانا تھا، میرے جنم سے دو گز فرمائیں اور معاف فرمائیں۔ حقیقت خدا نے آپؐ کی پھر بھی کی

دعا قبول کر لی اور میرا ہاتھ کٹ گیا ہے۔ چونکہ یہ خانوادہ کریم گھرانہ تھا اس لیے اس زہیر کی مذمت قبول کر لی، اسے معاف کر دیا کیونکہ اس نے یہ سب کچھ انجام نہیں کیا تھا۔

پس زہیر اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ کہتا ہوا دوبار سے لکھا اور ایسا غائب ہوا کہ کسی نے اس کا نشان تک نہیں دیکھا۔

یزید کی بے حیائی اور باطن کی عکاسی

شیخ صدقہ علیہ الرحمہ نے امامی میں جناب فاطمہ بنت علیؑ سے روایت کی ہے کہ بی بیؑ نے فرمایا: جب ہمیں دربار یزید میں اس ملعون کے سامنے کھڑا کیا گیا اور وہ ہماری حالت رزار پر (ظاہری طور پر) رفت کرنے لگا تو ہمراں اور نزی سے ہونے لگا۔ اس کے بعد ایک شامی بے وقوف میں کراہنا اور کہا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَبْ لِي هَذِهِ الْجَارِيَةَ وَكُنْتُ جَارِيَةً وَضَيْئَهُ إِنَّمَا يَرَى مُؤْمِنُوْنَ كَمْ إِيمَانَهُمْ كَمْ يَرَى بَعْدَهُمْ بَعْدَهُمْ

میں اس ملعون کا یہ جملہ سن کر ڈر گئی اور کام پنے لگی کہ اب یزید یہ کام بھی کرنے والا ہے۔ فَآخَدْتُ بِشَيْأَبِ أُخْتِي وَهِيَ أَكْبَرُ مِنِّي وَاعْقَلُ اسی خوف کے بارے اپنی بڑی بہن کے کپڑوں سے لپٹ گئی تو میری بڑی بہن نے اس شامی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: كَذَبَتِ اللَّهُ وَلَعْنَتِ مَا ذَالَّكَ وَلَأَكَهُ "کہ تو نے جھوٹ بولا ہے اور خدا کی قسم! تو لعنتی ہے یہ کام نہ تو کر سکتا ہے اور نہ ہی یزید میں یہ کام کرنے کی طاقت ہے۔"

یزید پھر غصناک ہوا اور کہا: بَلْ كَذَبَتِ اللَّهُ وَلَعْنَتِ تو جھوٹ بول رہی ہے، اگر میں تمہیں کسی کی کنیزی میں دینا چاہوں تو کوئی مجھے روکنے والانہیں۔

میری بہن نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں، خدا نے یہ لکھا ہی نہیں کہ تو عترت طاہرہ کے بارے یہ کام کر سکے۔ لیکن اگر اس دین و ملت سے خارج ہو جائے تو پھر اور بات ہے۔

یزید پھر غصناک ہوا اور اپنی بے حیائی کی انتہا کرتے ہوئے کہا: إِنَّمَا خَرَجَ مِنَ الدِّينِ أَبُوكَ وَأَخُوكَ كَرْ دِين سے تم خارج ہو پچکے ہو اور تمہارا باپ اور بھائی۔

میری بہن نے فرمایا: تجھے تو ہدایت بھی میرے نا اور بابا کے دین سے ہوئی۔

یزید نے کہا: اے اللہ کی دشمن! تم جھوٹ بول رہی ہو۔ پھر اس ملعون نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔

میری بہن نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں تو فرمایا: اُمیر تَشْتُمْ ظَالِمًا وَتَقْهَرْ سُلْطَانًا کیا کروں تو امیر ہو گیا اور ہم قیدی ہو گئے، تو گالیاں دے رہا ہے اور ٹلک کر رہا ہے تجھے اختیار ہے جو کہنا چاہتا ہے کہتا رہے۔“

فاطمہ بی بی نے فرمایا کہ شاید اس لعنتی یزید کو شرم آگئی اور وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد پھر اس نے وقوف شامی شخص نے اپنی خواہش کا اظہار کیا: اے یزید! یہ کنیر مجھے بخش دے۔

یزید نے اس شامی کو غلبناک ہو کر جھڑک دیا اور کہا: اَغْرُبُ وَكَبَ اللَّهُ حَتَّىٰ قَاضِيَا مُرْفَعٌ هُوَ جَاؤْ خَدَاجَهَ اِجَامِكَ موت دے۔“

شیخ مفید ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت جناب فاطمہ بنت حسین سے ہے لیکن روایت میں آخذت بیشیاب اختیار کی وجہے پیشیاب عَمَّتی ہے۔

دربار یزید میں جناب نسب کا خطبہ

اب جہاں مجلس شیر پا ہوتی ہے
خلق شیر کو زینت کے عوض روتو ہے

مرحوم شیخ صدوق امامی میں جناب سکینہ سے روایت کرتے ہیں کہ بی بی نے فرمایا: خدا کی قسم امیں نے کائنات میں یزید سے زیادہ سخت دل کسی کو نہیں دیکھا اور کوئی کافروں مشرک یزید سے زیادہ جنگاکار اور شریر نہ پایا کیونکہ ہمارے سامنے خیزان کی چھڑی ہے، وہ میرے بابا کے لیوں اور دانتوں پر مارتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا:

لَيَتَ أَشْيَاخِي بِبَدَرِ شَهِدُوا جزء الخزر ماج من وقع الاسل
لَا هَلُوا وَاسْتَهْلُوا فَرَحًا ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تَشَلُ

کاش میرے بدر والے بزرگ آباء ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے ان کا کیا بدلہ لیا ہے! اگر وہ ہوتے تو خوش ہوتے اور کہتے: یزید تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔“

اس مقام پر جناب نسب بنت علی کی برواشت کی خدمت ہو گئی اور صبر کا یانہ لبر یزد ہو گیا، آپ انھیں اور مجمع عام میں یزید کو خاطب کر کے ایسا خطبہ دیا جو برا فصح و بیش تھا، جس میں یزید کی توہین اور تشییع تھی:-

نسب عالیہ فرماتی ہیں خطبہ ارشاد حاضرین رو تے ہیں سن کے قسم کی رواداد
غم سے بیتاب جو ہوتا ہے سر شاہ زمّ بند آنکھیں کیے روتا ہے سر شاہ زمّ

یہ خطبہ صاحبِ لہوں (سید بن طاؤس) نے یوں نقل کیا ہے:

فَقَالَتِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ وَآلِهِ اجْمَعِينَ صَدَقَ اللَّهُ كَذَلِكَ بِقَوْلِ فِيمَا كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ أَسْأَوْ السُّوَادِيَّ أَنَّ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهِزُونَ أَطْنَذَتْ يَا يَزِيدَ حَيْثُ أَخْذَتْ عَلَيْنَا أَقْطَارَ الْأَرْضِ وَأَفَاقَ السَّيَّاءُ فَاصْبَحْنَا نُسَاقِ الْأَسْرَاءِ أَنَّ بَنَا هُوَ أَنَا عَلَى اللَّهِ بِكَ خَلِيلٌ كَرَامَةٌ وَإِنَّ ذَلِكَ لِيَعْلَمَ خَطْرِكَ عِنْدَهُ فَشَغَلتْ بِأَنْفُكَ وَنَظَرَتْ فِي عَطْفِكَ جَذَلَانٌ مَسْرُورٌ إِنَّمَا يَأْتِيَ الدَّلَيْلُ لَكَ مُسْتَوْقَنَةً وَالْأَمْوَارُ مُتَسْقَنَةٌ وَجِينَ صَفَالَكَ مَلَكَانَا وَسُسْطَانَا فَمَهَلَّا مَهَلَّا انسِيَّتْ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّمَا نُسْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لَا تَفْسِيمٍ إِنَّمَا نُسْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِنَّمَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ أَمْنَ عَدْلٍ يَابْنَ الْعَلَقَاءِ تَخْدِيرٍ كَحْرَابُكَ وَإِمَائِكَ وَسَوْقُكَ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ سَبَّابَيَا

معتمدہ بی بی نے حموٹا کے بعد فرمایا۔ اے یزید! تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان سمجھتا ہے، کیا یہ عدالت ہے کہ اپنی عورتوں کو پیش پرداہ میں بخایا ہوا ہے لیکن رسول کی بیٹیوں کو تو نجگہ سرا درجے پاؤں نا محروم میں لا دیا ہے؟

وَقَدْ اتَّهَمَتْ سَتُورُهُنَّ وَأَبَدِيَّتْ وَجُوهُهُنَّ تَحْدُوْهُنَّ الْأَعْدَاءَ بَلَدِي إِلَيْ بَلَدِي وَيُسْتَهْرِرُ فِيهِنَّ أَهْلُ الْمَنَاهِلِ وَالْمَنَاقِلِ وَيَتَصَفَّهُمْ وَجُوهُهُنَّ الْقَرِيبُ وَلِيَعِيدُ وَالْكَنْيَى وَالْشَّرِيفُ لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ فَلَى لَأْمِنْ حَمَاتِهِنَّ حَمَى

”اے ظالم! تو نے آلی رسول کی حرمت کا پرداہ اتنا دیا، ان کے چہروں کو دوستوں اور شمنوں سب کے سامنے عریاں کیا اور شہر پر شہر میں پھرایا، آلی رسول کو قریب اور بعید یعنی شہری اور بیابانی، پست فطرت اور شریف سب نے ان کے چہروں کو دیکھا، ہر زن و مرد نے دیکھا، ان کا کوئی مرد اور مددگار باقی نہیں رہا جائے شہیدوں کے خون کا مطالبہ کرے اور عظوم عورتوں کی حمایت کرے۔“

وَكَيْفَ يُوْتَلِي مَرَاقِبَةً مَنْ لَقَطَ نُوْهَ أَكْبَادَ الْأَرْكَيَاءِ وَنَبَتَ لَحْمَهُ بِدِمَاءِ الشَّهَدَاءِ ”اس شخص سے اچھائی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے جو ان کا بیٹا ہو جنہوں نے بزرگان اسلام کے جگر کو چبانے کے بعد پھینک دیا ہو (ہند مراد تھی جو یزید کی دادی ہے جس نے حضرت حمزہ کے جگر کو چبایا تو وہ پھر ہو گیا اور اس کے دانت کام نہ کر سکے تو اس نے پھینک دیا۔ ایسے شخص سے کیا توقع کی

جاسکتی تھی جو اس کا بیٹا ہے جس کا گوشت پوسٹ شہداء کے خون بھانے سے بیدا ہوا ہو۔

كَيْفَ يُسْتَطِعُهُمْ فِي بَعْضِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ مَنْ نَظَرَ إِلَيْنَا بِالشُّفْفَةِ وَالشَّنَآنِ وَالآخْرِينَ وَالاضْغَانِ

”اور ایسا شخص اپنی اہل بیت کب چھوڑ سکتا ہے جو ساری زندگی ہمیں بھیں، کیونہ اور عداوت سے دیکھتا رہا ہے۔“

ثُمَّ تَقُولُ غَيْرُ مَتَانٍ وَلَا مُسْتَعْظِمٌ وَأَهْلُوا وَاسْتَهْلُوا فَرَحَّا ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تَقْلِ
مُنْحَنِيَا عَلَى ثَنَائِيَا أَبِي عَبْدِ اللَّهِ سَيِّدِ شَبَابٍ أَهْلَ الْجَنَّةِ تَنَكَّثَهَا بِسَهْرِكَتِكِ

”پھر تو جرأت اور جارت سے کہتا ہے گویا تو نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا اور اپنے عمل کو نہ انہیں سمجھا، تو کہتا ہے اے کاشیا میرے پدر والے بزرگ ہوتے تو دیکھتے کہ کیسے آلی علیؑ سے بدلا یا ہے تو وہ تجھے شبابش دیتے اور کہتے کہ یزید تیرے ہاتھ کی گئی شل شہ ہوں۔ پھر تو جمک کر میرے بھائی حسینؑ کے لیوں اور دانتوں پر چھڑی سے مارتا ہے اور اس چھڑی پر فیک لگاتا ہے حالانکہ حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔“

وَكَيْفَ لَا تَقُولُ ذَلِكَ وَقَدْ نَكَاثَ الْقُرْحَةَ وَاسْتَأْصَلَتِ الشَّافَةُ بِإِرْأَقْتِكَ دَمَاءُ ذُرْبَيَّةِ
مُحَمَّدٍ وَنَجْوَمِ الْأَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِ الْمَطَلَبِ

”تو اسی باقیتی نہ کر، حالانکہ تو نے پرانے زخموں کو تازہ کر دیا اور ان زخموں کو بکھر دیا جب سے تو نے آلی اولاد عبدالمطلب کے ستاروں اور عقبیت خدا کی ذریت کے خون بھائے ہیں۔“

وَتَهْتَفُ بِأَشْيَاكُكَ فَرَعَمْتَ أَنْكَ تُنَادِيهِمْ فَلَنْتَرْكُنَ وَشِيكَ مَوْرَدُهُمْ وَلَتَوْدَنَ إِنْكَ
شَكَلتَ وَبَكَسَتَ وَلَمْ تَكُنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ وَقَلْتَ مَا قَلْتَ

”تو اپنے مشائخ کو نہ کر رہا ہے، کیا تو سمجھتا ہے کہ وہ تیری آواز سنتے ہیں اور بہت جلدی تم ان سے ملکت ہو جاؤ گے اور جہاں وہ ہیں تو بھی وہاں پہنچ جائے گا۔ اس وقت تیری آرزو ہو گی کہ کاش تیرے ہاتھ نہ ہوتے اور تو یہ کام نہ کرتا جو تو نہ کیا ہے، اور تیری زبان بند ہوتی، کونکا ہوتا اور وہ کچھ نہ کہتی جو کہہ جکی ہے۔“

پھر بی بی پاکؓ نے بدوعا اور نفرین کی اور خدا کے حضور عرض کیا:

اللَّهُمَّ خُذْ حَقَّنَا وَاتَّقِمْ مِنْ ظَلَمَنَا وَاحْلُلْ غَضَبَكَ فِي حَقٍّ مِنْ سَفْكٍ لَنَا دَمَانَا
وَقَتْلِ حَمَادَنَا

اے اللہ کریم! ہمارا حق ان سے لے اور ظالموں سے انتقام لے اور ان پر غصب کر جنہوں نے
ہمارے خون بھائے اور ہمارے حامی قتل کر دیئے۔

پھر فرمایا:

فَوَاللهِ مَا فَرِيتَ إِلَّا جَلَدَكَ وَلَا جَزَرَتَ إِلَّا كَحَمَكَ وَلَتَرَدَنَ عَلَى رَسُولِ اللهِ بِنَا
تَحْمَلَتْ مِنْ سَفْكِ دَمَاءِ ذُرْيَةٍ وَأَنْتَهَكَتْ مِنْ حُمْمَتِهِ فِي عَنْرَتِهِ وَلَحْتِهِ حَيْثُ يَجِدُ
اللهُ شَمَاهُمْ وَيَلِمُ شَعْنَهُمْ وَيَاخُذُهُمْ بِحَقِّهِمْ

”اے زیرِ اخدا کی قسم ای گمان نہ کرنا کہ تو نے صرف ہم پر ظلم کیا ہے۔ خدا کی قسم اتنے اپنی جلد کو
چھاڑا ہے اور اپنا گوشت کاتا ہے۔ جب رسول خدا کے سامنے اس حالت میں وارد ہو گا کہ تو نے
ان کی ذریت کا خون بھایا ہو گا، ان کی عترت کی ہر جگہ تو چین کی ہو گی اور رسول خدا کے چکر گوشوں کو
آگ میں جلا یا ہو گا تو کیا جواب دے گا؟ اور رسول پاک ہمارے چہروں کو اپنی آشین رحمت سے
صاف کریں گے اور ہمارا انتقام لیں گے پس تو نے اپنا انتصان کیا ہے۔“

وَلَا تَحْسِنَنَ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحَيَاهُمْ عِنْدَ رَبِّيهِمْ يُرْمَهُقُونَ
”ہرگز یہ گمان ہی نہ کرو کہ شہداء مر گئے ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہے اور اپنے رب سے خصوصی رزق کھاتے
ہیں۔“

وَحَسِبُكَ بِاللهِ حَاكِمًا وَبِيُّهُمْ حُكْمٌ حُصِيبًا وَجِيرَانِيلَ ظَهِيرًا وَسَيَعْلَمُ مَنْ سَوَّلَ لَكَ
وَمَكَنَّكَ فِي رِاقَابِ الْمُسْلِمِينَ بِنَسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا وَأَيْكُمْ شَرُّ مَكَانًا وَأَضَعَفُ جُنَاحًا
”تیرے لیے خدا کا حاکم ہوتا ہی کافی ہے اور مجھ مصطفیٰ کی دشمنی تیرے لیے بہت ہو گی اور جراحت
مُحْصَنٰتی کے روز قیامت مردگار ہوں گے اور بہت جلد اس کو بھی سر ام جائے گی جس نے تجھے اس
منڈپ پر بٹھایا ہے اور تجھے مسلمانوں کی گردان پر سوار کیا ہے۔ اس کا مراث کھانا ہو گا۔“

پھر فرمایا:

وَلَئِنْ جَرَتْ عَلَى الدَّوَاهِي مُخَاطِبَتُكَ آنِي لَأَسْتَصْفِرْ قَدَرَكَ وَأَسْتَعْظُمْ ثَقْرِيَعَكَ

وَاسْتَكِثْرُ تَوْبِيَّخَكَ

”اے یزید! اگرچہ زمانے کے حالات نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا کہ میں تجھے جیسے کہ بخس دربار میں کھڑی تجھے سے مخاطب ہوں لیکن میں تجھے کچھ نہیں بھجنی اور تجھے بہت جھوٹا کروں گی اور تیری سرزنش کو نہ آکروں گی، تیرے افعال کی تربیت کروں گی، اگرچہ میں جانتی ہوں کہ میری نصیحت تجھ پر اڑانداز نہیں ہو گی لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ تیرے تجاوزات بہت زیادہ ہیں جن کی وجہ سے آنکھیں آج ہی آنسو بہار ہی ہیں اور سینوں میں ایسا درد ہے جو انسان کو بولنے میں کمزور کر دیتا ہے۔“

**اللَّهُ أَعْجَبُ كُلَّ عَجَبٍ لِّقَتْلِ حِزْبِ اللَّهِ الْأَتْقِيَاءِ الشُّرَفَاءِ النُّجَباءِ بِحِزْبِ الشَّيْطَانِ
الظَّلَّامِ**

عجب بالائے عجب تو یہ ہے کہ حزب اللہ کے افراد جو پاکیزہ، شرفاء اور نجیب تھے، کو حزب شیطان کے ہاتھوں شہید ہو چکے۔

**فَهَذِهِ الْآيَدِيَ تَنْطِفُ مِنْ دَمَانَنَا وَالْأَفْوَاهَ تَتَحَلَّبُ مِنْ لُحُومَنَا وَتِلْكَ الْجِئْثُ الطَّوَاهِرُ
الرَّوَاكِي تَنْتَلِبُهَا الْعَوَاسِلُ وَتَعْفَرُهَا أَمْهَاتُ الْفَوَاعِلِ**
”الہی! تمام ہاتھوں سے ہمارے خون کے قطرے گر رہے ہیں اور آپ کے منہ سے گوشت گر رہا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ہمارے پاک و پاکیزہ جوانوں کی لاشیں صحرائیں بغیر کفن و دفن کے چھوڑ دی گئی ہیں تاکہ درندے ان کی توہین کریں۔

اے یزید! اگر تو بیات رسول اور اولاد فاطمہؑ کو مال غنیمت شمار کرتا جاتا ہے تو جان لے کر بہت جلدی ہم تمہارے لیے گراں ہوں گے۔ جب بروز قیامت تیرے پاس کچھ نہ ہو گا اور خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا، میں اپنی شکایت خدا کے پاس کرتی ہوں اور مجھے اس ذات پر اعتماد ہے۔“

**فِكِيدْ كَيْدَكَ وَاسِعَ سَعِيْكَ وَنَاصِبَ جَهَدَكَ فَوَاللَّهِ لَا تَبْخُوا ذَكْرَنَا وَلَا تُبْيِتْ وَحِينَا
وَلَا تُدْرِكَ أَمْدَنَا وَلَا تَرْخَضَ عَنْكَ حَارَّهَا**

”اے یزید! تو مگر کرنا چاہتا ہے کر لے اور جو ظلم کرنا چاہتا ہے کر لے۔ اپنی پوری کوشش کر جو کر سکتا ہے لیکن خدا کی قسم! تو ہمارا نام صفوہ ہستی سے نہیں مٹا سکتا اور ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا اور ہمارے

زندہ نام کو نہیں مار سکتا اور ہماری فضیلت کو درک بھی نہیں کر سکتا۔ یہ تیرے کردار کا نک اور تیرے اعمال کی ذات کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا۔“

هَلْ رَأَيْتَ إِلَّا فَنَدَ آيَاتِكَ إِلَّا عَدْ وَجَمِعَكَ إِلَّا بَدَرْ يَوْمَ يُنَادِي النَّبَادَ إِلَّا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ

”اے یزیدا تیر انظر یہ بہت کمزور ہے، تیرے ایام بہت تھوڑے ہیں اور تیرے اروگروں کا اجتماع چند دنوں کا ہے۔“

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَتَمَ لَأُولَئِنَا بِالسَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ وَلَا خَرَّا بِالشَّهَادَةِ وَالرَّحْمَةِ وَنَسْلَلَ اللَّهُ أَنْ يُكَوِّلَ لَهُمْ وَالْعَوَابَ وَيُوَجِّبُ لَهُمُ الْمَزِيدَ وَيَعِسُنُ عَلَيْنَا الرِّخْلَافَةَ إِنَّهُ رَحِيمٌ وَّدُودٌ وَّحَسِبْنَا اللَّهَ وَنِعْمَ الْوَكِيلِ

”حمد و شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے سلسلے کو سعادت اور مغفرت سے نوازا اور آخری سلسلے کو شہادت و رحمت حاصل فرمائی۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گذشتہ محرومین کا ثواب کامل کردے اور پسماںدگان کے لیے خلافت نصیب فرمائے اور وہ التدریجم و کریم ہے۔“

جب یہ نقطہ یزید نے سنا تو جراہیہ شعر پڑھا:

يَاصَيْحَةَ تَحْيِدُ مِنْ صَوَالِحِ

مَا أَهُونَ الْمَوْتُ عَلَى الْفَدَاهِ

”یعنی کسی داع غدار اور دکھی کی فریاد بہت اچھی ہوتی ہے اور عزادار کے سامنے موت بڑی آسان چیز ہوتی ہے۔“

پھر یزید نے اہل شام سے مخورہ لیا اور پوچھا کہ دیکھا تم نے اور ساتھ نے کہ اس دکھی اور غم زده عورت نے مجھے کیا کہا اب تم تباہ گے کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ان لئے شامیوں نے صرف یزید کی خاطر کہا کہ ان تمام عورتوں اور بچوں کو قتل کرو۔ تاکہ تجھے آسودگی اور راحت مل جائے لیکن نعمان بن بشیر اپنی کری سے اٹھا اور کہا:

أَتَيْتَهَا الْأَمِيرُ أَنْظَرُ مَا كَانَ الرَّسُولُ يَصْنَعُهُ بِهِمْ فَأَصْنَعَهُ بِهِمْ

”اے امیر! قیدیوں سے جو سلوک رسول پاک کرتے تھے تو بھی ان سے وہی سلوک کر۔“

یزید نے غلبناک ہو کر دختر علی کی طرف دیکھا تو درباریوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ جانب یہ نیب کبھی سلام اللہ علیہا کو

قتل کر دے گا۔ اس وقت عمرو عاص کا بیٹا عبداللہ اپنی کرسی سے اٹھا، وہ جخت یزید کے نزدیک آیا اور جخت یزید پلید کو بوسہ دے کر کہا:

إِنَّ الَّذِي كَلَمْتَ لَيْسَ شَيْءًا تَأْخُذُ بِهِ فَسَكَنَ غَضَبُهُ
”جس بی بی نے تمہیں تمز و تند سنائی ہیں ان سے انتقام لیتا مناسب نہیں کیونکہ وہ داعی دینہ اور ستم
رسیدہ ہے اور اپنے جگر کے دردوں کی وجہ سے اپنے غم کی بھڑاس نکال رہی ہے۔ آخر ان کا اتنا بڑا
نقسان ہوا ہے۔ میں یزید کا غصہ خندا ہو گیا۔“

یزید ملعون سے امام سجادؑ کی گفتگو

مرحوم ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ جب اسراءؑ کو دربار یزید میں لا یا گیا تو یزید نے جناب زینؑ سے کہا:
جو کہنا چاہیے ہو، کہو۔

بی بی نے فرمایا: تمیرے ساتھ امام زین العابدینؑ کلام کریں گے، پھر امامؑ نے فرمایا: تو ہم سے یہ امید نہ رکھ کر تو نے
ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے اور ہم تجھے عزت و اکرام دیں گے۔ اگر ہم تمیری مذمت نہ کریں تو ہمیں زیادہ ذلیل و خوار کرے
گا۔ خدا کی قسم! ہمارے دل کے اندر تمہاری کوئی حیثیت نہیں اور تمہاری طاقت اس لیے نہیں کرتے کہ تم ہمیں دوست نہیں
رکھتے۔

یزید نے کہا: اے جوان! تم نے تھیک کہا ہے کیونکہ تمہارا دادا اور باپ حکومت لینے کی آرزو رکھتے تھے لیکن خدا نے ان
کو قتل کر دیا اور ان کے خون بہادیے اور ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان دونوں کو قتل کر دیا۔

امامؑ نے فرمایا: لَمْ يَرَلِ النَّبُوَةَ وَالْأُمْرَةَ لَا يَأْتِي وَاجْدَادِي مِنْ قَبْلَ أَنْ تَوَلََّ دُّبُوتُ وَامَارَتُ هَبِيشُ ہمارے
خاندان میں تھی اور اس وقت سے ہے کہ جب تو یزید ابھی نہ ہوا تھا۔

میرے والد خلافت کے ال تھے یا تو؟! حالانکہ میرے باپ تمہارے پیغمبرؐ کے بیٹے تھے۔ تو اپنی حکومت پر تکلیف نہ کر
کیونکہ خدا مسکنگرین کو پسند نہیں کرتا۔

یزید غلبناک ہوا اور جلاド کو حکم دیا کہ اس جوان کو قتل کر۔ جلااد آیا اور امامؑ کو ہاتھ سے پکڑا تو اہل بیتؑ کی فربادیں بلند
ہو گئیں۔ امام سجادؑ نے گریہ کیا اور رسول پاکؐ سے لکھوہ کیا کہ اے جنہیں بزرگوار اور اے رسول تا جدار امیری مدد کریں، آپؐ کے
حسینؑ کو انہوں نے قتل کر دیا، آپؐ کی نسل کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور آپؐ کی بیٹیوں کو کنیزوں کی طرح ذلت و خواری سے قیدی

کر کے ناحرم لوگوں کے بیوم میں پھرتے رہے۔

اے جہاں بزرگوار ایہ مجھ بیمار، ناقوال اور کمزور کو ذلت سے قیدی بنا کر اور زنجیر پہننا کر شام لائے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اور کوئی میری سفارش کرنے والا نہیں ہے۔ تمام مستورات نے امام کے ارادگرد حلقہ بنا کر ماتم کیا۔

جناب اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا: يَا يَزِيدَ الْمَلَعُونَ لَقَدْ أَرَوَيْتَ الْأَرْضَ مِنْ دَمَاءِ أَهْلِ التَّبَيْتِ وَلَمْ يَبْقِ غَيْرَ هَذَا الصَّبِيِّ الصَّفِيرِ "اے یزید! تو نے اہل بیت کے خون سے زمین کو نگین کیا ہے اور اس جوان کے علاوہ ہمارا کوئی مر نگین بیجا۔" ثُمَّ تَحَلَّقَتِ النِّسَاءُ جَمِيعًا تَعَلَّقَ الشَّفَقَى پھر چونٹھے مستورات اور بچے بیمار سجادہ کے دامن سے پڑ گئے اور سب فریاد کر رہے تھے کہ ہائے افسوس! ہمارے مرد، جوان، سب قتل کرو یے گئے، عورتوں کو قید کر لیا گیا اور اب ایک جوابی بچہ ہے اس پر بھی تکوارتان دی گئی ہے۔

قیدیوں کی آہہ وزاری اور وکیلی بیٹوں نے یزید کے جسم میں لرزہ پیدا کر دیا اور دوبار میں بیٹھے لوگوں کی حالت غمگین ہو گئی۔ یزید کو خوف لاقن ہوا کہ کہیں بقاوت نہ ہو جائے چنانچہ وہ کل امام سجادہ سے منصرف ہو گیا۔

اہل بیت کا دربار خربہ زندان میں قید ہونا

یزید نے امام سجاد علیہ السلام کے قتل سے منصرف ہونے کے بعد حکم دیا کہ ان کے گلے سے زنجیر کھول دی جائے اور عورتوں کے بازوؤں سے رسیوں کو کھول دیا جائے اور ان کو دوبارہ زندان بھیج دیا جائے تاکہ میں بعد میں سوچ کر ان کے متعلق کوئی فیصلہ کر سکوں۔

علامہ مجلسی ہمار میں فرماتے ہیں کہ اہل بیت کے مردوں سے بارہ افراد تھے، دربار یزید میں ان تمام کے گلے میں طوق اور زنجیر ڈالے گئے تھے۔ دربار سے واپسی پر زنجیر اتارنے کا حکم دیا گیا۔ صاحبو کتاب ہذا کا بیان ہے کہ اہل بیت کے ان بارہ قیدیوں کے نام کتب میں مذکور نہیں صرف امام سجاد اور امام باقر علیہ السلام جو چار سال کے تھے۔ عمر بن الحسین، حسن بن حسن اور عمر بن حسن کا تذکرہ ہے۔

بہر صورت مرحوم قزوینی نے ریاض الاحزان میں لکھا ہے کہ جب آل بیت کو قتل ہونے سے مجات ملی تو دوبارہ اس خربہ زندان میں جس کی چھت نہ تھی لایا گیا۔ تمام مستورات اپنے جوانوں اور شہیدوں کی یاد میں ترپ ترپ کر رورہی تھیں۔ ہر گوشہ میں تین چار عورتیں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنے شہیدوں پر آنسو بھاتی رہیں اور یہم بچے اپنے زادوؤں پر ماتم کرتے رہے اور دل سے دکھی آہیں بھرتے رہے۔

مستورات اپنے جوانوں کے فراغ میں آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو بہاری تھیں اور حالت یہ تھی کہ تمام بیان سفر کی تھی مانند تھیں، ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے، چہرے زرد تھے، بدن کمزور تھے، تازیا نوں سے جسم پر نیلے داغ تھے، بے خوابی اور گرگٹی کی وجہ سے انتہائی کمزوری ہو گئی، دلوں میں موت کی تمنا تھی، دنیا سے سیر ہو چکی تھیں اور خدا سے مناجات کرتی تھیں۔

خرابہ شام کے زندان میں پریشانی

جب رات ہوئی اور تاریکی چھا گئی تو تمام غم اہل بیت کے دلوں میں تازہ ہو گئے کیونکہ ایک طرف خرابہ کی دیواروں کے بھاگوں اور دوسری طرف رات کی تاریکی کی وحشت سے بچے اور بچیاں خوف سے لرز رہے تھے۔ نہ بچانے کے لیے فرش تھا کہ اس پر بیٹھ سکیں۔ نہ چایغ تھا کہ روشنی کر لیں، نہ پانی تھا کہ تھنگی ڈور کر لیں۔ نہ کھانے کے لیے کوئی چیز موجود تھی۔

لَا طَعَامَ لَهُمْ وَلَا شَرَابَ لَهُمْ كَافِ لَا فِرَاشَ لَا سِرَاجٌ يَسْتَضِيئُونَ بِهِ وَلَا انسِ
يَسْتَأْسِونَ... الخ

”غربت کی حالت میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو کر بیٹھتے تھے۔ اطاعت، عبادت اور نماز کے بعد مستورات نے بچے گود میں لیے اور سوز و گداز میں نوحہ پڑھنے لگیں۔ سب قیدی وحشت و اضطراب میں تھے کہ شاید خرابہ کی دیواریں اور پچوں کا درد جنمیں نہیں گئیں۔“

پس خدا چانتا ہے کہ کس مشکل سے اہل بیت نے رات گزاری اور تمام مستورات اور پچوں کا درد جنمیں نہیں کبریٰ کو تھا۔ آپ پوری رات جا گئی رہیں اور پچوں اور مستورات کو تسلیاں دیتی رہیں۔

خلاصہ یہ کہ مخدرات عصمت نے یہ رات نوحہ و زاری میں گزار دی اور جی بھر کر اپنے شہیدوں پر روتی رہی کیونکہ اس سے پہلے سپاہی رونے بھی نہ دیتے تھے۔ اس زندان میں عکھبیان نہ تھے البتا تمام ماوں اور بہنوں نے کھل کر عزماً داری کی اور اپنے دل کے غم کو زراہ کا کیا۔ جتابیں نہیں مریشہ پڑھتی تھیں اور باقی سب روتے تھے۔

علامہ محلیؒ نے بخار میں بابی پاک کا یہ مرثیہ نقل کیا ہے۔

أَمَّا شَجَاكَ يَاسَكَنُ
قُتِيلَ الْخَسِينِ وَالْخَسَنِ
ظَمَانٌ مِنْ طُولِ الْحُزُنِ
وَكُلٌّ وَغَدَانًا هَلْ
يَقُولُ يَا قُومَ أَبِي
عَلَى التَّبْرِ الْوَصِيِّ

”یعنی اے مستورات! میرے بھائی روز عاشور غریب و تہا نشانہ ہوں سے میدان میں کھڑے تھے اور فرماتے تھے: اے قوم! میرا باپ حیدر و می خیبر ہے اور میری ماں فاطمہ شفیعہ یوم محشر ہے اور میں حسین رسول خدا کے دل کا جہنیں ہوں، میری صرف ایک بات مان لو۔“

مَنْوَا عَلَى إِبْنِ مُصْطَفَى بِشَرْبَةٍ تُحْيِي بِهَا
أَطْفَالَنَا مِنَ الظَّبَاءِ حَيْثُ الْفَرَاتُ سَاقِلُ
”یعنی فرزند رسول کی مت ماں اور میرے بچوں کو ایک گھونٹ پانی دے دو کہ ان کے جگر (پیاس سے) کباب ہو گئے ہیں، ان پیاس سے مرنے والوں کو پانی دوتا کروہ زندہ ہو جائیں۔“
قَالُوا لَهُ لَامَاءَ لَنَا إِلَّا الشَّيْفُ وَالْقَنَاءُ
فَانْزَلِ بِحُكْمِ الْإِذْعَيَاءِ فَقَالَ بَلْ أَقَاتِلُ
”ان ملعونوں نے میرے بھائی کے جواب میں کہا: اے حسین! تیرے لیے ہمارے پاس پانی نہیں بلکہ نیزے اور تواریں ہیں۔ لیکن اگر تو امن زیاد (حرام زادے) کی بیعت کرے تو پھر (پانی دیں گے) ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

میرے بھائی نے فرمایا کہ میں جنگ کے لیے حاضر ہوں اور پھر میرے بھائی نے اس قدر جنگ کی کہ میدان خالی ہو گیا لیکن ہاتھِ شیخی نے انہیں پھر روک دیا:

جَنَّتُ الْآَنَاءِ مُشْقَصٌ بِرِمَاهٍ وَعَدَ أَبْرَصَ
مَنْ سَقَرَ لَا يُخَلِّصُ بِرِجَسٍ ذُعْنَى وَاغْلَى
”پھر سہ شعبہ تیر ایک مبروس ملعون نے ایسا مارا کہ اسی تیر سے میرے بھائی زمین پر آگرے اور دشمنوں نے خوشی کا اظہار کیا۔“

خرباب شام میں وختِ امام حسینؑ کی شہادت

زندان میں قسم رسیدہ اور داعیہ الہی بیتِ صبح و شام اپنے جوانوں پر گریہ و زاری کرتے تھے اور پہیاں نوحہ کرتی تھیں اور کسی وقت بھی خاموش نہ ہوتی تھیں۔ جب صحر کا وقت ہوتا تو یہ تم بچے زندان کے دروازے پر جا بیٹھتے اور شامیوں کو دیکھتے کہ شامی خوش و خرم اپنے بچوں کی الگیاں پکڑے گذا اور پانی لیے اپنے گمراوں کو جا رہے ہوتے اور پھر یہ بچے پر ٹکڑتے

پرندوں کی طرح اپنی پھوپھی کا دامن پکڑتے اور کہتے کہ پھوپھی اماں کیا ہمارا کوئی گھر نہیں، ہمارے باپ کہاں ہیں؟ ہم کب گھر جائیں گے؟

جَنَابُ رَبِّكَ بَرْبَرِ فَرْمَاتِكَ كَيْوُنْ نَيْنِ بَيْيَهِ إِهْمَارَهُ گَهْرَ مدِينَهِ مِيلِهِ ہِيَنْ، تَهَارَهُ بَابَا سَفَرَ پَرْ گَنْهَهُ ہِيَنْ تو وَهُ بَيْجَهُ كَهْتَهُ:
پھوپھی جان اجو سفر پر جاتا ہے آخروہ واپس تو آ جاتا ہے ہمارے بابا تو ابھی تک نہیں آئے۔ ان پھوں میں ایک پنجی امام حسین کی بیٹی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا۔ بھر و فراق کا درد لیے ہوئے، بابا کے سینے پر سونے کی عادی یہ پنجی، تلخی اور جوک سے پریشان، سفر کی تکلیفیں اور ظالموں کے طلاقچے اور تازیانے، بابا اور بھائی کے داش مفارقت، اونٹوں پر نیزے لکھنے سے جسم زخمی، کانوں کے زیور اترنے سے کان زخمی، اپنی زندگی سے زیادہ غمتوں اور تھیں نے اس پنجی کو بہت حسناً کیا تھا۔ تھیں اس کے سروچہرہ سے ظاہر تھیں۔

ایک رات پنجی کے غم زیادہ ہو گئے اور وہ شدت سے مضطرب تھیں اور بار بار بابا کو یاد کرتی تھیں اور بابا کے جمال کی نیارت کی اور آرزو کرتی تھیں۔ یہ پچھا اگرچہ سن میں چھوٹی تھی لیکن ان کی عصی کامل تھی اس لیے امام کو بہت پیاری تھیں۔
فَالْتَسْبِطُ بِهَا حَبَّاً فَمَا تَرَأَتْ لَكَ دِيْهَ يَشْهَدُهَا كَالَّذِي لَيْتَ إِنْ أَسْبَحَ بَعْدَ كَاهْجَهْ بَابَا
کے پاس پیٹھی اور امام اپنی شیریں زبان بیٹھی گو پھول کی ماندا بھی بغل میں لے لیتے اور چوتھے بھی تھے اور خوبی بھی لیتے تھے۔
وہ رات کو امام کے پاس سوتی تھیں۔ جب وہ اپنے بابا کی بے سر لاش پر آئیں تو اپنی پیشانی کو بابا کے گلے سے نکلنے والے خون سے رکھنی کر لیا اور عرض کیا: یاً آبَةَ إِذَا أَظْلَمَ اللَّيْلُ فَمَنْ يَحْمِي حَمَاءَ "بابا! اب جب رات ہو رہی ہے میں کہاں اور کس کے پاس سوؤں؟؟؟"

روز عاشورہ اس پنجی کی حالت

تمام اصحاب اور احباب کی شہادت کے بعد جب امام علیہ السلام خیام میں آئے تاکہ سب سے وداع کریں تو کان للحسین علیہ السلام بنت عمرہا ثلث سنوات فَجَعَلَ يُقْتَلَهَا وَقَدْ نَشَفَتْ شَفَّاتُهَا مِنَ الْعَطَشِ
حضرت امام کی ایک بیٹی جو تین سالہ تھی، آئی اور دیکھا کہ بابا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو بابا کے دامن سے پکڑا اور امام نے پنجی کو سینے سے لگایا اور پھول سے نازک چھرے کے بو سے لیتے اور کبھی بے آب غنچہ کی طرح مر جائے ہوئے لیوں کو چھستے تھے اور جھوپی میں بٹھا کر تسلیاں دیتے تھے۔

اس مظلومہ نے باپ سے کہا: یاً آبَةَ الْعَطَشَ الْعَطَشَ فَلَنِ الْفَلَمَاءَ قَدْ أَحْرَقَ "بابا! میں بہت پیاسی ہوں، پیاس

نے میرے جگر کو کتاب کر دیا ہے۔“

حضرت نے بیٹی کو تعلیٰ دی پھر بسِ جہاد پہنا، اسلک جنگ لگایا، مستورات کو وصیتیں اور امام سجاد علیہ السلام کو سفارشات کرنے کے بعد خیمد سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو بھی نے بھر بابا کا دامن پکڑا اور روکر کہا: یا آبہ! این تمضی عننا بابا! ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ امام نے فرمایا: بیٹی! الجلوسی عنده الخیمة لعلیٰ آتیک بالماء“ میری آنکھوں کی مختدک، یہاں خیمد میں پیشی رہو، میں جاتا ہوں اور پانی کا سوال کرتا ہوں شاید تمہارے لیے پانی لاسکون۔“ یہ فرمایا اور میدان کی طرف پڑے گئے۔

حتّیٰ ذَنَى نَحْوَ الْقَوْمَ وَكَشَفُهُمْ عَنِ الْمَشْرِعَةِ ”لشکر پر حملہ کیا اور لشکر کوڑی کے غولوں کی طرح بکھر گیا اور فرات کا کنارہ خالی ہو گیا۔“ اور پانی کے پاس پہنچ ہی تھے کہ لشکر والوں نے فریاد کی: اے حسین! تم پانی چننا چاہئے ہو جب کہ عرب تمہارے خیام کو لوٹنے لگے ہیں، یہ سنتے ہی یہ جانے کے باوجود کہ یہ جھوٹی خبر ہے، امام نے پانی نہ پیا بلکہ مجاتے پانی کے ایک تیر مگلے پر لیا اور خیام کی طرف گھوڑا دوڑا کر آئے۔ بھی نے دیکھا کہ بابا کا گھوڑا آرہا ہے، تو خیمد سے نکل کر آگے دوڑی، دونوں ہاتھ بغل میں کیے اور عرض کیا: یا آبہ! هل آتیتی نی بالماء“ بابا! میرے لیے پانی لائے ہو؟“

امام نے فرمایا: میری لخت جگر، نہیں لاسکا صبر کرو، پھر جاتا ہوں شاید اب پانی لاوں گا۔ دوبارہ میدان میں گئے اور بھر بھی پانی کا انتشار کرتی رہی لیکن نہ پانی آیا اور نہ بابا کی زیارت کر سکی۔ لیکن جب قیدیوں کو مقتل سے گزار جا رہا تھا اور امام حسین کو اپنی مقتل میں حاک و خون میں غلطان دیکھا۔ فرمائیں مجتہد بلا رأس فسقُطْ عَلَيْهِ وَيَكْفُرُنَ بِالْبَكَاء وَالْعَوْيل“ کہ بدین بغیر سر کے پڑا ہے تو تمام یہاں لاش پر گر پڑیں۔ جناب فاطمہ نے بابا کے گلے کا خون ہاتھوں پر لے کر اپنے پریشان بالوں کو خساب کر لیا۔ جب جناب نبیت نے بھی کی یہ حالت دیکھی تو جعلت تغطی و مجھہا لئلا تری ابھا مُخَضِّبًا بِاللِّيَمَاء اُس کے دامن کو پکڑا اور اس کے چہرے پر آستین کا پردہ بنایا تاکہ اپنے بابا کی یہ حالت نہ دیکھے لیکن یہ بھی عقل کامل تھی، جانتی تھی کہ کیا ہو گیا ہے اور بھوپھی اماں مجھ سے کیوں چھپانا چاہتی ہیں، اس لیے عرض کیا:

دَعَوْنَى أَقْبِلُهُ وَأَطْلُبُ مِنْهُ مَا وَعْدَنَى بِهِ ”پھر پھی! اس! مجھے چھوڑ دیں، میں بابا کو بو سے دے لوں اور جو وہ کر کے گئے تھے اس کا پوچھ لوں۔“

سب پر وہ داروں نے کہا: اے آنکھوں سٹاک بیٹی! الاترۃ الان وَغَدَا یاتی وَمَعَهُ مَا تَطَلَّبِین“ ابھی بابا کو شد کھبوکل آ جائیں گے اور تمہارے لیے پانی لائیں گے۔“

خلاصہ یہ کہ وہ دن گزر لیکن بچی ہمیشہ بابا کا حال پوچھتی رہتی تھی اور زار و قطار روئی تھیں، وہ کہتی تھی: ابین آبی!

وَالْإِلَيْهِ وَالْمُحَايِّي عَنْيٰ ”میرے بابا کہاں ہیں؟ تمام مستورات تسلیاں دے کر ان کو خاموش کرتی تھیں حتیٰ کہ یہ قیدی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام آگئے۔“

شام کے راستے میں اس پچی نے شترسواری سے بہت تکلیف کا اظہار کیا اور اپنی بہن سے کہا: یا اُختی قَدْ ذَاتِ مِنَ السَّيِّرِ مُهَبَّتِی ”اے بہن! اونٹ اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ مجھے خت تکلیف ہوتی ہے اور میرا دل و جگر پانی پانی ہو گیا ہے۔“

اس پر چم بردار ساربان سے کہو کہ ایک لختہ اُنہوں کو روک دے تاکہ میں سانس لے لوں یا انھیں آہستہ چلانے درجہ میں مر جاؤں گی۔ ساربان سے پوچھو کر، ہم کب منزل تک پہنچیں گے؟

جب شام آئی تو دربار یزید کی حالت دیکھی، منزل خربہ زندان دیکھا تو اس بی بی کا دل بہت آزردہ ہوا۔ نہ فرش، نہ چائے، نہ پانی، نہ کھانا، دن کو سورج کی دعویٰ اور رات کو گریہ زاری کہیں سے سکون نہ تھا۔ دُکھ ہی دُکھ تھا۔ ایک رات بابا کی زیارت کو دل اس قدر بجور ہوا کہ زانوؤں کو بغل میں لے کر سر کوز اون پر رکھا اور بابا کے فراق میں رونا شروع کر دیا اور یہ فرمایا: بابا! اس خربہ شام میں آپ کا انتفار کر رہی ہوں کہ شاید آپ آ جائیں۔ اب تو میری ہڈیاں بھی آپ کے فراق میں تھیلیں ہو گئی ہیں۔ اب تو میری جان نکلنے کو ہے اب ہی آ جاؤ۔

بازارِ شام دیدم دُشناحا شنیدم
دشوار تندیدم اذ این خرابہ جائی
این دخترانِ شای سرگزارند بالین من شده خشت غافل چرا زیانی
بیوی ہمیشہ جایم در روی دامن تو
از تو ندیده بودم ایگو نہ بے وقاری

”بابا شام کے بازار دیکھیے، ہمیں گالیاں دی گئیں وہ سنیں۔ اس زندان سے پڑیاں گئیں اور کوئی مقام تھا؟ شایی لڑکیوں کے سروں کے نیچے تھے ہیں اور میں سر کے نیچے ایک رکھتی ہوں۔ اس قدر زمانہ غافل ہے۔ ہمیشہ میری جگہ آپ کے دامن میں ہوتی تھی۔ اب سے پہلے اس قدر بے وقاری نہ دیکھی تھی۔“

پچی اس طریقے سے اپنے بابا سے راز و نیاز کرنی رہی اور اس قدر گریہ کیا کہ زمین ان کے آنسوؤں سے گلی ہو گئی۔ روتے روتے نیندا آگئی تو عالمِ خواب میں دیکھا کہ بابا کا سر طلائی طشت میں یزید کے سامنے پڑا ہے اور وہ چھڑی سے لبوں اور دانتوں پر مار رہا ہے اور بابا چھڑیوں کی ضربوں کے نیچے بار بار استغاثہ کرتے ہیں اور رب کو شکوہ کرتے ہیں۔ پچی نے باب

کے بیدارہ سر کو دیکھنے اور ان کو چھڑیاں لٹکنے کی وجہ سے گریہ وزاری اور آدوفخان کی اور خوف سے نیند سے بیدار ہو گئی۔

تَبَكَّرِي وَتَقُولُ وَآبَتَاهُ وَاقْرَأَهُ عَيْنَاهُ وَالْحَسِينَاهُ

ایسی دھاڑیں مار مار کر روئیں کہ تمام قیدی پریشان ہو گئے اور فریاد کر رہے تھے: وَامْحَمَدَا وَاعْلَيَا وَاحْسِنَا وَ

تمام مستورات نے حلقہ بیایا اور ان سے کثرت اور شدت گریہ کی وجہ پر جھی توپی لی پاک نے فرمایا: ایتوی بِوَاللَّدِی وَقُرَّةُ عَيْنَی "میرے بابا کو لاو، تو جنم کو لاو تاکہ ان کے جمال کی زیارت کروں"۔

لَأَنَّى رَأَيْتُ رَأْسَهُ بَيْنَ يَدَيْنِ يَزِيدَ وَهُوَ يَنْكُثُهُ "پھر بھی جان میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ بیدارہ سر زیند کے سامنے پڑا ہے اور وہ ظالم چھڑی سے ان کے لبوں اور منہ پر مار رہا ہے"۔

اور میرے بابا کا سر خدا کے سامنے استنشا کرتا ہے۔ مجھے ابھی بابا کے سر سے ملا۔ قیدی پیسوں نے جس قدر بھی چاہا کہ اسے خاموش کرائیں، نہ کرائیں بلکہ بی بی کے گریہ وزاری میں اضافہ ہوتا گیا، جب حورتیں خاموش نہ کرائیں تو امام زین العابدین آگے بڑھے اور بہن کو بغل میں لیا اور سینے سے لگایا اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: بہن! اصبر کرو، روکر ہمارے دلوں کو زیادہ دھکی نہ کرو لیکن پھر بھی بچی کا گریہ وزاری جاری رہا اور وہ یہ کہہ کر ماتم کرتی رہیں: کہاں گئے میرے بابا! میرے تاجدار بابا! میرے بزرگوار بابا! آپ بہیش مجھے اپنی آغوش میں لیتے اور یو سے دیتے تھے۔ پھر امام زین العابدین کے دامن کو پکڑ کر اس قدر گریہ زاری کی کہ ختنی عَشَى عَلَيْهَا وَانْقَطَعَ نَقْسَهَا "خش آ گیا اور سانس رُک گئے"۔

امام بچی کی غربت پر روپڑے۔ امام کو دیکھ کر تمام مستورات کے گریہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ فَضَّلُوا بِالْبَكَاءِ وَجَلَّدُوا الْأَحْرَانَ وَحَشُوا عَلَى رَأْوِسِهِمُ التَّرَابَ وَلَطَمُوا الْخَدْوَدَ وَشَقُوا الْجَيْوَبَ وَقَامَ الصَّيَاحُ "یہ ویرانہ خراب قیدیوں کے دھکی میں کر کے رونے سے بچھ نالہ دیکا بن گیا۔ بچی بے ہوش ہو گئی، خدرات صست دکھ اور غم سے سر اور منہ پر ماتم کرتی تھیں۔ سروں میں خاک ملائی تھیں، گریان چاک کرتی تھیں۔ رونے کا شور اس تدریخا کہ زیند کے محل میں رونے کی آوازیں ملکپیں"۔

ظاہر بن عبد اللہ دمشقی کہتا ہے کہ اس وقت زیند کا سر میر۔ رذاں پر تھا اور فرزندہ زہراء کا سر ایک طشت میں پڑا تھا۔ جوں عی قیدیوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو میں نے دیکھا کہ سر کے اوپر سے رومال ایک طرف ہو گیا اور سرنے بلند ہوتا شروع کیا اور جھٹ کے قریب بلندی پر جا کر بلند آواز سے فرمایا: اُخْتِي سَكِّيْتِي ایتنتی "اے میری بہن! نسب امیری بیٹی کو خاموش کراؤ"۔

پھر میں نے دیکھا کہ سر نیچے طشت میں آیا اور زیند کو مخاطب کر کے بولا: اے زیند! میں نے تیرا کیا قصور کیا تھا کہ مجھے

قتل کیا ہے اور میرے الہ و عیال کو اسیر کیا ہے۔ پس اس خوفناک آواز اور گریہ زاری کی صداوں سے یزید کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے سراخا کر پوچھا: طاہر کیا بات ہے؟

میں نے کہا: اے یزید! میں اور تو کچھ نہیں جانتا صرف خرابہ شام سے قیدیوں کے زار و قطار رونے کی آواز آ رہی ہے اور یہ دیکھا کہ گریہ کی آواز میں شدت آئی تو سر مبارک حسینؑ طشت سے اٹھ کر چھٹ کے قریب جا کر مہی فرمایا کہ: مہن میری بیٹی کو خاموش کرو۔ مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔ یزید نے غلام بھیجا کہ جاؤ خرابہ زمان سے خرلاو کہ کیوں رونے کا شور غل ہے۔ غلام آیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کی ایک چھوٹی بیگنی نے اپنے بیبا کو خواب میں دیکھا ہے، اب وہ آرام نہیں کر سکی اور کہتی ہیں کہ میرے بابا کو لاو۔ غلام آیا اور یزید کو یہ واقعہ بتایا تو اُس پلیدنے کہا کہ: امر فَعُوا رَأْسَ أَبِيهَا إِلَيْهَا ”کہا: جاؤ اس کے بیبا کا سر اس کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے آرام آجائے۔“

پس سرِ مطہر کو طشت میں رکھا اور اپر روال دے کر خرابہ زمان میں لا لایا گیا اور کہا گیا: اے قیدی! ایسا یہ امام حسینؑ کا سر آیا ہے۔

فَاتَوَا بِهَا الطَّشَّتَ يَلْمِعُ نُورِهِ كَالشَّمِسِ بَلْ هُوَ فَوْهَاهَا فِي الْبِهْجَةِ فَجَاؤَ بِالرَّأْسِ
الشَّرِيفِ وَهُوَ مَغْطَى بِمَنْدِيلٍ ذِيْقَنِي فَكَشَّفَ الْغَطَاءَ عَنْهُ

سر کو جب بی بی کے آگے رکھا گیا تو بی بی نے رومال ہٹایا تو دیکھ کر پوچھا: ما ہذا الرأس ”یہ سر کا ہے؟“ دیگر بیویوں نے کہا یہ آپؐ کے بابا حسینؑ کا سر ہے۔ فانکَبَتْ عَلَيْهِ تَقْبِلَهُ وَتَبَكَّرَ وَتَضَرَّبُ عَلَى رَأْسِهَا وَوَجَهَهَا حَتَّى إِمْتَلَأَهَا بِاللَّذَمِ ”تو وہ اپنے بابا کے سر پر گر پڑیں اور سر و صورت پر ماتم بھی کرتی تھیں اور بیبا کے کئے گلے پر بوسے بھی دیتی تھیں۔ بی بی نے اس قدر بوسے دیے کہ اپنے بابا کے رخاروں اور ڈاٹھی کو پوچھتے ہوئے بی بی کا سرخون سے بھر گیا۔ پھر ایسے ڈکھی میں کیے کہ ہیر شام کی دیواریں بھی لرز گئیں۔

● پہلا میں: یا اَبْتَاهُ مَنْ ذَا الَّذِي خَضَبَكَ بِذَمَائِكَ یا اَبْتَاهُ مَنْ ذَا الَّذِي قَطَعَ وَرِيدَكَ ”بابا! آپ کو اپنے اس خون کا واسطہ مجھے بول کر بتاؤ کہ کس حرام زادے نے آپ کو آپ کے خون سے خشاب کیا ہے؟ اور کس لمحوں نے آپ کی رگوں کو کاتا ہے؟“

● دوسرا میں: یا اَبْتَاهُ مَنْ ذَا الَّذِي اُتَمَّنِي عَلَى صَفَرِ سَنَنِي یا اَبْتَاهُ مَنْ لِلْكِتَمِ حَتَّى تَكَبَّرَ ”کس غلام نے مجھے بچپن میں یتیم کر دیا۔ بابا آپؐ کے بعد تیوں کی سر پستی کون کرے گا تاکہ وہ بڑے ہوں۔“

● تیسرا میں: یا اَبْتَاهُ مَنْ لِلْنَسَاءِ الْخَاسِرَاتِ یا اَبْتَاهُ مَنْ لِلْآرَاهِلِ النُّسْبَيَاتِ ”بابا! یہ سر برہنہ مستورات

کہاں جائیں اور زنان یہوہ اپنی پناہ گاہ کو کہاں ٹلاش کریں؟“

● چوتھا میں: یا آبَتَاهُ مَن لِلْعَيْنِ الْبَاكِيَاتِ یا آبَتَاهُ مَن لِلشَّعُورِ المَنْشُورَاتِ یا آبَتَاهُ مَن بَعْدَكَ وَأَخِيَّتَاهُ ”بابا جان! یہ روتی آنکھیں اور بے منش و چار جسم اور یہ پر دلی قیدی اپنے پریشان بالوں سے کیا کریں اور لکھر جائیں، بابا آپ کے بعد ہماری دنیا تاریک ہو گئی ہے۔“

● پانچواں میں: یا آبَتَاهُ لَيَتَنِي وَكُنْتَ لَكَ الْفَدَاءَ لَيَتَنِي كُنْتُ قَبْلَ هَذَا الْيَوْمِ عَيْيَا یا آبَتَاهُ لَيَتَنِي وَسَدَاتُ الشَّرِي وَلَا أَرَى شَيْبَكَ مُخْضَبًا بِالْيَمَامَاءِ ”اے بابا! کاش میں آپ پر قربان ہوجاتی اور کاش میں آپ کی یہ حالت نہ دیکھتی، کاش میں دفن ہو گئی ہوتی اور آپ کی ریش مبارک کو خون سے آلو دندہ دیکھتی۔“

پس بی بی پاک مسلسل یہ راز و نیاز کرتی رہیں اور روتی رہیں اور اس قدر دلکھی میں کیے کہ گلے کی آواز آہستہ آہستہ بند ہوتی گئی۔ سانسوں کی رفتارست ہو گئی۔ کبھی وہ سر کو اپنے دائیں طرف رکھتیں اور یہ سے دیتی تھیں اور یا تم کرتی تھیں اور کبھی سر مقدس کو باکیں طرف رکھتیں اور یہ سے دیتی تھیں۔ وہ بار بار بابا کی خون آلو دڑاٹھی سے خون ہاتھوں پر لگاتی اور سر پر ملتیں اور سر ایسا ٹھوس ہوتا تھا کہ تازہ تازہ تن سے جدا ہوا ہے۔

كُلُّيَا مَسَحَّتِ الدَّمَرَ مِنْ شَيْبَيْهِ احْمَرَ الشَّيْبِ كَمَا كَانَ أَوْلًا ”اور جس قدر بابا کے گلے سے خون صاف کرتی دوبارہ اسی قدر خون آ جاتا اور گلا خون سے رنگیں ہوجاتا۔“

● چھٹا میں: یا آبَتَاهُ مَن جَرَّ رَأْسُكَ یا آبَيِ مَن ارْتَقَى مَنْ فَوقِ صَدِيرَكَ قَابِضًا لِحَيْتَكَ ”باقی مستورات پنجی کے ارد گرد کھڑی تھیں چونکہ تمام امام حسین پر رونے کے لیے بہانے کی ٹلاش میں ہوتی تھیں اور آج وہ بہانہ بیٹی کے دلکھی ہنوں سے زیادہ کون سا ہو سکتا تھا۔ جب مخصوصہ میں کرتی تو تمام یہ بیان ہائے ہائے کر کے روتی تھیں۔

● ساتواں میں: یا آبَتَاهُ مَن لِلنَّسَاءِ الْغَاكِلاتِ ”بابا یہ شوہر مردہ (بیوہ) عورتیں کیا کریں۔“ قُمْ وَضَعَتْ فَمَهَا عَلَى فُؤِيِّ الشَّرِيفِ وَبَكَتْ طَوِيلًا ”پھر پنجی نے اپنا منہ بابا کے لیوں پر رکھا اور کافی دریک میں نہ کیا لیکن زار و قطار روتی رہی۔“

فَنَادَاهَا الرَّأْسِ بِنِتَتَهُ إِلَيَّ إِلَيَّ هَلْتُي فَإِنَّا لَكَ بِالْإِنتِظَارِ ”تب سر مقدس سے آواز آئی: بیٹی آدمیری طرف جلدی آؤ میں تمہارے انتظار میں ہوں۔“

جب پنجی نے یہ آوازی تو فَغَشَيَ عَلَيْهَا غَشَّةً لَمْ تَفْقَ بَعْدَهَا ”اس پر غشی اور بے ہوشی طاری ہو گئی اور سانس کی

رفارڈ گئی اور پھر ہوش میں نہ آ سکیں۔

فَحَرَّكُوهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ فَارَقَتْ رُوْحَهَا الدُّنْيَا ”جَبْ لِي لِي کی نیپل پر ہاتھ رکھا گیا اور بلا یا گیا تو سب نے کہا:
اَنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

پس الہی بیت کے غم میں شدت آگئی اور اس قدر غم و اندوه و گریہ وزاری ہوئی کہ تمام ہمارائیوں کو پہنچل گیا کہ کوئی بڑی مصیبت آئی ہے۔ سب ہمارے دوڑ کر دروازہ خرابہ پر آئے تاکہ معلوم کریں کہ کیوں یہ سب رورہے ہیں اور مثلی روز عاشور عزاداری کیوں ہو رہی ہے؟

ہمسایہ کی عورت میں غسلہ عورت کو لا سکیں، کافروں کو فن لا سکیں، چڑاغ لا سکیں، خصل کے لیے تختہ لا سکیں۔

غسالہ عورت سے جناب نبیت کا زبان حال میں خطاب

جب معصومہؓ کو تخت پر لایا گیا کہ خسل دیا جائے تو بی بی نینبؓ نے زبانِ حال سے فرمایا ہوا: اے غسالہ! اس تینمچھی کو خدا کی خوشنودی کے لیے خسل دے دے اور یہ خیال نہ کرنا کہ یہاں روم سے ہے کہ جن کو خسل دینا تمہرے لیے بعید ہے۔ یہ عالمین کے سرور امام حسینؑ کے سینے کا تعویذ ہے اور اس کا نام فاطمہؓ ہے۔ اس کے پاؤں کے زخم دیکھ کر جیران نہ ہونا کیونکہ ظالموں نے اسے کانٹوں پر چلنے پر مجبور کیا اور اس کے جسم پر جو نیلے داغ نظر آئیں تو سمجھ لیتا کہ ظالموں کے تازیاٹوں اور طماضچوں کے نشانات ہیں۔ اور جو زخم کندھے پر دیکھ رہی ہواں نیزے کے زخم ہیں جو اسے رونے سے روکنے کے لیے لگائے جاتے تھے۔ اور کافیوں سے جو خون پڑ رہا ہے وہ اس کے کافیوں سے ظلم کے ساتھ وڑاتا رہنے کی وجہ سے ہے۔

غسالہ شسل دینے میں مصروف ہو گئی اور مستوراتِ اہل بیتِ امام کر رہی تھیں۔ عسل کے بعد اسی پہنچے ہوئے پیرا ہن کو کفن بیٹایا گیا اور اس پنجی کو اسی خربجہ زندان میں دفن کر دیا گیا۔ جب لی بی نسبت قید سے چھوٹیں اور اہل بیتِ طن والی کے لیے تیار ہوئے تو جانبِ نسبت کبریٰ نے زندان کے دروازے پر آ کر محمل سے سر باہر نکلا اور شامی عورتوں سے فرمایا: ہماری ایک اماثت اس زندان میں ہے، تمہیں اس کی جان کی قسم کچھی بھی اس کی قبر پر ضرور حاضری دینا، ان کی قبر پر پانی چھڑ کنا اور حجاج روشن کرنا۔

مزید مرشیہ ہر زبان حال

اے اہل شام امیں اہلوہ دل اور برستی آنکھوں سے تمہارے شہر سے جا رہی ہوں۔ تمہاری بے وقاری کی حد تھی کہ امام حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد تم نے خوشیاں مٹا کیں اور ہمہندی لگائی۔ جن بیٹیوں کے گروپ کا درپان جبریلؑ تھا ان کو اسے

خراہ میں رکھا گیا اور جب تک ہم زندان میں رہیں ہمارا مسٹر خاک اور تکیہ اینٹیں تھیں۔ اب میں چارہی ہوں اور آنسو پہاتے ہوئے ایک وصیت کرتی ہوں کہ ہماری چھوٹی بچی کی قبر پر، جو عالم غربت میں فوت ہوئی، کبھی کبھی آکر چرانغ جلا دیں۔

شامی خطیب کے خطبے کے جواب میں امام سجادؑ کا انقلابی خطبہ

شام میں اہل بیتؑ کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ شامی خطیب حکم بزید منبر پر آیا اور جست خدا کی موجودگی کے باوجود اور لوگوں کے پُر ہجومِ مجع میں زید کے آباء و اجداد کی مرح سرائی کی اور اولیا کے شہنشاہ کی نعمت کی۔ بعض کتب میں اجمالی اور بعض میں تفصیلی خطاب درج ہیں البتہ سب کے نزدیک خطبہ کا ہونا مسلم ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ خطبہ دربارِ بزید میں دیا گیا یا جامع مسجد میں دیا گیا۔

مرحوم سید امدادیوف میں اور دیگر موئیین بھی لکھتے ہیں: یہ دربارِ بزید میں وارد ہوا اور بعض دیگر نے جامع مسجد میں لکھا ہے جہاں لوگوں کا جوامن تھا۔

شیخ طبری نے احتجاج میں، ابو الحسن نے اپنے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں یہ خطبہ نقل کیا ہے اور علامہ مجلیؓ نے بخار میں اس واقعہ کو مناقب میں سے شمار کیا ہے اور رسول سے زیادہ مفصل اس خطبہ کی تعریف کی ہے اور وہ یہ ہے کہ زید نے حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے۔ پھر ایک زبان دراز بدجنت خطیب کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر شہنشاہ اولیا کی نعمت کرے۔

فَصَعَدَ الْخَطِيبُ إِلَيْهِ الْمِنْبَرُ خَطِيبُ بَنِي سَعِيدٍ أَخْلَقَهُ اَنَّهُ اَنْتَ كَرَّ الْوَقِيعَةَ لِنَفِي عَلَيْيِ وَالْحَسَنِينَ ”لیعنی شہنشاہ اولیاء اور سید الشہداء کے بارے میں گندی اور فضول زبان استعمال کی اور معاویہ و بزید کی تعریف میں بہت سے فضائل و مناقب پڑھے جن میں ان کی صفاتِ جملہ بیان کیں اور انہی فضائل و مناقب کی وجہ سے معاویہ اور بزید کو خلافت کے لیے اولی اور بہتر کہا۔

امام زین العابدین علیہ السلام یہ برداشت نہ کر سکے اور فرمایا: **وَيَلَّكَ أَيُّهَا الْخَاطِبُ إِشْتَرَىتْ مَرَضَاتَ الْبَخْلُوقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ** ”اے خطیب! اہائے افسوس تھھ پر، تو نے خالق کو ناراض کیا اور مخلوق کی رضا مندی خریدی تو نے بہت بُرا سودا کیا ہے؟“

پھر حضرت امام سجاد علیہ السلام بزید کے پاس آئے اور فرمایا: **يَا يَزِيدُ لِإِيمَانِ لِي حَتَّىٰ أَصْعَدَ هَذِهِ لِلأَعْوَادِ** ”اے بزید! مجھے اجازت ہے کہ میں بھی ان لکڑیوں کے مجموعے پر جاؤں اور ایسا خطبہ دوں جو رضاۓ خدا اور رسول پر مشتمل ہو۔ ایسا

خطبہ سننے والوں کو بھی اجر اور ثواب ملے گا۔

یزید نے کہا: آپ کے منبر پر جانے کی ضرورت نہیں لیکن ارکان و امراء شام نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر اجازت دے دو تو کیا حرج ہے۔ یہ ہاشمی جوان بھی حجازی الجہد کے ساتھ بھی منبر پر جائے اور ہم اس سے کچھ سفیں اور اس کے الفاظ و عبارات پر غور کریں تاکہ شام و حجاز کی فصاحت و بلاغت کا فرق بحث میں آجائے۔

یزید نے کہا: اے شامیوا یہ قبائل حجاز بہت فضیح و بلیغ ہوتے ہیں اگر یہ منبر پر گیا تو اس وقت تک یونچیں آئے گا جب تک مجھے اور ابوسفیان کے تمام خاندان کو ذلیل و شرمندہ اور رسوانہ کر دے گا۔ یہ میں امیہ کے متعلق بہت بُرے الفاظ کہتے ہیں۔ فَإِنَّمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ تَرَقَّوْا الْعَلَمَ تَرَقَّا إِرْكَانُ دُولَتٍ نَّفَرُوا إِلَيْهِ اخْدَاءِ اس کے معاملات سچ فرمائے۔ اس نوجوان کی یہ طاقت کہاں کہ اس قسم کے پُر بھوم جمع میں کھل کر بات کر سکے۔ ہماری تو صرف یہ خواہش ہے کہ اپنے جد شیخہ را کرم سے ایسی حدیث سنائے جو ہمارے لیے نصیحت اور سکون کا باعث ہو۔

اب یزید ان بزرگان اور ارکان حکومت کی بات کو رذنه کر کا اور مجبوراً اجازت دے دی۔ تب امام سجاد علیہ السلام زمین سے اٹھے اور منبر کے پاس آئے۔ پہلی اور دوسرا بیڑھی پر قدم رکھا اور بیٹھنے کی عرض پر جلوہ گراو۔ لوگ ڈور و نزدیک سے آئے کہ یہ مسافر شخص کون ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے؟

امام علیہ السلام نے پہلے حمد و شکرے باری تعالیٰ کی اور ایسی حمد کی کہ دنیا نے آج تک ایسی حمد نہ سنی تھی۔ پھر خطبہ دیا: ثُمَّ خطَّبَ خُطْبَةً بَكَى فِيهَا الْعَيْنُونَ وَأَوْجَلَ مِنْهَا الْقُلُوبَ "ایسا خطبہ دیتا شروع کیا جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خوف خدا پیدا ہوئے لگا۔" پھر فرمایا: أَعْطَيْنَا سَتًا وَفَضَّلَنَا بِسَبْعٍ "خدا نے ہم اہل بیت کو وہی چیزیں عطا کی ہیں اور سات چیزیں دے کر فضیلت دی ہے۔"

وہ وحچھے چیزیں جو عطا کیں وہ علم، علم، سماحة (بزرگی)، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے یعنی جو بھی مومن ہے ہم سے محبت کرتا ہے اور وہ ساتویں چیز جو ہمیں بطور فضیلت دی گئی ہیں وہ یہ ہیں: نبی مقترن حضرت محمد مصطفیٰ، جناب حیدر کراز، جناب معرف طیار، جناب سید الشہداء اسد الرسول اور حسن و حسین کی ذوات مقدسہ ہم اہل بیت پر خدا کی بہت بڑی عنایت ہے۔

اے شامیوا جو مجھے پہچانتا ہے تو ٹھیک اور جو نہیں پہچانتا تو اسے میں اپنی شاخت کرائے دیتا ہوں کہ میرے حسب اور نسب کو شرم بھی جانتا تھا اور وہ بھی جانتا ہے جس نے میرے بابا کے گلے میں تیر مارا اور پہلو میں نیزہ مارا اور یزید بھی مجھے جانتا ہے جس نے میرے بابا کے قتل کا حکم جاری کیا ہے لیکن لوگوں اتم نہیں جانتے اور ہمیں خارجی کہہ رہے ہو، یہ بالکل غلط ہے اور

حقیقت اس کے برعکس ہے، لہذا سنو میں تمہیں اپنا حسب و نسب بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟

أَنَا أَبْنَى مَكَّةَ وَمِنْيٰ أَنَا أَبْنُ تَرَمَّدَ وَالصَّفَاءَ أَنَا أَبْنُ مَنْ حَمَلَ الرُّكْنَ بِأَطْرَافِ الرِّكَاءِ
أَنَا أَبْنُ خَيْرٍ مِنِ الْأَنْتَقَلِ وَاحْتَفَى أَنَا أَبْنُ خَيْرٍ مِنْ طَافَ وَسَعَى أَنَا أَبْنُ خَيْرٍ مِنْ حَجَّ
وَلَئِنْ أَنَا أَبْنُ مَنْ حَمَلَ عَلَى إِبْرَاقٍ فِي الْهَوَاءِ أَنَا أَبْنُ مَنْ أُسْرِيَ بِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ إِلَى السَّجِيدِ الْأَقْصِيِّ ، أَنَا أَبْنُ مَنْ يَلْغُ بِهِ جَبْرِيلُ إِلَى سَدْرَةِ الْمُنْتَهَىِ أَنَا
أَبْنُ مَنْ ذَى فَتَّالِي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى أَنَا أَبْنُ مَنْ صَلَّى بِسَلَاتِكَةِ السَّنَاءِ أَنَا
أَبْنُ مَنْ أَوْحَى إِلَيْهِ الْجَلِيلَ مَا أَوْلَى

لوگ بہت تجب کر رہے تھے کہ اس قدر رسول پاک کے القاب کہتے جا رہے ہیں اور اپنی نسبت ان کی طرف دیتے جا رہے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں، جب کہ بزریہ نے شہرت کی ہوئی ہے کہ یہ خارجی ہیں۔ لوگوں نے مسجد کے صحیح میں بیٹھنے والوں کو خبر دی اور سب نزویک آگئے تو اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا: میں فخر رہیں گوں مصلحتی ہوں۔ جب لوگوں نے سنا کہ یہ فخر رسول ہیں تو ان کا گریہ اور زاری بلند ہوئی۔ پھر فرمایا: میرے باپ کا دوسرا نام سنو:

أَنَا أَبْنُ مَنْ ضَرَبَ حَرَاطِيمَ الْخَلْقَ حَتَّى قَالُوا أَنَا أَبْنُ مَنْ حَرَبَ يَبْيَنَ يَدَى رَسُولِ اللَّهِ
بِسَيِّفَيْنِ وَطَعَنَ بِرِمَحِينِ وَهَاجَرَ الْهَجْرَتَيْنِ وَبَيَانَ الْبَيْعَتَيْنِ وَقَاتَلَ بَدَرَ وَخَنَبَينِ
وَلَمْ يَكْفَرْ بِاللَّهِ طَرَفَةَ عَيْنٍ أَنَا أَبْنُ صَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرَثَ النَّبِيِّنَ قَاتِمَ الْمُلْحَدِينَ
يَعْسُوبَ الْمُسْلِمِينَ نُورَ الْبَجَاهِدِينَ وَزَرَقَنَ الْعَابِدِينَ وَتَاجَ الْبَكَائِينَ أَصْبَرَ
الصَّابِرِينَ وَأَفْضَلَ الْقَانِتِينَ ، مِنْ آلِ يَسِينِ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

أَنَا أَبْنُ الْمُوَيَّدَا لِجَبْرِيلِ الْمُنْصُورِ بِسِيكَائِيلِ أَنَا أَبْنُ الْمُحَامِيِّ عَنْ حَرَمِ الْمُسْلِمِينَ
وَقَاتَلَ الْمَارِقِينَ وَالنَّاكِتِينَ وَالْقَاسِطِينَ وَالْمُجَاهِدِ اعْدَاءَ اللَّهِ وَأَفْخَرَ مَنْ مَشَى مِنْ
قُرْيَشٍ اجْمَعِينَ أَوَّلُ مَنْ إِجَابَ وَاسْتَجَابَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ فِيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَوَّلَ
السَّابِقِينَ وَقَاصِمِ الْمُعْتَدِينَ وَمُبَيِّداً الْمُشَرِّكِينَ وَسَهَمَ مِنْ مَرَامِيِ اللَّهِ عَلَىِ
السَّنَافِقِينَ وَلِسَانِ حِكْمَةِ الْعَابِدِينَ وَنَاصِرِ دِينِ اللَّهِ وَلِإِمْرَالِ اللَّهِ وَبِسْتَانِ حِكْمَةِ اللَّهِ
وَعَيْبَةِ عِلْمِهِ سَهِ سَخِيِّ بِهِلْوَلُ نَارِکِي ابْطَحِي رَاضِيِّ مَقْدَارُ هِيَامِ صَابِرِ ضَوَامِ اُمْ
وَمَهْذَبُ قَوَامُ قَاطِعِ الْاَصْلَابِ مَغْرِقِ الْاَحْزَابِ اِرْبَطْهُمْ عِنَانًا وَاثْبَتْهُمْ جَنَانًا اِمْضاهم

غَزِيَّةُ وَأَشَدَّهُمْ شَكِيَّةً اسْدٌ بَاسْلٌ يَطْحَنُهُمْ فِي الْحَرُوبِ إِذَا أَنْ دَلَّتِ الْأَسْنَةُ
وَقَرِبَتِ الْأَعْنَةُ طَعْنٌ الرَّحَا وَيَذْرَا وَهُمْ فِيهَا ذَرٌ وَالرِّثَاهُ الْهَشِيمُ لِيَثُ الْمَحْجَارِ كَبِشُ
الْعَرَاقُ مَكَّىٰ مَدَنِيٰ خَيْقَىٰ عَقَبِيٰ بَكَرِيٰ أَحَدِي شَجَرِيٰ مَهَاجِرِيٰ مِنْ الْعَرَبِ سَيِّدِهَا
وَمَنْ الْوَغْيِ لِيَشَهَا وَارِكُ الْمُشَعَّرِينَ أَبُو السَّبْطَلِينَ الْحَسْنُ وَالْحَسِينُ ذُلِّكَ عَلَى بْنِ

ابی طالب

”یہ میرے دادا ہیں جن کے القاب اور صفات میں نے ذکر کیے۔ میں انہی کا بیٹا ہوں جس ہستی نے عرب کے فرعونوں کی گروئیں مرود کر انہیں کلمہ پڑھایا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول اللہ کی معیت میں دو تواروں سے جنگ کی۔ دو نیزے توڑے، دو ہجرتیں کیں، دو یعنیں کیں اور جو بدر و خین (میں کفار) کے قاتل ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں جو مخدیں کے قتل کرنے والے، مسلمانوں کے سردار، عجہدوں کے نور، عابدوں کی زیست، رونے والوں کے سر کا تاج، صابر اور قائمین سے افضل ہیں۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی تائید جبریل نے کی، مد میکائیل نے کی۔ حرم رسول کے محافظ، منافقین، بیت قوڑے والوں اور تجاوز کرنے والوں کے قاتل، دشمنوں پر بجاہد، اور قریش میں تابل خیر اور وہ پہلے شخص جن کو اللہ نے بلا�ا اور انہوں نے فوراً بیک کہی۔ وہ رسول کو بلیک کہنے والے، تجاوزین کے قاتل ہیں۔ مشرکوں کو بنیادوں سے اکھڑنے والے، منافقین پر اللہ کا تیر ہیں۔ عابدین کی حکمت کی زبان، دین کے ناصر، امراللہ کے ولی، اللہ کی عکسیوں کے باعث، اللہ کے علم کا خزانہ دار، بزرگوار تھی، پاکیزہ، حقند، راضی بر رضاۓ اللہ صابر، قائم، قاطع، گروہوں کو توڑنے والے، ان کی لاموں کو پکڑنے والے، شیر غضیر جنہیں جنگلوں میں آزمایا گیا ہے۔ جب تیروں، تکواروں اور نیزوں کی جنگ کا عروج ہوتا تو وہ جاتے، حجاز کے شیر، کی عدنی، حنفی، عقبی، بدربی، أحدی، شجری، ہیں جن کے وارث سبطین حسن اور حسین ہیں، وہ میرے دادا علی بن الی طالب ہیں۔

امے شامیو امیری دادی قاطعة الزهراء ہیں، میں سیدۃ النساء العالمین کا بیٹا ہوں جو تمام کائنات سے افضل ہیں۔ اسی طرح امام کہتے رہے: انا ابنُ..... انا ابنُ..... انا ابنُ..... اپنے خاندان اور اپنا تعارف کرتے رہے۔ لوگ بڑے غور سے سن بھی رہتے تھے اور ان کے آنسو بھی حاری ہو گئے تھے اور روئے روتے ایک وہ وقت آماکہ لوگ دعائیں مار مار کر رونے

لگے اور گرید وزاری کا ایک ایسا شور بلند ہوا کہ ختم نہ ہوتا تھا۔

(اضافہ از مترجم: لوگوں کی بغاوت کے خطرے کو محسوں کر کے یزید نے موذن سے کہا کہ اذان دو۔ جب موذن نے کہا: اشہد ان محمدًا رسول اللہ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے موذن رک جاؤ۔ اے یزید! اب بتاؤ یہ مجرم جن کا نام اذان میں میں ہے میرے نا نا ہیں یا تیرا نا نا?)

هزید خطبہ امام سجادؑ برداشت ابو الحسن

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَا أَبْنُ صَرِيعٍ كَرِبَلَأَا أَبْنُ مَنْ رَأَى حَتَّى انصَارَهُ تَحْتَ الشَّرَى أَنَا أَبْنُ مَنْ ذُبِحَتْ
أَطْفَالَهُ مِنْ غَيْرِ سُوَى أَنَا أَبْنُ مَنْ أَضْرَمَ الْإِاعْدَاءَ فِي خِيمَتِهِ لَظِي أَنَا أَبْنُ مَنْ أَضْلَعَ
صَرِيعًا بِالنَّقْيَ أَنَا أَبْنُ مَنْ لَلَّهُ غُسلٌ وَلَا كَفْنٌ يَرِئُ أَنَا أَبْنُ مَنْ رَأَفَعُوا رَأْسَهُ عَلَى
الْقَدَنَأَنَا أَبْنُ مَنْ هَنَكَ حَرِيَّةَ

"اب امامؑ نے اپنے باپ کا جھیں یزید نے خارجی کی شہرت دے رکھی تھی کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: میں مقتول کر بلما کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے انصار کو قبر میں سکون ملا، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے پھوں کو ذبح کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں کو دشمنوں نے آگ لگا دی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے شہ غسل نہ کلن دیا گیا نہ دفن کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے سر مبارک کونوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جن کے حرم کی توہین کی گئی۔"

امام علیہ السلام نے یہ جملے روکر کہے اور آنسو مسلسل جاری تھے: فَلَمَّا سَمِعُوا النَّاسُ كَلَامَهُ ضَجَّوْا بِالْبُكَاءِ
وَالنَّجِيبَ وَعَلِمُتُ الْاَصْنَوَاتِ فِي الْجَامِعِ "جب شامیوں نے امامؑ کا یہ کلام سن تو گریہ سے ان کی جھینکیں ٹکل ٹکیں اور بلند آواز سے شامی روئے لگے۔ شوروں غل پیدا ہوا تھا"۔

فَخَافَ يَزِيدٌ الْفَتْنَةُ يَرِيدُ كَوْبَاوَتَ كَأَخْطَرِهِ مَحْسُونٌ ہو نے لگا ہذا موذن سے کہا: تم اذان کہوتا کہ اس جوان کی تقریر ہند ہو۔ موذن اٹھا اور کہا: اللہ اکبر، امامؑ نے فرمایا: كَبَرَتْ تَكْبِيرًا وَعَظَمَتْ عَظِيمًا وَقَلَّتْ حَقًا إِمَّا مَوْذَنٌ! تو نے خدا کو بزرگی سے یاد کیا اور تو نے سچ کہا: لا شئی اکبر من اللہ جب موذن نے کہا: اشہد ان لا اله الا اللہ تو حضرتؑ نے فرمایا: ہر شخص یہی گواہی دیتا ہے اور میرے بال، میرا جسم، میرا گوشت، پوست اور خون میری گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ

لاشریک یعنی اے شامیو! جان لو کہ ہم مسلمان ہیں اور خارجی نہیں ہیں۔
 جب مؤذن نے کہا: اشہد ان مُحَمَّداً رسُولَ اللَّهِ تو ام سجادؑ نے گریہ کیا اور اس قدر روئے کہ تمام حاضرین بھی
 رونے لگے۔ حضرت نے روتے فرطغم میں رسمی العمامۃ من رأسه و رسمی بھائی المؤذن
 اپنا عمامہ سر سے اٹا کر مؤذن کی طرف پھینکا اور فرمایا: مؤذن تمہیں خدا کی قسم! یہاں رُک گیا تو امام
 علیہ السلام نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا: ہتاویہ محمد نے جد ہیں یا تیرے جد؟ اگر تو کہے میرے جد تو تو جھوٹ بولے گا اور
 اگر کہے کہ محمد نے جد احمد ہیں اور تیرے پیغمبر ہیں تو بتا کہ تو نے فرزد پیغمبر کو کیوں قتل کیا ہے اور مجھے کیوں تیم کیا؟
 یزید کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہذا اُس نے کہا: لا حاجۃ لی فی الصلوٰۃ مجھے نماز کی کوئی ضرورت نہیں اور نماز
 پڑھے بغیر اٹھ کر مسجد سے باہر چلا گیا۔ مسجد کے لوگ اُنھے تمام منبر سے اترے تو تمام لوگ حضرت کے ارد گرد جمع ہو گئے اور
 حضرت سے اپنی پے پروائی کی معافی مانگتے رہے۔

منہال بن عمر کو فی اس مقام پر موجود تھا وہ اُنھا اور امام سجادؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا! ان مشکل حالات میں
 آپ کیسے گزر لسکر رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا کیا حال ہوگا جس کا باپ قتل کر دیا جائے اور ان کے ناصر قتل کر دیے جائیں۔ اس
 غربت میں ہمارا بھی حال ہے جو تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے پرده داروں کو ہر خاص و عام میں پھرایا گیا، نہ چادریں، نہ کھانا، نہ
 آرام۔

اے منہال! جو عالم تم دیکھ رہے ہو میں کیا کروں، کیسے دن آگئے، میں ایک ایسا قیدی ہوں جسے ذلت اور خواری سے
 قیدی ہمایا گیا ہے۔

اے منہال ازمانے نے مجھے اور میری اہل بیتؑ کو عز اداری اور غم کا لباس پہننا دیا ہے۔ ہمیں قوت اور کھانے کے
 بجائے مصیبتوں اور دھکوں کا زہر پلایا جا رہا ہے۔ میری اہل بیتؑ کا حال دیکھو کہ لوگوں کی انگلیوں کے اشارے ان کی طرف
 ہوتے ہیں، لوگوں سے گالیاں سنتے رہتے ہیں اور صبح و شام آنے والی مصیبتوں سے پریشان ہوتے رہتے ہیں۔

ایک وقت عرب فخر کرتے تھے جمیون پر کہ محمد مصطفیٰ ہم سے ہیں۔ قبیلہ قریش باقی قبائل پر فخر کرتا تھا کہ محمد مصطفیٰ ہمارے
 قبیلہ قریش سے ہیں اور ہم اسی محمد کی اولاد ہیں کہ کبھی لوگ ہم پر فخر کرتے تھے، البتہ ہماری یہ حالت ہو گی کہ جوان مارے گئے،
 ہمارے گھروں کو آگ لگادی گئی، ہماری عورتیں نامحرموں کے ہاتھوں قیدی ہیں۔ میرے بابا کے سرکوش روں میں ہدیہ کے طور پر
 لے جایا جاتا ہے۔ گویا ہمارا کوئی حسب و نسب ہی نہیں۔ اب یہاں یزید کے قیدی ہیں اور کثیروں اور غلاموں کی طرح ہمارے

اوپر تہائی اور غربت ہے۔

منہاں نے پوچھا: مولانا! آپ کی اقامت کہاں ہے کہ وہاں آپ کے پاس حاضر ہوں؟

امام کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: ہم ایک خوبصورت نما مکان میں قیدی ہیں۔

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

شام میں یزید کی طرف سے دیے گئے مصائب اور دکھوں میں ایک یہ ہے کہ جب قیدی خرابہ میں آئے تو حتیٰ تَقْشِيرَتُ وُجُوهُهُمْ وَتَعْيِيرَتُ أَوْانُهُمْ وَاقْتَرَحَتْ أَجْفَانُهُمْ وَأُذْيَتْ لَحْوَهُمْ وَنَحْلَتْ جَسُومُهُمْ "وھوپ اور گری کی وجہ سے چہروں کی چلد جلس گئی تھی، رنگ تبدیل ہو گئے تھے۔ آنکھیں کفرت گریہ کی وجہ سے زخمی ہو گئی تھیں، جسموں کا گوشہ پانی بن گیا۔ ان کے لطیف اور نیس جسم ضعیف اور نجیف ہو گئے۔"

یزید نے پھر ایک اور مصیبت نازل کی تا کہ اہل بیت کے دکھوں میں اضافہ ہو کہ حکم دیا کہ اہل بیت کو خوبصورت زندان سے نکال کر میرے گھر میں لاایا جائے اور میری گھر والوں سے اہل بیت کی ہٹک اور توہین ہوتی رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ حکم زوجہ یزید ہند کی درخواست پر ہوا جو کسی زمانہ میں ہند بنت عبداللہ بن عامر امام حسین کے گھر میں نوکرانی میں کر رہی تھی اور وہ نبی ہاشم سے محبت رکھتی تھی۔ یزید اہل بیت کی وفادار تھیں، اس نے یزید سے کہا کہ اے یزید! مجھے اجازت دے کہ کچھ دن باادشاہ حجاز کی بیٹیوں کو اپنے گھر میں لاوں اور ان کی نعمت کروں۔ چونکہ یزید کو اپنی بیوی ہند سے بہت محبت تھی اس لیے اس نے اجازت دے دی۔

صاحب منتخب لکھتے ہیں: ہند روایت کرتی ہے کہ ایک رات میں نے اپنے بستر پر اہل بیت کی غربت اور مظلومیت کے متعلق سوچ رہی تھی کہ مجھے نیندا آگئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ملائکہ صاف در صاف شیخ اتر رہے ہیں۔ پھر وہ اس کمرے میں آئے جہاں امام حسینؑ کا سر تھا، گروہ درگروہ اندر جاتے اور کہتے: السلام علیک یا ابن رَسُولِ اللہِ السلام علیک یا آبا عبد اللہ!

ای اثناء میں ایک سفید بال نما سواری آسمان سے اتری کہ اس میں کچھ خوبصورت شخص تھے، ان میں سے ایک بزرگوار جن کی صورت نورانی تھی، چاند کا چہرہ تھا وہ باہر آئے اور امامؑ کے سر مطہر کے پاس بیٹھ کر اپنے آپ کو سر مطہر پر گردایا اور اپنے لب مظلوم حسینؑ کے لمبوں پر رکھے اور چمنا شروع کیا۔ آپ بوسہ بھی دیتے تھے اور زار و قطار روتے بھی تھے اور فرماتے تھے: تجھے ان ظالموں نے شہید کر دیا اور کوئی قدر نہ پہچانی۔ تجھے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیا۔ اے میرے بیٹے! میں تیرا نانا محمد ہوں

اور وہ ببابا علیؑ آئے ہیں اور وہ بھائی حسنؑ آئے ہیں۔ یہ جعفرؑ، عقیلؑ، حمزہؑ اور عباسؑ آئے ہیں۔ اپنے افراد کو ایک ایک کر کے بتایا۔

ہند کہتی ہے کہ میں خوف کے مارے بیدار ہو گئی اور یزید کے پاس آئی لیکن اسے اپنے بستر پر نہ دیکھا۔ پھر غور کیا تو ایک تاریک کمرے سے یزید کے رونے کی آواز آئی۔ میں نے اسے خواب سنایا اور وہ شرمسار ہو۔ میں نے کہا: اگر شرمندہ ہے تو ابھی حکم دے کہ قیدی چند روز ہمارے گھر میں مہمان نظریں اور میں ان کی خدمت کروں۔ یزید نے حکم دے دیا تو قیدی ہندہ کے گھر آئے۔

علامہ قزوینی حدائقِ الانس میں لکھتے ہیں: حقیقت تو یہ ہے کہ یزید نے نرمی اور ترحم کی وجہ سے قیدیوں کو اپنے گھر میں لانے کی ہندہ کی درخواست قبول نہیں کی بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اپنے ٹھیکات اور عیش و عشرت کا سامان دل شکستہ اہل بیت کو دکھایا جائے تاکہ ان کو مزید تکلیف اور دکھ ہو۔ کیونکہ اس کا پیارہ اقسام اگر ترحم اور نرمی کی وجہ سے ہوتا تو پھر اہل بیت کے اس کے گھر میں داخل ہونے کے وقت یہ حکم کیوں دیا کہ ان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے امام حسینؑ کا سر گھر کے دروازے پر لٹکایا جائے تاکہ داعی دیدہ صبورات حضرت کا سر لٹکا ہوا دیکھیں تو ان کے دل دکھیں اور جگر کتاب ہو جائیں۔ کیونکہ علامہ مجلسی نے بخار اور ابو الحسن نے مقتل میں لکھا ہے:

إِنَّ يَزِيداً أَمْرَ بَانِ يُصْلِبَ الرَّاسُ عَلَى بَابِ دَارَهُ وَأَمْرَ بِأَهْلِ بَيْتِ الْحُسَيْنِ أَنْ يَدْخُلُوا دَارَهُ "يَزِيد"

نے حکم دیا کہ سر کو دروازہ پر لٹکایا جائے اور اہل بیت کو یہاں سے گزار کر میرے گھر میں لاایا جائے۔

پھر ان دل شکستہ اور چھوٹے بچوں پر کیا گزری ہو گئی جب انہوں نے دروازے پر امام حسینؑ کا سر لٹکا ہوا دیکھا ہو گا۔

پھر جب قیدیوں کی نظر امام حسینؑ علیہ السلام کے سر پر پڑی تو وہ زار و قطار ورنے لگے اور اس قدر گریہ کیا کہ زمین و زمان میں زلزلہ آتا محسوس ہونے لگا۔ جب ہند کو معلوم ہوا تو وہ نگئے پاؤں اور نگئے سر یزید کے دربار میں دوڑتی ہوئی آئی اور کہا: یا یزیداً رَأَسَ إِبْنَ فَاطِمَةَ بَنْتَ رَسُولِ اللَّهِ مَصْلُوبٌ عَلَى فَنَابَابِي "اے یزید! کیا تم نے امام کے سر کو میرے گھر کے دروازے پر لٹکانے کا حکم دیا ہے؟"

یزید نے کہا: ہاں! اور تو کیوں نگئے سر دربار میں آگئی، یزید اٹھا اور ہند کے سر پر اپنی عباڈاں دی تاکہ وہ تا محروم کی نظر سے با پردہ ہو جائے۔ پھر کہا: تو حسینؑ پر گریہ کر کیونکہ حسینؑ تو قریش کا فریادرس تھا لیکن ابن زیاد ملعون نے بہت جلدی میں حسینؑ کو قتل کر دیا۔

علامہ مجلسیؑ بخار میں فرماتے ہیں: فَلَمَّا دَخَلَتِ النِّسْوَةُ دَارَ يَزِيدَ لَمْ يَبْقَ مِنْ آلِ أَبِي سَفِيَّانَ أَحَدًا

استقبلہنَ بالبُكاءِ والصُراغِ والنِياحةِ عَلَى الْحُسَيْنِ ”جب اہل بیت ہند کے گھر گئے تو ابوسفیان کے گھرانے کی تمام عورتوں نے ان کا استقبال کیا لیکن تمام یزیدی عورتوں نے فاخرہ اور شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ تین دن تک یزید کے گھر گریہ وزاری اور ماتم ہوتا رہا۔“

صاحب مقاتل لکھتے ہیں: ہند نے جناب نسبت کبریٰ کی بہت مت سماجت کی کہ قالین پر مشتمل اور کمرے اور ایوان طلا میں آئیں لیکن بی بی نے قطعاً قبول نہ کیا اور فرمایا: میں کیسے ان قالینوں اور فرشوں پر بیٹھوں حالانکہ میں انہی آنکھوں سے دیکھ کر آئی ہوں کہ میرے بھائی کی لاش خاک اور دھوپ میں پڑی تھی۔ چنانچہ اہل بیت کے تمام قیدی صحن خانہ میں خاک پر بیٹھے گئے اور سب قیدی بی بی نسبت کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ بی بی نے فرمایا: اب میرے بھائی کا سر لایا جائے۔ سر لایا گیا تو بی بی اپنے بال کھولے، ایک ہاتھ پر بھائی کے سر کو اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے سرو بینہ پر ماتم کرنا شروع کیا اور فرمائی تھیں: اے بنی امیہ کی عورتوں ادیکھو یہ میرا بھائی تھا جسے روزِ عاشورہ نمازِ ظہر کے بعد کربلا میں پیاسا شہید کر دیا گیا۔

مقامِ مخصوص برائے عززاداری سید الشہداء

صاحب منتخب لکھتے ہیں: جب یزید نے ظاہراً اپنے کردار پر شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا کہ مالی و للحسین میرا کیا کام تھا کہ حسینؑ سے ٹکراتا۔ پھر قیدیوں سے کہا: اب یہ بتاؤ کہ تم شام میں رہو گے یا مدینہ واپس جاؤ گے۔ اگر بیہاں رہو تو تمہاری شان و شوکت کے مطابق خدمت کی جائے گی، اور اگر مدینہ جانا پسند کرو تو انعام دے کر مدینہ پہنچادیتا ہوں۔

جب قیدیوں نے یہ سناؤ مستورات اور بچوں کے رونے کی صدابند ہوئی۔ بی بی نسبتؓ نے فرمایا: ہم قیدیوں کی یہ خواہش ہے کہ اولاد ہمیں اجازت دے کہ چند روز ہم حضرت امام حسینؑ اور ان کی اولاد کے غم میں آنسو بیہا میں اور عزاداری کریں کیونکہ اب تک تیرے سپاہیوں نے ہمیں اپنے مظلوم اور مقتول شہداء پر رونے بھی نہیں دیا۔ اور یہ دکھ ہمارے دلوں میں ہے۔ نجحب اولاً ان نسخہ علی الحسین یزید نے قول کیا اور حکم دیا کہ ایک گھر خالی کیا جائے، وہاں سے پھر وغیرہ ہٹائے جائیں، گھر خالی ہوا اور یزیدیوں کو عزاداری کی اجازت دے کر اس گھر میں منتظر کر دیا۔ جب شامی اور قریشی عورتوں نے سنا کہ اب اہل بیت عزاداری میں مشغول ہیں اور یزید نے اجازت دے دی ہے تو شام میں جس قدر بھی محباں اہل بیت عورتیں تھیں، سب نے سیاہ لباس پہنے اور ان عزاداروں میں شامل ہو کر اپنے غم کو حکم کرتی رہیں۔ وہ نوحہ پڑھتی ہیں:

وَلَمْ يَبْقَ هَاشِمِيَّةٌ وَلَا قَرِيْشِيَّةٌ إِلَّا وَلَبَسَتِ السَّوَادَ عَلَى الْحُسَيْنِ وَنَدَبُوْةٌ

”سات دن تک صحیح و شام اس مکان پر عزاداری امام حسینؑ ہوتی رہی نوحہ پڑھنے والی دونوں بہنیں

جناب نبی پ کبریٰ اور اُم کلثومؑ تھیں۔

علامہ محلیؒ بخار میں لکھتے ہیں: قُمْ أَنْزَلَهُمْ يَزِيدَ دَارِهِ الْخَاصَّةَ فَيَا كَانَ يَتَعَذَّدُ وَلَا يَتَعَشَّى حَتَّى يَهْضَأْ علی بن الحسین یزید نے اہل بیتؑ کے لیے ایک مخصوص گھر خالی کرایا اور وہاں عزاداری کی اجازت دی۔ اس عزاداری نے شام میں انقلاب پیدا کر دیا کیونکہ پہلے عورتوں کو حقائق کا علم نہ تھا۔ جب علم ہوا تو شام کے حالات بدل گئے اور یزید کو خطرات محسوس ہوئے۔

یزید کا اہل بیتؑ سے مhydrat کرنا اور رہائی دینا

جب شام میں اہل بیتؑ کو رہتے کچھ عرصہ گزرتا تو تمام اہل شام کو اہل بیتؑ رسالت کی معرفت ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ امام حسینؑ خارجی نہ تھے بلکہ اولاد رسولؐ و فاطمہ بتوں تھے۔ لوگوں نے ظاہراً اور چھپ کر یزید کے اس اقدام کو چیخت کرنا شروع کر دیا اور ہر طرف سے یزید پر اعتراضات ہونے لگے اور ہرگز، ہر گھر اور ہر بازار میں یزید کے اس فعل پر لعن طعن ہونے لگی۔ لوگوں نے اسے علانیہ نہ ابھلا کرنا شروع کر دیا تو اس کو شام میں بغاوت کا خطہ محسوس ہوا، لہذا اس نے کوشش کی کہ یہ اعتراض بند ہو جائیں تو اعلان کر دیا کہ امام حسینؑ کی شہادت میرے حکم کے لغیر ہوئی ہے۔ ابن زیاد ملعون نے قتل کرنے میں جلدی کی، خدا اس پر لعنت کرے۔

پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے بہت سے حصے (سپارے) کیے اور تمام بازاروں میں لوگوں کو دیے کہ اس قرآن کو پڑھنے میں مشغول رہیں اور مجھ پر اعتراض اور لعن طعن سے زبان بذریحیں۔ اس وجہ سے اس دن سے قرآن کوئی پاروں میں تقسیم کیا گیا اور لوگ قرآن خوانی میں مشغول ہو گئے۔ لیکن لوگوں کی زبانیں بند نہ ہوئیں۔ یزید نے سمجھا کہ اہل بیتؑ کے یہاں رہنے سے حالات روز بروز اہمتر ہوتے جا رہے ہیں لہذا اہل بیتؑ کو بلا یا اور مhydrat کی اور مال، لباس، درہم و دینار پیش کیے۔ اس لعین نے جناب اُم کلثومؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ دینار و درہم تمہارے بھائی کا خون بہا ہیں، مجھے معاف کر دو۔

یہ سننا تھا کہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کی گریہ زاری کی صدائیں بلند ہوئیں اور فرمایا: اے یزید! تو کتنا بے حیا ہے کہ ہمارے اُن بھائیوں کو قتل کرایا جو ایسے جوان تھے کہ ان کے جسموں کے ایک ایک بال کی قیمت تمام کائنات بھی نہیں ہو سکتی اور تو کہتا ہے کہ یہ درہم میرا احسان ہے۔

مرحوم سید ابوف میں فرماتے ہیں: پھر یزید نے امام سجاد علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اذکُرْ بِجَاجِتَكَ التَّلَاثَ الَّتِي

وَعَدَتُك بِقَضائِهِنَّ كَمَا نَبَأْ جَنِينَ كُوپُورَا كَرْنَے کا مِنْ نَعْدَهُ کِيَا تَهَا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جبکی حاجت یہ ہے کہ آن تَرْكِيَّتِي وَجْهِ اَيِّ وَسِيدِي اولًا مجھے اپنے بابا کا سرد و کہ جو سید الشہداء ہیں۔

ثانیاً: آن تَرْكِيَّتِيَّا مَا اُخْذَى مَنَا جَوَهَارَ اموال شام غربیاں میں لوٹے گئے وہ سب کے سب واپس کرو۔

ثالثاً: اگر مجھے قتل کرنے کا ارادہ ہے تو اہل بیت کو کسی امین شخص کے ساتھ پہلے مدینہ پہنچا دو۔

یزید نے کہا: اما وَجْهَهُ ابِيِّكَ فَلَنْ تَرَاهُ ابِيَّا تمہارے باپ کا سر تو نہیں مل سکتا، اور جہاں تک تمہارے قتل کی بات ہے تو وہ میں معاف کرتا ہوں اور درگز رکرتا ہوں۔ تم خود اپنے اہل بیت کو لے کر مدینہ چلے جاؤ۔ جہاں تک لوٹے ہوئے اموال کی واپسی کا تعلق ہے تو وہ بھی نہیں مل سکتے، البتہ ان اموال سے کئی گنازیادہ قیمت دے سکتا ہوں۔

امام سجاد علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اَمَا مَالُكَ مَا نَرِيدُ وَهُوَ مُوفَّ عَلَيْكَ

تیرے اموال کی نہیں کوئی حاجت نہیں وہ مجھے نصیب ہوں، نہیں دنیاوی اموال کا لائج نہیں۔ اپنے لوٹے ہوئے اموال کو بھی اس لیے مانگ رہا ہوں کہ اِنَّ فِيهَا مَغْزِلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ اَنَّ اموال میں ایسے لباس اور چادریں تھیں جو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی ہیں۔ ان میں جناب فاطمہ کی چادر، متفہ، قیص اور پیراہن شامل ہیں اور یہ مناسب نہیں کہ جناب زہراء کے لباس اور بنی ہوئی چیزوں کو ناختموں کی نظریں دیکھیں اور وہ ان کو استعمال کریں۔ فَأَمَرَ يَزِيداً بِرِدِ ذِلِكَ لِمَنْ يَزِيدُ نَحْكَمْ دِيَارَكَ تَحْمَلْ نَوْءَ اموال وَآپس کیے جائیں۔ وہ سامان لا یا گیا (کسی سختیر کتاب میں نہیں کہ کیا وَآپس لائے تفصیل کا ذکر نہیں ملتا) لیکن متاخرین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ لوٹے ہوئے اموال کی گھڑی بندھی ہوئی تھی، اسے ہولا گیا تو اس میں تازہ خون اکلو درخ عقیق کی طرح کا ایک پرانا لباس، جو سوراخ سوراخ اور پھٹا ہوا تھا۔ یزید نے غور سے اس لباس کو دیکھ کر کہا کہ یہ کیا ہے؟

قالُوا: هَذَا قَبِيسُ الْحَسِينِ أَخْدَهُ اخْنَسُ بْنُ مَرْتَدٍ تَبَيَّأْ گِيَا كَمَا يَزِيدُ يَهُ حَسِينٌ كَمَا وَقَيْسُ هُبُّ جُو آخْرِي وقت پہن کر آئے تھے اور اخْنَسُ بْنُ مَرْتَدٍ نَّلَوْتَ تَهِي۔

یزید نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حسین تو سلطنت ہانے کا دعویٰ کرتے تھے، لباس فاغرہ پہنتے تھے۔ یہ کچھ پرانی قیمیں کیسے ان کی ہو سکتی ہے؟

کہا گیا کہ یہ لباس اس لیے امام حسین نے پہنا تھا کہ پرانا سمجھ کر لوٹا نہ جائے اور بطور کفن جسید امام پر رہے۔ لیکن ظالموں نے اس قدر ظلم کیا اور لوٹا کہ کربلا کی ریت ان کا کفن بن گئی۔

یزید نے پوچھا کہ اس میں اتنے زیادہ سوراخ کیوں ہیں؟
کہا گیا کہ یہ سوراخ تیروں اور نیزوں کے لگنے کی وجہ سے ہیں۔ جب اہل بیتؐ کی نظر اس خون آلود پرانی قیص پر
پڑی تو ان کے رونے کی صدا کیسی بلند ہوئیں اور واحسینہ واحسینہ کے بین ہونے لگے۔

جناب نبیؐ کبیری نے اس قیص کو اپنے سینے سے لگایا، بو سے دیے اور اپنے ساتھ مدینہ لا کیں اور جب اپنی ماں کی
قبر پر ہنچیں تو دکھ کا بین بلند کیا کہ اماں! حسینؐ کو ساتھ لے گئی تھی لیکن بغیر حسینؐ کے واپس آئی ہوں، البتہ ایک نشانی لائی
ہوں۔ پھر چادر سے وہ قیص نکالی اور ماں کی قبر پر پھیلا دی۔ بی بی کی قبر کھل گئی۔ جناب زہراء کا ہاتھ باہر آیا اور امام حسینؐ کی
قیص کو اپنی قبر میں رکھ لیا۔ آج تک جن سادات اور غیر سادات نے جناب زہراء کو خواب میں دیکھا ہے تو اسی حالت میں کہ
قیص ان کے پاس ہے اور روز قیامت جب وہ قبر سے اٹھیں گی اور میدانِ محشر میں تشریف لا کیں گی وہی دھا قیبیص
الحسینین تو میدانِ محشر کے وسط میں عرشِ الہی کے سامنے کھڑی ہو جائیں گی اور وہ خون آلود سوراخ سوراخ قیص سر پر رکھ کر
آواز دیں گی: إِلَهِي أَهْدَا قَبِيصَ الْحُسَيْنِ اَعْدَى خَدَاءِ بَنَجَّهْ بَنَاهْ کہ یہ میرے بیٹے حسینؐ کی قیص ہے یعنی میرے اللہ
میرے بیٹے کا کیا جرم تھا کہ اس پر اس قدر بیزے اور تیر بر سائے گئے اور پیاس شہید کیا گیا۔

(از مترجم: میرے اللہ! پہلے میرا اس مقدمہ کا فیصلہ فرماؤ اور میرے بیٹے کے دشمنوں کو واصلِ جہنم فرماؤ جو لوگ میرے
حسینؐ کے ان مصائب میں ساری زندگی روتے اور غم مناتے رہے ان کو جنت میں داخل فرماؤ اور میں اس وقت تک جنت میں
نہیں جاؤں گی جب تک میرے بیٹے حسینؐ کے غم میں مخلصانہ طور پر رونے والے جنت میں نہیں چلے جاتے۔)



سولہ ویں فصل

اہل بیتؐ کی شام سے رہائی

بیزید نے ظاہری طور پر پشیمانی کا اظہار کیا لیکن دراصل وہ لوگوں کی بغاوت سے خائف تھا لہذا اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ اہل بیتؐ کو شام سے رہا کر دے۔ پس اہل بیتؐ کو بلایا، معدودت کی اور لوٹا ہوا سامان واپس کیا اور حکم دیا کہ اونٹ لائے جائیں۔ اونٹوں پر کجاوے اور محمل بجائے گئے اور کجاووں کے اوپر اچھے بھجے پر دے گائے گئے۔ پھر ایک سردار لشکر کو بلایا اور پانچ صد نفر اس کو دیئے اور کہا ان مصیبت زدؤں کو بڑے احترام کے ساتھ مدینہ خیر الانعام پہنچاؤ۔

مشہور روایت یہ ہے کہ لشکر کا سربراہ نعمان بن بشیر الصاری تھا۔ صاحبِ کامل ”کامل السنیۃ“ میں لکھتے ہیں: لشکر کا سربراہ عمرو بن خالد قرشی تھا۔ بہر صورت بیزید نے سربراہ کو اہل بیتؐ کے متعلق بہت سفارش کی اور امام کے متعلق کہا کہ ان کو راستے میں کوئی تکلیف نہ پہنچانا اور امن کے ساتھ ان کو مدینہ پہنچا دینا۔ رات کو سفر کرنا اور دن کو آرام کرنا کہ سورج کی گرفتی سے فیج جائیں۔ جب ان کو کہیں ٹھہراؤ تو اپنے خیمے ان سے ذرا ذور لگانا تاکہ تمہارے کی سپاہی کی نظر ان پر نہ پڑے اور اہل بیتؐ کی حفاظت میں بہت اختیاط کرنا اور جس طرح وہ کہیں ان کی مرضی کے مطابق سفر کرنا۔

شیخ فیدیہ نے لکھا ہے کہ جب بیزید اہل بیتؐ کے سفر کے انتظامات سے فارغ ہوا اور سفر شروع ہونے سے پہلے امام سجاد علیہ السلام کو بلایا اور ان سے علیحدگی میں ملاقات کی اور کہا کہ یہ ظلم عبد اللہ بن زیاد نے کیا ہے، خدا اس پر لعنت کرے کہ اگر میں اس مقام پر ہوتا جو آپؐ کے والد کہتے ہیں ان کی بات کو قبول کر لیتا اور ان کے قتل تک نوبت ہی نہ پہنچتی۔ بہر صورت اب کیا کروں جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب میری خواہش ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد تمہاری جو بھی ضرورت ہو وہ مجھے مدینہ سے لکھ بھیجننا تاکہ تمہاری حاجات پوری کی جاسکیں۔ یہ نعمان بن بشیر آپؐ کے ساتھ ہے میں نے اسے تمہارے احترام کی سفارش کر دی ہے۔ بیزید بولتا رہا اور امام سجادؐ کے آنسو بہتے رہے۔

جب کجاووں اور محملوں کو اونٹوں پر آراستہ کیا گیا اور محمرات اور دکھنی بچوں کو ان محملوں میں بٹھایا گیا تو شامی عورتیں جو محبات اہل بیتؐ تھیں الوداع کے لیے آئیں اور باقی عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں سے انھیں الوداع کر رہی تھیں۔ بعض عورتیں بہت گریہ و زاری کر رہی تھیں اور بتی اُمیہ کی بعض عورتیں خاموش کھڑی تھیں۔ قافلہ اہل بیتؐ خربہ زندان سے لکھا تو

جناب نبی کبریٰ نے اپنا سر محمل سے نکلا اور روکے فرمایا: اے شامی عورتوں! میں ایک امانت اس زمان شام کے خرابہ میں چھوڑ کر جا رہی ہوں، اس کی قبر کی حفاظت کرنا اور اس کی زیارت کرنا اور چار غم بھی جلانے رکھنا اور قبر پر پانی ضرور چھڑ کتے رہنا۔

امام سجاد علیہ السلام کی اہل بیت کے ساتھ مدینہ کی طرف روانگی

ارباب تاریخ لکھتے ہیں: یزید نے اپنی شفاقت کا مظاہرہ کیا اور خلم کیے لیکن جب شامیوں کو حقائق کا علم ہوا کہ یہ باقی نہیں بلکہ خانوادہ پیغمبر ہیں تو یزید نے اہل بیت کو شام میں قیدی رکھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، لہذا اس نے اہل بیت کے واپس مدینہ جانے کے لیے انھیں سواریاں دے کر اور دیگر انتظامات کر کے نعمان بن بشیر کو پانچ صد سپاہی دے کر سفارش کی کہ ان کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دو۔

جوں ہی ان یوگان، تم دیدہ مستورات کا قالہ روانہ ہوا گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں کیوں کہ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت کا سماں اور حضرت عباس اور علی اکبر کے انتظامات یاد آئے تو گریدہ زاری ہونے لگی۔ لیکن اب واپس مدینہ کو جا رہا تھے تو کس قدر غربت، مظلومیت کے ساتھ، غم و اور مصیبتوں کو جھیل کر جا رہے تھے اس لیے بہت غم زدہ ہو کر رونے لگے۔ جو شخص سفر پر جاتا ہے وہ وطن جاتے ہوئے بہت خوش ہوتا ہے خصوصاً جو سفر میں تکلیفیں اٹھائے، دکھ دیکھئے تو وہ وطن کو جاتے ہوئے خوش ہوتا ہے لیکن اہل بیت وطن جاتے وقت خوش نہ تھے بلکہ رور ہے تھے۔ وہ بار بار خشنودی آئیں بھرتے اور دیگر مصائب سے روانگی مدینہ ایک خود مصیبۃ تھی اور دکھا کہ بغیر جوانوں اور امام حسین کے جا رہے ہیں۔ بجائے امام حسین کے ان کا سر اور خون آلو قیص ساتھ لے جا رہے ہیں۔ بہت حرثوں سے جا رہے تھے۔ مدینہ سے روانگی یاد آتی تھی کہ اس وقت کتنے شان و شوکت سے چلے تھے اور کس قدر پر دے کا انتظام تھا۔ انہوں نے نبوت و امامت کے پردوں میں پروش پائی، ان کے چہروں کو سورج اور چاند تک نہ دیکھا تھا اور نامحروموں نے تو ان کی آواز تک نہ سنی تھی۔ اس شوکت و عزت سے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔

اب یہ قالہ واپس جا رہا ہے کہ اپنے پیاروں کی جدائی پر جگر کتاب ہو گئے تھے۔ جوانوں کی شہادت سے دل پانی پانی ہو گئے تھے، کس قدر ذات و خواری سے قیدیں بھاگیں، ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے تھے کیونکہ انھیں گرمی اور دھوپ میں بغیر چادر و کنیزوں اور غلاموں کی طرح شہروں میں پھر لایا گیا تھا۔ لوگوں نے گالیاں دیں، صحراء و بیابان کے سفر کیے۔ بھوک اور پیاس کا غلبہ رہا۔ بدمعاشوں کی نظر وں کا نشانہ بننے رہے۔ خرابوں اور ویرانوں میں پھر لایا گیا۔

بہر صورت شام سے یہ کاروان روتا ہوا روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر نے بڑے احترام کے ساتھ قالہ کو آہستہ آہستہ حرکت

دی اور قافلہ جل پر اس۔ سفر جاری رہا جہاں اہل بیت نے کہا تو روانہ ہوئے اور جو راستہ اہل بیت نے بتایا اس راستے پر نعمان قافلے کو چلاتا رہا۔ نعمان کے سپاہی آگے آگے چلتے تھے یا کارروان کے پیچے پیچے۔ قافلہ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ ایک راستہ کربلا کی طرف جاتا تھا اور ایک مدینہ کی طرف جاتا تھا۔ اس وقت مستورات اور دھنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اپنے اپنے شہداء کی قبروں کی زیارت کا بہت شوق تھا، اس لیے گریب زاری شروع ہو گئی اور نعمان سے کہا گیا: *بِحَقِّ اللَّهِ عَلَيْكَ إِلَّا مَا عَرَجْتَ بِنَاءً عَلَى بَكَرِيَّلَا* "خدا کی قسم! ہمیں کربلا کے راستے سے لے جاؤ تاکہ اپنے عزیزوں کی قبروں کی زیارت کر لیں اور جو اس سفر میں ہمارے اور مصائب آئے ہیں وہ بھی قبر امام حسین پر بیان کر لیں۔"

نعمان نے قبول کیا اور ان کے فرمانے پر عمل کیا۔ اس نے کارروان کو کربلا کے راستے پر جانے کا حکم دیا۔ جوں جوں قافلہ کربلا کے قریب جا رہا تھا ہر بی بی کے ول میں اپنے عزیزوں کی قبور کی زیارت شوق کی آگ شعلہ در ہو رہی تھی حتیٰ کہ سید الشهداء کی تربت کی خوبیوں بہنوں اور بیٹیوں کے سام جاں تک پہنچی تو وہ اس بلبل کی طرح ہو گئیں کہ جو بھول کی خوبیوں سوچتی ہے تو فرط محبت سے متعال ہو جاتی ہے۔ جب ان بیٹیوں کے سام میں تربت حسینؑ کی خوبی پہنچی تو وہ فرط محبت اور شدت غم سے مریشہ پڑھنے لگیں۔

حیاتِ نسبؓ کی زبانِ حال یہ تھی: اے بھائی! آپؓ کے بعد میں نے بہت دکھ دیکھے اور مجھے بہت سے شہروں اور گلیوں میں پھرایا گیا۔ مجھے خود پر تو اس قدر حوصلے اور صبر کی امید نہ تھی کہ آپؓ کے بغیر کربلا سے شام تک پہنچ سکوں گی لیکن خدا نے حوصلہ دیا۔ کربلا کے بعد جب پہلی دفعہ کوفہ میں آپؓ کے سر پر نظر پڑی تو میں نے فرط غم سے اپنی پیشانی کو محل کی لکڑی پر دے مارا۔ بھائی! ہمیں کوفہ و شام کے بازاروں میں ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرایا گیا اور ہم نے ناخموں کی موجودگی کے بہب سرکوشم سے جھکالیا۔ جب زیید کے دربار میں بازو بند ہے ہوئے پیش ہوئی تو کمی مرتبہ خدا سے موت مانگی لیکن ان دکھوں کے باوجود میں اس بات پر مطمئن ہوں کہ اپنی تہذیب جاں بیچ کر آپؓ کا غم خرید لیا ہے۔

امام حجادؓ کی کربلا میں جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے ملاقات

جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں: جب اولاً رسولؐ و بتوں شام غمِ انجام سے واپس پہنچی اور عراق پہنچی تو نعمان بن بشیر سے کہا کہ ہمیں کربلا کے راستے لے چل تاکہ ہم قبروں کی زیارت کر لیں۔ پس اہل بیتؓ کربلا پہنچے اور وہاں آئے جہاں امام حسینؑ دوڑتے گھوڑے سے زمین پر آئے تھے۔ جب آں رسولؐ مقتول میں پہنچی تو وہاں جنابے جابر بن عبد اللہ

انصاریؒ کو موجود پایا جو چند ہاشمیوں کے ساتھ مدینہ سے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لیے آئے تھے اور یہ دن ۲۰ صفر سن ۶۱ ہجری تھا۔

امام سجاد علیہ السلام اور حضرت جابرؓ کی ملاقات ہوئی اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ جابر پہلے چہلم پر سب سے پہلے زیارت امام حسینؑ کے لیے آئے تھے۔ صرف اختلاف اس میں ہے کہ کربلا میں اہل بیتؑ کی آمد پہلے چہلم پر تھی یا دوسرے سال کے چہلم پر ہوئی اور اگر ملاقات سال اکٹھہ ہجری میں ہوئی تو اربیں سے دوسرے دن ہوئی۔ اس مسئلہ پر تحقیق کے لیے ایک علمی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

اہل بیتؑ کا مدینہ میں واپس آنا

اہل بیتؑ شام سے کربلا اور کربلا میں چند روز عزاداری کرنے کے بعد مدینہ میں آئے۔ جس دن اہل بیتؑ کے پردے دار حسرتوں اور دکھلوں سے مدینہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ کے دروازے سے لے کر قبر رسولؐ تک زمین عزاداروں کے آنسو سے گلی ہو چکی تھی۔ مرد جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے گرد اور عورتیں دختر ان ہتھوں کے ارد گرد جمع ہو کر گریہ زاری میں مشغول تھے اور سید ہے رسولؐ خدا کی مسجد (مسجد نبویؐ) میں گئے۔ وہاں اہل بیتؑ نے ظالموں کے ظلم کا ٹکوہ کیا۔ پھر وہاں سے جناب زہراءؑ کی قبر پر پہنچے اور یہ تو مسلم ہے کہ بھی اپنے دکھ در دسوائے ماں کے اور کسی سے نہیں کہتی اور ماں سے کوئی دکھ نہیں چھپاتی۔

جب بی بی نسبؓ کی نظر ماں کی قبر پر پڑی تو جگر سے صدائے دردگلی اور ہائے ہائے کر کے ماںؓ کی قبر پر گر پڑیں۔ پھر بین گر کے فرمایا: ماں جان امیں حسینؑ کو ساتھ لے کر گئی تھی لیکن اب حسینؑ کو واپس نہیں لا سکی البتہ حسینؑ کی ایک نشانی لا تی ہوں اور پھر امام حسینؑ کا خون آسودہ رہا ہن کالا اور قبر پر رکھ دیا اور عرض کیا: ماں جان ایہ آپؓ کے فرزند حسینؑ کی نشانی ہے اور اگر مجھ سے پوچھو کر ہم پر کیا گزری تو اتنا عرض ہے کہ ہمیں ترک و دیلم کے قیدیوں کی طرح قیدی بنا کر شہر پھرایا گیا اور بہت زیادہ تکفیں اور دکھ دیئے گئے۔

فاطمہ زہراءؑ کی قبر کو زارہ آیا، بی بی زہراءؑ کا ہاتھ باہر کلا اور بی بی نے وہ بیڑا، ان اٹھائی اور اب وہ بیڑا، ان بی بی کے پاس ہے۔ قیامت کو بھی قیص لے کر دربارِ توحید میں آئیں گی۔

صاحبہ نزرون البرکاء قطر از ہیں: جب اہل بیتؑ گریہ زاری اور ماتم میں مصروف تھے تو اُم المؤمنین جناب اُم سملہؓ نے خون کی ایک شیشی اٹھائی، ایک ہاتھ میں یہ شیشی تھی اور دوسرے ہاتھ سے بیمار فاطمہ صفریؓ کو پکڑا ہوا تھا۔ بیماری کی وجہ سے

جناب فاطمہ صفری کے چہرے کا رنگ زرد تھا، جسم کا پر رہا تھا اور آنسو بارش کے قطرات کی طرح گر رہے تھے۔ جب اہل بیت کی نظر جناب فاطمہ صفری پر پڑی اور جناب فاطمہ بیمار کی نظر اپنی پھوپھی، بہنوں اور دیگر خواتین پر پڑی تو ایک مرتبہ گریہ کا کھرام بیج گیا، چینیں لکھیں اور ماتم شروع ہو گیا اور جناب فاطمہ صفری بے ہوش ہو گئیں۔ فاطمہ کبریٰ آئیں اور فاطمہ صفری مکھ میں لا آئیں لیکن خود بے ہوش ہو گئیں۔ دیگر خواتین نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور اپنے دکھوں کا حال ایک دوسرے کو سنایا۔ جناب فاطمہ صفری نے اپنی بہن فاطمہ کبریٰ سے اپنے دکھوں کا حال پوچھا۔ جناب فاطمہ کبریٰ کی زبان حال یہ تھی:

اے بہن! میں آپ سے ڈوری پر نالاں تھی اور دن رات آپ کے غم و فراق میں پریشان تھی۔ آپ میرے دن رات کا پوچھتی ہو، میرا دن ما تم میں گزرتا تھا اور رات کی خرابیہ ویران ہیں۔ لب فرات ہونے کے باوجود ہمارے شہداء بھی پیاس سے چلے گئے اور ہم بھی پیاس سے شام چلے گئے۔ خالموں نے ہمارے بائیا کے سر کو توکی نیزہ پر اٹھایا ہوا تھا اور ہم اس نیزے کے پیچے پیچے چل رہے تھے۔ جب یزید ملعون میرا بابا کے لیوں پر چھڑی ہمارا تھا تو ہمارے دل کتاب ہو گئے۔

جناب محمد حنفیہ سے ملاقات

خون الہکاء میں ہے: جب الہی بیتِ شام غم انجام دے کر مدینہ کی طرف آئے اور مدینہ کے نزدیک پہنچے تو بشیر بن جذم امام سجاد کے حکم سے مدینہ میں وارد ہوا اور الہی مدینہ کو اہل بیت کی آمد کی اطلاع دی تو ہر طرف آہ و فریاد اور گریہ وزاری و احسیننا و اغزیبہ و اشہیداہ کے بیان کرتے ہوئے مردوں نے گھوٹے بڑے تغیر و شریف، شنگے سر، شنگے پاؤں، جوق در جوق مدینہ کے دروازے کی طرف روتے ہوئے نکلے۔ خصوصاً بنی ہاشم کے رشتہ دار، مستورات اور مرد، بڑے غم و اندوہ اور گریہ وزاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب یہ خبر جناب محمد حنفیہ کو ملی تو جلدی سے اٹھے، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور تیزی سے دروازہ مدینہ کی طرف رخ کیا۔ لوگ بھی حسینؑ کا ماتم کرتے جا رہے تھے، بہت بھوم تھا، چنان بڑا مشکل تھا۔

جناب محمد حنفیہ بھی آنسو بہاتے اور حسینؑ کا ماتم کرتے ہوئے اس قافلہ گریہ کے پاس پہنچے۔ جب سیاہ علموں اور خیام حسینؑ پر نظر پڑی تو گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ بیمار کربلا خیmed سے باہر آئے اور خود پچھا کے پاس پہنچے۔ ان کے سر کو اپنے دامن میں رکھا تو محمد حنفیہ ہوش میں آئے، آنکھ کھوئی اور اپنے پیتم بنتیجے کو اپنے سر مانے دیکھا تو دل پر درد سے جھینیں اور فریادیں لکھیں اور فرمایا: آہ! یا بن! ایک آخری بھتیجے! میرے بھائی کہاں ہیں؟ میرے سر کے تاج حسینؑ کہاں ہیں؟ پھر زور زور سے روتے ہوئے پوچھا: ایک قُرَّۃ عینی و شَرَّۃ فُوادی ایک خَلِیفَۃ ابی، ایک

الْحَسِينُ "میری آنکھوں کی خندک، میرے دل کے میوہ، میرے باپ کے خلیفہ امام حسین کہاں ہیں؟" حضرت امام زین العابدین نے گریہ میں ڈوبی ہوئی آواز میں فرمایا: یا عقیٰ اتَّیْتُكَ یَتَبِیِّنَا "اے چچا جان! میں بابا کے ساتھ گیا تھا لیکن یقین نہیں واپس آیا ہوں"۔ اور روز عاشورہ امام حسین کی شہادت کے واقعات سنائے اور فرمایا: اے چچا! آپ کر بلائیں جو نہ تھے پہلے ہم پرانی بند ہوا پھر جنگ مسلط کی گئی۔ صبح سے ظہر تک میرے بابا کے اصحاب شہید ہو گئے۔ پھر بنی ہاشم کے اٹھائیں جوان یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ تیروں، شکاروں، خبروں، نیزوں سے ان جوانوں کو جن کی مثال دنیا میں نہ تھی، کے جسموں کو کلکٹرے ٹکڑے کر دیا اور سب خاک کر بلائیں غلطان ہو گئے۔ میرے بابا بھی تباہہ گئے میدان جنگ میں وہ بہت پیاس سے تھے اور پیاس سے شہید ہوئے۔

پھر شام و کوفہ کے راستے کے مصاہب بیان کرتے رہے اور محمد بن حنفیہ اپنے سر و سینہ پر ماقم کرتے رہے۔ آخر ایک بار روکر فرمایا: یَعُزُّ عَلَیَّ یَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ یَا أَخِیَّ کَیْفَ طَلَبَتِ نَاصِرًا فَلَمْ تَنْصُرُوا مَعِینَا فَلَمْ نُعِنْ "اے بھائی حسین! مجھے اس بات نے بہت دلکشی کر دیا ہے کہ آپ مدد مانگتے رہے اور کوئی آپ کی مدد کرنے کو نہ تھا"۔ هل من نَاصِرٍ کے استثنائی بلند کرتے رہے اور کسی نے نصرت نہ کی۔ تمام مصاہب سے یہ دلکش مجھے کھانے جا رہا ہے۔ کاش میں کربلا میں ہوتا اور اپنے بھائی پر جان قربان کرتا۔ خدا آپ کے قاتلوں پر لعنت کرے۔

پھر جناب محمد حنفیہ بہنوں کے پاس آئے تو عورتوں میں قیامت کا شور و غم اور گریہ بلند ہوا اور محمد حنفیہ کی نظر جناب نسبت کبڑی پر پڑی تو ان کو نہ پہچانا کیونکہ بہت زیادہ صدے، مصیبتیں اور دکھ دیکھنے سے چہرے کا رنگ بدلتا گیا تھا اور بال سنبھل ہو گئے تھے۔ لہذا محمد حنفیہ نے تعجب سے پوچھا: الْأَنْتُ أُخْتَیٰ "کیا آپ میری بہن نسبت ہیں؟" بہن! کہاں ہیں آپ کے بھائی، آپ میرے بھائی کو ساتھ لے گئیں لیکن واپس نہ لائیں۔

بی بی نے جواب دیا: میرے بھائی حسین کو غربت میں ایسے شہید کیا گیا کہ ان کا بدن مبارک کربلا میں خاک و خون میں غلطان تھا۔ محضراً محمد حنفیہ واپس گھر آئے اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور تین دن گھر سے باہر نہ لٹکے، تیرے دن گھر سے باہر نکلے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور بیابان کی طرف چلے گئے اور گم ہو گئے حتیٰ کہ مختار کے خروج تک غائب رہے۔

نعمان بن بشیر قالہ سالار سے معدالت

جب الہ بیت کی قید سے رہائی ہوئی اور مدینہ واپس لوٹے تو تین دن تک امام حسین کے گھر میں مجلس عزا اور ماقم ہوتا رہا۔ لوگوں کا غم ہلکا ہوا لیکن الہ بیت حسین کو دن کو جتنی تھا نہ رات کو سکون۔ وہ ہمیشہ گریے زاری میں رہتے تھے، آنسو

بہاتے تھے اور فریادیں بلند کرتے رہتے تھے۔ ان کی غذا اور قوت بھی آنسو بہانا تھا بلکہ اوڑھنا پچھونا بھی آنسو تھے۔ حتیٰ کہ سات سال تک اس قدر غم رہا کہ الہ بیت کے چولہوں سے کسی نے دھواں بلند ہوتے نہ دیکھا، نہ خضاب کیا اور نہ غسل کیا اور نہ کسی خوشی کی محفل میں شرکت کی۔

صاحبہ مخون لکھتے ہیں: جب الہ بیت مدینہ پہنچا تو تین دن تک بہت زیادہ عز اداری کی۔ پورا مدینہ غم زدہ رہا۔ ان تین دنوں کے بعد لوگوں کا غم کچھ ہلاکا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے حال پوچھنے لگے تو نعمان بن بشیر سالار کاروان، جس نے الہ بیت کو شام سے مدینہ پہنچایا تھا، واپس جانے کا ارادہ کیا۔ الہ بیت سے رخصت کی اجازت لی۔ جناب فاطمۃ ذئبعلی نے جناب نسب کی خدمت میں عرض کیا: نعمان بن بشیر نے اس سفر میں بہت تکلیفیں اٹھائیں اب نعمان جا رہا ہے کیا آپ کی صلاح ہے کہ اس کے حق میں کوئی احسان کیا جائے۔

جناب نسب کبریٰ نے فرمایا: خدا کی حمد! بات تو آپ کی بہت اچھی ہے لیکن کیا کروں ہمارے پاس تو اپ بچا ہی کچھ نہیں کہ نعمان جیسے نیک شخص پر احسان کریں البتہ بہت تمہوزے زیور ہیں وہ دیتے ہیں، پھر دلگن، دو بازوں بند اور پا پر سینیں کیسی کو دیں اور فرمایا کہ یہ نعمان بن بشیر کو دے دو اور اسے کہنا کہ یہ چیزیں تیری خذبات کا حصہ تو نہیں لیکن ہمارے پاس اب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اگر زیادہ کے مالک ہوتے تو کبھی مضا کندہ کرتے۔ اس لیے ہم مخذلت کرتے ہیں اور یہ تمہوزی کی خدمت ہمارے چدروں کے صدقے قبول کر لیں۔

فضل امہم میں ہے کہ نعمان نے یہ ہدیہ قبول نہ کیا اور عرض کیا: یہ رسالت کا خاتمہ ہے۔ میں نے صرف خوشنودی خدا اور رضائے مصطفیٰ کی خاطر آپ کی خدمت کی ہے اگر ان خدمات کا عوض دینا چاہئے ہو تو میرے لیے بخشش کی دعا کیجیے نیز مجھے قیامت کے دن فراموش نہ کرنا۔

امام کے سر کی تدبیف کے بارے میں تحقیق

حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مطہر کے دفن کے مقام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ یہ نے چند دنوں تک اپنے دروازے اور دربار میں لکھائے رکھا اور پھر اسے خزانے میں رکھ دیا گیا اور یہ سرینی امیہ کے خزانے میں تھا۔ حتیٰ کہ سلمان بن عبد الملک نے وہ سرماںچا تو سر مطہر لایا گیا، سراہبی تک مطہر اور منور تھا۔ اس کے حکم سے ایک صندوق بنایا گیا اور سر مقدس کو اس میں رکھ کر خوبصورت اور عطر لایا گیا، کفن دیا گیا اور نماز پڑھی گئی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا اور عمر بن عبدالعزیز نے اس سر مطہر کا حال پوچھا تو بتایا گیا کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ قبر

کھو دی جائے پھر سر کو باہر نکالا گیا اور کر بلا سمجھا گیا اور وہاں دفن کر دیا گیا۔

ابو ریحان بیرونی کتاب آثار الباقيہ میں لکھتے ہیں: سر مطہر امام حسینؑ صفر کو امام کے بدن مطہر کے ساتھ دفن ہو گیا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ سر مطہر امام حسینؑ جناب امیر المؤمنینؑ کے سرہانے دفن ہے۔

لیکن امامیہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ سر مطہر بالآخر جناب امام حسینؑ کے بدن کے ساتھ کر بلا میں مخفی ہو گیا۔ واللہ عالم

بالصواب!

یہ کتاب کمل ہوئی از مدینہ تامینہ جو خاس س آل عبّا کے مفصل حالات پر مشتمل ہے۔ اور ۱۲۳۰ھجری قمری کو اپنے ناتوان ہاتھوں سے اس بندہ کمترین سید محمد جواد ذہنی تہرانی ننیل قم نے رقم کی۔ خدا سے انتباہ ہے کہ میری اس کمترین محنت کو قول فرمائے اور میرے لیے اس کتاب کو آخرت کا ذخیرہ فرار دے۔

(از مترجم: میں نے ۶ جولائی ۲۰۰۸ء کو اپنا آپریشن کرایا تو مجھے تین ماہ بالکل بستر پر آرام کرنے کا کہا گیا اور اس وقت میں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا تاکہ اس ذکر کے صدقے میرے آپریشن کے لام جلدی تھیک ہو جائیں اور الحمد للہ جب کتاب کا ترجمہ ختم ہوا تو بندہ بھی چلنے کے قابل ہو گیا اور اب اس کتاب کے مندرجات کو مجالس میں لوگوں تک پہنچاتا ہوں)۔



فهرست کتب ادارہ منہاج الصالحین (سرپرست مولانا ریاض حسین جعفری)

ڈکھیں

بڑی چدیقہ ۴۰

اسلامی معلومات

محبت خواہ

محبت خواہ

سورج بادلوں کی اونٹ میں

شید سلام

قیام عاشورہ

قرآن اور ہدیت

وہی معلومات (وجہ)

نو جوان پوچھتے ہیں شادی کس سے کریں؟

خالم حاکم اور حصالی امام

تو قریب عزائم

تغیر سودہ فاتح

مشعل بہایت

ام اعظم

سوگنام آس احمد

انکار شریعت

یرت آل محمد

مناظرے

آسان سماں (چار جلد)

تاریخ حدائق

محمد الجاہل

حقوق بروگن

ارشادات امیر المؤمنین

صلوات نظالم

معجزات عوّل

لوكاسونا لاری چاندی

اسلامی پکیجیاں

کفر میں اور ہم

بیام عاشورہ

معصومین کی کیا یاں

ارشادات مرثی و مصطلی

آزادی سلم

نقابہت

حیفہ بیجن

حرف اسلام

حسین میرا

جان غدری

زندہ گریزیں

شاہکار رسالت

محشر خاوش

اسلام اور کائنات

غیر بربدہ

فطرت

چبوچے حق

خطبات محسن (وجہ)

صلائی محض

انفار محسن

حاشم کرکٹ

سمیں الجاہل (وجہ)

اول الامرکوں؟

ریاض الجاہل

نشیم الجاہل

گلزار خطاب

میدار مورث

خطبات شیخ الجاہل

بہشت

نصالع

احباب بیجن کون؟

تو دید

ولادت

آتاب ولادت

آزادے جریکل

سیدة العرب

تقویت الہم

تو سچ اسکی

عصر طور

جدیقہ سماں

کربلا کے کربلاں

موعظ مہبلہ

مہدی حدیث کی روشنی میں

احادیث قدیسے

اسلامی اصول تجارت

آل محمد پورودہ

راو خدا

اسعد دین

سردار کریلا (وجہ)

کتب اامت و خلافت (وجہ)

جرالصائب

فلسفت غیبت مہدی

و ظافق المؤمن

نالی شیخ صدوق (وجہ)

محجوات آل محمد (چار جلد)

تغیر تو راشقین (چار جلد)

غم نامہ کریلا (لوب کاتریج)

مناقب اہلیت (چار جلد)

جالی ختن

آنتاب عدالت

فہمی بانٹ

فہمی فہد

صیہنہ بانٹ کون؟

سازہہ تام

ولادت امام اور علم غیب

تغیر سودہ حدیث

100/-

125/-

100/-

100/-

120/-

100/-

50/-

100/-

125/-

35/-

15/-

225/-

100/-

100/-

165/-

265/-

225/-

145/-

135/-

240/-

100/-

100/-

35/-

20/-

50/-

35/-

35/-

35/-

15/-

40/-

35/-

10/-

100/-

100/-

100/-

100/-

100/-

100/-

150/-

100/-

60/-

60/-

165/-

135/-

135/-

165/-

135/-

150/-

50/-

300/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-

150/-